هٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق

البلاغ المبین

در مبحث خلافت

حصہ اوّل معہ حصہ سوم

وما علینا الا البلاغ

تالیف

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

ڈسٹرکٹ اینڈ سشن جج (ریٹائرڈ)

ناشر

امامیہ کتب خانہ

مغل حویلی حلقہ ۲/۷، اندرون موچی دروازہ۔ لاہور

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب کا نہایت سلیس اور عام فہم اُردو ترجمہ

حیات القلوب جلد اوّل

مترجمہ مولوی سید بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری

جس میں حضرت آدم سے سرور کائنات سے پہلے کے تمام انبیاء مرسلین اور انکے اوصیاء کے حالات یعنی حضرت آدم و حوا۔ حضرت ادریس۔ حضرت نوح۔ [illegible] حضرت ابراہیم۔ حضرت لوط۔ حضرت ذوالقرنین۔ حضرت یعقوب۔ حضرت یوسف۔ [illegible] حضرت موسیٰ و ہارون۔ حضرت ہارون۔ حضرت خضر۔ حضرت یوشع بن نون۔ حضرت حزقیل۔ [illegible] یسع اور الیا۔ حضرت ذوالکفل۔ حضرت لقمان۔ حضرت اشموئیل اور طالوت و جالوت۔ حضرت [illegible] حضرت سلیمانؑ۔ قوم سبا اور اہل ثرثار۔ حنظلہ اور اصحاب رس۔ حضرت شعیا۔ حضرت حیقوق۔ [illegible] حضرت یحییٰ۔ حضرت دختر عمران مادر حضرت عیسیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم۔ ارمیا۔ دانیال اور عزیر۔ بخت النصر۔ حضرت دانیال۔ حضرت یونس بن متی۔ اصحاب کہف۔ اصحاب اخدود۔ حضرت جرجیس۔ حضرت خالد بن سنان۔ ہاروت و ماروت وغیرہ وغیرہ ان کے زمانہ کے بادشاہان جبار و فرمانروایان نیک کردار اور خدا کے فرمانبردار اور خواہشات نفسانی کے تابعدار بندوں کے نہایت عبرت انگیز اور نصیحت آموز واقعات اور کثرت سے دلچسپ حکایتیں درج ہیں جو انسانی زندگی کو بہتر اور خوشگوار بنانے کی ضامن اور دنیا و آخرت سنوارنے کی ذمہ دار ہیں۔

اتنی ضخیم کتاب کی اس قدر کم قیمت صرف اس لئے رکھی گئی ہے۔ کہ عام مومنین بآسانی خرید کر مستفید ہو سکیں۔ سائز $\frac{20 \times 26}{8}$ حجم ۹۳۶ صفحات۔ قیمت مجلد ولایتی ڈائی دار۔ سنہری حروف

روپے علاوہ محصولڈاک ہا

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی حلقہ ۱۲ موچی دروازہ۔ لاہور ۸

صفحہ ۲ پر جو اطلاع عام ہے۔ وہ مطالعہ کتاب سے پہلے ضرور پڑھ لیں۔

وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ

فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا

البلاغ المبین

در اثبات

خلافت بلا فصل امیر المؤمنین علیہ السلام

حصہ اول مع حصہ سوم

تالیف

(خانصاحب) آغا محمد سلطان مرزا دہلوی ایم اے ایل ایل بی
ڈسٹرکٹ و سشن جج پنجاب (ریٹائرڈ)
صدر، شیعہ مجلس اوقاف دہلی
پریزیڈنٹ انجمن شیعۃ الصفا پراونشل شیعہ کانفرنس
ممبر اورکورٹ او یونیورسٹی او دہلی ممبر جنرل کونسل اینگلو عربک کالج اینڈ سکولز
سوسائٹی نوٹری پبلک کراچی جسٹس آف پیس کراچی سابق سپیشل مجسٹریٹ درجہ اول
مع اختیارات دفعہ ۳۰ ضابطہ فوجداری سابق آنریری سیکرٹری پراونشل
سول سروس ایسوسی ایشن جوڈیشل برانچ وغیرہ وغیرہ

ناشران
امامیہ کتب خانہ مغل حویلی
اندرون موچی دروازہ۔ حلقہ ۲ لاہور ۸

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

اِطلاع عام

ہر ایک ملت و مذہب کے بزرگوں کا نام اس کتاب میں نہایت عزت کے ساتھ لیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا موضوع ایک پرانے تاریخی مغالطہ کا ازالہ ہے جو بوجہ اپنی قدامت کے مذہب کے حدود کے اندر داخل ہوگیا ہے۔ اور ہر ایک غلطی کے ازالے کے لئے تنقید و تمحیص کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے وہ مغالطہ پیدا کیا ہے۔ ان کے افعال و اقوال کی نکتہ چینی لازمی ہے۔ لہٰذا مجبوراً یہ اطلاع عام دی جاتی ہے کہ جناب رسولؐ خدا کی جانشینی کے متعلق جو غلطی عام پھیل گئی ہے اُس پر بحث اور اس کا آخری فیصلہ تاریخی تحقیقات کے مطابق کیا گیا ہے اور اُن عقائد کی حمایت کی گئی ہے جو شیعہ جماعت کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں۔ اہل سنت و دیگر فرق اسلام کے وہ اصحاب جن کو یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے اس امر کا خیال رکھیں۔ کیونکہ کسی کا دل دکھانا مطلوب نہیں ہے اپنی عقل و سمجھ کے مطابق راہ ہدایت دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲) اس کتاب کی رجسٹری حسب ضابطہ و قانون کرادی گئی ہے اور جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں ؀

مؤلف
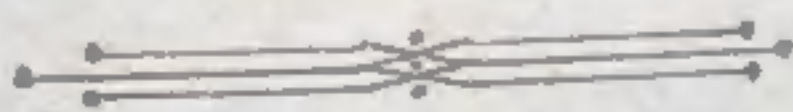
اس کی موجودہ اشاعت کا حق امامیہ کتب خانہ لاہور کو مؤلف نے ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں عنایت فرمایا ہے۔ بصد شکریہ مؤلف

(ناشر)

فہرست مضامین

البلاغ المبین حصہ اوّل

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مطالب برآمد ہوتے ہیں :-

(۱) اِس دین کو خود خداوند تعالیٰ نے خلق کیا ہے۔
(۲) اِس دین کو خود خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کے منتخب و مقرر کیا ہے۔
(۳) اِس دین کو خود خداوند تعالیٰ نے مکمل کیا ہے۔
(۴) اِس دین کی تکمیل ایک خاص نعمت کی وجہ سے ایک خاص دن ہوئی۔
(۵) یہ دین خداوند تعالیٰ کی صفت و قدرت و خالقیت کا خاص نمونہ ہے۔
(۶) جس فطرت کے مطابق انسان خلق کیا گیا ہے اُس ہی فطرت پر اس مذہب کی بنا ہے۔
(۷) اِس میں تبدیلی ناممکن ہے۔
(۸) یہ دین ہی صراطِ مستقیم ہے۔

لہٰذا

(۹) انسانوں کے قیاس یا اُن کے اجماع کو اس میں دخل نہیں۔ اپنی متفقہ رائے سے وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔

(۱۰) جس نعمت سے یہ دین مکمّل ہوا ہے۔ وہ نعمت ایک خاص دن خداوند تعالیٰ نے اپنے مسلمانوں پر نازل کی یا مقرر کی۔

(۱۱) جس طرح کفرانِ نعمت سے اور نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں وہی حکم اس نعمت پر بھی عائد ہوتا ہے اگر خداوند تعالیٰ کی اس نعمت کا مسلمان کفران کریں گے اور اس کو قبول نہ کریں گے تو خداوند تعالیٰ غنی ہے وُہ اس نعمت کو اُن میں سے اٹھا لے گا اور اپنا عذاب نازل کرے گا۔ اِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَاِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْد۔

(۱۲) یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کمال کے ساتھ وہ اس سے پہلے بنی نوع انسان کے لئے کبھی مقرر نہیں کی گئی۔

(۱۳) جو حکومت اس دین کا جزو ہے اور اس کے ماتحت ہے۔ اس میں عدل کامل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ظلم ایک نقص ہے اور نقص و کمال ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

(۱۴) چونکہ حکومت حکام کے ماتحت ہوتی ہے اور یہ حکومت اسلام کا رُکن اعظم ہے اسلام کو خود خداوند تعالیٰ نے بنایا اور مکمل کیا ہے لہٰذا اُن حکام کو بھی خدا ہی خلق و منتخب و مقرر کرے گا۔ یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔

(۱۵) حکومتِ الٰہیہ و حکومت فرعونیہ میں یہ فرق ہوا کہ مقدم الذکر کامل ہوگی اور موخر الذکر ناقص۔

(۱۶) کامل حکومت کے حکام بھی کامل انسان ہونے چاہئیں۔ اگر ناقص ہوئے تو اُن کا اثر حکومت پر ہو کر حکومت بھی ناقص ہو جائے گی اور حکومتِ الٰہیہ کی صفت یہ ہے کہ اس میں نقص یا تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(۱۷) قرآن شریف کی شہادت اس امر کے ثابت کرنے کے لیئے کافی ہے کہ کفر سب سے بڑا ظلم ہے۔ انسان کامل کی کئی علامتیں ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی عمر کے کسی حصّہ میں کافر رہ چکا ہے وہ انسان کامل کی صفت میں نہیں آتا لہٰذا حکومتِ الٰہیہ کا اہل نہیں۔

(۱۸) ہزاروں ہی انبیاء و مرسلین گزرے ہیں۔ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی عمر کے کسی حصّہ میں کافر رہا ہو۔ لہٰذا ہر ایک نبی و رسول کا جانشین ایسا ہونا چاہیئے جو اپنی عمر کے کسی حصّہ میں کافر نہ رہا ہو۔

جب ہم سقیفہ بنی ساعدہ کے مضر نتائج و عواقب پر غور و بحث کریں گے تو ہم کو پھر اس مضمون کی طرف عود کرنا ہوگا تاکہ ہم دیکھیں کہ اسلام و حکومت الٰہیہ کے کیا دعوے تھے اور وہ اس حکومت میں پورے ہوئے یا نہیں کہ جو سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس میں قائم ہوئی تھی یہاں ہم آیت اکمال پر غور کرتے ہیں کہ اس دین کی تکمیل ایک خاص نعمت کی وجہ سے ہوئی جو نعمت کہ ایک خاص دن مسلمانوں کے لیئے مقرر کی گئی۔ گویا وہ تکمیل دین و نعمت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کمال کیا تھا اور وہ نعمت کیا تھی۔

مذہب اسم ظرف ہے ذَهَاب سے۔ اس کے معنی ہوئے چلنے کی جگہ گویا پورے یا کامل مذہب کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے راستہ اور چلنے والے۔ اگر راستہ سیدھا ہے لیکن چلنے والے نہیں تو بے فائدہ ہے اور اگر چلنے والے تو تیار ہیں سیدھا راستہ ہی نہیں ملتا تو وہ بھی بے فائدہ۔ گویا دین یا مذہب کے دو ارکان ہوئے ایک تو یہ کہ سیدھا راستہ اور مستقیم ہو۔ دوسرے یہ کہ اس پر چلا جائے۔ اس ہی وجہ سے اسلام کے دو بڑے ارکان ہیں یعنی اعتقاد اور فعل یا ایمان اور عمل۔ ایمان کا تعلق محض قول سے ہے اور عمل کا فعل سے جب تک یہ دونوں صحیح اور درست نہ ہوں گے نجات ناممکن ہے۔ قرآن شریف میں جہاں جہاں جنت اور نعیم جنت کا وعدہ کیا گیا ہے وہاں يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے فقرہ سے خطاب کیا گیا ہے دو شرطیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایمان اور عمل صالح۔ نجاتِ اُخروی کے لیئے محض ایک شرط کافی نہیں گویا اسلام کے یہ دو رکن ایسے ہیں کہ ہمیشہ ساتھ رہیں گے اور محض ایک کی پیروی سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسلام کو خدا نے خود بنایا اور منتخب کیا۔ لہٰذا اسلام کے یہ دونوں رُکن بھی خدا نے خود مقرر کیئے اور منتخب کیئے ایک رُکن یعنی اعتقاد کے لیئے تو قرآن شریف نازل کیا گیا۔ اب فرمایئے کہ دُوسرے رُکن یعنی عمل کے لیئے کس کو مقرر کیا گیا۔ اور مقرر بھی شروع ہی سے کرنا چاہیئے تھا کہ جب سے قرآن شریف کو اس غرض کے لیئے مقرر فرمایا۔ ملّتِ اسلامیہ کا اتفاق اس اعتقاد پر ہے اور خود قرآن شریف یہی کہتا ہے کہ جناب رسولِ خدا پر نازل ہونے سے قبل لوحِ محفوظ میں مکنون تھا۔ لہٰذا اس دوسرے رُکن کی روحیں بھی عرش اقدس کے اردگرد ہونی چاہیئں اب ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ دوسرا رُکن کن حضرات پر مشتمل ہے۔ یہ دوسرا سقیفہ بنی ساعدہ والے تو ہو نہیں سکتے کیونکہ (۱) ان کو خدا نے نہیں بلکہ انسانوں نے مقرر کیا تھا (۲) اسلام لانے سے قبل آدھی عمر سے زیادہ بُت پرستی میں گزار چکے تھے (۳) ان کو رکن اوّل

کے ساتھ ہمعصریت حاصل نہیں (۴) ان کا علم کامل نہیں تھا لہٰذا عدل کامل نہیں کر سکتے تھے (۵) مقدمات فیصل کرنے کے لئے بسا اوقات وہ کامل علم والوں کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں۔

جناب رسولخدا کی تبلیغ ادھوری رہ جاتی اور آپ کی نبوّت کا مقصد فوت ہو جاتا اگر آپ اپنی اُمّت کو یہ نہ بتاتے کہ اس کامل مذہب کے دو رُکن کون ہیں ایمان کا رہنما کون ہے اور عمل کا رہنما کون۔ ایمان میں کس کی پیروی کریں اور عمل کے لئے کونسا نمونہ رکھ کر اس کی تقلید کریں جبھی تو ارشادِ خداوندی ہوا یَاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ۔ اے رسول اپنے خدا کا مکمل پیغام اُمّت کو پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا اپنی رسالت ہی پوری نہ کی۔

اور یہ بالکل ہی ظاہر ہے محض ایک رکن بتانا کامل اسلام کی تعلیم نہیں لہٰذا رسولخدا نے فرمایا اور بہت اچھی طرح فرمایا کہ میں تمہارے درمیان اس مذہب کے دو ارکانِ عظیم چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرا میرے اہلبیت۔ یہ دونوں ایک دُوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے حضور میں حاضر ہوں اور جب تک تم ان دونوں کی پیروی کرتے رہو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ کامل اسلام یہ ہی ہے حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں اور ماننے والوں کے اعتقاد کے بموجب گویا خداوند تعالیٰ نے مذہب کا ایک ہی رُکن اُتارا دُوسرے کی طرف سے بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ حالانکہ جناب رسولِ خدا نے یہ بھی فرما دیا کہ ان دونوں ارکان میں ہمعصریت ہے جب سے ایک رکن خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا تب سے ہی دُوسرا رکن مخلوق کیا آپ نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے پیدا کئے گئے اور وہ نور حضرت آدمؑ کی پیدائش کے چار ہزار سال قبل سے عرشِ الٰہی کی داہنی طرف اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا پس جب حضرت آدمؑ پیدا کئے گئے تو ہم کو طاہر مردوں اور عورتوں کے اصلاب و ارحام میں منتقل کیا گیا۔ یہاں تک کہ یہ نور صلب عبدالمطلب میں ودیعت ہوا۔ اس وقت ہمارے نور کے دو برابر حصّے کر دیئے گئے۔ نصف تو میرے والد عبداللہ اور نصف میرے چچا ابو طالب کے صلب میں قرار پایا۔ پس ایک نصف سے میں اور دوسرے آدھے سے علیؑ پیدا کئے گئے۔ یہ ہے اصلی رُکن ثانی کی شان حدیث ثقلین و حدیث نور و شان نزول آیت اکمال و آیت تبلیغ کو ہم نے اس کتاب کے باب ہشتم اور یازدہم میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آیت اکمال میں "اَلْیَوْمَ" آج کے دن سے وُہ دن مراد ہے کہ جب بمقام غدیرخم جناب رسالتمآبؐ نے حضرت علی بن ابی طالبؑ کی خلافت کا اعلان عام فرما دیا۔

ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاوے کہ واقعی خداوند تعالیٰ نے کامل دین اُتارا اعتقاد کے لئے قرآن اور عمل کے نمونہ کے لئے اپنے رسول کو مقرر کیا۔ علیؑ و عترتِ رسولؐ تک جانے کی کیا ضرورت ہے اس اعتراض پر غور کرنے کے لئے امعانِ نظر کی ضرورت ہے۔ اسلام دین کامل قیامت تک کیلئے ہے یا صرف آنحضرتؐ کی دنیاوی زندگی تک کے لئے تھا۔ قرآن شریف کو قیامت تک کے لئے نازل کیا گیا ہے یا صرف آنحضرتؐ کی زندگی تک کے لئے۔ معترض کی بحث کا تو یہ نتیجہ نکلا ایک رُکن یعنی

قرآن تو قیامت تک کے لیئے تھا اور دُوسرا رُکن یعنی عمل صرف تیئس برس کے لیئے۔ گویا تیئس برس تک کے لیئے تو مکمل دین نازل فرمایا تھا اُس کے بعد اُس کو لنگڑا کر دیا۔ اور جب سے قیامت تک کے لیئے یہ دین ناقص ہی اُتارا گیا۔ یعنی آیہ کریمہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ صرف تیئس سال کے لیئے نازل ہوئی تھی اور اُس کے بعد مسلمانوں کے لیئے ناقص دین مقرر کیا گیا تھا۔ یہ صریحاً غلط ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح قرآن شریف قیامت تک کے لیئے ہے اسی طرح حبل المتین کا دوسرا بٹ یعنی ہادیانِ عمل بھی قیامت تک کے لیئے خداوند تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرتؐ تو صراطِ مستقیم دکھا کر، راہِ ضلالت کے خطروں سے ڈرا کر، دینِ اسلام کے اصُول و فروع بتا کر، جنّت کو تشریف لے جائینگے لیکن ہدایت کا سلسلہ برابر جاری رہے گا اور ہادیانِ عمل کا نمونہ قیامت تک اُمّت کے سامنے پیش کرتے رہیں گے گویا ان ہادیانِ دین کے تقرر و اعلانِ تقرر سے تکمیلِ دینِ اسلام ہوئی، کیونکہ اُس کے دونوں ارکان مقرر ہو گئے اور اُمت کو ان کا علم ہو گیا چونکہ روزِ غدیرِ خم یہ اعلان ہوا تھا۔ لہٰذا ارشاد ہوتا ہے کہ آج کے دن تمہارا دین مکمل کر دیا گیا۔

ایک اور نکتہ قابلِ غور ہے۔ یہ متفقہ اُمت ہے کہ آنحضرتؐ کی نبوت تا قیامِ قیامت قائم رہے گی۔ اب فرمایئے یہ آنحضرتؐ کا فرض تھا یا نہیں کہ وہ اس نبوت کی ہدایت کی اجرائے کے لیئے کچھ انتظام فرماتے۔ عقیدہ عدمِ استخلاف والوں کی رائے میں آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت تو قیامت تک جاری رہے گی لیکن جنابِ رسولِ خدا نے یہ بھی نہ بتایا کہ میرے بعد اس نبوت کی تعلیم کا اجراء کون کرے گا۔

وہ نعمت کیا تھی جو تکمیلِ دین کے ساتھ وابستہ تھی

تکمیلِ دین تو یہ ہوئی اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ نعمت کیا تھی جو اس تکمیلِ دین کے ساتھ ساتھ وابستہ تھی اور اس کے ساتھ پوری ہوئی۔ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ وہ نعمت توحید کی تھی لیکن ذرا سا غور کرنے سے ظاہر ہو گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ توحید کی تعلیم تو خداوند تعالیٰ نے شروع ہی سے بنی نوع انسان کو دی تھی، یہ تو وہ سبق تھا جو حضرت آدمؑ نے جنّت ہی میں بہت عرصہ سے اور بہت اچھی طرح سیکھ لیا تھا۔ کیا حضرات موسیٰؑ و ابراہیمؑ و عیسیٰؑ نے توحید کی تعلیم نہیں دی تھی۔ جہاں تک اعتقادیات کا تعلق ہے۔ جنابِ رسولِ خدا نے بار بار ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنے جدِّ بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کے دین کی تجدید کرنے آیا ہوں۔ یہ وہی توحید کا سبق ہے جو مجھ سے پہلے ابراہیمؑ پڑھا چکے ہیں۔ اور اگر یہ نعمت توحید کی تھی تو اس کے اتمام کے کیا معنی۔ کیا اس سے پہلے ناقص توحید کی تعلیم دینے کے لیئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے جو اب کامل ہو کر اتمامِ نعمت ہوا۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ شروع ہی سے مکمل توحید کی تعلیم دی گئی تھی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی زمانہ میں تھوڑا سا کفر و شرک جائز سمجھا گیا ہو۔ اور پھر اس جائز شرک کی مقدار گھٹتی گئی ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں تمام شرک کلیتہً ناجائز قرار دیا گیا یہ کبھی نہیں ہوا کہ پہلے دس خداؤں کی تعلیم دی گئی ہو پھر

وہ نعمت توحید نہ تھی

پانچ خدا رہ گئے ہوں اور آخر میں کہا گیا ہو کہ یہ تو تمہارے بہلانے کے لئے ہم نے جھوٹ بول دیا تھا خدا تو فقط ایک ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ نعمت موعودہ توحید تو نہ تھی ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اسلام میں قواعد وضوابطِ زندگی ایسے مکمل مقرر کر دیئے گئے کہ وہ ہی بذاتِ خود ایک نعمت ہو گئی اور اخلاقیات کی تعلیم جو قرآن شریف میں دی گئی وہ ایسی مکمل تھی کہ اس پر تکمیلِ دین کا اطلاق ہو سکتا ہے کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں چند اُمور ایسے ہیں جو صرف اس کا مابہ الامتیاز ہیں یہ سب امور ہی نعمت کہے جا سکتے ہیں اور یہی اتمام نعمت ہے لیکن اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ بحث آدھی دور جا کر رہ جاتی ہے محض قواعد وضوابط مقرر کرنا بھی کبھی نعمتِ تامہ ہوتی ہے ایک ملک کے قوانین بہت اعلیٰ ہیں حکام جو اس قانون کے نافذ کرنے والے ہیں ظالم ہیں تو ملک میں خاک انصاف ہوگا اور محض وہ قوانین ہی کیا نعمت سمجھے جائیں گے۔ ایک چھوٹی سی مثال لو ہر ایک مہذب ملک کا دعویٰ ہے کہ اُس کے قانون کے سامنے امیر وغریب صاحبِ رسوخ وگوشہ نشین سب برابر ہیں دُنیا جنت کا نمونہ ہوتی اگر اس پر عمل بھی کیا جاتا۔ اخلاقیات کی تعلیم اسلام سے پہلے ہی بہت اچھی طرح دنیا میں دی جا چکی تھی اس مدرسہ اخلاقیات میں تو اسلام کے بعد بھی اور خود اسلامی حکومتوں میں بہت عرصہ تک ارسطو و افلاطون و بقراط و سقراط ہی مدرس اعلیٰ سمجھے گئے ہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ تعلیم نعمت موعودہ تھی۔ اسلام کا مابہ الامتیاز دین ودُنیا کا امتزاج ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نعمت ہے وہ تو امتحان ہے نہایت عمدہ عمدہ قوانین مرتب کرنے سے رعایا کو انصاف نہیں مل جاتا کاغذ پر تو ہر ایک ملک وحکومت کے قواعد وقوانین اچھے نظر آتے ہیں۔ دیکھنا تو یہ ہوتا ہے کہ کارکنانِ حکومت اُن قوانین پر کس طرح عمل کرتے ہیں۔ عدل وانصاف قوانین کی عمدگی پر اتنا منحصر نہیں ہوتا جتنا کہ قوانین کے نافذ کرنے والوں کے علم وقدرت ونیک نیتی وحسنِ عمل پر۔ رعایا کی مرفع الحالی وعدل وانصاف اور ملک کے امن وچین کا انحصار حکام پر ہوتا ہے نہ کہ قوانین پر لہٰذا اصلی نعمت تو ان قوانین کو عمدگی ونیک نیتی سے جاری کرنے والوں اور دنیا میں عدل وانصاف کامل رائج کرنے والوں ہی کی ہستی ہوئی۔

تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش سے بنی نوع انسان کی صرف ایک ہی خواہش تھی جو پوری نہیں ہوئی۔ وہ یہ کہ ایسا طرزِ حکومت ونظامِ سلطنت قائم کیا جائے کہ ظلم وجور معدوم ہو کر عدل وانصاف ملک میں جاری ہو سکے۔ وہ دماغ انسانی جس نے سائنس کی دنیا میں معجزے کر کے دکھا دیئے۔ آدمی جہازوں سمیت ہوا میں اُڑنے لگے اور آوازیں مقید ہو گئیں۔ یہ کیا کم معجزہ ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں مختلف لوگ ایک ہی وقت معمولی لہجہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ اُن کی آوازیں آنِ واحد میں تمام فضائے عالم میں پھیل جاتی ہیں اور پھر اس پھیلنے کے باوجود اپنی علیحدہ نوعیت وہستی قائم رکھتی ہیں اور ایک شخص دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھا ہوا اُن سب کو علیحدہ علیحدہ سُن سکتا ہے وہ عقل انسانی جس نے ایسے معجزے دکھا دیئے

ایک ایسا نظام حکومت نہ قائم کرسکی کہ جس میں ظلم معدوم ہوجاتا اور عدل کامل رائج ہوجاتا۔ بہت سے طریقے ایجاد کیئے گئے۔ لیکن سب ناکامیاب رہے اول اول انسان نے خیال کیا کہ اگر خاندان کو ایک دائرہ حکومت سمجھا جائے تو شاید ظلم معدوم ہوجائے گا اہل روما کا PATRIA POTESTAS اور اہل ہنود کا خاندان مشترکہ اس زمانہ کی ایجادیں ہیں لیکن جو ظلم ان دونوں نظاموں کے اندر ہوا اس سے روم و ہندوستان کی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ خاندان کو چھوڑ کر قبیلہ کو ایک دائرہ حکومت قرار دیا گیا عرب کی قبائلی حکومت ایک عرصہ تک اس خیال کی ترجمانی کرتی رہی لیکن ظلم اس میں سے بھی مفقود نہ ہوا۔ اور جب تہذیب انسانی نے کئی مراحل طے کرلیئے اور آپس کے معاملات و معاہدات کی پیچیدگیاں بڑھ گئیں تو تھوڑا بہت نفع جو اس طرز حکومت میں تھا وہ بھی جاتا رہا۔ یونانیوں نے جو زمانہ ماضیہ کے عقلمند ترین لوگ تھے ایک اور طریقہ نکالا۔ ہر ایک شہر کو جداگانہ سلطنت تصور کرکے اس کا سیاسی و تمدنی و معاشرتی نظام علیحدہ قائم کیا اور خیال کیا کہ چونکہ دائرہ حکومت تنگ ہے۔ لہذا حکومت اچھی طرح نگرانی کرسکے گی اور ظلم معدوم ہوجائے گا لیکن وہ نہ ہوا اور یہ طرز حکومت بھی ناقص ثابت ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ ایران و روم سے جوان کی لڑائیاں ہوئیں انہوں نے ان کے سیاسی نقائص کو اور بھی طشت از بام کردیا۔ ایران و دیگر ممالک نے بادشاہت کا تجربہ کیا لیکن آخرکار بادشاہت کی خودسری اور مطلق العنانی نے اس کو لوگوں کی نظروں سے گرادیا۔ اہل روما نے اپنے خیال میں دنیائے ماضیہ کے تجربوں سے فائدہ اٹھاکر ایک جمہوری سلطنت قائم کی اور یہ ارتقاء وارتفاع تخلیل انسانی کی آخری منزل سمجھی جاتی تھی مگر اس میں اتنی خرابیاں ہوئیں اور اتنے ظلم ہوئے کہ آخرکار وہ بھی ناقص سمجھ کر ترک کر دی گئی۔ اب عقل انسانی بے بس ہوگئی۔ دنیا نے پھر رجعت قہقہری کی اور بادشاہت کی طرف چلی اور دنیا میں قیصری نظام رائج ہوگیا۔ لیکن اس کا تو پہلے بھی مزا چکھا جاچکا تھا۔ لہذا کچھ عرصہ حکومت کرنے کے بعد قیصر بھی عدم آباد کو سدھارا۔ اب دنیا پر بے بسی کا عالم چھاگیا۔ تہذیب کی ترقی نے اور مشکلیں پیدا کردی تھیں۔ سرمایہ داروں اور مزدوروں کی آپس میں کشمکش بڑھنے لگی۔ کہتے ہیں کہ اگر ان میں اسلامی زکوٰۃ کا سلسلہ رائج ہوتا تو یہ خرابی نہ پڑتی۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ کاغذ پر نظام زکوٰۃ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس پر اسلامی حکومتوں میں عمل کس طرح ہوا۔ حاکم وقت زکوٰۃ جمع کرکے اپنے خزانہ میں رکھتا تھا۔ جس کو بیت المال کہتے تھے اصولاً تو اس کو غربائے قوم و مستحقین میں تقسیم کرنا چاہیے تھا اور جہاد جائز کی ضروریات پر خرچ کرنا چاہیے تھا۔ عملاً یہ ہوتا تھا کہ جو لوگ صاحب رسوخ اور حکومت کے لئے مفید تھے۔ ان کو اس میں سے بہت زیادہ حصہ ملتا تھا۔ پھر ان غرباء پر تقسیم ہوتا تھا جو اہل حکومت کے ہم خیال ہوں یا مخالفین میں زیادہ رسوخ والے ہوں اور جب حضرت علیؑ نے بیت المال کی تقسیم میں بھی سنت نبوی کی طرف عود کیا تو وہ ہی صاحبان رسوخ واثر جو پہلے حکام کے پروردہ ناز تھے۔ مخالف ہوگئے یہ تو اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جس کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ زکوٰۃ کا مصرف ہوا وہ ناگفتہ بہ ہے۔ حاکم کے لیے محفل رقص و سرور و مجلس شراب و غنا آراستہ کرنا

اس کا خاص مصرف ہو گیا۔ غرضیکہ جب کوئی سیدھا راستہ نظر نہ آیا تو دنیا میں انقلاب عظیم کا... فرانس کے قہوہ خانوں سے اٹھا اور تمام یورپ کو خون میں نہلا دیا۔ اس میں سے نپولین پیدا ہوا یہ بادشاہت و قیصریت کا نمونہ تھا۔ جس کا پہلے ہی تجربہ ہو چکا تھا۔ نپولین بھی آیا اور چلا گیا اور دنیا وہاں کی وہیں رہی جہاں پہلے تھی؛ چونکہ نپولین کی زیادتیوں سے یورپ کے بڑے بڑے ممالک تنگ آئے ہوئے تھے اور نپولین بادشاہت کا نمونہ تھا۔ بادشاہت کی ضد جمہوریت ہے۔ لہٰذا یورپ کی اقوام نے بغیر اس کے کہ جمہوریت کی عمدگی اور اس کے نفع بخش نتائج کے قائل ہوتے جمہوریت کو محض اس وجہ سے اختیار کیا کہ وہ نپولین کی طرز حکومت کی ضد تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہندوستان یورپ کی تہذیب کے زیر اثر آرہا تھا۔ لہٰذا اس نے بھی جمہوریت کی تعریف کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ غرضیکہ دنیا نے بہت سر مارا بہت جتن کئے کئی طرز حکومت ایجاد کئے لیکن اپنے مقصد کو نہ پا سکے یعنی ایسا کوئی طرز حکومت ایجاد نہ ہوا کہ جس سے ظلم معدوم ہو جاتا۔ اگر اجماع انسانی میں کچھ بھی طاقت ہے تو پھر دنیا کی اس متفقہ کوشش کو کامیاب ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ ناکامیاب رہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ ہم بتاتے ہیں۔

طرز حکومت کوئی بھی ہو زیادہ فرق نہیں پڑتا۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ کس قسم کے آدمی حکومت کر رہے ہیں۔ بادشاہت و آمریت میں ایک مطلق العنان شخص ہوتا ہے۔ جو حکومت چلاتا ہے اور جمہوریت میں آخر کار دس بارہ آدمیوں کے ہاتھ میں حکومت ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کم۔ کیونکہ اگرچہ انتخاب کئی سو آدمیوں کا ہوتا ہے۔ لیکن حکومت کے ذمہ دار چند آدمی ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے بھی ایک یا دو جو زیادہ آگے بڑھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ ہی حکومت سنبھال لیتے ہیں۔ اگر یہ حکومت چلانے والے لوگ کامل انسان ہیں اور علم کامل جس کے بغیر عدل ناممکن ہے رکھتے ہیں تو پھر کوئی طرز حکومت ہو وہ کامیاب ہو گی اور اگر یہ لوگ ناقص ہیں تو پھر کوئی طریقہ حکومت کامیاب نہیں ہو سکتا چونکہ اب تک دنیا کو ایسے کامل انسان کامل علم رکھنے والوں کا سلسلہ نہیں ملا تھا۔ لہٰذا ہر ایک طرز حکومت ناکامیاب رہا۔

اگر عدل کامل مطلوب ہے تو حاکم کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں ایک تو یہ کہ وہ کامل انسان ہو ہر ایک نقص و رذیل و مذموم عادت و چلن سے بری ہو انانیت و نفسانیت کو بالکل چھوڑ دے۔ اس کا ہر ایک فعل ہر ایک حکم عدل پر مبنی ہو سوائے خدا کے انسان کا ڈر اس کو نہ ہو اور نہ کسی سے لالچ ہو۔ اس کا انتخاب لوگوں کی رائے پر مبنی نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ اس کے منتخب کرنے والے ہمیشہ اُسے دباتے رہیں گے۔ اپنی رعایا کے ہر فرد بشر سے افضل و اعلیٰ ہو ورنہ نالائق بادشاہ کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور اگر رعایا کا کوئی فرد اس سے اعلیٰ و افضل ہوا تو افضل پر مفضول کا حاکم ہونا خود ایک ظلم و نقص ہے جو حکومت الٰہیہ میں نہ ہونا چاہیے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا علم کامل ہو۔ تاکہ رات کی تاریکی مقام کی دوری اور گواہوں کی طرف داری مجرم کے جرم کو اس سے نہ چھپا سکے۔ اس کا علم ہر وقت اور ہر جگہ پر حاوی ہونا چاہیے۔ انصاف و عدل کے لئے محض گواہوں کے بیانات پر انحصار کرنا

حاکم کی مجبوری کی دلیل اور ظلم و تعدی کے بقا کا باعث ہوتا ہے گو ایسے معمولی انسان ہوتے ہیں۔ جن کو دولت مند کا روپیہ اور رؤسا کا رسوخ بہت آسانی سے خرید سکتا ہے۔ اول تو کامل انسان کا ملنا جو پہلی شرط کو پورا کر سکے۔ بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ اگر صدیوں کے فاصلہ سے شاذ و نادر کوئی نیک نیت بادشاہ پیدا ہو بھی گیا تو دوسری شرط پوری کرنے والا یعنی علم کا رکھنے والا انسان تو ملنا صریحاً ناممکن ہے جب تک کہ خداوند تعالیٰ ہی اسے اس غرض کے لیے خلق نہ کرے اور علم لدنی نہ عطا کرے۔ جس جرم کا محل وقوع سینکڑوں میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس جرم کے ارتکاب کے وقت سوائے ظالم و مظلوم اور خدا کے اور کوئی نہ تھا۔ اس جرم کی اصلیت اور اس کے مرتکب کا علم صرف اس ہی انسان کامل کو ہو سکتا ہے جو حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ عدل کامل اسی وقت ہی ممکن ہے جب ایسے خلیفۃ اللہ کے ہاتھوں میں لوگوں کے امور کی باگ ڈور ہوگی۔ پیغمبروں کے علاوہ جب تک دنیا میں ایسے انسان نہیں آئے تھے۔ جہاں تک اور جب تک پیغمبروں کو موقعہ ملا۔ انہوں نے بنی نوع انسان کو عدل کامل کا نمونہ دکھا دیا، چونکہ عام طور سے اور ہمیشہ کے لیے پیغمبروں کی دنیاوی حکومت لوگوں نے تسلیم نہیں کی لہٰذا ان کا عدل کامل عام نہ ہو سکا۔ پیغمبروں کے علاوہ ایسے کامل علم و انسانیت رکھنے والے حکام کا سلسلہ ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔ اور اس وجہ سے دنیا عدل کامل کی نعمت سے محروم تھی۔ جب جناب رسولِ خدا کا زمانۂ رحلت نزدیک آیا تو خداوند تعالیٰ نے راہ لطف و کرم اس نعمت سے مسلمانوں کو بہرہ ور کیا اور ایسے کامل انسانوں کو خلق فرما کر اور اُن کو علم لدنی عطا کر کے انہیں امت محمدیہ کے امور کا والی و حاکم فرمایا۔ جناب رسولِ خدا کو پیغام پہنچا کہ اس سلسلہ کا تعارف اپنی امت کو کرا دیں۔ یہ وہ نعمت تھی جس سے بنی نوع انسان اب تک محروم رہی تھی اور یہ وہ نعمت تھی جس کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں فرمایا ہے۔ اسی سلسلہ سے تکمیل دین ہوئی، کیونکہ ان ہادیانِ عمل نے قرآن شریف کے ساتھ مل کر دونوں ارکان مذہب یعنی ایمان و عمل پورے کئے۔ اور اس ہی سلسلہ کے تقرر سے اتمام نعمت ہوا کیونکہ وہ موجود تھی۔ عدل کامل وہ مفقود ہو گئی ظلم و جور جو بنی نوع انسان کے ایک نہایت محدود حصہ میں نہایت قلیل عرصہ تک کبھی کبھی کسی پیغمبر کی زندگی میں اور اس کے دائرۂ اثر کے اندر جاری رہ چکا تھا۔ اب تمام امت اسلامیہ میں قیامت تک کے لیے عام ہو گیا۔ جب تک ان ہادیان عمل کا تعارف نہیں کرایا گیا تھا، قرآن شریف بھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ اب اس آیت سے اس اعلان کے بعد قرآن شریف بھی مکمل ہو گیا اور پھر اس کے بعد کوئی اور آیت نازل نہیں ہوئی۔ اب مذہب اسلام کے دونوں ارکان مکمل ہو گئے جو عدل کامل کی نعمت سے بنی نوع انسان کو متمتع کریں گے۔ یہ تھی اتمامِ نعمت۔ کیا اچھا ہوتا جو مسلمان کفرانِ نعمت نہ کرتے۔

سنتِ الٰہی ہے کہ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت پوری کی جاتی ہے۔ وہ حجت نبی کے ذریعہ سے بھی پوری کی جاتی ہے۔ تاکہ بندے یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں ڈرانے والا اور صراط مستقیم دکھانے

والا کوئی نہ آیا اور وہ حجت جانشین نبی سے بھی بسا اوقات پوری کی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے
قوانین کا اعلیٰ و کامل ہونا بھی ایک صفت ہے لیکن اس کی بڑی صفت یہ ہے کہ وہ قابل عمل ہو اگر
قابل عمل نہیں تو بیکار ہے۔ ایک مخالفِ اسلام کہہ سکتا تھا کہ تمہارے اصول و قواعد قابل عمل
ہیں۔ تم میں سے کسی نے کبھی پورے ضابطہ اسلام پر عمل کر کے نہیں دکھایا۔ چند اصولوں پر
پورے مذہب کو ممکن العمل نہیں ثابت کرتا۔ کیا اس کی یہ بحث لاجواب نہ ہوتی۔ اسلام کا مجموعۂ
ایک گناہ کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ سارے قرآن شریف کو پڑھ جاؤ کہیں یہ ہدایت نہ پاؤ گے کہ
ایک یا دو دفعہ گناہ کرنے کی اجازت ہے۔ ایک دفعہ جھوٹ بول سکتے ہو۔ دو دفعہ زنا کر سکتے ہو۔
دفعہ عمر بھر میں شراب پی سکتے ہو یا فلاں گناہ کی اجازت ہے، فلاں گناہ کی اجازت نہیں ایسے ضابطہ قوانین
قابل عمل ثابت کرنے کے لیئے خداوند تعالیٰ نے مناسب سمجھا کہ جناب رسولؐ خدا، رسول خدا کے جانشین
اور امت کے ہادی ایسے لوگ مقرر کیئے جائیں جو مہد سے لیکر لحد تک قرآنِ حکیم پر عمل کر کے ثابت کر
کہ یہ مجموعہ قوانین انسان کے لیئے قابلِ عمل ہے۔ سقیفہ والے ان لوگوں کے مقرر کرنے کی اہلیت
رکھتے تھے۔ رسولؐ خدا کا فرض تھا کہ ان ہادیانِ دین کی شناخت کرائیں۔

اسلام کا رکن اول یعنی قرآن شریف خود بیان کر رہا ہے کہ میرے سمجھنے کے لیے اور میری تعلیم
پر عمل کرنا سیکھنے کے لیئے تم کو ان لوگوں کے پاس جانا پڑے گا جو اہل الذکر ہیں۔ راسخون فی العلم
ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ان لوگوں کا نام و نشان رسولؐ کی زبانی امت کو بتایا جاوے ورنہ یہ چیستاں
حل نہ ہوتی۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ جس طرح زکوٰۃ و صلوٰۃ کی صرف فرضیت قائم کر کے ان کی
تفصیلات کو جناب رسولؐ خدا کے بتانے کے لیئے چھوڑ دیا۔ اسی طرح راسخون فی العلم و اہل الذکر
سے ہدایت لینے اور تاویل قرآنی سیکھنے کا حکم دے کر ان کا نام و نشان بتانا۔ جناب رسولؐ خدا کے سپرد
کر دیا گیا؛ چنانچہ رسولؐ خدا نے بتایا کہ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا مَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ
الْبَابَ جناب رسولؐ خدا ذکر ہیں اور ان کے اہل بیت اہل الذکر ہیں۔

سلسلۂ نبوت ختم ہو رہا ہے۔ اسلام دنیا کا آخری و مکمل مذہب ہے لہٰذا ضروری ہوا کہ اس کے
بقاء و دوام کا انتظام کیا جائے۔ جب تک سلسلۂ نبوت قائم رہا۔ خداوند تعالیٰ وقتاً فوقتاً نبی و پیغمبر
منتخب و مبعوث فرماتا رہا۔ جب سلسلہ نبوت ختم ہوا تو آئندہ کی ہدایت کا راستہ بھی امت کے لیے مقرر کرنا ضروری
تھا۔ سلسلۂ نبوت کے ساتھ سلسلۂ ہدایت ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا کو ابھی بہت سی صدیوں تک
قائم رہنا تھا اور جن اسباب و علل کی وجہ سے بعثتِ انبیاء علیہم السلام ضروری سمجھی گئی وہ اب
تک باقی تھے اور قیامت تک باقی رہیں گے وہ ہی فطرت انسانی باقی تھی اور قیامت تک باقی رہنی
تھی۔ جس نے قلیل عرصہ میں دین موسوی میں خرابیاں پیدا کر دی تھیں۔ جس کی وجہ سے حضرت
عیسیٰؑ کے بھیجنے کی ضرورت ہوئی اور جس نے دین عیسوی تغیر و تبدل کر کے اس کو مسخ کر دیا
کہ پھر بعثت محمدی کی ضرورت ہوئی۔ یہ علم خداوندی میں تھا کہ دین اسلام کو بھی ان ہی علل و اسباب

اسلام کے بقاء و دوام کا انتظام

[س]ابقہ پڑتا ہے لہٰذا اب نبوت کی بجائے امامت قائم کی گئی اور جس طرح نبی کا انتخاب و تقرر خداوند [تعالیٰ] نے اپنے دستِ قدرت میں رکھا تھا اور بنی نوع انسان کی خواہش پر نہیں چھوڑا تھا اسی [ط]رح خلیفہ رسول یعنی امام کا تقرر و انتخاب امت کی خواہش پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ عقل سلیم یہ [ما]ننے سے انکار کرتی ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے اور بھیجے ہوئے رسول کا جانشین مقرر کرنا امت [کا حق] ہے۔

اب ہم قرآن شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھیں نبوت و خلافت کا ما بہ الامتیاز کیا ہے خلیفہ [کے ک]یا معنی ہیں اور خلیفہ کو کون مقرر کرتا ہے

قرآن کا فیصلہ مسئلہ خلافت پر

[(ا)] وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ [فِی ا]لْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا [مَنْ] یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ [وَنَ]حْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ [قَا]لَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ [آدَ]مَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى [الْمَ]لٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ [اِ]نْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ [لَنَآ] اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ [قَا]لَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ [فَلَ]مَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ [اَقُ]لْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ [وَ]الْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا [كُ]نْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۔

[پا]رہ ع۱ سورۃ البقرہ ع۴ (۲۹ : تا ۳۲)

(ا) یاد کر اے محمدؐ جب تیرے خدا نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں تو ملائکہ نے جواب دیا کہ کیا تو زمین میں اس کو خلیفہ مقرر کرنے لگا ہے جو زمین پر فساد کرے گا اور خون بہائے گا درآنحالیکہ ہم تیری حمد و تقدیس کرتے ہیں خداوند تعالیٰ نے جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور آدم کو تمام اسمار سکھا دیئے خدا نے پھر وہ اسمار ملائکہ کے سامنے پیش کیے اور کہا کہ تم ان اسمار کی خبر مجھ کو دو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ ملائکہ نے عرض کی کہ تو علیم و حکیم ہے۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہم کو سکھایا ہے۔ خدا نے پھر آدم سے کہا کہ اے آدم اب تم ان اسمار سے ملائکہ کو خبردار کرو پس جب آدم نے اُن کو اُن اسمار کی خبر دی تو خدا نے فرمایا کہ کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں زمین و آسمان کی غیب کی باتوں سے واقف ہوں [می]ں اس شے کو جانتا ہوں جس کو تم چھپاتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو۔

[(ب)] وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ [خَا]لِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ [مَّسْ]نُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ [فِیْهِ] مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝

[پارہ] ۱۴۔ سورۃ الحجر ع۳ (۱۵ : ۲۸-۲۹)

(ب) یاد کر اس وقت کو کہ جب تیرے خدا نے ملائکہ سے کہا کہ میں گندھی ہوئی خمیر کی ہوئی مٹی سے انسان بنانے لگا ہوں۔ پس جب میں اس کو مکمل کر چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کی تعظیم کے لیے سجدہ میں جھک جانا

[(ج)] وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ

(ج) اول کی تین سطروں کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے

...مِّنْ طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ○ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○

پارہ ۲۳ سورۃ ص ع ۵ - (۳۸-۷۱ تا ۷۶)

پس تمام ملائکہ نے اسے سجدہ کیا۔ لیکن ابلیس نے تکبر کیا اور کافر ہوگیا خدا نے فرمایا کہ اے ابلیس کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے منع کیا اس کو جس کو میں نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا ہے کیا تو تکبر کرتا ہے یا تو بہت بڑے لوگوں میں سے ہے ابلیس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے

(د) وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۔ پارہ ۱ سورۃ البقرہ ع ۱۵ (۲: ۱۲۴)

(د) یاد کرو جب خدا نے ابراہیم کی آزمائش چند کلمات سے کی۔ پس ابراہیم نے ان کو پورا کر لیا خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو لوگوں کا امام بنا دیا ابراہیم نے کہا کہ اور میری ذریت کو۔ فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

(ھ) يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ پارہ ۲۳ سورۃ ص ع ۲

(ھ) اے داؤد ہم نے تجھ کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ احکام جاری کرو اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ پیروی خدا کے راستہ سے تم کو گمراہ کر دے گی۔

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل مطالب حل ہوتے ہیں۔

۱۔ خلافت الٰہیہ ایسی جلیل الشان شے ہے کہ جس کے حصول کے لیے ملائکہ کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا۔

۲۔ خلافت الٰہیہ (امامت) محض خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور خدا ہی خلیفہ منتخب کرتا ہے۔ لہٰذا انتخاب ورایوں سے خلیفہ بننا ناممکن ہوا۔ اگر اجماع مخلوق سے خلیفہ خالق مقرر ہو سکتا تو یہاں ملائکہ کا اجماع کامل ہو چکا تھا کہ ان میں سے ہی خلیفہ مقرر کیا جائے۔ لیکن خداوند تعالیٰ نے اس اجماع کو مسترد کر دیا۔

۳۔ خلافت الٰہیہ کا مستحق صرف وہی ہے جو سب سے زیادہ افضل ہو۔ افضل ترین کی موجودگی میں مفضول خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ ملائکہ و ابلیس دونوں نے اس مسلمہ کلیہ کو پیش کیا اور وہ مانا گیا صرف یہ جتا دیا گیا کہ تمہارا دعوائے افضلیت غلط ہے تم آدم سے افضل نہیں ہو۔

۴۔ خلافت الٰہیہ کا مابہ الامتیاز محض علم ہے اور علم بھی وہ جو خدا کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے۔ یعنی علم لدنی و وہبی۔ وہ ایسا علم نہیں ہے جو ایک آدمی دوسرے کو کتاب میں سے دیکھ کر پڑھا

دے۔ یہ وہ علم ہے جس کی وجہ سے باوجود دنیاوی علم کتابت نہ جاننے کے جناب رسولؐ خدا کہہ سکتے تھے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس شہر کا دروازہ ہے۔

۵۔ یہ خلافت الہیہ و امامت ظالموں کو نہیں مل سکتی۔ قرآن شریف میں بہت سے اقسام ظلم کے بتائے گئے ہیں۔ کفر اُن میں سے بہت بڑا ظلم ہے۔ جن لوگوں نے اپنی عمر کے کسی حصہ میں کفر کیا وہ خلیفہ الٰہی بننے کے اہل نہیں رہے۔

نبوت کیا ہے؟ خلافت الٰہیہ ہے اور جب اس کا مابہ الامتیاز علم وہبی ہوا تو ظاہر ہے کہ خلیفۂ نبی بھی وہی ہو سکتا ہے۔ جس کو خدا مقرر کرے اور علم لدنی عطا فرمائے۔ سجدۂ تعظیمی کا اس وقت حکم ہوا تھا کہ جب جسد آدم میں روح خداوندی میں سے پھونکا جا چکا تھا۔ سجدۂ تعظیمی اس روح کے لئے تھا نہ کہ جسدِ خاکی کے لیے۔ یہ نکتہ نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے ابلیس نے اعتراض کیا۔ جس میں یہ روح خاص ودیعت کی جائے گی وہ ہی خلیفۂ خدا ہوگا۔ قرآن شریف میں اس روح خاص کے القا کا کئی جگہ ذکر ہے۔ مثلاً نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي۔ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ وَيُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۔ یعنی خداوند تعالیٰ اپنے عالم امر سے ایک روح اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔ القا کرتا ہے تاکہ روزِ قیامت سے ڈرائے۔ جس کو یہ روح عطا ہوتی ہے وہ نبی ہی ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا (سورۃ شوریٰ ۴۲ : ۵۲) ترجمہ اسی طرح سے ہم نے تجھ کو اے محمدؐ ایک روح اپنے امر سے عطا کی ہے۔ تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اس روح کو ایک نور بنایا ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اُسی روح کے ذریعہ سے ہدایت کرتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ اس روح خاص پر مبنی ہے ورنہ اگر تمام انسانوں کو خلیفہ الٰہی سمجھا جائے تو خلیفۂ شیطان کون ہوگا۔ فرعون و نمرود و یزید کدھر جائیں گے۔ نفخ روح اور القاء علم ایک ہی وقت میں ہوتا ہے اس روح نے آدم کو علم لدنی حاصل کرنے کا اہل بنا دیا اور پھر سجدہ تعظیمی کا حکم ہوا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ خلیفۂ خدا اپنی خلقت کے دن ہی سے متصف باوصاف الٰہی ہوتا ہے اور علم و حکمت اُس کی سرشت میں خمیر کئے جاتے ہیں۔ النبی نبی ولو کان صبیًا۔

حضرت عیسیٰؑ نے گہوارہ ہی میں پیدا ہوتے ہی اپنی مادر گرامی کی عصمت کی گواہی دی۔ وہ خلیفہ خدا ہوتا ہے۔ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے کل انبیاء کو خدا ہی کی طرف سے علم دیا جاتا ہے۔ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (سورۃ انبیاء ۲۱: ۷۹) نبیوں میں سے ہر ایک کو ہم نے حکمت و علم عطا کیا حضرت یوسفؑ کی شان دیکھو۔ بچپن ہی سے علم و حکمت عطا کیا گیا تھا۔

ہم یہاں چلتے چلتے ایک اور نکتہ بتائے دیتے ہیں ایک تو وہ کتاب ہوتی ہے جو بعض بعض پیغمبروں پر نازل کی گئی ہے امت کی ہدایت کے لیے مثلاً قرآن۔ انجیل۔ زبور۔ توراۃ ان کے علاوہ ایک اور کتاب علم ہے جو زمین و آسمان کے علم سے مملو ہے۔ یہ اس کی ہی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ (پارہ ۷ سورۃ انعام ع ۷)۔

کوئی دانہ تاریک ترین مقام پر نہیں اور نہ کوئی خشک و تر ہے۔ لیکن یہ کہ اس کا علم کتاب مبین میں ہے"۔

اس کتاب مبین کے علم کا کچھ حصہ ہوتا ہے جو وہ اپنے خاص خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ مثلاً آصف برخیا کی نسبت بیان ہوتا ہے۔ قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ (پارہ ۱۹ سورۃ النمل ع ۳) (۲۷ : ۴۰)

اُس شخص نے جس کو کتاب میں سے تھوڑا سا علم دیا گیا تھا یہ کہا کہ میں تمہارے پاس اس کو (یعنی بلقیس کے تخت کو) لے آؤں گا۔ قبل اس کے کہ تمہاری آنکھ جھپکے"۔ حضرت موسیٰ و ہارونؑ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ (پارہ ۲۳ سورۃ الصافات ع ۴) "اور اُن دونوں کو ہم نے کتاب ظاہر کرنے والی عطا کی"۔ حضرت عیسیٰ کی طرف خطاب ہوتا ہے وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ (سورۃ المائدۃ ۵ : ۱۱۰)

"یاد کر اے عیسیٰؑ جب ہم نے تجھ کو کتاب کا علم دیا اور حکمت و توراۃ و انجیل سکھائی"۔

توراۃ و انجیل کا علم علیحدہ ہے اور کتاب کا علم علیحدہ ہے پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ محترمہ کے نکتہ چینوں کو مخاطب کر کے حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝ (پارہ ۱۶ سورہ مریم ع ۲) (۱۹ : ۳۰ تا ۳۳)

عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی اور مجھے نبی مقرر کیا جہاں بھی میں ہوں مجھے مبارک قرار دیا مجھے صلوٰۃ و زکوٰۃ کی وصیت کی ہے جبتک میں زندہ رہوں اور یہ بھی وصیت کی ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کروں اس نے مجھے جبار و شقی نہیں بنایا۔ میرے اوپر سلامتی نازل ہوئی جس دن میں پیدا ہوا جس دن میں مروں گا اور جس دن میں مبعوث کیا جاؤں گا۔

پیدائش کے وقت ہی بلکہ اس سے پہلے عالم ارواح ہی میں یہ علم لدنی عطا کر دیا جاتا ہے۔ یہاں اس ہی کتاب کا ذکر ہے جس کے علم سے آپ ابرص و اکمہ کو صحت بخشتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس کتاب سے انجیل مقصود نہیں۔ ذریت نوح و ابراہیم کی نسبت ارشاد

ہوتا ہے۔ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید ع ۴) نبوت علیحدہ ہے کتاب علیحدہ نبوت تو آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی لیکن کتاب باقی رہی اور تا قیام قیامت باقی رہے گی۔ جناب علی مرتضےٰ کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔
(پارہ ۱۳ سورۃ الرعد ع ۶)

جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو تم یہ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے ایک تو خدا کافی ہے اور دوسرا وہ جسکے پاس کتاب کا علم ہے۔

ہم نے اس کتاب کے باب نہم میں ثابت کیا ہے کہ مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مقصود علی بن ابی طالب ہیں۔ حضرت علیؑ اور ان کی ذریت کی نسبت پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پ ۲۲ سورہ فاطر ع ۴)

"پھر ورثہ میں کتاب ہم نے ان لوگوں کو دی جن کو ہم نے اپنے بندگان میں سے منتخب کر لیا"۔ اس کتاب کے علم ہی کی وجہ سے یہ لوگ قرآن شریف پر ایمان لے آئے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ نازل ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَإِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ۔

اور وہ لوگ جن کو ہم نے قبل نزول قرآن کتاب کا علم دے دیا ہے وہ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور جب ان پر اس کو پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ حق ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے ہم تو اس کے نزول کے پہلے ہی سے مسلمان تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو دو دفعہ اجر دیا جائیگا کہ انہوں نے صبر کیا اور بدی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں اور اپنے رزق میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور لغو سے اعراض کرتے ہیں اور اہل لغو سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ دور ہی سے تم کو سلام ہے۔ ہم کو جاہلوں کی صحبت نہیں چاہیے۔ (پارہ ۲۰ سورہ القصص ع ۶)

ظاہر ہے کہ ان آیات میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ یہود و نصاریٰ نہیں ہو سکتے۔ وہ لوگ بدی کا بدلہ نیکی سے نہیں دیتے تھے۔ کسی نے ان کے ساتھ بدی نہیں کی تھی۔ انہوں نے کب صبر کیا تھا کونسا مال راہ خدا میں دیا تھا۔ جاہلوں سے اعراض کرنے کا موقعہ ان کو کب آیا تھا یہ ساری باتیں علیؑ و اولاد علیؑ پر عائد ہوتی ہیں۔ صبر و جہاد نفس حضرت علیؑ ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ لوگوں نے ان کو حکومت ظاہری سے دور کیا تھا لیکن حضرت علیؑ نے ان کے ساتھ نیکی ہی کی جب کبھی ان کو مشکلات درپیش ہوئیں انہوں نے حضرت

علیؑ ہی کی طرف رجوع کیا اور حضرت علیؑ نے انکو مشکلات میں سے نکالا۔ چونکہ یہ واقعات انہیں عوام الناس کے سامنے پیش آئے تھے لہٰذا انہیں کہنا پڑا کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

اصل جانشین رسول کا سب سے افضل و اعلم ہونا ضروری ہے۔ ملائکہ اور آدم کے قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے محی الدین عربی اپنی کتاب درمکنون میں لکھتے ہیں۔

لَمَّا اَرَادَ اللهُ اَنْ یُّثْبِتَ الْحُجَّةَ لِاٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ وَاَرَادَ اَنْ یُّعَلِّمَهُمْ اَنَّ اٰدَمَ اَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ مِنْهُمْ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ثَبَتَ الْعَجْزُ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ بِالْمَسْئَلَةِ الَّتِیْ سَئَلَهُمْ اِیَّاهَا عَجَزُوْا عَنْ عِلْمِهَا فَجَعَلَ اٰدَمَ خَلِیْفَةً لِكَوْنِهٖ اَحَقَّ بِالْخِلَافَةِ مِنْهُمْ لِفَضْلِ عِلْمِهٖ فَمَنْ وَصَلَ اِلٰى هٰذِهِ الْفَضِیْلَةِ فَقَدْ اَخْتَصَّهُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مِنْ بَیْنِ عِبَادِهٖ وَجَعَلَهٗ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهٖ۔

جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ آدم کی خلافت کے لئے ملائکہ پر حجت قائم کرے اور ان کو بتلادے کہ آدم ان سے زیادہ مستحق خلافتِ الٰہیہ ہے تو کہا اے آدم انہیں ان سب کے نام بتادو۔ پس جب آدمؑ نے ملائکہ کو ان کے ناموں سے آگاہ کردیا تو اس سوال میں جو ملائکہ سے دربارۂ استحقاق خلافت پوچھا گیا تھا۔ ان کا عجز ظاہر ہوگیا اور ملائکہ ان کے علم سے عاجز رہے۔ پس آدم کو خلیفہ بنایا گیا۔ کیونکہ وہ ملائکہ سے بوجہ کمال علم خلافت کے زیادہ حقدار ثابت ہوئے پس جو شخص اس مرتبہ و مقام علمی پر پہنچا ہوا ہو اس کو خداوند تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اپنی خلافت کے لیے مخصوص فرمالیتا ہے اور اس کو تمام اہل زمانہ سے افضل قرار دیتا ہے۔

مولوی شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین میں فرماتے ہیں۔

معلوم است کہ خلافت مشروط است بصفات کمال و احق بالخلافت اکمل مردم است در آں صفات دیکھو قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ؁ ص ۲۹ یعنی یہ ظاہر ہے کہ خلافت کے لیے صفاتِ علیہ کا ہونا شرط ہے اور سب سے زیادہ خلافت کا حقدار وہ ہے۔ جس میں وہ صفات سب سے زیادہ کامل ہوں۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ اگر یہی منشاء ربانی تھا کہ جانشین رسول کو خدا و رسول مقرر کریں تو کیوں خداوند تعالیٰ نے قرآن ہی میں اس کی صراحت نہ کردی کہ رسول خدا کے بعد فلاں شخص خلیفہ و جانشین ہوگا۔ اور قیامت تک یہ سلسلہ ایک خاص طریقہ پر چلے گا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ اول تو خود ہی سواد اعظم کی کتابوں میں درج ہے کہ قرآن شریف میں حضرت علیؑ کا نام کئی جگہ تھا۔ خصوصاً آیۂ تبلیغ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ میں اس کو بھی جانے دو تو اب بھی اس کی صراحت اس سے زیادہ ہے۔ جتنی صراحت نماز و زکوٰۃ کے طریقہ و نصاب کی کی گئی۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں مذہب کے نہایت ضروری ارکان ہیں اور اگر آپ اس سے بھی زیادہ صراحت و تفصیل چاہتے تھے تو مشیت ایزدی تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن جتنی عقل انسانی اس عدم صراحت کی وجہ معلوم کرسکتی ہے۔ وہ بھی ہم بتائے دیتے

اصل جانشین رسول کا سب سے افضل و اعلم ہونا ضروری ہے

قرآن شریف میں یہ تصریح کیوں موجود نہیں ہے کہ خلیفہ رسول کو خدا و رسول مقرر کریں۔

ہیں۔ ایک نبی کے منوانے میں تو اتنی مشکلات درپیش ہوئیں اور لوگوں نے کئی سالوں کی جنگ ہائے شدید کے بعد بصد مشکل و کراہت اس کو تسلیم کیا اور پھر بھی ہزاروں منافق رہے۔ اگر ساتھ ہی قرآن شریف میں جانشین رسول کا نام بھی بیان کر دیا جاتا تو نبی سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا لوگ کہتے، اور کافروں، منافقوں نے تو اب بھی کہا، پھر ان کی تصدیق بہت لوگ کرتے کہ محمدؐ تو قبیلہ بنی ہاشم کی حکومت قیامت تک قائم کر رہے ہیں۔ یہ تو خدائی نبوت نہیں ہے۔ بلکہ ہاشمی مکر و فریب ہے لہذا مشیت ایزدی نے قرار دیا کہ جن جن موقعوں پر اور جن جن الفاظ کے ساتھ رسول مناسب سمجھے ہمارے مقرر کردہ خلیفہ کو لوگوں سے روشناس کرا دے۔ ممکن ہے کہ جوں جوں اس مقرر شدہ خلیفہ کا حسن عمل و حسن طینت لوگوں میں عیاں ہوتا جائے۔ ان کی طبیعت اس کے ماننے کی طرف مائل ہوتی جائے ذاتی اغراض اس طرح آن کر حائل ہو گئے تھے کہ باوجود صراحت و تشریح کے نہ ماننے والے نہ مانتے اور پھر ان کو علانیہ اسلام کی مخالفت کرنی پڑتی۔ اب تو کچھ قرآن شریف کی تاویل کر کے کچھ نبوت کی حقیقت و اصلیت کو مسخ کر کے لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کے قابل تو رہے کہ ہم مسلمان ہیں اور اگر صراحت کامل ہوتی اتنی کہ تاویل کی گنجائش نہ رہتی، تو پھر علانیہ مخالفت کے سوا چارہ ہی نہ ہوتا اور اسلام میں رخنہ عظیم پڑ جاتا۔ جہاں ذاتی اغراض آ جاتی ہیں وہاں صراحت کچھ کام نہیں کرتی۔ دیکھو کس صراحت کے ساتھ علی الاعلان قرآن شریف کہتا ہے کہ جناب محمد مصطفےٰؐ کے اوپر سلسلۂ انبیاء کا خاتمہ ہے۔ جو اس صراحت کا حشر ہوا وہ ہی اس صراحت کا حشر ہوتا۔

تحقیقات زیر بحث پر انبیاء و رسل سابقہ کا طرز عمل بہت اچھی روشنی ڈالتا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں جانشین کی ضرورت تھی وہاں انبیاء سابقہ نے خود اپنا جانشین مقرر کیا یا یہ کام امت پر چھوڑ دیا۔

حضرت موسیٰؑ جب چالیس راتوں کے لیے برائے میقات کوہ طور پر تشریف لے گئے تو آپ نے خود اپنی امت میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ پارہ ۹ سورۃ الاعراف ع ۱۷

علامہ طبری اپنی تاریخ الامم والملوک میں لکھتے ہیں۔

لما حضر آدم الوفاۃ دعا ابنہ شیثاً فعھد الیہ عھدہ تاریخ الامم والملوک الجزاء الاول ص ۶۷۔ ترجمہ۔ جب حضرت آدم کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنے فرزند شیث کو بلا کر اپنا ولیعہد مقرر کر دیا۔ پھر علامہ مذکور لکھتے ہیں۔

ان آدم علیہ السلام مرض قبل موتہ احد عشر یوماً واوصی الی ابنہ و کتب وصیتہ ثم رفع کتاب وصیتہ الی شیث۔ ص ۷۹

ترجمہ:۔ حضرت آدم علیہ السلام موت سے قبل گیارہ دن بیمار رہے اور اپنے فرزند شیث کو اپنا وصی مقرر کیا اور اس وصیت نامہ کو لکھ کر حضرت شیث کے حوالہ کر دیا۔

دلیل دی گئی ہے کہ سابقہ انبیاء اپنا جانشین خود بحکم خداوندی مقرر کرتے رہے۔

غرضکہ ساری عربی کی عبارات نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم اپنے ناظرین کی توجہ تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الاول ص ۷۶ لغایت ۸۷ و تاریخ الکامل لابن الاثیر الجزء الاول ص ۲۰ و ۲۶ کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ شیث نے اپنے بیٹے انوش کو اور انوش نے اپنے بیٹے قینان کو اور قینان نے اپنے بیٹے مہلائیل کو مہلائیل نے اپنے بیٹے یرد یا یارد کو اور یرد نے اپنے بیٹے خنوخ عرف ادریس کو اور ادریس نے اپنے بیٹے متوشلخ اور متوشلخ نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ متوشلخ کی نسبت طبری کی عبارت یہ ہے۔

فلما حضرت متوشلخ الوفاة استخلف لمك على امره واوصاه بمثل ما كان اباه يوصونه تاریخ طبری الجز الاول ص ۸۷ و تاریخ الکامل ابن اثیر الجز الاول ص ۲۰۔ یعنی جب متوشلخ کا وقت وفات قریب ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے لمک کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وصی قرار دیا۔ جس طرح ان کے آباء اجداد خود اپنا جانشین مقرر کرتے آئے تھے۔ یہ لمک حضرت نوح علیہ السلام کے والد بزرگوار تھے۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے لما حضرت نوح الوفاة قيل له كيف رأيت الدنيا قال كبيت له بابان دخلت من احدهما وخرجت من الآخر واوصى الى ابنه سام تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۲۶۔ ترجمہ: جب حضرت نوح کی رحلت کا وقت آیا تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ تم نے دنیا کو کیسا پایا۔ جواب دیا۔ مثل اس گھر کے جس کے دو دروازے ہوں۔ ایک دروازہ سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل آیا۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے سام کو اپنا جانشین و وصی مقرر کیا۔

نیز ملاحظہ ہو۔ روضۃ الصفا مطبوعہ بمبئی جلد اص ۳۰۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنا ولی عہد و خلیفہ حضرت اسحٰق کو خود مقرر کیا۔ روضۃ الصفا میں ہے اسحٰق را در دیار شام ولیعہد و خلیفہ گردانید۔ حضرت اسحٰق نے اپنے فرزند یعقوب کو اور یعقوب نے اپنے فرزند یوسف کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد اص ۶۲، ۶۳، ۶۴۔

علامہ طبری لکھتے ہیں۔ وان مقام يعقوب منه بمصر بعد مواخاته باهله سبع عشرة سنة وان يعقوب اوصى الى يوسف عليه السلام ترجمہ: حضرت یعقوب کا قیام مصر میں اپنی اولاد کے ساتھ سترہ سال تک رہا اور آپ نے حضرت یوسف کو اپنا خلیفہ و وصی و جانشین مقرر کیا۔ وانه مات يوم مات وهو ابن مائة سنة و عشر سنين واوصى الى اخيه يهودا۔ تاریخ طبری الجز الاول ص ۱۷۲۔ ترجمہ حضرت یوسف نے جس روز انتقال کیا اس وقت ان کی عمر ایک سو دس سال کی تھی اور انہوں نے اپنے بھائی یہودا کو اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کیا۔

حضرت ایوب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ ان عمر ایوب کان ثلاثا و تسعین سنة وانه اوصی عند موته الی ابنه حومل تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷۔ روضۃ الصفا جلد ا۔ ص ۱۰۰۔

ترجمہ :۔ حضرت ایوب کی عمر ۹۳ سال کی ہوئی اور اپنی موت کے وقت انہوں نے اپنے بیٹے حومل کو اپنا وصی و جانشین مقرر کیا۔ ان اللہ عزوجل بعث بعدہ ابنه بشر بن ایوب نبیا وسماہ ذوالکفل امرہ بالدعا الی توحیدہ وانه کان مقیما بالشام عمرہ حتی مات وکان عمرہ خمسا وسبعین سنة وان بشرا اوصی الی ابنه عبدان تاریخ طبری الجزء الاول ص ۱۶۷۔ تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۴۷۔ ترجمہ : خدائے عزوجل نے حضرت ایوب کے بعد ان کے بیٹے بشر کو نبی مقرر کیا اور ان کا نام ذوالکفل رکھا اور ان کو حکم دیا کہ لوگوں کو توحید کی طرف بلائیں وہ اپنی زندگی بھر شام ہی میں رہے۔ ان کی عمر ۷۵ سال کی ہوئی اور انہوں نے اس عہدہ کی وصیت اپنے بیٹے عبدان کی طرف کی۔

حضرت موسیٰ نے بھی اپنا جانشین خود ہی مقرر کیا۔ اول حضرت ہارون کو اور جب انہوں نے انتقال کیا تو پھر یوشع بن نون کو۔ روضۃ الصفا کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

در چوں صباح روز ہشتم کہ غرہ نیسان بود طالع شد حضرت موسیٰ ہارون را طلب کردہ امامت و خلافت خود را بدو تفویض فرمود و آن شغل را بحسب وصایت در نسل او بطناً بعد بطن مقرر گردانیدہ روضۃ الصفا جلد اول ص ۱۲۰ نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۲۱۸ و تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۶۵۔ آگے چل کر حضرت موسیٰ کے حالات میں صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں۔ در روز ہفتم آزار قوم را احضار کردہ مجلسے عظیم ساخت و یوشع را خلیفہ و وصی گردانیدہ و بنی اسرائیل را بعد از حوالہ بضمان حفظ الٰہی بوے سپرد و تدبیر و رعایت مہمات ایشاں وصیت کرد و اسباط را بطاعت و انقیاد او حجت گرفتہ فرمود کہ امروز ہفتم ماہ آزار است سن من بصد و بست سال رسیدہ و زمان رحلت نزدیک شدہ اکنوں بندۂ از بندگان خدائے کہ بخلوص نیت از شما ممتاز است بر شما خلیفہ ساختم و خداوند تعالیٰ و فرشتگان زمین و آسمان را بریں معنی گواہ گرفتم باید کہ در وصیت من تقصیر و تہاون نکنید۔ روضۃ الصفا جلد ا۔ ص ۱۲۸۔ نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ طبری الجزء الاول ص ۲۲۵۔

جناب رسول خدا اکثر حضرت موسیٰ کی مشابہت پر زور دیا کرتے تھے۔ حدیث منزلت میں بھی حضرت ہارون سے مشابہت ہے ان کے بچوں کے نام پر حضرت علیؑ کے فرزندان حسنؑ و حسینؑ کے نام شبر و شبیر رکھے تھے۔ حضرت موسیٰ کا یہ خطبہ کتنا مشابہ ہے۔ جناب رسول خداؐ کے خطبہ غدیر خم کے۔ حضرت یوشع نے اپنا خلیفہ و جانشین کالب بن یوفنا کو مقرر کیا۔ ثم توفاہ اللہ فاستخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوحنا تاریخ الکامل الجزء الاول ص ۷۰، صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کالوب بن یوفنا را طلب داشتہ خلافت داد و او را وصی و ولی عہد

گردانیده از جہان بیرون رفت روضۃ الصفا الجزء الاول ص ۱۳۴۔ کالب نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ چوں امارات ارتحال مشاہدہ فرمود یوساقوس پسر خود را خلافت دادہ و ودیعت حیات بمتقاضی اجل سپرد و گوہر زندگانی تسلیم قابض ارواح نمود۔ روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۳۵ ا جناب الیاس پیغمبر نے بھی اپنا خلیفہ و جانشین خود مقرر کیا۔ والیاس پائے در رکاب آوردہ الیسع را بخلافت خود وصیت کرد..... یک روز بالیاس وحی رسید کہ خلافت خود بوے مفوض گردان۔ روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۲۸۔ جناب الیسع کی نسبت لکھتے ہیں بعد از تیقن اجابت ذی الکفل را طلب فرمودہ خلافت داد روضۃ الصفا جلد ا ص ۱۴۰ ا جناب شعیا کے خلیفہ کو بھی خدا نے ہی مقرر کیا۔ عن ابن اسحٰق قال فی ما بلغنی استخلف اللہ علی بنی اسرائیل بعد شعیا رجلاً منہم یقال لہا یاشتیہ بن اموص تاریخ طبری جلد ا ص ۲۸۵۔ ترجمہ: خداوند تعالیٰ نے شعیا کے بعد بنی اسرائیل پر ایک شخص یاستیہ بن اموص کو خلیفہ مقرر کیا۔ حضرت داؤد کی نسبت علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں۔ و توفی قبل ان یستتم بنائہ واوصی الی سلیمان تاریخ الکامل الجزء الاول ص۶۷۔

ترجمہ: حضرت داؤد نے اپنی عمارت کو مکمل کرنے سے قبل ہی انتقال کیا اور خلافت کی نسبت وصیت اپنے بیٹے سلیمان کی طرف کی۔ آگے چل کر کہتے ہیں۔ فلما مات ورث سلیمان ملکہ وعلمہ ونبوتہ وکان لہ تسعۃ عشر ولداً فورث سلیمان دونہم تاریخ کامل الجزء الاول ص ۶۸۔ ترجمہ: جب حضرت داؤد نے انتقال کیا تو آپ کے فرزند سلیمان نے حضرت داؤد کی سلطنت و نبوت و علم کو ورثہ میں لیا حضرت داؤد کے انیس فرزند تھے لیکن ان کے وارث صرف حضرت سلیمان ہوئے اور باقی فرزندان داؤد وارث نہیں ہوئے۔

حضرت عیسےٰ نے بھی اپنا وصی و خلیفہ بحکم خداوندی خود ہی مقرر کیا۔ از جملہ وصایائے عیسیٰؑ یکے آں بود کہ خدائے تعالیٰ مرا امر فرمودہ است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم و حواریان خلافت وے قبول کردند روضۃ الصفا الجزء الاول ص ۱۸۴۔

دیگر کتب تواریخ میں بھی اسی طرح درج ہے؛ چنانچہ محمد بن عبداللہ الکسائی اپنی کتاب قصص الانبیاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

وکان یوشع قد استخلف علی بنی اسرائیل کالب بن یوفنا بن عیسی بن یہودا ابن یعقوب النبی علیہ السلام وکان ھذا کالب من احد الزھاد فسار فی بنی اسرائیل سیرۃ جمیلۃ وھم یطیعون حتی قبضہ اللہ تعالیٰ فاستخلف علیھم ابنا لہ یقال لہ یوشافاش..... فلما توفی یوشافاش بن کالب بن یوفنا صار

یوشع نے بنی اسرائیل پر کالب بن یوفنا بن عیسیٰ بن یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔ یہ کالب سب سے زیادہ زاہد تھے اور بنی اسرائیل میں نہایت عمدہ سیرۃ جمیلہ ان کی تقلید میں جاری ہوگئی یا بنی اسرائیل میں یہ عمدہ سیرۃ رکھتے تھے بنو اسرائیل انکی اطاعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ

الامر الی عزار بن هارون فقال یابنی اسرائیل قد استخلف علیکم ولدی ھذا۔

نے ان کی روح قبض کی۔ پس اس نے بنی اسرائیل کے اوپر اپنے بیٹے یوشافاش کو خلیفہ مقرر کیا

جب یوشافاش کا انتقال ہوا تو حکومت وخلافت عزار بن ہارون کی طرف گئی۔ یوشافاش نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں نے تم پر اپنے بیٹے کو خلیفہ وجانشین مقرر کیا۔

حضرت الیاس کے استخلاف کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ فاوحی اللہ تعالی الیہ ان یا الیاس اخرج من بینھم واستخلف علیھم الیسع بن یخطب فقد جعلتہ خلیفتک

ترجمہ:۔ خداوند تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے الیاس تو ان کے درمیان میں سے نکل اور انکے اوپر الیسع بن یخطب کو خلیفہ مقرر کر دے۔ کیونکہ ہم نے اس کو تیرا خلیفہ وجانشین مقرر کیا ہے۔

اسی طرح الیسع نے ذوالکفل کو اپنا خلیفہ وجانشین مقرر کیا؛ چنانچہ ثعلبی نے اپنی قصص الانبیاء میں اس طرح لکھا۔

لما کبر الیسع قال لو انی استخلفت رجلا علی الناس یعمل علیھم فی حیاتی حتی انظر کیف یعمل فجمع الناس ثم قال من تکفل لی بثلاث استخلفتہ یصوم النھار ویقوم اللیل ولا یغضب فقام رجل شاب فقال انا فردہ ذلک الیوم فقال مثلھا فی الیوم الثانی فسکت الناس فقام ذلک الرجل قال انا فاستخلفہ۔

جب الیسع کبیر سن ہوئے تو انہوں نے کہا کہ کاش میں کسی کو لوگوں پر اپنی زندگی میں والی و خلیفہ مقرر کر لوں تاکہ دیکھوں کہ وہ کس طرح حکومت کرتا ہے۔ پس لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ جو شخص مجھ سے تین باتوں کی ضمانت کرے تو میں اس کو خلیفہ مقرر کر دوں۔ دن کو روزہ رکھے رات کو عبادت کرے اور کبھی غصہ سے مغلوب نہ ہو جائے۔ پس ایک جوان کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں لیکن الیسع نے اس کو اس دن واپس کر دیا۔ پھر دوسرے دن وہی بات کہی اور لوگ تو خاموش رہے۔ وہی جوان کھڑا ہوا اور کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں۔ پس الیسع نے اس کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔

یہ واقعہ ہم کو دعوۃ ذی العشیرہ کی یاد دلاتا ہے۔ حضرت داؤدؑ کی نسبت ثعلبی اپنی قصص الانبیاء میں تحریر کرتے ہیں۔

فقام داؤد فصعد المنبر فحمد اللہ تعالی واثنی علیہ قال ان اللہ یامرنی ان استخلف علیکم سلیمان فضجت بنو اسرائیل وقالوا غلام حدث یستخلف علینا۔

پس حضرت داؤدؑ کھڑے ہوئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد وثناء باری تعالیٰ کے فرمایا کہ بتحقیق کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اوپر سلیمان کو خلیفہ مقرر کروں۔ بنو اسرائیل نے آپس میں ناراض ہو کر کہا کہ دیکھو ہم پر ایک نابالغ بچہ حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

یہ دونوں واقعات ذوالکفل اور سلیمان کے خاص طور سے غور طلب ہیں۔ کبیر سن و معمر و تجربہ کار لوگوں کی موجودگی میں کم سن و نوجوان خلیفہ مقرر کیے گئے معلوم ہوا کہ بزرگی بعلم است نہ بسال۔ پھر ثعلبی کہتا ہے۔ ثم ملك بعد سليمان ابن له يقال له رخيعم وكان قد استخلفه نبي الله وكان نبيا ولم يكن رسولا. ترجمہ: پھر سلیمان کے بعد ان کا لڑکا رخیعم خلیفہ ہوا۔ اس کو سلیمان نے اپنی حیات میں جانشین و خلیفہ مقرر کیا تھا۔ پس خدا نے اسے نبوت بھی عطا کی۔ لیکن رسول نہیں تھا۔

امر واقعہ یہ ہے کہ تعصب مذہبی زبان پر مہر لگا دیتا ہے ورنہ آنکھیں تو سب کچھ دیکھتی ہیں۔

ایک نہایت پکے حنفی المذہب بزرگ تھے۔

ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ آدم کی ریاست ایک ذمہ داری کی حیثیت سے دستاویزات وصیت کے مطابق سلسلہ بہ سلسلہ حضرت ادریس تک پہنچی۔ آدم نے پہلے ہابیل کو وصیت کی۔ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو یہ وصیت شیث کی طرف منتقل ہو گئی۔ شیث نے انوش کو، انوش نے قینان کو، قینان نے مہلائیل کو، مہلائیل نے یارد کو اور یارد نے اپنے لڑکے خنوخ (ادریس) کو وصیت کر کے حکومت کا نظام سپرد کر دیا۔" اسلام کا نظام حکومت مؤلفہ حامد الانصاری غازی رفیق ندوۃ المصنفین دہلی ص ۱۰۷۔

علامہ مسعودی اپنی تاریخ میں انبیاء علیہم السلام کے جانشینوں کے تقرر کا جو بذریعہ وصیت کے ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فكانت الوصية جارية تنتقل من قرن الى قرن الى ان ادى الله النور الى عبد المطلب و ولده عبد الله ابى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا موضع تنازع الناس فيه من اهل الملة ممن قال بالنص وغيرهم من اصحاب الاختيار والقائلون بالنص هم الاباضية اهل الامامة من شيعة على بن ابي طالب رضى الله عنه و الطاهرين من ولده الذين زعموا ان الله لم يخل عصرا من الاعصار من قائم بحق الله اما انبياء و اما اوصيا منصوص عن اسمائهم واعيانهم من الله ورسوله واصحاب الاختيار هم فقهاء الامصار والمعتزله وفرق من الخوارج والمرجئه وكثير من اصحاب الحديث والعوام وفرق من الزيديه فزعم هولاء ان الله و رسوله فوض الى الامة ان تختار رجلا منها فتنصبه لها اماما وان بعض الاعصار قد يخلو من حجة الله وهو الامام المعصوم عند الشيعة. ابوالحسن على بن الحسين بن على المسعودى مروج الذهب و معادن الجوهر مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۲۸۔

ترجمہ:۔ پس اسی طرح یہ وصیت ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اس نور کو صلب عبد المطلب میں اور عبداللہ والد محمد مصطفی صلے اللہ

علیہ وسلم میں ودیعت کیا۔ اب یہ وہ جگہ ہے جہاں اہل اسلام تنازعہ کرتے ہیں ایک تو وہ جماعت ہے جو نص (امامت بالنص) کی قائل ہے اور دوسرا گروہ اختیار کا قائل ہے۔ امامت بالنص کے قائل حضرت علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد مطہرین کے شیعہ ہیں جن کا اعتقاد ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں وہ امام یا تو نبی ہوگا یا اس کا وصی جس کو خدا اور رسول نص کے ساتھ مقرر کر دے اور اصحاب الاختیار فقہا و معتزلہ و خوارج کے فرقے، مرجئۃ اصحاب الحدیث کی اکثریت اور عوام الناس اور زیدیہ کے فرقے ہیں۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے کہ خدا اور رسول نے امت کو یہ اختیار سپرد کر دیا ہے کہ اپنے میں سے ایک امام مقرر کر لیں اور اکثر زمانے امام سے خالی رہتے ہیں۔ شیعہ لوگ امام کو معصوم جانتے ہیں۔"

یہ عبارت جو ایک سنی عالم و مورخ کے قلم سے نکلی ہے۔ نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہے آپ نے دیکھا۔ یہ ہی وہ وصیت تھی جو آنحضرتؐ بستر مرگ پر حضرت علیؑ کے لیے تحریر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمر مانع ہوئے۔ آگے چلیے علامہ مسعودی کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے وہ نور صلب عبدالمطلب و عبداللہ میں ودیعت کیا۔ یہ وہ ہی حقیقت ہے جس کا اظہار جناب رسولؐ خدا نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ یہ عبارت اس وجہ سے بھی اہم ہے کہ اس میں اسلام کے دونوں فرقوں کے اعتقادات کو بھی ظاہر کر دیا ہے۔ اہل اسلام کی تقسیم صرف دو فرقوں پر ہے اور باعث تفریق یہ ہی مسئلہ امامت ہے یہ دونوں اعتقادات جس آخری نتیجہ پر منتج ہوتے ہیں وہ بھی نہایت خوبی سے علامہ مسعودی نے بیان کئے ہیں۔ اعتقاد بالنص (شیعوں کا اعتقاد) کا یہ نتیجہ ہے کہ کوئی زمانہ امام سے خالی نہ ہوگا۔ یا نبی ہوگا یا اس کا وصی اور اصحاب الاختیار (اہلسنت وجماعت) کے اعتقاد کا نتیجہ ہے کہ بہت سے زمانے امام سے خالی ہوں گے، چنانچہ آج کل ہی دیکھ لو۔ کوئی اختیار کیا ہوا خلیفہ نہیں ہے اور اس سے پہلے جو خلفاء روم مانے گئے ہیں وہ معیار پر پورے نہیں اترتے کیونکہ اہلسنت کے عقیدہ کے بموجب امام و خلیفہ قریش میں سے ہوگا اور یہ خلفاء قریش سے نہ تھے۔ ترکی النسل تھے۔ اب جناب رسولؐ خدا کی وہ مسلمہ حدیث یاد کرو کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتتہ جاھلیۃ یعنی جو شخص مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا تو بہ تحقیق کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اس حدیث کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ ہر زمانہ میں امام ہوا کرے گا۔ جس کا پہچاننا ہر ایک کا فرض ہے۔ یہ بعینہ مطابق ہے شیعوں کے اعتقاد بالنص کے۔ اور اہلسنت وجماعت کا عقیدہ اختیار اس حدیث کے خلاف ہے۔ فرمایئے کونسا عقیدہ درست و صحیح ہوا۔

ایک اور طریقہ سے ان اعتقادوں کی صحت کی پڑتال کیجئے۔ قرآن حکیم میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔

خداوند تعالیٰ کے نیک بندے زمین کی حکومت ورثہ میں پاتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو زمین کی حکومت کا وارث بناتا ہے۔ یہ ورثہ کیسا۔ یہ ورثہ تو صاحب حکومت و صاحب

امر کی وصیت ہی سے مل سکتا ہے۔ امت کے لوگ تو جمع ہو کر جس کو چاہیں یہ ورثہ نہیں دے سکتے ورثہ ملنے کے لیے حق چاہیے اور حق وصیت سے ملتا ہے اور یہ وصیت بھی خدا کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نیک بندوں کو حکومت کا وارث بنانے والا خدا ہے۔ اگر تم کہو کہ جس کو حکومت مل گئی وہ ہی وارث سمجھا جائے گا تو یہ بحث غلط ہو گی۔ نیک بندوں کی شرط ہے۔ یوں تو حکومت فرعون و ہامان و نمرود کو بھی مل ہوئی تھی۔ ان کے دلوں کو دیکھو کیسے کفر سے بھرے ہوئے تھے ان جیسوں کے دل رکھنے والے شخص کو اگر حکومت مل گئی تو وہ نیک بندوں سے بذریعہ ورثہ نہیں ملے گی بلکہ ظلم و جبر و اکثریت کے بل بوتے پر ملے گی اور وہ محض ضلالت ہو گی جس طرح ائمہ ضلالت کی موجودگی مسلمہ ہے۔ اسی طرح حکومتِ ضلالت کا قیام بھی ظاہر ہے۔

بنو اسرائیل کے بادشاہوں کے حالات سے کئی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ اور بہت سے ایسے تھے جو محض بادشاہ تھے۔ لیکن نبی یا رسول نہ تھے مگر دونوں قسم کے بادشاہوں کی حکومت خدا کی طرف سے تھی وہ نیک بندے خدا کے مطیع و فرمانبردار اور اپنے زمانہ کے نبی کے تابعدار ہوا کرتے تھے ہر ایک بادشاہ یا نبی خود اپنا جانشین مقرر کیا کرتا تھا۔ امت یا رعایا کا کچھ دخل نہ تھا۔ حضرت آدم سے لے کر جناب رسولؐ خدا تک کے نبیوں اور رسولوں کے حالات آپ نے معلوم کر لئے۔ کسی ایک موقعہ پر بھی انتخاب جانشین کا کام امت کے سپرد نہیں کیا گیا۔ ان میں وہ نبی و رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل نہیں تھی اور وہ نبی و رسول بھی تھے۔ جنہیں حکومت حاصل تھی۔ یہ قاعدہ بلا استثنار کے رہا ہے کہ ہر نبی و رسول اپنا جانشین خود بحکم خداوندی مقرر کرتا آیا ہے۔ اول یہ تقرر خدا کی طرف سے ہوتا تھا۔ پھر اس کا اعلان نبی و رسول کر دیا کرتے تھے۔ یہی سنت الٰہی ہمیشہ رہی ہے۔ اور رہنی چاہیے تھی اور سنتِ الٰہی کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ معلوم نہیں کہ حضرت ختم المرسلینؐ کے وقت اس سنتِ الٰہیہ کو کیا ہو گیا کہ وہ بھی بدل گئی۔ خدا و رسول دونوں نے معاذاللہ اپنا اپنا فرض اور کام ادا نہ کیا۔ اور حضرت عمر نے اس کار خداوندی کو اپنے ذمہ لے کر دونوں کو سبکدوش کر دیا۔

غرضیکہ اس بحث سے مندرجہ ذیل نتائج نکلے۔

۱۔ جناب رسولؐ خدا کی نبوت کا جزو اعظم حکومت تھی۔

۲۔ اسلام کے ارکان میں سیاست شامل ہے۔

۳۔ اسلام کا مقصد دنیا میں حکومت الٰہی قائم کرنا تھا۔

۴۔ حکومت الٰہیہ کی سرداری و بادشاہت خدا کی طرف سے ملا کرتی ہے۔

۵۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک معیار انتخاب علم و شجاعت ہے اور تقویٰ ہے۔

بنو اسرائیل کے بادشاہوں کے حالات سے نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

اس ساری بحث کا حاصل۔

۶۔ یورپ کا پروپاگنڈا کہ حکومت و مذہب کی سرداری ایک جگہ نہیں ہونی چاہیے غلط ہے۔
۷۔ جمہوریت اسلام میں نہیں ہے۔
۸۔ اسلام میں انتخاب خلیفہ محال عقلی ہے اور انتخاب کا مکمل ہونا ناممکن ہے۔
۹۔ اسلام کی نعمت اور اسلام کو مکمل کرنے والی ایک ہی چیز ہے اور وہ خدا کی طرف سے اُن مکمل انسانوں کا حکومت و سلطنت اسلامیہ کی سرداری کے لیے مقرر ہونا ہے۔ جو مسلمانوں میں عدل کامل عام کر دیتے۔ یہی وہ نعمت تھی جو دنیا کو اب تک نہیں ملی تھی۔ حکومت الٰہیہ کے لئے انسان کامل چاہیے۔ جس کا علم منجانب اللہ ہو۔
۱۰۔ پہلے زمانہ کے انبیاء و مرسلین کا عمل بلا استثناء یہی رہا تھا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کیا کرتے تھے۔

غرضکہ ابتدائے آفرینش دنیا سے سنتِ الٰہی یہ رہی ہے کہ بنی نوع انسان کے ہادیوں کا سلسلہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوتا رہا ہے اور عموماً یہ سلسلہ نسلاً بعد نسل ایک ہی درخت کی شاخوں میں رہا ہے۔ یہ اس نسلی توارث کے اصول کے مطابق ہے۔ جس کو زمانۂ حال کے محققین نے اب معلوم کرنا شروع کیا ہے کہ مورث کے خصائل ذہنی، اخلاقی، عقلی اور نیز خصائل جسمانی اُس کی اولاد میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ خصائل پہلی نسل کو چھوڑ کر بعد کی کسی نسل میں نمودار ہو جاتے ہیں۔ انسان کے لئے تو یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ فلاں شخص کے خصائل اس کی کس اولاد میں منتقل ہوں گے اور اس لئے کبھی کبھی یہ موروثی جانشینی مضر بھی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے لئے یہ بہت آسان ہے وہ شخص ہی منتخب کیا جاوے گا۔ جس میں خصائل علیہ منتقل ہوئے ہیں اور جس میں منتقل نہیں ہوئے وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ انتقال ارثی اب ایک مسلمہ تھیوری ہو گئی ہے دیکھو زمانہ جاہلیت میں عرب میں جب بغایا یعنی رنڈیوں کا زور تھا تو وہاں کے قیافہ شناس مشہور تھے۔ بچے کا خد و خال دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ اس کا باپ کون ہے عمرو بن العاص کا قصہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی والدہ محترمہ سے ایک طہر میں پانچ آدمیوں نے مقاربت کی تھی۔ جب حضرت عمرو بن العاص پیدا ہوئے تو یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ ان کے والد بزرگوار کون ہیں۔ آخر کار قیافہ شناس بلائے گئے اور انہوں نے خد و خال دیکھ کر مقابلہ کر کے بتایا کہ یہ بچہ عاص کے نطفہ بازی کا نتیجہ ہے دیکھو انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون علی بن برہان الدین الحلبی الجزء الاول ص ۵۱۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص ۱۸۸۔ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی۔

ان کے علاوہ ایک اور بھی نکتہ ہے دیکھنا یہ ہے کہ جس زمانہ کی یہ باتیں ہیں اور جس وقت کے یہ واقعات ہیں کیا اس زمانہ کے لوگوں نے بھی کبھی یہ مطالبہ کیا تھا کہ خلیفہ مقرر کرنا ہمارا حق ہے جب حضرت ابوبکر کا وقتِ رحلت نزدیک ہوا تو انہوں نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا۔ اگرچہ

لوگوں نے یہ اعتراض ضرور کیا کہ آپ ایسے بدمزاج اور غلیظ طبیعت والے کو ہمارے اوپر حاکم مقرر کرتے ہیں خدا کو جاکر کیا جواب دو گے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ خلیفہ مقرر کرنا ہمارا حق ہے آپ اس کے مجاز نہیں ہیں۔ حضرت عمر کو ضرب کاری لگتی ہے۔ حضرت عائشہ کہلا بھیجتی ہیں۔ کہ خلیفہ مقرر کر دو کوئی یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنی راہ لیں۔ خلیفہ مقرر کرنا تو امت کا حق ہے۔ وہ مقرر کرے گی پھر حضرت عمر شوریٰ مقرر کرتے ہیں وہ بھی برائے نام۔ دراصل عبدالرحمان ابن عوف کو ثالث بھی کیا مقرر کرتے ہیں۔ اس کے منہ میں سے ایک ترکیب سے کہلوانا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمان خلیفہ ہیں خلوت میں بلا کر اس کو سارا راز بتا دیتے ہیں۔ خیر شرائط ہوئیں ان شرائط یا احکام میں یہ بھی ایک حکم ہے کہ اس خلافت میں انصار کا حق نہیں۔ کوئی پوچھے کہ اس کی کیا وجہ۔ کیا۔ جناب رسولؐ خدا اور ان کے اصحاب کو پناہ دینے کی یہ سزا مقرر کی جاتی ہے۔ اگر امت کا حق تھا تو ان کو کیوں خارج کیا۔ ہم کوئی بات بغیر سند یا حوالہ کے نہیں کہتے۔ ان تمام واقعات کی تفصیلات واسناد و حوالہ جات آپ کو باب سیزدہم میں ملیں گے۔

غرضیکہ ثابت ہوا کہ ایسی صفات کے حکام جو سلطنت الہیہ چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں اُمت نہیں پیدا کر سکتی تھی اور نہ انتخاب کر سکتی تھی۔ یہ خدا کا کام تھا اور جناب رسولؐ خدا کا فرض تھا کہ خداوند تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ و حاکم کا اعلان امت کے سامنے کر دیں؛ چنانچہ انہوں نے کر دیا اور یہ بھی فرما دیا کہ جہاں تک یہ اعلان پہنچے وہ اس کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جن تک نہ پہنچا ہو۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں آج ہم یہ پیغام و اعلان اپنے ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

ایسے حکام اُمت نہیں منتخب کر سکتی۔

باب ہفتم

شواہد استخلافؑ علی بن ابی طالب علیہ السلام

(۱) افعالِ رسولؐ

ولادت علی ابن ابی طالب اندرون کعبہ

فعل نمبر ۱۔ ولادت علی بن ابی طالب اندرون کعبہ۔ جناب رسول خدا کا اپنے خلیفہ کے استقبال کے لئے دولت سرا سے نکلنا اور اپنے لعاب دہن کی گھٹی پلانا۔ حضرت ختم المرسلین کے خلیفہ و جانشین اور ختم الاوصیاء والاولیاء کو شروع ہی سے سائر عالم سے ممتاز کرنا اور علامات باہرہ و نشانات فاخرہ سے میز و مزین کرنا مشیت ایزدی میں قرار پا چکا تھا۔ لہٰذا جب محبوب ترین و

افضل ترین رسول کا محبوب خلیفہ عالم ارواح سے کشورِ اجسام کی طرف چلا تو بارگاہ ایزدی سے کارکنان قضا و قدر کو حکم ملا کہ اس کے نزول اجلال کے لیے خاص خانہ خدا کو آراستہ کیا جائے تاکہ افضال واکرام خصوصیہ الٰہیہ کا سلسلہ جو پیدائش ظاہری سے ہزاروں سال پہلے شروع ہو چکا تھا۔ بعد پیدائش بھی قائم رہے۔ یہ ایسا شرف خاص تھا جو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی کو عطا کیا گیا چونکہ رسول مکرم شہنشاہ مرسلین تھے۔ لہٰذا ان کے خلیفہ کا علم عظمت و جلال بھی سب سے بالاتر ہونا چاہیے تھا آپ کا طرۂ امتیاز قرار پایا کہ خدا کے گھر میں پیدا ہوں اور خدا ہی کے گھر میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیں۔ اس زندگی کا آغاز و انجام جو خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکی تھی اسی طرح ہونا چاہیے تھا۔ ؎

کسے را میسر نشد ایں سعادت　　بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

جناب علیؑ ابن ابی طالب پرویز ابن ہرمز شہنشاہ فارس کے عہد میں بتاریخ ۱۳ رجب المرجب یوم جمعہ ۹۲۰ فارسی اسکندری مطابق ۳۰ بعد عام الفیل یا ۶۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ۵۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ سب اس پر متفق ہیں کہ عین خانہ کعبہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں بحوالہ امام حاکم فرماتے ہیں۔

قد تواترت الاخبار ان فاطمہ بنت اسد ولدت علیا فی جوف الکعبۃ یعنی اخبارات متواترہ سے ثابت ہے کہ فاطمہ بنتِ اسد نے علیؑ کو عین کعبہ میں جنا تھا۔ نیز اس ہی مضمون کی تصدیق کے لیے ملاحظہ ہوں۔

سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰، ۲۱　　مستدرک علی الصحیحین للحاکم الجزء الثالث صہ ۴۸۳

مناقب مرتضوی محمد صالح کشفی باب ۲ ص ۸۷، ۸۸　　روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ بہ تشریح شعر ؎

تحفہ تہدی لمن یہوی علیا　　من ساقی شاذا من المجد علیا

اردو ترجمہ ازالۃ الخفا۔ حصہ سوم صہ ۲۷۴

سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الامۃ صہ ۷۔

چنانچہ شاعر کہتا ہے۔ ؎ ولدتہ فی حرم المعظم امہ ٭ طابت وطاب ولیدھا والمولد

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں ؎

وقتیکہ بکعبہ مرتضٰے شد پیدا　　در ارض و سما جلوہ نما شد پیدا

جبریل ز آسماں فرود آمد و گفت　　فرزند بخانۂ خدا شد پیدا

مولوی معنوی روم فرماتے ہیں۔

اے شحنۂ دشت نجف از تو نجف دیدہ شرف
تو دری و کعبہ صدف مستاں سلامت میکنند

مولانا جامی کہتے ہیں۔

بسوئے کعبہ رود شیخ من براہِ نجف — برب کعبہ کہ اینجا مراست حق بطرف
تفاوتیکہ میان من است واو این است — کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

باشیرِ خدا کسے چہ محرم باشد — ذاتش بہ نبی قریب و ہمدم باشد
سِری است دریں کہ کعبہ اش مولد شد — یعنی کہ علی امامِ عالم باشد
گوہر چو پاک بود صدف نیز پاک بود — آمد میانۂ حرم کعبہ در وجود
کعبش زفیض کعبہ صفا داشت لاجرم — بر دوشِ سید دو جہاں جلوہ می نمود
فرزند بخانۂ خدا شد — با بنت رسول کتخدا شد

جناب علی مرتضٰےؑ کی پیدائش خانہ کعبہ کے اندر صاحب ماینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ کے حکم سے ہوئی۔ فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ مدت عمل منقضی ہو چکی تھی کہ ایک روز میں طوافِ خانہ کعبہ میں مشغول تھی کہ یکایک دردِ زہ شروع ہوگیا۔ محمدؐ بھی اس وقت وہیں تھے۔ میری حالت متغیر دیکھ کر میرا حال پوچھا۔ میں نے اپنی کیفیت بیان کی۔ محمدؐ نے فرمایا کہ جلد طواف ختم کرو۔ میں نے کہا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ آپ نے کہا اچھا خانہ کعبہ کے اندر چلی جاؤ۔ خدا مشکل آسان کرے گا۔ میں کعبہ کے اندر چلی گئی۔ وہاں علیؑ پیدا ہوئے۔

(سیرۃ العلویہ حصہ اول ص۲۱)

ادھر فاطمہ بنت اسد نے اپنے لال کو خانہ کعبہ سے لے جانے کا ارادہ کیا۔ ادھر خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کے دل میں القا کیا کہ اپنے خلیفہ و وزیر کے استقبال کو گھر سے چلیں۔ ابھی فاطمہ بنت اسد اس دُرِ بے بہا کو صدف کعبہ سے لے کر نکلی ہی تھیں کہ سب سے پہلے جناب محمد مصطفٰےؐ جو اُدھر ہی آ رہے تھے۔ راستہ میں ملے۔ آپ نے فوراً اس بچہ کو آغوش میں لے لیا۔ اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور علیؑ اس کا نام رکھا۔ اور اس کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا۔ علیؑ نے آنحضرتؐ کی زبان کو چوسنا شروع کیا اور چوستے چوستے سو گئے۔ دوسرے روز دودھ پلانے والی بلائی گئی۔ لیکن بچہ نے عورت کا پستان منہ میں نہ لیا۔ پھر آنحضرتؐ کو بلایا گیا آپؐ نے پھر اپنی زبان بچہ کے منہ میں دی اور وہ چوستا چوستا سو گیا۔

عبیداللہ امرتسری :۔ ارجح المطالب ص ۴۶۔ ۵۴۴ اور حیدر علی حنفی :۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۲۰۔

آنحضرتؐ کا یہ سارا عمل بتا رہا ہے کہ آپ کو شروع ہی سے آنے والے واقعات کا علم تھا ورنہ زبان چوسانا اور خود غسل دینا۔ سب سے پہلے خود بچہ کو لے جانا۔ یہ سب افعال بے معنی نظر آتے ہیں۔ صرف چچا زاد بھائی ہونا ان افعال کا محرک نہیں ہو سکتا۔ جعفر و عقیل بھی تو آنحضرتؐ کے ایسے ہی بھائی تھے۔

تعلم وتادب

فصل ۲ تعلم وتادب

خلیفہ رسول بننے کی اہلیت کے لیے رسول کے زیر نگرانی ان کی تعلیم و تربیت بچپن ہی سے بہت ضروری ہے کیونکہ زمانہ طفولیت کی تعلیم و تربیت اپنا اثر عمر بھر کے لیے چھوڑ جاتی ہے۔ علم النفس والجذبات اور علم التعلیم کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے اور عقل و تجربہ کی مہر تصدیق اس فیصلہ پر ثبت ہو چکی ہے کہ جو جذبات و تاثرات بچپن میں حاصل ہو جاتے ہیں اُن کا اثر گہرا ہوتا ہے اور عمر بھر رہتا ہے جس آسانی سے نیک یا بد خیالات اور طرز تخلیل عالم طفولیت میں پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ وہ بچپن کے بعد ممکن نہیں۔ چنانچہ جو بزرگوار بچپن و جوانی میں بتوں کی پرستش کر چکے تھے اور کفر کے ماحول میں پلے تھے اُن میں اُن تاثرات و جذبات مشرکانہ کا شائبہ اسلام لانے کے بعد بھی باقی رہا اور مرتے دم تک ان بچپن کے ساتھیوں نے ساتھ نہ چھوڑا۔ حضرت ابوبکر و جناب رسول خدا کا مکالمہ مشہور ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کفر و شرک تم میں چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے اور جاری ہے

صحابہ میں کفر و شرک بچپن کا اسلام کے بعد بھی باقی رہا۔

اخرجہ ابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن جریج رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ قال فاخبرنی لیث بن ابی سلیم عن ابن محمد عن حذیفۃ بن الیمان عن ابی بکر اما حضر ذلک حذیفۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی بکر واما حدثہ ایاہ ابوبکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل قال ابوبکر یا رسول اللہ وھل الشرک الا ما عبد من دون اللہ او ما دعی مع اللہ قال ثکلتک امک الشرک فیکم اخفی من ذبیب النمل ... واخرج البخاری فی الادب المفرد عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ قال انطلقت مع ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابابکر الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ ھل الشرک الا من جعل للہ الھا اخر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ الشرک فیکم اخفی من

ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابن جریج سے آیہ ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ کے سلسلہ میں روایت کی ہے ابن جریج کہتا ہے کہ مجھ سے لیث بن ابی سلیم نے یہ روایت ابن محمد کی بیان کی جس نے اس کو حذیفہ بن الیمان سے اور انہوں نے خود حضرت ابوبکر سے سنا تھا۔ راوی یہ بھول گیا کہ آیا حذیفہ بن الیمان خود اس وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں ابوبکر کے ہمراہ حاضر تھے۔ یا اُن سے ابوبکر نے روایت بیان کی۔ روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے ابوبکر سے کہا کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے کہا کہ یا حضرت شرک تو یہی ہے کہ کوئی شخص خدا کے علاوہ کسی اور کی پرستش کرے یا پکارے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں روئے شرک تم میں چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔ اور بخاری نے ادیب المفرد میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ابوبکر صدیق کے ہمراہ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضرتؐ نے ابوبکر کو مخاطب کر کے کہا کہ اے ابوبکر

دبیب النمل۔
تمہارے اندر شرک چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے ابوبکر نے عرض کی کہ اے رسول اللہ شرک تو یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اور خداؤں کو شریک کیا جائے آنحضرتؐ نے فرمایا قسم اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ شرک تمہارے اندر چیونٹی کی چال سے زیادہ مخفی ہے۔ جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور جزء الرابع صـ۵۴ ؛ علی المتقی: منتخب کنز العمال ج ۱۔ ص ۲۷۱ ؛ شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا مقصد ۱ ص ۱۹۹۔

دیکھا آپ نے بچپن اور جوانی کی بت پرستی کو بڑھاپے کا ایمان خارج نہیں کر سکا۔ برعکس اس کے آنحضرتؐ نے جنگ احزاب میں حضرت علیؑ کی نسبت فرمایا جب وہ عمرو بن عبدود سے جنگ کرنے کے لئے نکلے کہ برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ (شیخ کمال الدین الدمیری: حیوٰۃ الحیوان کبری الجزء الاول ص ۲۴۷ تحت عنوان حیدرہ) یعنی ایمان کامل نکلا ہے طرف کفر مکمل کے۔

عن عمر بن الخطابؓ انہ قال اشہد علی رسول اللہ لسمعتہ ویقول ان السموات السبع والارضین السبع وضعت فی کفۃ ووضعت ایمان علی فی کفۃ لرجح ایمان علیؑ۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب ۱۱ رابع فصل التاسع صـ۲۲۶۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صـ۱۵۶ حدیث صـ۲۶۶

عمر بن خطاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں اور علیؑ کا ایمان ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو علیؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔

شیخ سلیمان بلخی :۔ ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۲۷ مطبوعہ اسلامبول۔

ناظرین غور کریں اور ہمارے ساتھ یکزبان ہو کر کہیں کہ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ یہ آنحضرتؐ کی پرورش اور تعلیم خاص کا نتیجہ تھا کہ وہ غوامض و نکات وحدانیت اور اسرار و صفات ذات الٰہیہ جو حضرت علیؑ پر منکشف ہوئے ان سے وہ لوگ قطعی بے بہرہ تھے جن کی عمروں کے چالیس سال سے زاید بت پرستی اور گمراہی میں صرف ہو چکے تھے اور جن کو آنحضرتؐ کی اس تعلیم خاص سے بہرہ نہیں ملا تھا۔ تعلیم کا اہل بھی تو ہر کس و ناکس نہیں ہوتا۔ غرضیکہ بچپن کی تعلیم کے تاثرات اور اس کے دور رس نتائج کو مد نظر رکھ کر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو ان کے والد ابوطالب سے لیکر اپنے پاس اور اپنے گھر میں پرورش کیا۔ یہ سنہ ۶۰۵ء کا واقعہ ہے۔ جب مکہ میں سخت قحط پڑا تھا اس وقت حضرت علیؑ کی عمر مشکل سے تین یا چار سال کی تھی۔ کنار رسول میں اس طرح پرورش پانے کا ذکر ہر ایک مؤرخ و محدث نے کیا ہے اور اس کو نعماء الٰہی میں سے ایک نعمت لقب دیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

آنحضرتؐ علیؑ کو چار برس کی عمر میں ابوطالبؑ سے لیکر خود اپنی آغوش میں تربیت دیتے ہیں۔

وکان رباہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صغرہ لقصۃ مذکورۃ فی السیرۃ النبویۃ فلازمہ من صغرہ فلم یفارقہ الی ان مات۔ ترجمہ جناب رسول خدا نے حضرت

علیؑ کی پرورش و تربیت ان کے بچپن ہی سے کی تھی۔ جیسا کہ ہشام کی سیرۃ النبی میں درج ہے۔ پس علی مرتضےٰ آنحضرتؐ کے ساتھ اپنے بچپن ہی سے رہے اور آنحضرتؐ کی رحلت تک ان کے پاس سے جدا نہیں ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی :- فتح الباری الجزء السابع ص ۵۷۔

حسن ابراہیم حسن۔ تاریخ الاسلام السیاسی الجزء الاول ص ۹۷۔

عبیداللہ امرتسری۔ ارجح المطالب (سوانحعمری) مطبوعہ بار چہارم ص۴۷۸ باب چہارم

طٰہٰ حسین ، علی و بنوہ ص ۱۶۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۲۰ در ذیل عنوان "**ذکر الاختلاف فی من اسلم** روضۃ الصفا حصہ دوم ص ۲۷۶۔ القول المستحسن فی فخر الحسن، مولوی حسن الزمان مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی ۱۳۰۵ھ ص ۷۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۲۱۳ محب الدین الطبری ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۷۔ محمد بن اسماعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص۸ فی تشریح شعر ؎

یا اماما سبق الخلق الی　　　طاعۃ المختار مذ کان صبیا

تفسیر الثعلبی لقولہ تعالیٰ۔ السابقون الاولون۔ ابن حجر عسقلانی :- **الاصابہ فی تمییز الصحابہ** الجزء الرابع ص ۲۶۹۔ اخطب خوارزم : کتاب المناقب باب الاول فصل الرابع ص۱۹۔ ابوالفداء تاریخ۔ الجزء الاول ص۱۱۶۔ ابو محمد عبدالملک بن ہشام سیرۃ النبی الجزء الاول ص۲۶۴ روضۃ الصفا حصہ دوم ص۲۷۶، اردو ترجمہ ازالۃ الخفاء ج۲ ص۲۴۹

اس سے ظاہر ہے اور ہم دیگر شہادت بھی اس کے اثبات کے لیے آیندہ پیش کریں گے۔ کہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کا الہام بھی نبوت کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں خیال پیدا ہو کہ آنحضرتؐ ابھی مبعوث تو ہوئے ہی نہ تھے۔ خلافت کا انتظام پہلے ہی سے ہو گیا۔ لیکن یہ خیال درست نہ ہو گا کیونکہ النبی نبی وَلَو کَانَ صَبِیًّا ۔ نبی بچپن ہی سے نبی ہوتا ہے۔ بلکہ پیدا ہی نبی ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کی پیدائش کے حالات جماعت علومت ہی کی کتابوں میں دیکھ لو۔ اس وقت کتنے غیر معمول عجائبات ظہور پذیر ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بت سرنگوں ہو گئے اور کسریٰ کے محل کا کنگرہ گر پڑا۔ قرآن شریف میں بہت سے بچے نبیوں" کا ذکر ہے۔ جس طرح عیسےٰؑ نے اپنی والدہ محترمہ کی عصمت کی شہادت پیدا ہوتے ہی دی اور اپنے نبی ہونے کا اظہار کیا۔ وہ ہم باب ششم میں لکھ چکے ہیں۔ حضرت یحییٰؑ کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔

یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ وَّاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً وَکَانَ تَقِیًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا۔ پارہ ۱۶ سورہ مریم ۱۴

اے یحییٰ یہ کتاب (علم) مضبوطی سے پکڑ۔ ہم نے یحییٰ کو بچپن ہی میں حکمت عطا کی اور اپنے حضور سے برکت دی اور زکوٰۃ اور وہ متقی تھا۔ نیز اہلیت عطا کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے اور ظالم نہ ہو سلامتی ہے۔ اُس کیلئے جس

دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

لہٰذا اگر جناب محمد مصطفیٰؐ اس وقت اپنے عہدۂ نبوت اور اپنے وزیر و جانشین سے آگاہ تھے تو یہ بعید از سنت الٰہی نہ تھا۔ بلکہ عین سنت الٰہی کے مطابق تھا۔

سبقت در عرضِ اسلام بر علیؑ

فعل ۳ سبقت در عرض اسلام۔ آنحضرتؐ نے شروع ہی سے اپنے وزیر و جانشین کو اسلام میں اٹھایا اور پرورش کی۔ اس کے بعد اگر نزول وحی و اپنی بعثت کا ذکر اس سے کیا تو یہ بطور ایک ذکر واقعہ کے تھا۔ لیکن یہ بھی آپ نے مردوں میں سب سے پہلے اس سے ہی کیا تاکہ ان کا جانشین شرف سبقت ظاہری سے بھی محروم نہ رہ جائے اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ آگے آتا ہے۔

دعوت ذوالعشیرہ

فعل ۴ دعوت ذوالعشیرہ۔ اس دعوت کا ذکر تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے باب ہشتم میں درج ہے۔ یہ نہایت صریح و مفصل و غیر مبہم اعلان خلافت کا تھا۔ اس اعلان کی موجودگی میں یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ یا سوائے علیؑ کے وہ کسی اور کی خلافت سے راضی تھے۔ انصاف کا خون کرنا ہے۔

لیلۃ المبیت

فعل ۵ لیلۃ المبیت۔ شب ہجرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلانا۔ آنحضرتؐ کی نبوت کو ۱۳ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں دینے میں انہیں خاص خوشی ہوتی تھی۔ جب آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دے کر قریش کی اس خوشی کو بہت کم کر دیا تو ان کی آتش انتقام بہت جوش میں آئی اور سب نے تہیہ کر لیا کہ ایک آخری اور فیصلہ کن تدبیر کی جاوے۔ اس صلاح و مشورہ کے لئے سب دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ ہر قبیلہ کے رؤسا جمع ہوئے اور ان سب کے سرغنہ ابوسفیان تھے۔ بہت سی تدبیریں پیش کی گئیں اور آخر کار ابوجہل کا یہ مشورہ سب نے متفقہ طور پر منظور کر لیا کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی مل کر تلواروں سے آپ کا خاتمہ کر دے تاکہ بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے دیت خون طلب نہ کر سکیں اور سب سے قصاص لینا ان کی طاقت سے باہر ہو۔ جہاں تک قبیلوں کی نمائندگی اور ان کے اتفاق رائے کا سوال ہے یہ جلسہ بہ نسبت جلسہ سقیفہ بنی ساعدہ کے بہت زیادہ نمائندگی کی حیثیت اپنے میں مضمر رکھتا تھا اور اس کا فیصلہ بھی بہ نسبت سقیفہ کے فیصلے کے بہت زیادہ قطعی اور وقیع تھا۔ کیونکہ یہ متفقہ تھا۔ ایک رائے بھی مخالف نہ تھی اور وہ متفقہ نہ تھا۔ یہ بہت غور و خوض کے بعد صادر کیا گیا تھا۔ وہ بقول حضرت عمر فلتۃ تھا یعنی ناگہانی آفت۔ فوری جذبہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوا تھا۔ اگر ایک قوم کا اجماع کسی معاملہ یا فعل کو جوازیت کی سند عطا کر سکتا ہے۔ جس میں نہ خدا کو دخل اور نہ خدا کے رسول کو تو پھر قریش کے اس متفقہ فیصلہ کی وجہ سے جناب محمد مصطفیٰؐ جمہوریت کے اصول کے مطابق جائز طور سے (خاکم بدہن) واجب القتل ہو چکے تھے اور ان کا مذہب جمہوریت کے نہایت صحیح اصولوں کے مطابق قوم کے لئے ناقابل قبول قرار دیا جا چکا تھا۔ کیا کوئی گمان

کر سکتا ہے کہ اس تجربہ کے بعد بھی آنحضرتؐ اپنے اسلام میں جمہوریت کے اصول رائج کریں گے غرض کہ قوم کے اس متفقہ فیصلہ پر عمل کرنے کے لیے ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان منتخب کیا گیا اور تمام قریش نے جھٹ پٹے ہی سے آن کر آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل عرب رات کو زنانہ مکان کے اندر جانا معیوب سمجھتے تھے لہٰذا باہر ہی ٹھہرے رہے کہ جب آنحضرتؐ باہر نکلیں تو یہ فرض قومی ادا کریں ادھر علام الغیوب نے اپنے رسولؐ کو ان کے ارادوں سے مطلع فرمایا اور حکم دیا کہ اپنے نائب و خلیفہ علیؑ کو اپنی جگہ اپنے بستر پر سُلا کر راتوں رات ہی یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں آنحضرتؐ نے علیؑ کو واقعات اور حکم الٰہی سے آگاہ کیا وہ ایمانِ مجسم جو رسولؐ کے ہر قول و فعل کو منجانب اللہ سمجھتا تھا۔ بے چون و چرا اس حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گیا۔ آنحضرتؐ تو یہ کہہ کر کہ میرے پاس جو امانات ہیں وہ ادا کر کے تم بھی چلے آنا روانہ ہو گئے اور علیؑ نہایت اطمینان قلب کے ساتھ رسولؐ خدا کی نیابت کرنے لگے اور ایسے آرام سے سوئے کہ گویا کوئی خطرہ ہی نہ تھا۔ باہر یہ حالت تھی کہ قریش کا مجمع امڈا چلا آتا تھا رات بھر اینٹ پتھر برساتے رہے اور نہایت بے چینی سے صبح کا انتظار کرتے رہے۔ پو پھٹتے ہی درانہ اندر گھس آئے اور علیؑ بستر رسول سے مسکراتے ہوئے اٹھے۔ کفار دیکھ کر حیران رہ گئے پوچھا محمدؐ کہاں ہیں۔ آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ کیا تم نے محمدؐ کو میرے سپرد کیا تھا جو اب واپس مانگتے ہو۔ یہ بیباکانہ جواب اور وہ غصہ سے بھرا ہوا قریش کا مجمع۔ علیؑ ہی کی جرأت تھی کوئی اور ہوتا تو اضطراب و خوف کے مارے منہ سے کچھ لفظ ہی نہ نکلتا۔ حضرت علیؑ نے جواب بھی دیا اور کیسا دلیرانہ انداز میں دیا۔ جھوٹ بھی نہ بولے اور جواب بھی معقول ہو گیا چونکہ آپ کا فعل عین حکم و مشیت خداوندی کے مطابق تھا۔ لہٰذا خداوند تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔

پارہ ۹ سورۃ الانفال ع ۴

یاد کرو اے محمدؐ وہ وقت کہ جب کافروں نے تمہارے ساتھ مکر کیا تھا تاکہ تم کو قید کر لیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں وہ مکر کرتے تھے اور خدا ان کے مکر کو کاٹتا تھا اور خدا مکر کرنے والوں کے مکر کا بہترین کاٹنے والا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے نہایت صریح نتیجہ نکلا کہ حضرت علیؑ کو بستر رسولؐ پر سلانے کی تجویز جس سے قریش کے مکر کا جواب دیا گیا تھا۔ خداوند تعالیٰ کے حکم سے قرار پائی تھی۔ اور یہ نیابت رسولؐ بحکم الٰہی تھی۔ اس لیلۃ المبیت کے واقعہ کو ہر ایک مؤرخ نے بیان کیا ہے۔ یہ تاریخ کے مسلمات میں سے ہے اور اس پر قرآن شاہد ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص۳۶۶۔ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی

حوالے

ص ۲۴۴۔ ابن ہشام ؛سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۹۴ ابو الفداء ؛ تاریخ الجزء الاوّل ص ۱۲۷۔ ابن الاثیر تاریخ کامل الجزء الثانی ص ۳۹۔ مسعودی : مروج الذہب الجزء الثانی ص ۱۷۴، ۱۷۵، ابن خلدون : تاریخ الجزء الثانی ص ۱۵۔ ابن کثیر۔ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ جزء ہفتم ص ۳۳۸۔ غیاث الدین اخوندمیر : تاریخ حبیب السیر جلد اوّل جزء سوئم ص ۲۴۔ محب الدین طبری : ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۳، ۲۰۵۔ الحاکم ؛مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۳۔ جلال الدین السیوطی : درالمنثور الجزء الثالث ص ۱۸۰، در ذیل تفسیر آیہ اذ یمکربک الذین کفروا امام احمد حنبل ؛مسند الجزء الاول ص ۳۳۱، ۳۴۸، ملا معین : معارج النبوت رکن چہارم۔ باب اوّل فصل اوّل در بیان مقدمات ہجرت نور الدین سمہودی وفاء الوفاء باخبار دارا لمصطفٰی جزء الاوّل باب الثالث فصل التاسع ص ۱۶۸۔ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱۔ عبید اللہ امرتسری ؛ ارجح المطالب فی حد مناقب علی ابن ابی طالبؑ ص ۲۹۸ شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ قسطلانی الجزء الاوّل ص ۳۲۲۔ مولوی محمد مبین : وسیلۃ النجات ص ۷۶، ۷۷۔ ابن ابی الحدید ؛شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۲۶۹۔ مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول ص ۳۴۸ روضۃ الصفا جلد دوم۔ ص ۷۹۔ امام غزالی : احیاء العلوم الجزء الثالث ص ۲۲۳، ۲۲۴۔ ابن تیمیہ ؛منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۸۔

محمد ابن یوسف الکلبی ؛ کفایت الطالب ص ۱۱۵۔ سید صدر الدین حنفی ؛ ردائح المصطفٰی من انہ عار المرتضٰی ص ۱۱۔ اخطب خوارزم ؛کتاب المناقب ص ۸۹، ۹۰۔ ابن حجر عسقلانی ؛ فتح الباری الجزء السابع ص ۱۸۴ باب ہجرۃ النبی۔

GIBBON'S DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE (VOL. 2 P. 443)

GILMAN'S HISTORY OF THE SARACENS (P. 116)

ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری : الکشاف عن حقائق التنزیل الجزء الاول ص ۵۲۲ بر تفسیر آیہ اذ یمکر بک الآیہ

ان کتابوں کی عبارتیں نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ صرف دو عبارتوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

وفی اسد الغابۃ لابن الاثیر الجزری و احیاء العلوم للغزالی وتاریخ الخمیس للدیار بکری بات علی کرم اللہ وجہہ علی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوحی اللہ تعالٰی الی جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام

اسد الغابہ الاثیر جزری واحیاء العلوم غزالی تاریخ الخمیس میں ہے کہ جب حضرت علیؑ بستر نبوی پر سوئے تو خدا نے جبرئیل ومیکائیل کی جانب وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان رشتہ اخوت قائم کیا ہے اور تم دونوں کو بڑی

انی اخیت بینکما وجعلت عمر احدکما اطول من عمر الاخر فایکما یوثر صاحبه بالحیوٰۃ فاختار کلاھما الحیوٰۃ واحیاھا واوحی الله عز وجل الیھما افلا کنتما مثل علی بن ابی طالب اخیت بینه وبین نبی محمد فبات علی فراشه یفدیه بنفسه ویوثر بالحیوٰۃ اھبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ فکان جبرئیل عند راسه و میکائیل عند رجلیه وجبرئیل علیه السلام یقول بخ بخ من مثلك یا ابن ابی طالب والله تعالی یباھی بك الملائکة فانزل الله تعالی علی رسوله وھو متوجه الی المدینة فی شان علی ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رئوف بالعباد۔ پارہ ۲ سورہ البقرہ ۲۵

طویل عمریں عطا کی ہیں پس دونوں میں سے کون ہے جو اپنے ساتھی پر جان نثار کرے یہ خطاب الٰہی سنکر جبرئیل و میکائیل نے اپنی اپنی زندگی کو عزیز سمجھا اور زندگی کی قربانی کو گوارا نہ کیا۔ پروردگار عالم نے پھر ان کی جانب وحی القا فرمائی کہ کیا تم دونوں علیؑ کی طرح نہیں ہو سکتے دیکھو میں نے محمدؐ و علیؑ کے درمیان مواخاۃ قائم کی ہے۔ اور علیؑ اس وقت بستر رسولؐ پر اس غرض سے لیٹا ہوا ہے کہ ایثار بالحیوٰۃ کر کے اپنی جان کو اپنے بھائی و رسولؐ کے اوپر نثار کرے۔ اب تم دونوں زمین پر اترو، اور شر اعدا سے علیؑ کی حفاظت کرو۔ پس جبرئیل علیؑ کے سر کی طرف اور میکائیل آپ کے پیروں کی طرف کھڑے ہوئے اور جبرئیل کہتے جاتے تھے کہ مبارک ہو اے علیؑ تم کو۔ کون ہے مثل تمہارے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔

چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر جب کہ وہ مدینہ جا رہے تھے۔ علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی۔ ایک شخص ایسا ہے جو محض خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان فروخت کرتا ہے اور خدا اپنے بندوں پر بڑا شفقت کرنے والا ہے۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۳۶۷۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ ترجمہ علی۔ الغزالی احیاء العلوم الجزء الثالث ص ۲۲۳، ۲۲۴، سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱۔ مولوی محمد مبین: وسیلۃ النجات ص ۷۶، ۷۷۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۷۹۔

وفی الدر المنثور للسیوطی۔ اخرج الحاکم وصححه عن ابن عباس رضی الله عنھما قال شری علی نفسه ولبس ثوب النبی صلی الله علیه وسلم ثم نام مکانه وکان المشرکون یحسبون انه رسول الله صلی الله علیه وسلم وکانت قریش ترید ان تقتل النبی صلی الله علیه وسلم۔

در منثور میں سیوطی لکھتے ہیں: حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور اس کی تصدیق کی ہے کہ علی بن ابی طالبؑ نے اپنی جان کو فروخت کر دیا اور آنحضرتؐ کا لباس پہن کر ان کے بستر پر سو گئے۔ مشرکین سمجھتے رہے کہ آنحضرتؐ سو رہے ہیں اور وہ اس ارادے میں تھے کہ آنحضرتؐ کو قتل کر دیں۔

جلال الدین السیوطی: الدر المنثور الجزء الثالث ص ۱۸۰۔ زیر تفسیر آیہ۔ اذ یمکر بك الآیہ۔

اسد الغابہ و احیاء العلوم والی روایت متذکرہ بالا کو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں درج کیا ہے نیز ملاحظہ ہو۔ ارجح المطالب ص ۸۸ اور تاریخ الیسر جلد اول جزء سوئم ص ۲۴۔ اور شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ الجزء الاول ص۲۲۲۔ معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب اول در بیان مقدمات ہجرت۔

اس واقعہ لیلۃ المبیت سے ہم مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں۔

۱۔ یہ واقعہ ایثار نفس کے اعلیٰ ترین درجہ کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ درجہ جو انسان کو ملائکہ سے اشرف بناتا ہے۔ اتنا اشرف کہ خداوند تعالیٰ ملائکہ پر مباہات کرتا ہے اور اس طرح گویا ان کو جتاتا ہے کہ یہ وہی انسان ہے جس کو تم سجدۂ تعظیمی کرنے سے کتراتے تھے۔

۲۔ ایمان خالص و یقین کامل کا ثبوت ہے۔ وہ ایمان اور وہ یقین جس پر اولوالعزم انبیاء کو فخر ہو سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا قصہ اس طرح ہے کہ ان سے ارشاد ربانی ہوا کہ اے موسیٰ اپنے عصا کو زمین پر پھینک دو۔ انہوں نے پھینک دیا وہ پھنپھناتا ہوا سانپ بن گیا۔ حضرت موسیٰ خوفزدہ ہو کر بھاگے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ ڈرو مت۔ اس کو پکڑ لو۔ ہم ابھی اس کو اس کی سابقہ حالت کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت موسیٰ اس حکم کی تعمیل سے انکار تو نہیں کر سکتے تھے لیکن ڈر بھی رہے تھے۔ انہوں نے چادر کا کونہ ہاتھ پر لپیٹ کر اسے پکڑنا چاہا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تمہیں کیا ہو گیا ہے اگر اسے ہم تمہاری ایذا کا حکم دیں تو کیا یہ تمہارا کپڑا تمہیں اس کی ایذا سے بچا سکتا ہے۔ موسیٰؑ نے حضرت باری تعالیٰ کے حضور میں عرض کی کہ نہیں۔ لیکن ضعیف ہوں اور ضعف سے پیدا ہوں اور نفوس بشریہ کا خاصہ حالت مصیبت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا جواب درست تھا لیکن حضرت علیؑ نے ثابت کر دیا کہ ان کے ایمان و یقین نے ان کو اس ضعفِ بشری سے بالاتر کر دیا تھا۔

۳۔ اس میں جان کا خطرہ عظیم تھا۔

۴۔ حضرت علیؑ نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت کر دی اور خداوند تعالیٰ نے خرید لی۔

۵۔ رشتہ مواخات مابین محمدؐ اور علیؑ خود خداوند تعالیٰ نے قائم کیا تھا۔

۶۔ فوراً ہی اجتماع قریش آنحضرتؐ کے علم میں آیا۔ جس دن قریش نے یہ تجویز سوچی اسی دن اُس پر عمل کیا۔ اور فوراً جمع ہوئے آنحضرتؐ نے فوراً علیؑ کو اپنے بستر پر بحکم خداوندی سلا دیا۔ اتنی مہلت اور فرصت نہ تھی کہ حضرت ابوبکر یا کسی اور سے مشورہ کرتے یا اطلاع دیتے اور نفس واقعہ یہ کہہ رہا تھا کہ کسی اور کو خبر کرنا مصلحت کے خلاف ہے۔

۷۔ اعلیٰ ترین دلیری و شجاعت کا ثبوت ہے۔

۸۔ جو خطرے کے وقت آنحضرتؐ کی نیابت کرتا ہے۔ مستحق اور اہل ہے۔ اس امر کا کہ حکومت کے وقت وہ ہی نیابت کرے۔ نائب ہر جگہ اور ہر وقت نائب ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے جو نتائج اخذ کئے ہیں

۹۔ علیؑ کی جان بکنے والی جنس۔ علیؑ فروخت کرنے والے۔ خدا خریدنے والا اب جو کچھ اس کا عوض خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اس کا قیاس معاوضہ دینے والے کی حیثیت، قدرت اور وسعت کا اندازہ کر کے خود ناظرین لگا لیں۔

حضرت ابوبکر کو ہجرتِ رسولؐ کا علم نہ تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے نہ تو اپنی ہجرت کا مشورہ جناب ابوبکر سے کیا اور نہ اپنی مرضی سے ان کو ساتھ لیا، بلکہ اس واقعہ کو حضرت ابوبکر سے اسی طرح مخفی رکھا۔ جس طرح دیگر صحابہ سے سوائے حضرت علیؑ کے اور کسی کو اس سے آگاہ نہ کیا حضرت ابوبکر کو تو معلوم بھی نہ تھا کہ کب اور کہاں آنحضرتؐ تشریف لے گئے۔ اس دعوے کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضرت ابوبکر کو ہجرت رسولؐ کا علم نہ تھا۔

عن عمرو بن میمون قال انی جالسٌ الی ابن عباس اذا تاہ رھط یقعون فی علی ابن ابی طالب فرد علیھم ابن عباس و قال لما ہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شری علی نفسہ لبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم نام مکانہ قال وکان المشرکون یرمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء ابوبکر وعلی نائم قال ابوبکر یحسب انہ نبی اللہ قال فقال یا نبی اللہ قال فقال لہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد انطلق نحو بئر میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل معہ الغار وجعل علی یرمی بالحجارۃ کما کان یری نبی اللہ۔

(امام احمد حنبل: مسند الجزو الاول ص ۳۳۱)

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں ایک دن ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چند آدمی آئے اور وہ حضرت علیؑ کی برائی کرنے لگے ابن عباس نے ان کو روکا اور کہا کہ جب جناب رسولؐ خدا نے مکہ سے ہجرت کی تو علیؑ اپنی جان کو فروخت کر کے جناب رسولؐ خدا کا لباس پہن کر آنحضرتؐ کی جگہ سو گئے اور مشرکین ان کو محمدؐ ہی خیال کرتے رہے۔ اتنے میں ابوبکر آئے۔ علیؑ سو رہے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوبکر گمان کر رہے تھے کہ وہ رسول خدا ہیں۔ ابوبکر نے پکارا یا نبی اللہ، حضرت علیؑ نے ان سے کہا کہ رسول تو بیر میمون کی طرف گئے ہیں۔ اگر تمہیں ملنا ہے تو وہاں جاؤ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ابوبکر ادھر گئے اور آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ علیؑ آنحضرتؐ کی طرح کفار کے اوپر کنکریاں پھینکتے جاتے تھے۔

ان ابا بکر اتی علیا فسئلہ عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ ان انہ لحق بالغار من ثور وقال ان کان لک فیہ حاجۃ فالحقہ فخرج ابوبکر مسرعا فلحق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الطریق فسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرس ابی بکر فی ظلمۃ اللیل فحبہ من المشرکین فاسرع رسول

ابوبکر علیؑ کے پاس گئے اور ان سے جناب رسولِ خدا کی نسبت دریافت کیا۔ مشکلکشا نے فرمایا کہ وہ غار ثور کی طرف گئے ہیں اگر تم کو ان سے کوئی حاجت ہے تو تم بھی اس طرف چلے جاؤ پس ابوبکر جلد جلد چلے یہاں تک کہ راستہ میں جناب رسولؐ خدا سے مل گئے۔ آنحضرتؐ نے جو قدموں

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المیشی فانقطع قبال نعله ففلق ابہامه حجر فکثر دمها واسرع السعی فخاف ابوبکر ان یشق علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفع صوته وتکلم فعرفه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام حتی اتاہ فانطلقا ورجل تستن وما انتها الی الغار مع الصبح فدخلاہ ونجی اللہ ورسوله من مکرھم وانزل علیه فی ذالک واذ یمکر بك الذین کفروا۔ الآیہ

کی آہٹ سُنی تو سمجھے کہ کوئی مشرک آگیا پس آنحضرتؐ نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ یہاں تک کہ آپ کا جوتا ٹوٹ گیا اور انگلیوں کو پتھروں نے زخمی کر دیا۔ ابوبکر ڈرے کہ آنحضرتؐ کو تکلیف ہوگی لہذا اپنی آواز بلند کر کے کلام کیا آنحضرتؐ ان کو پہچان کر کھڑے ہو گئے اور دونوں ساتھ چلنے لگے۔ آنحضرتؐ کے پیر سے خون جاری تھا۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے دونوں غار میں داخل ہو گئے۔ (حضرت علیؑ کا بیا کانہ مکالمہ جو کفار سے ہوا اس کو نقل کرنے کے بعد مورخ لکھتا ہے) اس طرح خدا نے کفار کے مکر سے آنحضرتؐ کو نجات دی اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ واذ یمکر بك الذین کفروا۔ الآیہ

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۲۴۴۔
جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۲۴۰۔
نیز ملاحظہ ہو۔
ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۲
محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۲، ۲۰۴۔
مرزا محمد ابن معتمد خان: نزول الابرار ص ۱۷۔
محمد بن اسمعیل الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۱۱، ۱۲ بہ تشریح شعر ؎

فداء لیلۃ ھمتب ... فتیتہ تابعت شیخ الغویا

یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۱۔

یہ امر مسلمہ اور قرین قیاس ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی ہجرت کو ایک رازِ سربستہ رکھا نہ کسی سے ذکر و مشورہ کیا اور نہ ذکر و مشورہ کرنے کا وقت تھا اور نہ قرین مصلحت تھا۔ فوراً ہی حکم ملا کہ ان اللہ یامرك بالھجرۃ اس حکم کی تعمیل اِس ہی وقت ہوئی تھی۔ ہجرت رسولؐ ایک نہایت عظیم الشان واقعہ تھا۔ جس کا وقت و طریقہ خداوند تعالیٰ ہی مقرر کر سکتا تھا۔ اور پھر اس کے حکم قطعی کے بعد صلاح و مشورہ کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔ حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سُلانے کے لئے کسی صلاح و مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ بھی خداوند تعالیٰ ہی نے مقرر کر دیا تھا۔ اخفاء اس مہم کی جان تھی تمام مشرکین مکہ کا آنحضرتؐ کے قتل پر اتفاق ہو چکا تھا۔ مسلمان تو تقریباً سب مکہ سے نکل ہی چکے تھے۔ حضرت ابوبکر باقی تھے۔ ان کے کئی ملازم و غلام کافر تھے۔ خود ان کے والد بزرگوار کافر تھے اور اس نئے دین کو کمزاہت سے

دیکھتے تھے) چنانچہ جب ان کو معلوم ہوا کہ ابوبکر چلے گئے تو بہت برافروختہ ہوئے۔ ایسی حالت میں آنحضرتؐ کا حضرت ابوبکر کے گھر پر جانا راز کو طشت از بام کر دیتا اور بہت ممکن تھا کہ وہیں حضرت ابو قحافہ دست و گریبان ہو جاتے۔ لہٰذا آپ نے صرف اپنے خلیفہ و وزیر و وصی یعنی علی ابن ابی طالبؑ سے ذکر کیا۔ چند ہدایات دیں اور چلے گئے واقعہ تو اتنا ہی ہے اگر حضرت معاویہ اور ارکین سلطنت کی کوششوں سے اس پر کچھ حاشیہ آرائی ہو گئی ہے تو بعید از قیاس نہیں۔

چلتے چلتے یہ بھی دیکھ لیں کہ حضرت ابوبکر نے غار میں پہنچ کر کیا کیا۔ اس پر قرآن شریف کی شہادت موجود ہے کہ خوفِ جان سے ان کو بہت حزن و ملال تھا۔ اور یہ رونے لگے یہاں تک کہ جناب رسولِ خدا کو تنبیہ کرنی پڑی کہ تم بے صبری نہ کرو خدا کو نہ بھولو۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا لیکن وہ اسی طرح روتے رہے کیونکہ انزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروھا (خداوند تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر تسکین نازل کی اور اس کی مدد کی ایسے لشکر سے جس کو تم نہیں دیکھ سکتے تھے) حضرت ابوبکر پر یہ تسکین نہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں ثانی اثنین کے لفظ پر لوگ بڑا سر دھنتے ہیں کہ اس میں تعریف کے خزانے مضمر ہیں۔ ان دو میں کا ایک۔ یہ کونسی تعریف ہوئی جہاں دو ہوں گے تو وہاں دو ہی کہے جائیں گے دوسرا لفظ لصاحبہ ہے۔ جس پر ان بزرگوار ول کو ناز ہے اس کے معنی ہیں۔ "اپنے ساتھی سے" جو ساتھ ہو گا اس کو ساتھی ہی کہیں گے۔ حضرت یوسفؑ کے قید خانہ کے دو کافر ساتھیوں کو بھی تو صاحبی السجن ہی کہا گیا ہے۔

سبحان اللہ ہجرت کی رات بھی کیا رات تھی۔ جس نے حق کو باطل سے جدا کر کے دکھا دیا۔ حکم ہوا کہ نبوت کا حق کفر کے باطل سے بالکل علیحدہ ہو جائے۔ ساتھ ساتھ ہی خلافت کے حق و باطل کو بھی عیاں کر دیا۔ ایک تو وہ شخص ہے کہ جو کفار کے نرغہ میں نہایت اطمینان قلب کے ساتھ رسولؐ کی نیابت کر رہا ہے اور خدائے لایزال کے لطف و احسان پر انحصار کر کے چین کے ساتھ سو رہا ہے اور خداوند تعالیٰ اس کے اس خلوص پر مباہات کرتا ہے خدا فرماتا ہے کہ ایک ایسا بھی تو شخص ہے کہ جس نے اپنے نفس کو خداوند تعالیٰ کی رضا کے بدلے فروخت کر دیا ہے۔ اسی لمحہ اس ہی زمانہ میں ایک دوسرا شخص ہے کہ غار میں چھپا ہوا بھی خوفِ جان سے رو رہا ہے۔ یہاں تک کہ رسولؐ خدا کو ضرورت محسوس ہوئی کہ تنبیہ کریں کہ مت رو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ یہ اُس ہی سے کہا جاتا ہے جو خدا کو بھولا ہوا خوفِ جان سے روتا ہے اور یہ خوف اپنی ہی جان کے متعلق تھا۔ رسولؐ خدا کو تو جانتے تھے کہ خدا اپنے رسول کی حفاظت ہی کرے گا۔ کسی نہ کسی طرح بچائے گا۔ مبعوث کیا ہے تو اُسے ضائع نہ کرے گا۔ اُن کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کو بھی نمرود کی آگ سے بچا ہی لیا تھا۔ حضرت عیسٰے کو بھی بچالیا۔ حضرت موسیٰ کو تو ایسا بچایا کہ فرعون ہی کے گھر میں پرورش کرائی۔ کیا محمدؐ ہی کو وہ ضائع ہونے دیتا اور اگر یہ بھی نہیں یقین تھا۔ تو نبوت محمدؐ ہی کو خاک سمجھے۔

دنیائے اسلام کا یہ عظیم الشان واقعہ یعنی ہجرت رسولؐ ۲۷ ماہ صفر کا دن تمام ہو کر روز پنجشنبہ

سلہ سال نبوت مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء ظہور پذیر ہوا۔

عقد مواخات

فصل ۶ عقد مواخات۔ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد فوراً ہی آپ کی توجہ انتظام معاملات کی طرف مبذول ہوئی تنظیم معاملات میں پہلا کام جو آنحضرتؐ نے کیا وہ مسلمانوں میں عقد مواخات قائم کرنا تھا۔ دنیا میں اسلام کی سب سے پہلی موجودہ تاریخ کی کتاب ابن ہشام کی سیرۃ النبی میں ہے

واخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من المہاجرین والانصار فقال فیما بلغنا و نعوذ باللہ ان نقول علیہ ما لم یقل تاخوا فی اللہ اخوین اخوین ثم اخذ بید علی بن ابی طالب فقال ھذا اخی فکان رسول اللہ سید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الذی لیس لہ خطیر ولا نظیر من العباد وعلی ابن ابی طالب اخوین۔

جناب رسالت مآبؐ نے جماعت صحابہ میں مہاجرین والنصار کے مابین عقد مواخات قائم کیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم ملا ہے۔ (ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ بات کہیں جو انہوں نے نہیں کہی) کہ میں تم لوگوں کے درمیان صیغہ اخوت جاری کروں اور تم لوگ بھائی بھائی ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے کیونکہ رسولؐ سید المرسلین امام المتقین اور رسول رب العلمین تھے اور بندوں میں سوائے علیؑ کے کوئی شخص آپ کا ہم پلہ و مثیل فی القدر و منزلت نہ تھا۔ اس بنا پر یہ دونوں بزرگوار بھائی بنے۔

ابن ہشام: سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۱۲۳، ۱۲۴۔ مطبوعہ مطبع حجازی بالقاہرہ۔
نیز ملاحظہ ہوں: تاریخ ابو الفداء الجزء الاول ص ۱۲۷، تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد سوم صہ ۶۲ حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۲۷۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع صہ ۲۱۱۔ باب کیف اخی النبی صلی اللہ علیہ بین اصحابہ۔

ابن تیمیہ کے اعتراض کا رد

ابن حجر عسقلانی نے نہایت خوبی سے ابن تیمیہ کے اعتراض کو رد کیا ہے۔ ابن تیمیہ حضرت علیؑ کی سخت مخالفت کرنے والوں میں سے ہے چونکہ مواخاۃ سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا محض قیاس کی بنا پر اس کی تکذیب کی ہے یہ کہکر کہ مواخاۃ تو تالیف و محبت پیدا کرنے کے لیے تھی۔ لہٰذا آنحضرتؐ و علیؑ کے درمیان میں محبت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ پہلے ہی سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ اس کا جواب ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ ابن تیمیہ مواخاۃ کی مصلحت ہی کو نہیں سمجھے چونکہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے ساتھ بچپن سے رہتے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ نے علیؑ کو اپنا بھائی بنایا چونکہ آخر کار ابن حجر بھی تو جماعت حکومت سے ہیں ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ ورنہ مصلحت یہ نہ تھی۔ جو انہوں نے بیان کی۔ بلکہ ایک دوسرے کی طبیعت کا لگاؤ اور ان کا درجہ منزلت دیکھ کر بھائی بھائی منتخب کئے گئے۔ حضرت عمر و حضرت ابوبکر کو بھائی بھائی بنایا اور عبد الرحمٰن بن عوف اور عثمان کو بھائی بھائی بنایا۔ طلحہ و زبیر کو بھائی بھائی بنایا۔

ملاحظہ ہو۔

فتح الباری۔ الجزء السابع صہ ۲۱۱ باب کیف اخی النبی صلعم بین اصحابہ بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ آنحضرتؐ کے اس انتخاب نے ثابت کر دیا کہ آپ کو آنے والے واقعات کی خبر دے دی گئی تھی۔ نبی کے ہر فعل سے اس کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ واقعہ مواخاۃ دو دفعہ ہوا ہے ایک دفعہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اور دوسری دفعہ ہجرت کے بعد مدینہ میں۔ دونوں دفعہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ ہی کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا۔ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

عن ابن عمر قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ حتی بقی علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان اکون اخاک قال بلی یا رسول اللہ رضیت قال فانت اخی فی الدنیا والاخرۃ۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے باہم اپنے اصحاب میں عقد مواخاۃ قائم کیا اور علیؑ باقی رہ گئے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ کیا تم راضی نہیں کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں راضی ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے

ابن عبد البر: الاستیعاب ترجمہ علی ص ۴۷۲۔

عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین الصحابۃ فبقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی وابو بکر وعمر واخی بین ابی بکر وعمر وقال لعلی انت اخی۔

سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ نے اپنے اصحاب کے مابین عقد مواخات قائم کیا۔ حتیٰ کہ خود آنحضرتؐ و علیؑ و ابو بکر و عمر باقی رہے پس آپ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کے درمیان صیغہ اخوت قائم کیا۔ اور علیؑ سے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے۔

عن ابن عباس قال لما اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ من المہاجرین والانصار وھو انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین ابی بکر وعمر واخی بین عثمان بن عفان وعبد الرحمٰن ابن عوف واخی بین طلحہ وزبیر واخی بین ابی ذر الغفاری والمقداد ولم یواخ علی بین احد منہم وقال لہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ کرائی تو آپ نے ابو بکر و عمر کو بھائی بھائی بنایا اسی طرح عثمان ابن عفان و عبد الرحمان بن عوف کو طلحہ و زبیر کو اور ابو ذر غفاری و مقداد کو آپس میں بھائی بھائی بنایا اور حضرت علیؑ کو کسی کا بھائی نہ بنایا اور پھر فرمایا کہ یا علیؑ تم راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہو جو موسیٰ کے لیے تھے۔ طبرانی و سیوطی و علی المتقی

فہرست مضامین البلاغ المُبین حِصّہ سوُم

(اخرجہ الطبرانی والسیوطی والمتقی) نے اس کو روایت کیا ہے۔

سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص ۱۲۔

عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المھاجرین والانصار کان یواخی بین الرجل ونظیرہ ثم اخذ بید علی فقال ھذا اخی قال حذیفۃ فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین الذی لیس لہ شبیہ ولا نظیر وعلیٌ اخوہ۔

احمد حنبل وابوبکر مردویہ حذیفۃ الیمان سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے اصحاب کے درمیان مواخات اس التزام سا تھ قائم کیا کہ جو دو شخص آپس میں نظیر و مشابہ تھے ان کو آپس میں بھائی بھائی بنایا پھر جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ میرا بھائی ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں۔ کہ رسولؐ خدا سید المرسلین وامام المتقین ورسول رب العالمین تھے۔ ان کا کوئی شبیہ ونظیر سوائے علیؑ کے نہ تھا۔

اخرجہ احمد فی المناقب وابوبکر ابن مردویہ

عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی مواخ بینکم کما اخی اللہ بین الملآئکۃ ثم قال لعلی انت اخی و رفیقی ثم تلی ھذہ الایۃ اخوانا علی سرر متقابلین۔ اخرجہ ابوبکر بن مردویہ اخوانا علی سرر متقابلین۔

زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں اصحاب میں ایک دوسرے کا بھائی بنانے لگا ہوں جس طرح کہ خدا نے ملائکہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ پھر حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور رفیق ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ ۔ الباب الثانی ص ۱۴۔

مولوی حافظ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ دوئم ص ۱۸۴ پر لکھتے ہیں۔

"مواخات ۔ اس کے معنی بھائی بنانے کے ہیں اس لیے مواخاۃ دلیل مساوات ہے۔ نفس مواخاۃ حضرت علیؑ کے افضل ہونے کی اعلیٰ ترین دلیل ہے۔ چونکہ منصب نبوت میں مساوات محال ہے اس لیے اس سے مراد صرف مساوات فی العمل سمجھی جاتے گی اور مساوات فی العمل منتج کثرت ثواب ہے اور کثرت ثواب دلیل افضلیت"۔

آگے چل کر فاضل مولف لکھتے ہیں۔

"شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی ینابیع المودۃ باب تاسع احادیث مواخاۃ ص ۵۷ میں لکھتے ہیں کہ موفق ابن احمد نے مواخات میں گیارہ حدیثیں روایت کیں اور فقیہ ابن المغازلی نے بھی چھ حدیثیں اور حموینی نے دو حدیثیں اور یہ سب بالاسناد مجاہد وعکرمہ وحضرت

ابن عباس وسعید ابن المسیب وابن عمر وزید ابن ابی اوفیٰ وانس بن مالک وزید بن ارقم وحذیفہ بن الیمان۔ مخدوج بن زید بذلی وابوامامہ باہلی وجمیع ابن عمیر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

ناظرین کی سہولت کے لیے ہم ان کتابوں میں سے چند کے نام ذیل میں لکھتے ہیں۔ جن میں واقعات مواخات اسی طرح درج ہیں:۔

طٰہٰ حسین: علی وبنوہ ص ۱۷۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الاول ص ۱۵، الجزء الثانی باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۶۷، ۱۶۸۔ فصل التاسع ص ۲۱۲۔ شاہ ولی اللہ: قرۃ العینین ص ۲۸۔ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی ص ۹۱۔ تاریخ ابوالفداء الجزء الاول ص ۱۲۷۔ ابن ہشام۔ سیرۃ النبی الجزء الثانی ص ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ابن خلدون: اردو ترجمہ جلد سوم ص ۶۲۔ حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۲۷۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۱۱۵، ۱۱۶۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب فی عد مناقب علیؑ بن ابی طالبؑ ص ۵۱۵ تا ۵۲۲ باب چہارم ابن عبدالبر: الاستیعاب ص ۴۷۳ ترجمہ علی۔ علی المتقی: کنزالعمال الجزء السادس ص ص ۱۵۲، ۴۰۰ حدیث ۶۰۸۷ وص ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۱ ص ۳۹۹ حدیث ۶۰۷۷ وص ۴۰۷ حدیث ۶۱۰۵ شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء اردو ترجمہ حصہ سوم ص ۲۷۹۔ سید صدر الدین حنفی: روائح المصطفیٰ من ازہار المرتضیٰ ص ۱۰۔ شلنجی: نور الابصار ص ۷۱۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری الجزء السابع ص ۲۱۱۔ باب کیف اخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ۔ محمد بن یوسف الگنجی: کفایۃ الطالب الباب السابع والاربعون۔ حافظ محمد علی حیدر: سیرۃ العلویہ جلد دوئم ص ۱۸۴۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث السابع ص ۷۳۔ ابن کثیر شامی: البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء الثالث ص ۲۲۶ والجزء السابع ص ۳۳۵۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۴۔ شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ ص ۵۶، ۵۷ باب التاسع وص ۱۱۷ باب الخمسون۔ محمد بن طلحہ الشافعی: مطالب السؤل باب الاول ص ۵۴۔ زرقانی: شرح مواہب لدنیہ قسطلانی الجزء الاول ص ۳۷۳۔ سنن ترمذی: ک ۴۶ ب ۲۰۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۴۹۔ ابوعبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب الہجرۃ ص ۱۴۔ جلال الدین السیوطی: جمع الجوامع۔ امام احمد حنبل کتاب المناقب۔ جمال الدین محدث: الاربعین۔

فعل ۷ تزویج علیؑ با فاطمہؑ بحکم خداوندی

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۔ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۔

۲ھ ہجری میں جنگ بدر کے تین مہینہ بعد یکم ذی الحجہ روز جمعہ یہ قرآن السعدین واقع ہوا حضرت علیؑ کی عمر اس وقت اکیس سال پانچ ماہ اور حضرت فاطمہؑ کی عمر ۱۵ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی

اس سے پہلے حضرت ابوبکر و عمر جناب رسول خدا سے خواستگاری فاطمہؑ کر چکے تھے۔ اُن کو جواب ملا تھا کہ اس امر میں وحی الٰہی کے منتظر ہیں۔

خواستگاری شیخین

روی ان ابابکر خطب فاطمہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر انتظر بہا القضاء ثم خطبہا عمر فقال لہ مثل ما قال لابی بکر روی بریدة قال ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما حاجة ابن ابی طالب فقال ذکرت فاطمة فقال مرحبا واھلا۔

حضرت ابوبکر نے آنحضرتؐ سے فاطمہؑ کی خواستگاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ اس امر میں وحی الٰہی کا منتظر ہوں۔ پھر حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے فاطمہؑ کی خواستگاری کی۔ ان سے بھی یہی کہہ کر انکار کر دیا۔ بریدہ کہتے ہیں کہ پھر حضرت علیؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاطمہؑ کی خواستگاری کی۔ آپ نے فرمایا مرحباً و اہلاً۔ یعنی مبارک ہو بہت خوشی سے۔ حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۰۷ و ۴۰۸۔

شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء اردو ترجمہ حصہ سوم ص ۲۸۲۔

نکاح کے خطبہ کے دوران میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

خطبہ نکاح

ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمة من علی وقد زوجتہ علی اربعمائة مثقال فضة ارضیت یا علی فقال علی رضیت عن اللہ وعن رسولہ۔

پھر فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کر دوں پس میں نے چار سو مثقال چاندی پر نکاح کر دیا۔ یا علیؑ تم راضی ہو۔ علیؑ نے جواب دیا میں خدا و رسولؐ کے ارشاد و فرمان پر راضی ہوں۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الاول ص ۴۰۸۔

جناب رسول خدا نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔

ثم قال لہا واللہ ما لوت ان زوجتک خیر اھلی۔ ابن سعد: طبقات الکبریٰ الجزء الثامن فی النساء ص ۱۵۔

پھر آنحضرتؐ نے فاطمہؑ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے اہلبیت میں سے سب سے بہترین شخص کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے

اخرج الطبرانی عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمة من علی اخرج الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ جعل ذریة کل نبی فی صلبہ وجعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب

طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ بہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کر دوں۔ طبرانی نے جابر سے اور خطیب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک نبی کی اولاد کو اس کے اپنے صلب میں قرار دیا لیکن میری اولاد کو

صلب علیؑ بن ابیطالبؑ میں قرار دیا۔ ابن حجر مکی : صواعق۔ محرقہ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث السادس والعشرون ص۱۲۴۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اشھد انی قد بلغت ھذا اخی و ابن عمی و صھدای و ابو ولدی اللھم کب من عاداہ فی النار۔

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ خداوندا تو گواہ رہیو کہ میں نے اپنی امت تک پہنچا دیا ہے کہ یہ میرا بھائی ابن عم و میرا داماد اور میرے بچوں کا باپ ہے خداوندا جو اس سے دشمنی کرے تو اس کو دوزخ میں اوندھا ڈال دیجیو۔

عبید اللہ امرتسری : ارجح المطالب باب سوئم ص ۲۲۴ مطبوعہ ۱۲۵۱ھ بار چہارم۔

عن بلال بن حمامۃ قال طلع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم متبسماً ضاحکاً وجھہ مشرق کدارۃ القمر فقام الیہ عبد الرحمٰن بن عوف فقال یا رسول اللہ ما ھذا النور قال بشارۃ اتتنی من ربی فی اخی و ابن عمی و ابنتی قال اللہ زوج علیاً من فاطمہ و امر رضوان خازن الجنان نھز شجرۃ الطوبیٰ فحملت رقاقا یعنی صکاکا بعدد محبی اھل بیت و انشا تحتھا ملائکۃ من نور و دفع الیٰ کل ملک صکا فاذا استوت القیمۃ باھلھا بالخلائق فلا یبقی محب لاھل بیتی الا وقعت الیہ صکا فیہ فکاکہ من النار فصار اخی و ابن عمی و ابنتی فکاک رجال و نساء من امتی من النار۔ (رواہ ابوبکر الخوارزمی)

ابوبکر خوارزمی بلال بن حمامہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ایک روز جناب رسالت مآبؐ ہنستے ہوتے ہمارے پاس تشریف لائے آپ کا رخ انور چاند کے ہالہ کی طرح سے نورانی تھا۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ آج چہرۂ اقدس پر کیسا نور ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار سے میرے بھائی اور ابن عم اور میری بیٹی کے متعلق بشارت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے ساتھ فاطمہؑ کا نکاح کیا ہے اور رضوان خازن جنت کو حکم دیا ہے اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا وہ بار آور ہو گیا میرے اہلبیت کے دوستوں کی تعداد کے برابر اس میں پتے پیدا ہوتے اور ہر ایک پتہ برأت از دوزخ یعنی نجات کا رقعہ بن گیا۔ شجر طوبیٰ کے نیچے نور کے فرشتے پیدا کئے اور ہر ایک فرشتہ کو وہ نجات کا پروانہ دیا جب کہ قیامت اپنے تمام لوگوں کے ساتھ قائم ہوگی تو کوئی محب میرے اہلبیت کا باقی نہ رہے گا لیکن یہ کہ اس کے اوپر وہ نجات کا پروانہ گرے گا جو اس کو آگ سے نجات دلا دے گا اس طرح میرا بھائی ابن عم اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کو دوزخ کی آگ سے رہائی دلانے والے ہوں گے۔

عبید اللہ امرتسری : ارجح المطالب باب سوم ص ۳۳۰۔

حضرت ابوبکر و عمر کا آنحضرتؐ سے خواستگاری فاطمہؑ کرنا۔ آنحضرتؐ کا انکار کرنا۔ پھر وحی الٰہی

کا آنا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے فاطمہؑ کا نکاح حضرت علیؑ سے کرنا۔ تمام کتب و تواریخ واحادیث میں
درج ہے۔ اوپر کی کتابوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ ہوں۔
علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۹ ، ۲۵۱۰ و ص ۱۵۴۔
حدیث ۲۵۴۷ ص ۲۹۲ حدیث ۶۰۰۷۔ ابن کثیر شامی: البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء السابع ص
۳۴۲۔ طبقات ابن سعد: الجزء الثامن ص ۱۱، ۱۲۔ ابن الاثیر الجزری: اسد الغابہ ترجمہ علی الطبرانی:
معجم کبیر۔ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۱۔

فعل ۹۔ سد ابواب۔ جب آنحضرتؐ نے مدینہ منورہ میں مسجد تعمیر فرمائی تو آپ کے ساتھ ہی صحابہ
نے بھی اپنے مکانات مسجد سے ملحق بنا لیے اور ان مکانات کے دروازے مسجد میں کھول دیئے تاکہ
مسجد کی آمد و رفت میں آسانی ہو۔ اس آمد و رفت کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ ہر حالت میں مسجد میں آنے جانے
لگے۔ جس سے مسجد نبوی کی حرمت میں فرق آنے لگا۔ اس پر خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا
کہ ان تمام صحابہ کے مکانوں کے دروازے سوائے در خانہ علیؑ کے بند کرا دو۔ صرف حضرت
علیؑ کے مکان کے دروازے کو مسجد کی طرف کھلے رہنے کی اجازت دی گئی۔ باقی تمام صحابہ کے
دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کر دیئے گئے۔ اس پر اصحاب رسول نے اعتراض کیا۔ جب
آنحضرتؐ کو ان کی یہ شکایت معلوم ہوئی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا کہ نہ میں نے صحابہ
کے دروازے بند کرائے اور نہ علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا۔ یہ جو کچھ ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے حکم سے
ہوا ہے۔ اس واقعہ کے اثبات و تصدیق کے لیے ملاحظہ ہوں۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۱۷۵ و ۳۳۰۔ الجزء الثانی ص ۲۶۔ الجزء الرابع ص ۳۶۹ ابو عبداللہ
محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۷ و ۱۲۵ و ۱۳۴۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۰۴۔ ابن حجر
مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الثالث عشر ص ۷۳ وحدیث الثالث والعشرون
ص ۷۴۔ فصل الثالث ص ۷۶۔ نور الدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول باب الرابع فصل الحادی
عشر ص ۳۳۶ تا ۳۴۰۔ ابن کثیر شامی: البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۴۲۔ علی المتقی
کنز العمال الجزء السادس کتاب الفضائل الباب الثالث الفصل الثانی ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۵
و ص ۱۵۳ و ۲۵۰۵ ص ۱۵۵ حدیث ۲۶۲۰ ، ۲۶۴۱ ص ۱۵۷۔ حدیث ۲۶۲۲ ص ۳۹۸
حدیث ۶۰۶۹ ص ۴۰۹ حدیث ۹۱۵۶ و ۹۱۵۷۔ جلال الدین السیوطی۔ کتاب الدر المنثور
الجزء الثالث ص ۲۰۷ الجزء السادس ص ۱۲۲ زیر تفسیر آیہ والنجم اذا ھوی الآیہ۔
مولوی حسن الزمان: القول المستحسن فی فخر الحسن مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی ۱۸۵۱ء ص ۲۲۴
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۵۔
محمد بن اسمٰعیل صاحب الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۸۱ و ۱۵۴۔

شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص ۱۲۔ میرزا محمد بن معتمد خان: نزل الابرار ۱۷، ۱۸ ۱ر ۲۴ لغایت ۲۷۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء السابع ص ۵۹۔
محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی باب سوم ص ۱۰۴۔
شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ باب السابع عشر ص ۸۷، ۸۸ مطبوعہ اسلامبول۔
شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل۔

اب ہم کچھ عبارات نقل کرتے ہیں۔

عن زید ابن ارقم والبراء بن عازب قال لنفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب شارعۃ فی المسجد فقال سدوا الابواب الا باب علی قال فتکلم فی ذلک الناس فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ قال اما بعد فانی قد امرت بسد ھذہ الابواب غیر باب علی فقال فیہ قائلکم انی واللہ ما سددت شیئاً ولا فتحتہ ولکنی امرت بشیءٍ فاتبعتہ۔

(اخرجہ احمد والنسائی والحاکم)

امام احمد حنبل و نسائی و حاکم نے زید بن ارقم و براء بن عازب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ چند اصحاب رسولؐ کے مکانوں کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ سب دروازے سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ جب آنحضرتؐ کو یہ معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ ان تمام دروازوں کو سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کرادو۔ تم لوگ اس پر نکتہ چینی کرتے ہو۔ قسم ہے مجھ کو ذات باری کی میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کھلوایا ہے۔ لیکن مجھے ایسا حکم خدا کی طرف سے دیا گیا تھا۔ جس کی میں نے تعمیل کی ہے۔

نور الدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول۔ باب الرابع فصل حادی عشر ص ۳۳۶۔

عن جابر بن سمرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدوا ابواب المسجد الا باب علی فقال رجل اترک لی قدر ما اخرج منہ وادخل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم اومر بذلک فقال فیقدر راسی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم اومر بذلک فانصرف باکیاً حزیناً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب کلھا غیر باب علی فوبما امر فیہ

طبرانی نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے حکم دیا کہ تمام دروازے علیؑ کے دروازے کے علاوہ بند کئے جائیں ایک شخص نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے صرف اتنی جگہ کی اجازت دیں کہ جس میں سے آجا سکوں۔ حضرتؐ نے فرمایا مجھ کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ پھر وہ شخص التجا کرنے لگا کہ مجھے صرف اتنی جگہ چھوڑنے کی اجازت دی جائے کہ میرا سر نکل سکے۔ حضرت نے فرمایا مجھ

وھو جنب اخرجہ الطبرانی۔ کو اس کا بھی حکم نہیں ہے تو وہ شخص روتا ہوا نہایت غمگین واپس ہو گیا۔ پھر جناب رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ علیؑ کے دروازے کے علاوہ باقی سب دروازے بند کردو اکثر ایسا ہوتا تھا کہ علیؑ حالت جنب میں اسی دروازے سے آتے جاتے تھے

نور الدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول ص ۳۴۰۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک (اخرجہ البزار)

البزار ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا۔ کہ اے علیؑ سوائے میرے اور سوائے تیرے کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسجد میں حالتِ جنابت کے اندر آئے۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۰۔

اخبرنا ابو بکر احمد بن جعفر البزار ببغداد ثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنی ابی حدثنا محمد بن جعفر ثنا عوف عن میمون ابی عبداللہ عن زید بن ارقم قال کانت لنفر من اصحٰب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوابٌ شارعۃٌ فی المسجد فقال یوماً سدوا ھذہ الابواب الا باب علی فتکلم فی ذلک ناس فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فانی امرت بسد ھذہ الابواب غیر باب علی فقال فیہ قائلکم واللہ ما سددت شیئاً ولا فتحتہ ولکن امرت بشیٔ فاتبعتہ ھذا حدیث صحیح الاسناد لم یخرجاہ۔

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو جن میں سے امام احمد حنبل ہیں) زید بن ارقم سے مروی ہے کہ چند اصحاب رسولؐ کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے اور وہیں سے آمد و رفت تھی ایک دن جناب رسولِ خدا نے حکم دیا کہ یہ تمام دروازے سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کردو۔ اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔ جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ بتحقیق مجھے حکم دیا گیا کہ تم سب کے دروازے سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کردوں۔ لیکن اس پر تم میں سے اعتراض کرنے والے نے اعتراض کیا ہے قسم بخدا میں نے خود نہ کوئی دروازہ بند کیا اور نہ کوئی دروازہ کھلا رکھا۔ مجھے تو جو حکم خدا کی طرف سے ملا تھا۔ اس کی تعمیل میں نے کی ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اگرچہ شیخین نے اس اسناد کے ساتھ اس کو روایت نہیں کیا۔ ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۵ / ۱۳۴۔

عن سعید بن ابی وقاص قال کانت لعلی مناقبُ لم تکن لاحد کان بیتہ فی المسجد و

امام احمد حنبل و فقیہ ابن المغازلی روایت کرتے ہیں۔ سعید بن ابی وقاص سے جو کہتے ہیں کہ جناب

لعطاه الرایة یوم خیبر وسد الابواب الاباب علی اخرجه احمد وابو الحسن فقیه ابن المغازلی۔

علی مرتضیٰ کے ایسے فضائل ہیں جو دوسروں کو حاصل نہیں ان کا گھر مسجد میں تھا۔ خیبر کے روز ان کو علم دیا گیا۔ اور ان کے دروازے کو چھوڑ کر باقی سب دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کر دیئے گئے

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم صہ ۵۰۲۔

عن ابی هریرة عن عمر بن الخطاب قال لقد اعطی علی ثلاث خصال لا ان یکون لی واحدة منهن احب الی من اعطی حمر النعم فسئل ما هی قال زوجه ابنته فاطمة اسکناه فی المسجد لا یحل لی فیه ما یحل له والرایة یوم خیبر اخرجه احمد وابو یعلی والحاکم وابن السمان۔

امام احمد حنبل وابو یعلی والحاکم وابن السمان روایت کرتے ہیں ابو ہریرہ سے جو روایت کرتا ہے حضرت عمرؓ سے حضرت عمرؓ نے کہا کہ علیؑ کو تین ایسی فضیلتیں عطا ہوئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جاتی تو وہ مجھے سرخ چشم والے اونٹ سے بہتر ہوتا پوچھا گیا کہ وہ تین فضیلتیں کون سی ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کا نکاح اپنی لڑکی فاطمہ سے کیا۔ ان کو مسجد میں رہائش دی اور وہاں ان کو وہ امور جائز تھے جو میرے لئے نہ تھے۔ تیسرے یہ کہ خیبر میں ان کو علم دیا گیا۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم صہ ۵۱۱۔

عن سعد ان النبی صلی الله علیه وسلم امر بابواب فسدت وترك باب علی فاتاه العباس فقال یا رسول الله سددت ابوابنا وترکت باب علی فقال ما انا سددتها لکن الله سدها۔

(اخرجه احمد والنسائی والطبرانی)

احمد ونسائی وطبرانی روایت کرتے ہیں۔ سعد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ تمام دروازے بند کر دیئے جائیں لیکن آپ نے علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔ پس آپ کے پاس عباس آئے اور شکایت کی کہ آپ نے ہمارے دروازے تو بند کروا دیئے لیکن علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا آپ نے جواب دیا کہ ان کے دروازے میں نے بند نہیں کرائے بلکہ خدا نے بند کرائے ہیں اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ (عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم صہ ۵۱۲۔

عن عمر بن سهیل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انطلق فمنهم ان یسدوا ابوابهم فانطلقت فقلت لهم ففعلوا الا حمزة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قل لحمزة فلیحول بابه فقلت لحمزة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یامرك ان تحول بابك فحوله فرجعت الیه وهو

عمر بن سہیل کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ جا کر لوگوں کو کہہ دو کہ وہ اپنے اپنے دروازے بند کر لیں میں نے جا کر کہہ دیا اور انہوں نے بند کر دیئے لیکن حمزہ نے بند نہیں کیا میں نے آن کر عرض کیا کہ حمزہ کے سوائے سب نے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جا کر حمزہ سے کہہ دو کہ اپنے دروازے کا رخ

قائم یصلی فقال ارجع الی بیتك۔

(اخرجہ البزار)

پھیر لیے۔ میں نے جاکر ان سے کہا اس پر انہوں نے بھی اپنا دروازہ بند کر لیا۔ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آیا آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد فراغت کے آپ نے فرمایا کہ بس اپنے گھر جاؤ۔

نور الدین سمہوری: وفاء الوفاء الجزء الاول ص ۲۳۸۔

عن حذیفة بن اسید الغفاری رضی الله عنه قال لما قدم اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم المدینة لم یکن لهم بیوت یبیتون فی المسجد فقال لهم النبی صلی الله علیه وسلم لا تبیتوا فی المسجد فتحتلموا ثم ان القوم بنوا بیوتا حول المسجد وجعلوا ابوابها الی المسجد ثم ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث الیهم معاذ بن جبل فنادی ابابکر فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یامرك ان تسد بابك الذی فی المسجد ولتخرج منه فقال سمعا وطاعة لله وللرسول وعلی متردد ولا یدری اهو فیمن یقیم او فیمن یخرج وکان النبی صلی الله علیه وسلم قد بنی له فی المسجد بینا بین ابیاته فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اسکن طاهرا مطهرا فبلغ حمزة قول النبی صلی الله علیه وسلم لعلی فقال یا محمد اخرجنا وتمسك غلمان بنی عبدالمطلب فقال لم کان الامر ما جعلت دونکم من احد والله ما اعطاه ایاه الا الله وانك لعلی خیر من الله و رسوله اخرجه فقیه ابو الحسن ابن المغازلی وابوبکر ابن مردویه۔

حذیفہ بن اسید الغفاری سے مروی ہے کہ جب جناب رسولؐ خدا کے اصحاب مدینہ میں آئے تو چونکہ رات کو سونے کے لیے ان کے گھر نہ تھے اس لئے مسجد میں سو رہا کرتے تھے آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ تم مسجد میں نہ سویا کرو۔ کیونکہ تم جنب ہو جاتے ہو پھر صحابہ نے مسجد کے اردگرد مکان بنا لیے اور انکے دروازے مسجد میں رکھے آنحضرتؐ نے معاذ بن جبل کو ان کی طرف بھیجا انہوں نے ابوبکر سے جاکر کہا کہ جناب رسولؐ خدا نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنا دروازہ بند کر لو کیونکہ وہ مسجد میں کھلتا ہے اور تم مسجد سے نکل جاؤ۔ انہوں نے سمعاً و طاعةً کہہ کر حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرتؐ نے حمزہ کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے بھی دروازہ بند کر لیا۔ حضرت علیؑ متردد تھے اور نہیں جانتے تھے کہ ان کے لئے کیا حکم ہوگا۔ آنحضرتؐ نے ان کا گھر اپنے گھروں کے درمیان مسجد میں بنایا تھا۔ آنحضرتؐ نے انسے کہا کہ اے علیؑ تم پاک و پاکیزہ ہو مسجد ہی میں رہو اور دروازہ کھلا رکھو۔ جب آنحضرتؐ کا یہ قول حمزہ تک پہنچا تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے محمدؐ تم نے ہم کو تو نکال دیا اور بنی عبد المطلب کے لڑکوں کو رہنے دیا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ خدا کے حکم کے مطابق کیا ہے۔ خدا کی قسم یہ مرتبہ خدا کے سوا کسی اور نے علیؑ کو نہیں دیا اگرچہ تم بھی خدا اور رسولؐ کی طرف سے خیر پر ہو۔

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۰۷۔

عن حبة العرنی قال لما امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بسد الابواب التی فی المسجد شق علیهم قال حبة کانی لانظر الی حمزة بن عبدالمطلب وهو تحت قطیفة حمراء وعیناه تذرفان ویقول اخرجت عمك وابابکر وعمر والعباس واسکنت ابن عمك فعلم رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قد شق علیهم فنودی الصلوٰة جامعة فصعد المنبر فلم یسمع من رسول الله خطبة کان ابلغ منها تمجیدا وتوحیدا فلما فرغ قال ایها الناس ما انا سددتها ولا انا فتحتها ولا انا اخرجتکم واسکنته ولکن الله هو امر به ثم قرء وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔

حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ جب جناب رسولؐ خدا نے ان تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد میں کھلتے تھے تو ان لوگوں پر شاق گزرا۔ حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ اب تک میری نظر کے سامنے ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب سرخ لنگی اوڑھے ہوئے ہیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے ہیں اور وہ رسولؐ خدا سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے اپنے چچا اور ابوبکر و عمر و عباس کو نکال دیا اور اپنے چچا کے بیٹے علیؑ کو رہنے دیا۔ آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ یہ امر ان لوگوں پر شاق گزرا ہے۔ پس آنحضرتؐ نے نماز جماعت کی منادی کرا دی اور منبر پر تشریف لے جا کر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا کہ تمجید و توحید میں ویسا خطبہ آپ سے کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ حمد و ثنائے خداوند تعالیٰ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! میں نے نہ ان دروازوں کو بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے اور نہ تم کو نکالا ہے اور نہ علیؑ کو رکھا ہے بلکہ یہ حکم خداوند تعالیٰ نے دیا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی والنجم اذا ھوی قسم ہے۔ ستارہ کی جب وہ گرا کہ تمہارا صاحب یعنی محمدؐ نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو وہ کہتا ہے خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ جو مضبوط قوتوں والا لاتا ہے۔ جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء السادس ص ۲۲۔ زیر تفسیر ما ینطق عن الھوی سورۃ النجم۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۱۲۔

عن عدی بن ثابت قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم الی المسجد فقال ان الله اوحی الی نبیه موسی ان ابن لی مسجدا طاهرا لا یسکنه الا موسی وهارون وابنا هارون وان الله اوحی الی ان ابن لی مسجدا طاهرا لا یسکنه الا انا وعلی وابنا علی۔ (اخرجه ابن المغازلی)

ابن المغازلی روایت کرتے ہیں عدی بن ثابت سے۔ عدی کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسولؐ خدا مسجد کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ایک طاہر مسجد تعمیر کرے جس میں سوائے موسیٰ و ہارون و فرزندان ہارون کے اور کوئی نہ رہے۔ اور بتحقیق خدا نے میری طرف وحی بھیجی کہ میں ایک پاک مسجد تعمیر کروں جس میں سوائے میرے اور علیؑ اور فرزندان علیؑ کے اور کوئی نہ رہے۔

عبید اللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۰۸۔

حضرت موسیٰ سے مشابہت

فوجدوا فی انفسهم وتبین فضله علیهم وعلی غیرهم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فقام خطیبا فقال ان رجالا یجدون فی انفسهم فی انی اسكنت علیا فی المسجد والله ما اخرجتهم وما اسكنته ان الله عز وجل اوحی الی موسی واخیه ان تبوا لقومكما بمصر بیوتا واجعلوا بیوتكم قبلة واقیموا الصلوٰة وامر موسی ان لا یسكن مسجده ولا ینكح فیه ولا یدخله الا هارون وذریته وان علیا منی بمنزلة هارون من موسیٰ وهو اخی دون اهلی ولا یحل مسجدی لاحد ینكح فیه النساء الا علی وذریته (ابن المغازلی : كتاب المناقب)

حکم سد ابواب سے صحابہ کے دل میں رنج ہوا اور حضرت علیؑ کا تمام صحابہ سے افضل ہونا اس حکم کی وجہ سے ظاہر ہو گیا اس رنج کی اطلاع جناب رسولؐ خدا کو ہوئی۔ پس آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگوں کو اس امر سے رنج ہوا ہے کہ میں نے علیؑ کو مسجد میں مکین کر دیا۔ قسم بخدا میں نے ان لوگوں کو مسجد سے نکالا اور نہ علیؑ کو اس میں رہنے دیا۔ خدا نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کی طرف وحی نازل فرمائی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ کی طرف رکھو اور نماز قائم کرو اور موسیٰ کو حکم دیا کہ اس مسجد میں کوئی نہ رہے اور نہ نکاح کرے اور نہ اس میں داخل ہو سوائے ہارون اور اس کی ذریت کے تحقیق کہ علیؑ کی مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی اور وہ میرا بھائی ہے کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہاں عورتوں سے مقاربت کرے سوائے علیؑ کے اور اس کی ذریت کے۔

عبید اللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۲۔ جلال الدین السیوطی : کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص۳۱۴ بر تفسیر آیۂ اوحینا الی موسی واخیه ان تبوا لقومكما بمصر بیوتا الآیہ۔ پارہ ۱۱ سورۂ یونس ع ۹۔

عن علی قال اخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بیدی فقال ان موسی سأل ربه ان یطهر مسجده بهارون وانا سألت ربی ان یطهر مسجدی بك ثم ارسل الی ابی بكر ان سد بابك قال سمعا وطاعة فسد بابه ثم ارسل الی عمر بمثل ذلك ثم ارسل الی العباس بمثل ذلك ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما انا سددت ابوابكم وفتحت باب علی ولكن الله سد ابوابكم وفتح

البزار اپنی مسند میں حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسولؐ خدا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ موسیٰ نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مسجد کو ہارون کی سکونت کی وجہ سے پاک و پاکیزہ کرے اور میں نے خدا سے دعا کی کہ میری مسجد کو تیری رہائش سے پاک و پاکیزہ کرے۔ پھر آپ نے ابوبکر کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لو۔ انہوں نے بند کر لیا۔ پھر عمر کے پاس پیغام

باب علی اخرجه البزار فی مسنده۔ بھیجا انہوں نے بھی بند کر لیا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہ میں نے تمہارے دروازے بند کئے اور نہ علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا بلکہ خدا نے تمہارے دروازے بند کئے ہیں اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

نورالدین سمہودی: وفاء الوفاء الجزء الاول ص۳۲۹۔ وصابی: الاکتفاء فی فضائل الاربعة الخلفاء۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۴۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی ان موسی سأل ربه ان یطهر مسجده بهارون وذریته و انی سألت الله ان یطهر مسجدی بك وبذریتك من بعدی ثم ارسل الی ابی بکر ان سد بابك فاسترجع وقال سمعا وطاعة فسد بابه ثم ارسل الی عمر کذالك ثم صعد المنبر فقال ما انا سددت ابوابکم ولا فتحت باب علی ولکن الله سد ابوابکم وفتح باب علی

ابونعیم اصفہانی: فضائل الصحابہ۔

حافظ ابونعیم فضائل الصحابہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنے خدا سے دعا کی کہ خداوند تعالیٰ ان کی مسجد کو ہارون اور ان کی ذریت کے ذریعہ سے پاک و مطہر کرے اسی طرح میں نے خدا سے دعا مانگی کہ وہ میری مسجد کو تیری اور تیری ذریت کے ذریعہ سے پاک و پاکیزہ کرے پھر آنحضرتؐ نے ابوبکر کی طرف حکم بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لو انہوں نے سمعاً وطاعة کہہ کر دروازہ بند کر لیا پھر اسی طرح عمر کو حکم بھیجا پھر آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کئے اور نہ علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا ہے بلکہ خدا نے تمہارے دروازے بند کئے ہیں اور علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیا ہے۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۱۴

اسند ابن زبالہ ویحیی من طریقه عن رجل من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بینما الناس جلوس فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا خرج مناد ننادی یا ایها الناس سدوا ابوابکم فتحسس الناس لذالك ولم یقم احد ثم خرج الثانیة فقال ایها الناس سدوا ابوابکم فلم یقم احد وقال الناس ما اراد بهذا فخرج الثالثة وقال ایها الناس سدوا ابوابکم قبل ان ینزل العذاب فخرج الناس

ابن زبالہ اور یحییٰ نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ ایک صحابی رسول سے روایت کی ہے۔ وہ صحابی کہتے ہیں کہ ہم سب مسجد رسولؐ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک منادی آیا اور اس نے ندا کی کہ اے لوگو! اپنے دروازے بند کر لو۔ اس ندا سے لوگوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ لیکن ان میں سے ایک بھی دروازہ بند کرنے کے لئے نہیں اٹھا۔ اس کے بعد دوسرا منادی کرنے والا آیا۔ اس نے بھی آواز لگائی کہ لوگو اپنے دروازے بند کر لو اس وقت بھی کوئی شخص

مبادرين وخرج حمزة بن عبد المطلب
يجر كساءه حين نادى سدوا ابوابكم
قال ولكل رجل منهم باب الى المسجد
ابوبكر وعمر وعثمان وغيرهم وجاء علي
حتى قام على راس رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما يخبثك ارجع الى رحلك ولم يامره بالسد
فقالوا سد ابوابنا وترك باب علي وهو
احدثنا فقال بعضهم تركه لقرابته فقالوا
حمزة اقرب منه واخوه من الرضاعة
وعمه قال بعضهم تركه من اجل ابنته فبلغ
ذالك رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرج اليهم
بعد ثالثة فحمد الله واثنى عليه محمرا
وجهه وكان اذا غضب احمر عرف
في وجهه ثم قال ۔ اما بعد ذلكم فان
الله اوحى الى موسى ان اتخذ مسجدا
طاهرا لا يسكنه الا هو وهارون و
ابنا هارون شبر وشبير و ان الله
اوحى الي ان اتخذ مسجدا طاهرا لا
يسكنه الا انا وعلي وابنا علي حسن و
حسين وقد قدمت المدينة واتخذت
بها المسجد وما اردت التحول اليه
حتى امرت وما اعلم الا ما علمت وما
اصنع الا ما امرت فخرجت على ناقتي
فتلقتني الانصار يقولون يا رسول الله
انزل علينا فقلت خلوا الناقة فانها
مامورة حتى نزلت حيث بركت والله ما
انا سددت الابواب وما انا فتحتها وما
انا اسكنت عليا ولكن الله اسكنه

اس حکم کی تعمیل کرنے کے لئے نہیں اٹھا اور آپس
میں کہنے لگے کہ رسولؐ خدا کا اس سے مقصد کیا
ہے اور ارادہ کیا ہے۔ پھر تیسرا ندا کرنے والا
آیا اس نے بھی کہا کہ لوگو! دروازے بند کر لو۔
قبل اس کے کہ عذاب الٰہی نازل ہو۔ اس پر تمام
لوگ جلدی جلدی اٹھے تاکہ دروازے بند کریں
حمزہ ابن عبدالمطلب بھی اپنی ردا کو سنبھالتے
ہوئے اٹھے جب اس نے کہا کہ دروازے بند
کر لو وہ راوی صحابی کہتے ہیں کہ تمام لوگوں
کے دروازے مسجد رسولؐ میں کھلتے تھے ابوبکر
و عمر و عثمان وغیرہم کے دروازے بھی مسجد
ہی میں کھلتے تھے۔ علیؑ آئے اور رسولؐ خدا کے
پاس کھڑے ہو گئے۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا
کہ تم غمگین کیوں ہو اپنے گھر جاؤ۔ علیؑ کا دروازہ
بند کرنے کا حکم نہیں دیا اس پر لوگوں نے اعتراض
کیا کہ ہمارے دروازے تو بند کرا دیئے اور
علیؑ کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔ درآنحالیکہ وہ
عمر میں ہم سب سے چھوٹا ہے۔ ان میں سے
بعض نے کہا کہ قرابتداری کی وجہ سے علیؑ کا
دروازہ بند نہیں کیا۔ دوسرے نے کہا کہ حمزہ
تو زیادہ قریب ہے رسولؐ خدا کے حقیقی چچا
بھی ہیں اور برادر رضاعی بھی ہیں۔ بعض نے
کہا کہ اپنی لڑکی کی وجہ سے علیؑ کا دروازہ بند نہیں
کرایا پس جناب رسولؐ خدا صحابہ کے پاس تشریف
لائے اور بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا (اور آپ
کا چہرہ غصے کے مارے لال تھا۔ غصہ میں آپ
کا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا) کہ بتحقیق خداوند
تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی نازل فرمائی
کہ مسجد کو طاہر کرے اور اس میں سوائے

موسیٰ و ہارون و پسران ہارون شبر و شبیر کے اور کوئی نہ رہے اور بتحقیق میرے پاس بھی خدا نے وحی نازل فرمائی ہے کہ میں مسجد کو پاک و طاہر کر دوں اور اس میں سوائے میرے اور علیؑ پسران علی یعنی حسنؑ و حسینؑ کے اور کوئی نہ رہے۔ جب میں مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آیا اور وہاں مسجد بنائی تو میرا اپنا ارادہ ہجرت کرنے کا نہیں تھا جب تک مجھے حکم نہ دیا گیا میں کچھ نہ جانتا تھا سوائے اس کے جسکا علم مجھ کو دیا گیا تھا اور میں کچھ نہیں کرتا تھا۔ جب تک مجھ کو اس کا حکم نہ دیا گیا۔ میں اپنے ناقہ پر مکہ سے مدینہ آیا۔ انصار مجھے مدینہ میں ملے اور اصرار کیا کہ میں کسی خاص خاص جگہ ٹھہروں لیکن میں نے کہا کہ میرے ناقہ کو چھوڑ دو۔ وہ بحکم الٰہی مامور ہے پس میں وہاں اترا جہاں میرا ناقہ ٹھہرا۔ اسی طرح قسم بخدا نہ میں نے دروازے بند کرائے اور نہ دروازہ کھلوایا اور نہ میں نے علیؑ کو مسجد میں آباد کیا۔ بلکہ یہ سب امور خدا نے اپنے خاص حکم سے کئے ہیں اور خدا نے ہی علیؑ کو مسجد میں آباد کیا اور اس کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ نور الدین سمہودی: وفا الوفا الجزء الاول۔ باب الرابع فصل الحادی عشر ص ۳۳۹۔

اخرج ابن عساکر عن ابی رافع رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم خطب فقال ان الله امر موسیٰ وهارون ان یبنوا لقومهما بیوتا وامرهما ان لا یبیت فی مسجدهما جنب ولا یقربوا فیه النساء الا هارون وذریته ولا یحل لاحد ان یقرب النساء فی مسجدی هذا ولا یبیت فیه جنب الا علی و ذریته۔

ابن عساکر نے ابو رافع سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں فرمایا کہ بتحقیق خداوند تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون کو حکم دیا کہ وہ دونوں اپنی قوم کے لئے مکانات تیار کریں اور ان دونوں کو حکم دیا کہ مسجد میں کوئی جنب نہ ہول اور نہ عورتوں سے مباشرت کریں۔ سوائے ہارون اور اس کی ذریت کے۔ اسی طرح کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ میری اس مسجد میں عورتوں سے مباشرت کرے اور اس میں جنب رہے سوائے علیؑ اور اس کی ذریت کے۔ کتاب الدر المنثور الجزء الثالث صفحہ ۳۱۴ بتفسیر آیہ و اوحینا الی موسیٰ واخیه ان تبوا لقومکما بمصر بیوتا پارہ ۱۱ سورۃ یونس ع ۹۔

تصدیق و توثیق سد الابواب از حجر اور فتح الباری

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں واقعہ سد الابواب کی توثیق و تصدیق نہایت خوبی کے ساتھ کی ہے اور جتنی احادیث ہم نے اس مضمون پر اوپر نقل کی ہیں۔ ان کی صحت اور ان کے رواۃ کے ثقہ و معتبر ہونے کو نہایت اچھی طرح ثابت کیا ہے اگرچہ طوالت ہوگئی ہے۔ لیکن جی نہیں چاہتا کہ اس کو چھوڑ دیں۔ لہٰذا ہم نیچے اس کو نقل کرتے ہیں۔

جاء فی سد الابواب التی حول المسجد احادیث یخالف ظاهرها حدیث الباب منها حدیث سعد بن ابی وقاص قال امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بسد الابواب الشارعة فی المسجد وترک باب علی

جو دروازے مسجد کے ارد گرد تھے ان کے بند کرنے کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ جو اس قسم کی اس روایت سے مخالف ہیں جو حضرت ابوبکر کے حق میں (بخاری نے) نقل کی ہے منجملہ اُنکے

اخرجه احمد والنسائی واسناده قوی وفی
روایة للطبرانی فی الاوسط رجالها ثقات
من الزیادة فقالوا یارسول الله سددت
ابوابنا فقال ما انا سددتها ولکن الله سدها
وعن زید بن ارقم قال کان لنفر من
الصحابة ابواب شارعة فی المسجد فقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم سدوا هذه
الابواب الا باب علی فتکلم ناس فی ذلك
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی
والله ما سددت شیئا ولا فتحته ولکن
امرت بشیء فاتبعته۔ اخرجه احمد والنسائی
والحاکم ورجاله ثقات وعن ابن عباس
قال امر رسول الله صلی الله علیه وسلم
بابواب المسجد فسدت الا باب علی وفی
روایة وامر بسد الابواب غیر باب علی
فکان یدخل المسجد وهو جنب لیس له
طریق غیره اخرجهما احمد والنسائی و
رجالهما ثقات وعن جابر بن سمرة قال امرنا
رسول الله صلی الله علیه وسلم بسد الابواب کلها
غیر باب علی فربما مر فیه وهو جنب اخرجه
الطبرانی.... وغیره وهذه الاحادیث
یقوی بعضها بعضا وکل طریق منها
صالح للاحتجاج فضلا عن مجموعها
قاضی القضاة حافظ شهاب الدین
احمد بن علی بن محمد بن محمد بن حجر
المعروف بابن حجر عسقلانی : فتح
الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء السابع
مطبوعه بالمطبعة الکبری المیریه ببولاق
مصر المحمیه۔ ص ۱۳،۱۲ سنه ۱۳۰۱ ہجری

سعد بن ابی وقاص کی حدیث ہے۔ وہ کہتے ہیں
کہ جناب رسولؐ خدا نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ وہ
تمام دروازے جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دیئے
جائیں لیکن علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا۔ اس کو احمد
ونسائی نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے
اور اس کے اسناد سب قوی ہیں اور طبرانی کی
روایت میں جو اوسط میں بیان کی گئی ہیں۔ کچھ
الفاظ زیادہ ہیں۔ اس کے بھی سب راوی ثقہ
ہیں اس کے الفاظ زیادہ یہ ہیں کہ اس پر لوگوں
نے اعتراض کیا کہ ہمارے دروازے آپ نے
بند کرا دیئے اور علیؑ کا کھلا رکھا تو جناب رسولؐ خدا
نے فرمایا کہ میں نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے کیا
ہے۔ ایک روایت زید بن ارقم سے ہے وہ
کہتے ہیں اصحاب رسولؐ میں سے چند کے دروازے
مسجد میں کھلتے تھے تو جناب رسولؐ خدا نے فرمایا
کہ یہ سب دروازے بند کر دو اور علیؑ کا دروازہ
کھلا رہے تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اس
وقت جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ بخدا نہ میں
نے کچھ بند کیا اور نہ اپنی طرف سے کھلا رکھا۔
مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا میں نے اس کی پیروی
کی۔ اس حدیث کو احمد ونسائی وحاکم نے نقل
کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں اسی
طرح ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں
کہ جناب رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ وہ سب دروازے
جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دیئے جائیں۔ لیکن
علیؑ کا دروازہ کھلا رہے ایک روایت کے الفاظ
یہ ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے حکم دیا کہ سب کے
دروازے بند کر دیئے جائیں اور علیؑ کا دروازہ
کھلا رہے۔ پس حضرت علیؑ حالت جنابت میں بھی

مسجد سے گذرتے تھے ان کے مکان کا کوئی اور دروازہ نہ تھا۔ ان دونوں احادیث کو امام احمد حنبل و نسائی نے روایت کیا ہے اور دونوں کے راوی ثقہ ہیں۔ ایک حدیث جابر بن سمرا سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو جناب رسول خداؐ نے حکم دیا کہ اپنے دروازے بند کرلیں سوائے دروازہ علیؓ کے۔ پس اکثر حضرت علیؑ حالت جنابت میں مسجد میں سے گزرا کرتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت یعنی توثیق و تصدیق کرتی ہیں اور ان سب کے اسناد و رواۃ صحیح۔ ثقہ ہیں۔ ان کے مجموع سے قطع نظر کرکے بھی ان کا ہر ایک طریق احتجاج کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کو عبید اللہ امرتسری نے اپنی ارجح المطالب میں بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ باب چہارم ص۵۰۸۔

ہم نے اپنی اس کتاب کے حصہ دوم کے باب اول میں ان تدبیروں اور ترکیبوں کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ سے خاندان نبوت میں سے حکومت کو نکالا گیا۔ ان میں تدبیر پنجدہم وضع احادیث ہے جناب علی مرتضیٰ کی شان میں جو احادیث تھیں۔ ان کے مقابلہ میں احادیث وضع کی گئیں۔ تاکہ لوگوں کو مغالطہ پڑجائے اور حضرت کے فضائل چھپ جائیں۔ وہاں ہم نے کئی ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث باب سد الابواب بھی ہے؛ چنانچہ حضرت بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ لایبقین فی المسجد باب الاسد الابواب ابی بکر۔ یعنی مسجد میں کوئی ایسا دروازہ نہ رہے جو بند نہ کیا جائے سوائے دروازہ ابی بکر کے۔

اس حدیث یا روایت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں اور بہت سی باتیں ادھر ادھر کی درج ہیں اور آخر میں ایک بے جوڑ سا فقرہ یہ رکھ دیا گیا ہے اس کی زبان میں فصاحت و بلاغت ہی نہیں۔ جو آنحضرتؐ کی احادیث میں ہوا کرتی ہے۔ اس کے راویوں پر نظر ڈالنے سے عجیب امور کا انکشاف ہوتا ہے اس کے رواۃ یہ ہیں۔ حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا ابوعامۃ ثنا فلیح ثنی سالم ابوالنضر عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری یہی حدیث کتاب الصلوٰۃ باب الخوخہ میں دو دفعہ دہرائی گئی ہے۔ ایک دفعہ لفظ باب کے ساتھ دوسری دفعہ لفظ خوخہ یعنی چھوٹی کھڑکی کے ساتھ۔ ان کے رواۃ یہ ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن سنان۔ قال نا فلیح قال نا ابوالنضر عن عبید ابن حنین وعن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری (۲) اور حدثنا عبداللہ بن محمد الجعفی قال نا وھب بن جریر قال نا ابی سمعت یعلی بن حکیم عن عکرمۃ عن ابن عباس یہ خوخہ والی حدیث آنحضرتؐ کے مرض موت کے دوران کی بیان کی جاتی ہے۔ یہ تین روایتیں ہوئیں۔ دو میں تو عبداللہ بن محمد مشترک ہیں اور تیسری میں ان کے والد محمد بن سنان ہیں۔ ان بزرگوں کی تعریف صفت

وضع حدیث در عظمت ابی بکر

آنحضرت بوقت ... ان روایت

ملاحظہ ہو۔

عبداللہ بن محمد سنان۔ ...... روی عن روح بن القاسم بواطیل وکان یسرق الحدیث قالہ ابن عدی وقال الدارقطنی وعبد الغنی الازدی متروک وقال ابن حبان کان یضع الحدیث وقال ابونعیم الحافظ یضع الحدیث　ترجمہ۔ عبداللہ بن محمد بن سنان باطل احادیث روح بن القاسم کی نسبت سے بیان کیا کرتا تھا۔ اور یہ حدیثیں چراتا تھا۔ جیسا کہ ابن عدی نے کہا ہے دارقطنی وعبدالغنی الازدی کہتے ہیں کہ متروک ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ جھوٹی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ حافظ ابونعیم کہتے ہیں کہ جھوٹی احادیث گھڑا کرتا تھا۔

موضوع روایت کی تنقید۔

ذھبی: میزان الاعتدال المجلد الثانی ص ترجمہ ۵۰۲ عبداللہ بن محمد بن سنان

ان کے والد بزرگوار ملاحظہ ہوں۔ محمد بن سنان ۔ ۔ ۔ ۔ رماہ ابوداؤد بالکذب وابن خراش یقول لیس بثقۃ یعنی داؤد کہتے ہیں کہ محمد بن سنان کاذب تھا۔ اور ابن خراش کہتے ہیں۔ کروہ ثقہ نہ تھا۔

ذھبی: میزان الاعتدال المجلد الثالث ص ۷۰ ترجمہ ۷۴۴ محمد بن سنان۔ فلیح بن سنان قد قال ابن معین وابوحاتم والنسائی لیس بالقوی وقال ابوحاتم سمعت معاویۃ بن صالح سمعت یحیٰی بن معین یقول فلیح بن سلیمان لیس بثقۃ ولا ابنہ ۔ ۔ ۔ ۔ وروی عثمان بن سعید عن یحیٰی ضعیف ۔ ۔ ۔ ۔ وروی عباس عن یحیٰی لا یحتج بہ وقال عبداللہ بن احمد سمعت ابن معین یقول ثلاثۃ یتقی حدیثھم محمد بن طلحۃ بن مصرف وایوب بن عتبہ وفلیح بن سلیمان قلت لہ ممن سمعت ھذا قال من مظفر بن مدرک وروی معاویۃ بن صالح عن یحیٰی فلیح ضعیف

ترجمہ: فلیح بن سلیمان ۔ ۔ ۔ ابن معین وابوحاتم والنسائی کہتے ہیں کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن صالح کو کہتے سنا کہ یحیٰی بن معین کہا کرتے تھے کہ فلیح بن سلیمان ثقہ نہیں ہے اور نہ اس کا لڑکا .... عثمان بن سعید نے یحیٰی سے روایت کی ہے کہ فلیح ضعیف ہے .... عباس روایت کرتا ہے یحیٰی سے کہ فلیح کی حدیث سے استدلال نہ کرنا چاہیے۔ عبداللہ ابن احمد کہتے ہیں میں نے ابن معین کو کہتے سنا ہے کہ تین آدمیوں کی بیان کردہ احادیث سے پرہیز کرنا چاہیے۔ وہ تین یہ ہیں محمد بن طلحہ بن مصرف وایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔ میں نے پوچھا کہ یہ تم نے کس سے سنا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مظفر بن مدرک سے۔ معاویہ بن صالح نے یحیٰی سے روایت کی ہے کہ فلیح ضعیف ہے۔ ذھبی۔ میزان الاعتدال المجلد الثانی۔ ترجمہ: ۲۹۹۷ ص ۳۶۵۔

عکرمہ غلام کا تو کیا کہنا۔ یہ ابن عباس کے غلام تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے دلی دشمن ان کی تعریف ملاحظہ ہو۔

تکلوفیہ لرائہ۔۔۔۔ اعرض عنہ مالک۔۔۔۔ حدثنا وھب قال شھدت یحییٰ بن سعید الانصاری و ایوب فذکرا عکرمہ فقال یحییٰ کذاب وقال ایوب لم یکن بکذاب جریر عن یزید بن ابی زیاد عن عبد اللہ بن الحارث فقال دخلت علیٰ علی بن عبد اللہ (بن عباس) فاذا عکرمۃ فی وثاق عند باب الحش فقلت لہ الا تتقی اللہ فقال ان ھذا الخبیث یکذب علیٰ ابی۔۔۔۔ ابراھیم بن میسرہ عن طاؤس قال لوان عند مولی بن عباس تقوی اللہ وکف من حدیثہ لشدت الیہ المطایا مسلم بن ابراھیم ابنانا الصلب ابو شعیب قال سألت محمد بن سیرین عن عکرمہ فقال مایستوی ان یکون من اھل الجنۃ ولکنہ کذاب۔۔۔۔ ابراھیم بن المنذر حدثنا ھشام بن عبد اللہ المخزومی سمعت ابن ابی ذئب یقول رأیت عکرمہ وکان غیر ثقہ۔۔۔۔ یحییٰ بن بکیر قال قدم عکرمہ مصر وھو یرید المغرب قال فالخوارج الذین ھم بالمغرب عنہ اخذوا۔۔۔۔ وقال مصعب الزبیری کان عکرمہ یری رای الخوارج وادعی علی بن عباس انہ کان یری رای الخوارج خالد بن نزار حدثنا عمر بن قیس عن عطاء بن ابی رباح ان عکرمہ کان اباضیا۔۔۔۔ ولکنہ کان یری رأی الصفریہ۔۔۔۔ کان یأتی الامراء فیطلب جوائزھم۔۔۔۔ وعن ابن المسیب انہ قال لمولاہ برد لا تکذب علی کما کذب عکرمہ علی ابن عباس

میزان الاعتدال فی نقد الرجال ذہبی المجلد الثانی ص ۲۰۸ ترجمہ عکرمہ مولی ابن عباس۔ ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب الجزء السابع ص۲۶۸ ترجمہ:۔ لوگ اس کے اعتقادات پر اعتراض کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔ مالک نے اس سے پرہیز کیا ہے۔ وہب کہتا ہے کہ میں یحییٰ بن سعید الانصاری و ایوب کے پاس گیا۔ دونوں نے عکرمہ کا ذکر کیا۔ پس یحییٰ نے کہا کہ عکرمہ کذاب (بہت ہی جھوٹا) ہے۔ ایوب نے کہا کہ اتنا جھوٹا تو نہیں معلوم ہوتا۔ جریر روایت کرتا ہے۔ یزید بن ابی زیاد سے اور اس نے سنا عبد اللہ الحارث سے جو کہتا ہے کہ میں علی بن عبد اللہ بن عباس کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عکرمہ دروازے کے پاس زنجیروں میں جکڑا ہوا بندھا ہوا تھا۔ میں نے علی بن عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ تم کو خدا کا خوف نہیں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ خبیث میرے باپ سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ طاؤس کہتا ہے کہ اگر عکرمہ کو خدا کا ڈر ہوتا۔ اور اتنی کثرت سے جھوٹی احادیث نہ بیان کیا کرتا تو لوگ اس کے پاس بہت آتے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کچھ تعجب نہیں اگر عکرمہ اہل جنت سے ہو لیکن ہے تو وہ کذاب۔۔۔۔۔۔ ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ عکرمہ ثقہ نہ تھا۔۔۔۔۔۔ یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ عکرمہ مصر میں آیا اور وہ مغرب کی طرف جا رہا تھا۔ پس مغرب کے خوارج نے اس کی پیروی اعتقادات و احادیث میں کی۔۔۔۔ مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ عکرمہ بروئے اعتقاد خوارج میں سے تھا۔ علی ابن عباس بھی کہتے ہیں کہ عکرمہ

خارجی تھا۔ خالد بن نزار نے عمر بن قیس سے اور انہوں نے عطا ابن ابی ریاح سے روایت کی ہے کہ عکرمہ اباضیہ تھا .... وہ صفریہ تھا...... عکرمہ امراء کے پاس آیا کرتا تھا اور ان سے انعامات طلب کیا کرتا تھا .... ابن المسیب نے اپنے غلام برد سے کہا کہ تو نہ مجھ سے جھوٹی حدیثیں روایت کیجیو جس طرح عکرمہ اپنے آقا عبداللہ ابن عباس سے کرتا ہے۔

یہ ہیں حضرت ابوبکر کے دروازے کی حدیث کے راویان جماعت حکومت کے علماء و محدثین نے اپنا یہ اصول بنالیا ہے کہ حضرات شیخین کے حق میں جتنی بھی روایات بیان کی جائیں ان کو بغیر چون وچرا کے اور بغیر راویوں کی جرح وتنقید کے مان لینا چاہیئے اور صحیح سمجھنا چاہیے۔ جرح وتنقید فقط ان احادیث میں کی جائے جو جناب علیؑ کی فضیلت بیان کرتی ہیں۔ اس اصول کی ایک اور شاخ نکلی ہے وہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ کے فضائل کی احادیث میں کوئی بھی راوی ایسا ہے کہ جس میں ذرا سا بھی تشیع پایا جاتا ہے تو اس کو یہ کہہ کر رد کر دو کہ یہ شیعہ ہے لیکن اکثریت کے عدل کا نمونہ دیکھنے کے قابل ہے کہ اس قاعدہ کا اطلاق دوسری طرف نہیں کرتے۔ مزا تو جب تھا کہ اگر حضرت ابوبکر کی فضیلت کی حدیث کے راویوں میں سے کسی میں تسنن پایا جاتا تو اس کو بھی رد کر دیتے۔ جس طرح شیعہ علیؑ وہ حدیث بیان کرنے کے ناقابل ہے۔ اسی طرح شیعہ ابی بکر یہ حدیث بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن نہیں عدل چہ کتی است کہ پیش اکثریت بیاید۔ اکثریت کے حقوق میں سے ایک یہ بھی حق ہے۔ کہ ایسے قواعد مرتب کرے اور ان پر اس طرح عمل کرے خیر۔ غرض ان ہی اصول کو مدنظر کر کے علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت ابوبکر کے دروازے والی حدیث پر جرح وقدح نہ کی باوجود اس کے راویوں کے کذاب وواضعان حدیث وسارقان حدیث ہونے کے اس کو صحیح تسلیم کر کے اس معارضہ پر گفتگو کرتے ہیں جو حضرت علیؑ کے دروازے کے کھلا رکھنے کی حدیث سے واقع ہوتا ہے چونکہ موخر الذکر حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کو بھی مجبوراً صحیح مان لینا پڑا۔ ان دونوں کی مطابقت اس طرح کرتے ہیں۔ ابن الجوزی نے تو اپنی جماعت کے آسان اصول کی بناء پر کہہ دیا کہ چونکہ ایک ایسی ہی حدیث حضرت ابوبکر کے حق میں بیان ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم حضرت علیؑ والی حدیث سے انکار کرتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ کر کے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

واخطا فی ذلك خطاء شنیعا فانه سلك فی ذلك رد الاحادیث الصحیحه بتوهم المعارضة مع ان الجمع بین القصتین ممکن وقد اشار الی ذلك البزار فی مسنده فقال ورد من روایات اهل الکوفة باسانید حسان فی قصته علی وورد من

ابن الجوزی نے حدیث سد ابواب باستثنا باب علیؑ کے رد کرنے میں سخت غلطی کی ہے کیونکہ اس طرح اس نے احادیث صحیحہ کو محض اپنے توہم کی بناء پر رد کرنے کا طریقہ اختیار کیا۔ در آنحالیکہ دونوں روایتوں کا تطابق ممکن ہے علامہ بزار نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے

روایات اهل المدینة فی قصة ابی بکر فان
ثبتت روایات اهل الکوفة فالجمع بینهما
بما دل علیه حدیث ابی سعید الخدری یعنی
الذی اخرجه الترمذی ان النبی صلی الله علیه
وسلم قال لا یحل لاحد ان یطرق هذا
المسجد جنبا غیری وغیرك المعنی ان باب
علی کان الی جهة المسجد ولم یکن لبیته باب
غیره فلذلك لم یؤمر بسده ویوید ذلك
ما اخرجه اسمٰعیل القاضی فی احکام القرآن
من طریق المطلب بن عبد الله بن حنطب
ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یاذن
لاحد ان یمر فی المسجد وهو جنب
الا لعلی بن ابی طالب لان بیته کان فی
المسجد ومحصل الجمع ان الامر بسد الابواب
وقع مرتین ففی الاولیٰ استثنیٰ علی لما ذکره و
فی الاخری استثنیٰ ابوبکر ولکن لا یتم ذلك
الا بان یحمل ما فی قصة علی علی الباب
الحقیقی وما فی قصة ابوبکر علی الباب المجازی
والمراد به الخوخة کما صرح به فی بعض
طرقه کانهم لما امروا بسد الابواب
سدوها واحدثوا خوخا یستقربون
الدخول الی المسجد منها فامروا بعد ذلك
بسدها فهذه طریقة لا باس بها فی
الجمع بین الحدیثین المذکورین ابوجعفر
الطحاوی فی مشکل الآثار وهو فی اوائل
الثلث الثالث منه وابوبکر الکلاباذی
فی معانی الاخبار وصرح بان بیت ابی بکر
کان له باب من خارج المسجد وبیت علی لم

جب اس نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کی صحیح و درست
اسانید کی روایات حضرت علیؑ والے قصے کو
درست ثابت کرتی ہیں اور اہل مدینہ کی روایات
قصہ ابی بکر کے مطابق ہیں روایات اہل کوفہ بھی
صحیح ہیں۔ لہٰذا دونوں روایات میں مطابقت
پیدا کرنی چاہیے۔ ابوسعید الخدری کی یہ حدیث
صحیح ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے
کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا
اے علیؑ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ
مسجد کے اس دروازے سے آئے درانحالیکہ
وہ حالت جنب میں ہو۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت
علیؑ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور سوائے اس
کے اور کوئی دروازہ ان کے مکان کا نہ ہوگا۔
اس وجہ سے ان کو اس کے بند کرنے کا حکم نہیں
دیا گیا اس کی تائید کرتی ہے وہ روایت جو
قاضی اسمٰعیل نے احکام القرآن میں مطلب بن
عبداللہ بن حنطب سے نقل کی ہے کہ جناب
رسولؐ خدا نے کسی کو سوائے علیؑ بن ابی طالب کے
اجازت نہیں دی کہ وہ حالت جنب میں مسجد
سے گزرے کیونکہ علیؑ کے گھر کا دروازہ مسجد
میں تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سد ابواب کا واقعہ
دو دفعہ ہوا ہو۔ پہلی دفعہ علیؑ کو مستثنیٰ کر دیا اور
دوسری دفعہ ابوبکر کو مستثنیٰ کر دیا۔ لیکن یہ تاویل
درست نہیں ہو سکتی۔ جب تک یہ نہ مان لیا
جائے کہ علیؑ کے واقعہ میں اصلی دروازہ مقصود
تھا اور ابوبکر کے واقعہ میں اگرچہ باب کا لفظ
ہے دراصل اس سے خوخہ یعنی کھڑکی مقصد
تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں خوخہ کا لفظ
بھی آیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب لوگوں

التماس:- یہ کتاب والد صاحب کے انتقال کے بعد پہلی دفعہ پاکستان میں چھپ رہی ہے۔ مرحوم نے جو دین حقہ کی خدمت بذریعہ قلم کی ہے اس سے مومنین بخوبی واقف ہیں۔ جملہ مومنین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کتاب کو شروع کرنے سے پہلے ایک سورۃ فاتحہ کا ثواب مرحوم کی روح کو بخش دیں یہ مجھ پر احسان ہوگا۔ احقر: آغا ذوالفقار علی خلف مؤلف۔

یکن لہ باب الامن داخل المسجد واللہ اعلم
ابن حجر عسقلانی : فتح الباری
شرح صحیح بخاری، الجزء السابع باب قول
النبیؐ سدوا الابواب الا باب ابی بکر۔

کو باستثنائے علیؓ کے اپنے اپنے دروازے بند
کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے دروازے تو بند
کر لئے لیکن مسجد میں داخل ہونے کے لیے اس
کے بعد کھڑکیاں کھول لیں۔ دوسری دفعہ کا حکم
دے کر وہ کھڑکیاں بھی بند کرادی گئی ہوں۔ دو احادیث میں اس طرح قیاس سے مطابقت پیدا کرنے
میں کچھ ہرج نہیں ہے اور اسی طرح ان دونوں مذکورہ احادیث میں ابوجعفر طحاوی نے اپنی مشکل
الآثار میں مطابقت پیدا کی ہے اور یہ بحث کتاب کے تہائی حصہ کے اول ثلث میں ہے ابوبکر کلاباذی
نے معانی الاخبار میں کہا ہے کہ ابوبکر کا دروازہ مسجد کے باہر تھا اور خوخہ مسجد کے اندر کھلتا تھا اور علیؓ
کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا کوئی اور دروازہ نہ تھا اور بات تو یہ ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصل معاملہ
کیا تھا۔ اگر ان اٹکل پچو ٹوئیوں کا نام بحث رکھا جا سکتا ہے تو یہ ہے ان بزرگ علماء کی عالمانہ،
منطقانہ، فلسفیانہ بحث۔ اگر ہم عرب کے اس مقولہ پر عمل کرتے کہ لا تنظر الی من قال وانظر
الی ما قال (یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے) تو ہم فوراً اس ضدی بحث
کو نظر انداز کر دیتے۔ لیکن اکثریت کے طریقے نرالے ہوتے ہیں۔ ممکن ہے ان کے یہاں اس
کے برعکس کوئی مقولہ ہو۔ لہٰذا محض اس وجہ سے کہ یہ بحث ابن حجر عسقلانی و ابوجعفر طحاوی اور اسمٰعیل
قاضی کے ساتھ منسوب ہے ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ یہ بحث دو قیاسات پر مبنی ہے۔ یا
تو یہ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ کے گھر کا محض ایک ہی دروازہ ہو اور وہ مسجد کے اندر کھلتا ہو دیگر
صحابہ کے مکانوں کے دو دروازے ہوں۔ ایک باہر کی طرف اور ایک مسجد کے اندر کھلنے والا۔ یا سد
ابواب کا واقعہ دو دفعہ ہوا ہو۔ ایک دفعہ تو تمام صحابہ کے دروازے جن میں ابوبکر بھی شامل ہیں بند
کر دیئے گئے۔ اور صرف حضرت علیؓ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے ان کا دروازہ کھلا رکھا۔ ان صحابہ
نے دروازے بند کرنے کے بعد مسجد کی طرف کھڑکیاں کھول لیں اور دوسرے حکم سے وہ بھی بند
کروا دیں۔ لیکن اس دفعہ حضرت ابوبکر کا خوخہ کھلا رکھا۔ ان قیاسات کا کھوکھلا پن ظاہر ہے
جب تک بطور امر واقعہ کے یہ نہ ثابت کریں کہ دیگر صحابہ کے دو دروازے تھے اور علی کا
ایک اور یہ کہ واقعہ سد ابواب دو دفعہ ہوا۔ ان قیاسات کا وزن ہی کیا ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات
ثابت نہیں۔ صرف اسی ایک وجہ سے یہ بحث گر جاتی ہے۔ آگے چلئے۔

ہم پہلے قیاس اول کو لیتے ہیں۔ اس کی بھی تو کچھ وجہ ہونی چاہیے۔ کہ سوائے حضرت علیؓ کے
اور باقی تمام ہی صحابہ کے مکانوں کے دو دروازے رکھے گئے۔ دو چار تو ایسے بھی ہوتے کہ جن کے مکانوں
کا حضرت علی طرح محض ایک دروازہ ہوتا اور وہ مسجد کے اندر کھلتا اور اگر یہ بات تھی تو یہ بذات
خود ایک فضیلت تھی۔ سوائے علیؓ کے باقی سب صحابہ شروع ہی سے مسجد سے نکال دیئے
گئے۔ حالت جنابت میں اور دیگر ضروریات کے لئے آنے جانے کے واسطے باہر کا دروازہ تھا۔

اندر کا دروازہ محض نماز کے لیے مسجد میں آنے کے واسطے رکھا گیا تھا۔ جب لوگوں نے اس کا غلط استعمال شروع کر دیا تو وہ بند کر دیا گیا۔ علاوہ اس کے اگر یہ قیاس درست ہے تو لوگوں نے علیؑ کے دروازہ کو کھلا رکھنے پر اعتراض کیوں کیا اور اگر بیوقوفی سے کوئی اعتراض کر بیٹھا تھا تو جناب رسولؐ خدا نے مسکراتے ہوئے اس کی حماقت کی طرف ہی کیوں نہ توجہ دلا دی کہ تم کو یہ بھی نظر نہیں آیا کہ علیؑ کا دوسرا دروازہ تو ہے ہی نہیں۔ موجودہ بھی بند ہو جائے تو پھر وہ مکان میں داخل کہاں سے ہوں آنحضرتؐ کو اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کا منہ بھی سرخ ہو گیا اور پھر اس بدیہی بات کے لیے خدا کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ میں نے نہ تمہارا دروازہ بند کیا۔ نہ علیؑ کا کھلا رکھا۔ جو کیا خدا نے کیا۔ جب علیؑ کے دروازہ کو کھلا رکھنے کی ایسی بدیہی اور اشد ضرورت تھی تو اس کے لیے خداوند تعالیٰ کی وحی کی کیوں ضرورت ہوئی۔ اگر یہ بات ہی کچھ نہ تھی تو حضرت حمزہ کو کیوں غصہ آیا۔ یہ کیوں کہنا پڑا کہ آپ نے اپنے چچاؤں اور معمر صحابہ کو تو نکال دیا۔ اس کمسن جوان کو مسجد کے اندر رکھا۔ اور اگر حضرت علیؑ کو بھی مسجد سے نکالنا مطلوب تھا اور ان کے مکان کا ایک ہی دروازہ تھا تو یہ دروازہ بند ہو کر دوسرا کھلنے میں کیا دیر لگتی تھی۔ وہ ناممکن بات تو نہ تھی۔

دوسرا قیاس اس سے زیادہ کمزور ہے اگر خوخہ اتنا بڑا تھا اور اس غرض کے لئے تھا کہ اس میں سے مسجد میں آمد و رفت ہو سکے اور وہ کھلا رکھا تو پہلے ہی دروازہ کیوں بند کرا دیا۔ اس قیاس سے یہ نتیجہ لازم آتا ہے کہ صحابہ ایسے ضدی اور نافرمان تھے کہ رسولؐ خدا کے حکم کے اثر کو اس طرح زائل کرنے کی کوشش کی چونکہ جماعت علومت صحابہ پر یہ الزام عاید کرنا پسند نہ کرے گی۔ لہٰذا قیاس خوخہ کو رد کرنا ضروری ہوا۔ بہر صورت حضرت علیؑ کی فضیلت حضرت ابوبکر پر تو ثابت ہو گئی۔ اول مرتبہ سب کے دروازے بند ہو گئے۔ صرف علیؑ کا دروازہ کھلا رہا۔ دوبارہ جب حضرت ابوبکر نے بہت ضد کی تو خوخہ رہنے دیا دروازہ کو کھول لینے کا حکم تب بھی نہ ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ جب خوخہ سے مسجد کے اندر آمد و رفت جاری رہی تو پھر دروازہ ہی کیوں نہ کھلوا دیا اور ان قیاسات سے موسیٰ و ہارون کی مسجد کی تمثیل بے معنی ہو جاتی ہے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ حضرت ابوبکر والی حدیث صحیح نہیں ہے۔ واضعان حدیث کی صنعت کا نمونہ ہے۔ اس نتیجہ کی طرف مندرجہ ذیل امور لے جاتے ہیں۔

١۔ اس حدیث کے واضعان و راویان کذاب، غیر معتبر، غیر ثقہ تھے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا۔

٢۔ حضرت علیؑ والی حدیث کے سب راویان صحیح صادق معتبر اور ثقہ ہیں اور اس حدیث کی صحت میں کسی کو انکار نہیں۔

٣۔ اس حدیث کا تعارض حضرت علیؑ والی صحیح و مسلمہ حدیث رسول سے ہوتا ہے۔

٤۔ حضرت علیؑ کے فضائل کی احادیث کو شائع ہونے سے جبراً روکا جاتا تھا۔ ان راویوں کو سزائیں

دی جاتی تھیں۔ جو حضرت علیؑ کے فضائل کی احادیث بیان کرتے تھے اور انکے مقابلہ میں حکومت کی مہربانیوں و انعامات کا لالچ دلا کر حضرات خلفاء ثلاثہ کے حق میں احادیث وضع کرائی جاتی تھیں۔ ان امور کے ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو باب سیزدہم کتاب ہذا۔

۵۔ سد الابواب کا واقعہ فضیلت صریحہ کا اثبات تھا نہایت عظیم الشان معاملہ تھا اور یہ خاص خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ جناب رسولؐ خدا کا انتظامی حکم نہ تھا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ وحی الٰہی محض حضرت علیؑ کے لیے نازل ہوئی ان موضوعہ حدیثوں تک میں یہ ذکر نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے لیے ایسی وحی بھیجی۔

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علیؑ و حسنینؑ و حضرت فاطمہؑ کی طہارت کاملہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اور محض لوگوں پر اس طہارت کے ظاہر کرنے کے لیے حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا گیا۔ چونکہ یہ واقعہ معرض بحث میں آگیا۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ دیکھیں کہ ایسی ہی طہارت کا ثبوت کہیں اور سے بھی ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کی تصدیق و توثیق آیہ تطہیر سے ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہے اور اس سے بھی ان بزرگوں کی طہارت کاملہ کا ثبوت ملتا ہے آیہ تطہیر کی بحث باب نہم دیکھو حضرت ابوبکر کے لئے کوئی آیہ تطہیر نہیں ہے۔

۷۔ حضرت ابوبکر کو طہارت کامل ہی حاصل نہ تھی تو وہ مسجد رسولؐ میں سے ہر حالت میں کیونکر گزر سکتے تھے۔

۸۔ اگر حضرت ابوبکر گزر سکتے تھے تو حضرت حمزہ و حضرت جعفر و دیگر حضرات کیوں نہ گزر سکیں۔ ان بزرگوں کے لیے تو آنحضرتؐ کی قرابت کا فضل بھی حاصل تھا۔ حضرت علیؑ کے لیے تو ان کی طہارت کاملہ و وحی الٰہی موجب ہوئے۔ حضرت ابوبکر کے لیے کیا تھا۔

اس واقعہ سے جو حضرت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے خود خداوند تعالیٰ نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ علیؑ تم سب سے افضل ہے لہٰذا تم سب سے پہلے مستحق خلافت ہے۔ خلافت الٰہیہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لہٰذا اس کے استحقاق کا اظہار بھی خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔ جماعت اہل حکومت کی رائے میں بھی اس واقعہ سے خلافت کی طرف کنایہ ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

حدیث سد ابواب اور خلافت

قال الخطابی و ابن بطال وغیرهما فی هذا الحدیث اختصاص ظاهر لابی بکر و فیه اشارة قویة الی استحقاقه للخلافة.... وقد ادعی بعضهم ان الباب کنایة عن الخلافة والامر بالسد کنایة عن طلبها کانه قال لا یطلبن احد الخلافة الا	خطابی و ابن بطال اور ان کے علاوہ دیگر علماء بھی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے خاص فضیلت ابوبکر کی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں خلافت کے استحقاق کی طرف اشارہ ہے .... اور بعض علماء کا دعویٰ ہے کہ دروازے سے خلافت کی طرف کنایہ ہے اور اس کے بند کرنے کا حکم دینے سے یہ مطلب ہے

ابابکر فانہ لاحرج علیہ فی طلبہا و الی هذا اجنح ابن حبان فقال بعد ان اخرج هذا الحدیث فی هذا الحدیث دلیل علی انہ الخلیفۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ حسم بقولہ سدوا عنی کل خوخۃ فی المسجد اطماع الناس کلھم عن ان یکونوا خلفاء بعدہ۔

کہ اس کو طلب نہ کرو گویا جناب رسولؐ خدا نے دیگر صحابہ سے فرمایا کہ تم خلافت کو طلب نہ کرنا اور ابوبکر طلب کرے تو کچھ حرج نہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ ابوبکر خلیفہ ہیں بعد جناب رسولؐ خدا کے کیونکہ جناب رسولؐ خدا نے یہ کہہ کر کہ میری طرف سے ساری کھڑکیاں بند کر لو۔ لوگوں کو اپنے بعد خلافت کی طمع کرنے سے روک دیا۔ ابن حجر عسقلانی :۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء السابع ص ۱۲۔

آپ نے اس بحث کو ملاحظہ کیا۔ یہ تو خود ابن حجر مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ والی سب احادیث صحیح ہیں یہ بھی مانتے ہیں کہ سب سے پہلی بار جو یہ حکم ہوا تو حضرت ابوبکر تک کا دروازہ بند کر دیا صرف حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا۔ حضرت ابوبکر کی کھڑکی تو بعد میں خود کھولی گئی تھی۔ تو جس شخص کے لئے پہلے حکم ہوا وہ کھڑکی کا نہیں۔ بلکہ دروازے کا ہو تو اس کی خلافت کے کنایہ و اشارہ کا تو کچھ ذکر نہیں حضرت ابوبکر کی کھڑکی کی وجہ سے خلافت کا کنایہ ہو گیا۔ خیر۔ اکثریت کا منطق ایسا ہی ہوتا ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے حق میں جو صاف و صریح حکم خلافت کا ہو گیا تھا۔ یہ واقعہ اس کی تائید کرتا ہے۔ یہ واقعہ تائیدی ہی ہو سکتا ہے اور صریح حکم و اعلان خلافت کے ثبوت میں اور اظہار افضلیت کے واسطے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بذات خود اس کو خلیفہ کے تقرر یا اعلان کا حکم نہیں کہا جا سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ جناب رسولؐ خدا کو اشاروں اور کنایوں کی کیا ضرورت تھی۔ صاف اعلان کرنے سے کیوں گریز کیا۔ خوخہ کی نسبت حکم دیا جاتا ہے اور لوگوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ اس کو خلافت کا حکم سمجھیں یہ منطق کچھ اکثریت ہی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

حضرت ابوبکر والی حدیث خوخہ کی نسبت جماعت اہل حکومت کے ایک عالم حافظ ابن حجر کی تطبیق مذکورہ بالا کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

"مگر بخاری کی روایت مجروح معلوم ہوتی ہے اول اس لئے کہ اس میں فی الجملہ اضطراب ہے کہیں خوخہ کا لفظ آیا ہے کہیں باب کا اور دونوں کے معنی میں فرق ہے۔ دوسرے اس لئے کہ بخاری کی ایک روایت ابو سعید خدری کی ہے۔ جس میں تیسرے راوی فلیح ہیں جو سخت مجروح ہیں یحییٰ ابن معین و ابو حاتم و ابو داؤد کا قول ہے کہ عاصم بن عبید اللہ و ابن عقیل و فلیح حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ غرائب روایت کرتے ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ منصور نے ان کو صدقات پر والی کیا تھا انہوں نے بنی حسن کو قید کیا۔ تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۳۰۴ دوسری روایت بخاری کی ابن عباس کی ہے یہ بھی دیگر اکابر محدثین کے نزدیک پایہ صحت

سے ساقط ہے اس لیے کہ اس میں عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام مالک وغیرہ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ان پر دروغگوئی و ناصبی و خارجی ہونے کی جرح ہے جیسا کہ عامہ کتب رجال و نیز تاریخ ابن خلکان میں اس کی تفصیل ہے اس کے علاوہ مسند وغیرہ میں خود حضرت ابن عباس کی روایت اس کے خلاف ہے۔"

حافظ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۷۷۔

اس واقعہ سے کئی معنی خیز نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علیؑ کا تمام اصحاب رسول اور تمام امت سے اعلیٰ و افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ یہ افعال رسولؐ جن کو ہم نے اس باب میں استخلاف علیؑ بن ابی طالب کے ثبوت میں تحریر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے خاص احکام کی تعمیل میں کئے گئے تھے اور اس کی ہی طرف سے تجویز ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر یہ دعوت ذی العشیرہ، واقعہ لیلۃ المبیت، عقد مواخات واقعہ سد ابواب واقعہ مباہلہ انجوائے یعنی آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ سے راز کی باتیں سب سے علیحدہ خلوت میں کرنا وغیرہم کے حالات پڑھو۔

۳۔ یہ سب واقعات ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ یہ واقعہ آیۂ تطہیر کی تصدیق کرتا ہے اور آیۂ تطہیر کا فقط جناب رسولؐ خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کی شان میں نازل ہونا اور فقط اُن تک محدود ہونا اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے دروازے اس وجہ سے بند کرائے گئے کہ وہ اکثر اوقات میں نجس ہوتے تھے اور نجس لوگوں کا مسجد میں آنا مسجد کی شان سے بعید اور اس کی طہارت کے منافی تھا۔ برعکس اس کے یہ پنجتن پاک اپنی زندگی کے کسی لمحہ و لحظہ میں ناپاک و غیر مطہر ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ طہارت ان کے خمیر میں داخل و پیوستہ کر کے ان کی ذات کا ایک جزو بنا دی گئی تھی۔ نجاست کو ان سے قطعی دور کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا حالت جنابت میں بھی یہ ناپاک نہیں ہو سکتے تھے۔ طہارت ان کی ذات میں اسی طرح ملی اور بسی ہوئی تھی، جس طرح سورج میں اس کی کرنیں اور عقیق میں اس کی صلابت۔

۴۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علیؑ کا بالکل آنحضرتؐ کا مثیل و نظیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی خلیفہ و جانشین کی سب سے اعلیٰ صفت اور سب سے ضروری شرط ہے۔

۵۔ ارشاد خداوندی ما ینطق عن الھویٰ محض قرآن شریف ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کے ہر ایک اہم فعل و قول پر حاوی ہوتا ہے۔ دیگر فضائل و ارشادات نبوی جو آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کے حق میں فرمائے ہیں۔ سب اسی ضمن میں آتے ہیں۔

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علیؑ کی مشابہت جناب ہارونؑ سے ثابت ہوئی اور یہ واقعہ حدیث منزلت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔

۷۔ احادیث نبوی کے صحیح ہونے کی ایک یہ بھی جانچ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق وہ موافقت کریں۔ یہ واقعہ سد ابواب، حدیث منزلت، حدیث نور، آیہ تطہیر، عقد مواخات، واقعہ مباہلہ سب ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

۸۔ حضرت علیؑ کی افضلیت اور استحقاق خلافت بہت اچھی طرح ثابت ہوتے ہیں اور برخلاف دیگر صحابہ کے ثابت ہوتے ہیں۔ طہارت میں جناب رسولؐ خدا کے ساتھ سوائے علیؑ کے اور کوئی مشترک نہ تھا اور چونکہ طاہر مطلق کا جانشین بھی طاہر مطلق ہی ہونا چاہیے۔ لہٰذا حضرت علیؑ کے سوائے کوئی اور شخص جناب رسولؐ خدا کا جانشین نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ جو شخص اس بات کا بھی اہل نہ تھا کہ اس کے مکان کا دروازہ جناب رسولؐ خدا کے مکان کی طرف کھلا رہے وہ جناب رسولؐ خدا کا جانشین کس طرح ہو سکتا تھا۔ علماء جماعت حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ کہ دروازہ سے اشارہ خلافت کی طرف ہے اور اس کے بند کرنے کا یہ مطلب ہے کہ سوائے علیؑ کے اور کوئی اس کو طلب نہ کرے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کے خوخہ یا روشندان والی حدیث موضوع ہے، بناوٹی ہے، جھوٹی ہے۔ حضرت علیؑ کے دشمنوں کی ایجاد ہے۔ حضرت علیؑ والی حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔ بائیس صحابہ سے مروی ہے۔ اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ ان روایات میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کے بند ہونے کا خاص طور سے ذکر ہے۔

فعل ۹۔ آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کو ہر ایک غزوہ میں صاحب علم کرنا۔ اور کبھی اور کسی موقعہ پر آپ کو کسی کے ماتحت نہ کرنا۔

ہر ایک غزوہ میں حضرت علیؑ کو علمدار بنانا

صاحبان غور و فکر کے لیے یہ امر بہت اہمیت رکھتا ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی حیات میں کبھی حضرت علیؑ کو کسی کے ماتحت نہیں کیا۔ جہاں انہیں مقرر کیا وہاں دوسروں پر حاکم ہی رکھا اور یہی وصیؑ امر کی شان ہونی چاہیے۔ جانشین رسولؐ کبھی دوسروں کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔

عن علی قال کسرت یدی یوم احد فسقط اللواء من یدی فقال رسول اللہ صنعوہ فی یدہ الیسریٰ فانہ صاحب لوای فی الدنیا والآخرۃ۔	حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میرے ہاتھ کو زخم لگا اور علم میرے ہاتھ سے گر گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علم کو اس کے بائیں ہاتھ میں دیدو۔ کیونکہ وہ دین و دنیا میں میرا علمدار ہے۔

(اخرجہ الخضرمی والخوارزمی)

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۱، ۲۰۱، ۲۰۲۔
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم۔ ص ۵۷۷۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت تغسل	ابوسعید الخدری کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے جسم کو غسل دو گے میری

جئتنی وتودی دینی وتوارنی فی حفرتی وتقی بذمتی وانت صاحب لوائی فی الدنیا والاخرۃ - اخرجہ الدیلمی -

ذمہ داریاں ادا کروگے اور مجھ کو قبر میں اتاروگے اور جو امر کہ میرے ذمہ ہے تم اس کی تکمیل کروگے اور تم دین و دنیا میں میرے علمدار ہو اس روایت کو دیلمی نے بھی اپنی سند سے بیان کیا ہے۔

عبیداللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۷۷ و ۶۹۷ ۔

عن ابن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لاحد غیرہ وھو اول عربی وعجمی صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الذی کان لواءہ فی کل زحف وھوالذی صبر معہ یوم فرعنہ غیرہ وھو الذی غسلہ و ادخلہ فی القبر۔ (اخرجہ الترمذی)

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب علی مرتضٰے میں چار صفات ایسی ہیں جو ان کے سوا کسی اور میں نہیں ہیں وہ عرب و عجم میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے جناب رسول خدا کے ساتھ پہلی نماز اسلام کی پڑھی۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک جنگ میں آنحضرت کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ تیسرے یہ کہ انہوں نے کسی جنگ میں فرار نہیں کیا۔ حالانکہ تمام صحابہ اکثر جنگ میں بھاگ گئے چوتھے یہ کہ انہوں نے آنحضرتؐ کو آخری غسل دیا۔ اور قبر میں اتارا۔

ابن عبدالبر : الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب ۲۰۱۵ ص ۴۷۰۔

عبیداللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۷ ۔

عن ثعلبہ ابن ابی مالک قال کان سعد بن عبادہ صاحب رایۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المواطن کلھا فاذا کان وقت القتال اخذھا علی۔ ابن الاثیر: اسد الغابہ

ثعلبہ ابن ابی مالک کہتے ہیں کہ اُن ایام میں کہ جنگ نہیں ہوتی تھی۔ آنحضرتؐ کا علم سعد ابن عبادہؓ کی تحویل میں رہتا تھا لیکن ہر ایک موقعہ جنگ پر حضرت علیؑ اس رایت کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے

عبیداللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۷۷ ۔

عن ابن عباس قال کان علی اخذ رایۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر والمشاھد کلھا - اخرجہ احمد فی المناقب

امام احمد حنبل مناقب میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر و دیگر کل لڑائیوں میں آنحضرت صلعم کے علم بردار حضرت علیؑ ہوا کرتے تھے

عبیداللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۷۷ ۔

فتح مکہ کے دن بھی آنحضرتؐ کا علم جناب امیر کے ہاتھ میں تھا اور آپ اُس لشکر عظیم کے علمبردار تھے ۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۹۷ ۔

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی حضرت علیؑ کو کسی کے ماتحت نہیں کیا اور ہمیشہ آنحضرتؐ کا علم جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ میں رہا۔ بہت سی عبارتیں ہم نے اوپر نقل کی ہیں۔ ان کے علاوہ ملاحظہ ہوں ۔

حضرت علی کبھی کسی کے ماتحت نہیں رکھے گئے

علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صد ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۲۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۹۱، ۲۰۱، ۲۰۲۔
شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۰۹ اور الباب الخمسون ص ۱۷۷ روز قیامت لواء الحمد بدست علی ابن ابی طالب ہو گا۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۰ حدیث ۹۰۹۲ و ص ۴۰۲ حدیث ۹۱۱۳
در ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۱، ۲۰۲۔ روضۃ الندیہ ص ۱۵۱۔

برخلاف اس کے حضرات ابوبکر و عمر بسا اوقات دیگر صحابہ کے ماتحت کیے گئے۔ کئی مثالیں اس کی دی جا سکتی ہیں۔ سریہ ذات السلاسل جمادی الاخری ۸ھ ہجری میں واقعہ ہوا۔ آنحضرتؐ نے عمرو بن عاص کو تین سو سپاہیوں کے ساتھ قبیلہ قضاعہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ وہاں عمرو عاص کو کامیابی نہ ہوئی تو مدینہ سے مزید کمک طلب کی۔ آنحضرتؐ نے دو سو سپاہیوں کو ابوعبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں مدینہ سے روانہ کیا۔ اس کی ماتحتی میں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے۔

(حاشیہ: برخلاف اس کے حضرات شیخین بسا اوقات دیگر صحابہ اور (۲) ان کے ماتحت رکھے گئے)

تو استمد رسول اللہ فامدہ بابی عبیدۃ بن الجراح علی المہاجرین والانصار فیہم ابوبکر و عمر فی مائتین فکان جمیعہم خمسمائۃ تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الثالث ص ۱۰۴ اور حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۹۰۔

ترجمہ:۔ عمرو بن العاص نے آنحضرتؐ سے امداد طلب کی اور آنحضرتؐ نے دو سو آدمی جن میں ابوبکر و عمر تھے ابوعبیدہ بن الجراح کی ماتحتی میں مدد کے لیے روانہ کیے اور یہ سب مل کر پانچ صد آدمیوں کی فوج ہو گی۔

نیز ملاحظہ ہو۔ روضۃ الاحباب جلد اول ص ۲۸۱، ۲۸۲

جب ابوعبیدہ بن الجراح کے آدمی عمرو بن العاص کے پاس پہنچے تو ان سب کی افسری بذمہ عمرو بن العاص رہی۔ عمرو بن العاص نے حکم دیا کہ کوئی آدمی آگ نہ جلائے۔ حضرت عمرؓ نے سرتابی کی۔ اس نے گوشمالی کی اور دھمکی دی کہ اگر تم نے آگ روشن کی تو میں تم کو اسی آگ کے اندر ہی ڈال کر جلا دوں گا۔ حضرت عمر وہاں تو خاموش ہو گئے لیکن واپسی پر آنحضرتؐ سے شکایت کی مگر آنحضرتؐ نے عمرو بن العاص کو حق بجانب قرار دیا؛ چنانچہ علامہ ابن حجر اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

ان عمرو بن العاص امرہم فی تلک الغزوۃ ان لا توقدوا نارا فانکر ذلک عمر فقال لہ ابوبکر دعہ فان رسول اللہ لم یبعثہ علینا الا لعلمہ بالحرب فسکت عنہ۔۔۔ وروی بن حبان من طریق قیس بن عازم عن عمرو بن العاص ان رسول اللہ بعثہ

سریہ ذات السلاسل میں عمرو بن عاص نے فوج کو حکم دیا کہ کوئی شخص آگ نہ روشن کرے۔ حضرت عمرؓ نے اس حکم کے ماننے سے انکار کیا ابوبکر نے کہا کہ عمر چپ رہ۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے اسی وجہ سے تو عمرو بن عاص کو ہم پر سردار بنا کر بھیجا ہے کہ وہ علم حرب سے ہم سے زیادہ واقف ہے حضرت

فی ذات السلاسل فسأله اصحاب ان یوقدوا نارًا فکلموا ابابکر فکلمه فی ذلک فقال لا یوقد احد منکم نارًا الافد فته فیها قال فلقوا العدو فهزموهم فارادوا ان یتبعوهم فمنعهم فلما انصرفوا ذکروا ذلک النبی فسأله فقال کرهت ان اذن لهم ان یوقدوا نارًا فیری عدوهم قلتهم وکرهت ان یتبعوهم فیکون لهم مداد محمد الخ

عمر خاموش رہے۔ اور ابن حبان نے خود عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس کو ذات السلاسل میں سردار بنا کر بھیجا تو فوج نے درخواست کی کہ ان کو آگ روشن کرنے کی اجازت مل جاوے مگر عمرو عاص نے یہ نہ مانا تب ان لوگوں نے حضرت ابوبکر کو بیچ میں ڈالا۔ ابوبکر نے عمرو عاص سے کہا مگر عمرو عاص نے ابوبکر کو جواب دیا کہ اگر تم میں سے کوئی آگ روشن کرے گا تو میں اس کو اسی آگ میں ڈال دوں گا۔ غرض دشمن سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں نے ان کو شکست دی اور وہ بھاگے لوگوں نے ان کا تعاقب کرنا چاہا مگر عمرو عاص نے اس سے بھی منع کیا۔ پھر جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو اس کی شکایت آنحضرتؐ سے ہوئی حضرتؐ نے وجہ پوچھی تو عمرو عاص نے کہا کہ میں نے اس وجہ سے آگ جلانے کی اجازت نہ دی کہ دشمن کو ان کی کمی کا علم ہو جاتا۔ اور تعاقب کرنے کی اجازت اس وجہ سے نہ دی کہ کہیں ان کی مدد نہ آجائے آنحضرتؐ نے اس کے حکم کو درست قرار دیا۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری کتاب المغازی۔ غزوہ ذات السلاسل الجزء الثامن صہ ۵۹

فعل عنا معراج امامت بر دوش نبوت۔

زہے نقش پائے کہ بر دوش احمد زمہر نبوت مقدم نشیند

مکہ فتح ہو گیا ہے۔ کعبہ سے بت نکالے جا رہے ہیں۔ اب تک نبوت و امامت نے دوش بدوش اپنے اپنے فرائض ادا کئے ہیں۔ آخر کار خدا نے یہ دن دکھایا کہ تطہیر کعبہ کا وقت آیا اسں امر عظیم میں کہ غایت نبوت تھا۔ نبوت و امامت دونوں کی شرکت ضروری تھی۔ اور کسی ایرے غیرے کا دخل دینا ناجائز۔ لہذا حضرت علیؑ طلب کئے گئے اور لوگ باہر نکال دیئے گئے۔ اور رسولؐ و جانشین رسولؐ نے یہ کام شروع کیا۔ دونوں حضرات بتوں کو گراتے جاتے تھے اور تطہیر کعبہ کا کام ہوتا جاتا تھا۔ آخر کار ایک عظیم الشان بت جو سقف کعبہ پر آویزاں تھا۔ باقی رہا۔ از راہ ادب علیؑ جھک گئے اور جناب رسولؐ خدا کو اپنے کندھے پر سوار کیا۔ لیکن نبوت کا بوجھ تو وہی کندھے سنبھال سکتے ہیں جو اس کے لئے خلق ہوئے ہیں۔ نہ سنبھالا گیا۔ جناب رسولؐ خدا نیچے تشریف لائے۔ اب نبوت نے جھک کر امامت کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور امامت کو دوش نبوت پر معراج ملی۔ جانشین ایسے ہوتے ہیں نہ وہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ سے پہلے کسی مہم میں نظر ہی نہیں آتے اور اگر نظر آتے ہیں تو بھاگتے ہوئے۔

اخرجه الحاکمی عن علی قال قال لی رسول

ابوالخیر حاکمی حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں حضرت

معراج امامت بر دوش نبوت

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الق صنمھم الاکبر وکان من نحاس موتد باوتاد من حدید الی الارض فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالجہ فلم ازل اعالجہ حتی استمکنت منہ فقال لی اقذفہ فقذفتہ۔

علیؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے فرمایا جناب رسول خدا نے کہ کفار کے سب سے بڑے بت کو پھینک دو وہ تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں سے زمین میں گڑا ہوا تھا۔ مجھے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو جنبش دو۔ میں اس کو ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس پر قابو پا لیا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو۔ میں نے پھینک دیا۔

عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ یوم الفتح وحولہ ثلثمائۃ و ستون صنما لقبائل العرب لکل قوم صنم فجعل یطعنہا ویقول جاء الحق و زھق الباطل فینکب الصنم بوجھہ حتی القاھا جمیعا وبقی خزاعہ فوق الکعبہ وکان من قواریر صفر فقال یا علی ارم بہ فحملہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی صعد فرمی بہ فکسرہ

عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چہارم ص ۹۷ م تفسیر النیسابوری فی قولہ تعالیٰ۔ جاء الحق وزھق الباطل۔

عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرتؐ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت قبائل عرب کے دھرے ہوئے تھے۔ ہر ایک قبیلہ کا جداگانہ بت تھا۔ آنحضرتؐ چھڑی کے ساتھ اس کو مارتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق و زھق الباطل الآیہ۔ پس وہ بت منہ کے بل گر پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ سب بت گرا دیئے صرف کعبہ کی چھت پر بنی خزاعہ کا ایک بت باقی رہ گیا جو صیقل کئے ہوئے اور ڈھلے ہوئے پیتل سے بنا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو اپنے کندھے پر چڑھا کر فرمایا کہ یا علیؑ اس کو پھینک دو جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کے کندھے پر چڑھ کر وہ بت گرا دیا۔

حافظ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ اوّل صفحہ ۹۸ میں تحریر کرتے ہیں۔

"بعد فتح مکہ آنحضرتؐ قریش کے بتوں کو توڑتے رہے۔ جب دیواروں کے بت باقی رہ گئے جہاں ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا تو ان کے توڑنے کے لیے جناب امیرؑ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر حکم دیا کہ ان کو توڑ دو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بحوالہ امام نسائی اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں اور آنحضرتؐ جب کعبہ میں آئے تو اولاً آنحضرتؐ میرے کندھے پر چڑھے اور کھڑے ہو گئے پھر جب آنحضرتؐ نے میری کمزوری دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آنحضرتؐ اتر آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اب تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ: چنانچہ میں آپ کے کندھے پر بیٹھ گیا۔ آپ مجھے اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے کعبہ پر چڑھ کر دیکھا تو تانبے یا پیتل کی مورتیں نظر آئیں میں ان کو اکھاڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ جب اکھاڑنے میں کامیاب ہو گیا تو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو گرا دو میں نے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

تحمید و تمجید

حمد و ثنا سزاوار خالق ارض و سما ہے۔ جس نے قلزم لا سے گوہر مکان پیدا کیا اور خود لامکان رہا۔ جس کے اشارۂ کن پر عالم ماسوا وادی عدم سے چمنستان ظہور میں اس خوبی سے جلوہ گر ہوا کہ چشم ظاہر میں صانع و مصنوع میں فرق نہ کر سکی جس نے بوقلمونی خلق میں دلیل وحدت خالق ودیعت فرمائی اور ساتھ ہی گوہر وحدت کو صدف کثرت میں پنہاں کر کے جوہریان دریائے معرفت و غواصان قلزم حکمت کو محو حیرت کر دیا۔ عروس ذات کو سجاجل اسباب میں نہاں کر کے اپنے مشتاقان جمال کا امتحان لیا۔ جو بوالہوس کہ صرف زبان سے دعوئے عشق کیا کرتے تھے۔ اور دل میں غیروں کی محبت پوشیدہ رکھتے تھے ان کے لئے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِهِمۡ ؕ وَعَلٰٓی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَۃٌ ۔ کا حکم لگا کر ہمیشہ کے لیے ان کو ہامون ضلالت و بیابان جہالت میں سرگردان چھوڑ دیا۔ لیکن عاشقان صادق کو اَقۡرَبُ اِلَیۡکُمۡ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ کہہ کر اپنا گرویدہ بنا لیا۔

سُبحان اللہ! اس بے نیازیٔ حسن کی کچھ حد بھی ہے، ساز معرفت کے لئے زیر و بم واقعۂ کربلا، ریاض زہد و ریاضت کے لئے مقراض ابن ملجم، کوئی عاشق آرے سے چیرا جاتا ہے، کوئی مشتاق جمال کی آگ میں پھینکا جاتا ہے۔ کسی کے لئے سولی تجویز ہوتی ہے اور کسی کے لئے پیالۂ زہر تیار کیا جاتا ہے، مگر غیروں کے لئے باغ ارم و دولت و حشمت قارونی و سطوت و صولت فرعونی مہیا ہے۔ اس معشوق حقیقی کے جس نے اپنے خاص انداز دلربائی سے کتاب عشق پر ہمیشہ کے لئے مہر غم ثبت کر دی۔ لیکن عاشقان نہانخانۂ خلوت کی ادا بھی دیکھنے کے قابل ہے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

گلا تیغ قاتل کے نیچے ہے اور آنکھ جلوۂ معشوق کا مزا لے رہی ہے، سجدہ میں ضرب تیغ زہر آلود رگ حیات دنیاوی کو قطع کرتی ہے منہ سے فزت و ربّ الکعبہ نکلتا ہے۔ گردن میں طوق پاؤں میں زنجیر آہنی، آگے آگے نیزوں پر باپ بھائیوں، عزیزوں کے سر، پیچھے پیچھے جلاد درہ لئے ہوئے کس شان سے منازل عشق طے ہو رہے ہیں۔ اور شوق وصال یہ ہے کہ کربلا سے دمشق تک کے سفر میں معشوق کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

جب جلوہ آرائے ازل نے تخلیق فطرت و تکوین ماسوا کا ارادہ کیا تو ایک ادائے کُنۡ سے

گرا کر ان کو چور چور کر دیا۔ پھر آپ کے کندھوں سے اتر آیا ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ بلحاظ ادب میزاب کی طرف سے کود پڑے جب نیچے آ گئے تو ہنسنے لگے۔ آنحضرتؐ نے وجہ پوچھی عرض کیا کہ مجھے ہنسی اس بات پر آئی کہ اس قدر بلندی سے میں نے جست کی۔ مگر مجھے صدمہ نہیں پہنچا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم کو محمدؐ نے اوپر چڑھایا اور جبرئیلؑ نے نیچے اتارا، پھر تمہیں چوٹ اور صدمہ کیسے پہنچتا"۔

علامہ حاکم نے اس واقعہ بت شکنی کو تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"جب سب بت گرانے کے بعد تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا جو لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اور بہت بلند تھا پہلے آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کے کندھوں پر چڑھ کر اس کے گرانے کی کوشش کی لیکن وہ جسم اطہر کا بار برداشت نہ کر سکے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے ان کو اپنے شانہ اقدس پر چڑھا کر اس کے گرانے کا حکم دیا۔ انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی پاش پاش کر ڈالا جس سے کعبہ کی تطہیر کامل ہو گئی"۔ سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۹۸ - ابو عبد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثانی۔ کتاب التفسیر ص ۳۶۷۔

تاریخ روضۃ الاحباب جلد اوّل ص ۲۹۴، ۲۹۵ میں اس واقعہ کو بہت خوبصورتی سے لکھا ہم یہاں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

چندیت بزرگ را در موضع بلند نہادہ بودند چناں کہ دست بآں نمی رسد علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بعرض رسانید کہ یا رسول اللہ پائے مبارک را بر کتف من زدایں اصنام را فرد دآرآں سرور فرمود یا علی ترا طاقت ثقل نبوت نیست تو پائے خود را بر کتفِ من نہ و این کار بکن۔ حضرت علی امتثالاً لامر پائے خود بر کتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہاد و آنہا را فرو گرفت۔ درین حالت حضرت از دے پرسد کہ خود را چگونہ می یابی گفت یا رسول اللہ صلعم چناں مے بینم کہ حجب مکشوف شدہ و گویا سرمن بساقِ عرش رسیدہ بہر چہ دست دراز می کنم بدست می آید حضرت فرمود اے علی خوشا وقت تو کہ کار حق می کنی و خوشا حال من کہ بار حق میکشم در روایتے آنکہ فرمود یا علی رسیدی آں چہ می خواستی۔ علی در جواب گفت آرے بخدائیکہ ترا براستی مبعوث فرمودہ کہ چناں می بینم خود را اگر خواہم دست بآسمان توانم رسانید پس بتاں را بزمین انداخت و قطعہ ساخت داز نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیانداخت از جہت ادب و شفقت بر آنحضرت و چوں بزمین رسید تبسمے فرمود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از دے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد۔ گفت خود را از چنیں جائے بلند انداختم و ہیچ الم بمن نرسید۔ آں سرور فرمود چگونہ یا علی الم بتو برسد حالانکہ ترا محمد صلعم برداشتہ بود و جبرئیل ترا فرود آورد......... و گویند یکے از شعرائے

عرب اشارت باین قصہ کردہ دریں ابیات کہ:-

قِيْلَ لِيْ قُلْ لِعَلِيٍّ مِدْحًا — ذِكْرُهُ يُخْمِدُ نَارًا مُوْصَدَةً
گفتی مرا کہ مدح علی گوئی اے زہے — کز آں نمیر د آتش آں دل کہ بے ضیاست

قُلْتُ لَا اَقْدِرُ فِيْ مَدْحِ امْرِءٍ — ضَلَّ ذُو اللُّبِّ اِلٰى اَنْ عَبَدَهُ
اقدام چوں کنیم بمدح کسے کزو — در گمرہی فتاد گردے کہ او خداست

وَالنَّبِيُّ مُصْطَفٰى قَالَ لَنَا — لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ لَمَّا صَعِدَهُ
برکتف مصطفٰے ید قدرت نہادہ دست — شام وصال ایں سخن از قول مصطفٰے است

وَضَعَ اللّٰهُ بِظَهْرِيْ يَدَهُ — فَاَحَسَّ الْقَلْبُ اَنْ بَرَّدَهُ
جائے کہ حق براں ید قدرت نہادہ بود — از روئے احترام براں پائے مرتضٰی است

وَعَلِيٌّ وَاضِعٌ اَقْدَامَهُ — فِيْ مَحَلٍّ وَضَعَ اللّٰهُ يَدَهُ
گفتم حدیث راست دلے میرد از حسد — ہر خارجی کہ بشنود از من حدیث راست

یہ واقعات مع اس قصیدہ مدحیہ کے تاریخ حبیب السیر میں بھی درج ہیں۔ اب ہم ان تمام حوالہ جات کو ایک جگہ جمع کر کے لکھتے ہیں۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو سوم ص ۹۳۔ روضۃ الاحباب جلد اول ص ۲۹۴، ۲۹۵۔
امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الاول ص ۱۵۱ - ۸۴۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۲۰۰، ۲۰۱۔
شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الثامن والاربعون ص ۱۴۱ - ۱۳۹۔
تفسیر النیسابوری۔ فی تفسیر قولہ تعالیٰ جاء الحق وذھق الباطل - الآیہ۔
حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۱۶، ۳۱۷۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص ۱۰۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۱۷۔
حافظ محمد علی حیدر حنفی: سیرۃ العلویہ حصہ اول ص ۹۸۔
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۴۹۷۔ منہاج السنۃ ابن تیمیہ الجزء الثالث صٓ۔
سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۹۹، ۱۰۰۔ وسیلۃ النجاۃ مولوی محمد مبین ص ۷۳، ۷۴ کفایت الطالب۔
ابن الکنجی ص ۱۲۸۔ شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء اردو ترجمہ حصہ سوم ص ۲۷۷۔

یہ واقعہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بت پرستی کو معدوم کرنا اور عبادتگاہوں کو بتوں سے پاک و صاف کرنا۔ آنحضرتؐ کی رسالت کا مقصد اولی تھا۔ بلکہ یہ وہی کار رسالت تھا۔ جب ہی تو آنحضرتؐ کا بوجھ حضرت علیؑ سے سنبھالا نہ گیا۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ اگر محض انسانی بوجھ ہی ہوتا تو آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کے لیے اپنے کندھوں پر اٹھالینا کونسا دشوار کام تھا۔ اس کار رسالت میں آنحضرتؐ نے سوائے اپنے جانشین کے اور کسی کو شامل نہ کیا یہ کام کوئی اور کر ہی نہ

سکتا تھا۔ آنحضرتؐ کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ کارِ رسالت میں میرا ہاتھ بٹانے والا علیؑ ابن ابی طالب ہے لہٰذا وہی میرا جانشین ہو سکتا ہے اور ہے۔ اگر لوگوں کے سامنے یہ اعلان بالفعل منظور نہ ہوتا تو آپ سیڑھی منگا کر تمام بتوں کو خود ہی گرا دیتے۔ کعبہ کو بتوں سے صاف کرنے کے بعد اطراف و جوانب کے بت خانوں کو حضرت علی علیہ السلام سے صاف کروایا۔ بہتوں کو منہدم کرا دیا۔
محمد علی حیدر حنفی؛ سیرۃ العلویہ حصہ اوّل ص ۱۰۰۔

فعل ۱۱ تبلیغ سورۃ برأت آخر ذیقعدہ ۹ھ ہجری۔

کتب تواریخ و احادیث کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تو جناب رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر کو اس سال کے موسم حج میں سورۂ برات کی چالیس آیات کی تبلیغ پر مامور کیا۔ لیکن حضرت ابوبکر کے روانہ ہوتے ہی جبرئیل علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر نازل ہوئے کہ تبلیغ یا آپ کریں یا علیؑ۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کے عقب میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ حضرت ابوبکر سے سورۂ برأت کی آیات لے لیں۔ اور تبلیغ کریں۔ حضرت علیؑ خاص ناقہ رسولؐ پر سوار ہو کر چلے اور ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد حضرت ابوبکر کو جا لیا۔ اور مطابق حکم خدا و رسولؐ ان کو معزول کر کے خود روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوبکر وہیں سے واپس جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آئے اور شکایتاً دریافت کیا کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حکم نازل ہوا ہے کہ تبلیغ میں کروں یا میرے اہل بیتؑ میں سے کوئی کرے کوئی غیر نہیں کر سکتا۔ مدعا تھا کہ ساری امت کو معلوم ہو جائے کہ یہ بزرگوار ایک سورہ کے ایک حصہ کی تبلیغ کی اہلیت نہیں رکھتے۔ خلیفہ و جانشین رسولؐ تو سارے قرآن کی تعلیم و تبلیغ و تاویل کے لئے مامور ہوتا ہے۔ یہ واقعہ مسلّم ہے۔ اکثر کتب تواریخ و احادیث میں درج ہے۔ اس واقعہ کے راویان خود جناب امیر علیہ السلام و ابن عباس و ابوسعید خدری و ابن عمرو و ابوہریرہ و سعد ابن ابی وقاص و ابو رافع اور انس بن مالک ہیں۔ چند عبارات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

عن علی ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم بعث براۃ الی اهل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعه بعلی فقال خذ هذا الكتاب فامض به اهل مكة فلحقته واخذت الكتاب منه قال فانصرف ابوبكر وهو كئيب قال يارسول الله انزل فی شیئ قال لا الا انی امرت ان ابلغه انا و رجل من اهل بيتی۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے ابوبکر کو سورۂ برات کی تبلیغ کے لئے مکہ بھیجا لیکن ان کے پیچھے مجھے (حضرت علیؑ کو) روانہ کیا اور فرمایا کہ ابوبکر سے سورہ براۃ لے لو اور اہل مکہ پر تبلیغ کر دو۔ پس میں ابوبکر سے راستہ میں مل گیا اور سورۂ برات ان سے لے لی۔ ابوبکر رنجیدہ و کبیدہ خاطر واپس آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے

اخرجۂ النسائی۔ آنحضرت نے جواب دیا۔ نہیں۔ لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس کی تبلیغ یا خود میں کروں یا میرے اہلبیت کا فرد تبلیغ کرے۔

عبیداللہ امرتسری : ارجح المطالب باب چہارم ص ۵۸۷۔

صحیح بخاری میں یہ واقعہ تین جگہ لکھا ہے۔ کنز العمال میں تحریر ہے کہ جب معزول ہو کر حضرت ابوبکر جناب رسالتؐ مآب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے۔ اور رو رو کر شکایت کی۔ علی المتقی : کنزالعمال۔ الجزء الاول ص ۲۴۶۔ یہ عبارت قابل غور ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکرؓ کو واپس ہی بلالیا۔ یہ لیپا پوتی کہ انہوں نے امارت حج کے فرائض انجام دیئے غلط ہے۔ امیرحج کا سب سے بڑا فرض یہی تبلیغ سورۃ براۃ تھی۔ حضرت ابوبکر کا سورۂ براۃ کو لے کر روانہ ہونا تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے۔

ثم قال لعلی الحقه فرد علی ابی بکر و بلغها انت ففعل فلما قدم ابوبکر بکیٰ فقال یا رسول الله حدث فی شیئی قال ما حدث فیك الا خیر ولکن امرت ان لا یبلغه الا انا او رجل منی۔

(ابوبکر کے روانہ ہونے کے بعد) جناب رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر تک پہنچو۔ ابوبکر کو میرے پاس واپس کر دو اور تم خود اس سورۃ کی تبلیغ کرو۔ پس علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ جب ابوبکر واپس جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت روئے اور رو رو کر عرض کی کہ کیا میرے خلاف کوئی بات نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ خیریت ہے لیکن مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس کی تبلیغ یا تو میں خود کروں یا وہ شخص کرے جو مثل میرے نفس کے ہو۔ علی المتقی : کنزالعمال۔ الجزء الاول ص ۲۴۶۔ حدیث نمبر ۴۴۰۰ و ص ۲۴۷ حدیث نمبر ۴۴۱۱

اخرج احمد بسند حسن عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث ببرأة مع ابی بکر فلما بلغ ذا الحلیفة قال لا یبلغها الا انا او رجل من اهل بیتی فبعث بها مع علی ... عن علی لما نزلت عشر ایات من برأة فبعث بها النبی صلی الله علیه وسلم مع ابی بکر لیقرأها علی اهل مکة ثم دعانی فقال ادرك ابا بکر فحیثما لقیته فخذ منه الکتاب فرجع ابوبکر فقال یا رسول الله انزل فی شیئ فقال لا لکن جبریل قال لا یؤدی عنك الا انت او رجل منك

امام احمد حنبل نے صحیح اسناد کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے سورہ براۃ کی آیات ابوبکر کو دیکر بھیجا۔ جب وہ ذوالحلیفہ تک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ کار تبلیغ یا میں کروں یا وہ جو مجھ میں سے اور میرے اہلبیت سے ہو پس آپ نے علیؑ کو بھیجا۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ جب دس آیات سورہ برأت کی نازل ہوئیں تو جناب رسولؐ خدا نے ابوبکر کو وہ آیات دیکر بھیجا کہ اہل مکہ پر پڑھیں تو پھر آنحضرتؐ نے مجھے بلایا اور کہا کہ فوراً ابوبکر کو جاکر ملو۔ جہاں بھی ان کو مل سکو اور وہ آیات ان سے لیکر تم تبلیغ کرو۔ پس میں نے ایسا ہی کیا اور ابوبکر واپس جناب رسولؐ خدا کے پاس آئے اور پوچھا کہ میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے آپ نے

فرمایا اور تو کچھ نہیں لیکن جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ کار تبلیغ کے فرائض کی ادائیگی صرف تم کر سکتے ہو یا وہ جو تم ہی سے ہو۔ لہذا میں نے علیؑ کو بھیجا۔

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء الثامن باب الا الذین عاھدتم من المشرکین صد۲۴۱ کتاب التفسیر سورۂ برأت۔

تاریخ حبیب السیر میں اس گفتگو کو جو جناب ابوبکر کی معزولی کے بعد ابوبکر و آنحضرتؐ میں ہوئی ہے اس طرح لکھا ہے۔

"چوں امیر المومنین ابوبکر بملازمت حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام رسید از آنحضرتؐ پرسید کہ یا رسول اللہ از من چہ صادر شد کہ از قرأت سورۂ برأت۔ ممنوع گشتم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ہیچ منقصتے بحال تو راہ نیافتہ ولکن الامین ھبط الی من اللہ عزوجل بانہ لایودی عنک الا انت اورجل منک وعلی منی وھو اخی ووصی ووارثی وخلیفتی فی اھل بیتی وامتی بعدی یقض دینی وینجز وعدی ولا یودی عنی الا علی۔ ترجمہ جب امیر المومنین ابوبکر راستہ ہی سے واپس ہو کر جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ اے رسول اللہ مجھ سے کیا قصور صادر ہوا کہ سورۃ برأت کی تبلیغ سے منع کر دیا۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تم سے کوئی گناہ تو صادر نہیں ہوا لیکن جبرئیل امین خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام لے کر میرے پاس نازل ہوئے کہ تبلیغ و فرائض کی ادائیگی صرف تم کو کرنی چاہیے یا اس کو جو تم ہی سے ہو اور علی مجھ ہی سے ہے۔ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے میرا وارث ہے میرے اہلبیت میں اور میری امت میں میرا خلیفہ ہے۔ میری ذمہ داریاں یہ ادا کرے گا۔ اور میرے وعدے یہ ہی پورے کرے گا میرے کام کی تکمیل کرے گا اور ان امور کو سوائے علیؑ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

اخوند میر شاہ ہروی: روضۃ الصفا جلد دوم ص ۹۰۴۔

ابن سعد: طبقات الکبرٰی ج ۲ قسم ا ص ۱۲۱۔

امام احمد حنبل: الجزء الاول ص ۲، ۱۵۰، ۱۵۱۔ الجزء الثانی ص ۲۹۹ و جزء الثالث صد۲۱۲ و ۲۸۳۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۷۳، ۱۷۴، ۲۰۳۔

ابوعبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین جزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۳۔

تاریخ ابی الفداء جزء اول صد۱۵۰ — حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی صد۱۵۶

تاریخ حبیب السیر جلد ا۔ جزء سیوم صد۴ — صحیح بخاری پارہ ۲ ص ۲۲۸۔ کتاب الصلوٰۃ پارہ ع۱۹ کتاب التفسیر

ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ الجزء الثامن صد۲۴۱ کتاب التفسیر

عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔

علی المتقی: کنز العمال - الجزء الاول ص۲۴۶ حدیث ۴۴۰۰ ص۲۴۷ حدیث ۴۴۱۱
میرزا محمد بن معتمد خان: نزول الابرار ص۱۹ جلال الدین السیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص۲۰۹، ۲۱۰
ابن الاثیر: تاریخ الکامل - الجزء الثانی ص۱۱۱ ذکر حج ابی بکر رضی اللہ عنہ۔
محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص۱۵۴ احسن علی محدث: تفریح الاحباب ص۳۱۹
روض الانف۔ الجزء الثانی ص۳۲۸ - ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص۲۳۷، ۲۵۷
عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص۵۸۷ و ۵۸۸۔
شاہ ولی اللہ: قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۱۱۸، ۱۱۹۔
اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوئم ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵۔
محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی باب سوم ص ۱۰۳۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص۲۲۔
شاہ عبد الحق: مدارج النبوۃ جلد دوئم ص۴۹۲ وجذب القلوب الی دیار المحبوب
ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم - باب دوازدہم ص۲۱ صحیح ترمذی: ک ۴۴۔ سورۃ ۹ ح ۰۵۔
شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء - ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ۔ الجزء الرابع ص ۱۸۰۔
جلال الدین السیوطی، جمع الجوامع۔ تفسیر معالم التنزیل۔
موفق الدین ابو العباس احمد بن یوسف بن الحسن الکواشی تفسیر تلخیص۔
علی بن برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۲۳۷۔
شیخ سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ باب الثامن عشر ص۸۸ مطبوعہ اسلامبول وسیلۃ النجات۔
مولوی محمد مبین ص ۹۲۔ مطالب السئول ص ۵۹، ۶۰ کتاب المناقب اخطب خوارزم۔ الفصل الخامس عشر ص ۸۹ - ۱۲۶ - ۱۲۷۔

یہ نہایت عظیم الشان واقعہ تھا۔ اس سے بہت سے براہ راست اور بہت سے ضمنی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت علیؑ اہلبیت رسولؐ ہیں۔
۲۔ جو کار نبوت جناب رسولؐ خدا کر سکتے تھے وہی علی مرتضٰیؑ کر سکتے تھے۔ اور یہی اصل و نائب کی یگانگت، خلافت کی جان اور اس کی اوّل شرط ہے۔
۳۔ جب حضرت ابوبکر صرف دس آیات کی تبلیغ میں جناب رسولؐ خدا کی نیابت نہیں کر سکتے تھے تو ان کے سارے کام کی نیابت کی اہلیت تو مطلقاً ہی نہ تھی۔
۴۔ نیابت وخلافت بحکم خداوندی ہوتی ہے اور اس میں اُمت کو مطلقاً دخل نہیں اور رسولؐ کو بھی خداوند تعالیٰ کی اجازت کے بعد اس میں دخل ہوتا ہے۔
۵۔ یہ ایسا عظیم الشان وپراز نتائج واقعہ تھا کہ جناب ابوبکر کو اپنی معزولی سے رنج ہوا۔

۶۔ حضرت علیؑ کی فضیلت حضرت ابوبکر پر بغیر کسی شبہ کے واضح ہو گئی۔
۷۔ جناب رسولؐ خدا کی نیابت کے لئے حضرت علیؑ سے بہتر اور موزوں کوئی اور شخص نہ تھا۔
۸۔ عمر میں زیادہ ہونا باعث فضیلت و ترجیح نہیں۔
۹۔ صاف طور سے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ علیؑ میرا خلیفہ و وصی و وارث ہے۔
۱۰۔ حضرت ابوبکر معزول ہو کر فوراً واپس آ گئے اور حضرت علیؑ کی سرداری میں حج کا قافلہ آ گے چلا گیا۔ اگر حضرت ابوبکر امیر حج تھے تو پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں راستہ ہی سے واپس ہونے کے کیا معنی؛
۱۱۔ حضرت عمر کا عذر کہ دعابہ (مزاح) کی وجہ سے علیؑ امارت کے لائق نہیں غلط ثابت ہوا۔

فعل ۱۲ واقعہ مباہلہ۔ کارِ نبوت میں براہ راست شرکت۔

مباہلہ

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (پارہ ۳ سورہ آل عمران ع ۶)

جب کسی دلیل و بحث سے عیسائی نہ مانے تو آخری تدبیر خداوند تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہ بتائی کہ ان سے مباہلہ کرو۔ تم اور علیؑ اور تمہاری اولاد عیسائیوں کے مقابلہ میں نکل کر مباہلہ کریں اس حکم کی تعمیل میں آنحضرتؐ مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ آگے آگے آپ تھے اور آپ کے پیچھے جناب علی مرتضےٰ و فاطمہؑ و حسنینؑ علیہم السلام تھے۔ جب عیسائیوں نے ان کے چہرے دیکھے۔ تو ان کی عظمت و جلالت سے مرعوب ہو کر مباہلہ نہ کیا اور صلح کر لی۔ یہ واقعہ شروع ۱۰ھ ہجری میں ظہور پذیر ہوا۔ اور مسلمات تاریخیہ میں سے ہے۔ اس سے کسی ایک مؤرخ یا محدث یا مفسر نے انکار نہیں کیا۔ یہ ان واقعات خصوصیہ میں سے ہے کہ جن کے مقابلہ میں گروہ اہل حکومت کے علماء اپنے ارکانِ حکومت کے لیے کوئی واقعہ نہ وضع کر سکے۔ کیونکہ واقعات وضع نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس میں کچھ نکتہ چینی کر سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ صرف اتنا ہی کیا۔ اور کر سکتے تھے کہ جن کو تعصب نے بہت مغلوب کر لیا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس واقعہ کو نہ لکھا۔ لیکن اس سے انکار کرنے یا اس کے خلاف لکھنے کی جرأت ان کو بھی نہ ہوئی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ مدارج النبوۃ میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"حضرت صلعم مکتوبے بہ نصارائے نجران فرستاد وایشان را دعوت با سلام کرد۔ پس آں جماعت بعد از مشاورت یکدیگر چہاردہ کس را از قوم خویش اختیار کردہ بمدینہ فرستادند تا احوال رسول را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحقیق کنند وخبر بایشان رسانید وسہ نفر دریں بودند کہ کار وبار و اختیار بدست ایشاں بود یکے عبدالمسیح ملقب بہ عاقب دیگر ایہم ملقب

برسید و دیگر ابوالحارث چوں بمدینہ رسیدند جامہائے راہ از خود دور کردہ حلہائے ابریشمین پوشیدہ و انگشتریہائے طلاء در دست کردہ بہ مسجد نبوی درآمدند و سلام کردند حضرتؐ جواب سلام ایشاں نداد و روئے مبارک از ایشاں بازگردانید

(الی ان قال) پس از مسجد بیروں آمدند بہ عثمان بن عفان و عبدالرحمٰن بن عوف گفتند پیغمبر شما مکتوبے بما نوشت و مارا دعوت نمود چوں نزد او آمدیم و سلام کردیم جواب بہ شنیدیم و ہر چند سخن کردیم روے غیر سکوت چیزے ندیدیم اکنوں رائے شما دریں باب چیست آیا بازگردیم بدیار خود یا توقف کنیم۔ عثمان و عبدالرحمان با علی گفتند رائے تو دریں مہم چیست گفت رائے من آنست کہ این جامہائے فاخر و انگشتریہائے طلا از خود دور کنند و جامہ ہا برسم رہبانان پوشیدہ در مجلس شریف درآیند آں قوم بموجب فرمودہ علی عمل نمودہ نبز د آنحضرت صلعم رفتند و سلام کردند۔ حضرت جواب سلام ایشاں بازداد و فرمود کہ بآں خدائے کہ مرا براستی مبعوث فرمود کہ ایں قوم نوبت اول چوں بمجلس من درآمدند شیطان با ایشاں بود بعد از آں سرور عالم ایشاں را با سلام دعوت نمود ایشاں بآنحضرت گفتند چہ می گوئی در شان عیسے۔ آنحضرتؐ فرمود۔ امروز جواب شما نمی گویم اقامت کنید دریں بلدہ تا جواب ایں سوال بشنوید گویا انتظار وحی کرد پس روز دیگر ایں آیت نازل شد اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۔ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۔ سید عالم ایشاں را طلبیدہ و آیات بر ایشاں خواند۔ مگر آنہا اقرار نکردند بر اعتقاد خویش مصر بودند حضرت فرمود چوں باور نمی کنید بیائید تا با یکدیگر مباہلہ کنیم یعنی دعا کنیم در شان یکدیگر و گوئیم لعنت خدا بر دروغگویان باد۔ گفتند مارا مہلت دہ تا دریں باب تاملے کنیم و فردا بیائیم روز دیگر صباح بہ نزد رسول صلعم آمدند۔ و حضرت خود مستعد و منتہی مباہلہ بود حسینؑ بن علیؑ را در بغل کردہ حسن را بدست مبارک خود گرفتہ و فاطمہ زہراؑ در عقب آنحضرتؐ و علی مرتضےؑ در عقب فاطمہؑ و حضرت فرمود با ایشاں کہ چوں دعا کنیم شما آمین گوئید۔ سبحان اللہ ایں چہ وقت و چہ حالت و چہ شاہد چہ مشہود گروہ نصاریٰ چوں ایں پنجتن را دیدند۔ و حدیث دعا و آمین شنیدند بترسیدند۔ ابوالحارث بن علقمہ کہ دانشمند ایشاں بود گفت اے قوم ہر آستیکہ من روئے چندمی بینم اگر بخواہند از خدا کہ زائل گرداند کوہ را از جائے خود زائل می گردد بخواہش ایشاں۔ زنہار مباہلہ نکنید کہ ہلاک شوید و ہیچ نصرانی بروئے زمین نماند و فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سوگند بخدائے کہ بقائے ذات من در دست قدرت اوست کہ اگر مباہلہ می کردند مسخ کردہ می شدند بصورت قردہ و خنازیر و میر بخت ایں وادی برایشاں آتش را و بیخ برکندہ می شوند اہل نجران ہمہ مرغان کہ بر سر درختان ایشاں اندو یک نمی گذاشت کہ تمام نصاریٰ ہلاک شدند پس گفتند یا اباالقاسم باتو مباہلہ نمے کنیم۔ فرمود پس مسلمان شوید گفتند ایں کار از ما نمے آید فرمود پس محاربہ را آمادہ شوید گفتند مارا طاقت و قوت محاربہ باتو نیست ولیکن مصالحت می کنیم باتو بر آنکہ ہر سال دو ہزار حلہ ہر حلہ چہل درہم باشد دہیم و بر دابیے آمدہ کہ سی اسپ و سی شتر و سی زرہ و سی نیزہ دہیم پس بریں جملہ مصالحت واقع شد"
شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم صـــ۴۹۸ـــ تا ۵۰۰ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور واقع کانپور ۱۹۰۲ء۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزو سوم ص ۷۳، ۷۴۔

ترجمہ جناب رسولؐ خدا نے ایک مکتوب نصاریٰ نجران کے پاس بھجوایا اور ان کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اہل نجران نے بعد مشاورت ۱۴ آدمیوں کو اپنے میں سے منتخب کر کے مدینہ آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا تاکہ جناب رسولؐ خدا کے حالات کی تحقیق کر کے انکے پاس خبر بھجوائیں ان میں سے سارا معاملہ صرف تین آدمیوں کے ہاتھ میں تھا ایک عبدالمسیح المعروف بہ عاقب دوسرا ایہم ملقب بہ سید اور تیسرا ابوالحارث جب وہ لوگ مدینہ پہنچے تو اپنے سفر کے کپڑے اتار کر لباس فاخرہ ریشمی و انگشتریٰ ہائے طلائی پہن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں مسجد میں آئے اور سلام کیا۔ لیکن آنحضرتؐ نے جواب سلام کچھ نہ دیا۔ بلکہ اپنا منہ ان کی طرف سے پھیر لیا۔ وہ لوگ مسجد سے باہر آئے اور عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ تمہارے پیغمبر نے ہم کو خط لکھ کر بلایا اور جب ہم گئے اور سلام کیا تو سلام کا جواب تک انہوں نے نہ دیا۔ حالانکہ ہم گفتگو کرتے تھے۔ لیکن اُدھر سے سوائے خاموشی کے جواب نہیں ملتا تھا اب تمہاری رائے کیا ہے ہم واپس جائیں یا ٹھہرے رہیں۔ عثمان و عبدالرحمٰن آنحضرتؐ کی طبیعت و منشار کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے حضرت علیؑ کی خدمت میں آن کر عرض کی کہ آپ کی رائے کیا ہے حضرت علیؑ نے کہا کہ یہ لوگ یہ لباس فاخرہ وریشمی و سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں اور راہبانوں کا سا لباس پہن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ان لوگوں نے حضرت کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر آن کر سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب سلام دیا اور فرمایا کہ قسم بخدائے لایزال جس نے مجھ کو مبعوث براستی کیا ہے جب یہ لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے تو ان کے ہمراہ شیطان تھا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے انکو اسلام کی طرف دعوت دی ان لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ عیسیٰ کی شان میں کیا کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس سوال کا جواب میں تم کو آج نہیں دیتا۔ اس شہر میں ٹھہرو تاکہ اس سوال کا جواب مجھ سے سنو۔ گویا آپ منتظر وحی تھے۔ پس دوسرے روز یہ آیات نازل ہوئیں بہ تحقیق عیسیٰ کی مثال آدمؑ کی طرح ہے کہ پہلے اس کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر خدا نے فرمایا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ حق ہے تیرے خدا کی طرف

سے اب شک کرنے والوں میں نہ ہو۔ پس اس کے بعد کہ تیرے پاس یہ علم آچکا ہے اگر کوئی تجھ سے حجت کرے تو تو اس سے کہہ کہ آؤ ہم تم اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اپنے نفسوں کو جمع کر کے پھر آپس میں مباہلہ کریں۔ پس خدا کی لعنت جھوٹ بولنے والوں پر ہو۔ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو طلب کیا اور ان پر یہ آیات تلاوت فرمائیں لیکن انہوں نے اقرار نہ کیا اور اپنے اعتقاد پر قائم رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب چونکہ تم کو یقین نہیں آتا آؤ تاکہ ہم مباہلہ کریں یعنی ایک دوسرے کو بد دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو آپ مہلت دیں تاکہ آپس میں مشورہ کر لیں اور کل آئیں پس دوسرے روز صبح کو وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اس طرف آنحضرتؐ نے مباہلہ کا انتظام کر لیا تھا۔ حسینؑ ابن علیؑ کو گود میں لے کر حسن ابن علیؑ کی انگلی پکڑ کر اس طرح نکلے کہ آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علیؑ و فاطمہؑ تھے۔ آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ سبحان اللہ کیا وقت اور کیا سماں تھا۔ کیسے گواہ تھے کیسے مشہود تھے جماعت نصاریٰ نے جب ان پنجتن پاک کو دیکھا اور آنحضرتؐ کے اس ارشاد دعا و آمین کو سنا تو ڈر گئے ابوالحارث بن علقمہ کہ سب سے زیادہ دانشمند تھا کہنے لگا کہ اے قوم میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ ہٹ جائے تو خداوند تعالیٰ ان کی خواہش کے مطابق پہاڑ کو ہٹا دے۔ ہرگز مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو گے اور کوئی نصرانی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قسم بخدائے وحدہٗ لاشریک جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور خداوند تعالیٰ ان کے اوپر آگ برساتا۔ اہل نجران ہلاک ہوتے۔ ان کے درختوں پر ایک پرندہ باقی نہ رہتا۔ اور تمام نصاریٰ ہلاک ہوتے پس ان لوگوں نے عرض کی کہ اے ابوالقاسم ہم مباہلہ نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ یہ کام ہم سے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں آپ کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اس بات پر صلح کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار پوشاکیں جن میں ہر ایک کی قیمت چالیس درہم ہو گی۔ آپ کو ادا کریں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے علاوہ تیس گھوڑے، تیس شتر، تیس زرہ، تیس نیزہ بھی ہم دیں گے پس ان تمام پر مصالحت ہو گئی"۔

محدث شیرازی آنحضرتؐ کے مباہلہ کے لئے باہر آنے کا نقشہ اس طرح کھینچے ہیں۔

"حال آنکہ حضرت از حجرہ شریف بیروں آمدہ بود و حسین ابن علی را در زیر بغل و دست حسن را بدست خویش گرفتہ فاطمہ و علی مرتضےٰ از عقب آں سرور بودند۔"

روضۃ الاحباب جلد اوّل ص ۳۶۵۔

ابوحاتم رازی نے اس واقعہ کو بالکل اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے۔ جیسا ہم نے اوپر مدارج النبوۃ و حبیب السیر سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ فقرہ ہے اقبل معہ علی والحسن والحسین وفاطمۃ یعنی آنحضرتؐ مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ آپ کے ہمراہ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و فاطمہؑ تھے۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب سوم صہ ۴۰۹۔

چشم زدن میں چندیں عالم ہائے گوناگوں کو تہان عدم سے نکال کر منصۂ شہود پر جلوہ گر کر دیا۔ اور نظام کارگاہ ظاہری کو اختلاف صور و اتفاق معانی سے مزین کر کے انسان کو وحدت فی الکثرت کا تماشا دکھایا۔ لیکن غیرت خداوندی نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس گمِ درِ ہستی کو ایسے بحر مواج و تلاطم انگیز میں بے ساز و سامان چھوڑ دے۔ لہٰذا اس کو عقل کا سفینہ دیا کہ اس کے ذریعہ سے صور ظاہری کے تماشا گاہ سے گزر کر خلوت گاہ وحدت و نہاں خانۂ سطوت کی طرف رجوع کر سکے۔ لیکن محض عقل کافی نہ تھی، اس سفینہ کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے لنگر و بادبان اور رات کی تاریکی کے لئے درخشندہ ستاروں کی ضرورت تھی، لہٰذا جب وہ قدرت ابداعی عالم ماسوا کو آراستہ و مزین کر چکی تو اپنی شان جمالی کا تماشا خود کیا، اور تمام مخلوقات میں سے ان برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کر لیا۔ جو عقل انسانی کے سفینہ کو گرداب کثرت سے نکال کر ساحل وحدت کی طرف لے جا سکتے تھے۔ ان میں سے چند کو مُنذر اور چند کو ہادی قرار دیا، جو مُنذر تھے، ان کے لئے جامۂ نبوت و رسالت تیار ہوا۔ اور جو ہادی تھے ان کو خلعت امامت سے سرفراز کیا۔ اس طرح رسالت و امامت ہمیشہ توام چلے آئے یہاں تک کہ نبوت جناب ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ختم ہوئی اور امامت و خلافت کا تاج جناب علی مرتضےٰ؏ کے سر پر رکھا گیا۔ جتنا بنی نوع انسان کو انسانی ذرائع سے ڈرایا جا سکتا تھا ڈرایا گیا جتنا راہ ضلالت و طریق ہدایت کو وضاحت کے ساتھ نمایاں کیا جا سکتا تھا، کیا گیا۔ سلسلۂ نبوت ختم ہوا لیکن وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی کی ضرورت اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ قوم دُنیا میں باقی ہے، لہٰذا امامت ختم نہ ہوئی اور یہ سلسلہ جناب علی مرتضےٰ؏ سے آگے بڑھا۔ لائق حمد و ثنا وہ رب رحمان و رحیم ہے، جس نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ان دو بزرگ ہستیوں کو منتخب فرمایا۔ اور پھر اتنی عظیم الشان شے یعنی رسالت ختم المرسلین کا اجر و عوض آنحضرتؐ کی آل کی محبت کو قرار دیا۔ یہی نہیں بلکہ اس محبت کو اُمّتِ محمدیہ کا محک امتحان مقرر فرمایا۔ ظاہر میں تو کیسی آسان بات ہے محض محبت کرنا، کون اپنے محسن اور اس کی اولاد سے محبت نہیں کرتا لیکن عمل میں دُنیا کی ظاہری وجاہت و سطوت و زینت و شوکت کو اس کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کر دیا تاکہ یہ آسان سی بات، محبت اتنی مشکل ہو جاوے کہ واقعی ایک عظیم الشان شے کا اجر کہلائے اور امتحان کی عظمت و وقعت میں فرق نہ آنے پائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کم لوگ اس محک امتحان میں پورے اُترے اور جس امر واقعہ کا اظہار اس فقرے میں کیا گیا ہے کہ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ وہ پھر ثابت ہو گیا۔ جب حالت یہ ہے تو پھر کیوں مرزا نوشہ کو امر حق سمجھنے کی داد نہ دی جائے ؎

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بُوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگیٔ بُوترابؑ میں

اس فیاض ازل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھ جیسے قلیل بضاعت والے انسان کو امر حق

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری اپنی تفسیر کشاف میں آیۂ مباہلہ کی تفسیر میں یہ واقعات بالکل اسی طرح لکھنے کے بعد حضرت عائشہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں۔

وعن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم خرج وعلیہ مرط مرجل من شعر اسود فجاء الحسن فادخلہ ثم فاطمہ ثم علی ثم قال اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ۔۔۔۔ وفیہ دلیل لاشی اقوی منہ علی فضل اصحاب الکساء علیہم السلام

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ مباہلہ کیلئے اسی طرح نکلے کہ آپ کالی ردا اوڑھے ہوئے تھے حسنؑ آئے انہیں اپنی ردا کے اندر کر لیا پھر فاطمہؑ و پھر علیؑ آئے اور ان کو بھی اپنی ردا کے اندر داخل کر لیا پھر آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی کہ یہ اہلبیت ہیں جن سے رجس دور کیا گیا ہے اور جن کو پاک و صاف کیا گیا ہے .... اس میں آل عبا کے لیے نہایت قوی دلیل ان کی فضیلت کی ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری : کشاف الجزء الاول۔ تفسیر آیۂ مباہلہ ص ۲۰۷۔

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں تحریر کرتے ہیں۔

عن ابی رباح مولی ام سلمہ قال قال رسول الله لو علم الله تعالیٰ فی الارض عبادا اکرم من علی وفاطمة والحسن والحسین لامرنی ان اباهل بهم ولکن امرنی بالمباهلة مع هولاء وهم افضل الخلق فغلبت بهم الیهود والنصاریٰ فمن حَاجَّكَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ قال فی الکشاف لادلیل اقوی من هذا علی افضل اصحاب الکساء وهم علی وفاطمه والحسنان لانها نزلت دعاهم صلی الله علیہ وسلم فاحتضن الحسین و اخذ بید الحسن ومشت فاطمه خلفه وعلی خلفهما فعلم انهم المراد من الآیة۔

ابو ریاح حضرت ام سلمہ کے غلام کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اگر خداوند تعالیٰ کو تمام دنیا میں علی و فاطمہ و حسنین سے زیادہ فضیلت والے لوگ معلوم ہوتے تو وہ مجھے ان کی مدد سے مباہلہ کرنے کا حکم دیتا لیکن اس نے مجھے حکم دیا کہ میں علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ کی مدد سے مباہلہ کروں وہ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ افضل ہیں۔ ان کی وجہ سے نصاریٰ و یہود مغلوب ہوئے۔ یہ تفسیر آیۂ فمن حاجك فیه الآیہ کشاف میں لکھا ہے کہ کوئی دلیل آیۂ مباہلہ سے قوی تر فضیلت اصحاب کساء میں نہیں ہے اور اصحاب کساء علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں کیونکہ جب یہ آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو جناب رسولؐ خدا نے ان کو بلایا۔ حسینؑ کو اپنی گود میں لیا۔ حسنؑ کی انگلی اپنے ہاتھ میں پکڑی۔ آپ کے پیچھے فاطمہؑ تھیں اور ان دونوں کے پیچھے حضرت علیؑ تھے پس اس آیہ میں ان ہی لوگوں سے مراد ہے۔

ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول فی الآیات الواردہ فیہم الآیۃ التاسعہ ص ۹۲۔

تمام حوالجات کو ہم ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔
صحیح مسلم۔ جزء السابع۔ کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل علی رضی اللہ عنہ ص ۱۲۰ و ۱۲۱۔
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی حدیث ثالث ص ۷۲، و باب الحادی عشر الفصل الاول فی الآیات الواردہ فیہم الآیۃ التاسعہ ص ۹۳۔
شاہ عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۹۸ تا ۵۰۰۔
ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم۔ باب سیزدہم در بیان وقائع سال دہم از ہجرت ص ۲۱۲، ۲۱۳۔
تاریخ حبیب السیر۔ جلد اول۔ جزء سوم ص ۴۲، ۴۷۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۸۸۔
ابن کثیر شامی: البدایہ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۳۳۹
ابوعبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۵۔
جلال الدین السیوطی: تفسیر در المنثور الجزء الثانی ص ۳۹۔
جاراللہ الزمخشری: تفسیر کشاف۔ جلد اول ص ۳۰۷۔
تفسیر معالم التنزیل مطبوعہ بمبئی ص ۱۶۰ - تفسیر بیضاوی مطبوعہ نول کشور ص ۱۴۰۔
فخرالدین رازی: تفسیر کبیر۔ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۷۰۰۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۹۔
سید علی الہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ ثانیہ۔ در فصل آل عبا حدیث اول و حدیث چہارم۔
علی بن برہان الدین: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۲۴۰ روضۃ الاحباب جلد اول ص ۳۶۵ سنن ترمذی۔
مولوی حسن الزمان: القول المستحسن فی فخر الحسن ص ۲۶۹ مولوی صدرالدین حنفی: روائح المصطفیٰ ص ۱۶۔
وسیلۃ النجاۃ۔ مولوی محمد مبین ص ۶۷۔ کتاب المناقب خطب خوارزم ص ۷۳، ۱۲۲، کفایۃ الطالب ص ۱۳۔
الباب الثانی والثلاثون فی قولہ عزوجل فقل تعالوا ندع ابناءنا۔ ص ۱۵۴، ۱۵۵۔ ابن تیمیہ۔
منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۱۱۔ نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض جلد ثالث ص ۴۲۳، ۴۵۶۔
شرح زرقانی علی مواہب لدنیہ الجزء الرابع ص ۳۴۴ مسند احمد حنبل الجزء الاول ص ۱۸۵۔
شرح سلیمان قندوزی: ینابیع المودۃ باب السادس ص ۵۱ مطبوعہ اسلامبول۔

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل فوائد مرتب ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ واقعہ تشریح ہے اور نیز ثبوت ہے اس دعا کی مقبولیت کا جو جناب رسولؐ خدا نے شروع زمانۂ نبوت میں حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے مانگی تھی کہ علیؑ سے آپ کا بازو مضبوط کرے اور اس کار عظیم میں ان کو آپ کا شریک و وزیر و خلیفہ مقرر کرے۔

۲۔ وہ لوگ جو اعتراض کرتے ہیں کہ کار نبوت میں شریک ہونے کے کیا معنے؟ وہ اس واقعہ سے اس شرکت کی تشریح و معانی کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

واقعہ بالا سے ۳۔ نتائج اخذ ہوسکتے ہیں۔

۳۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے وکلا، یعنی علماء اہل حکومت کہا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر کی بڑی عمر باعثِ ترجیح تھی اور نیز یہ کہ حضرت علیؑ نے ایسی صغر سنی میں اسلام قبول کیا وہ سبقت اسلامی باعث ترجیح نہیں ہو سکتی اس واقعہ نے اس قسم کی بحث کی جان نکال کر اس کو مردہ کر دیا۔ امام حسینؑ کی ابھی اتنی عمر تھی کہ گود میں رہتے تھے اور امام حسنؑ کی عمر انگلی پکڑ کر چلنے کی تھی۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے نزدیک ان بچوں کا بچپن وہ وقعت رکھتا تھا۔ جس کو ان بڈھوں کا بڑھاپا ترستا تھا۔ جن کی غالباً داڑھیاں ہی ان دونوں بچوں کے قد سے بڑی ہوں گی۔ اور یہ وہی علیؑ ہیں۔ جن کی صغر سنی کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کی کبر سنی پانی بھرتی ہے۔

۴۔ افضل کی موجودگی میں مفضول و کمتر شخص کو منتخب کرنا سنت الٰہی نہیں ہے۔

۵۔ کار نبوت و خلافت میں سقیفہ والے حکام کا حصہ نہیں ہے۔

۶۔ حضرت علیؑ قطعاً و حتماً ان لوگوں سے افضل و بہتر تھے۔ جن کو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے لئے منتخب کیا گیا۔

۷۔ یہ انتخاب خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔

۸۔ چونکہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی اس کے معارض ہے۔ اور اس میں ان بدیہی اصولوں کو نظر انداز کیا گیا۔ بلکہ ان کی مخالفت کی گئی۔ لہٰذا اس اجلاس کی کچھ وقعت نہیں اور وہ خود نظر انداز ہونا چاہیئے۔

۹۔ جب کبھی کار نبوت میں آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا ہوتا تھا تو صرف حضرت علیؑ اور ان کی اولاد و زوجہ محترمہ ہی کو شریک فرماتے تھے کسی دوسرے کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے

۱۰۔ ذرا حسبنا کتاب اللہ کہنے والے غور کریں۔ اس مباحثہ کے لئے قرآن حکیم کی آیات اترتی گئیں۔ اور جناب رسولِ خدا ان کو بحث میں پیش کرتے رہے۔ لیکن کفار کو مرعوب و مغلوب کرنے کے لیے وہ کافی نہ ہوئیں۔ جب کوئی اور صورت ان کو مغلوب کرنے کی نظر نہ آئی تو آخری حربہ استعمال کیا گیا اور وہ قرآن ناطق یعنی اہلبیت تھے۔ معلوم ہوا کہ محض کتاب سامت کافی نہیں ہے۔ اس کے ساتھ قرآن ناطق کی بھی ضرورت ہے۔ جب ہی تو جناب رسولؐ خدا فرمایا کرتے تھے کہ قرآن اور میرے اہل بیت ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں ساتھ ساتھ آئیں گے۔

۱۱۔ لہٰذا نتیجہ نکلا کہ حضرت علیؑ اور صرف حضرت علیؑ ہی خلافت کے مستحق تھے۔ جن کو خدا اور رسولؐ نے اس غرض کے لئے منتخب فرمایا تھا یہ کام امت کا نہ تھا۔ اور انہوں نے غلط اصولوں پر عمل کر کے غلط آدمی منتخب کئے۔

فصل ۱۲ تجہیز جیش اسامہ:۔

تجہیز جیش اسامہ

وحی الٰہی سے آنحضرتؐ کو معلوم ہو چکا تھا کہ رفیق اعلیٰ کی طرف سے پیغام وصال آ گیا ہے حکم الٰہی یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ کے بموجب آپ نے بمقام

غدیر خم یہ آخری پیغام الٰہی اپنی امت کی طرف پہنچا دیا اور اس کے بعد جو آیہ شریفہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ
دِیْنَکُمْ نازل ہوئی اس سے سب لوگوں پر واضح ہو گیا کہ اب عنقریب ہمارا رسول ہم سے جدا ہونے
والا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر اس آیہ کو سن کر آنحضرتؐ کی رحلت کا تصور کر کے رونے لگے۔ معلوم
نہیں وہ رونا آنحضرتؐ کی محبت کی وجہ سے تھا یا اس عظیم الشان مہم اور اس کے نتائج کے تصور
سے تھا کہ جس میں سے گزرنا حضرت عمر کی صلاح کے بموجب ناگزیر ہو چکا تھا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ
آنحضرتؐ کے اصحاب میں ایک ایسی جماعت موجود تھی جو حضرت علیؑ کی طرف حکومت کے جانے
کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس جماعت نے منافقین کو اپنے ساتھ ملا کر ایک اچھی اکثریت پیدا کر لی
تھی۔ اپنے اس ماحول کی کیفیت سے ایک معمولی فہم و ذکار کا آدمی بھی بہت آسانی سے آگاہ ہو
سکتا تھا۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراست و ذکاوت تو تمام لوگوں سے بالاتر تھی
، وہ اس کے جس ہستی نے آنحضرتؐ کو منافقین کی موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ اُس ہستی نے منافقین
کے اُن دوستوں سے بھی آنحضرتؐ کو آگاہ کر دیا۔ بہر صورت ایسی جماعت کی موجودگی اور آنحضرتؐ
کو اس کا اور اس کے مقصد کا علم ہونا ہم اس کتاب کے باب سیزدہم میں بہت تفصیل کے ساتھ
بیان کریں گے۔

جب حالات یہاں تک پہنچ گئے اور زمانۂ رحلت رسولؐ نزدیک آ گیا تو آنحضرتؐ کو خیال آیا کہ
اگر اس مخالف جماعت کے بڑے بڑے اراکین میری رحلت کے وقت مدینہ سے دور ہوں گے۔
اور بوجہ دوری کے اپنے منصوبوں کو عمل میں نہ لا سکیں گے تو ممکن ہے کہ علیؑ کی حکومت و خلافت
قائم ہو جائے اور اس طرح امت کو صراط مستقیم پر چلانے والا ہادی بغیر رکاوٹ کے مل جاوے
لہٰذا جس دن مرض الموت شروع ہونے والا تھا اس سے ایک دن پہلے آپ نے جیش اُسامہ
مرتب فرمایا اور اس میں تمام صحابہ کو باستثناء حضرت علیؑ و بنو ہاشم شامل ہونے کا حکم دیا۔ مدعا یہ
تھا کہ زید کی موت اور واقعہ موتہ کی شکست کا بدلہ بھی پورا ہو جائے اور جب آپ رحلت فرمائیں اور
خلافت کے قیام کا وقت آئے تو وہ لوگ جو حضرت علیؑ کے مخالف تھے اور وہ جو خود مسند حکومت
کی خواہش رکھتے تھے۔ مدینہ میں موجود نہ ہوں لیکن وہ لوگ تو پہلے ہی سے اس وقت کی امید میں
بیٹھے تھے وہ کیونکر مدینہ چھوڑ سکتے تھے۔ آنحضرتؐ کی بار بار کی تاکید اور اصرار کے باوجود وہ نہ گئے
یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا۔ ایسی تدابیر اختیار کرنا جناب رسولؐ خدا کی شان کے منافی نہ تھا۔
مدعا تو وہی ہدایت خلق تھا۔ یہ سنت الٰہی تھی کہ مخالفین کی تجویزوں کو اپنی تجویزوں سے توڑا جائے
ارشاد خداوندی یاد کرو۔ مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔
جب علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر اور اس طرح کفار کی آنکھوں میں خاک ڈال کر وہاں سے اپنے رسول کو
نکالنے میں خداوند تعالیٰ کی کچھ تنقیص شان نہ ہوئی تو مخالفین کو اس طرح مدینہ سے نکلنے میں جناب
رسولؐ خدا کی کون سی کسر شان تھی۔ اب اس اجمال کی ہم تفصیل کرتے ہیں۔

آغاز ۸ھ ہجری تھا کہ آنحضرتؐ نے تین ہزار مہاجرین و انصار کا لشکر زیر سرداری زید ابن حارثہ شام کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ حارث بن عمیر کی موت کا بدلہ لیں جو حدود شام کے اندر بمقام موتہ شرجیل بن عمر غسانی کے حکم سے قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی زید بن حارثہ کی ماتحتی میں تھے۔ لیکن حضرت علیؑ اس لشکر میں بھی نہ تھے۔ آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ اگر زید بن حارثہ قتل ہو جائیں تو امیر لشکر جعفر بن ابی طالب ہوں۔ اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر لشکر کی سرداری عبداللہ بن رواحہ کریں گے۔ مسلمانوں کا لشکر چلا ادھر سے قیصر روم یعنی ہرقل کا لشکر آیا۔ دونوں کا مقابلہ حدود شام کے اندر بمقام موتہ ہوا۔ آنحضرتؐ کے مقرر کردہ سردار یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کام آئے۔ پھر لشکر نے یہ سرداری ثابت بن خرم کے سپرد کی۔ انہوں نے علم تو لے لیا لیکن یہ فرمایا کہ مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس پر خالد بن ولید نے علم خود لے لیا ان کو کسی نے سردار مقرر نہیں کیا تھا۔ چنانچہ زرقانی لکھتے ہیں۔

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم یکن من الامراء وھو امیر نفسہ

(زرقانی: شرح علی المواہب الدرینہ الجزء الثانی ص ۲۷۲) ترجمہ:- پھر خالد بن ولید نے علم لے لیا وہ آنحضرتؐ کے مقرر شدہ امیروں میں سے نہ تھے۔ انہوں نے اپنے جی سے امارت لی تھی۔ یہی فقرہ تاریخ طبری میں ہے (محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۰۹) خالد بن ولید نے اچھی داد شجاعت دی۔ لیکن جب رنگ بگڑتا ہوا دیکھا تو لشکر سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر نے صلاح دی کہ جان بچا کر بھاگ چلنا مناسب ہے یہاں تو سوائے موت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہ لشکر نہایت شاندار پسپائی کے ساتھ واپس ہوا۔ اس ہزیمت خوردہ لشکر کے مدینہ پہنچنے کا نقشہ مولوی شبلی نعمانی مرحوم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جب یہ ہزیمت خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہنچی اور اہل شہر اس کی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کی بجائے ان کے چہروں پر خاک ڈالتے تھے کہ او فرار یو تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔" سیرۃ النبی جلد دوم ص ۲۷۲۔

دیگر کتب تواریخ میں بھی ان لوگوں کی اسی طرح گت بننے کی حالت لکھی ہے "تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۱۱۰ و تاریخ کامل ابن الاثیر الجزء الثانی صفحہ ۹ ۔ و تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی صفحہ ۷۹ ام المومنین ام سلمہ نے اپنے بیٹے سلمہ کی زوجہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں نماز میں سلمہ کو آنحضرتؐ کے ساتھ نہیں دیکھتی اس نے جواب دیا کہ سلمہ پر باہر نکلنا شاق گزرتا ہے۔ کیونکہ جب وہ باہر جاتا ہے تو لوگ اس کو جنگ سے فرار ہونے کا طعنہ دیتے ہیں اور اس کی حیا اس کو برداشت نہیں کرتی۔ ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی صفحہ ۸۔ شرم کا حصہ بھی خداوند تعالیٰ نے ہر ایک کو برابر نہیں دیا۔ ایسے بھی لوگ تھے جو ایک نہیں کئی لڑائیوں میں سے بھاگے اور پھر پانچوں سواروں میں شامل ہیں۔

اس عالم علم لدنی و واقف اسرار خفی و جلی نے مناسب نہ سمجھا کہ اس شکست کا بدلہ اسی وقت لیا جائے بلکہ اس کو ایک خاص وقت کے لیئے ایک خاص مقصد کے ماتحت ملتوی کر دیا؛ چنانچہ اس شکست کے بعد فتح مکہ ہوئی۔ حرم کعبہ سے بُت نکالے گئے غزوہ حنین ہوا۔ محاصرہ طائف ہوا غزوۂ تبوک ہوا۔ نصارائے نجران نے معاہدہ کیا۔ چاروں طرف وفود بھیجے گئے۔ یمن و بحرین و شام میں اشاعتِ اسلام ہوئی۔ حجۃ الوداع ہوا۔ آنحضرتؐ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں امت کو اپنی جلد آنے والی رحلت سے مطلع کیا۔ اپنے جانشین کا اعلان فرمایا۔ جب یہ سب امور ہو چکے اور آپ کا مرض الموت شروع ہونے والا ہوا تو ایک دن پہلے آپ نے حکم دیا کہ موتہ کی شکست کا انتقام لینے کے لیئے ایک لشکر تیار کیا جائے اور فوراً ہی بغیر توقف کے کوچ کر جائے ان واقعات کی ترتیب صاف بتا رہی ہے کہ عام حالات میں تو موتہ کی شکست کا بدلہ لینے والا لشکر فوراً ہی اسکے بعد بھیجا جاتا لیکن اس کا التوا ایک خاص مقصد کی غرض سے خاص و مناسب وقت کے لیئے کر دیا گیا۔ اس لشکر کی سرداری زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ کے سپرد کی گئی۔ جن کا سن مشکل سے اٹھارہ انیس سال کا تھا اور اس کی ماتحتی میں ساٹھ اور پچپن برس کے معمر لوگ کر دیئے گئے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بوجہ کبر سنی خلافت کے زیادہ مستحق تھے بہ نسبت حضرت علی علیہ السلام کے۔ غور کریں۔ جب کہ حضرات شیخین اس قابل تھے کہ اٹھارہ برس کے لڑکے کے نیچے رہ سکیں تو حضرت علیؑ کے ماتحت رہنے میں انہیں کیا عار ہو سکتا تھا۔ علامہ شبلی اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

"غزوات میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلعم ان سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لے کر اہل شام کی طرف جائیں اور عربیوں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ ۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ ہجری آدھی رات کو آپ جنت البقیع (جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا) تشریف لائے۔ وہاں سے واپس آئے تو مزاج ناساز ہوا۔" سیرۃ النبی جلد دوم حصہ اول ص ۱۳۴۔

روضۃ الاحباب جلد اول ص ۳۸۲ میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھا ہے؛ چنانچہ ہم اس کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

"از عائشہ مروی است کہ گفت شبے از خواب بر آمدم رسول صلعم را در جامۂ خواب نیافتم از عقب آن سرور بیرون رفتم۔ دیدم کہ در بقیع آمد و گفت السلام علیکم دار قوم مومنین انتم بنا فرط وانا بکم لاحقون۔ اللھم لا تحرمنا اجرھم و تفتنا بعدھم اللھم اغفر لاھل البقیع الغرقد در روایتے آنکہ عائشہ گفت در اول شبے بود کہ آنحضرت صلعم از جامۂ خواب بر جست و روان شد۔ گفتم پدر و مادرم فدائے تو باد کجا میروی گفت

مامور گشتیم باستغفار برائے اہل گورستان بقیع و ابو رافع در روایتے ابو مویہبہ در روایتے
برد که آزاد کردهٔ وے بودند با خود برد۔ ابو مویہبہ گوید۔ آمد به بقیع و بجہت اہل آں مقبرہ
زمانے طویل استغفار نمود و چنداں دعائے خیر کرد بر ایشاں که آرزو کردم که کاشکے من از اہل
آں گورستان بودمے تا شرف آں دعا را یافتمے۔ آنگاہ فرمود گوارا باد شما را آں نعیم که در آید و
در آید از فتنہا که مردم در آیند نجات داده است خداوند تعالیٰ شما را از آنکه رو بر قوم دارد
و فتنہا ہمچوں قطعہائے شب تاریک اند آخر آں با اول آں متصل است۔ آخر آں
فتنہا بدتر است از اول۔ بعد از آں رو به من کرد و گفت اے مویہبہ خزائن دنیا را بر من
عرض کردند و مرا مخیر ساختند میان آنکه در دنیا باقی باشم و بعد از آں بہشت را اختیار کنم
میان لقائے پروردگار خود و بعد از آں به بہشت۔ گفتم یا رسول اللہ پدر و مادرم فدائے تو
باد خزائن دنیا و بقائے آں و بعد از آں بہشت را اختیار کن۔ فرمود نه بتحقیق که لقائے
پروردگار خویش و بہشت را اختیار کردم۔ و چوں از آنجا بازگشت مریض شد منقول ست از
عطا ابن یسار که گفت رسول اللہ را شبے گفتند برو به بقیع و بجہت اہل آں مقبرہ استغفار کن۔
حضرت رفت و استغفار نمود و بازگشت و در خواب شد باز بارے گفتند برو برائے اہل
بقیع استغفار کن باز رفت و طلب آمرزش نمود۔ بازگشت و باستراحت مشغول شد۔
باز بارے گفتند برو و برائے شہدائے اُحد دعائے خیر بتقدیم رساں۔ حضرت صلعم بکوه اُحد
رفت و در شان شہدائے احد دعائے خیر بتقدیم رسانید و مراں حضرت را صداع گشته سر
خود را بعصابه بربسته بود۔" روضۃ الاحباب جلد اول ص ۳۸۲ و تاریخ طبری الجزء الثالث
ص۱۹۰ و تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۱۲۱۔

مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس واقعہ کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں۔

"آخر غزوات و سرایا سریہ اسامہ بن زید بن حارثہ است که اورا در روز دوشنبه بست و ششم
ماه صفر سنه یازدہم از ہجرت بجانب اُبنے بضم ہمزہ و سکون موحدہ که از دیار روم است
و مقتل پدر او بود در سریہ موتہ امیر ساخت که بر سر آں جماعت تاختن آرد و آتش در خانمان
ایشان زند و در رفتن تعجیل نماید که پیش از وصول خبر بر سر آں قوم رود و پیش از رفتن
جواسیس و طلائع بفرستد و رہبران با خود ببرد و در ہمیں فکر بودند که روز چہار شنبه
بست و ہشتم ماه مذکور آنحضرت را مرض طاری شد و تپ و درد سر عارض گشت و روز
دیگر باوجود مرض بدست مبارک لوائے برائے او عقد نمود فرمود اغز بسم اللہ و
فی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ پس اسامہ بیروں رفت و لوا را به بریدہ بن
الحصیب داد تا در اں لشکر صاحب لواء او باشد و قریب بمدینہ مطہرہ منزل ساخت
تا سپاه آنجا جمع شود و حکم عالی چناں صادر شد که اعیان مہاجر و انصار مثل ابوبکر صدیق

وعمر فاروق وعثمان ذوالنورین وسعد بن وقاص وابو عبیدہ بن الجراح وغیر ہم الاعلے مرتضے
را رضی اللہ عنہم اجمعین کہ ہمراہ نکرد دراں لشکر ہمراہ اسامہ باشند وایں معنی بر خاطر
بعضے مردم گراں آمد کہ غلامے را بر اکابر مہاجرین وانصار گردانید ودر مجلس ازیں جماعت
سخناں ازیں باب بظہور مے آید وو دورے بافت چوں ایں اخبار بسمع شریف رسید
خاطر مبارکش رنجیدہ شد وبغضب درآمد باوجود تپ ودرد سر از خانہ مبارک بعصا بر
بستہ بیروں آمد وبر سر منبر رفت وخطبہ خواند وفرمود اے معشر الناس ایں چہ سخن است
کہ در باب امیر ساختن اسامہ را از شما سر بر میزند ودر باب امارت پدرش در غزوہ موتہ
نیز مے کردند بخدا سوگند وے سزاوار امارت است وپدرش نیز سزاوار امارت بود وزید
از دوست تریں مردم بود پسرش اُسامہ نیز از دوست تریں مردم است نزد من بعد از وے
دہر دو مظنہ خیر اند۔ اکنوں وصیت من در شان وے بنکی قبول کنید کہ وے از جملہ خیار
شما است پس از منبر فرود آمد وبخانہ مبارک درون رفت وآمدہ است کہ چوں عمر بن
الخطاب در زمانِ خلافتش اسامہ را امیدید مے گفت السلام علیك ایها الامیر
اسامہ مے گفت غفر الله لك یا امیر المومنین میگوئی تو مرا امیر
پس گفت عمر ہمیشہ ہستم کہ مے خوانم ترا امیر تا زندہ ام ومیگفت رفت رسولِ خدا ازیں عالم
وتو بر ما امیر بودی۔ اسامہ نزد وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیزدہ یا نوزدہ سالہ
وبعضے بست گفتہ اند وگویند ایں واقعہ در دہم ربیع الاول بود ودریں روز طوائف مردم
کہ مامور بودند برفتن نزد اسامہ فوج فوج می آمدند وآنحضرت صلعم را وداع کردہ بلشکر
گاہ می تافتند۔ ودر آں روز مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشتر بود ومی فرمودہ
جیش اُسامہ را رواں کنند وروز یازدہم اسامہ از معکر خود بعزم وداع آنحضرت آمد
وبر بالین شریف حاضر شد وسر مبارک را پیش بردد سر ودست مبارکش را تقبیل نمود
ثقل مرض بر آنحضرت چناں غلبہ داشت کہ مجال تکلم نہ داشت واما دستہائے مبارک
آنحضرت بجانب آسمان بر آوردہ بر اُسامہ فرود می آورد اُسامہ گفت چنساں دانستم
کہ مرا دعا میکرد وپس اسامہ از حجرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیروں آمدہ بلشکر
گاہ آمدہ وقت صباح روز دوشنبہ باز آمد وآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را خفتی حاصل
شدہ بود۔ اسامہ را وداع نمودہ فرمود آغذ علی برکۃ اللہ واُسامہ بنا بر فرمودۂ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم بلشکر گاہ رفت وفرمان داد تا لشکر کوچ کنند وچوں خواست کہ خود
سوار شود مادرش ام ایمن پیغام فرستاد کہ رسول خدا در نزع است اسامہ بازگشت و
اشراف صحابہ رضی اللہ عنہم نیز مراجعت نمودند۔ وابوبکر صدیق وعمر فاروق وامثال
ایشاں رضوان اللہ علیہم خود در مدینہ مطہرہ بودند۔ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۵۲۱، ۵۲۲

مطبوعہ مطبع نولکشور واقع کانپور ۱۹۰۴ء۔
نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری الجزء الثانی ص ۱۷۲ و تاریخ الطبری الجزء الثالث ص ۱۸۸ و ۱۸۹۔ اور تاریخ الکامل ابن الاثیر الجزء الثانی ص ۱۲۰ و تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۷۷۔
ابن حجر مکی اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔

فیہ جواز امارۃ المولی وتولیۃ الصغار علی الکبار والمفضول علی الفاضل لانہ کان فی الجیش الذی کان علیہم اسامہ ابوبکر وعمر۔ فتح الباری الجزء السابع ص ۶۹ مناقب زید بن حارثہ۔	اس واقعہ سے غلام کی امارت اور چھوٹے کی حکومت بڑے لوگوں پر اور مفضول کی حکومت فاضل پر جائز ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس لشکر میں جس کا امیر اسامہ بن زید تھا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی تھے

ابن حجر کی اس تحریر سے ہمارے دو دعوے ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت ابوبکر و عمر ماتحت تھے اسامہ کے اس لشکر میں اور دوسرے یہ کہ وکلائے گروہ حکومت یعنی علمائے اہل سنت وجماعت کی ذہنیت یہ ہے کہ یہ بزرگوار واقعات کی بناپر اپنے اعتقاد کی درستی نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنے اعتقاد کی بناپر واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔ یا ان کی توجیہ کرتے ہیں۔ آپ نے اس مبحث کے منطق کی کمزوری کو ملاحظہ کیا بغیر یہ ثابت کئے ہوئے کہ حضرت ابوبکر و عمر افضل تھے اسامہ سے انہوں نے اپنا ایک عقیدہ قائم کرلیا۔ ابھی تو یہ امر ہی ثابت نہیں کہ حضرات شیخین حضرت اسامہ بن زید سے افضل تھے تو پھر اس ماتحتی کی بناء پر یہ کلیہ کیونکر ثابت ہوا کہ اسلام جو دین فطرت ہے۔ اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ اعلیٰ محکوم ہو اور ادنیٰ حاکم۔ ابن حجر نے اسامہ کو حضرات شیخین سے کمتر ہونے کی دو وجوہات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ غلام زادہ تھا اور دوسرے یہ کہ وہ عمر میں ان سے چھوٹا تھا۔ ابن حجر جیسا عالم فاضل منطقی اور یہ اس کی بحث۔ معلوم ہوا کہ مضمون ہی میں کچھ جان نہیں تو بیان کرنے والا کیا کرے۔ زید آزاد کردہ غلام تھا اور اسامہ ایک آزاد شخص۔ اُس آزاد شدہ غلام کا لڑکا اور غلام بھی کس کا۔ رسول عربیؐ کا۔ اسلام میں آزاد شدہ غلام کا آزاد لڑکا کسی طرح درجہ میں دوسرے آزاد لوگوں سے کمتر نہیں ہوتا۔ یہ اسلام دین فطرت ہے ذات پات کی زنجیروں سے جکڑا ہوا برہمنی مذہب نہیں۔ خداوند تعالیٰ تو یہ کہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم تم میں سے خدا کے نزدیک وہی افضل و بہتر ہے جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے ابن حجر کہتے ہیں۔ بہتر وہ ہے جو امیر گھرانہ میں پیدا ہوا ہے۔ کمتر وہ ہے جو غریب ہے۔ اگر اصلی فضائل کو دیکھا جائے تو اسامہ بن زید نے کبھی اصنام پرستی نہیں کی تھی۔ اور اس بدترین و ذلیل ترین نجاست سے کبھی آلودہ نہیں ہوا تھا۔ یہ بزرگوار اس کفر کی نجاست میں جو بدترین قسم کی نجاست ہے۔ بچپن سے اپنی عمر کے بڑے حصہ تک لتھڑے رہے۔ اسامہ کا باپ شہید راہ خدا تھا۔ ان بزرگواروں کے والد اس نعمت سے محروم تھے۔ ساری بحث کو جانے دو۔ جب

علماء جماعت حکومت اپنے اعتقاد کی بناء پر واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔

رسولِ خدا نے خود صاف صاف فرمادیا کہ زید امارت کے لائق تھا اور اسامہ ان سب سے افضل اور بہتر ہے جو اس کے ماتحت اس لشکر میں ہیں تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا۔ اگر حضرات شیخین ان سے افضل ہوتے تو آنحضرتؐ یہ مختصر سی بات فرمادیتے کہ واقعی تم اسامہ اور اس کے باپ سے افضل ہو مگر میرا اسلام ایسا دین فطرت ہے کہ اس معقول دین میں اعلیٰ کے اوپر اس کے ادنیٰ کی حکومت و امارت جائز ہے۔ لہٰذا تم کو وجہ اعتراض نہ ہونی چاہیے۔ اس سے وہ لوگ بھی خوش ہو جاتے۔ دین کا ایک اصول بھی معلوم ہو جاتا۔ لیکن جب آنحضرتؐ نے یہ کلیہ قائم نہیں کیا تو اب ابن حجر کی اس کج بحثی کو کون جائز رکھ سکتا ہے۔ اور وہ جو صغر سنی و کبر سنی کی بحث ہے وہ تو اس قابل ہی نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے۔ کیا سو برس کا کھوسٹ جوان رعنا سے بہتر ہے۔ کیا ایک معمر جاہل ایک کم عمر والے عالم سے بہتر ہے۔ یہ تو معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ؎ بزرگی بعقل است نہ بہ سال

علامہ ذہبی تذہیب التہذیب میں اسامہ کے حال میں لکھتے ہیں۔

امرہ النبی علی جیش فیہ ابوبکر و عمر فلم ینفذ حتی مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی رسولؐ خدا نے اسامہ کو اس لشکر پر امیر مقرر کیا تھا۔ جس میں ابوبکر و عمر تھے۔ لیکن وہ نہیں گئے یہاں تک کہ جناب رسولؐ خدا نے رحلت فرمائی۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی تہذیب التہذیب میں اسامہ کے حال کے نیچے لکھتے ہیں۔

استعملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی جیش فیہ ابوبکر و عمر فلم ینفذ حتی توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الجزء الاول ص ۲۰۸ تاریخ ابن عساکر المجلد الاول ص ۱۱۷۔

آنحضرتؐ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے لئے نہایت تہدید شدید کے ساتھ بار بار تاکید فرمائی جب آپ کو معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ لوگ نہیں گئے تو آپ کو نہایت رنج ہوتا تھا۔ چنانچہ اسی جوش رنج و غضب میں بحالت مرض شدید آپ نے باہر آن کر منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے حکم کی تاکید اس جملہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو آپ نے بار بار فرمایا۔ یعنی یہ کہ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جو باوجود مامور ہونے کے لشکر اسامہ کے ساتھ نہیں جاتے۔ اصلی فقرہ یہ ہے جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا چنانچہ ملل و نحل شہرستانی میں دربیان اختلافات صحابہ درج ہے۔

لعن اللہ من تخلف عنہ

الخلاف ثانی فی مرضہ انہ قال جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا

دوسرا اختلاف صحابہ آپ کے مرض کے دوران میں تھا وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جیش اُسامہ تیار

کے سمجھنے اور اس کے تبلیغ کرنے کی توفیق دی، میرے لیے اس کتاب کا تحریر کرنا ایک بہت مشکل کام تھا۔ لیکن سچ ہے ؎

کوئی مشکل نہیں رہتی ہے مشکل
محبت ہے اگر مشکل کشا کی!

مُناجَات بدرگاہِ قاضی الحاجَات

دل عطا کردی بمن قربان احسانت شوم
درد بخشیدی بدل ایں بود احسانے دگر

خداوندا! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھ جیسے حقیر و گنہ گار انسان کو تُو نے یہ توفیق اور اتنی مُہلت عطا کی کہ صدیوں کے فریب کو باتوں سے دُور کر دوں، اور ناحق کو جس کو عیارانہ سیاست نے حق کی جگہ پر بٹھا دیا تھا۔ پھر اس کو اس کی عُریانی میں ظاہر کر سکوں اپنی ان ناچیز کوششوں کو تیری درگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ شاید شرفِ قبولیت عطا ہو جائے تو حق ہے اور حق کی اعانت میں اپنی بساط کے مطابق راتوں کو دن اور دنوں کو راتیں کر کے یہ دل کے ٹکڑے ایک جگہ جمع کیے ہیں۔ اپنے فضل و کرم سے اس کتاب کا فیضِ عام کر دے جو ابد تک جاری رہے اور اس دُنیا کی تاریکی میں اس کو شمع ہدایت بنا دے۔ اس تیرے حقیر بندے کے پاس اس کے سوا زادِ راہ اور کچھ نہیں ہے عابد و زاہد اپنی عبادت و ریاضت پر نازاں ہیں۔ مجھ جیسے گنہ گار تیری شان غفاری پر۔ دیکھیں قیامت کے دن کس کا ناز بجا ثابت ہوتا ہے۔

ارحم الراحمین! جن بزرگواروں کی تحریرات و تالیفات سے مجھے اس کتاب کی تدوین میں مدد ملی ہے۔ ان کی ارواح مقدسہ کو ثواب عطا کر اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ کہ انہوں نے شمع ہدایت کو اپنے دامن کے نیچے لے کر بادِ مخالف کے جھونکوں سے بچایا۔ خصوصاً خاندانِ اجتہاد کے رُکن اعظم حضرت حجۃ الاسلام، کہف الدین وعز المومنین آیۃ اللہ فی العالمین و حجۃ اللہ علی الجاہدین جناب مولوی سید حامد حسین اعلی اللہ مقامہ کو جن کی کتاب مستطاب عبقات الانوار علم کلام میں ایک معجزہ ہے۔

اے مالکِ یوم الدین! میں اپنے والد آغا محمد سجاد مرزا مرحوم کی رُوح سے بہت شرمندہ ہوں کہ میں ان کی اتنی خدمت نہ کر سکا جتنا میرا دل چاہتا تھا۔ میری ان ناچیز و حقیر کوششوں کا ثواب ان کی رُوح کو عطا کر بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا ہے۔ یہ ان کی ہی تربیت و عاطفت کا نتیجہ ہے۔

فقال قوم یجب علینا امتثال امرہ واسامہ برز من المدینة وقال قوم قد اشتد مرض النبی فلا تسع قلوبنا لمفارقتہ والحالة ھذہ حتی بنصبر ابش یکون من امرہ۔

کہ خدا کی لعنت ہو اس پہ جو باوجود مامور ہونے کے اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ صحابہ میں سے ایک فریق نے کہا کہ ہمارے اوپر آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل واجب ہے اور اسامہ مدینہ سے باہر چلے گئے اور ایک فریق نے کہا کہ آنحضرتؐ کا مرض شدید ہو گیا ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ آنحضرتؐ کو اس حالت میں چھوڑ دیں۔ ہم کو چاہیے کہ ہم ٹھہر جائیں اور دیکھیں کہ آنحضرتؐ کے مرض کا انجام کیا ہوتا ہے۔ (الملل والنحل الجزء الاول ص ۱۴)

شرح مواقف میں ہم کو مندرجہ ذیل عبارت ملتی ہے۔

اختلافات کی بناء

قال الامدی کان المسلمون عند وفاتہ علی عقیدة واحدة وطریقة واحدة الامن کان یبطن النفاق ویظھر الوفاق ثم نشاء الخلاف فیما بینھم فی امور اجتہادیہ لاتوجب کفرا ولا ایمانا وکان غرضھم منھا اقامة مراسم الدین وادامت مناھج الشرع القویم وذلک کاختلافھم عند قول النبی فی مرض موتہ ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدی حتی قال عمر ان النبی قد غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط فی ذالک حتی قال النبی قوموا عنی لاینبغی عندی التنازع و کاختلافھم بعد ذلک فی التخلف عن جیش اسامہ۔ فقال قوم قد وجب الاتباع لقولہ جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنھا قال قوم بالتخلف انتظارا لما یکون من رسول اللہ فی مرضہ۔

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے مرض موت تک تمام مسلمان ایک عقیدہ وطریقہ واحدہ پر تھے۔ سوائے ان کے کہ جو اپنے دلوں میں نفاق کو پنہاں رکھتے تھے اور ظاہر میں یگانگت دکھاتے تھے۔ پھر صحابہ میں اختلافات پیدا ہوئے اولاً تو وہ ایسے اختلافات تھے جن سے کفر یا ایمان پر اثر نہیں پڑتا تھا۔ اور ان اختلافات کی غرض محض اقامت وادامت دین وشرع تھی اور یہ ایسے اختلافات تھے کہ جیسے اپنے مرض موت میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قلم و دوات لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو لیکن حضرت عمرؓ نے کہا کہ نبی کے اوپر مرض نے غلبہ کر لیا ہے۔ ہمارے لئے تو کتاب خدا ہی کافی ہے۔ آپس میں بیہودہ گوئی ہونے لگی یہاں تک کہ رسول خدا نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرے پاس تنازعہ کرنا مناسب نہیں یا مثلاً وہ اختلاف جو جیش اسامہ سے تخلف کرنے میں واقع ہوا ایک فریق نے تو کہا کہ آنحضرتؐ کے حکم کی اطاعت لازم ہے کیونکہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ جیش اسامہ میں شامل ہو جاؤ۔ خدا لعنت کرے اس پر جو باوجود مامور ہونے کے اس سے کنارہ کشی کرتا ہے اور دوسرے فریق نے جو تخلف کا حامی تھا یہ کہا کہ ہمیں انتظار کرنا ضروری ہے دیکھیں

کہ آنحضرت کے مرض کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

کتاب ملل و نحل شہرستانی اور شرح مواقف کی یہ عبارتیں بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں یہ ہمارے اس دعوے کی قطعی دلیل ہیں کہ اسلام میں اختلاف ان لوگوں نے پیدا کیا جو اپنے اغراض و مفاد کے لیئے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکام کی پابندی کرنے سے اعراض کرنے لگے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان عبارتوں کے لکھنے والے کون ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ ان اختلافات کے موجد اور ان اختلافات سے فائدہ اٹھانے والے رسولؐ خدا کے جائز و برحق جانشین تھے۔ لہٰذا اختلافات کی دو قسمیں کی گئیں۔ ایک وہ جن سے کفر واجب ہوتا ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ وہ کون سے اختلافات تھے۔ دوسرے وہ جو صرف تقویت و حفاظت اسلام کے لیئے پیدا کیئے گئے تھے۔ ان کی مثالیں بتا دیں کیونکہ انہی کی خاطر تو یہ قسمیں مقرر کی گئی تھیں۔ غرض کہ تخلف از جیش اسامہ و منع کتابت کو اجتہادی اختلافات کا نام دے کر ان کے سر تحفظ اسلام کا سہرا باندھا گیا۔ رسولؐ خدا تو فرمائیں کہ جو جیش اسامہ سے باوجود مامور ہونے کے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت۔ ہمارے شارحین فرماتے ہیں کہ نہیں یہ تخلف بغرض تحفظ اسلام تھا۔ رسول خدا تو فرمائیں کہ اس ہدایت آمیز کتابت کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ہمارے شارحین فرماتے ہیں کہ نہیں منع از کتابت اسلام کے تحفظ کا باعث تھا۔ اب تک تو ہم اجتہادی غلطی کے یہ معنی سمجھے تھے کہ جناب رسولؐ خدا کے بعد امت میں آپس میں کسی اصول فقہ یا تاویل آیت پر اختلاف ہو وہ اجتہادی اختلاف سمجھا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اختلاف کرنے والے علم دین میں کافی مہارت رکھتے ہوں۔ اب یہ معلوم ہوا کہ نہیں۔ خود رسولؐ خدا سے اختلاف کرنے کو بھی اجتہادی اختلاف کہتے ہیں۔ پھر تو کام بہت آسان ہو گیا۔ رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ جہاد میں ثابت قدم رہو۔ میدان جنگ میں بھاگنا بُرا ہے۔ بھاگنے والے کہیں، نہیں ثابت قدم رہنا باعث ہلاکت ہوتا ہے۔ لہٰذا جان بچا کر بھاگنے میں ثواب ملتا ہے۔ رسولؐ خدا فرماتے ہیں جنگ کے لیئے باہر نکلو۔ آپ کہیں یہ موسم باہر جانے کا نہیں ہے۔ رسولؐ خدا کہیں کہ دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھو۔ اسلام کو ترمیم کرنے والے کہیں۔ نہیں۔ ایک ہی شئے کو پانچ دفعہ دہرانا تضیع اوقات ہے۔ ایک دفعہ کافی ہے۔ اجتہادی اختلاف تو خوب ہوا اس نے راحت و آرام دنیاوی کا دائرہ بہت وسیع کر دیا۔ پھر کافر کیا بُرا کرتے تھے۔ رسولؐ خدا سے ان کا بھی تو اختلاف ہی تھا۔ پھر تو یہ اجتہادی اختلاف کرنے والے اور کفار ان قریش ایک ہی کیمپ میں چلے گئے۔

ابن الحدید معتزلی اپنی شرح نہج البلاغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مرض الموت دعا اسامہ	جب رسولؐ خدا کو مرض الموت لاحق ہوا تو آپ نے اُسامہ بن زید بن حارثہ کو بلایا اور کہا کہ لشکر

حضرت ابوبکر و عمر ماتحت اُسامہ

ابن زيد بن حارثة فقال سر الى مقتل ابيك
فاوطئهم الخيل فقد وليتك على هذا
الجيش وان اظفرك الله بالعدو فاقلل
اللبث وبث العيون وقدم الطلائع ثم فلم
يبق احد من وجوه المهاجرين والانصار
الا كان في ذلك الجيش منهم ابوبكر وعمر
فتكلم قوم وقالوا لستعمل هذا الغلام
على اجلة المهاجرين والانصار فغضب
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لما سمع
ذلك وخرج عاصبا راسه فصعد المنبر و
عليه قطيفة فقال ايها الناس ما مقالة
بلغتني عن بعضكم في تاميري اسامه فقد
طعنتم في تاميري اباه من قبله وايم الله
ان كان لخليقا بالامارة وابنه من بعده
لخليق بها وانهما لمن احب الناس الى
فاستوصوا به خيرا فانه من خياركم ثم
نزل ودخل بيته وجاء المسلمون يودعون
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
ويمضون الى عسكر اسامه بالجرف
وثقل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
واشتد ما يجده فارسل بعض نسائه
الى اسامه وبعض من كان معه
يعلمونهم ذلك فدخل اسامه
من معسكره والنبي صلى الله عليه وآله وسلم
مغمور وهو اليوم الذي لدوه فيه
فتطاطأ اسامه عليه فقبله رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم قد
اسكت فهو لا يتكلم فجعل يرفع
يديه الى السماء ثم يضعها على

تیار کر کے اپنے باپ کے مقتل کی طرف لے
جاؤ۔ میں نے تم کو اس لشکر پر امیر و سردار مقرر کیا
اگر خداوند تعالیٰ تم کو فتح دے تو وہاں کم ٹھہرنا
اپنے دستے اور ہراول دشمن کے ملک میں آگے
بھیج دینا۔ مہاجرین وانصار کے بڑے بڑے عمائدؔ
اس لشکر میں اسامہ کے ماتحت تھے۔ ابوبکر و عمر
بھی اس میں مامور کیے گئے۔ لوگوں نے اعتراض
کیا کہ اس لڑکے کو بڑے بڑے مہاجر و انصار
پر جناب رسولؐ خدا نے سردار بنایا ہے۔ جب
آنحضرتؐ نے ان کا یہ اعتراض سنا تو آپ بہت
غضبناک ہوئے اور بیت الشرف سے باہر
تشریف لائے۔ آپ کے سر پر کپڑا باندھا ہوا
تھا۔ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو
یہ تمہارا کیا اعتراض ہے جو مجھ تک پہنچا ہے۔ تم
اس بات پر طعنہ زنی کرتے ہو کہ میں نے تم پر
اسامہ کو سردار مقرر کیا ہے۔ بیشک تم نے اس
وقت بھی طعنہ زنی کی تھی۔ جب میں نے اس
کے باپ زید کو تم پر امیر مقرر کیا تھا۔ اور قسم
بخدا زید امیری کے لیے تم سے لائق تھا اور
اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ امیری و سرداری
کے لیے تم سے زیادہ لائق ہے۔ یہ دونوں میرے
بہت عزیز و محبوب ترین اشخاص میں سے ہیں
پس تم اُسامہ سے نیکی چاہو۔ یہ تمہارے اچھے
لوگوں میں سے ہے۔ پھر آپ منبر سے تشریف
لے آئے اور داخل بیت الشرف ہوئے اب
لوگ آنحضرتؐ سے وداع ہوتے تھے اور
لشکر کی طرف جاتے تھے جو بمقام جرف تھا پس
اس کے بعد رسولِ خدا کا مرض شدید ہو گیا آنحضرتؐ
کی ازواج میں سے چند نے اُسامہ کی طرف

اسامه كالداعي له ثم أشار اليه
بالرجوع الى عسكره والتوجه لما بعثه
فيه فرجع اسامه الى عسكره ثم ارسل
نساء رسول الله صلى الله عليه وآله الى
اسامه يامرنه بالدخول ويقلن له ان
رسول الله صلى الله عليه وآله قد
اصبح بارئا فدخل اسامه عن معسكره
يوم الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع
الاول فوجد رسول الله صلى الله عليه
وآله مفيقا فامره بالخروج وتعجيل
النفوذ وقال اغدو على بركة الله وجعل
يقول انفذ وبعث اسامه ويكرر ذلك
فودع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وخرج ومعه ابو بكر وعمر فلما ركب جاءه
رسول ام ايمن فقال ان رسول الله صلى الله
عليه وآله يموت فاقبل ومعه ابو بكر و
عمر وابو عبيدة فانتهوا الى رسول الله
صلى الله عليه وآله حين زالت الشمس
من هذا اليوم وهو يوم الاثنين
وقد مات واللواء مع بريدة بن
الحصيب فدخل باللواء فركزه عند
باب رسول الله صلى الله عليه وآله و
هو مغلق وعلى عليه السلام وبعض
بنو هاشم مشتغلون باعداد جهازه
وغسله۔

یہ پیغام بھیجا کہ واپس آجائے اور جو لوگ اُسامہ
کے ساتھ تھے ان میں سے چند کچھ اور زیادہ
ان پیغام لانے والوں کو پڑھا دیتے تھے اس
کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسامہ اپنے لشکر سے واپس
مدینہ آنحضرت کی خدمت میں آگیا اور یہ وہ دن
تھا جس دن ان لوگوں نے آنحضرت صلعم کو آپ کی
مرضی کے خلاف دوا پلائی۔ آپ بیہوش تھے اسامہ
آپ پر جھکے۔ آنحضرتؐ ہوش میں آئے اور اسامہ
کو بوسہ دیا لیکن آپ بول نہیں سکتے تھے۔ آپ
نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے
پھر اُن کو اسامہ پر رکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ آپ
دعا دے رہے ہیں۔ پھر آپ نے اشارہ کیا
کہ تم اپنے لشکر کی طرف جاؤ اور اس مہم پر
فوراً چلے جاؤ جو تمہارے سپرد کی گئی ہے پس
اُسامہ اپنے لشکر میں آگئے۔ پھر چند ازواج
رسول نے اُسامہ کی طرف حکم بھیجا کہ تم چلے آؤ
رسول خدا کی حالت بہتر ہے۔ پس اسامہ اپنے لشکر
سے بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۲، ربیع الاول واپس
آئے دیکھا کہ رسول خداؐ کچھ بول سکتے ہیں آنحضرتؐ
نے اس کو دیکھ کر حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔
اور لشکر کو لیجانے میں جلدی کرو۔ اور یہ بھی
فرمایا کہ جاؤ جہاد کرو۔ خدا برکت دے اور آپ
بار بار کہہ رہے تھے کہ اُسامہ اور اس کے لشکر کو
فوراً روانہ کرو پس اسامہ نے آنحضرتؐ کو وداع
کیا اور باہر آئے اور حضرت ابوبکر و عمر ان کے
ساتھ تھے۔ پس لشکر میں پہنچکر آگے چلنے کے لئے تیار ہوئے تو ام ایمن کا قاصد آیا کہ رسولؐ خدا پر حالت
نزع ہے۔ پس وہ واپس آئے اور ان کے ساتھ ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بھی تھے۔ رسولؐ خدا کے در
دولت پر اس وقت پہنچے کہ جب سورج زوال پہ تھا اور اس وقت آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا
تھا۔ علم فوج بریدہ بن الحصیب کے پاس تھا وہ علم لے کر آئے اور جناب رسولؐ خدا کے دروازے

پر علم کو حرکت دینے لگے دروازہ بند تھا اور اندر حضرت علی علیہ السلام اور بعض بنو ہاشم آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ (ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص۵۳ بشرح خطبہ شقشقیہ۔

اپنی شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے ایک اور جگہ ابوبکر جوہری سے نقل کیا ہے۔

ان رسول الله امر فی مرض موته اسامه بن زید بن حارثه علی جیش فیه اجلة المهاجرین والانصار منهم ابوبکر و عمر وابو عبیدہ بن الجراح وعبد الرحمٰن بن عوف وطلحه و الزبیر وامره ان یغزو علی موته حیث قتل ابوه زید وان یغزوا وادی فلسطین فیتا مل اسامه و تثاقل الجیش تبثا قله وجعل رسول الله فی مرضه یثقل ویخفف ویوکد القول فی تنفیذ ذلك البعث حتّٰی قال له اسامه بابی انت وامی اتاذن لی ان امکث ایاما حتّٰی یشفیك الله فقال اخرج وسر علی برکة الله فقال یارسول الله ان انا خرجت وانت علی هذا الحال خرجت وفی قلبی قرحة منك فقال سر علی النصر و العافیة فقال یا رسول الله انی اکره ان اسئل عنك المرکبان فقال انفذ لی لما امرتك ثم اغمی علی رسول الله وقام اسامه فتجهز للخروج فلما افاق رسول الله سأل عن اسامه والبعث فاخبرانهم یتجهزون فجعل یقول انفذ و بعث اسامه لعن الله من تخلف عنه ویکرر ذلك فخرج اسامه واللواء علی راسه

جناب رسول خدا نے اپنے مرض موت میں ایک لشکر مرتب کیا جس پر اسامہ بن زید بن حارثہ کو امیر مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں اکابر مہاجرین و انصار مثل ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ بن الجراح و عبدالرحمٰن بن عوف و طلحہ و زبیر تھے اور حکم دیا کہ وہ موتہ پر جہاں اس کا باپ قتل ہوا تھا جنگ کرے اور نیز وادی فلسطین میں جنگ کرے پس اسامہ نے تیاری کی اور اس کی تیاری کے ساتھ لشکر بھی تیار ہوا۔ جناب رسولِ خدا کا مرض کبھی بڑھتا تھا اور کبھی گھٹتا تھا اور آنحضرتؐ بار بار اس لشکر کی روانگی کی تاکید فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ اسامہ نے آپ سے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ مجھے اتنی اجازت دیں کہ میں اس وقت تک ٹھہر جاؤں کہ خداوند تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں تم فوراً چلے جاؤ اور خدا کی برکت پر بھروسہ رکھو۔ پھر اسامہ نے کہا کہ اگر میں اس حالت میں آپ کو چھوڑ کر جاؤں گا تو میرے دل میں سخت رنج والم رہے گا۔ لیکن پھر بھی آپ نے توقف کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تم چلے ہی جاؤ پھر اسامہ نے عرض کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ سے شتر سوار مانگوں (جو روز خبر لے آیا کریں)۔ آنحضرتؐ نے پھر تاکید فرمائی اور کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں تم اس مہم پر فوراً روانہ ہو جاؤ اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ اسامہ اٹھے اور جانے کی تیاری کرنے لگے۔

والصحابہ بین یدیہ حتی اذا کان بالجرف نزل ومعہ ابوبکر وعمر و اکثر المہاجرین ومن الانصار اسید بن حضیر وبشیر بن سعد وغیرہما من الوجوہ فجاء رسول ام ایمن یقول لہ ادخل فان رسول سیموت فقام من فورہ ندخل المدینۃ واللواء علی راسہ فجاء یرھی ورکزہ فی باب رسول اللہ وقد مات فی تلک الساعۃ قال فما کان ابوبکر وعمر یخاطبان اسامہ الی ان مات الا بالامیر۔

جب جناب رسولؐ خدا کو افاقہ ہوا تو پھر اسامہ اور اس کے روانہ ہو جانے کی بابت سوال کیا لوگوں نے کہا کہ وہ تیاری کر رہے ہیں۔ پھر آپ بار بار یہی کہتے رہے کہ لشکر اسامہ فوراً چلا جائے خدا لعنت کرے اس پر جو لشکر اسامہ سے تخلف کرے۔ آپ اس لعنت کے فقرے کی تکرار کرتے رہے۔ پس اسامہ مدینہ سے باہر چلے۔ ان کے سر پر علم تھا اور صحابہ ان کے ارد گرد تھے۔ حتیٰ کہ جرف تک پہنچے، جو مدینہ کی حوالی میں ہے اور وہاں پر ٹھہر گئے۔ ابوبکر و عمر و اکثر مہاجرین ان کے ساتھ تھے۔ اور انصار میں سے بھی لوگ ساتھ تھے۔ مثلاً اسید بن حضیر و بشیر بن سعد وغیرہ اتنے میں ام ایمن کا قاصد آیا اور خبر دی کہ جناب رسولخدا پر حالت نزع طاری ہو گئی ہے۔ اسامہ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے۔ مدینہ آئے اور علم ان کے سر پر تھا جوں ہی علم لا کر دروازہ رسول پر رکھا۔ آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی اور ابوبکر و عمر جب تک زندہ رہے اُسامہ کو امیر کہہ کر پکارتے رہے۔

(ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص۲۱)۔

لعن اللہ من تخلف عنہا

حج الکرامہ نواب صدیق حسن خاں میں ہے۔ انہ قال صلعم جھزوا جیش اسامہ لعن اللہ من تخلف عنہا (ترجمہ) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لشکر اسامہ میں شامل ہو اور اسے تیار کرو۔ خدا کی لعنت اس پر ہو جو باوجود مامور ہونے کے اس سے تخلف کرے۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے جس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے۔ اتوار کی رات کو لوگ لشکر میں رہے اتوار کو اسامہ پھر آنحضرتؐ کے پاس آئے مرض زیادہ تھا آنحضرت بول نہ سکتے تھے۔ اشارہ سے کہا کہ واپس لشکر میں جاؤ۔ اسامہ لشکر میں چلے آئے دوشنبہ کی صبح کو پھر اُسامہ آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ آنحضرتؐ نے کہا کہ تم فوراً لشکر میں چلے جاؤ۔ اسامہ لشکر میں آ گئے۔ دوپہر کے وقت مہم پر روانہ ہونے کو تھے کہ ام ایمن کا قاصد آیا۔ کہ نہ جاؤ آنحضرتؐ نزع میں ہیں۔ اسامہ آئے۔ سہ پہر کو اسی دن انتقال فرمایا۔ تاریخ ابن عساکر جلد اول ص ۱۲۱۔

ازالہ واقعات

ان روایات پر ناظرین خوب غور کریں۔ ہم ان کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلاتے ہیں۔

۱۔ اسامہ کی جنگ موتہ کی شکست اور زید کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تھی۔

۲۔ جنگ موتہ اس سے تقریباً تین سال قبل واقع ہو چکی تھی۔ اور اب نصرانیوں کی طرف سے کوئی پیشقدمی بھی نہ تھی۔

۳۔ لیکن اب اتنی تعجیل تھی کہ ایک ایک لمحہ کی تاخیر ناگوار خاطر اقدس تھی۔ اُسامہ نے آپ کے مرض کا عذر پیش کیا۔ جو بظاہر معقول تھا لیکن نامنظور ہوا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا وہ نامنظور ہوا۔ زبان سے نہ بولا گیا۔ تو ہاتھ ہی سے اشارہ کیا کہ تم جاؤ۔ جب غشی سے ذرا بھی افاقہ ہوتا تھا تو آپ یہی فرماتے تھے کہ اسامہ اور اس کے لشکر کو روانہ کرو۔ ام ایمن نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ اسامہ کو جانے سے روک دیا جائے لیکن آنحضرتؐ نے نہ مانا اور فرمایا کہ انفذو بعث اُسامہ تاریخ ابن عساکر جلد اول ص ۱۲۱۔ ایک مریض قریب المرگ پیغمبر کے پاس جو آخری حربہ لعنتِ خدا کا ہو سکتا ہے۔ وہ بھی استعمال کر لیا۔ صاحبانِ بصیرت غور کریں۔ یا تو وہ تاخیر کہ تین سال تک اس پر توجہ نہ فرمائی۔ یا اب یہ تعجیل۔ آخر کچھ تو باعث اس تاخیر اور اس تعجیل کا تھا۔

۴۔ حضرت علیؑ اور بنو ہاشم میں سے کسی کو بھی جیش اسامہ میں جانے کے لئے مامور نہ کیا۔ بلکہ حضرت علیؑ کے جو خاص دوست تھے۔ ان کا بھی نام نظر نہیں آتا۔ مثلاً عمار یاسر، مقداد ابوذر وغیرہ۔

۵۔ برعکس اس کے حضرت ابوبکر۔ عمر۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ طلحہ۔ زبیر عبدالرحمٰن بن عوف کے نام صریحاً کتب تواریخ میں درج ہیں۔ کہ وہ اسامہ کے ماتحت اس لشکر میں جانے کے لئے مامور کئے گئے۔

۶۔ آنحضرت صلعم نے صریحاً فرمایا کہ جو مامور شدہ شخص جیش اسامہ سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت۔

۷۔ ان لوگوں نے ملعونِ خدا اور رسول ہونا منظور کیا۔ لیکن گئے نہیں تواریخ میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔ لم ینفذ حتی مات رسول اللہ یہ لشکر نہ گیا۔ یہاں تک کہ اب رسولؐ خدا کا انتقال ہو گیا۔

۸۔ دوسرے فریق کا تخلف و اعراض بھی بغیر مقصد کے نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اس وقت ہم نے مدینہ چھوڑا تو خلافت ہاتھ سے گئی اور مدتوں کی امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔ باوجود آنحضرتؐ کی اس تاکید اور اس لعنت کے نہ گئے ۲۷ صفر کو تجہیز جیش اسامہ کا حکم دیا گیا اور ان اصحاب کبار کو جو اس لشکر میں جانے کے لئے مامور تھے، نامزد کر دیا گیا۔ دس ربیع الاول تک یہ صحابہ لیت و لعل کرتے رہے اور لشکر روانہ نہ ہوا۔ اور جب روانہ ہوا تو باہر مدینہ کے پاس ہی ٹھہر گیا۔

۹۔ اور وہاں سے بھی برابر یہ کوشش جاری تھی کہ آگے نہ جائیں۔ صاحب اغراض معمر بزرگ کمسن اور ناتجربہ کار اُسامہ کو ٹھہرنے پر مجبور کرتے تھے اور بار بار کسی نہ کسی عذر کے ساتھ ان کو واپس بھیجتے تھے لیکن آنحضرتؐ سمجھتے تھے۔ ہر ایک درخواست نامنظور فرمائی۔

۱۰۔ اس کتاب کے حصہ دوم کے باب اول میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ چند ازواج رسولؐ حضرت

علیؑ کی مخالف جماعت کی ہمدرد تھیں اور ان کی تجاویز میں شامل رہتی تھیں چنانچہ یہاں بھی وہ چند ازواج اس جماعت کو مدد کرتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ اسامہ کے پاس رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے خلاف اپنا حکم بھیجتی ہیں کہ تم نہ جاؤ بیچاری سیدھی سادی ام ایمن ان باتوں کو کیا جانے جب اپنے احکام بھیج چکیں تو ام ایمن کو لگا دیا کہ ماں کے کہنے سے تو ٹھہر جائے گا۔ انہوں نے قاصد بھیج دیا کہ رسولِ خدا نزع میں ہیں تم نہ جانا۔ اسامہ کے پاس بھی یہ ہدایت بھیجی تھی کہ عمر سے مشورہ کرتے رہنا اور جو عمر صلاح دیں اس پر عمل کرنا؛ چنانچہ اسامہ نے ایسا ہی کیا۔ دیکھو۔ تاریخ ابن عساکر جلد اول ص ۱۱۹۔

۱۱۔ یہ بھی معمہ غور کے قابل ہے آنحضرتؐ اپنی حالت کو اچھی طرح دیکھتے ہوئے اسامہ کو باہر جانے کی تاکید فرما چکے تھے۔ اب اگر حالت نزع میں بھی تھے تو اسامہ کو بلانے سے کیا فا[illegible] جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب تو اپنے پیارے نبی کی یہی سب سے بہتر خدمت تھی کہ ان کے آخ[illegible] حکم کی تعمیل کی جاتی۔ بہت ممکن ہے یہ کہا جائے کہ محبت کے جوش نے جادۂ صبر کو چاک [illegible] کے واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ قربان جایئے اس سیاسی محبت و عشق کے ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ شمع مردہ کے گرد چند پروانے تو ہیں جو اسی طرح عشق کی آگ میں جل رہے ہیں جیسے اس کی [illegible] میں جلتے تھے باقی محفل تو خالی نظر آتی ہے۔ رونق تو کہیں اور ہی ہے جہاں انعام و اکرام [illegible] امیدیں بیعت کا سلسلہ جاری ہے وہ محبت جو جرف سے کھینچ کر لائی تھی اور ہی لے گئی۔

۱۲۔ حضرت اُسامہ والے معاملہ میں چند ازواج رسول کا ہاتھ اسی طرح نمایاں نظر آتا ہے جس طرح ابوبکر کی امامت نماز کے قضیہ میں۔ جب ہی تو آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے۔ کہ عائشہ! کیا اچھا ہوتا جو تم مجھ سے پہلے مر جاتیں۔

۱۳۔ ابن ابی الحدید کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ازواج کے پیغام و احکام جو قاصد لائے تھے اُن کو اسامہ کے ارد گرد رہنے والے لوگ اپنی طرف سے بھی بڑھا دیتے تھے۔ پھر اسامہ کی خدمت میں حاضر کرتے تھے۔ سازش کی ہر ایک کڑی موجود ہے۔

۱۴۔ بقول علامہ شہرستانی کے یہ دوسرا اختلاف تھا جو صحابہ رسولؐ نے آنحضرتؐ سے کیا۔ ان اختلافات کی وجہ سے صحابہ رسولؐ یا یوں کہئے کہ امت محمدیہ دو بڑے گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک وہ جماعت جو آنحضرتؐ کے احکام کی اطاعت میں حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل ماننے کے لئے تیار تھی۔ دوسری وہ جماعت جو آنحضرت صلعم کے احکام سے اختلاف و اعراض کر رہی تھی اور یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح خاندانِ نبوت سے حکومت نکل جائے یہ ہے اصلی وجہ شیعہ دشمنی کی تفریق کی۔

۱۵۔ جس وقت آنحضرتؐ نے تجہیز جیش اُسامہ کا حکم دیا تو آپ کو بذریعہ وحی علم ہو چکا تھا۔ کہ اب وقت رحلت آن پہنچا ہے جو دعا آپ نے جنت البقیع میں فرمائی اس سے یہ صاف۔

عیاں ہے۔

۱۶۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم و والی نہیں ہو سکتا۔ اسی ہی بنا پر صحابہ نے اعتراض کیا اور اس ہی اصول کو صحیح مان کر آپ نے کہا کہ اسامہ تم سے بہتر ہے۔

۱۷۔ اصحاب رسولؐ میں کثرت ایسے لوگوں کی تھی جو آپ کے احکام پر اعتراض و نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ اور ان احکام کی تعمیل سے اعراض و اغماض کرتے تھے یہ تو آنحضرتؐ کی موجودگی کی بات ہے۔ ان لوگوں سے کیا بعید تھا کہ آنحضرتؐ کے اس حکم کی نافرمانی کریں۔ جو آپ نے حضرت علیؑ کی جانشینی و حکومت کے متعلق دیا تھا۔ خصوصاً جب کہ یہ نافرمانی آپ کی رحلت کے بعد ہوتی تھی رسول خدا کی آنکھ سے جو ذرا شرم و حیا تھی وہ بھی نہ رہی۔

قضیۂ امامت نماز :۔ جناب رسولؐ خدا کی زبان سے ملعون خدا بننا ایک بہت بڑا الزام ہے۔ لہٰذا اہل حکومت کو اس الزام سے بچانے کی کوشش کرنا وکلائے حکومت کا فرض ہوا۔ ایک نے کہا کہ لعنت کے فقرے میں علی و بنو ہاشم بھی آ گئے۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت ابوبکر کو تو امامت نماز کا حکم مل گیا۔ لہٰذا وہ لعنت کے حلقہ سے نکل گئے۔ جب مقدمہ کمزور ہوتا ہے اور واقعات یاری نہیں کرتے تو وکیل ایسی ہی کج بحثی پر اتر آتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہوگا تو حاکم کے دل میں شبہ تو پیدا ہو ہی جائے گا۔ اور شبہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمارے آقا الزام سے بری ہو جائیں گے۔ حضرت علیؑ و بنو ہاشم کو تو آنحضرتؐ نے اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے حکم ہی نہیں دیا۔ کسی روایت میں نہیں ہے کہ حضرت علیؑ کو اس میں شامل کیا تھا اور اگر وہ شامل ہوتے تو حاکم ہوتے بلکہ روایاتِ صحیحہ تو یہ کہہ رہی ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ تجہیز و تکفین تم کرنا۔ جب وہ مامور ہی نہ تھے تو یہ فقرہ ان کی طرف عاید ہی نہیں ہو سکتا۔ اب رہا امامت نماز کا معاملہ تو یہ ثابت نہیں۔ بحث میں استدلال کے لئے اس واقعہ پر انحصار کرنا جو خود ثبوت کا محتاج ہے مقدمہ کی کمزوری کی خاص علامت ہے۔

حضرت ابوبکر کی امامت نماز کا واقعہ گروہ اہل حکومت کی کتابوں میں مختلف طریق پر درج ہے اور یہ اضطراب ہی اس کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ سیرۃ ابن ہشام خلاصہ ہے سیرۃ ابن اسحاق کا۔ سیرۃ ابن اسحاق آجکل ناپید ہے۔ موجودہ کتابوں میں سیرۃ ابن ہشام آنحضرتؐ کے سوانح حیات میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جس کتاب کا وہ خلاصہ ہے یعنی سیرۃ ابن اسحٰق وہ آنحضرت صلعم کی سب سے پہلی سوانح حیات کی کتاب ہے۔ سیرۃ ابن ہشام میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے۔

قال ابن اسحاق وقال ابن شہاب حدثنی عبدالملک ابن ابی بکر بن عبدالرحمٰن ابن الحرث بن ہشام عن ابیہ عن عبداللہ	ابن اسحاق اس طرح کہتا ہے :۔ ابن شہاب نے روایت کی کہ مجھ سے بیان کیا عبدالملک نے اپنے باپ ابوبکر کے حوالہ سے اور ابوبکر نے روایت کی

قضیۂ امامت نماز در عہد رسولؐ۔

ابن زمعه بن الاسود بن المطلب بن اسد قال قال لما استعز برسول الله صلی الله علیه وسلم وانا عنده فی نفر من المسلمین قال دعاه بلال الی الصلوٰة فقال مروا من یصلی بالناس قال فخرجت فاذا عمر فی الناس وکان ابوبکر غائبا فقلت قم یا عمر فصل بالناس قال فقام فلما کبر سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم صوته وکان عمر رجلا مجهرا قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم فاین ابوبکر یابی الله ذالک والمسلمون۔ یابی الله ذالک والمسلمون قال فبعث الی ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر تلک الصلوٰة فصلی بالناس قال قال عبدالله بن زمعة قال لی عمر ویحک ماذا صنعت بی یا ابن زمعه والله ما ظننت حین امرتنی الا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امرک بذالک ولو لا ذالک ما صلیت بالناس قال قلت والله ما امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم بذالک ولکنی حین لم ارا بابکر رایتک احق من حضر الصلوٰة بالناس۔

عبداللہ بن زمعہ بن اسود سے عبداللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ جب جناب رسولخدا کا مرض شدید ہو گیا تو میں بھی اور مسلمانوں کے ساتھ آنحضرتؐ کے پاس تھا۔ اتنے میں بلال نے آنحضرتؐ کو نماز کے لئے کہا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ کسی سے کہہ دو کہ نماز پڑھا دے۔ عبداللہ بن زمعہ کہتا ہے کہ یہ سنکر میں باہر نکلا دیکھا کہ عمر لوگوں میں موجود ہیں اور ابوبکر موجود نہ تھے۔ پس میں نے کہا کہ اے عمر اٹھو اور لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ پس عمر کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ان کی تکبیر کی آواز آنحضرتؐ نے سنی کیونکہ عمر کی آواز بہت بلند تھی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔ خدا اور مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں۔ پس ابوبکر کو بلایا۔ ابوبکر اس وقت آئے کہ جب عمر لوگوں کو نماز پڑھا چکے تھے لیکن پھر ابوبکر نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ اس پر عمر نے مجھ سے کہا کہ تیرا برا ہو تو نے اے زمعہ کے بیٹے مجھ سے یہ کیا کیا۔ جب تو نے مجھ کو نماز کیلئے کہا تو میں یہ سمجھا تھا کہ جناب رسولخدا نے نماز کیلئے حکم دیا ہے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ جناب رسولخدا نے حکم نہیں دیا تو میں ہرگز نماز نہ پڑھاتا۔ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ بخدا جناب رسولخدا نے مجھے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن جب میں نے ابوبکر کو وہاں نہ دیکھا تو میں نے تمکو سب سے زیادہ اہل اس بات کا پایا کہ نماز پڑھا دو۔ ابو محمد عبدالملک بن ہشام۔ سیرۃ النبی الجزء الرابع ص ۲۳۰

سب سے پہلی تو یہ روایت ہے اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ لوگوں میں سے کسی کو کہہ دو کہ نماز پڑھا دے۔ عبداللہ بن زمعہ باہر نکلے تو عمر کو دیکھا ان سے کہہ دیا۔ آنحضرتؐ نے جب سنا کہ عمر نماز پڑھا رہے ہیں تو یہ کہا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں یا ابوبکر نے کیوں نماز نہ پڑھائی اور آپ ابوبکر کو نماز کے لئے کیوں

اے منعم حقیقی! جو کچھ افضال وانعامات واکرامات تو نے میرے اُوپر ارزانی فرمائے ہیں اور وہ بہت ہیں۔ ان کی شکر گزاری کی توفیق عطا کر تاکہ ان میں زیادتی ہو اور جو مصائب وآلام تو نے اپنی مشیت کاملہ سے میرے حصّہ میں مقدر کیے ہیں ان کی برداشت کے لیے صبر عطا کر، اگر تیری رضا ومشیت کے خلاف نہ ہو تو اب ان کو دُور کر دے کہ بہت عرصہ ہو گیا اور میں اپنی آخری منزل کے نزدیک پہنچ گیا۔

اے آنکہ تو دردِ دردمنداں دانی   درمان وعلاج مستمنداں دانی

حالِ دل خویش راچہ گویم باتو   ناگفتہ تو صد ہزار چنداں دانی

نذر

بحضور علی بن ابی طالب علیہ السلام

حاصلِ عمر نثارِ رہ یارے کردم   شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

ہر ایک توصیفی لفظ اپنے موصوف کو محدود کرتا ہے اور میں نے ہر ایک توصیفی لفظ کو جس کو زبان انسانی اب تک ایجاد کر سکی ہے۔ آپ کی لاتعداد صفات کی کماحقہا توصیف کرنے سے قاصر پایا علاوہ اس کے اس حقیر و ذلیل دل نے جو باوجود اپنی بے بضاعتی کے آپ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ گوارا نہ کیا کہ آپ کے نام اور میری زبان کے درمیان کوئی اور الفاظ بھی حائل ہوں۔ اگرچہ وہ آپ کے توصیفی الفاظ ہی کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا آپ کو صرف آپ کے اسم گرامی ہی سے مخاطب کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

بمصداق آیہ کریمہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۷) اور وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۱۹) میرا ایمان ہے۔ کہ آپ زندہ ہیں اور آپ کی موجودہ زندگی بہت عظمت وقوت والی ہے کیونکہ خاص خداوند تعالیٰ کی طرف سے آپ کو خاص رزق پہنچ رہا ہے اور بنظر آیہ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ط وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ م بِالْعِبَادِ۔ (پ ۲ سورہ البقرع ۲۵) میں آپ کی قدرت وطاقت وقرب خداوندی کا اندازہ کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نفسِ عزیز کے خریدنے والے نے اس کی قیمت اپنی سلطنت اور اپنی قدرت کی ہمہ گیری کے مطابق دی ہوگی۔

شاہوں کے دربار میں بغیر نذرانہ کے حاضر ہونا گستاخی ہے۔ لہٰذا میں اپنے دل کے ٹکڑوں کو عقیدت کی کشتی میں لگا کر اس ناچیز کتاب البلاغ المُبین کی صورت میں حضور کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جن واقعات وحالات کے اندر میں نے ان اوراق پریشان کو لکھا اور جمع کیا ہے۔

پوچھتے۔ آپ نے ابوبکر کا تو نام بھی نہیں لیا تھا کہ وہ نماز پڑھائیں یا تو یہ راوی کی اپنی ایزادی ہے جہاں ایک کا نام آئے دوسرے کا ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ عبداللہ ابن زمعہ برادر حقیقی ہیں۔ سودہ بنت زمعہ زوجہ رسول اکرم کے اور یہ سودہ حضرت عائشہ کی پارٹی میں تھیں۔ جیسا کہ آئندہ چل کر معلوم ہوگا۔ یا ابوبکر کو آنحضرتؐ نے اس وجہ سے یاد کیا کہ ان سے کہیں کہ دیکھو تمہارا دوست اور دینی بھائی کیسی فضول حرکت کر رہا ہے۔ جس کام کا وہ اہل نہیں وہ اس نے اپنے ذمہ لے لیا۔ اُسے منع کر دو۔ ظن غالب یہی ہے کہ اگر یہ فقرہ بعد کی ایزاد نہیں ہے تو آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اس وجہ سے یاد کیا کہ وہ عمر سے کہہ دیں کہ نماز پڑھائیں جو جواب عبداللہ بن زمعہ نے حضرت عمر کو دیا اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز کے لئے حضرت ابوبکر کو حکم نہیں دیا تھا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ جب ابوبکر نے نماز پڑھانی شروع کی تو آنحضرتؐ کو اس کا علم ہی نہ ہوا۔ اور جب دوران نماز میں معلوم ہوا تو باوجود اس حالت مرض کے آپ باہر گئے اور ابوبکر کو نماز پڑھانے سے روک دیا۔ اس روایت سے اہل حکومت کو فائدہ تو کیا ہونا تھا۔ نقصان اتنا ہوا کہ اس کی تلافی نہیں ہو سکتی حضرت عمر کا نماز پڑھانا آنحضرت کو اتنا شاق گزرا کہ بار بار فرمایا کہ خدا نہیں چاہتا کہ عمر نماز پڑھائے جس شخص میں ایک وقت کے نماز پڑھانے کی اہلیت نہیں اور جس کی ایک وقت کی نماز پڑھانے سے خدا اور رسولؐ اتنے ناراض ہوتے ہیں تو وہ خلافت کا تو مطلقاً اہل نہیں۔ وہاں تو پانچوں وقت کی نماز عمر بھر پڑھانا خلیفہ کا فرض ہے۔ حضرت عمر کی خلافت سے خدا اور رسولؐ جتنے ناراض ہوئے ہوں گے اس کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر نے بھی اپنی اس شدید مذمت کو دیکھا اور بہت ہی رنجیدہ ہوئے۔ معاملہ کے تیور بگڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ تو کچھ اور ہی بات نکلی۔ امام احمد حنبل نے ذرا تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔

حدثنا عبد الله حدثنا ابی ثنا وکیع ثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ارقم بن شرحبیل عن ابن عباس قال لما مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم مرضه الذی مات فیه کان فی بیت عائشة فقال ادعوا لی علیا قالت عائشة ندعو لك ابا بکر قال ادعوه قالت حفصة یا رسول الله ندعو لك عمر قال ادعوه قالت ام الفضل یا رسول الله ندعو لك العباس قال ادعوا

(نام رواۃ عربی میں دیکھو)

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب رسولخدا کو وہ مرض لاحق ہوا کہ جس میں آپ کا انتقال ہوا تو آپؐ عائشہ کے گھر میں تھے۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ۔ عائشہ نے کہا کہ ہم آپ کیلئے ابوبکر کو بلائے لیتے ہیں۔ آپؐ نے کہا بلالو۔ حفصہ نے کہا کہ عمر کو کیوں نہ بلائیں۔ آپؐ نے کہا کہ بلالو۔ ام الفضل نے کہا کہ عباس کو بلائیں آپ نے کہا کہ بلالو جب یہ سب لوگ جمع ہوئے تو جناب رسولخدا نے سر اٹھا کر دیکھا۔ ان لوگوں میں علیؑ کو نہ پایا تو آپ

فلم یرعلیا فسکت فقال عمر قم فواعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء بلال یوذنہ بالصلوٰۃ فقال مروا ابابکر یصلی بالناس فقالت عائشۃ ان ابابکر رجل حصر ومتی مالا یراک الناس یبکون فلو مرت عمر یصلی بالناس فخرج ابوبکر فصلی بالناس ووجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نفسہ خفۃ فخرج یہادی بین رجلین ورجلاہ تخطان فی الارض فلما راہ الناس سجوا ابابکر فذہب یتاخر فاوما الیہ ای مکانک فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی جلس قال وقام ابوبکر عن یمینہ وکان ابوبکر یاتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یاتمون بابی بکر قال ابن عباس واخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من القراۃ من حیث بلغ ابوبکر ومات فی مرضہ ذالک علیہ السلام وقال وکیع مرۃ فکان ابوبکر یاتم بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس یاتمون بابی بکر۔

خاموش ہو رہے حضرت عمرؓ آنحضرتؐ کا منشاء سمجھ کر بولے کہ چلو یہاں سے چلے چلیں۔ اسکے بعد بلال آئے اور نماز کے متعلق اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہے اور جب لوگ آپکو نہ دیکھیں گے تو روئیں گے بہتر ہوتا کہ آپ عمرؓ کو یہ حکم دیں۔ پس ابوبکر گئے اور نماز پڑھانے میں مشغول ہوگئے۔ جناب رسولخدا نے اپنے مرض میں کچھ کمی محسوس کی پس دو آدمیوں کے اوپر سہارا دے کر آپ باہر نکلے۔ آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے جب لوگوں نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو ابوبکر کو بتایا ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے۔ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو آنحضرتؐ آئے اور بیٹھ گئے ابوبکر آپ کے داہنی طرف کھڑے ہوئے پس ابوبکر تو نماز میں آنحضرتؐ کی اقتدار کرتے جاتے تھے اور لوگ ابوبکر کی آواز پر نماز پڑھتے تھے ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا نے وہاں سے پڑھنا شروع کیا۔ جہاں سے ابوبکر نے چھوڑا تھا۔ آپ نے اسی مرض میں انتقال فرمایا۔ وکیع نے بار بار کہا کہ ابوبکر جناب رسولخدا کی اقتدار کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتدار کرتے جاتے تھے۔

امام احمد حنبل، مسند الجزء الاول ص ۳۵۶۔

امام احمد حنبل کی یہ روایت غور سے پڑھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔

حبیب السیر کی روایت بھی ملاحظہ ہو:۔

"نقل است کہ در ایام بیماری آں مقتدار انبیاء و مرسلین در وقت ادار صلوٰۃ یک نوبت بمسجد تشریف بردہ شرائط امامت بجائے آورد سے امادر اواخر اوقات مرض سہ روز بیروں نتوانست آمد۔ درآں ایام بموجب اشارت آنحضرتؐ امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلائق بود۔" (حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۷۹)

ترجمہ:۔ ایام بیماری میں جناب رسولؐ خدا صرف ایک دفعہ روزانہ مسجد میں نماز پڑھانے

تشریف لاتے تھے لیکن مرض کے آخر ایام میں تین دن تک مطلقاً آنحضرتؐ باہر تشریف نہیں لائے۔ ان ایام میں آنحضرتؐ کے اشارہ کے بموجب ابوبکر نماز پڑھاتے رہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان تین ایام سے پہلے دوران مرض میں چار وقت کی نماز کی امامت کوئی اور شخص کرتا ہوگا۔ بہر صورت وہ ابوبکر نہ تھے ورنہ ان کا نام فوراً آتا۔ اور حضرت عمر تو ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ان کی امامت نماز سے خداوند تعالیٰ خوش نہ تھا۔ اشارہ کا لفظ بھی قابل غور ہے زبان سے حکم نہیں دیا تھا۔ کچھ اشارہ کیا ہوگا۔ حضرت عائشہ نے کچھ اور ہی مطلب نکال لیا۔ صحیح مسلم میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا ابو معاویه ووکیع وحدثنا بن یحیی واللفظ له قال اخبرنا ابومعاویه عن الاعمش عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت لما ثقل رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء بلال یؤذنه بالصلوٰة فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس. قالت فقلت یارسول الله ان ابابکر رجل اسیف وانه متی یقوم مقامك لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فقلت لحفصه قولی له ان ابابکر رجل اسیف وانه متی یقوم مقامك لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقالت له فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت فامروا ابابکر یصلی بالناس قالت فلما دخل فی الصلوٰة وجد رسول الله صلی الله علیه وسلم من نفسه خفة فقام یهادی بین رجلین ورجلاه تخطان فی الارض قالت فلما دخل المسجد سمع ابوبکر حسه ذهب یتاخر فاوما الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم قم مکانك

(اسمار راویان عربی میں دیکھو)

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب جناب رسولخداؐ کا مرض بہت بڑھ گیا تو نماز کے لئے حکم لینے کے واسطے بلال حاضر ہوئے جناب رسولخداؐ نے کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ابوبکر نرم دل شخص ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کی آواز اتنی نہیں نکلے گی کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپ عمر کو دیں۔ آنحضرتؐ نے پھر کہا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس پر میں نے حفصہ سے کہا کہ تم جناب رسولخداؐ سے عرض کرو کہ ابوبکر مرد رقیق القلب ہیں۔ اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کی آواز اتنی نہیں نکلے گی۔ کہ لوگ سن سکیں بہتر ہو کہ یہ حکم آپ عمر کو دیں۔ پس حفصہ نے اسی طرح کہا اس پر جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تم تو زنانِ مصر کی طرح مکار ہو۔ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں پس لوگوں نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ نماز پڑھائیں۔ پس جب جناب ابوبکر نے نماز شروع کی تو اس وقت جناب رسولؐ خدا نے اپنے مرض میں

فجاءرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس جالسًا وابوبکر قائمًا یقتدی بصلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقتدی الناس بصلاۃ ابی بکر۔

خفت محسوس کی۔ پس آپ کھڑے ہو گئے اور دو آدمیوں کے کندھوں پر اس طرح چلے کہ آپ کے دونوں پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو ابوبکر کو آپ کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو وہ پیچھے ہونے لگے جناب رسول خدا نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ پس جناب رسولخدا آن کر ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ جناب رسول خدا بیٹھے ہوئے نماز پڑھاتے تھے اور ابوبکر کھڑے ہوئے آپ کی اقتدار کرتے جاتے تھے اور لوگ ابوبکر سے سن کر نماز پڑھتے جاتے تھے۔ (صحیح مسلم الجزء الثانی۔ کتاب الصلوۃ ص ۲۱، ۲۳، ۲۴، ۲۵۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاذان باب حد المریض ان یشہد والجماعۃ وکتاب الاعتصام پارہ ۲۹۔ ابن الاثیر۔ تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۲۳۔ سنن ابن ماجہ۔ ص ۱۱۸۔ تاریخ الطبری۔ الجزء الثالث ص ۱۹۵۔

صحیح مسلم صفحہ ۲۴۔ اور سنن ابن ماجہ کی روایتیں صاف بتارہی ہیں کہ آنحضرتؐ کا اسی دن انتقال ہوا جس دن یہ واقعہ ہوا۔ یعنی جس دن ابوبکر کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا اور آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور یہ واقعہ اسی دن ہوا کہ جس دن اول مرتبہ امامت نماز کا قضیہ اٹھا اور آنحضرتؐ نے انہیں مواحب یوسف کہا گویا صرف ایک ہی وقت نماز پڑھائی تھی کہ آنحضرتؐ نے روک دیا۔ علاوہ اس کے صحیح مسلم صفحہ ۲۵ کی روایت میں صاف لکھا ہے کہ ابوبکر پچھلی صف میں ہٹ گئے اور رسولؐ خدا نے اول صف کے آگے نماز پڑھائی۔ حضرت عائشہ تو وہاں پر نہ تھیں۔ پھر کیونکر دیکھ لیا کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا اشارہ کیا۔

تاریخ الخمیس کو جو ہم نے دیکھا تو وہاں اور ہی نقشہ نظر آیا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح وکلاء اہل حکومت یعنی مورخین وعلمائے اہلسنت وجماعت اپنی کتابوں میں ایسی متنازعہ روایتوں کی کتربیونت کرتے ہیں اور ان میں اپنے حسب منشار تغیر وتبدل کرتے رہتے ہیں۔ فاضل مورخ حسین دیار بکری نے وہی عبداللہ بن زمعہ کی روایت کو سیرۃ ابن ہشام سے لیا ہے لیکن اس کو بالکل مسخ کر کے سیرۃ ابن ہشام ملخص ہے۔ سیرۃ ابن اسحاق سے جس کا سنہ وفات ۱۵۰ھ ہجری ہے غالباً ۱۲۵۰ھ ہجری میں لکھی گئی ہو گی۔ تاریخ الخمیس ۱۱۲۵ھ کے بعد کی تصنیف ہے اس ایک ہزار سال کے درمیان میں تغیر وتبدل کے سانچہ میں ڈھلتے ڈھلتے اس عبداللہ بن زمعہ والی روایت نے کیا سے کیا صورت اختیار کر لی۔

ان بلال اذن بالصلوۃ فی ایام مرضہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعبد اللہ بن زمعۃ اخرج فقل لابی بکر یصل بالناس فخرج فلم یجد علی الباب الاعمر فی جماعۃ

حضرت بلال نے زمانہ مرض اخیر جناب رسولخدا میں نماز کے لئے اجازت چاہی تو آنحضرتؐ نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ جاؤ اور ابوبکر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس وہ آیا لیکن دروازہ

لیس فیھم ابو بکر فقال یا عمر صل بالناس فلما کبر و کان رجلا صیتا و سمع النبی صوته قال یابی الله والمسلمون الا ابی بکر ثلاث مرات قال فقال عمر لعبد الله بن زمعه بئس ما صنعت کنت اری ان رسول الله امرک ان تامرنی قال لا و الله ما امرنی ان امر احدا۔

پر جو جماعت تھی اس میں ابوبکر کو نہ پایا عمر موجود تھے۔ اس نے عمر سے کہا کہ اے عمر نماز پڑھا دو جب عمر نے تکبیر کہی اور آنحضرتؐ نے ان کی آواز سنی کیونکہ وہ بلند آواز تھے تو جناب رسولخدا نے فرمایا کہ خدا و مسلمان انکار کرتے ہیں۔ اس بات سے کہ عمر نماز پڑھائے یہ فقرہ تین بار کہا۔ تو عمر نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ رسولؐ خدا نے تجھے حکم دیا ہے کہ مجھے نماز پڑھانے کے لئے کہے۔ عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ قسم بخدا مجھے تو آنحضرتؐ نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں۔ حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص[۱۸۱]۔

سیرۃ ابن ہشام کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اس میں کہیں حضرت ابوبکر کا نام نہیں ہے۔ اور نہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن زمعہ سے ابوبکر کا نام لے کر کہا کہ ان سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ لیکن خداوند تعالیٰ کس طرح حق کو ظاہر کرتا ہے۔ بدلنے والوں نے پہلی عبارت تو بدل دی۔ اور حضرت ابوبکر کا نام بڑھا دیا لیکن آخری فقرہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت عمر کی شکایت پر عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ قسم بخدا مجھ سے تو جناب رسولؐ خدا نے نہیں کہا کہ میں کسی خاص شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں۔ اس ناجائز اضافہ کا بھانڈا ایسا پھوٹا۔ حسین دیار بکری کی نظر وہاں تک نہ گئی یا ان کو جرأت نہ ہوئی۔ حضرت عمر کی توہین و تحقیر اسی طرح باقی رہی لیکن گروہ اہل حکومت سے حضرت عمر کی خجالت کیوں کر دیکھی جاتی یہ ناقابل برداشت صورت واقعات تھی لہذا ان کی مدد کو محمد بن جریر طبری پہنچے وہ اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں۔

قال رسول الله ان الصلوٰۃ قیل نعم قال فامروا ابا بکر لیصلی بالناس فقالت عائشۃ انه رجل رقیق فقال مروا عمر فقال عمر ما کنت لاتقدم و ابو بکر شاھد فتقدم ابو بکر۔

جناب رسولخدا نے دریافت کیا کہ نماز کا وقت ہو گیا لوگوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ نماز پڑھائیں عائشہ نے کہا کہ وہ رقیق القلب ہیں آپ یہ حکم عمر کو دیں اس پر جناب رسولخدا نے کہا کہ اچھا عمر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن عمر نے کہا کہ [illegible] ہوتے ہوئے میں کیونکر نماز پڑھا سکتا ہوں پس ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ (محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۹۵۔)

ان مورخین و محدثین کو صحت واقعات کا اتنا خیال نہیں ہوتا جتنی یہ کوشش رہتی ہے کہ واقعات کو توڑ مروڑ کر اس طرح دکھایا جائے کہ کارپردازانِ حکومت پر کوئی اعتراض نہ باقی رہ سکے۔ یا تو آنحضرتؐ کا یہ غصہ و اصرار کہ خدا و مسلمان انکار کرتے ہیں کہ عمر نماز پڑھائیں یا اب

حضرت عائشہ کے حکم کی یہ اطاعت کہ اچھا عمر ہی سے کہدو کہ نماز پڑھائیں۔ روایت کا ڈھالنے والا حضرت عمر کی طبیعت کا عکس بھی لانا چاہتا تھا تاکہ نقشہ بالکل ہی صحیح نظر آئے۔ لہذا حضرت عمر کی وہی عادت نکتہ چینی و نافرمانی یہاں بھی ظاہر کی گئی۔ آنحضرتؐ کی رائے میں تو ابو بکر کی موجودگی میں عمر کا نماز پڑھانا جائز تھا۔ لیکن حضرت عمر اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا خیال غلط ہے۔ ابو بکر کی موجودگی میں میں نماز نہیں پڑھا سکتا۔ آخر اپنی ہٹ پر قائم رہے اور نماز پڑھا کر ہی نہ دی۔ جتنا اختلاف و اضطراب اس امامت نماز کی روایتوں میں ہے۔ شاید ہی کسی اور واقعہ کی روایتوں میں ہوگا۔ بہت سا نمونہ پہلے گیا۔ کچھ اب پیش ہوتا ہے

عن ابن عباس قال کشف رسول اللہ عن الستارۃ والناس صفوف ابی بکر۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے پردہ جو ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ صف در صف ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۲۱۹۔ جزء الثالث ص ۱۹۶۔

اس میں نہ تو حضرت بلال کے آنے کا ذکر ہے اور نہ حضرت عائشہ کی رد و قدح ہے۔ بلکہ آنحضرتؐ نے حکم بھی نہیں دیا اور خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔

عن عائشۃ لما دخل رسول اللہ بیتی قال مروا ابا بکر فلیصل بالناس۔

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جس دن آنحضرتؐ میرے گھر میں آئے اسی دن حکم دے دیا کہ ابو بکر نماز پڑھائیں۔ یہ نرالی روایت ہے اور روایتوں میں تو یہ ہے کہ آپ برابر امامت نماز کرتے رہے جب تک اٹھ کر مسجد میں جانے کی طاقت نہ رہی۔ صرف آخری تین دنوں میں نماز نہیں پڑھائی یا فقط ایک دن نماز نہیں پڑھائی اور وہ آنحضرتؐ کی حیات کا آخری دن تھا۔

ان النبی لما سمع صوت عمر خرج حتی اطلع رأسہ من حجرتہ ثم قال لا۔ لا۔ لا لیصل للناس ابن ابی قحافہ یقول ذلک مغضبا (محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الاول ص ۱۱۵)

ترجمہ:۔ جب جناب رسولخدا نے حضرت عمر کی آواز سنی تو آپ نکلے یہاں تک کہ اپنا سر مقدس حجرے سے باہر کر دیا اور فرمایا۔ نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ چاہیئے کہ لوگوں کو ابن ابی قحافہ نماز پڑھائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر نے امامت نماز کو ایک سہل سی تدبیر سمجھ کر پہلے سے نظر میں رکھا ہوا تھا۔ ایک واقعہ اس سے پہلے بھی ہوا تھا۔

پہلی امامت نماز کا واقعہ۔

قال خرج النبی یصلح بین بنی عمرو بن عوف وحانت الصلوۃ فجاء بلال ابا بکر فقال حبس النبی فتؤم الناس۔ قال نعم ان شئتم فاقام بلال الصلوۃ فتقدم ابو بکر فصلی فجاء النبی یمشی فی الصفوف یشقہا شقا حتی قام فی الصف

ایک دفعہ جناب رسولؐ خدا بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں نماز کا وقت آگیا تو بلال مؤذن نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ رسولخدا تو گئے ہوئے ہیں تم ہی نماز پڑھا دو آپ نے کہا کہ ہاں اگر تم لوگ راضی ہو۔ بلال نے اذان دی۔ ابو بکر آگے

الاولی واخذ الناس بالتصفیح فقال سھل ھل تدرون التصفیح ھو التصفیق وکان ابوبکر رضی اللہ عنہ لا یلتفت فی الصلوٰۃ فلما اکثروا التفت فاذا النبی فی الصف فاشار الیہ مکانک فرفع ابوبکر یدیہ فحمد اللہ ثم رجع القھقری وراءہ فتقدم رسول اللہ فصلی۔

بڑھ کر نماز پڑھانے لگے اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لے آئے اور نماز جماعت کی صفوں کو چیرتے ہوئے صف اول میں تشریف لے گئے یہ دیکھ کر مسلمانوں نے زور زور سے تالیاں بجانی شروع کیں کہ ابوبکر ہٹ جائیں لیکن ابوبکر نہ ہٹے جب لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ جناب رسولخدا صف اول میں ہیں رسولخدا نے اشارہ کیا کہ کھڑے رہیں لیکن ابوبکر نے ہاتھ اٹھا کر حمد خدا کی اور پچھلے قدم پیچھے ہٹ گئے اور جناب رسول خدا نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

صحیح بخاری پارہ ۵۔ شبلی نعمانی: سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۵ صحیح مسلم، الجزء الثانی کتاب الصلوٰۃ ص ۲۴

کیسی تیزی اور مضبوط ارادے کے ساتھ آنحضرتؐ صف اول میں نماز پڑھانے کیلئے پہنچے۔ اگر حضرت ابوبکر کی امامت نماز میں کچھ ہرج نہ ہوتا تو آپ انہیں اس طرح نہ ہٹاتے اور نہ نمازیوں کی صفوں کو چیر کر آگے جاتے اور حضرت ابوبکر کا بھی شوق ملاحظہ ہو پیچھے ہی نہ ہٹے جب تک خوب تالیاں نہ بج لیں۔ چونکہ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے۔ لہٰذا اس میں یہ ضرور ہونا چاہیئے تھا کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ کر دیا۔ لیکن یہ پیوند کیسا نمایاں ہے اگر حضرت ابوبکر کو ہٹانا مطلوب نہ تھا تو اتنی تیزی سے صف اول میں جانے کی کیا ضرورت تھی جہاں الفاظ رکھنے مناسب نہیں سمجھتے وہاں اشارہ لے آتے ہیں۔ اور اگر صف اول میں چلے گئے تھے تو جب ابوبکر ہٹنے لگے تھے منہ سے فرما دیتے کہ نہ ہٹو۔ ابوبکر نے آپ کے اشارہ کی کیوں تعمیل نہ کی۔

واقعہ امامت نماز پر تنقیدی نظر

اب ہم اس واقعہ امامت نماز پر جو دوران مرض آخر سرور کائنات میں ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں۔

۱۔ ان روایات کا اختلاف و اضطراب اس واقعہ کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ کسی روایت میں ہے کہ ابوبکر خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے کسی نے ان سے نماز کے لئے نہیں کہا۔ کسی میں ہے کہ عبداللہ بن زمعہ نے اپنی ہی طرف سے پہلے عمر اور پھر ابوبکر کو کھڑا کر دیا کسی میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن زمعہ سے کہا کہ ابوبکر کو نماز پڑھانے کے لئے کہیں۔ کسی میں ہے کہ بلال نے آن کر نماز کا وقت یاد دلایا۔ کسی میں ہے کہ خود آنحضرتؐ کو یاد آیا۔ کسی میں حضرت عائشہ اور آنحضرتؐ کی ردو قدح ہے اور آنحضرت کا ان کے فعل کو زلیخا کے مکر سے تشبیہ دینا درج ہے۔ کہیں یہ ذکر ہی نہیں۔ کئی روایتوں میں ہے کہ آنحضرتؐ جناب عمر کی امامت نماز سے خوش نہ تھے اور صاف انکار کر دیا تھا۔ کسی میں ہے کہ حضرت عائشہ کے حکم کی اطاعت میں کہہ دیا کہ اچھا عمر ہی نماز پڑھائیں۔

۲۔ اگر آنحضرتؐ ابوبکر کو نماز کے لئے کہنا چاہتے تھے تو خود ہی کیوں نہ کہہ دیا۔

۳۔ اگر آنحضرتؐ کا منشا تھا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں تو کیوں جب ان کے نماز پڑھانے کا علم ہوا تو آپ باوجود اس ضعف و بیماری کے تشریف لے گئے اور ان کو ہٹایا۔

۴۔ سیرۃ ابن ہشام کی روایت میں جو تغیر و تبدل کیا گیا ہے اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

۵۔ مسند امام احمد حنبل و تاریخ طبری کی روایتوں پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

۶۔ ہمارے اس نتیجہ کی طرف کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر کو امامت نماز پر کھڑا نہیں کیا تھا۔ آنحضرتؐ کا ایک اور فقرہ بھی دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا انکن لانتن صواحب یوسف۔ تم زلیخائے یوسف کی مانند ہو۔ زلیخائے مصر اپنے مکر میں مشہور رہے۔ جس کو قرآن شریف میں بھی بیان کیا ہے۔ یہ فقرہ جہاں روایتوں میں رکھا گیا ہے۔ وہاں بے جوڑ پیوند کی طرح چغلی کھاتا ہے۔ مکاری اپنے نفع کے لئے کی جاتی ہے زلیخا کی مکاریاں اس کے اپنے نفع کے لئے تھیں۔ یہاں تو حضرت عائشہ اپنے فائدہ کے خلاف کہہ رہی تھیں۔ اپنے والد کی آئی ہوئی امامتِ نماز کو کھو رہی تھیں اور اصرار کر رہی تھیں کہ ان کی بجائے حضرت عمر کو پیش نمازی کے لئے کہہ دیا جائے یہ فقرہ یہاں بے جوڑ ہے یہ تو وہیں اچھی طرح کھپتا ہے کہ آنحضرتؐ نے تو علیؑ کو بلانے کا حکم دیا۔ اور ان عورتوں نے ان کی بجائے اپنے اپنے آدمی بلوا بھیجے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم زلیخائے مصر کی طرح مکاریاں کر رہی ہو۔ جس طرح زلیخا نے پہلے یوسف پھر اپنے خاوند کو بہکا کر انہیں حق سے ناحق کی طرف لے جانا چاہا۔ اسی طرح تم مجھے بہکانے کی کوشش کر رہی ہو۔ کہ میں حق یعنی علیؑ کو چھوڑ کر ناحق یعنی علیؑ کے غیر کی طرف جاؤں۔ صواحب یوسف کا لفظ بھی قابل غور ہے زلیخا کا مکر یوسف کے خلاف تھا اور وہ مظلوم تھے۔ ان مخدرات عصمت کا مکر بھی ایک ہی شخص یعنی علیؑ کے خلاف تھا۔ اور وہ مظلوم تھے۔ اب ہماری اس تشریح کو مدنظر رکھ کر غور کیجئے تو یہاں یہ فقرہ کیسا مطابق و چسپاں ہے۔ بغرض انصاف ہم یہاں اس فقرہ کی وہ تاویل بھی بیان کئے دیتے ہیں جو وکلاء حکومت نے کی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری اپنی شرح فتح الباری میں اس فقرہ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

انکن لانتن صواحب یوسف وصاحب جمع صاحبة والمراد انهن مثل صواحب یوسف فی اظهار خلاف ما فی الباطن ثم ان هذا الخطاب وان کان بلفظ الجمع فالمراد به واحد وهی عائشة فقط کما ان صواحب صیغه جمع والمراد زلیخا فقط ووجه المشابهة بینهما فی

انکن لانتن صواحب یوسف۔ صاحب جمع ہے صاحبہ کی مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں زلیخا کی مانند تھیں اپنی دلی تمنا کے خلاف ظاہر کرنے میں۔ یہ خطاب اگرچہ لفظ جمع سے ہے مگر اس سے مراد ایک ہی فرد یعنی عائشہ ہے جس طرح یوسف کے صواحب سے بھی مراد ایک زلیخا ہی ہے اور ان دونوں یعنی عائشہ اور زلیخا میں وجہ مشابہت یہ

ذالک ان زلیخا استدعت النسوۃ و
اظہرت لہن الاکرام بالضیافۃ ومرادھا
زیادۃ علی ذلک ھو ان ینظرن الی حسن
یوسف و یعذرنہا محبتہ وان عائشۃ
اظہرت ان سبب ارادتہا صرف الامامۃ
عن ابیہا کونہ لا یسمع المامومین القراۃ
لبکائہ ومرادھا زیادۃ علی ذلک وھو
ان لا یتشاءم الناس بہ۔

تھی کہ زلیخا نے زنانِ مصر کی دعوت کی ان کا احترام
واکرام کیا لیکن اس کی اصلی مراد احترام ظاہر کرنا
نہ تھا بلکہ اصلی غرض یہ تھی کہ وہ عورتیں یوسف کے
حسن پر نظر کر کے زلیخا کو یوسف کی محبت میں معذور
سمجھیں اسی طرح عائشہ نے ظاہر تو یہ کیا کہ ان
کا مقصد ہے کہ ان کے باپ کو امامت نہ ملے
لیکن اُن کی اصلی غرض یہ تھی کہ لوگ ابوبکر کو منحوس
نہ سمجھنے لگیں۔

ابن حجر عسقلانی :۔ فتح الباری الجزء الثانی باب حد المریض ان یشہد الجماعۃ صفحہ ۱۲۸

اس منطق کو آپ نے ملاحظہ کیا یہ تو ہم مانتے ہیں کہ صواحب یوسف اگرچہ جمع ہے لیکن
مقصد ایک زلیخا تھی لیکن انکن لانتن سے مطلب یہ نہیں کہ مخاطب فقط ایک عورت تھی یہ صیغہ
جمع مونث ہے اور صاف بتلا رہا ہے کہ دو سے زیادہ عورتیں تھیں اور اُنکے جمع ہونے ہی کی وجہ
سے صواحب یوسف کو بصیغہ جمع بیان کرنا پڑا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک زلیخا نے یوسف
کی طرح ہے ورنہ ایک عائشہ ہوتیں تو صاحبہ یوسف ہی کافی ہوتا۔ اب اس روایت پر غور کرو۔ جو
مسند احمد حنبل و تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے علیؑ کو بلایا تو عائشہ و حفصہ و ام
الفضل ہر ایک نے اپنے اپنے آدمی علیؑ کے بجائے بلائے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ لہذا واحد
وتثنیہ، دونوں صیغے چھوڑ کر آنحضرتؐ نے جمع کا صیغہ استعمال کیا۔ اب مکر کو لیجئے۔ زلیخا نے زنان مصر
کے ساتھ کونسا مکر کیا تھا اکرام و احترام یا ضیافت کرنا مکر نہ تھا۔ اگر وہ اکرام و احترام نہ بھی
کرتی اور محض ان کو بلا کر یوسف کے حسن کو دکھا دیتی تو بھی اس کا اصلی مقصد فوت نہ
ہوتا کیونکہ وہ تو اسی طرح یوسف کے حسن کو دیکھ کر بے قرار ہو جاتیں۔ زلیخا کے احترام
واکرام نے ان کی بیقراری و بیخودی میں اضافہ نہیں کیا خود ہی علامہ ابن حجر عسقلانی لفظ معذرت
استعمال کر رہے ہیں۔ یعنی یعذرنہا فی محبتہ، اُسے یوسف کی محبت میں معذور سمجھیں۔
قصہ مختصر کہ یہ اجتماع زنان مصر، ان کی دعوت، ان کا احترام، ان کے ہاتھ میں لیمو اور چھریاں
دینی مکر نہ تھا۔ یہ تو عذر عشق تھا مکر و فریب نہ تھا۔ زنان مصر کو دھوکہ دے کر ان سے کیا لے
لینا یا کیا لینا مقصود ہو سکتا تھا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ زلیخا کے تو وہی مکر تھے جو اس نے
یوسف سے اور اپنے خاوند سے کئے اول تو یوسف کو بہانہ سے بلا کر اکیلے کمرہ میں لے
گئی وہاں خواہش ناجائز کا اظہار کیا۔ حضرت یوسف مڑ کر واپس آنے لگے تو جلدی سے ان کی
قمیص پھاڑ دی اور پھر اپنے خاوند سے جھوٹی شکایت کر دی کہ اس نے مجھ سے زنا کرنا چاہا تھا مکر
تو یہ ہے۔ نہ کہ زنان مصر کی دعوت یا ان کا اکرام و احترام کرنا زنان مصر کے ساتھ تو سہیلیوں کی سی

اٹھکیلیاں بخیں اپنا معشوق بھی انہیں دکھا دیا اور گناہِ عشق کی معذرت بھی پیش کر دی۔
۷۔ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس سے پہلے آنحضرتؐ ابوبکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ کو حکم دے چکے تھے کہ جیش اسامہ میں شامل ہو کر باہر جاؤ اور بار بار تاکید فرما رہے تھے پھر کس طرح اس کے خلاف کہتے کہ میری بیماری کے ایام میں ابوبکر نماز پڑھائیں آخرکار جرف تک ابوبکر و عمر چلے گئے تھے اُسامہ کے ساتھ اور پھر اس کے ساتھ ہی واپس آئے یا اگر نہ بھی گئے ہوں تو آنحضرتؐ تو فرما چکے تھے کہ یہ اس کے ساتھ جائیں۔
۸۔ امامتِ ابوبکر کی روایت حضرت عائشہ سے ہے ضرب الامثال دنیا کی عقل و تجربہ کا نچوڑ ہوتی ہیں۔ ایک مثل ہے ایک کوٹھے پر دو ہوائیں۔ زبردست افراد اور اقوام کے اوپر یہ ضرب المثل عائد ہوتی ہے حضرت فاطمہؑ نے اپنے دعویٰ فدک کے ثبوت میں ان ہستیوں کو پیش کیا جن کو جناب رسولخدا نے اپنی صداقت کی گواہی کے لئے بحکم خداوندی پیش کیا تھا یعنی حضرت علی و حسنین علیہم السلام لیکن بارگاہ حکومت سے جواب ملا کہ ایسے قریبی رشتہ داروں کی گواہی جلب منفعت کے وصول پر قابل پذیرائی نہیں لیکن جب ساری سلطنت اسلامیہ کے دعوے کے ثبوت میں گواہوں کی ضرورت پڑی تو اکیلی حضرت عائشہ کی گواہی اپنے باپ کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں عقل و نقل سب کو دھتا بتا دی گئی۔ حالانکہ اس وقت مرد بھی تھے اور آنحضرتؐ کا خطاب امر بصیغہ جمع مذکر تھا اگر محض وہاں عورتیں ہی ہوتیں تو مرن فرماتے لیکن کوئی مرد راوی نہیں ملتا۔
۹۔ اس امامتِ نماز میں خبر نہیں کیوں اور کیا اہمیت آگئی ورنہ جب آنحضرتؐ جہاد پر تشریف لے جاتے تھے اور اپنے ساتھ علیؑ کو لے جاتے تھے کیونکہ ان کے بغیر فتح ناممکن ہوا کرتی تھی تو مدینہ پر آپ کسی نہ کسی کو حاکم مقرر کر کے چھوڑ جاتے تھے وہ امامتِ نماز بھی کیا کرتا تھا۔ ان کے نام تواریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے کسی نے اس امامتِ نماز کی بنا پر خلافت کا دعویٰ نہیں کیا
۱۰۔ علمائے اہل حکومت کے بموجب اسلام میں امامتِ نماز کی تو کچھ اہمیت و فضیلت ہی نہیں کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ الصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برًا کان او فاجرًا وان عمل الکبائر۔
ترجمہ: مسلمانو! تم پر لازم ہے کہ جو مسلمان ملے خواہ وہ نیک ہو۔ خواہ فاسق و فاجر اسکے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ اگرچہ وہ گناہ کبیرہ ہی کرتا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الامامت۔
اب حضرت ابوبکر کے لئے کیا فضیلت رہ گئی۔
۱۱۔ ان روایتوں کے ذریعہ سے اگرچہ حضرت ابوبکر کو اہمیت دینے کی کوشش کی گئی ہے لیکن حضرت عمر کی توہین و تحقیر و تذلیل کی بھی حد ہو گئی۔ جس شخص کی ایک دفعہ کی امامت نماز سے آپ ایسے ناخوش ہوتے تھے اور جس کی امامت نماز کو جناب رسولخدا خلاف رضائے خداوندی شمار کرتے تھے۔ اس کی خلافت اور برسوں کی امامتِ نماز سے آنحضرتؐ کی روح کو کتنا صدمہ پہنچتا ہو گا۔

وہ آپ کے ہمہ گیر علم کے اندر ہیں۔ یہ میری ساری زندگی کا ماحصل ہے۔ ۱۹۳۴ء میں شروع کیا اور اب ۱۹۴۴ء ہے اس تاخیر کی وجہ میری کسبِ معاش کی مشغولیتیں اور میرے بڑے لڑکے امام علی کی بیماریاں ہیں۔ میں اپنی بے بضاعتی اور اس تالیف کی کم مائیگی سے اچھی طرح واقف ہوں۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپ کے دشمنوں کے پیروؤں کا عناد آپ کے نام کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کے ہمعصر دشمنوں کا عناد آپ کی ذات کے ساتھ تھا۔ بلکہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ تو میں نے خیال کیا کہ اب موقع ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام کو سوت کی انٹی کے عوض خریدنے کا ارادہ رکھنے والی بڑھیا اُن کے خریداروں کی فہرست میں داخل ہوگئی۔ اسی طرح میں بھی ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو ایک جگہ جمع کرکے آپ کے ناصروں کی فہرست میں نام لکھا لوں اور دُعائے اللھم انصر من نصرہٗ کی ردائے عاطفت میں داخل ہوسکوں۔

اگرچہ میرا دل میری زبان کی بستگی پر مجھے طعنہ دیتا رہتا ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ نذر پیش کرتے وقت سوال کرنا گدا کی شانِ گدائی میں بٹہ لگا دیتا ہے اور بخشش کرنے کے لئے سوال کا منتظر رہنا کریموں کی عادت سے بعید ہے۔ لہٰذا میں اپنے متعلق خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ بمنشائے آیہ کریمہ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (پ ۲۳ سورہ یٰسین ع ۱) آپ کو میرے حالات و مصائب و مشکلات کا علم ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے، اب تک جو مجھے اس بارگاہ سے ملا ہے اس کا ہی شکر ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں۔ تو اب مزید عنایات کے لئے کس منہ سے زبان کھولوں۔ ایک امر واقعہ عرض کر دیتا ہوں ؎

خدا را رحمے اے منعم کہ درویش سر کویت
درِ دیگر نمی داند رہِ دیگر نمے گیرد

آخر میں دست بستہ عرض ہے ؎

کردہ ام ایں نذرِ مولائے نجف
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

مؤلّف

۱۲۔ ان تمام روایتوں کے وہ فقرے ایک جگہ ملا کر پڑھنے چاہئیں۔ جو ان مورخین و محدثین نے دبی زبان سے ادھر اُدھر بے جوڑ طریقہ پر رکھ دیئے ہیں۔ اپنے خیال میں تو انہوں نے بہت کچھ حفظ ماتقدم سے کام لیا۔ جب ان فقروں کو ان کی اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دیا اور بیچ میں کچھ اور ملا دیا لیکن حق کی چھان بین کرنے والے حق نکال ہی لیتے ہیں انکو ملا کر پڑھنے سے یہ عبارت بنتی ہے۔

حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلایا کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ و حضرت حفصہ نے اس کی اہمیت کو سمجھ کر اپنے اپنے باپوں کو بلا لیا جب آنحضرتؐ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ تم زلیخائے یوسف کی طرح مکاری کرتی ہو اور حضرت علیؑ کو وہاں نہ پا کر خاموش ہو گئے عبداللہ ابن زمعہ نے اس خاموشی سے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ چاہتے ہیں کہ کوئی نماز پڑھاوے خصوصیت کسی کی نہیں۔ لہذا اُس نے جا کر حضرت عمر کو کہہ دیا جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت عمر کو ہٹوا دیا اب حضرت عائشہ نے کہہ دیا کہ ابو بکر سے جا کر کہہ دو کہ آنحضرتؐ کا اشارہ ہے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب ابو بکر نماز پڑھانے لگے اور آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کو بہت مکروہ سمجھا اور حضرت ابو بکر کو ہٹانے کے لئے اس شدت مرض میں دو آدمیوں کے سہارے سے آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اتنی کمزوری تھی کہ زمین پر پیر بھی نہیں ٹکتا تھا۔ باوجود اس نقاہت کے آپ باہر نکلے۔ مسجد میں گئے۔ حضرت ابو بکر کو ہٹایا۔ خود نماز پڑھانے لگے۔ حضرت ابو بکر ان کے مقتدی تھے اور لوگوں تک آنحضرتؐ کی آواز پہنچانے کی غرض سے بلند آواز سے وہ الفاظ دوہرا دیتے تھے جو آنحضرتؐ کہتے جاتے تھے۔

یہ جو اوپر ہم نے سارا واقعہ بیان کیا ہے فرمایئے کونسی بات ہم نے زیادہ لکھی ہے۔ جو اہل حکومت کی کتابوں میں نہیں ہے۔ صرف فقروں کو بے جوڑ مقاموں سے اٹھا کر ان کے اصلی مقام پر رکھ دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ ہم ایک دوسرے فریق کے مورخین و محققین کی تحقیقات کا نتیجہ بھی ناظرین کے سامنے رکھ دیں۔ جس کی رائے و نظر یہ جماعت اہل حکومت سے مختلف ہے علامہ مجلسیؒ اپنی کتاب جلال العیون میں لکھتے ہیں۔

چوں بخانہ عائشہ رفت مرض آں حضرتؐ شدید شد پس بلال ہنگام نماز صبح آمد۔ دراں وقت حضرت متوجہ عالم قدس بود چوں بلال ندائے نماز درداد حضرت مطلع نشد۔ پس عائشہ گفت کہ ابو بکر را گوئید کہ با مردم نماز کند و حفصہ گفت کہ عمر را بگوئید با مردم نماز کند۔ حضرت رسول چوں صدائے ایشاں راشنید و غرض فاسد ایشانرا دانست فرمود کہ دست ازیں سخناں بردارید کہ شما برتانے میمانید کہ میخوا ستند یوسف راہ گمراہ نمایند چوں حضرت امر کردہ بود کہ ابو بکر و عمر با لشکر اسامہ بیروں روند دریں وقت از سخناں عائشہ و حفصہ یافت کہ ایشاں بیراں فتنہ و فساد بمدینہ برگشتہ اند۔ بسیار غمگین شد و باں شدت مرض برخاست کہ مبادا ابو بکر یا عمر با مردم نماز کنند کہ ایں باعث شبہ مردم شود۔ دست بردوش امیرالمومنین و فضل ابن عباس انداخت و با نہایت ضعف و ناتوانی پاہائے خود را مے کشید تا بہ مسجد درآمد چوں نزدیک محراب رسید دید کہ ابو بکر سبقت کردہ است و در محراب بجائے آنحضرتؐ ایستادہ و بنماز شروع کردہ است

(حاشیہ: ان تمام فقروں کو ان کی اصلی جگہ پر رکھنے سے جو عبارت بنتی ہے۔)

پس بدست مبارک خود اشارہ کرد کہ پس بایست و خود داخل محراب شد با مردم نماز را نشستہ ادا کرد و نماز را از سر گرفت و اعتنائے نکرد بآنچہ ابوبکر کردہ بود۔ چوں سلام نماز گفت بخانہ برگشت۔ ابوبکر و عمر و جماعتے از مسلمان را طلبید فرمود کہ من نگفتم کہ شما بالشکر اسامہ بیروں روید گفتند بلے یا رسول اللہ گفتی۔ فرمود پس چرا امر مرا اطاعت نکردید ابوبکر گفت کہ من بیروں رفتم و برگشتم عہد خود را باتو تازہ کنم و عمر گفت یا رسول اللہ من بیروں رفتم و برگشتم برائے آنکہ نخواستم کہ خبر بیماری ترا از دیگراں پرسم۔ پس حضرت فرمود کہ روانہ کنید لشکر اسامہ را و بیروں روید بالشکر اسامہ خدا لعنت کند کسے را کہ تخلف کند از لشکر اسامہ سہ مرتبہ ایں سخن را فرمود و مدہوش شد از تعب رفتن بمسجد و برگشتن و از حزن و اندوہے کہ عارض شد آنحضرتؐ را بسبب آنچہ مشاہدہ نمود از اطوار ناپسندیدہ منافقاں و دانست از نیت ہائے فاسد ایشاں۔

امامت نماز کا قضیہ شروع کرنے والے عبداللہ ابن زمعہ ہیں آنحضرتؐ نے تو کسی کا نام نہیں لیا تھا یہ کیوں حضرت عمر کے پاس پہنچ گئے اور ان سے نماز پڑھانے کو کہہ دیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس پارٹی کے ممبر تھے جس کے سرکردہ حضرت عمر تھے۔ جب ہی تو اپنے سردار سے جا کر پہلے کہا یہ بزرگوار حضرت سودہ بنت زمعہ زوجہ رسولؐ کے بھائی تھے اور سودہ حضرت عائشہ کی پارٹی میں تھیں جیسا کہ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں دیکھو صحیح بخاری پارہ دہم باب من اھدی الی صاحبہ وتحری بعض نسائہ دون بعض۔

اور خود عبداللہ ابن زمعہ کی کیا حالت تھی۔ ملاحظہ ہو۔ ان کے متعلق لغات القرآن میں زیر لغت "اشقہا" مولوی محمد عبدالرشید صاحب نعمانی ص ۱۰۷ پر لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زمعہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اثنار خطبہ میں اس ناقہ (ناقہ صالح) اور اس کے کونچ کاٹنے والے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بے مثل سخت خبیث اور مفسد اپنی قوم میں صاحب شوکت و قوت تھا جیسے ابو زمعہ ہے۔ وہ اس ناقہ کا خاتمہ کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا"۔

یہاں ابو زمعہ غلطی ہے (دیکھو اصل صحیح بخاری) دراصل ابن زمعہ چاہیئے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا ابن زمعہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کی صفات رکھنے والے شخص کو قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ نے اشقی کہا اور جناب رسولؐ خدا نے ان کی یہ صفات جلسہ عام میں خطبہ میں بیان فرمائیں۔ خبیث، مفسد اور شقی۔ یہ ہے قضیہ امامت نماز کی بنیاد جب ان لوگوں کو اپنا مقصد حاصل کرنا ہوتا ہے تو ایسے تار عنکبوت پر قصر بلند و بالا بناتے ہیں اور اگر کوئی امر ان کے مطلب کے خلاف ہوتا ہے تو صحیح بخاری تک کی مخالفت کر جاتے ہیں۔ جس مذہب کی بنیادیں ایسی ہوں اس کا کہنا۔

فصل نمبر ۱۴ قضیۂ قرطاس اور مانعین تحریر وصیت رسولؐ

دن بدن جناب رسولؐ خدا کو اپنے اصحاب کی اصلی نیتوں اور ارادوں کا پتہ چلتا جاتا تھا اور

جوں جوں آپ کا مرض بڑھتا جاتا تھا ان اصحاب کی نیتیں اور تجویزیں عریاں ہوتی جاتی تھیں۔ جیش اسامہ سے تخلف کرنے سے ان کی نیتوں پر سے آخری پردہ اٹھا دیا تھا اب جناب رسولؐ خدا نے حجت پوری کرنی چاہی۔ جب آپ پر شدت مرض بڑھتی گئی اور لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ اب آپ کا آخری وقت ہے تو اس موقعہ پر آپ نے مناسب سمجھا کہ وصیت خلافت کو تحریر کر دیا جائے یہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ عام حالات میں بھی مرنے والے سے ہر ایک کو ہمدردی ہوتی ہے۔ محبت بڑھ جاتی ہے اس کی خواہشوں اور وصیتوں پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اس وقت تقرر جانشین کی تحریر کے لئے قلم و دوات و کاغذ طلب کرنا آپ کی آخری حجت تھی۔ لیکن جو بزرگوار کہ حصول حکومت کی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے وہ بھی سمجھ گئے کہ ان کے لیے بھی یہ نازک موقعہ ہے اگر رسولؐ خدا نے کچھ تحریر کرا کر اس پر اپنی مہر لگا دی تو ہماری تجویزوں اور تدبیروں میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا وہ اس حکم کی تعمیل میں مانع ہوئے اور یہ کہہ کر مجلس رسولؐ میں شور و شغب پیدا کر دیا کہ اب مزید کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ ہمارے لئے تو قرآن کافی ہے۔ رسولؐ خدا تو شدت مرض کی وجہ سے (معاذ اللہ) ہذیان بک رہے ہیں۔ اگر کچھ اور واقعات نہ بھی ہوتے جن سے اندازہ کیا جا سکتا کہ جناب رسولؐ خدا کیا لکھوانا چاہتے تھے تو صرف ان حضرات کا فقط کاغذ دوات کی طلبی پر چراغ پا ہو جانا اور تحریر میں مانع ہونا ہی صاف بتا رہا ہے کہ وہ کیا تحریر ہوتی اور کس کے حق میں ہوتی۔ غور کیجئے انہیں کیوں خطرہ پیدا ہو گیا پہلے ہی سے ہذیان کا حکم کیوں صادر کر دیا۔ اگر حضرت عمر اور ان کی جماعت کی رائے میں جناب رسولؐ خدا محض ایک معمولی آدمی تھے اور شدت مرض سے انکو بھی ہذیان لاحق ہونے کا امکان تھا تو اس شد و مد سے بغیر مضمون معلوم کئے مانع ہونے کے کیا معنی۔ وہ تحریر خود ہی بتا دیتی کہ میں ہذیان کا نتیجہ ہوں۔ ان کی زبان بے ادبی سے بچ جاتی اور ہذیان خود بن کہے ظاہر ہو جاتا۔ امامت نماز کا اشارہ بھی تو اسی مرض کے دوران میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت حضرت عمر نے کیوں نہ ہذیان کا حکم لگایا۔ کیا اس سے پہلے جناب رسولؐ خدا نے کبھی سوائے قرآن شریف کی آیتوں کے دہرانے کے کوئی ہدایت نہیں فرمائی تھی۔ اس وقت کیا بات تھی کہ بغیر اس ہدایت کے سنتے ہی آپ نے اس کو رد کرنا چاہا اور آنحضرتؐ پر ہذیان تک کی تہمت لگا دی۔ حضرت عمر کا طرز عمل صاف بتا رہا ہے کہ ان کے کیا ارادے تھے کس طرح ان کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ آنحضرتؐ کا کونسا ارشاد تھا جس سے اعراض مقصود تھا۔

اب ہم اس غم انگیز اور دلسوز کہانی کو ان ہی بزرگوں کی زبانی سناتے ہیں۔ صحیح مسلم میں یہ واقعہ مختلف طریق و اسناد کے ساتھ درج ہے۔

حدثنا اسحاق بن ابراهيم اخبرنا وكيع عن مالك بن مغول عن طلحة بن مصرف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو)

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے تھے جمعرات

قال يوم الخميس وما يوم الخميس ثم جعل تسيل دموعه حتى رايت على خديه كانها نظام اللؤلؤ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتوني بالكتف والدواة (او اللوح والدواة) اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا فقالوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يهجر. وحدثني محمد بن رافع وعبد بن حميد قال عبد اخبرنا و قال ابن رافع حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي بيت رجال فيهم عمر بن الخطاب فقال النبي صلى الله عليه وسلم هلم اكتب لكم كتابا لا تضلون بعده فقال عمر ان رسول الله قد غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت فاختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم رسول الله صلى الله عليه وسلم كتابا لن تضلوا بعده ومنهم من يقول ما قال عمر فلما اكثروا اللغو والاختلاف عند رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قوموا قال عبيد الله فكان ابن عباس يقول ان الرزية كل الرزية ما حال بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين ان يكتب لهم ذلك الكتاب من اختلافهم ولغطهم

ہائے جمعرات کا دن سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ پھر ابن عباس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں دیکھتا تھا کہ گویا موتیوں کی لڑی ہے ابن عباس نے کہا کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ کاغذ دوات یا تختی و دوات لاؤ میں ایک ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ پھر تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ لیکن لوگوں نے کہا کہ رسولِ خدا ہذیان بک رہے ہیں۔

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو)

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسولِ خدا کا وقت احتضار ہوا تو دولتسرائے نبوت میں عمر بن خطاب اور دیگر حضرات موجود تھے جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ حضرت عمر بولے کہ یہ بات تو جناب رسولِ خدا غلبہ مرض کی وجہ سے کہہ رہے ہیں ورنہ تمہارے پاس تو قرآن شریف موجود ہے اور کتاب اللہ ہی محض ہمارے لئے کافی ہے اس پر حضار جات میں اختلاف ہوا ان میں سے بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کرو اکثر وہ کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا۔ جب بہت شور و شغف ہوا تو جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پس ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت اور سخت مصیبت تھی وہ بات جو ان لوگوں کے شور و لغو کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادۂ کتابت وثیقہ میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ لکھ سکے۔

صحیح مسلم مطبوعہ محمد علی بمیدان الازہر بمصر الجزء الخامس کتاب الوصیۃ ص ۷۵، ۷۶۔

صحیح بخاری میں یہ روایت سات جگہ دہرائی گئی ہے۔ (۱) کتاب العلم باب کتابت العلم (۲) کتاب الجہاد والسیر، باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ومعاملتھم (۳) کتاب الخمس باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب (۴) باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ (۵) باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ (۶) کتاب المرضی باب قول المریض قوموا عنی (۷) کتاب الاعتصام باب کراھیۃ الاختلاف۔

ان میں سے دو عبارتیں ہم نقل کرتے ہیں۔

عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس وما یوم الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعہ الحصباء فقال اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ یوم الخمیس فقال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ھجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال دعونی والذی انا فیہ خیر مما تدعونی الیہ واوصی عند موتہ بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم ونسیت الثالثۃ۔

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے کہ جمعرات کا دن کیسا افسوسناک تھا جمعرات کا دن پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ انکے آنسوؤں نے زمین کی کنکریوں کا رنگ بدل دیا کہا کہ جمعرات کے دن جناب رسولخدا کا مرض زیادہ تیز ہو گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے ایک ایسا صحیفہ لکھدوں کہ پھر اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے اختلاف و تنازعہ کیا۔ حالانکہ نبی کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ان لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ہذیان بک رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے رہنے دو جس حالت میں میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس حالت کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو اور آنحضرتؐ نے اپنی وفات کے نزدیک تین وصیتیں کیں۔ (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (۲) وفود کے ساتھ اسی طرح سلوک کرو جس طرح میں کرتا تھا۔ تیسری وصیت (راوی) بھول گیا۔

صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ومعاملتھم۔

حدثنا ابراھیم بن موسی قال اخبرنا ھشام عن معمر عن الزھری عن عبید اللہ بن عبد اللہ عن ابن عباس قال لما حضر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وفی البیت رجال منھم عمر بن الخطاب قال ھلم اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ قال عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندکم

(اسمائے راویاں عربی میں)

ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب جناب رسولخدا کا وقت رحلت نزدیک آگیا اور اس وقت دولت کدہ میں بہت سے لوگ تھے جن میں سے ایک عمر بن الخطاب بھی تھے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا آؤ میں تمہارے لئے ایک

القرآن فحسبنا کتاب اللہ واختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابًا لن تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمر فلما اکثروا اللغو والاختلاف عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبین ان یکتب لھم ذالک الکتاب من اختلا فھم ولغطھم۔

نوشتہ لکھ دوں کہ پھر جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے حضرت عمر نے کہا ۔ کہ رسولِ خدا پر اس وقت بیماری کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے ۔ وہ لوگ جو وہاں جمع تھے آپس میں جھگڑنے لگے ۔ کچھ تو ان میں سے ایسے تھے جو کہتے تھے کہ ہاں سامان کتابت لاؤ ۔ رسولِ خدا انہیں ایک صحیفہ لکھ دیں گے کہ جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اور کچھ ان میں سے حضرت عمر کے ہمزبان ہو گئے جب انہوں نے بیہودہ کلامی زیادہ کی ۔ اور رسولِ خدا کے پاس شور و شغف بڑھ گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو ۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہ سخت مصیبت تھی جو رسولِ خدا اور ان کے کتابت صحیفہ کے درمیان اس وجہ سے حائل ہو گئی کہ لوگوں نے بہت بیہودہ کلامی کی ۔

صحیح بخاری : کتاب الاعتصام ۔ باب کراہۃ الاختلاف ۔

مسند امام احمد حنبل میں ہے ۔

مسند امام احمد میں اس کا ذکر ہے۔

عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس انہ قال یوم الخمیس ثم جعل تسیل دموعہ حتی رایت علی خدیہ کانھا نظام اللؤلؤ قال رسول اللہ صلعم ائتونی با لکتف والدواۃ او اللوح والدواۃ اکتب لکم کتابًا لن تضلوا بعدہ ابدًا فقالوا ان رسول اللہ یھجر۔

سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں ۔ عبد اللہ ابن عباس سے عبد اللہ ابن عباس کہتے تھے کہ ہائے جمعرات کا دن اور پھر ان کے آنسو جاری ہو گئے میں دیکھتا تھا کہ ان کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑیاں ہیں اور کہا کہ یہ وہ دن تھا کہ جب جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ دوات و شانہ یا دوات اور تختی میرے پاس لاؤ کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ تو ہذیان بکتے ہیں ۔

مسند امام احمد حنبل ۔ الجزء الاول ص۲۲۶ و ص۳۵۵۔

وقال الخفاجی فی نسیم الریاض وفی بعض طرق ھذا الحدیث قال عمر ان النبی یھجر

(ترجمہ) شہاب الدین خفاجی کتاب نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے (خدا ان سے بہت خوش ہو) فرمایا کہ پیغمبر تو ہذیان بک رہے ہیں

روی الطبرانی عن عمر قال لما مرض النبی صلعم قال ادعوا لی بصحیفۃ ودواۃ اکتب کتابًا لا تضلوا

طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے حضرت عمر کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے بحالت مرض ارشاد فرمایا کہ

بعدہ ابداً فقال النسوۃ من وراء الستر الا تسمعون ما یقول رسول اللہ صلعم فقلت انکن صواحبات یوسف اذ مرض رسول اللہ صلعم عصرتن اعینکن و اذا صح رکبتین عنقہ فقال رسول اللہ دعوھن فانھن خیر منکم۔

کاغذ و دوات میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ جس کی وجہ سے تم لوگ اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ازواج رسولؐ میں سے چند نے پردہ میں سے کہا کہ کیا تم لوگ جناب رسولِ خدا کا ارشاد نہیں سنتے ہو۔ میں نے ان بیبیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم صواحبات یوسف کی طرح ہو جب رسولِ خدا بیمار ہوتے ہیں تو تم روتی ہو اور صحت کی حالت میں ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سنکر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو وہ تم سے بہتر ہیں۔

علی المتقی: کنز العمال الجزء الثالث صفحہ ۱۳۸ حدیث ۲۲۲۲ الجزء الرابع حدیث ۱۸۸ صفحہ ۵۲۔

اس قضیہ کو بہت شرح و بسط کے ساتھ ابن سعد نے اپنے طبقات میں درج کیا ہے۔ (ج ۲ ق ۲) نیز ملاحظہ ہو۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی وفات النبی صفحہ ۵۴۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی جہاں اس واقعہ منع تحریر وصیت کو متفق علیہ لکھا ہے جناب رسولِ خدا کی ساری عمر کی ہدایات و مواعظ و نصائح کا لب لباب اور آپ کی ساری تبلیغ رسالت کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ مسلمانوں کے لئے صراط مستقیم صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ کتاب خدا و عترت رسولِ خدا کی پیروی کریں۔ یہ دونوں مل کر مسلمانوں کو گمراہی سے بچائیں گے اور تا قیام قیامت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے ان میں صرف ایک رکن ہدایت کے لئے ناکافی ہے۔ قرآن خود صامت ہے۔ وہ اپنے معنی خود نہیں بتا سکتا وہ خود کہتا ہے کہ اس کی صحیح تاویل اور مشکل آیات کے درست معانی صرف راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے۔ علیؑ میرے علم کے شہر کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سوائے علیؑ کے اور کہیں نہیں پائے گا۔ بستر مرگ پر بھی آنحضرتؐ اسی مقصد کے حصول کو استوار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ حضرت علیؑ کی قیادت و سیادت کو تسلیم کرنا جناب عمر اور ان کی جماعت کے مدعا کے خلاف تھا۔ لہٰذا حضرت عمر نے آنحضرتؐ کی خواہش کو پورا ہونے سے روکا اور اپنے مقلدین کو سمجھایا کہ نہیں ہمارے لئے صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے اسلام میں یہ پہلا اختلاف تھا جو واقع ہوا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد جتنے اختلافات اسلام میں پیدا ہوئے اور جتنے فرقے اور جماعتیں ظاہر ہوئیں۔ ان سب کا باعث اور سبب اعظم یہی ایک اختلاف تھا؛ چنانچہ علامہ شہرستانی اپنی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں۔

طبقات ابن سعد مشکوٰۃ متفق علیہ

یہ ایک بہت بڑا اختلاف اور سبب اختلافات تھا۔

قال الشہرستانی فی الملل والنحل اول تنازع فی مرضہ علیہ السلام فیما روی محمد بن اسمعیل البخاری باسنادہ عن عبد اللہ

علامہ شہرستانی کتاب ملل و نحل میں لکھتے ہیں کہ پہلا اختلاف و تنازعہ اسلام میں وہ ہے جو رسول مقبولؐ کے اس مرض کے دوران میں

بن عباس قال لما اشتد برسول اللہ صلعم
مرضہ الذی مات فیہ قال ائتونی بداوۃ و
قرطاس اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی فقال
عمران رسول اللہ قد غلبہ الرجع حسبنا
کتاب اللہ وکثر اللغط فقال النبی صلعم قوموا
عنی لا ینبغی عندی التنازع قال ابن عباس
الرزیۃ کل الرزیہ ماحال بیننا وبین
کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہوا جس میں آپ نے انتقال فرمایا وہ یہ تھا کہ جس
کو محمد بن اسمٰعیل بخاری نے کتاب صحیح میں اپنی
اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عباس سے یوں روایت
کیا ہے کہ جب رسولؐ خدا کے مرض میں زیادتی ہوئی
تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سامان کتابت
دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لیئے ایک ایسا
نوشتہ لکھ دوں کہ پھر میرے بعد تم کبھی گمراہ نہیں
ہو گے یہ سن کر حضرت عمر نے کہا (خدا ان سے
بہت خوش ہو) کہ رسولؐ پر تو اس وقت بیماری کا غلبہ کیا ہے ہمارے لیئے تو محض کتاب خدا ہی کافی
ہے۔ اس پر بیہودہ کلامی وشور وشغب بڑھ گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے
پاس تمہارا شور وشغب جائز نہیں ہے اس پر عبداللہ بن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مصیبت وعظیم
مصیبت تھا وہ اختلاف وتنازعہ جس نے ہمارے اور رسولؐ خدا کی تحریر کے درمیان حائل ہو کر آنحضرتؐ
کو کتابت صحیفہ سے باز رکھا۔

شہرستانی: کتاب الملل والنحل۔ برحاشیہ کتاب الفصل لامام ابن حزم ص ۲۳۔

علامہ شہرستانی دوسرا اختلاف جیش اسامہ سے تخلف کرنے کو بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ اس
واقعہ کی ابتدا قضیہ قرطاس سے پہلے ہوئی اور وہ وقت کے لحاظ سے تو پہلے ہوا تھا لیکن اور
چونکہ اس کے بعد تک جاری رہا۔ لہٰذا قضیہ قرطاس ہی کو پہلا اختلاف کہنا چاہیئے۔ جیسا کہ شہرستانی
وصاحب شرح مواقف نے لکھا ہے۔ شرح مواقف کی عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ لیکن
اس کے ایک حصہ کا دہرانا یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

قال الامدی کان المسلون عند وفات
النبی علی عقیدۃ واحدۃ وطریقۃ واحدۃ
الامن کان یبطن النفاق یظہر الوفاق ثم نشاء
الخلاف فیما بینہم اولا فی امور اجتہادیۃ لا توجب
کفراً ولا ایماناً وکان غرضہم منہا اقامۃ مراسم
الدین وادامۃ مناہج الشرع القویم و
ذالک کاختلافہم عند قول النبی فی مرض
موتہ ائتونی بقرطاس اکتب لکم کتاباً لا
تضلوا بعدی حتیٰ قال عمران النبی قد
غلبہ الوجع حسبنا کتاب اللہ وکثر اللغط

علامہ آمدی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی موت تک تمام
مسلمان ایک عقیدہ وطریقہ واحدہ پر مجتمع تھے۔
سوائے ان لوگوں کے جو دل میں نفاق رکھتے
تھے اور دوستی ظاہر کرتے تھے پھر صحابہ میں
اختلافات پیدا ہوئے اولاً تو وہ ایسے اختلافات
تھے جو امور اجتہادیہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان
کی وجہ سے نہ کفر واجب ہوتا تھا اور نہ ایمان
پر اثر ڈالتے تھے۔ اس اختلاف کی غرض صرف
اقامت دین وشرع تھی اور ایسے اختلافات تھے
جیسے کہ مثلاً جب اپنے مرض موت میں آنحضرتؐ نے

فی ذالک حتی قال النبی قوموا عنی لا ینبغی عندی التنازع۔

فرمایا کہ کاغذ لاؤ۔ تاکہ میں ایک ایسا ہدایت نامہ لکھ دوں کہ پھر تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ رسولخدا پر مرض کا غلبہ ہے ہمارے لئے تو صرف کتاب اللہ ہی کافی ہے بیہودہ کلامی یہاں تک بڑھ گئی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے پاس تنازعہ جائز نہیں (شرح مواقف)

صاحب شرح مواقف کی اس توجیہہ و تشریح کی وقعت کا اندازہ خود اہل غور کریں۔ ہمیں تو حیرت ہے کہ بسا اوقات تعصب کس طرح انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ یہ اختلاف آپس میں مسلمانوں کا اختلاف نہ تھا کہ جس میں اجتہادی غلطی کا امکان ہو سکتا بلکہ یہ اختلاف اس رسولؐ سے تھا جو خود شارع و بانی دین تھا۔ جناب رسولؐ خدا کے خلاف کوئی اجتہاد کارگر نہیں ہو سکتا۔ پھر اس اختلاف کو باعث تقویت اس دین کی سمجھنا جس دین کا شارع و بانی وہ رسولؐ تھا کہ جس سے یہ اختلاف تھا۔ توجیہہ لاطائل و تاویل باطل کی بین مثال ہے۔ جناب رسولخدا کے کلام ہدایت التیام کو ہذیان مریض سمجھ کر نظرانداز کر دیا اور پھر اس کو موجب کفر نہ قرار دینا بلکہ باعث تقویت دین سمجھنا صرف حضرت آمدی ہی سے ممکن ہو سکتا ہے۔ ہماری غرض تو اس تحریر کی نقل سے یہ ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ گروہ اہل حکومت بھی مانتا ہے کہ یہ اسلام میں پہلا رخنہ اور اختلاف تھا۔

جب آنحضرتؐ کو صحابہ کی طرف سے ناامیدی ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ ضرور تنازعہ کریں گے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر دیر تک راز کی باتیں کیں اور صبر کی تلقین فرمائی۔ تاریخ طبری میں ہے

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم ابعثوا الی علیاً فادعوہ وقالت عائشۃ لو بعثت الی ابی بکر وقالت حفصہ لو بعثت الی عمر فاجتمعوا عندہ جمیعاً فقال رسول اللہ صلعم انصرفوا فان تک لی حاجۃ ابعث الیکم فانصرفوا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اسی مرض کے دوران میں جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ علیؑ کو میرے پاس بلواؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ کاش آپ ابوبکر کو بلاتے اور حفصہ نے کہا کہ کاش آپ عمر کو بلاتے پس اتنے میں یہ حضرات وہاں جمع ہو گئے آنحضرتؐ نے جب علیؑ کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اگر تمہاری ضرورت ہو گی تو میں خود تم کو بلاؤنگا یہ سُن کر وُہ لوگ چلے گئے۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص۱۹۵ وقائع سنۃ الحادیہ عشرۃ۔

یہ واقعہ صاحبان غور کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے مدعا پر بہت اچھی طرح روشنی ڈالتا ہے حصول حکومت کی جو تدبیریں کی جا رہی تھیں۔ ان میں ان دونوں مخدرات عصمت کا بہت بڑا حصہ تھا کسی موقعہ کو یہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں۔ اور آنحضرتؐ کو معمولی انسان سمجھ کر آپ کی جسمانی کمزوری و بیماری کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں اور اپنی رائے کے مطابق عمل

کرانا چاہتی تھیں۔ جب آنحضرتؐ نے نہ مانا تو خود ہی دونوں نے اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ لیکن چونکہ یہ مطلوب نہ تھے آنحضرتؐ نے ان کو واپس کر دیا۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کو اہم کام کیلئے طلب کیا تھا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے صحابہ کی کیفیت بیان کر کے صبر کی تلقین کرنا چاہتے تھے اور ساتھ ہی ان کو امامت نماز کے لیئے مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ حضرت عائشہ و حفصہ مطلب سمجھ گئیں۔ اپنے اپنے باپ کو بلا لیا۔ جب آنحضرتؐ نے ان سے اصل مدعا نہ کہا اور واپس کر دیا تو خود ہی حضرت عائشہ نے اپنے والد ماجد کو امامت نماز پہ کھڑا کر دیا۔

آخر کار حضرت علیؑ کو بلایا گیا۔ تاریخ روضۃ الاحباب میں محدث شیرازی تحریر کرتے ہیں۔

فرمود بخوانید برادرِ من علی را علی بیامد و ببالین وے نشست حضرت سر خود از بستر برداشت و در شیب بغل وے در آمده سر مبارکش را بر بازوئے خویش نہاد آں سرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ قرض گرفتہ بودم زنہار کہ وے را از ذمہ من ادا کنی و اے علی تو اول کسی خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن رسی و بعد از من بسے امور مکروہ بتو خواہند رسید باید کہ تنگ دل نشوی و طریق مصابرت پیش گیری و چوں بینی کہ مردم دنیا را اختیار کردند تو باید کہ آخرت را اختیار کنی۔"

ترجمہ:۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ آئے اور آپ کے سرہانے بیٹھے۔ آنحضرتؐ نے اپنا سر تکیہ سے اٹھایا اور حضرت علیؑ کو اپنی بغل میں لے لیا اور آنحضرتؐ کا سر حضرت علیؑ کے بازو پر تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اسامہ کے لیئے کچھ قرض لیا تھا دیکھو ضرور بالضرور اس کو میری طرف سے ادا کر دینا۔ اے علیؑ تم پہلے وہ شخص ہو گے جو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے میرے بعد تم کو بہت سے مصائب و تکالیف پہنچیں گے تم کو چاہیے کہ دل تنگ نہ ہو اور صبر کرو اور جب دیکھو کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت تیار کرنا۔

غرضیکہ ثابت ہے کہ اس موقعہ پر فقرہ ان الرجل لیہجر آنحضرت صلعم کے متعلق کہا گیا اور اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ خدا ان سے بہت بہت خوش ہو۔[1] روایات سابقہ کی عبارات پڑھنے سے یہ صاف ظاہر ہے اور شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض میں یہ لکھدیا ہے۔ ابن الاثیر جزری نے نہایت العقول میں لکھا ہے۔

ومنہ حدیث مرض النبی قالوا ما شانہ اھجر ای اختلف کلامہ بسبب المرض علی سبیل الاستفہام ای ھل تغیر کلامہ و اختلط لاجل ما بہ من المرض ھذا احسن مایقال فیہ ولایجعل اخبارا فیکون من الفحش والھذیان	ایک حدیث مرض رسولؐ ہے وہاں جو صحابہ حاضر تھے انہوں نے کہا کہ رسولؐ کی کیا حالت ہے کیا رسولؐ کو ہذیان ہو گیا ہے یعنی کیا انکا کلام بسبب مرض کے متغیر و مختلط ہو گیا ہے اور یہ اس واقعہ کی بہت اچھی تاویل ہے یہ استفہامیہ ہے نہ

[1] عربی فقرہ دعائیہ رضی اللہ عنہ کا ترجمہ ہے۔

دیباچہ طبع اوّل

نظامِ جدید اور مُسلمان

دو یا زیادہ قوموں کے خیالات و تہذیب و تمدن یا مفاد کے تصادم کا نام جنگ ہے اور اگر یہ
جنگ عالمگیر ہے تو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم کے موجودہ تمدن و نظام کے ارکان رئیسہ میں ایسی مُہلک
بیماری گھر کر گئی ہے کہ اب وہ کش مکشِ حیات برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا اور ہمہ گیر ارتعاش
یا اضطراب کے ذریعہ سے جو عالمگیر جنگ کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ اپنے تئیں خود نیست و
نابود کر رہا ہے تاکہ اس کے بجائے بہتر اور جدید نظام قائم ہو جائے۔ موجودہ زمانہ کے حالات کو اگر مذہب
کی زبان میں ادا کرنا چاہیں تو کہیں گے کہ بستیوں۔ قریوں۔ شہروں اور ملکوں پر حاوی ہو کر ساری دُنیا کا موجودہ
طرزِ معیشت اور طرزِ تخیل معصیت الٰہی پر مبنی تھا۔ لہٰذا عذابِ الٰہی کا موجب ہوا۔ لحن سیاسیات میں
جنگ اقوام کو اختلاف آراء کا مظاہرہ اور زبانِ الٰہیات میں عذابِ خداوندی کا نمونہ کہیں گے غرضیکہ
کچھ بھی ہو اس میں شک نہیں کہ موجودہ عالمگیر جنگ باہمی منافرت و مناقشات و اختلافات کا ایک
ہیبت ناک منظر ہے۔ عذابِ الٰہی ہے کہ جہنم کا دروازہ دُنیا کی طرف کھُل گیا ہے۔ ہوا سے آگ برس
رہی ہے۔ پانی سے آگ نکل رہی ہے۔ اور خشکی بھی شعلہ ہائے آتشیں کی لپیٹوں میں آئی ہوئی ہے۔
لیکن مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ ہر ایک مصیبت راحت کی ابتداء ہے۔ اس عذاب کے مصائب و تکالیف
عالمگیر جنگ ثانی کے عمدہ نتائج
تو ظاہر ہی ہیں مگر اس میں کئی فائدے بھی ہیں ایک تو یہ کہ اس عذاب نے انسان کی لغزشوں اور معصیتوں
کے خدوخال کو اس طرح اُبھار دیا ہے کہ اب وہ چھپائے سے چھپ نہیں سکتیں۔ دُوسرے یہ کہ سیاست
و معاشرت و تمدن کے وُہ اصول و مبانی جن کو محض امتداد زمانہ کی وجہ سے لوگ حقانیت و صداقت
کا جامہ پہنا چکے تھے۔ اب اپنی عریانی میں نظر آنے لگے۔ اور اُن کا کذب و کج اچھی طرح نمایاں ہو گیا۔
یہ بہت بڑے فائدے ہیں۔ اصلاح و سلامت روی کی ابتداء یہاں سے ہوتی ہے کہ اپنی سابقہ روش
کی بُرائیاں معلوم ہو جائیں۔ چنانچہ اب باوجود اس عداوت و تفاوت کے جو اُن میں ہے تمام متحاربین
و متخاصمین اس امر پر متحد ہیں کہ پُرانا نظام غلط تھا اور اب ایک جدید و بہترین نظام قائم ہونے
والا ہے۔ یہ دُوسری بات ہے کہ ہر ایک فریق کہتا ہے کہ جو نظامِ نو میں قائم کروں گا وُہ بہترین ہو گا

والقائل کان عمر ولا یظن به ذلک — کہ امر واقعہ کی خبر اگر اس کو خبر سمجھیں تو پھر فحش اور بدنما
عاید ہوتا ہے اور یہ ہم نہیں مان سکتے کیونکہ اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے اور ان کی نسبت ایسا
قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ ابن الاثیر: نہایت العقول۔

جماعت اہل حکومت میں بڑے اعلیٰ اعلیٰ منطقی و فلاسفر گزرے ہیں۔ لیکن جب کبھی وہ اپنے ائمہ
سقیفہ بنی ساعدہ کے کسی فعل یا قول کی حمایت یا تشریح کرنا چاہتے ہیں تو ان میں سے کسی کا منطق و ذہن
کام نہیں کر سکتا۔ اس میں ان کا یا ان کی منطقی قابلیت کا قصور نہیں وہ فعل یا قول ہی ایسا ہوتا ہے کہ
جو شرمندۂ توجیہ و تشریح و منطق نہیں ہونا چاہتا۔ ابن الاثیر کی توجیہ ملاحظہ کی۔ استفہام کی کیوں
ضرورت ہوئی۔ آنحضرتؐ کے قول میں کون سی بات تھی۔ جس سے ہذیان کا شبہ ہوتا۔ اگر استفہام تھا
تو مخدرات عصمت نے پردہ میں سے کیوں کہا کہ حکم رسولؐ کی تعمیل کرو۔ انہوں نے تو سمجھ لیا جو باہر
نزدیک تر تھے۔ انہیں کس بات نے مغالطہ میں ڈالا۔ اگر وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے تو پھر حضرت عمر ازواج رسولؐ
پر ان کے اس کہنے کی وجہ سے ناراض اور اتنے چراغ پا کیوں ہوئے اور اگر شبہ تھا تو پھر کیا اور کس
طرح تحقیقات کی۔ اور اس تحقیقات کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کا کون سا فعل تھا۔ جس
سے انہیں اس ہذیان کا یقین ہو گیا۔ اور اس یقین کی وجہ سے قلم و دوات پیش نہیں کیا اگر محض استفہام
ہوتا تو آنحضرتؐ اتنے ناراض ہو کر یہ نہ فرماتے کہ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ جس حالت میں میں ہوں
وہ بہت بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو۔ دلیل و منطق تو ملاحظہ ہو۔ چونکہ اس
فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں لہٰذا اس کی تاویل اس طرح کرنی چاہیے کہ وہ فقرہ استفہامیہ تھا۔
پھر ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ یہ بزرگوار واقعات صحیحہ کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں کرتے بلکہ اعتقاد
کے تعصب کی وجہ سے واقعات کی کتر بیونت کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب خود حضرت عمر
کا فعل معرض بحث میں ہو تو اس وقت یہ دلیل کیا کام کر سکتی ہے غرض کہ یہ تو ابن الاثیر نے بھی مان
لیا کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں۔ ابن تیمیہ نے بھی منہاج السنۃ میں اسطرح کی تاویل
کی ہے لیکن وہ بھی مانتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر ہیں۔

فلما کان یوم الخمیس هم ان یکتب کتاباً فقال له عمر ماله اهجر فشك عمر هل هذا القول من هجر الحمی فکان هذا مما خفی علی عمر کما خفی علیه موت النبی بل انکره۔

پس جب جمعرات کا دن ہوا تو آنحضرتؐ نے کوشش کی کہ ایک نوشتہ لکھیں لیکن حضرت عمر نے کہا کہ مرض کی وجہ سے آنحضرتؐ کو ہذیان ہو گیا ہے حضرت عمر کو شک ہوا کہ بخار کی تیزی کی وجہ سے آنحضرتؐ کو ہذیان ہو گیا ہے پس یہ وہ امر تھا کہ جس سے حضرت عمر واقف نہ ہوئے جس طرح کہ وہ آنحضرتؐ کی موت سے واقف نہیں ہوئے بلکہ اس سے انکار کر دیا۔
ابن تیمیہ: منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۱۳۵۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی موت سے بھی ایک مصلحت کی وجہ سے انکار کیا تھا اور یہ فقرہ بھی

مقصد کے لیے کہا گیا تھا پچپن سال کی عمر تک حضرت عمر نے کوئی شخص مرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا
نہیں معلوم نہیں تھا کہ لوگ کس طرح مرا کرتے ہیں۔ جناب رسول خدا کا مردہ جسم تو وہاں پڑا ہوا ہے اور
برپا دیا کہ حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا جسم تو نہیں چھوڑ گئے تھے بالکل
یہی عبارت علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں درج کی ہے گویا علامہ نووی اور ابن تیمیہ دونوں تسلیم
کرتے ہیں کہ اس فقرے کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ اسی طرح شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوۃ
میں لکھتے ہیں ھجر بمعنی اختلط و لایجوزان یکون بمعنی ھذیان وفحش لان القائل بعدم
الکتابت عمر ولاظن بہ ذلک ۔ **ترجمہ:** ہجر کے معنی خبط و مختلط ہونے کے
ہیں اور یہ جائز نہیں کہ ہم اس کے معنی ہذیان و فحش کے لیں کیونکہ یہ جملہ کہہ کر کتابت سے رد کنے
والے حضرت عمر تھے اور ان کی نسبت یہ قیاس نہیں ہو سکتا۔

اس ہٹ دھرمی کی بھی کوئی حد ہے۔ تاویل رکیک پر صبر نہ ہو سکا تو اب لغت کے معنی بھی
حضرت عمر کی خاطر تبدیل ہونے لگے۔ جیسا کہ ہم آگے ابھی بیان کریں گے۔ ہجر کے معنی ہذیان و بکواس
کے ہیں۔ شیخ احمد فاروقی سرہندی مکتوب ۳۶ جلد ثانی میں لکھتے ہیں۔

سوال: حضرت فاروق درآں وقت کہ گفت ایھجر الرجل مراد ازاں چہ باشد۔
جواب: فاروق شاید درآں وقت فہمیدہ باشد کہ ایں کلام از ایشاں بواسطہ وجع بے قصد و اختیار
واقع شدہ است۔

یعنی حضرت فاروق نے غالباً اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید یہ کلام آنحضرتؐ نے مرض کی وجہ سے بغیر
ارادہ و اختیار کے کہہ دیا ہے۔

توجیہ و تاویل تو وہی پرانی ہے لیکن فاروق کا لفظ یہاں خوب مزا دیتا ہے۔ فاروق تو اس
کو کہتے ہیں کہ جو حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے اور یہاں اس عبارت میں شیخ احمد فاروقی سرہندی
کی ساری بحث ہی یہ ہے کہ حضرت عمر حق و باطل میں شناخت نہ کر سکے گویا ان کی صفت غیر فاروقی
ہونے پر استدلال کیا جا رہا ہے لیکن ان کو فاروق مانا جا رہا ہے کہیں تو انسان عقل و منطق سے کام لے۔
شیخ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض میں اس جملہ - قال انا
امان لاصحابی قیل من البدع وقیل من الاختلاف والفتن کی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں۔ المراد بالاختلاف
ما یشتمل الاختلاف وھو

مخالفۃ العلماء والفقھاء والحکام من غیر دلیل معمول بہ وان کان ذلک مطلقاً لم تقع فی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعرفۃ حقیقۃ الامر بالوحی واما الاختلاف الذی وقع عندہ کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ	اختلاف سے مراد مخالفت ہے اور وہ مخالفت علماء و فقہاء و حکام کی بغیر دلیل کے ہے اور اگر اس سے مطلب مخالفت مطلق ہو تو وہ رسولؐ کی زندگی میں کبھی نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے ہر ایک امر کی حقیقت معلوم ہو۔

من ان النبی قال فی مرضہ ائتونی بدواۃ الکتب لکم کتاباً لا تضلون بعدی فقال عمر ان الرجل لیہجر حسبنا کتاب اللہ فغلط الناس فقال اخرجوا عنی لا ینبغی التنازع لدی فقال ابن عباس الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بیننا وبین کتاب رسول اللہ صلعم وھذا ما یطعن بہ الرافضۃ علی عمر وقال صاحب ملل والنحل ھو اول اختلاف وقع فی الاسلام ۔

جاری تھی اور وہ اختلاف جو آپ کے حضور میں بوقت مرض اخیر ہوا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ آپ نے بحالت مرض فرمایا کہ میرے پاس دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا صحیفہ لکھ دوں جس کی وجہ سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو لیکن عمر نے کہا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے ہمارے لئے تو کتاب خدا کافی ہے۔ پس لوگ آپس میں لغو باتیں کہنے لگے اس پر جناب رسولخدا نے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو میرے حضور میں تنازعہ جائز نہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ مصیبت اور کیسی عظیم مصیبت تھی جو ہمارے اور رسولخدا کی تحریر کے درمیان حائل ہو گئی۔ رافضی لوگ اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عمر پر طعن کرتے ہیں۔ صاحب ملل ونحل لکھتے ہیں کہ پہلا اختلاف اسلام میں یہ تھا۔

اس تحریر سے اچھی طرح ثابت ہوا کہ فقرہ جو آنحضرتؐ کی شان میں کہا گیا تھا۔ ان الرجل لیہجر تھا اور اس کے کہنے والے حضرت عمر تھے۔ حمیدی اپنی کتاب جمع بین الصحیحین میں حدیث قرطاس کے متعلق لکھتے ہیں۔ فقالوا ما شانہ فقال ان الرجل لیہجر **ترجمہ**:۔ لوگوں نے کہا کہ آنحضرتؐ کی کیا شان ہے۔ یعنی حالت ہے تو حضرت عمر نے کہا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے۔

علامہ عکبری جو ثقات علمائے اہل سنت سے ہیں تبیان شرح دیوان متنبی میں اس امر کے قائل ہیں کہ یہ فقرہ ان الرجل لیہجر حضرت عمر نے آنحضرتؐ کی نسبت اپنی زبان فیض الترجمان سے فرمایا تھا اور حتماً و جزماً اس کو کلام عمر کہتے ہیں۔ چنانچہ اس شعر اَ اَنْطِقُ فِیْکَ ھُجْراً بَعْدَ عِلْمِیْ بِاَنَّکَ خَیْرُ مَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

الھجر القبیح من الکلام والفحش وھجر انا ھذی وھو ما یقول المحموم عند الحمی ومنہ قول عمر بن الخطاب عند مرض رسول اللہ ان الرجل لیہجر علی عادۃ العرب **ترجمہ**: الہجر بمعنی کلام قبیح و فحش ھَجَرَ ہذیان بکا اور وہ کلام جو بخار کا مریض حالت بخار میں کہتا ہے؛ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کا قول دوران مرض رسولؐ میں تھا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے اور اس طرح گفتگو کرنا عرب کی عادت و دستور کے مطابق تھا۔

اس فقرہ کی ایک اور توجیہ

حضرت عمر کا یہ قبیح فقرہ آنحضرتؐ کے حق میں کہنا ہر ایک کے دل میں کھٹکتا ہے اور ان کے علماء اپنی اپنی عقل کے مطابق اس کی توجیہ کرتے ہیں۔ علامہ عکبری حضرت عمر کو اس وجہ سے معذور سمجھتے ہیں کہ یہ عرب کی عادت تھی وہ اسی طرح گفتگو کیا کرتے تھے۔ عربوں کی یہ عادت ہو گی آپس میں۔ سوال تو یہ ہے کہ جو شخص جناب رسولؐ خدا کی عظمت و شان و رفعت کی معرفت حاصل کر چکا ہے

اور واقعی ان کی رسالت پر دل سے ایمان لے آیا ہے کیا وہ بھی اس ہی حقارت کے ساتھ آنحضرتؐ کا ذکر کریگا۔ عربوں کی تو اور بھی بہت سی عادتیں تھیں۔ آپس میں گالیاں بکتے تھے۔ شراب پیتے تھے لڑکیاں زندہ قبر میں دفن کرتے تھے اگر عربوں کی عادت ہی عذر معقول سمجھا جانے لگا تو بس قصہ ختم ہے۔ جب حشر میں سوال کیا جائیگا کہ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ تو جواب دیدیں گے عَلیٰ عَادَةِ الْعَرَبِ اگر عادت عرب ہی پر اصرار ہے تو اس سے بھی ہمارے اس دعوے کی تائید ہوتی ہے کہ ان بزرگوں میں سابقہ کفر کی نشانیاں آخر تک باقی رہیں۔ کبھی ان کو صحیح معرفت رسولؐ حاصل نہیں ہوئی۔ رسولؐ خدا کو معمولی شخص ہی سمجھتے رہے پرانی عرب کی عادتیں ان میں برابر جاری و ساری رہیں۔ آنحضرتؐ کی تعلیم و صحبت بھی انکو انسان نہ بنا سکی۔

بحر العلوم میں ہے۔ ھجر پریشان گفتن بیمار ہی معنی صراح میں لکھے ہیں منتہی العرب میں ہے ھجر فی نومہ او مرضہ ھجراً ہذیان درایند دراں و پریشان گفت مہجور سخن پریشان و منہ قولہ تعالےٰ ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مہجوراً۔

شمس العلماء مولوی نذیر احمد نے اس لفظ مہجوراً کا اس فقرہ میں اس طرح ترجمہ کیا ہے "میری قوم نے قرآن کو بکواس سمجھا"۔

آنحضرتؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کیا لکھوانا چاہتے تھے۔ الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری میں حافظ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی المولود ۷۱۷ھ نے خطابی سے نقل کیا ہے۔ ھذا یتاول علی وجہین احدھما انہ اراد ان یکتب اسم الخلیفۃ بعدہ لئلا یختلف الناس ولا یتنازعو فیودیھم ذلک الی الضلال۔ ترجمہ:۔ اس کی دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے ایک ان میں سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا ارادہ تھا کہ خلیفہ کا نام لکھ دیں تاکہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو اور یہ اختلاف ضلالت کی طرف نہ لے جائے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن حجر عسقلانی قول اکتب لکم کتاباً کی شرح میں لکھتے ہیں ھو تعیین الخلیفۃ بعدہ۔ (ترجمہ، آنحضرتؐ کا مقصد تھا کہ اپنے بعد کے خلیفہ کا تعین اس تحریر سے کر دیں۔ ابن حجر عسقلانی؛ فتح الباری، الجزء الثامن - باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم ووفاتہ ص۱۰۱۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ اراد ان ینص علی اسامی الخلفاء بعدہ حتی لا یقع بینہم الاختلاف (ترجمہ) آنحضرتؐ نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے بعد کے خلفاء کے نام مقرر کر دیں اور تحریر کرا دیں۔ تاکہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ فتح الباری الجزء الاول ص ۱۸۶ باب کتابت العلم۔

شرح صحیح مسلم میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ قد اختلف العلماء فی الکتاب الذی ھم النبی فقیل اراد ان ینص علی الخلافۃ فی انسان معین لئلا یقع نزاع و فتن۔ (ترجمہ) علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آنحضرتؐ کیا لکھنا چاہتے تھے اغلب یہ ہے کہ آپ کا ارادہ تھا کہ خلافت

کے لئے ایک آدمی مقرر کر دیں تاکہ تنازعہ و فتنہ نہ ہو۔

شہاب الدین خفاجی شارح شفار قاضی عیاض، فصل فان قلت فقد تقررت عصمتہ فی اقوالہ فما معنی الحدیث فی وصیتہ من الباب الثانی من القسم الثالث کے تحت میں لکھتے ہیں۔ قال سفیان اراد ان یبین امر الخلافۃ بعدہ حتی لا یختلفوا فیھا ؛ ترجمہ؛ سفیان کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا کا ارادہ تھا کہ آپ امر خلافت کو ظاہر کر دیں تاکہ لوگ اس میں اختلاف نہ کریں۔ سیاق کلام اور واقعات بھی یہی بتا رہے ہیں کہ آنحضرتؐ اپنے خلیفہ کا تعین کرنا چاہتے تھے۔ اور ان کا نام تحریر کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عمر بھی سمجھ گئے اور فوراً مانع ہوئے ورنہ اگر یہ نہ سمجھتے اور ان کو یہ نہ خیال ہوتا کہ آنحضرتؐ کیا لکھائیں گے تو کتابت صحیفہ کے بعد رائے قائم کرتے اور دیکھتے کہ جو رسولؐ نے لکھایا ہے وہ ہذیان معلوم ہوتا ہے یا آپ کی ساری تبلیغ رسالت کے مطابق ہے یہ سخت مکروہ فقرہ کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے، خود بتاتا ہے کہ کہنے والے نے محض روکنے کی خاطر حالت اضطراب میں جلدی سے کہہ دیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر سمجھ گئے تھے کہ حضرت علیؑ ہی کا نام لکھوائیں گے۔ غدیر خم کا نقشہ فوراً ان کی آنکھوں میں پھر گیا لہٰذا آپ مانع ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اس کو مصیبت عظمیٰ اسی وجہ سے کہا کہ آنحضرتؐ اسم خلیفہ کو تحریر نہ کر سکے اور اس عدم تحریر کی وجہ سے وہ وہ فتنے و فساد پیدا ہوئے جو عبداللہ ابن عباس نے آنحضرتؐ کے بعد ملاحظہ کئے اور ان ہی مشاہدات کی بنا پر آپ کو عمر بھر آنحضرتؐ کے صحیفہ نہ لکھنے کا قلق رہا۔

دور کیوں جاؤ۔ ان سارے تنازعات کا فیصلہ خود حضرت عمر کے قول سے ہوا جاتا ہے آپ اکثر ان امور پر حضرت عبداللہ ابن عباس سے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مکالمہ کے دوران میں حضرت عمر نے عبداللہ ابن عباس سے حضرت علیؑ کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

لقد کان من رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم فی امرہ ذرو من قول لا یثبت حجۃ ولا یقطع عذرا ولقد کان یربع فی امرہ وقتاما ولقد اراد فی مرضہ ان یصرح باسمہ فمنعت من ذلک اشفاقا وحیطۃ علی الاسلام لا ورب ھذا البیت لا تجتمع علیہ قریش ابدا ولو ولیھا لا نتقضت علیہ العرب من اقطارھا فعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ انی علمت ما فی نفسہ فامسک ۔ دیکھو علامہ ابن ابی الحدید ہ شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث ص ۹۷۔ ترجمہ:۔ بے شک جناب رسولِ خدا سے علیؑ کے بارے میں چند ایسی باتیں ہوتی تھیں جن سے کوئی حجۃ اعدم استخلاف ثابت نہیں ہوتی تھی اور نہ اعدم استخلاف کا عذر قطعی ہوتا تھا اور بسا اوقات تو جناب رسولِ خدا علیؑ کے امر میں حق سے باطل کی طرف مائل ہو جانا چاہتے تھے اور بہت مبالغہ کرتے تھے اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض موت میں علیؑ کے نام کی تصریح خلافت کے بارے میں کرنی چاہی مگر میں نے انکو اس سے روک دیا جس سے میری غرض

محض اسلام کی ہمدردی تھی کعبہ کے رب کی قسم علیؑ کے بارے میں کبھی قریش کا اجتماع نہ ہوگا اور اگر وہ خلیفہ ہوگئے تو ہر طرف سے عرب ان پر یورش کریں گے۔ بس رسول اللہؐ سمجھ لئے کہ میں نے ان کے دل کی بات تاڑلی۔ اور وہ رک گئے۔

جو امور ہم ثابت کر رہے تھے وہ تو اس قول سے ثابت ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت عمر کو جناب رسولؐ خدا سے زیادہ اسلام کی محبت اور اس سے ہمدردی تھی تو اس کا فیصلہ ناظرین خود کر لیں جب حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے تو عرب نے تو کسی طرف سے یورش نہ کی۔ ہاں حضرت عمر کے خانہ زاد شاگرد رشید جناب معاویہ ضرور ان کے مخالف رہے اور شام کے جاہلوں کے لشکر کے ساتھ یورش کی۔ اگر شروع سے حضرت علیؑ خلیفہ ہو جاتے تو جناب معاویہ کو یہ موقعہ ہی نہ ملتا۔

لیکن اگرچہ تحریر سے حضرت عمر مانع ہوئے پھر بھی آپ نے زبانی وصیت فرما ہی دی۔ ان روایات صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے اس رویہ کے بعد آپ نے تین وصیتیں فرمائیں یہ روایات مختلف اسانید کے ساتھ بیان کی گئی ہیں لیکن تعجب ہے کہ ان سب کے حضرات رواۃ وہ تیسری وصیت بھول گئے۔ یہ بھولنا بھی معنی خیز ہے ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر۔ باب هل یستشفع الی اهل الذمة ومعاملتهم وکتاب الخمس باب اخراج الیهود من جزیرة العرب

وباب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

معارج النبوۃ میں ہے وصیت سوم وے را فراموش شدہ بود یا در اظہار آں مصلحت ندید رکن چہارم باب چہاردہم فصل سوم صد ۲۲۹ یعنی تیسری وصیت راوی بھول گیا۔ یا اس کے اظہار میں مصلحت نہ دیکھی۔

امر واقعہ یہی ہے کہ اس نے مصلحت نہ دیکھی جس بات کو حضرت عمر روکیں اس کے بیان کرنے سے بیشمار تکالیف کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا اس کے بیان نہ کرنے ہی میں مصلحت تھی۔

علامہ غزالی سر العالمین میں لکھتے ہیں۔

لما مات رسول اللہ قال قبل وفاته ائتونی بدواة وبیاض لازیل عنکم اشکال الامر واذکر لکم من المستحق لها بعدی قال عمر رضی اللہ دعوا الرجل فانه لیهجر وقیل یهذو

جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو اپنی وفات سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس دوات وکاغذ لاؤ۔ تاکہ میں امر خلافت کے متعلق تمہارے شبہات دور کر دوں اور بیان کر دوں کہ میرے بعد کون خلافت کا مستحق ہے لیکن حضرت عمر یہ کہہ کر مانع ہوئے کہ یہ شخص بکواس کر رہا ہے۔ یا یہ کہا کہ ہذیان بک رہا ہے۔ (سر العالمین مطبوعہ مصر صـ ۲)

یہ صریح الفاظ میں ہم تک پہنچا ہے کہ وہ تیسری وصیت کیا تھی۔

فی روایة انه صلعم قال فی مرض موته ایها الناس یوشك ان اقبض قبضاً سریعاً

روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے اپنے مرض موت میں فرمایا کہ اے لوگو! غالباً میں بہت جلد رحلت

ینطلق بی وقدمت الیکم القول معذرة الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی وعترتی اہل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعہا فقال ھذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلوھما ما خلفت فیہما

کر جاؤں اور خدا کا فرستادہ مجھ کو لیجائیگا پہلے بھی میں تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں تاکہ تمہیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ خبردار میں تمہارے درمیان میں کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑے جاتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ پس ان دونوں ہی سے پوچھتے رہنا کہ اسلام اور میری تعلیم کیا ہے۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع فصل الثانی صہ۷۵۔

اب تو ناظرین کے دل میں غالباً کوئی شک باقی نہ رہا ہوگا کہ آنحضرتؐ اس صحیفہ میں حضرت علیؑ کی خلافت و جانشینی تعین فرمانا چاہتے تھے۔ لیکن جب حضرت عمرؓ تحریر میں مانع ہوئے تو آپ نے زبانی ہی فرما دیا۔ یہ خیال تو پہلے ہی سے تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ وہ جماعت جس کے سرکردہ حضرت عمر تھے۔ حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے میں بہت سی رکاوٹیں پیدا کرے گی۔ اور ان کو خلیفہ نہ ہونے دے گی۔ لہٰذا آپ نے حضرت علیؑ کو بلا کر صبر کی تلقین کی۔ یہ اس نصیحت و تلقین ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت علیؑ نے اپنا حق ضائع ہوتا ہوا دیکھا اور تلوار نہ اٹھائی۔

بات تو اتنی ہی تھی جتنی ہم نے اوپر بیان کی۔ لیکن جب واقعات و منطق کمزور ہوں تو کج بحثی کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے تاکہ اصلی معاملہ لوگوں کی آنکھوں سے پنہاں رہے۔ جب حکومت کے حامیوں نے دیکھا کہ یہ قصہ تو بہت ٹیڑھا نکلا۔ اس سے تو ہمارا قصرِ حکومت ہی متزلزل ہوتا ہے تو اب ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے ان کی کج بحثی کا نمونہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حامیانِ حکومت کی کج بحثی

حضرت علیؑ بھی تو موجود ہوں گے۔ انہوں نے جلدی سے دوڑ کر کیوں نہ قلم دوات پیش کر دی رسولؐ تو امی تھے وہ لکھتے کس طرح۔ اس کے بعد آنحضرتؐ تین دن زندہ رہے یہ جمعرات کا ذکر ہے۔ پیر کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔ اس عرصہ میں پھر دوبارہ کوشش کیوں نہ کی گئی اور آپ اب لکھتے بھی کیا۔ لکھنے کو اب کیا باقی رہا تھا۔ آپ کی تبلیغ رسالت پر اکملت لکم دینکم کی مہر تو لگ ہی چکی تھی۔ پھر اب نجات کے لئے کسی مزید شرط کی ضرورت تھی۔ واقعی کتابِ خدا کافی تھی۔ اگر ۲۳ سال کی ہدایت کے باوجود گمراہی میں پڑنے کا امکان تھا تو یہ تین چار سطریں آخر وقت کیا کر سکتی تھیں۔ حضرت عمر نے تو خیال کیا کہ اب ایسے وقت میں آپ کو تکلیف ہوگی۔ لہٰذا تکلیف سے باز رکھا اور واقعی انہوں نے ٹھیک فرمایا۔ کہ حسبنا کتاب اللہ۔

مانعین قرطاس و قلم کے حامیوں کی بحث کا یہ لب لباب ہے اور اگر اس بحث کا اور اختصار کیا جاوے تو یہ صرف ایک جملہ میں ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرتؐ نے قرطاس و قلم دوات مانگنے میں غلطی کی۔ واقعہ تو ثابت ہے یہ کہ وہ غیر ضروری تھا۔ غیر مفید ہوتا۔ اس کا اعادہ کیوں نہ

کیا گیا۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ معترض کا مطلب ہے کہ آنحضرتؐ نے غلطی کی۔ اس مختصر بحث کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ جب واقعہ ثابت ہو گیا تو یہ کہنا کہ یہ آنحضرتؐ کی غلطی تھی کسی مسلمان کے لیئے جائز نہیں اور لہٰذا اس سے زیادہ اس کا جواب دینا ہمارا فرض نہیں۔ لیکن ناظرین کی تسلی کے لیئے ہم تفصیلی جواب بھی دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا واقعی یہ غلطی تھی۔ جس وصیت کی تحریر کے لیئے قرطاس وقلم طلب کیا گیا تھا وہ تو کوئی نئی بات نہ تھی۔ جب سے آپ کا زمانہ تبلیغ شروع ہوا تھا اس وقت سے تعلیم وحدانیت ونبوت کے ساتھ ساتھ ہی ولایت وخلافت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی تلقین آنحضرتؐ فرماتے رہے تھے تبلیغ عام کا سب سے پہلا موقعہ دعوتِ ذی العشیرہ پر ہوا تھا اور وہاں بھی خلافت ووزارت علی ابن ابیطالبؑ کی طرف لوگوں کو دعوت دی تھی۔ ابھی پورے تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ تمام امت کے سامنے بحکم خداوندی حضرت علی بن ابی طالبؑ کی خلافت کا اعلان فرما چکے تھے لہٰذا جہاں تک مضمون کی تحریر کا تعلق ہے وہ کوئی نئی بات نہ تھی اور نہ اس کو بیماری کے غلبہ کا ہذیان کہنا مناسب ہوگا اور نہ قلم ودوات کا طلب کرنا کوئی نئی بات تھی کیونکہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہمیشہ قلم ودوات رہتے تھے یہاں تک کہ ہجرت کے سفر میں بھی یہ آپ کے ساتھ تھے۔ دیکھو مولوی شبلی کی سیرۃ النبی جلد اول حصہ اول تقطیع کلاں ص ۲۰۰۔ نیز فٹ نوٹ ۲۔

ایک سوال موقع ومحل کا ہے تو وصیت کی تحریر کا وقت ہی وہ تھا۔ عموماً بستر مرگ ہی پر وصیت کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے یہ اعلان خلافت تھا۔ اب امت کے لیئے ایک وصیت چھوڑنے کا وقت آیا تھا۔ علاوہ اس کے ایسے وقت پر لوگ رقیق القلب ہو جاتے ہیں اور مرنے والے کی وصیت پوری کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ آپ نے خیال کیا کہ میری امت کو میری اتنی تو محبت ہوگی کہ میری اس آخری خواہش کو پورا کریں۔ لہٰذا آپ نے وہ وقت اس وصیت کے لیئے منتخب کیا جب دشمنوں کی دشمنی زائل ہو جاتی ہے اور دوستوں کی محبت بڑھ جاتی ہے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح اپنے ہمیشہ کے لیئے جدا ہونے والے حبیب کو خوش کر سکیں لیکن فقرہ ان الرجل لیھجر نے آنحضرتؐ کو جتا دیا کہ ان لوگوں کو آپ سے کتنی محبت تھی۔

یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ تحریر کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر ضرورت تھی تو اس سے پہلے تحریر ہو سکتی تھی یہ سب اعتراضات جناب رسولخدا پر ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ تبلیغ رسالت کیلئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں آپ نے غدیر خم پر ایک اعلان عام فرما دیا۔ دستار بندی کی رسم بھی ادا کر دی۔ علیؑ کی بیعت بھی کرا دی۔ لیکن تحریر نہ کی۔ رسولؐ اور اس کی امت کے درمیان جو تعلقات ہوتے ہیں اور رسولؐ کی اوامر ونواہی کی اطاعت یا اس سے سرتابی کے مقدمات کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ایک ایسے حاکم کے روبرو ہوتے ہیں کہ جس کے نزدیک زبانی حکم بھی ایسا ہی ہے کہ جیسا تحریری حکم۔ اگر رسولؐ نے حکم خداوندی کھلے الفاظ میں علانیہ طور سے امت تک پہنچا دیا تو پھر خداوند تعالیٰ رسولؐ سے تحریری ثبوت اس

تبلیغ کا نہیں مانگے گا۔ خدا جانتا ہے کہ حکم پہنچا دیا گیا اور امت کو معلوم ہے کہ پہنچا دیا۔ جائے انکار خداوند تعالیٰ کے سامنے کسی کو نہیں۔ اسی وجہ سے جناب رسولخدا نے اب تک خلافت علی بن ابی طالبؑ کے لیئے کوئی نوشتہ تحریر نہیں کیا تھا۔ خلافت علی بن ابی طالبؑ تو علیحدہ رہی آپ نے کسی شعبہ رسالت کی کوئی تحریر نہیں کی تھی۔ یہاں تک۔ قرآن شریف کو جمع کرا کر اس پر اپنی مہر تصدیق بھی ثبت نہیں کی تھی۔ قرآن شریف نازل ہوتا گیا۔ آپ لوگوں کو تعلیم فرماتے رہے اور بس۔ اگر امور رسالت میں تحریر کو دخل ہوتا تو سب سے پہلے قرآن شریف جمع کرا کر اس پر مہر نبوت ثبت کی جاتی۔ آپ جانتے تھے کہ اپنے پیچھے اپنی عترت کو چھوڑے جاتا ہوں۔ جو بہترین محافظ قرآن ہیں اور یہ کافی ہے۔

ہماری اس بحث کے بعد قدرتی طور سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اب کیوں قلم و دوات برائے تحریر طلب کیئے گئے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ اس وقت یہ امر بطور وصیت کے بیان کیا جا رہا تھا۔ اور وصیت تحریری ہی ہوا کرتی ہے جہاں تک اس کا تعلق عام تبلیغ رسالت سے تھا۔ وہ ہو چکا تھا اور اس وقت کوئی تحریر نہیں ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت و حکومت کے اعلان عام کے بعد لوگوں کے دلوں کی کیفیت کا اظہار آنحضرتؐ پر ہوا اس سے آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ علیؑ کی حکومت کو ٹھنڈے دل سے قبول نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ امر ان کی دلی خواہش کے خلاف تھا۔ لہٰذا اس میں یہ لوگ روڑے اٹکائیں گے اور اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔ لوگوں کے بدلے ہوئے تیور بتا رہے تھے کہ معاملہ کا انجام کیا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس امر پر امت میں تفرقہ پڑ جائے گا اور ممکن ہے کہ جو جماعت علیؑ کے خلاف ہے وہ تعداد میں بوجہ منظم ہونے کے غالب رہے۔ لہٰذا خداوند تعالیٰ کے سامنے تحریری ثبوت پیش کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود امت پر اس امر کو واضح کرنے اور جماعت حقہ کو تقویت پہنچانے کی غرض سے آنحضرتؐ نے اس تحریر کا ارادہ فرمایا تھا۔ تجہیز جیش اسامہ کا بھی مقصد اولیٰ یہی تھا۔

اب رہا یہ سوال کہ وفات سے پہلے پھر کیوں نہ اس خواہش کا اعادہ فرمایا اس کا جواب بہت آسان ہے ممکن ہے کہ اس صدمے کے بعد جو صحابہ کے اس رویہ سے آپ کے دل پر ہوا آپ کے مرض کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی گئی ہو۔ اور آپ کے جسم میں پھر اتنی طاقت ہی نہ آئی ہو کہ اس تحریر کو مکمل کراتے۔ یہ بھی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے جمعرات ہی کے دن انتقال فرمایا اور صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طلب قرطاس و قلم کا واقعہ آپ کی حیات کے آخری گھنٹوں میں ہوا تھا علاوہ اس کے یہ ثابت نہیں کہ اس واقعہ کے بعد پھر کبھی اتنا مجمع آنحضرتؐ کے گرد ہوا ہو۔ فریق مخالف بھی چوکنا ہو گیا تھا کہ اگر ہم پھر آنحضرتؐ کے گرد جا کر جمع ہوئے تو کہیں پھر نہ اس خواہش کا اعادہ ہو جائے۔ لہٰذا ایک وقت میں اتنے اجماع کا موقعہ ہی نہ آنے دیا۔ اس سے بھی تو ڈرتے تھے کہ اگر رسولخدا کے سامنے گئے تو وہ فرمائیں گے کہ کیا ابھی جیش اسامہ نے کوچ نہیں کیا۔ ان سب وجوہات کے علاوہ ایک اور وجہ بھی تھی اس آخری واقعہ سے آنحضرتؐ کو اپنے "صحابہ کرام" کی دلی حالت کا اندازہ

وفات سے پہلے کیوں نہ اسکا اعادہ فرمایا۔

اچھی طرح ہوگیا تھا۔ جب یہ کہہ دیا کہ یہ شخص تو ہذیان بک رہا ہے تو اب کیا رہا۔ معلوم ہوگیا کہ اُن کے دل میں آپ کی کس قدر توقیر و منزلت ہے۔ اس مخالف جماعت کی اتنی کثرت تھی کہ کسی نے کاغذ و دوات لاکر نہ دیا۔ چند ازواج محترم نے اس طرف توجہ بھی دلائی۔ تب بھی حضرت عمرؓ نے ڈانٹ کر سب کو روک دیا۔ ایسے لوگوں سے کیا امید ہوسکتی تھی۔ آپ کو معلوم ہوگیا کہ اگر میں نے تحریر کر بھی دی تو یہ لوگ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ بلکہ ایک تنازعہ پیدا ہو جائے گا۔ جناب رسولخدا کو اپنے صحابہ کا یہ آخری و نہایت تلخ تجربہ ہوا تھا۔ ایمان بھی مکمل نہ ہو۔ اس سے پہلے علیؑ کی مخالفت کا اظہار بھی ہوچکا ہو لیکن جناب رسولخدا یہ امید نہیں کرتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے پاس بیٹھنے والے صحابہ اس طرح میری توہین کریں گے اور میرے احکام کو بکواس سمجھیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ٹوٹ گیا اور پھر تحریر وصیت کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

معترض کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے کیوں نہ لاکر قلم و دوات حاضر کر دیا۔ اول تو یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؑ بھی وہاں موجود تھے۔ کسی روایت میں آپ کا نام نہیں ملتا۔ اگر بحث کی خاطر فرض کر لیا جائے کہ حضرت علیؑ موجود تھے تو موقعہ ایسا تھا اور حضرت عمرؓ کے اس . . . . کلمہ سے جوش اسقدر بڑھ گیا تھا کہ اگر یہ قلم و دوات لے کر آگے بڑھتے تو چھینا جھپٹی شروع ہو جاتی اور ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو جاتا جو آنحضرتؐ کے حضور میں شایاں نہ تھا اور پھر لکھتا کون۔ کہہ دو کہ حضرت علیؑ ہی لکھ لیتے۔ پھر تو مخالفین کو بہت اچھا حربہ ہاتھ لگ جاتا۔ کہتے کہ رسولِ خدا کی بے ہوشی کی حالت میں علیؑ نے جو چاہا لکھ لیا۔ غرضکہ ان صحابہ کرام کے طرز عمل سے ایک ایسی صورتِ حالات پیدا ہوگئی تھی کہ جس نے وصیت کا مقصد ہی فوت کر دیا تھا۔ جب وہ لوگ کہ جن کو وصیت کی جارہی ہے اس کے معلوم کرنے کے روادار نہیں اس کو سننا تک نہیں چاہتے تو پھر وصیت کیوں اور کس کو کی جائے اگر کوئی تحریر بھی ہوتی تو کیا فائدہ ہوتا۔ بلکہ نقصان ہوتا۔ اسلام کے مخالفین کو ہمیشہ کے لئے ایک حربہ مل جاتا کہ دیکھو جبرئیل و وحی و قرآن تو ایک آڑ تھی۔ محمد (صلعم) تو محض دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر ان کا وہی انجام ہوا جو دنیا حاصل کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ ان کے بسترِ مرگ کے ارد گرد ان کے صحابہ میں اس حکومت دنیاوی کے لئے تلوار چل گئی اگر واقعی ان کا مقصد تبلیغ رسالت و نشر ہدایت ہوتا تو ان کا اصلی جانشین ضرور اس موقعہ پر صبر کرتا اور محض دنیا کے لئے تلوار تک نہ نوبت آنے دیتا۔ علیؑ نے اس موقعہ پر صبر کرکے اپنے طرز عمل سے اچھی طرح ثابت کر دیا کہ دنیا کا حصول نہ اُن کا مقصد تھا اور نہ اُن کے پیغمبر کا۔

اب رہا فقرہ حسبنا کتاب اللہ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری ہدایت کے لئے محض کتاب اللہ کافی ہے کسی اور رہنما یا ہادی کی ضرورت نہیں۔ اس فقرہ کے کہنے والے حضرت عمرؓ تھے اس کے معارض ایک اور تاریخی فقرہ ہے۔ انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ۔ لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض، ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا ابدا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے

پرانی روش کی خرابی سے سب آگاہ ہو گئے۔ جدید راستہ کے سب متلاشی ہیں۔ تاریخ عالم میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ تمام دنیا نے یک زبان ہو کر اپنے موجودہ نظام کو ناقص قرار دیا ہو اور جدید اور اس سے بہتر نظام و تمدن کی خواہش کی ہو جس طرح انسان کے جسم میں بیماری اس بات کی دلیل ہے کہ عناصر کے اعتدال میں فرق آگیا ہے۔ اور اب اس کی درستی لازم ہے۔ اسی طرح اس قسم کا عذاب اور ایسے واقعات خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ بتانے کے لئے حجت بن کر آتے ہیں کہ تمہاری موجودہ روشِ زندگی درست نہیں اس کی اصلاح کرو ورنہ عذاب سخت سے سخت تر ہوتا جائے گا۔ ہر ایک ملک پر ایسے عبرتناک حادثے آتے رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ آنکھوں پر سے پردے اٹھانے کے لئے پہلے بھی کئی دفعہ ایسی بادِ صرصر چل چکی ہے۔ لیکن چونکہ مسلمانوں نے اپنی اصلی معصیت کو معلوم نہ کیا یہ عذاب سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ہم اس اسلام کو جس کی فطرت میں غالب ہو کر رہنا تھا موجودہ مغلوبیت و کس مپرسی کی حالت میں پاتے ہیں۔ ورنہ اگر اسلام کے جو دعوے ہیں وہ پورے ہوتے ہوئے ہوتے تو آج کو اسلام کی حکومت الٰہیہ ثالث و سرپنچ کی مقام پر ہوتی اور دنیا اس کے تمدن و معاشرت کے نمونہ پر اپنی زندگی کا نقشہ کھینچتی جو ہوا وہ یہ تھا کہ ابھی اسلام لوگوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوا تھا۔ قرآن شریف کی صحیح تاویل اور اس کے درست معنوں کی تعلیم ابھی لوگوں میں عام نہیں ہوئی تھی۔ غرضیکہ تہذیب اسلامی و تربیت قرآن کا نقشہ ابھی قوم میں ایک نقش بر آب تھا کہ خلافت کی پیچیدہ سیاست کی ضرورتوں کی وجہ سے حکومت مجبور ہوگئی کہ قوم کی توجہ یک لخت ممالک کی فتوحات و غنائم کی فراہمی کی طرف کر دے تاکہ وہ خود قوم کی نکتہ چینیوں سے محفوظ اور غنائم کی فراوانی سے مضبوط ہو جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جدھر بھی گئے وہاں کے ملک کو تو فتح کر لیا، لیکن اس کی تہذیب سے خود مفتوح ہو گئے اور جو قیمتی شے گھر سے لے کر نکلے تھے۔ وہی پردیس میں لوٹی گئی۔ اب جو اسلام پیدا ہوا وہ ایک چوں چوں کا مربہ تھا۔ ایرانی مزدک و زرتشت کی تعلیم کے اثرات، ہندوستانی ویدانت کے تخیلات اور یونانی فلسفہ کے مغالطات سب اسلامی الٰہیات میں موجود ہیں۔ دراصل وہ جلدی کی فتوحات ہی اصلی اسلام کی بربادی کا باعث ہوئیں۔

غرضیکہ جب دنیا کی آنکھیں یہاں تک کھل چکی ہیں تو اب ہر ایک قوم و فرقہ بلکہ ہر فرد بشر کا فرض ہے کہ اپنی حالت کا جائزہ لے اور دیکھے کہ پرانی روش میں کیا خرابیاں تھیں۔ وہ کیا عقائد و اصول تھے جو محض امتداد زمانہ و کثرت معتقدین کی وجہ سے صحیح نظر آتے تھے، لیکن صحیح نہ تھے اور وہ ہماری اس موجودہ نکبت و مذلت و مسکنت و تنزل کے ذمہ دار ہیں۔ مسلمانوں کے لئے بھی یہ آخری انتباہ ہے کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں اور اپنی گذشتہ غلطیوں پر نظر ڈالیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ نظام جدید کا نام سنتے ہی مسلمان کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمیں کسی نئے نظام کی ضرورت نہیں، ہمیں تو وہی پرانا قرآن اور پرانا رسول چاہیئے۔ یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ آیا تمہارے پاس وہ پرانا رسول اور وہ پرانا قرآن ہے بھی۔ بسا اوقات حق اس طرح

خلافت کی فتوحات [illegible]

جاتا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت یہ دونوں ایک دُوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر دونوں میرے پاس حاضر ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور ان کی اطاعت کرو گے تو میرے بعد قیامت تک تم گمراہ نہ ہو گے۔ اس فقرے کے کہنے والے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے آپ کا مطلب یہ تھا کہ محض قرآن تمہاری ہدایت کے لئے کافی نہیں۔ قرآن صامت ہے۔ جب تک اس کے صحیح معانی و تاویلات کا علم نہ ہو اُس سے ہدایت نہیں مل سکتی اور یہ صحیح علم صرف میری عترت کو حاصل ہے یہ دونوں کبھی ایک دُوسرے سے جُدا نہ ہوں گے۔ لہٰذا تمہاری ہدایت اس وقت ہی مکمل ہو گی کہ جب تم ان دونوں کے احکام کی اطاعت کرو گے یہ دونوں فقرے ایک دُوسرے کے متضاد ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ہم معلوم کریں کہ ان میں سے کون سا فقرہ صحیح اور قابل عمل ہے اور کونسا غلط ہے اور واقعات نے کس کی تصدیق کی ہے اور کس کی تردید۔

پہلے ہم فقرۂ حسبنا کتاب اللہ کو لیتے ہیں معلوم نہیں کس گھڑی سے یہ فقرہ منہ سے نکلا تھا کہ کارکنان قضا و قدر کو بھی ضد ہو گئی کہ اس کی تکذیب و تردید۔ اس کے کہنے والے ہی سے کرا کر چھوڑی۔ اس تکذیب کی ابتدا خود اس کے طرز عمل سے ہوتی ہے۔ جناب رسول خدا کا انتقال ہوتا ہے حضرت عمر آپ کی میت کو پڑا ہوا دیکھتے ہیں لیکن چونکہ اس وقت ان کے منصوبوں کے رُکن ثانی حضرت ابوبکر موجود نہ تھے آپ فوراً قرآن شریف کو طاق نسیان پر رکھ کر کسی مصلحت کے ماتحت فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے تو رحلت نہیں فرمائی وُہ مرنے والے نہیں ہیں جو کہے گا۔ کہ آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ تلوار کے زور سے حق کو چھپانے کی پالیسی جو آپ نے اپنے حکومت کے سارے زمانہ میں جاری رکھی۔ یہ اس کی ابتدا تھی۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ اب اس اخفائے حال کی ضرورت نہ رہی لہٰذا قرآن شریف کی آیت یاد آگئی اور تسلیم کر لیا کہ واقعی محمدؐ بھی دیگر رسولوں کی طرح رحلت فرما گئے۔ آگے چلو تجہیز و تکفین رسول کی طرف سے اعراض کر کے خلافت کی جستجو میں حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچتے ہیں کیونکہ ہدایت اُمت کیلئے ایک راہنما و جانشین رسول کی سخت ضرورت ہے ایسی سخت کہ اس کے آگے تجہیز و تکفین رسول بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی دیکھئے کس طرح خود ہی اپنے اس قول حسبنا کتاب اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ جب رسول نے فرمایا تھا کہ کاغذ و دوات لاؤ۔ میں ہادیٔ اُمت و جانشین رسول کا نام لکھ کر اُمت کو اُس کی اطاعت کی تحریری وصیت لکھ دوں تو یہ فرمایا کہ یہ تو ہذیان ہے اب کسی ہادی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حسبنا کتاب اللہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ہی فوراً کیوں اس ہادی کی ایسی ضرورت محسوس ہوئی کہ تجہیز و تکفین رسول بھی اس کے مقابلے میں ہیچ سمجھی گئی جناب رسولخدا کی مخالفت میں تو کہہ دیا کہ حسبنا کتاب اللہ جانتے تھے کہ رسول تو علی کو مقرر کریں گے اور یہ منظور نہ تھا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی محفل میں نہ کہا کہ خلیفہ کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ حسبنا کتاب اللہ وجہ یہ ہے کہ جانتے تھے کہ یہاں ہم اپنے آدمی کو کرائیں گے۔ آگے چلئے۔ وہاں اتنی بحثیں ہوئیں۔ اپنے اپنے

حقوق چھن جانے گئے۔ یہ کیوں نہ کہا کہ آؤ ہم سب مل کر کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ اس میں اس کے متعلق کیا لکھا ہوا ہے اور اس کے مطابق کس کو خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے۔ نصب خلیفہ [illegible] امت کی شرط اوّل ہے قرآن شریف کا دعوےٰ ہے کہ مجھ میں ہر ایک ضروری شئے موجود ہے۔ قرآن شریف نے کیا بتایا اور کیا ہدایت کی۔ اگر یہ ہی نہ بتایا کہ جناب پیغمبر آخرالزمان کے بعد منبع ہدایت کون ہوگا۔ ان کا جانشین اور والی امور مسلمین ان کے بعد کون ہونا چاہیئے۔ اگر حسبنا کتاب اللہ سچے دل سے کہا تھا تو اس خلیفہ و حاکم کے تعین کے لئے کیوں نہ قرآن شریف کی طرف رجوع کیا گیا اور اس کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی تجویز کیوں مناسب سمجھی گئی۔ جواب صاف ہے قول رسول سے اس وجہ سے اعراض کیا کہ جانتے تھے کہ وہ علی کو مقرر کریں گے۔ اب قرآن سے اس وجہ سے اعراض کیا کہ اس سے ۳ [illegible] کی خلافت نکلتی ہے۔ قرآن کو چھوڑ کر سقیفہ کی طرف گئے اور وہاں بھی قرآن کا ذکر نہیں ۔ [illegible] ہی کا قول پیش کرتے ہیں کہ الائمۃ من قریش ایک قول کی تو مخالفت کی جاتی ہے یہ کہہ کر کہ حسبنا کتاب اللہ ویسے ہی دوسرے قول رسوؐل پر انحصار کیا جاتا ہے اور کتاب اللہ کا ذکر تک نہیں۔

حضرت ابوبکر کا وقت پورا ہوتا ہے وہ اپنی جانشینی کا نوشتہ حضرت عمر کے حق میں لکھتے ہیں۔ اس وقت حضرت عمرؓ نہیں فرماتے کہ اس نوشتہ کی ضرورت نہیں۔ حسبنا کتاب اللہ اس وقت تو اس نوشتہ کو ساتھ لے کر لوگوں میں پڑھواتے پھرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ سنو خلیفہ رسول نے کیا لکھا ہے اس کی اطاعت کرو اور درۂ عمری لوگوں کو ڈرانے کے لئے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ کنزالعمال علی منتقی الجزء الثالث ص۱۴۵ حدیث ۲۲۶۴ و ص۱۴۱ حدیث ۲۲۴۶

اور خود حضرت عمر اپنے جانشین کے تقرر کے لئے ایک انوکھی مجلس شوریٰ قائم کرتے ہیں۔ حسبنا کتاب اللہ کہنے والا ممبران شوریٰ کو ہر ایک قسم کی ہدایت دیتا ہے۔ یہاں تک کہتا ہے کہ تم سب اس طرف ہونا جدھر عبدالرحمٰن بن عوف ہوں لیکن یہ نہیں کہتا کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا اور تم سب اس طرف ہونا جدھر کتاب اللہ ہو۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اس سے بھی زیادہ کوئی اور موثر طریقہ اس مشہور قول عمر کی تردید و تکذیب کا ہو سکتا تھا۔

دربار خلافت قائم ہوتا ہے اور اس میں پہلا مقدمہ دختر رسولؐ کی طرف سے اپنے باپ کی طلب میراث کے لئے جانشین رسولؐ کے سامنے دائر ہوتا ہے آپ خود تشریف لاتی ہیں اور اپنے دعوے کی بنا قرآن شریف پر رکھ کر فرماتی ہیں کہ اس میں احکام میراث عام ہیں۔ انبیاء مستثنےٰ نہیں۔ اور اس ہی قرآن سے ان انبیاء کا ذکر سناتی ہیں۔ جن کے صلبی وارثوں نے ان کا ورثہ پایا تھا۔ حسبنا کتاب اللہ کہنے والے اور سننے والے سب موجود ہیں۔ لیکن خاموش ہیں۔ کتاب اللہ تو کافی ہے اب کیوں اس کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔ بُری طرح خود اس فقرہ کی مٹی خراب کرتے ہیں دل تو یہ چاہتا ہے کہ فدک واپس نہ کیا جاوے۔ لیکن قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دعویٰ مدعیہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ مجبوراً اور دیدہ و دانستہ کتاب اللہ سے اعراض کر کے

اس رسول کے مفروضہ قول کی طرف پناہ لی جاتی ہے کہ جس رسول کو ہدایت نامہ لکھنے سے یہ کہہ کر روکا گیا تھا کہ آپ کے کسی حکم و قول کی ضرورت نہیں حسبنا کتاب اللہ۔ جناب فاطمہ علیہا السلام کو بہت رنج ہوا۔ سمجھ گئیں کہ ارکان حکومت نہ تو قرآن شریف کی پیروی کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی قول رسول سے ہدایت لینے کی کوشش کرتے ہیں جس میں اپنا دنیاوی فائدہ دیکھتے ہیں وہی بات کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تک زندہ رہیں ان دونوں سے غضبناک رہیں اور گفتگو تک نہ کی۔ اس قضیہ کی تفصیل باب سیزدہم میں ملاحظہ ہو۔

ان دونوں اعتقادات کی آپس میں مطابقت تو کرو۔ ایک طرف تو یہ اعتقاد ہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔ دوسری طرف ایمان یہ ہے کہ تقرر خلیفہ کے لئے کوئی نص قرآنی نہیں کیا خلافت و ولایت امور مسلمین ایسی غیر ضروری اور کم اہمیت والی شئے تھی کہ جس کا ذکر کتاب اللہ میں ضروری نہ سمجھا گیا۔ علاوہ اس کے فقرہ حسبنا کتاب اللہ، عقل کی کسوٹی پر بھی پورا نہیں اترتا۔ جہاں تک اعتقادات کا تعلق ہے وہ واقعی کافی ہے لیکن انسانی طرز عمل محض کتاب پڑھنے سے قائم نہیں ہوسکتا یہ تو کامل انسان کو عمل کرتے ہوئے دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ مذہب کے دو ارکان ہوتے ہیں اعتقاد اور عمل۔ اعتقادات کے لئے قرآن کریم کافی ہے۔ عمل کے لئے ہادیوں کی ضرورت ہے اس کا تذکرہ تفصیل سے ہم نے اس کتاب کے باب ششم میں کیا ہے۔

واقعات نے ثابت کر دیا کہ فقرہ حسبنا کتاب اللہ محض غلط ہے اگر اس کے وہ معنی لئے جائیں جو حضرت عمر نے اس فقرہ کو تصنیف کرتے وقت اپنے ذہن میں رکھے تھے یعنی یہ کہ اس کی موجودگی میں کسی ہادی و عالم علم قرآن کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت کی رحلت کے وقت ہی اس دعوے کو زیر عمل دیکھ لیا۔ خود حضرت عمر نے امور مہمہ میں اس کی طرف رجوع نہیں کیا اگر آگے چل کر بھی دعوئے حسبنا کتاب اللہ کو زیر عمل دیکھنا ہے تو حضرت عثمان کے محصور و قتل ہونے میں دیکھو۔ محاربات جمل و صفین میں دیکھو کعبے کے منہدم ہونے میں دیکھو۔ کربلا کے مظالم میں دیکھو حسبنا کتاب اللہ پر اعتقاد رکھنے والی امت کو اپنے محسن اعظم کے احسانوں کا بدلہ ان کے پیارے نواسوں کو زہر و تیغ کی صورت میں آیہ کریمہ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کی عملی تفسیر کرتے ہوئے دیکھو۔

ان واقعات نے حضرت عمر کے اس دعوے کی حقیقت کھول کر رکھ دی۔ تمام صحابہ رسولؐ پر ایمان رکھنا اور ان کو ہر ایک عیب سے بری سمجھنا عقیدت مندی کی آخری انتہا ہے۔ لیکن اگر عقیدت کی پشت پر واقعیت کا کچھ نہیں ہے تو پھر وہ کس کام کی۔ اگر صرف عقیدت مندی ہی قابل فخر ہے تو وہ عقیدت مندی لائق صد گونہ ستائش ہے جو پتھر کے آگے سجدہ کراتی ہے۔ اور سورج کی کرنوں کے آگے ہاتھ بند ھواتی ہے۔ غور کرنے والی بات ہے۔ کیا وجہ تھی کہ ابھی جناب رسولخدا کا آخری سانس باقی ہی تھا کہ ان بدنما واقعات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور برابر جاری

رہتا ہے یہاں تک کہ وہ نظام اسلام جس کو آنحضرت نے اتنی جد و جہد سے قائم کیا تھا۔ منہدم ہو جاتا ہے وجہ صرف ایک تھی وہ یہ کہ امت نے جناب رسولؐ کی وصیت آخری پر عمل نہ کیا اور ان کی عترت کا دامن نہ پکڑا۔ امت اسلامیہ کو ایک مغالطۂ عظیم میں ڈال دیا گیا۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے اصلی حاکم و والی کو شناخت نہ کر سکی۔ ایسا حاکم و والی جو معصیت سے پاک ہو اور جس کے اوامر و نواہی ایسے ہی صحیح و مطابق قرآن کے ہوں جیسے کہ جناب رسولؐ خدا کے تھے تاکہ اس کے ہر ایک حکم کی اطاعت کی جا سکے اور آیہ شریفہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ پر عمل ہو سکے اس آیت کے غلط معنے سمجھنے ہی کا نتیجہ سانحہ کربلا ہے۔ یزیدی مسلمانوں نے سمجھا کہ جو شخص حکومت حاصل کر سکے وہی صاحب امر ہے۔ اور اس کی اطاعت واجب و لازم ہے۔ لہٰذا یزید واجب الاطاعت اور حسینؑ نواسہ رسولؐ باغی جسکو قتل کر کے وہ ثواب کے متمنی تھے کہتے تھے کہ حسینؑ کو نماز عصر سے پہلے قتل کر دو تاکہ نماز عصر قضا نہ ہو جائے۔ یہ ہے قرآن کریم کی تفسیر بغیر ہادی کے۔ اولوالامر کے متعلق ان یزیدیوں کا اعتقاد عقل سلیم اور قرآن کریم کے تو مخالف ضرور تھا لیکن سقیفہ بنی ساعدہ والوں کے عین مطابق تھا اگر صاحبان امر سقیفہ بنی ساعدہ میں بن سکتے ہیں تو کیا وجہ کہ وہ دمشق میں نہ تیار ہو سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اصلی ہادی اسلام کو نہ پا سکے کیونکہ وہ نقلی ہادیوں کے ساتھ مخلوط کر دیئے گئے تھے۔ اور حسبنا کتاب اللہ کہنے والے تتر بتر ہو کر تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ یہ تہتر فرقے کیوں ہوئے صرف ہادی حقیقی و رہبر حق کی تلاش میں۔ ہر ایک کا زعم ہے کہ جس کو میں ہادی سمجھتا ہوں وہ ہی اسلام کا ہادی برحق ہے۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اسحاقیہ، یزیدیہ، اسماعیلیہ، یونسیہ، ضحاکیہ، عبیدیہ اصغریہ، حفصیہ، حارثیہ، جنابیہ، غیلانیہ، شمریہ، شبیبیہ، معاذیہ، صالحیہ، جسانیہ، عیرہ وغیرہ سب فرقے جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے۔ ان آدمیوں کی طرف منسوب ہیں جن کو وہ اپنا ہادی و رہبر سمجھتے تھے۔ ہادی کی ضرورت ہر زمانہ میں محسوس ہوتی رہی کوئی ایک اصلی ہادی نظر نہ آیا جس کو ذرا دوسروں سے زیادہ سرگرم پایا اسی پر ہادی کا گمان ہونے لگا۔ مسلمانوں کی اس حالت کو غالب مرحوم نے اپنے انداز میں خوب بیان کیا ہے۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ ٭ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہم نے جماعت حکومت کے نامور مناظر شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب میں لکھا دیکھا کہ حضرت عمر نے کمال رافت و محبت و شفقت کی وجہ سے آنحضرتؐ کو وصیت لکھنے کی تکلیف سے بچا لیا ایسے بڑے عالم کی یہ بحث ان کی مجبوری و کمزوری کی صاف دلیل ہے۔ واقعی فقرہ ان الرجل لیھجر کے ایک ایک حرف سے محبت و رافت والفت ٹپکتی ہے۔ اس عالم مرض میں اس محبت آمیز فقرہ سے جناب رسولؐ خدا بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بھی نہایت محبت و الفت سے فرمایا کہ میرے پاس سے دور ہو۔ پیغمبروں کے پاس یہ تنازعہ نازیبا ہے جن ازدج

شاہ عبدالعزیز حضرت عمر کی وکالت کرتے ہیں۔

مطہرات نے کہا کہ دوات و قلم و کاغذ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کردو ان کو حضرت عمر نے تو صواحبات یوسف یعنی گمراہ کرنے والی کہا۔ لیکن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ تم سے بہتر ہیں۔ واہ واہ کیا کہنے۔ خوب محبت والفت کی باتیں ہو رہی ہیں یہی حضرت عمر حضرت ابوبکر کے بڑے دوست تھے ان کو اس تکلیف سے کیوں نہ بچایا وہ تو بے ہوش ہو ہو کر خلافت کا پرچہ تحریر کراتے رہے۔

یہ بھی خیال رہے کہ فقرہ حسبنا کتاب اللہ آنحضرتؐ کے مسلمہ ارشاد مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً کے معارض ہے اور اس وجہ سے بھی غلط ہے۔

حضرت عمر نے تو کہہ دیا کہ حسبنا کتاب اللہ دیکھنا یہ ہے کہ خود کتاب اللہ کیا کہتی ہے۔ ہم یہاں صرف تین آیتیں نقل کرتے ہیں۔ جن کے محض اردو ترجمہ سے اصلی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔

(۱) يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا۔ (پارہ ۱ سورۃ البقرۃ ع۳)

(۲) وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران ع۱)

(۳) فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء)

یعنی (۱) اس قرآن ہی سے خدا تعالیٰ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اسی سے بہتوں کو ہدایت دیتا ہے گمراہ تو ان کو کرتا ہے جو مفسد ہوتے ہیں اور خدا کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے۔

(۲) قرآن شریف میں متشابہات آیات بھی ہیں اور محکمات بھی ہیں۔ منافقین ان متشابہات کی تاویل فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے غلط اور اپنے دل سے کرتے ہیں در آنحالیکہ ان کی صحیح تاویل سوائے خدا اور راسخون فی العلم کے اور کوئی نہیں جانتا۔

(۳) جہاں جہاں تم صحیح معانی و مطالب قرآن شریف کے نہ سمجھو تو ان کو اہل الذکر سے پوچھو

فصل ۱۵

جناب رسولِ خدا کی علی مرتضیٰؑ سے رازگوئی بحکم خداوندی

ہمیشہ امور رسالت و ریاست میں چند راز ہائے سربستہ ہوا کرتے ہیں۔ جو عوام الناس سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ لیکن خلیفہ و جانشین سے ان راز ہائے سربستہ کا ذکر نہایت ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ وہ بھی امور مہمہ کو اسی نہج پر چلائے جس طرح وہ پہلے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ جناب رسولؐ خدا علی مرتضےٰ سے اکثر راز کی باتیں تخلیہ میں بحکم خداوندی بیان کیا کرتے تھے اور لوگوں کو اس پر حسد ہوا کرتا تھا اور وہ اعتراض کیا کرتے تھے۔

اخرج الترمذی عن جابر قال دعا رسول اللہ علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال

ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ محاصرہ طائف کے زمانہ میں جناب رسولِ خدا نے حضرت علی کو بلا کر تخلیہ میں بصیغۂ راز سرگوشی فرمائی تو لوگوں

[حضرت علی سے ... تخلیہ میں ... ہے]

رسول اللہ صلعم ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ۔ نے اعتراض کیا کہ پیغمبر صلعم نے بہت دیر تک اپنے ابن عم سے راز کی گفتگو کی۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ سے میں نے راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا نے کی ہیں۔

صحیح ترمذی۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامتہ باب الثانی صہ ۲۵۔
عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چہارم صہ ۶۹۵
اس حدیث کو نسائی نے خصائص میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے بھی مروی ہے۔

عن انس قال دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ طویلا فقال الناس لقد طال نجواہ مع ابن عمہ قال فذکرہ من حسد علیا فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر۔

اخرجہ ابن مردویہ

ابن مردویہ نے انس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے طائف کے روز جناب علی مرتضیٰؑ کو بلا کر دیر تک راز کی گفتگو کی۔ لوگ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے ابن عم سے بڑی طویل سرگوشی فرمائی جب اس کا چرچا آنحضرتؐ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۵
تاریخ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں ہے۔
آں حضرت شاہ ولایت منقبت را طلب داشت و مدتے ممتد باآنجناب راز گفت واسرار درمیان نہادہ ایں معنی موجب تعجب اصحاب گشت و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باحضرت رسالت گفت یارسول بے حضور ما با ابن عم خویش خلوت گزیدہ راز مے گوئی فقال یاعمر ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ یعنی بنابر اقتضائے رائے خود با او راز نہ گفتم بلکہ بفرمان دانائے راز نہاں کشادم بایں راز با او زباں

حبیب السیر جلد اول جزو سوم ص ۶۶۔
ترجمہ: "جناب رسولؐ خدا نے علی مرتضیٰ کو طلب کیا اور بہت دیر تک ان سے خلوت میں راز کی باتیں کرتے رہے۔ یہ امر صحابہ کے لئے تعجب کا باعث ہوا۔ حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ آپ ہم سے علیحدہ اپنے ابن عم سے خلوت میں راز کی باتیں کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اپنی رائے سے اس سے راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے یہ راز کی باتیں اس سے کی ہیں۔"
تعجب کی وجہ سے نہیں بلکہ حسد کی وجہ سے یہ اعتراض کیا گیا تھا۔ اپنے مذہب سے مجبور ہو

کہ صاحب حبیب السیر نے تعجب کا لفظ لکھا ہے۔ ورنہ اوپر کی انس کی روایت ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرتؐ نے اس کو حسد پر محمول کیا اور نیز حضرت عمر کے فقرے حسد کا آئینہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو آپ نے پوچھا تک نہیں۔ اپنے ابن عم سے راز کی باتیں اتنے عرصہ تک کرتے رہے۔ ابن عم کا لفظ ان روایت میں خاص اہمیت رکھتا ہے اس میں یہ اعتراض مضمر ہے کہ آپ اتنی مہربانیاں محض اپنے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔

ملا معین: معارج النبوۃ رکن چہارم باب یازدہم در بیان وقائع سال ہشتم از ہجرت ص۱۸۴۔ اس میں بھی تحریر ہے کہ معترض حضرت عمر تھے۔ محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں ولکن اللہ انتجاہ کے معنی اس طرح لکھتے ہیں۔

یعنی خدائے تعالیٰ۔ امر کردہ است مرا کہ راز گویم با او پس راز گفتم بجہت فرمان برداری کردن امر حق تعالیٰ را و تواند کہ معنی آں باشد کہ من ابتدائے گفتن با وے نہ کردہ ام و لیکن خدائے تعالیٰ راز می گوید با وے و القائے اسرار میکند در دل وے و من نیز راز می گویم با وے از جہت موافقت و متابعت فعل الٰہی۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مطبع نول کشور الجزء الرابع ص ۶۶۲۔

جناب رسول خدا کی حیات کے آخری لمحوں میں حضرت علیؑ ہی ان کے پاس تھے اور آنحضرتؐ کا سر مبارک آغوش علیؑ میں تھا کہ آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی۔ جماعت حکومت نے چاہا کہ یہ شرف ان سے لیکر حضرت عائشہ کو دیں اور احادیث و روایات وضع کی گئیں حضرت عائشہ کی زبانی کہ آنحضرتؐ کا سر مبارک بوقت وفات میری گود میں تھا۔ آخر کار خود ہی ان کتابوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہ والی روایت بناوٹی ہے دراصل آنحضرتؐ نے رحلت کی در آں حالیکہ آپ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا۔ مدارج النبوۃ میں ہے۔

"جناب رسالت مآب در وقت احتضار با فاطمہ فرمود کہ پسرانت را پیش آر فاطمہ حسن و حسین را علیہم التحیۃ والرضوان بہ نزدیک آں سرور آورد سلام کردند و در برابر جد بزرگوار بنشستند و چوں اوراآں حال دیدند گریہ آغاز نہادند و چناں زار بگریستند کہ از گریہ ایشاں ہر کہ دراں خانہ بود دیگر بیت آنحضرت علیہ السلام ایشاں را ببوسید و در باب تعظیم و احترام و محبت ایشاں صحابہ و تمام امت را وصیت فرمود الی ان قال بعد از آں فرمود برادر من علی را بیارید۔ علی بیامد و بر بالیں آنحضرت بنشست و سر مبارکش را بر زانوئے خویش نہاد و آنسرور فرمود اے علی فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ وارد کہ از وے برائے تجہیز جیش اسامہ بقرض گرفتہ بودم زنہار کہ حق او را از ذمہ من ادا کنی و فرمود اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ بر لب حوض کوثر بمن برسی و بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ شوی و صبر کنی و چوں بہ بینی کہ مردم دنیا را اختیار کنند باید کہ تو آخرت را اختیار کنی۔"

علی رضی اللہ عنہ گوید کہ حضرت با من سخن می گفت و آب دہن دے بمن می رسید۔ پس حال
بروے متغیر شد و زناں از پس پردہ بے طاقتی بنمودند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سابقہ گذشت
کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فخر می کرد دے کہ قبض روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در کنار
من شدہ است و ایں حدیث را محدثاں تصحیح نمودہ اند در اینجا روایتے مے آرند کہ
سر مبارک آنحضرت آخر وقت در کنار علی رضی اللہ عنہ بود کہ حاکم و ابن سعد از طرق متعدد
وہ آوردہ اند و از بیانے کہ کردہ شد ظاہر گشت کہ علی رضی اللہ عنہ آمدہ بر بالین آنحضرت
نشست و سر مبارک آنحضرت بر بازوئے خود نہاد۔ ظاہر مے شود کہ آخر عہد ہمیں است

عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور ۱۹۰۵ء جلد دوم ص ۵۵۴ و ص ۵۵۵ و لا معین
معارج النبوۃ رکن چہارم باب چہاردہم فصل سوم ص ۲۲۵ مولوی محمد مبین؛ وسیلۃ النجاۃ ص ۲۲، ۲۴۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن علی بن حسین قال قبض رسول اللہ ورأسہ فی حجر علی وفیہ ایضاً عن ابی غطفان قال سألت ابن عباس ارأیت رسول اللہ توفی ورسول اللہ ورأسہ فی حجر احد قال توفی رسول اللہ صلعم وھو مستند الی صدر علی قلت فان عروۃ حدثنی عن عائشہ انھا قالت توفی رسول اللہ صلعم بین سحری ونحری فقال ابن عباس تعقل واللہ توفی رسول اللہ صلعم وھو مستند الی صدر علی وھو الذی غسلہ۔

ابن سعد نے طبقات میں علی بن حسین سے روایت کی ہے کہ جس وقت جناب رسالتمآبؐ نے وفات پائی ان کا سر مبارک حضرت علیؑ کی آغوش میں تھا۔ نیز کتاب مذکور میں ابو غطفان سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ آیا آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا سر مبارک وقت وفات کس کی گود میں تھا انہوں نے کہا کہ جب رسولؐ نے انتقال فرمایا تو آنحضرتؐ کا سر مبارک علیؑ ابن ابی طالب کے سینے سے لگا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ عروہ تو مجھ سے حضرت عائشہ کی یہ بات بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرتؐ
نے انتقال فرمایا تو آنحضرتؐ ان کی گود میں تھے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ تم کچھ سمجھتے بھی ہو۔
خدا کی قسم جب رسولؐ نے وفات پائی تو وہ علیؑ کے سینہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور علیؑ
ہی نے آنحضرتؐ کو غسل بھی دیا۔

طبقات ابن سعد ق ۲ ج ۲۔ ص ۵۱۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۶

فخر الدین رازی و دار قطنی تحریر کرتے ہیں۔

عن ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الموت قال ادعوا الی حبیبی فدعوت لہ ابا بکر فنظر الیہ ثم وضع

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب آگیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے حضرت ابو بکر کو بلا بھیجا۔ وہ جب

راسہ فقال ادعوالی حبیبی فدعوت لہ عمرؓ فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعو الی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا لہ علی ابن ابی طالب فواللہ ما یرید غیرہ فلما راہ اخرجہ الثوب الذی کان علیہ ثم ادخلہ فیہ فلم یزل لتحیضنہ حتی تبعض دیدہ علیہ

آئے تو حضرت نے سر اٹھا کر دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو میرے پاس بلاؤ میں نے عمر کو بلوا لیا آپ نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر تکیہ پر سر رکھ لیا اور پھر فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ تب میں لوگوں سے کہا کہ تم پر افسوس ہے۔ علی کو بلاؤ کیونکہ حضرت علیؑ کے علاوہ اور کسی کو آپ نہیں بلانا چاہتے تھے۔ جب علیؑ آئے اور رسولخدا نے ان کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے آپ نے اٹھا لیا اور علیؑ کو اس میں داخل کر لیا اور علیؑ کو اپنے سینہ سے لگائے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے انتقال فرمایا اس وقت بھی آپ کا ہاتھ علیؑ کے اوپر تھا۔

عبیداللہ امرتسری۔ ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۶ - طبرانی: معجم الکبیر۔

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب صاحب سری اخرجہ الترمذی

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علی بن ابی طالب میرے راز دل کا رکھنے والا ہے اور ان کا امانت دار ہے۔

عبیداللہ امرتسری۔ ارجح المطالب باب چہارم۔ ص ۶۹۳۔

عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا وکان الطف نساء النبی صلے اللہ علیہ وسلم واشدھن لہ حبا وکان لہا مولی قدربا ھا وکان لا یصلی صلوۃ الا سب علیا فقالت یا ابت ما حملک علی ان تسب علیا فقال لانہ قتل عثمان وشرک فی دمہ قالت اما انک لو لا انی ربیتک وانک عندی بمنزلۃ والدی ما حدثتک بسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اجلس حتی احدثک عن علی وما رایتہ اقبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان یومی وانما کان نصیبی فی تسعۃ ایام واحد فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو مخال اصابعہ فی اصابع علی فقال یا ام سلمہ اخرجی من البیت واخلیا فخرجت

جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرتؐ کی تمام ازواج سے آنحضرتؐ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتی تھیں۔ روایت کرتی ہیں کہ ان کا ایک غلام تھا جس نے ان کو پالا تھا وہ ہر نماز کے بعد جناب امیر کو برا کہا کرتا تھا۔ ایک روز میں نے اس سے کہا کہ اے ابا تم علیؑ کو کیوں برا کہا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ علیؑ نے عثمان کے قتل میں شرکت کی ہے جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ اگر تو میرا مولا اور بجائے میرے والد کے نہ ہوتا تو میں تجھے جناب رسول خدا کے راز سے کبھی خبردار نہ کرتی۔ لیکن اب بیٹھ جا میں تجھکو آنحضرتؐ کے بھید سے آگاہ کئے دیتی ہوں جسکو میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے میری باری والے دن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں علیؑ کو ہمراہ لئے ہوئے تشریف لائے علیؑ

واقبلا يتناجيان فاسمع الكلام ولا ادری ما
يقولان حتى اذا قلت قد انتصف النهار و
اقبلت فقلت السلام عليك يا رسول الله
قال لا تلجی وارجعی مكانك ثم تناجيا طويلاً
حتى قام الظهر فقلت قد ذهب يومی و
شغله علی فاقبلت امشی ووقفت على الباب
فقلت السلام عليكم الج فقال لا تلجی فرجعت
وجلست مكانی حتى اذا قلت قد زالت
الشمس الا ان يخرج الى الصلوة ليذهب
يومی ولم ار قط اطول منه اقبلت
امشی حتى وقفت على الباب فقلت
السلام عليكم الج فقال نعم فدخلت
وعلى واضع يديه على ركبته قد ادنا فاه اذن
النبی صلى الله عليه وسلم وفم النبی صلى الله
عليه وسلم على اذن علی يتسايران وعلی يقول
افافعل وانفذ النبی صلى الله عليه يقول نعم
فدخلت وعلی معرض وجهه حتى دخلت وخرج
فاخذنی النبی صلى الله عليه وسلم واقعدنی فی
حجره فالتزمنی واصاب منی مايصيب الرجل
من اهله من اللطف والاعتذار ثم قال
يا ام سلمه لا تلوميني فان جبرئيل اتانی من
عند الله يامرنی ان اوصی به علياً من بعدی
وكنت بين جبرئيل وعلی وجبرئيل عن
يمينی وعلی شمالی فامرنی جبرئيل ان امر علياً
بما هو كائن من بعدی الى يوم القيامة فاعذرنی
ولا تلومينی ان الله اختار من كل امة نبيا و
لكل نبی وصيا وانا نبی هذه الامة وعلی
وصيی فی عترتی اهل بيتی وامتی من بعدی
فهذا ما شهدت من علی الان يا ابتاه فيه

کے پنجہ میں پنجہ ڈالے ہوئے تھے۔ میری باری نویں
دن آتی تھی جب گھر میں داخل ہوئے تو مجھ سے
ارشاد فرمایا کہ اے ام سلمہ تم حجرہ خالی کر کے باہر چلی
جاؤ۔ میں باہر ہو گئی اور دونوں صاحبان سرگوشی کرتے
ہوئے داخل ہوئے مجھے ان کی آواز سنائی دیتی
تھی۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا باتیں کر رہے
ہیں یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی میں نے بڑھ کر السلام علیک
کہا اور عرض کی کہ کیا مجھے داخل ہونے کی اجازت
ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اندر مت آنا اور اپنی جگہ
بیٹھی رہو۔ پھر آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے دیر تک سرگوشی
کرتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے
اپنے دل میں خیال کیا کہ میری باری کا دن تو چلا گیا
علیؑ نے آنحضرتؐ کو باتوں میں لگا رکھا ہے۔ میں نے
دروازے پر جا کر سلام علیک کہا اور اندر داخل ہونے
کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے فرمایا۔ اندر مت
آنا۔ میں پھر ہٹ کر اپنے مقام پر آ بیٹھی۔ جب آفتاب
ڈوبنے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب حضرت
نماز کے لیے باہر تشریف لے جائیں گے اور میرا دن
یونہی نکل جائے گا۔ میں نے اس دن سے زیادہ
طولانی اور کوئی دن نہیں دیکھا تھا۔ میں نے بڑھ
کر سلام کیا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی حضرتؐ
نے فرمایا ہاں اندر جاؤ میں حجرہ میں گئی۔ میں نے
علیؑ کو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے زانو پر ہاتھ رکھے ہوئے
تھے اور علیؑ کے کان پر جناب رسولخدا کا منہ تھا باتیں
کر رہے اور علیؑ کہہ رہے تھے کہ میں اسی طرح
کروں گا۔ جب میں اندر گئی تو جناب علیؑ منہ پھیر کر
باہر چلے گئے حضرتؐ نے مجھے اپنے پہلو میں بٹھا کر
اپنے سینہ سے لگایا اور جو کچھ کہ مرد اپنی اہلیہ سے کرتا
ہے وہ کیا اور نہایت مہربانی سے فرمایا اے ام سلمہ تم

چھپ جاتا ہے اور کذب غالب ہو کر اتنے عرصہ تک رائج رہتا ہے کہ جب حق کی تلاش کرنے والے حق کو کذب کے تودوں میں سے نکالتے ہیں تو وہ ایک نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔ سونے کو جلا کر کشتہ کر دو۔ اب یہ بالکل راکھ ہے۔ اگر کوئی صاحبِ نظر اس راکھ کو پھر اس کی پہلی حالت میں کر دے اور وہ پھر چمکتا ہوا سونا بن جائے تو یہ سونا اس راکھ کے مقابلے میں تو نئی چیز ہے۔ لیکن ہے تو وہی پرانا سونا۔ مسلمانوں کے نظامِ جدید سے ہمارا یہی مطلب ہے۔

مسلمانوں کے عروج کے قصے اور ان کے زوال کے مرثیے بہت لکھے گئے اور بہت لکھے جا رہے ہیں۔ سیاست دانوں نے ان کے زوال کے اسباب پر بھی نظر ڈالی ہے۔ اپنے زعم میں اسباب معلوم بھی کر لئے ہیں لیکن حالت وہی ہے۔ حالانکہ جب کسی مرض کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اس کی صحیح تشخیص ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس مرض کا ازالہ قطعی و یقینی ہو جاتا ہے۔ نتیجہ نکلا کہ ابھی تک مسلمانوں کے مرض کے صحیح اسباب ہی عام طور سے معلوم نہیں ہوئے۔ عام مسلمان سیاستدان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے قرآنی تعلیم و معاشرت چھوڑ دی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ نکبت ہے لیکن یہ سبب تو نہیں ہے۔ یہ تو خود نتیجہ ہے کسی اور سبب کا یہی تو مرض ہے۔ بتانا تو یہ چاہیئے کہ مسلمانوں نے اسلامی زندگی کیوں چھوڑی۔ اس صراطِ مستقیم سے اعراض کرنے کے کیا اسباب تھے اور وہ اسلامی زندگی کیا تھی۔ اس ہی سلسلہ میں یہ بھی بتانا ہوگا کہ اسلام کا عروج کس کو کہتے ہیں۔ وہ کس زمانہ میں تھا اور کب سے اس کا تنزل و انحطاط شروع ہوا۔ جب اتنے امور معلوم ہو جائیں گے۔ تو پھر علاج کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ ورنہ صرف یہ کہنا کہ اسلامی تعلیم کو چھوڑ دینا موجودہ ذلت کا باعث ہے اس مرض کی دوسرے الفاظ میں تشریح کر دینا ہے۔

ہم نے قرآنی تعلیم و اسلامی زندگی کو کیوں چھوڑا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھنا ہوگا کہ قرآنی تعلیم کب سے چھٹی۔ اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ جس زمانہ میں اسلامی زندگی سے اعراض ہوا اس کے واقعات کیا تھے، اس کا ماحول کیا تھا۔ اس طرح ہم اس مرض کے اصلی اسباب معلوم کریں گے۔

کسی مذہب یا تحریک کے اپنے اصلی مقصد سے دور ہو جانے کے اسباب و علل معلوم کرنے میں ایک بہت بڑی مشکل سدِ راہ ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ اتنی بڑی تحریکیں چھوٹے چھوٹے آدمیوں کے طرزِ عمل سے متغیر نہیں ہوتیں بلکہ عظیم الشان و رفیع المراتب لوگوں کا طرزِ عمل ان کو متغیر کرتا ہے۔ اور ان دنیاوی وجاہت رکھنے والے لوگوں کے طرزِ عمل پر نکتہ چینی کرنی بوجوہات ذیل مشکل ہے۔

(۱) عوام الناس کا خیال ہوتا ہے کہ وہ بڑے آدمی تھے۔ یہ معمولی آدمی ان کی کیا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ حالانکہ ان بڑے لوگوں کے حالات و خواہشات نے ان کے دل و دماغ پر قبضہ کر کے انہیں صحیح راستہ دیکھنے سے باز رکھا تھا۔ اور اس چھوٹے آدمی کو ان کی غلطی صاف نظر آتی ہے۔ اب دیکھئے بڑوں کی غلطیوں پر چھوٹے ہی آدمی بحث کر رہے اور کریں گے۔

(۲) اگر وہ تحریک مذہبی ہے تو ان دنیاوی وجاہت رکھنے والے لوگوں کا دنیاوی درجہ لوگوں کی آنکھوں کو

او قد عد فاقبل ابوھا مناجی اللیل و النھار اللھم اغفرلی ما جھلت من امر علی فان ولیی ولی علی و عدوی عدو علی فتاب المولیٰ توبۃ نصوحاً و اقبل فی ما بقی من دھرہ یدعوا اللہ تعالیٰ ان یغفرلہ ۔ اخرجہ الخوارزمی ۔

مجھے ملامت نہ کرنا پروردگار کی طرف سے جبرئیل آئے ہوئے تھے اور یہ حکم لائے تھے کہ میں علیؑ کو اپنے پیچھے وصیت کر جاؤں ۔ میں علی و جبرئیل کے درمیان واسطہ تھا جبرئیل میرے داہنی جانب اور علی بائیں جانب تھے ۔ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ میں علیؑ کو ان تمام امور سے آگاہ کر دوں جو میرے بعد قیامت تک ہونے والے ہیں اے ام سلمہ تم مجھے معذور رکھو خدا نے ہر امت کے لئے ایک نبی مقرر کیا ہے اور ہر نبی کیلئے ایک وصی ہوتا چلا آیا ہے ۔ میں اس امت کا نبی ہوں اور علیؑ میرے بعد میری عترت اہل بیت اور میری امت میں میرا وصی ہے ۔ ام سلمہ نے کہا کہ اے ابا ۔ یہ امر علیؑ کا ہے ۔ جس کی کہ میں اس وقت شہادت دیتی ہوں ۔ اب تم خواہ علیؑ کو برا کہو، خواہ چھوڑ دو اس دن سے اس نے علیؑ کو برا کہنا چھوڑ دیا اور جناب الٰہی میں شب و روز دعا کرنے لگا ۔ الٰہی مجھے معاف فرما جو کچھ کہ علیؑ کے حق میں میں نے جہالت سے کہا ہے ۔ خداوندا علیؑ کا دوست میرا دوست ہے ۔ علیؑ کا دشمن میرا دشمن ہے ۔ پس اس غلام نے خدا کی جناب میں صالح و صحیح توبہ کی ۔ اور اپنی باقی زندگی میں استغفار کرتا رہا ۔

عبید اللہ امرت سری ۔ ارجح المطالب باب چہارم صہ ۹۲۳، ۹۴۲ ۔ اخطب خوارزم ۔ کتاب المناقب ص۱۱

عن ام سلمہ قالت و الذی تحلفت بہ ام سلمہ ان اقرب الناس عھداً برسول اللہ علی قالت لما کان غدوۃ قبض رسول اللہ صلعم قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ فجعل یقول جاء علی (ثلاث مراۃ) فجاء قبل طلوع الشمس فلما ان جاء عرفنا انہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت وکنا عند رسول اللہ صلعم یومئذ فی بیت عائشۃ وکنت فی اخر من خرج من البیت ثم جلست من وراء الحجاب فکنت ادناھم الی الباب فاکب علیہ علی فکان اخر الناس بہ عھداً فجعل یسارہ ویناجیہ ثم قبض صلعم ۔

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ قسم بخدا بوقت وفات آنحضرتؐ سے قریب ترین مردم علی بن ابی طالب تھے ۔ جس دن آنحضرتؐ کا انتقال ہوا اس کی صبح کو آپ نے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ ۔ میرا خیال ہے کہ علیؑ کو آپ نے کسی کام کے لئے باہر بھیجا تھا ۔ آپ نے تین دفعہ پوچھا کہ کیا علیؑ آ گئے ۔ اتنے میں قبل طلوع شمس علیؑ آ گئے ۔ یہ خیال کر کے کہ شائد علیؑ سے رسول اللہ کو کوئی خاص کام ہے ہم سب باہر چلے گئے اس دن ہم خانہ عائشہ میں تھے میں نکلنے والوں میں سب سے آخر تھی اور میں پردہ کے پاس ہی بیٹھ گئی ۔ ان سب سے زیادہ میں دروازے کے نزدیک تھی ۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ نے اپنا سر جناب رسول خدا کی جانب جھکایا اور آنحضرتؐ علیؑ سے بصیغہ راز سرگوشی کرتے رہے ۔ پس علیؑ ہی وہ شخص ہیں جو رسول مقبول کے پاس سب سے آخر تک رہے پس آنحضرتؐ نے علیؑ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی ۔ الحاکم، مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صہ ۱۳۹ النسائی ؛ خصائص علویہ ۔

حضرت عمر کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ چنانچہ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔
از جابر بن عبداللہ شیرازی منقول است کہ گفت در زمان خلافت عمر بن الخطاب کعب الاحبار
بنزدے آمد و گفت یا امیر المومنین آخر کلمہ کہ رسول اللہ بآں تکلم نمود چہ بود عمر گفت از علی پرسید
امیر فرمود الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔

یہ ایک ایسا اعزاز خاص تھا کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے اس پر احتجاج فرمایا ہے۔

چنانچہ راس المحدثین امام عقیلی لکھتے ہیں۔

من ابی الطفیل قال کنت علی الباب یوم الشوریٰ فارتفعت الاصوات فسمعت علیا یقول بایع الناس ابابکر فانا واللہ باولی منہ واحق بہ فسمعت واطعت مخافۃ ان یرجع الناس کفارا و فیکما حدی اخر عہدہ برسول اللہ مین وضعتہ فی حفرتہ غیری۔

ابوالطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں شوریٰ کے دن دروازے کے اوپر بیٹھا تھا۔ اتنے میں لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کرلی۔ حالانکہ قسم بخدا امر خلافت میں میں ان سے اولیٰ اور مستحق تر تھا پس میں نے سنا اور خاموش رہا کہ مبادا لوگ کافر ہو جائیں۔ کیا تمہارے درمیان کوئی اور ایسا ہے جو سب سے آخر تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہو اور جس نے ان کو قبر میں اتارا ہو۔

یہ امر مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ جناب رسولؐ خدا کو آخری غسل جناب امیر علیہ السلام نے دیا اور قبر میں اتارا۔

تاریخ الخمیس الجزء الثانی صہ ۱۸۹ و صہ ۱۹۰۔ ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الاول صہ ۴۷ ترجمہ: علی بن ابی طالب۔ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۲۰۵ و ۲۰۴۔ ابن سعد طبقات الکبریٰ ج ۲ ق ۲۔ ص۔ ۶۰ و ۶۱، ۶۲، ۶۷، ۷۸۔

باب ہشتم ۸

شواہد استخلاف علی بن ابی طالب علیہ السلام

(ب) اقوال رسولؐ

یہ دعویٰ کہ آنحضرتؐ نے رسالت کے اعلان کے ساتھ ساتھ ہی خلافت کا بھی اعلان فرمایا محتاج ثبوت نہیں ہے جس طرح بموجب حکم الٰہی "وانذر عشیرتک الاقربین" رسالت کی تبلیغ اور اس کا اعلان اپنے خاندان سے شروع کیا اسی طرح خلافت کی تبلیغ اور اس کا اعلان اس ہی وقت اور اس ہی مقام سے شروع۔ آپ

حضرت علیؑ اس پر احتجاج فرماتے ہیں۔
آخری غسل حضرت علیؑ نے فرمایا
اقوال رسولؐ

کے صدہا ایسے اقوال ہیں جن سے بغیر کسی شک و شبہ کے صاف عیاں ہے کہ آپ نے بحکم خداوندی حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرما کر بارہا اس کا اعلان فرمایا۔ ان احادیث کے مطالعہ سے ہم کو آنحضرتؐ کی فراست و ذکاوت و آخر بینی کا اندازہ ہوتا ہے اور ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ واقعی اس نبی مرسل کا یہی لب و لہجہ و طریقہ گفتگو ہونا چاہیئے جس کی صداقت و متانت کلام پر ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ کی مہر تصدیق لگی ہوئی ہے۔ نائب رسول کو رسول کے کام کی تکمیل کرنی ہوتی ہے۔ لہٰذا نائب کا تقرر بھی اسی بارگاہ سے ہوتا ہے کہ جہاں سے رسول مقرر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کی طرح آپ نے بھی اس امر میں پہلا یہ کام کیا کہ بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ علیؑ کو اس درباره سے خلیفۂ ختم المرسلین مقرر فرمایا جاوے۔ جب وہ دعا مقرون باجابت ہوگئی تو پھر آپ نے اس کا اعلان کرنا شروع کر دیا اور صاف الفاظ میں بغیر تاویل کی گنجائش کے فرمادیا کہ علیؑ میرا قرابہ و خلیفہ ہے اور اس امر رسالت میں میرا ہاتھ بٹانے والا ہے۔ پھر اس بات کو مختلف پیرایہ میں اس طرح بیان فرمایا کہ ایک ہی لفظ کا بار بار اعادہ نہ ہو۔ لیکن مطلب وہی بیان ہو جائے۔ روزانہ یہی ایک فقرہ دہرائے جانا کہ علیؑ میرا خلیفہ اور تمہارا حاکم ہے۔ بلاغت و فصاحت کے خلاف اور مصالح ملکی کے منافی تھا۔ علاوہ اس کے اگر ایک ہی بات بار بار دہرائی جائے تو پرانی ہو کر اس میں سے اثر جاتا رہتا ہے اور اگر وہ ہماری خواہش کے خلاف ہے تو دل میں سرکشی و سرتابی کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ تقرر جانشین ابتدائی رسالت ہی سے ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لئے کئی وجوہات ہیں۔

تقرر جانشین ابتدائی رسالت ہی سے ضروری ہے۔

اوّل۔ تو یہ کہ جانشین یا ولیعہد حکومت کو شروع ہی سے اس کے عہدہ کے مطابق تعلیم و تربیت دی جاتی ہے تاکہ اسرار نبوت و رموز حکومت کا حامل ہو سکے۔ چنانچہ جناب رسول خدا نے شروع ہی سے حضرت علی علیہ اسلام کو تعلیم و تربیت کے لئے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

دوم۔ آنحضرتؐ کے جانشین کا آپ کے کام میں شریک ہونا ضروری تھا۔ یہی آپ کی دعا تھی۔ یہی طریقہ انبیائے سلف کا تھا۔ اور اسی کی عقل متقاضی تھی۔ اس کو ہم ذرا تفصیل کے ساتھ حدیث انت تبرء ذمتی وانت خلیفتی یا علی فی امتی کے ذیل میں بیان کریں گے۔

سوم۔ اگر شروع رسالت اور ایام فقر و فاقہ و ایذا و تکلیف و صبر کے دوران میں تعین خلیفہ نہ ہوتا تو آخر ایام میں کہ جب آپ کی حکومت وسیع و مستحکم ہو چکی تھی اور فراوانی ہر قسم کی حاصل تھی۔ اگر آنحضرتؐ جناب امیر کا نام لیتے تو لوگ کہتے کہ دیکھو اگر رسالت ایک امر مستقل و یقینی تھا تو شروع ہی سے تعین خلیفہ کیوں نہ ہوا۔ اس وقت تو حضرت محمد صلعم خاموش رہے اور دیکھتے رہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اب کہ کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔ تو وہ چاہتے ہیں کہ اس حکومت کو اپنے خاندان میں مستقل کر دیں۔ اور اب اپنے بھائی کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے ہیں۔

چہارم۔ یہ بھی دیکھنا اور دکھلانا مقصود تھا کہ ان ایام غربت و مصیبت میں کون اس

بارگراں کو سنبھالنے کے لیئے لبیک کہتا ہے ۔ ایام فتح مندی و کامرانی ہیں کہ جب ساری تکالیف ختم ہو جائیں گی اور صرف حکومت و سلطنت ہی ہو گی ہر کس و ناکس اس کا امیدوار بن جائے گا۔

پنجم :۔ ابتدائی رسالت میں جب کہ ظاہر بین نظروں میں مستقبل غیر یقینی تھا اور حکومت و سلطنت کی کوئی امید ہی نہ تھی ۔ اپنا جانشین مقرر کرنا ایک پیشنگوئی تھی ۔ جس کی کامیابی نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی ۔ علاوہ اس کے ہر ایک عہدہ اپنے ساتھ ذمہ داریاں بھی لاتا ہے اور دونوں کے لیئے یہ ذمہ داریاں محک امتحان ہوتی ہیں ۔ عہدہ دار کے لیئے بھی اور اس کے لیئے بھی جو اس کو منتخب کرتا ہے ۔ اول الذکر کی لیاقت و قابلیت زیر امتحان ہوتی ہے اور موخر الذکر کی نظر انتخاب جناب رسولؐ اکرم نے علیؑ کو اس وقت خلیفہ مقرر کر کے کہ جب علیؑ صرف چودہ برس کے بچے تھے اور ابھی آپ کی قابلیت و شجاعت و ریاضت و عبادت و صبر و زہد و علم کے امتحان کا موقعہ ہی نہ آیا تھا اپنی نبوت کی صداقت کی دلیل پیش کی تھی کہ اگر اس نے اپنے تئیں اس عظیم الشان عہدہ کا اہل ثابت کر دیا پھر تو مان جاؤ گے کہ میرا ہر فعل و قول خالق دانا و بینا و علیم و سمیع کے حکم کے مطابق ہوتا ہے ۔ ورنہ زیرک سے زیرک اور دوربین انسان کو بھی کس طرح معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ چودہ برس کا بچہ ہر ایک جنگ عظیم میں سب سے آگے ہو گا ۔ سن رسیدہ اور تجربہ کار اصحاب کرام تو عرش کے ساتھ لگے ہوئے مقام محفوظ میں ہوں گے اور یہ بچہ جنگ بدر کے گھمسان میدان میں لڑتا ہوا نظر آئے گا اور تو سب میدان احد میں جناب رسولؐ خدا کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے لیکن یہ بچہ ثابت قدم رہے گا اور اپنی جان پر کھیل کر رسولؐ خدا کو بچائے گا ۔ خیبر میں ہر ایک مدعی خلافت ناکام واپس آئے گا لیکن یہ بچہ حارث و مرحب جیسے جنگ آزما جوانوں کو قتل کر کے در خیبر کو اکھیڑ کر اپنی سپر بنائے گا اور جنگ کو فتح کرے گا ۔ اس وقت کس کی دوربینی بتا سکتی تھی کہ یہ لڑکا جس جنگ میں جائے گا بغیر فتح کے واپس نہ آئے گا ۔ کون کہہ سکتا تھا کہ جنگ احزاب میں اور بزرگ تو عمر عبدود کے نعروں سے خود دہل جائیں گے اور سارے لشکر کو اس کی بہادری کے افسانے سنا کر ڈرائیں گے اور یہ بچہ بلا خوف و خطر اور بغیر کسی تردد کے جائے گا اور اس یل نامی کو ایک وار میں واصل جہنم کر دے گا ۔ اور اس کی یہ ضرب قیامت تک کی ثقلین کی عبادت سے عظیم تر ہو گی ۔ کیا اس وقت کوئی کہہ سکتا تھا کہ اس کی ذات والا صفات ایسی ارفع و اعلیٰ ہو گی کہ اس کی تعریف میں تین ثلث قرآن نازل ہو گا ۔ کیا کسی کی دوربینی بتا سکتی تھی کہ باوجود اس شجاعت کے اس کا صبر بھی ایسا ہو گا کہ لوگ اسے اس کے حق سے محروم کر کے خلافت پر قبضہ کر لیں گے اور یہ صرف اس لیئے کہ اگر تلوار چلی تو اسلام مٹ جائے گا ۔ اسلام کی محبت کی وجہ سے صبر اختیار کرے گا آنے والے واقعات نے بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ یہ انتخاب صرف رسولؐ کا انتخاب نہ تھا ۔ بلکہ اس ذات علیم و عالم الغیب کا انتخاب تھا جس کی نظر کے آگے مستقبل بھی حال ہے ان وجوہات کو زیر نظر رکھتے ہوئے آپ نے بحکم خداوندی وہ عاقلانہ طریقہ اختیار کیا جس سے بہتر ہماری سمجھ میں نہیں آتا سب سے پہلے امر رسالت کی تبلیغ خاندان بنی ہاشم سے بعنوانے وانذر عشیرتک الاقربین شروع

پنجم پیشگوئی کا ذکر تھا اور آنحضرت کی تصدیق رسالت کا بنیادی ثبوت

ہوئی اور اسی وقت صراحت سے رسالت کے ساتھ ساتھ خلافت کا بھی اعلان فرمادیا کہ دیکھو میں نبی ہوں اور یہ علیؑ میرا جانشین و خلیفہ ہوگا اور وہ بھی اس طرح کہ لوگوں کو جائے اعتراض نہ باقی رہی اول تو انہیں صلائے عام دی کہ ہے کوئی جو اس امر رسالت میں میرا ہاتھ بٹائے۔ تین بار یہ صلائے عام جاری ہوئی اور تینوں دفعہ سوائے علیؑ کے کسی اور کو لبیک کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس پر آپ نے اعلان فرمایا کہ یہ علیؑ میرا وزیر اور میرا خلیفہ ہے اور میرے ساتھ میرے کام میں شریک ہے۔ یہ شروع زمانہ رسالت تھا لیکن آخر تک آپ نے اس اعلان کو برابر جاری رکھا۔ کبھی صراحت سے کبھی کنایہ سے اور اس طریقہ اعلان کے ساتھ آپ نے ایک اور طریقہ بھی اختیار فرمایا جو بہت موثر تھا۔ وہ یہ تھا کہ جو صفات نائب رسول میں ہونی چاہئیں۔ وہ ایک ایک کر کے کھلم کھلا حضرت علیؑ کے لئے بیان فرمائیں اور لوگوں کو ذہن نشین کرادیا کہ علی میں یہ صفات بدرجہ اتم و اکمل موجود ہیں۔ یہ طریقہ نہایت موثر اور مسکت تھا۔ عقل سلیم اور تاریخ انبیاء بتاتی ہے کہ ایک نبی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی ضروری ہیں۔

(۱) قرب خداوندی (۲) معصومیت (۳) علم لدنی (۴) امت کے تمام لوگوں سے بہتر و افضل ہونا (۵) کمال ایمان (۶) کمالِ زہد و ریاضت و عبادت (۷) شجاعت (۸) استعدادِ ہدایت و رہنمائی (۹) عدل و انصاف (۱۰) ایثار نفس (۱۱) صبر و حلم (۱۲) تسلیم و رضا (۱۳) عمر کے کسی حصہ میں سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرنا (۱۴) تقرر من جانب اللہ۔

خلیفہ و نائب رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان صفات میں رسولؐ کے دوش بدوش ہو جتنا اس سے قریب تر ہوگا اتنا ہی جانشینی کا زیادہ اہل ہوگا۔ اب ہم اقوال رسول مقبولؐ سے ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے علی علیہ السلام میں ان صفات کے موجود ہونے کو کس موثر طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔ اگرچہ احادیث رسول صلعم کو علیحدہ علیحدہ کر کے مختلف عنوانوں کے اندر لانا مشکل ہے۔ کیونکہ ایک ہی حدیث کئی مضامین پر مشتمل ہوتی ہے۔ تاہم ان کو علیحدہ علیحدہ عنوانوں کے ماتحت درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر بصورت مجبوری ایک حدیث دو دفعہ لکھی جائے تو اس تکرار کو ہمارے ناظرین معاف فرمائیں۔

(۱) بارگاہ خداوندی میں جناب رسول مقبول کی دعا اپنے وزیر و جانشین کے لئے۔

(۲) اعلان وزارت و خلافت و وصایت بالصراحت۔

(۳) اعلان اس امر کا کہ یہ تعین خلافت بالائے عرش بھی بحکم خداوندی ہوا ہے۔

(۴) رسول و خلیفۂ رسول کا آپس میں ایک ہی ہونا ایک ہی نور کے دو بقعے۔ ایک ہی درخت کی دو شاخیں۔

(۵) بارگاہ ایزدی میں اسم رسول و اسم خلیفۂ رسول کی مقارنت۔

(۶) جس طرح رسالت محمدیہ کی تصدیق و توثیق کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اسی طرح اُن سے خلافت علویہ کا اقرار لیا گیا۔

(۷) امت کے اوپر جو حقوق جناب رسولؐ خدا کے ہیں وہی حقوق علی مرتضیٰؑ کے ہیں۔
(۸) جناب رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ کا ایک ہونا۔ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے۔
(۹) محبوب خدا کا درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔
(ا) حب علی و بغض علی (ب) قسیم النار والجنۃ
(۱۰) علم
(۱۱) عصمت و طہارت
(۱۲) خطابات و القابات
(۱۲) کمالِ ایمان
(۱۴) عبادت و ریاضت و ورع۔
(۱۵) سبقت الی الاسلام۔ علیؑ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔
(۱۶) شجاعت و نصرت اسلام
(۱۷) ہدایت و رہنمائی خلق کی استعداد
(۱۸) عدل و انصاف۔

(۱) بارگاہِ ایزدی میں جناب رسولِ مقبول کی دعا اپنے وزیر و جانشین کے تقرر کے لئے

یقیناً یہ دعا دعوت ذی العشیر سے پہلے مانگی گئی۔ بلکہ جب نبوت کا بار آپ کے کندھے پر رکھا گیا اس وقت ہی مانگی گئی ہوگی۔ تب ہی تو دعوت ذی العشیرہ میں تبلیغ رسالت کے ساتھ خلافت و وزارت کا بھی اعلان کیا گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔ قرآن کے قصے بغیر مصلحت کے نہیں ہیں۔ دعائے موسیٰ کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے۔ اس کی بھی مصلحت تھی۔ تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ اس قسم کی دعا مانگنا شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ضروری ہے۔ رسولؐ خدا نے بھی اس دعا کو بار بار مانگا تاکہ امت کو بھی اس کی اطلاع ہو جائے اور دعا کا بار بار مانگنا باعث خوشنودی خداوندی ہوتا ہے صحابہ و ازواج میں سے جس نے سنا اس نے اور لوگوں کے سامنے بیان کیا اور اس طرح وہ دعا ہم تک پہنچی۔

عن اسماء بنت عمیس قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول اللھم ان اخی موسیٰ سالك فقال رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قوانا سنشد عضدك باخیك ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما اللھم وانی محمد نبیك وصفیك اللھم فاشرح لی صدری ویسرلی

اسماء بنت عمیس سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا کہ خدا میرے سینے کو کھول دے میرے اس امر نبوت کو آسان کر میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔ تاکہ لوگ میری بات کو سمجھیں اور میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا۔ اس سے میری کمر کو مضبوط کر اور اس کو میرے اس امر میں شریک فرما۔ پس تو نے ارشاد فرمایا کہ ہم عنقریب تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط

امرلی واجعل لی وزیرًا من اھلی علیًا اشدد بہ ظھری۔ (اخرجہ احمد فی المناقب؛

کر سکے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے۔ پس لوگ تم دونوں پر غلبہ نہ پاسکیں گے۔ خداوندا میں تیرا نبی وصفی محمد بھی دعا مانگتا ہوں کہ خداوندا میرے سینے کو کھول دے، میرے لئے امر نبوت آسان کر اور میرے اہل میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس سے میری کمر کو مضبوط کر۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص۱۶۳

عن انس قال قال رسول اللہ ان اللہ اصطفانی علی الانبیاء واختارلی وصیا واخترت ابن عمی وصیی وشد بہ عضدی کما شد عضد موسیٰ باخیہ ھارون وھو خلیفتی ووزیری ولوکان بعدی نبیالکان لہ النبوۃ۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو تمام انبیاء سے برگزیدہ کیا ہے کہ مجھے اپنا وصی مقرر کرنے کا اختیار دیا۔ پس میں نے اپنے ابن عم کو منتخب کر لیا ہے اس کے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ نے میرا بازو قوی کیا جس طرح موسیٰ کے بازو کو ان کے بھائی ہارون کے ذریعہ سے قوی کیا تھا۔ پس وہ میرا خلیفہ اور وزیر ہے۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو اس کو یعنی علیؑ کو نبوت بھی ملتی۔ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ مودۃ سادسہ در فضائل علیؑ۔

حضرت ابوذر غفاری سے بھی یہ دعائے نبوی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب جناب علیؑ مرتضیٰ نے حالت رکوع میں سائل کو انگشتری عطا کی تو آنحضرتؐ نے پھر اس دعا کا اعادہ فرمایا۔ ابھی یہ دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون۔ ابواسحاق احمد بن محمد بن الثعلبی فی تفسیرہ۔

شبلنجی: نور الابصار ص۷۱۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص۹۔ شیخ علی بن محمد الجعفری۔ کنز البراہین الکسبیہ والاسرار الوھبیہ الغیبیہ۔ مرزا محمد بن معتمد خاں: مفتاح النجا فی مناقب آل العبا۔

(۲) اعلان و نامزدگی خلیفہ و جانشین بالصراحت

اعلان نامزدگی خلیفہ دعوت ذی العشیرہ

حکم وانذر عشیرتک الاقربین ہی کے ساتھ اس کے اعلان کا بھی حکم ہوا۔ اکثر مورخین نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ ہم تاریخ ابی الفداء سے نقل کرتے ہیں۔

وکانت دعوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام سرا ثلاث سنین ثم بعدھا امر اللہ رسولہ باظھار الدعوۃ لما نزل وانذر عشیرتک الاقربین دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال اصنع لنا صاعا من طعام واجعل علیہ رجل

اول تین سال تک جناب رسولؐ خدا نے دعوت اسلام پوشیدہ طریقہ سے کی۔ پھر اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ یہ دعوت علانیہ کی جائے اور جب آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو جناب رسالتمآبؐ نے علیؑ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ کچھ طعام تیار کر دو

شاة واملالنا غتسا من لبن واجمع لی بنی المطلب حتیٰ اکلمهم وابلغهم ما امرت به ففعل ما امره ودعاهم وهم اربعون رجلا یزیدون رجلا او ینقصونه فیهم اعمامه ابوطالب وحمزه والعباس و احضر علی الطعام فاکلوا حتی شبعوا قال علی لقد کان الرجل الواحد منهم لیاکل کل جمیع ما شبعوا کلهم منه، فلما فرغوا من الاکل واراد النبی صلی الله علیه وسلم ان یتکلم بدره ابوطالب الی الکلام فقال اشد ما سحرکم صاحبکم فتفرق القوم ولم یکلمهم رسول الله صلعم فقال رسول الله صلعم لعلی یا علی قد رایت کیف سبقنی هذا الرجل الی الکلام فاصنع لنا فی غد کما صنعت الیوم واجمعهم ثانیاً فصنع علی فی الغد کذالک فلما اکلوا والشربوا اللبن قال لهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ما اعلم انسانا فی العرب جاء قومه بافضل مما جئتکم به قد جئتکم بخیر الدنیا والاخرة وقد امرنی الله تعالیٰ ان ادعوکم الیه فایکم یوازرنی علی هذا الامر علی ان یکون اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاحجم القوم جمیعاً قال علی فقلت انی لاحدثهم سناً وارمصهم عیناً واعظمهم بطناً واحمشهم ساقاً انا یا نبی الله اکون وزیرك علیهم فاخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم برقبة علی وقال ان هذا اخی ووصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا فقام القوم یضحکون ویقولون لابی طالب قد امرك ان

جس میں بکری کا شانہ اور دودھ ہووے اور تمام بنی عبد المطلب کو جمع کرو تاکہ میں ان سے کلام کروں اور جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ ان تک پہنچاؤں۔ پس حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ جیسا کہ انہیں حکم دیا گیا تھا اور ان لوگوں کو بلایا وہ کل تقریباً کم و بیش چالیس آدمی تھے ان میں آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب و حمزہ و عباس بھی تھے حضرت علیؑ نے طعام حاضر کیا ان تمام لوگوں نے اچھی طرح سیر ہو کر کھایا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ وہ کھانا جس سے وہ سب سیر ہو گئے اتنا ہی تھا کہ ان میں سے صرف ایک آدمی کے لئے کافی ہوتا جب وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو جناب رسولؐ خدا نے چاہا کہ کلام کریں۔ لیکن ابولہب نے کلام میں مبادرت کی اور کہنے لگا کہ دیکھا تمہارے ساتھی نے تمہارے ساتھ کیسا سخت جادو کیا ہے اس پر وہ تمام لوگ متفرق ہو گئے اور آنحضرتؐ گفتگو نہ کر سکے۔ جناب رسولؐ خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ دیکھا تم نے اس شخص نے کس طرح مجھ پر سبقت کلام کی ہے پس اب اے علیؑ کل پھر تم اسی طرح طعام حاضر کرنا اور ان لوگوں کو بلانا جس طرح آج کیا ہے چنانچہ علیؑ نے دوسرے دن بھی اسی طرح کیا جب وہ لوگ کھانا کھا چکے اور دودھ پی چکے تو ان سے آنحضرتؐ نے اس طرح کلام کیا۔ میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا کی نیکی لایا ہوں تحقیق مجھے خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی طرف بلاؤں پس تم میں سے کون ہے جو اس امر رسالت میں میرا وزیر ہووے اور میرا بھائی اور وصی و خلیفہ اس امر میں ہووے وہ تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں ان سب میں عمر میں چھوٹا تھا۔ میرا

تسمع لابنک وتطیع ۔ پیٹ سب سے بڑا تھا اور میری پنڈلیاں سب سے
زیادہ پتلی تھیں لیکن میں نے کہا کہ اے نبی اللہ میں آپکا وزیر بننے کے لئے تیار ہوں۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ کی گردن
کو ہاتھ سے پکڑ کر کہا کہ اے لوگو! یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے پس تم سب اس کی بات سنو اور اطاعت
کرو۔ تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے بیٹے کی بات سنو
اور اس کی اطاعت کرو۔ تاریخ ابی الفدا الجزء الاول ص۱۱۶۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے آنحضرتؐ نے علیؑ کے ساتھ ایسے معاملات کئے جس
سے خلافت کی توقع ہوتی ہے اور یہ خلافت خاصہ کے لوازم میں سے تھے۔" آگے چل کر فرماتے ہیں۔
ذی العشیرہ کے واقعہ کی وجہ سے علیؑ آنحضرتؐ کے وارث ہوئے دیکھو اردو ترجمہ ازالۃ الخلفاء حصہ سوم ص۲۷۶، ۲۷۷
اس واقعہ کو تمام مورخین و محدثین نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہوں۔

حوالے

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثانی ص ۲۱۷۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی
ص۲۲۔ تاریخ حبیب السیر الجلد الاول الجزء الثالث ص۱۲۔ ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ
الجزء الثالث ص۴۰۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۲۔ حدیث ۶۰۰۸۔ ص۳۹۶ حدیث ۶۰۴۵
ص۳۹۷ حدیث ۶۰۵۶ ص۴۰۱ حدیث ۶۱۰۲، ۶۱۰۳۔ ص۴۰۸ حدیث ۶۱۵۵۔ جرجی زیدان۔ تاریخ تمدن اسلام
حصہ اول اردو ترجمہ ص ۳۱۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس
ص ۱۶۸، ۲۰۲۔ اردو ترجمہ ازالۃ الخفاء حصہ سوم ص ۲۷۷۔ احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۳۱۔
الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۳۔ ابن تیمیہ۔ منہاج السنۃ الجزء الرابع ص ۸۰۔
احمد شہاب الدین الخفاجی: نسیم الریاض فی شرح شفائی قاضی عیاض الجلد الثالث ص۳۷۔
کفایت الطالب محمد بن یوسف الگنجی: الباب الحادی والخمسون ص ۸۸، ۸۹۔ روضۃ الصفا جلد دوم
ص ۲۷۸، ۲۷۹۔ محمد بن معتمد خاں: نزل الابرار ص ۱۶، ۱۷۔ محمد بن اسمعیل۔ صلاح الامیر روضۃ الندیہ ص ۵۲

GIBBON'S DECLINE FALL OF THE ROMAN EMPIRE VOL III P. 499.

OAKLEY'S HISTORY OF SARACENS, P.15.

CARLYL'S HEROES & HERO WORSHIP, P. 61

IRVING'S SUCCESSORS OF MOHAMMAD. P. 37.

GILMAN'S HISTORY OF SARACENS, P. 83.

DAVEN PORT'S APOLOGY P. 5.

صاحبان غور و فکر کے لئے یہ معاملہ اپنے میں بہت زیادہ اہمیت مضمر رکھتا ہے۔ معمر اور تجربہ کار
لوگوں کے ہوتے ہوئے جن میں خود آنحضرت کے چچا موجود تھے اور ان کو نظر انداز کر کے ایک ناتجربہ کار
بچے کی نسبت فرماتے ہیں کہ اس امر اہم میں جو مجھ سے پہلے کوئی شخص اپنی قوم کے لئے نہیں لایا۔ میں
اپنا شریک اور وزیر اس لڑکے کو مقرر کرتا ہوں، معاملہ یہیں نہیں ختم ہو جاتا بلکہ آپ ان لوگوں سے

فرماتے ہیں۔ جن میں اس لڑکے کا باپ بھی شامل ہے کہ اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔
اولوالامر جن کی اطاعت قرآن شریف میں امت پر واجب کی گئی ہے ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ ہم
ناظرین کی توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلاتے ہیں۔

قول خود
انور

(۱) یہ تقرر خلیفہ و جانشین خداوند تعالیٰ کے خاص حکم سے ہوا۔
(۲) تبلیغ رسالت میں یہ آپ کا سب سے پہلا اعلان تھا۔
(۳) اس میں خاص طور سے خلیفہ و وزیر (بوجھ اٹھانے والا) کے الفاظ موجود ہیں۔
(۴) حضرت علیؑ کی اطاعت بحکم خداوندی ساری امت محمدیہ پر واجب ہے۔
(۵) رسول تو آپ خود ہیں۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ علیؑ کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو گویا علیؑ کی اطاعت خود رسول کی اطاعت ہے اور جو حکم علیؑ دیں گے وہ بالکل رسالت محمدیہ کے مطابق ہوگا اس سے زیادہ نائب و جانشین کی نیابت اور کن الفاظ میں بیان ہو سکتی ہے۔
(۶) جو وعدہ حضرت علیؑ کے ساتھ خلافت کا کیا تھا وہ حکم الٰہی کے بموجب تھا۔
(۷) اگر یہ کہا جائے جیسا کہ اعیان حکومت کا اعتقاد ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنا کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا اور یہ امر تمام مسلمین کی رائے پر چھوڑ دیا تو اس سے مندرجہ ذیل الزامات عائد ہوتے ہیں۔
(ا) معاذ اللہ آنحضرتؐ نے اس وعدے کی خلاف ورزی کی جو خدا کے حکم سے حضرت علیؑ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ درآں حالیکہ حضرت علیؑ نے خلافت و وزارت رسالت کی ساری شرائط پوری کردیں اور اپنی جان کو بارہا خطرہ میں ڈال کر اسلام اور رسول اسلام کی حفاظت کی۔
(ب) آنحضرتؐ صاحب اسوہ حسنہ تھے۔ آپ کے حسن اخلاق کے لئے نص قرآنی اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کافی ہے۔ یہ بات تو ایک بدترین خلق والا آدمی بھی کرتا ہوا شرمائے گا کہ اپنا کام تو اس طرح وعدے کر کے نکال لیا اور جب ایفائے وعدہ کا وقت آیا تو دوسروں پر ڈال دیا۔
(۸) اس وعدے کی خلاف ورزی کرنے کے لئے نہ کوئی وجہ تھی اور نہ آنحضرتؐ کو اس سے انحراف کرنے کی خواہش ہو سکتی تھی۔ جس طرح ہتھیلی پر سر رکھ کر حضرت علیؑ نے خدمت اسلام و صاحب اسلام کی تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت علیؑ سے قریب تر، عزیز تر، یا بہتر آدمی اس درمیان میں پیدا نہیں ہو گیا تھا۔ جس کی خاطر اس وعدے سے پیچھے ہٹا جاتا اور نہ ہی حضرت علیؑ سے زیادہ خدمت اسلام کسی اور آدمی نے کی تھی۔ جس کا معاوضہ دینے کے لئے اس وعدہ کو نظر انداز کرنا ضروری سمجھا جاتا۔
(۹) جناب رسول مقبول نے اپنا خلیفہ خود مقرر کیا اور خداوند تعالیٰ کے حکم سے مقرر کیا۔ یہ نہیں کیا کہ اجماع پر چھوڑ دیا ہوتا اور فرما دیا ہوتا کہ تم سب اسلام لے آؤ اور پھر اپنے لئے میرا خلیفہ و جانشین تم خود مقرر کر لینا۔ اگر نصب خلیفہ اجماع سے مقرر ہو سکتا تھا تو یہ بہترین موقعہ تھا۔ ان لوگوں کی تالیف قلوب بھی ہو جاتی۔ وہ اپنے میں سے ایک آدمی پیش کر دیتے اور جناب رسول خدا کو بجائے کم سن بچے کے ایک سن رسیدہ مضبوط با اثر شخص معاون و مددگار مل جاتا جو مشرکین

خیرہ کر دیتا ہے۔
(۳) اُن کی محبت وعظمت لوگوں کے مذہب میں داخل ہو جاتی ہے۔
اس نکتہ کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے مسلمانوں کے زوال اور اسلام کے تغیر کو معلوم کرنے کے لئے ہم تاریخ اسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے بغور مطالعہ کرنے والوں کو اس میں چار باتیں نہایت حیرت آمیز وتعجب انگیز بلکہ مخالف عقل نظر آتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ خود مسلمانوں کی بڑی بڑی تاریخ کی کتابوں میں یہ خلاف عقل وفطرت انسانی عقیدہ قائم کیا گیا ہے۔ کہ جناب ختم المرسلینؐ نے اپنے بعد ہدایت کے لئے کوئی رہنما مقرر نہیں کیا اور کسی کو اپنا جانشین وخلیفہ منتخب نہیں فرمایا۔ دوم یہ کہ اسلام نے دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تجویز کیا۔ اور اس کے لئے نہایت اعلیٰ اور دلخوش کن دعدے کئے۔ لیکن وہ حکومت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت کے بعد قائم ہوئی اس کی شکل ہی کچھ اور تھی۔ اور اس میں اسلام کے عدل وانصاف اور امن وامان کے دعوے پورے نہیں ہوتے سوم یہ کہ جناب رسولِ خدا کی حکومت دینی اور دنیوی کے وہ لوگ جانشین ہوں جنہوں نے آپ کو اور اسلام کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور وہ لوگ اپنے تئیں اسلام کے ہادی ورہنما ظاہر کریں جو کبھی دل سے مسلمان نہیں ہوتے اور لوگ ان کے اس ظاہری دعوے کو قبول کریں چہارم وہ بدترین سلوک جو اُمت نے اپنے محسن ورسولؐ کی اُس آل کے ساتھ کیا جس کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت جناب رسولِ خدا نے اپنے بستر مرگ پر اپنی اُمت کو کی۔ اور آخری کلمہ جو جناب رسولؐ خدا کی زبان پر جاری ہوا وہ اس وصیت کی تاکید تھی وہ مظالم جو اہلبیت رسولؐ نے رسولؐ خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی اُمت کے ہاتھوں برداشت کئے ہمیشہ تاریخ عالم کا عجیب ترین واقعہ رہیں گے اور تاریخ اسلام پر بدترین دھبہ۔
ہم نے اپنی اس کتاب میں ان چاروں اُمور پر بہت اچھی طرح بحث کی ہے۔ ہر ایک عجیب امر و واقعہ تاریخی ہو یا علمی اس وقت تک ہی عجیب وحیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اس کی اصلی وجہ اس کے ماحول کی کیفیت وحقیقت اور اس کی ماہیت معلوم نہ ہو۔ اور جب اس کی وجہ اور کنہ ہست و بود معلوم ہو جاتی ہے تو اس کی عجبیت اور محیر العقول خاصیت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور وہ واقعہ ایک معلوم وجہ کا قدرتی نتیجہ نظر آنے لگتا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ چاروں اُمور ایک ہی سبب کے نتیجے اور ایک ہی علت کے معلول ہیں۔ ان چاروں کی جڑ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کا باعث یہ تھا کہ لوگ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کو اُن کے خاندان میں سے نکال کر عام لوگوں کے درمیان اچھالنا چاہتے تھے۔ جناب رسولِ خدا نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے افضل ترین اُمت یعنی حضرت علی بن ابی طالبؑ کو اپنا جانشین وخلیفہ بلافصل مقرر کر کے اُمت کے سامنے بار بار اس کا اعلان فرمایا لیکن اُمت نے بوجوہات چند در چند جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے جناب رسولِ خدا کے اس حکم سے اعراض واغماض کیا۔ اس نافرمانی وعصیان خدا ورسول خدا کا یہ نتیجہ ہوا کہ موعودہ نعمتیں سلب کر لی گئیں۔ اُمتِ محمدیہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گئی اور اب تک اس

تاریخ اسلام کے چار تعجب انگیز واقعات

وکلائے جماعت حکومت کے دو اعتراضات (۱) محدود مجمع (۲) دائرہ انتخاب محدود

میں کچھ اثر بھی رکھتا ہوتا اور ان کی دشمنی کو بالکل زائل نہیں تو کچھ ٹھنڈا تو ضرور کر دیتا۔

وکلائے اہل حکومت یعنی علماء اہل سنت وجماعت مندرجہ ذیل اعتراض کرتے ہیں۔

(۱) یہ ایک محدود مجمع بنی عبدالمطلب کا تھا جملہ اہل اسلام مقصود نہ تھے۔ اگر حاکم یا خلیفہ مقرر کیا گیا تو بنی عبدالمطلب کے لئے کیا گیا۔ نہ کہ جمیع امت کے لئے۔

(ب) جانشین آخر وقت میں مقرر کیا جاتا ہے۔ جب کہ تمام مقلدین کے اوصاف وافعال واعمال زیر نظر ہوتے ہیں اور انتخاب کا دائرہ وسیع ہوتا ہے شروع امر میں خلیفہ مقرر کرنے کے کچھ معنی نہیں۔

جواب اعتراض اول

جواب اعتراض (ا) جو الفاظ آنحضرتؐ نے فرمائے وہ قابل غور ہیں آپ نے صریح طور پر فرمایا کہ امر رسالت میں کون شخص میرا خلیفہ ووزیر بننے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ خاندان میں والی اور امیر کون ہوتا ہے۔ خاندان کے لئے تو کسی امیر ووالی کی ضرورت نہ تھی اور نہ اس وقت خاندان کا ذکر تھا۔ آپ فقط خاندان کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ یہ امر کہ صرف خاندان عبدالمطلب میں سے خلیفہ کیوں منتخب کیا گیا۔ ہمارے دعوے کی ایک دلیل ہے۔ افضل ترین اشخاص میں سے خلیفہ رسولؐ منتخب ہونا تھا۔ قربت اور قرابت رسول مسلم طور سے ایک عظیم الشان فضیلت ہے۔ خلیفہ رسولؐ کا اس سے محروم ہونا ایک مکروہ بلکہ ناممکن امر تھا۔ قرابت رسولؐ ہی کی بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر نے انصار پر احتجاج کیا تھا۔ بنی عبدالمطلب آنحضرتؐ کے قریب ترین قرابتدار تھے۔ لہٰذا مشیت ایزدی قرار پائی کہ جانشین رسولؐ ان میں سے ہو۔ آنحضرتؐ کے متعدد اقوال واحادیث سے فضیلت بنو ہاشم ثابت ہوتی ہے۔ اس بحث کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس امر سے گروہ حکومت کو انکار نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر نے سقیفہ بنی ساعدہ کی مجلس میں اپنے استحقاق خلافت کی بنا صرف آنحضرتؐ کے اس مفروضہ قول پر رکھی تھی کہ الائمۃ من القریش امام قریش میں سے ہوں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ خود آنحضرتؐ ان میں سے تھے۔ جب حضرت علیؑ سے حضرت ابوبکر کے لئے بیعت طلب کی گئی تو آپ نے احتجاج فرمایا کہ اے اہل حکومت! غور کرو تم نے جس بحث کی بنا پر مہاجرین پر فضیلت ظاہر کی۔ اسی بحث کی بنا پر خلافت میرا حق ہے نہ کہ تمہارا۔ یہ بیان کردہ حدیث الائمۃ من القریش خبر واحد ہے اور ان احادیث میں سے ہے جو بوقت حصول خلافت کے لئے موقعہ پر تراشی گئی تھی آنحضرتؐ نے دراصل فرمایا تھا الائمۃ من عترتی لیکن بہرصورت گروہ حکومت کے خلاف یہ خبر اس مبحث پر دلیل قاطع ہے۔ اگر تمام عرب بلکہ تمام دنیا میں سے دائرہ چھوٹا ہو کر قریش پر ختم ہو سکتا تھا اس لئے کہ آنحضرتؐ قبیلہ قریش میں سے تھے۔ تو اسی اصول پر وہ دائرہ مختصر ہو کر بنو ہاشم یا بنو عبدالمطلب پر منتہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ اس خاندان میں سے تھے۔

چونکہ بنی عبدالمطلب میں سے خلیفہ مقرر کرنا مشیت ایزدی میں قرار پا چکا تھا۔ لہٰذا اس مجمع ہی کو مخاطب کیا گیا۔ یہاں ایک ضمنی اعتراض ہو سکتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے خود خلیفہ مقرر

نہیں کیا بلکہ ان لوگوں کے جواب پر منحصر رکھا اور اگر حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی اور شخص اس کو قبول کر لیتا تو وہی مقرر ہو سکتا تھا۔ یہ اعتراض بھی بغیر دلیل و بغیر منطق کے ہے۔ اس کا قبول کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ بڑے دل گردہ کا کام تھا۔ راسخ ایمان و کامل جرات چاہیئے تھی۔ چنانچہ آئندہ کے واقعات نے بتا دیا کہ حضرت علیؑ کے سوا اور کوئی شخص اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ نعمد رسول خدا کے لئے یہ معلوم کر لینا مشکل نہ تھا کہ اس جماعت میں سے سوائے علیؑ کے اور کسی کی ہمت ہی نہ پڑے گی کہ اس بار گراں کا متحمل ہو سکے۔ اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر یہ جانتے تھے تو اس صلائے عام کی کیا ضرورت تھی۔ جواب یہ ہے کہ اس میں یہی مصلحت تھی۔ لوگوں پر حجت قائم کرنا سنت الٰہی ہے۔ خداوند تعالیٰ کبھی کسی کو معذب نہیں کرتا۔ جب تک اس پر حجت نہ پوری کرے خداوند تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کون شخص جنت کے قابل ہے اور کون دوزخ کے لائق۔ لیکن پھر بھی ارشاد کرتا ہے کہ تم یہ نہ گمان کرنا کہ منہ سے تم ایمان لے آئے اور بس جنت میں داخل ہو جاؤ گے بلکہ ابھی تو تمہاری آزمائش بھوک و خوف و قتل سے کی جائے گی پھر دیکھیں گے کہ تم میں سے کون جنت کے قابل ہے۔ اس آزمائش کا فائدہ یہ ہے کہ تزکیہ نفس کا باعث ہونے کے علاوہ یہ دوسرے لوگوں پر حجت بھی قائم کرتی ہے۔ غرضیکہ دیگر لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے یہ حجت قائم کی گئی تھی کہ بعد میں دیگر قرابت دار یہ نہ کہیں کہ اگر ہم سے یہ کہا جاتا تو ہم بھی اس عہدے کو ان شرائط کے ساتھ قبول کر لیتے۔

جواب اعتراض دوم

جواب اعتراض:۔ (ب) ولیعہد سلطنت و وزیر حکومت دونوں شروع ہی سے نامزد اور مقرر ہوتے ہیں۔ ولیعہد تو نامزد ہو جاتا ہے اور وہ شخص جو اصطلاح میں وزیر کہا جاتا ہے مقرر ہو جاتا ہے۔ یہاں وزیر کے معنی اصطلاحی نہ تھے بلکہ بوجھ اٹھانے والے کے لغوی معنے تھے آنحضرتؐ کا مطلب تھا کہ میرے کام کا بوجھ اپنے اوپر لے کر کون میرا خلیفہ ہونا چاہتا ہے خلافت کی شرط ہی یہ شرکت امر تھی اور شرکت امر شروع ہی سے ہوتی ہے جب وہ امر ہی انتہا کو پہنچ گیا اور کامیاب ہو گیا تو پھر شرکت کیسی۔ علاوہ اس کے یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ آنحضرتؐ نے فقط اس شروع ہی کے اعلان پر اکتفا نہیں کی درمیان میں اور آخر وقت بھی اس کا اعلان کیا اور بہت اچھی طرح کیا اور مختلف الفاظ میں کیا اور آنحضرتؐ نے خود ہی اس اعتراض کو بھی رفع کر دیا کہ یہ اعلان خلافت علیؑ ابن ابی طالب ایک محدود مجمع میں ہوا تھا۔ اگرچہ اس کا بھی ہم نے کافی جواب دے دیا ہے۔ مندرجہ ذیل روایت ملاحظہ ہو۔

حدثنا ابوبکر بن اسحاق انباو زیاد بن الخلیل القشیری ثنا کثیر بن یحییٰ ثنا ابوعوانہ عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ والہ

(اسمائے راویان عربی عبارت میں)

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تم میں سے کون میری جانشینی دنیا و آخرت

وسلم قال ایکم یتولانی فی الدنیا والاخرۃ فقال لکل رجل منھم ایتولانی فی الدنیا والاخرۃ فقال لا حتی مر علی اکثرھم فقال علی انا اتولاک فی الدنیا والاخرۃ فقال انت ولیی فی الدنیا والاخرۃ ھذا الحدیث صحیح الاسناد۔

میں قبول کرتا ہے۔ آپ نے یہ بات ہر ایک آدمی سے کہی یہاں تک کہ ان کی اکثریت کے پاس سے یہ کہتے ہوئے گزرے ہیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا لیکن علیؑ نے کہا کہ میں آپ کی ولایت دنیا و آخرت کی قبول کرتا ہوں اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے ولی دنیا و آخرت میں ہو۔ یہ

حدیث صحیح الاسناد ہے۔ الحاکم مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۵۔

اس اعلان کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کی دعائے اولین کو زیر نظر رکھنا چاہئے۔ آپ نے دعا مانگی تھی کہ علیؑ کو میرے امر یعنی رسالت کے کام میں شریک اور بوجھ اٹھانے والا مقرر کر۔ حضرت علیؑ سے آپ نے فرمایا یا علی انت تبرء ذمتی وانت خلیفتی فی امتی یعنی اے علیؑ تم مجھ کو میری ذمہ داری سے سبکدوش کرو گے اور تم میرے خلیفہ و جانشین میری امت میں ہو۔ سید علی ہمدانی؛ مودۃ القربیٰ۔ مودۃ رابعہ۔

انت تبرء ذمتی کے معنی ہیں کہ تم چند بقایا امور رسالت کو نیابتاً ادا کرو گے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو باعث تعجب ہو۔ قرآن شریف سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (پارہ ۲۸ سورہ توبہ ع۔۱۰) ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے کفار سے تو جہاد کیا۔ لیکن منافقین سے جہاد کرنا اُن کے خلیفہ و جانشین حضرت علیؑ کے ذمہ پڑا۔ واقعات مباہلہ و کسر اصنام کعبہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہ بھی امر نبوت میں براہِ راست شرکت کی بین مثالیں ہیں۔ غرضیکہ جناب رسولِ خدا نے صاف صاف ارشاد فرمایا۔ انا اقاتل علی تنزیل القرآن وعلی یقاتل علی تاویلہ اور ان منکم من یقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قیل قال ابوبکر انا ھو قال لا قال عمر انا ھو قال لا ولکنہ خاصف النعل یعنی علیاً یعنی میں لوگوں سے تنزیل قرآن کیلئے لڑ رہا ہوں اور علیؑ اس کی تاویل پر لڑے گا۔ تم میں سے ایک شخص ہے جو تاویل قرآن پر لڑے گا۔ جس طرح میں تنزیل قرآن پر لڑا ہوں۔ ابوبکر نے کہا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا وہ میں ہوں آپ نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ وہ جو اس وقت میرا جوتا گانٹھ رہا ہے یعنی علیؑ۔ ملاحظہ ہو۔ علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۶، ۲۵۸۵ و ص۳۹۰ حدیث ۵۹۷۴، ص۳۹۱ حدیث ۵۹۸۸، ص۳۹۲ حدیث ۶۰۰۱ و ص۳۹۶ حدیث ۶۰۲۹ و ص۴۰۷ حدیث ۶۱۵۲، ۶۱۵۴۔ احمد حنبل؛ مسند الجزء الثالث ص۸۲، ۳۳، ۳۱۔ الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۳، ۱۲۶۔ ابن حجر مکی؛ صواعق محرقہ باب التاسع۔ فصل الثانی الحدیث التاسع عشر ص۷۴ باب الحادی عشر ص۱۰۸ ابن عبد البر؛ الاستیعاب الجزء الثانی۔ ترجمہ ص۲۱۵ ص۴۷۹ ابن کثیر شامی؛ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۶۰ ابو نعیم؛ حلیۃ الاولیاء۔ المجلد الاول ص ۶۷۔ سید صدر الدین الحنفی؛ روائح المصطفٰی ص ۱۷، ۱۸

اخطب خوارزم: کتاب المناقب باب اول فصل الخامس ص ۳۶۔ امام محمد بن محمد بن سلیمان: مجمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد الجلد الاول ص ۳۲۴۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۴۱ حسن علی محدث تفریح الاحباب ص۳۱۲، ۳۵۲ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب الحادی عشر ص ۵۹ ۹۔ علی بن برہان الدین الحلبی: سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۷۵۔ خصائص نسائی: ص۹۵ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب ص ۳۷، ۵۴ کمال الدین محمد بن طلحہ: مطالب السئول فصل السادس ص ۷۸۔ محب الدین الطبری ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۴، ۱۹۱، ۱۹۲

امر نبوت میں شرکت اور اسکے معنی

اس موقعہ پر ایک امر کی صراحت ضروری ہے۔ تاکہ ازالہ اوہام ہو جائے۔ ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ امر نبوت میں شرکت کے کیا معنی ہیں اسکے یہ معنی نہیں کہ ایک رسالت کے دو ٹکڑے ہو گئے آدھی ایک کو مل گئی اور آدھی دوسرے کو مل گئی۔ بلکہ یہ تائیدی شرکت تھی۔ یعنی رسولؐ کی امر رسالت میں خدا کی طرف سے حمایت کے لئے مقرر ہونا اور بطور امر واقعی حمایت اور مدد کرنا تاکہ نائب (علیؑ) کا فعل اصل (رسولؐ خدا) کا فعل سمجھا جائے اور نائب کے فعل کی ذمہ داری اصل کے اوپر عائد ہو جائے۔ دیگر مسلمانوں نے جو آنحضرتؐ کی مدد کی اس میں اور حضرت علیؑ کی مدد میں بین فرق ہے اوّل تو مسلمانوں نے جہاد کے علاوہ اور کسی امر میں خاص مدد نہیں کی براہ راست امر رسالت میں جب شرکت کی ضرورت ہوتی مثلاً مباہلہ و کسر اصنام تو محض حضرت علیؑ ہی کو شامل کیا گیا۔

دوم: جہاد کی شرکت امر رسالت کی شرکت سے مختلف ہے۔ جہاد میں لشکریوں کی صورت ہوتی ہے اور غنائم کی امید۔

سوم: سب سے بڑا اور واضح فرق یہ ہے کہ من جانب اللہ مقرر شدہ نائب کے اوپر ایک ذمہ داری ہوتی ہے۔ اصل کیطرح وہ بھی ذمہ دار ہے اور اصل یعنی رسولؐ اس کے افعال کا پابند ہے اگر جناب خالد نے مسلمانوں کو قتل کر دیا تو رسولؐ خدا فرما سکتے تھے کہ بارالٰہا میں خالد کے فعل کا ذمہ دار نہیں۔ اگر درۂ احد کو مسلمانوں نے چھوڑ کر اپنے اوپر شکست لے لی تو اس کی ذمہ داری آنحضرتؐ پر عائد نہیں ہوتی دیگر مسلمانان جہاد میں سے فرار کرتے رہے۔ یہ ان کا اپنا ذاتی فعل تھا۔ خدا بخشے یا نہ بخشے۔ جناب رسولؐ خدا ذمہ دار نہ تھے۔ برخلاف اس کے جناب علی مرتضیٰؑ سے کوئی فعل منافی امر رسالت سرزد ہی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا تھا اور یہی ایک بات ہمارے سارے دعوے کی مکمل دلیل ہے۔ اگر بالفرض محال حضرت علیؑ سے کوئی ایسا فعل سرزد بھی ہو جاتا تو اس کی ذمہ داری آنحضرتؐ پر عائد ہوتی۔ اسی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے جناب امام حسینؑ نے اپنے تئیں یزید کے ہاتھ نہیں فروخت کیا۔ یعنی بیعت نہ کی ان ہادیوں کے افعال کے نتائج کا جناب رسولؐ خدا کی طرف عود کرنا اور انسے منسوب ہونا یہی تو مابہ الامتیاز تھا۔ جناب علیؑ اور دیگر عام مسلمانوں کے افعال میں۔ یہی وہ ذمہ داری یہی وہ شرکت در امر نبوت تھی۔ جس نے امام حسینؑ کو مع اپنے اعزا

ورفقا کے شہید ہوجانے پر مجبور کیا ورنہ اگر عام مسلمانوں میں سے کوئی اس طرح کے افعال میں سے فقط ایک فعل بھی کرتا یعنی محض خود ہی قتل ہوجاتا تو اس پر یہ الزام عائد ہوتا کہ تقیہ کرکے کیوں نہ جان بچائی۔ کیوں خود ہلاک ہوا اور اپنے متعلقین کو عذاب میں ڈالا۔ لیکن جس طرح ایسے موقعوں پر جناب رسولؐ خدا کے لئے تقیہ کرنا جائز نہ تھا۔ اسی طرح ان کے نائبوں کے لئے ایسے موقوں پر تقیہ کرنا درست نہ تھا یعنی کیسا ہی خطرہ ہو جناب رسولؐ خدا یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں رسولؐ خدا نہیں ہوں اسی طرح ان کے نائب کیسا ہی خطرہ ہو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم نائب رسول نہیں ہیں۔ بلکہ تم ہو۔ یہ اعتراض درست نہ ہوگا کہ امام حسن علیہ السلام نے کیوں بیعت معاویہ کی۔ انہوں نے بیعت معاویؓ نہیں کی بلکہ حکومت ظاہری بوجہ مجبوری کے اس کے سپرد کی۔ امام حسینؑ سے یزید حکومت ظاہری تو طلب ہی نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ ان کے پاس ہی نہ تھی۔ وہ تو اپنے تئیں رسولؐ خدا کا خلیفہ جائز منوانا چاہتا تھا اور یہ امام حسینؑ ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال کنت مع رسول اللہ فی عشیۃ العرفۃ او نصفۃ العرفۃ ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان ونفر من اصحابہ وعلی فالتفت الی ابی بکر فقال یا ابابکر ھذا الذی تراہ وزیری فی السماء ووزیری فی الارض یعنی علی بن ابی طالب فان احببت ان تلقی اللہ وھو عنک راض فارض علیا فان رضاہ رضاء اللہ وغضبہ غضب اللہ۔ (سید علی ہمدانی مودۃ القربیٰ مودۃ السادسۃ [uncertain])

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ عرفہ یا نصف عرفہ کے دن تھا اور آنحضرتؐ کے پاس اس وقت ابوبکر وعمر وعثمان معہ دیگر صحابہ اور حضرت علیؑ تھے۔ جناب رسولؐ خدا نے ابوبکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابوبکر یہ شخص جس کو تم دیکھتے ہو یعنی علیؑ دنیا وآخرت میں میرا وزیر ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو درآنحالیکہ وہ تم سے خوش ہو تو تم کو چاہیئے کہ علیؑ کو راضی وخوش کرو کیونکہ علیؑ کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور علیؑ کا غضب خدا کا غضب ہے۔

یہ ہے نبی ورسول کی شان۔ کس موقعہ پر اور کیسی خوبی کے ساتھ ان مدعیانِ خلافت کو متنبہ کیا ہے کہ علیؑ کی خوشنودی ورضا کے طالب رہنا اور اس کے غضب سے ڈرنا۔ جس طرح کہ حضرت علیؑ نے خلافت کے موقعہ پر ان مدعیانِ حکومت سے احتجاج کیا ہے اور اپنا حق جتایا ہے۔ وہ ظاہر کر رہا ہے کہ ان بزرگوں نے خلافت لے کر غضبِ الٰہی مول لیا یا رضائے خداوندی۔

خلیفتی فی امتی کی غلط توجیہ

حدیث انت تبرء ذمتی وانت خلیفتی فی امتی کی صحت کو علماء اہل حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ان کے دعوے کی قطعاً تردید کرتی ہے۔ لہٰذا اس کی توجیہہ وتاویل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ روزبہان کہتے ہیں کہ ہم بھی تو علیؑ کو خلیفہ رسول مانتے ہیں اگرچہ چوتھے درجہ پر۔ یہ تاویل کہاں تک درست ہے۔ ہم خود ناظرین کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں آیا اس سے خلیفہ بلافصل مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ تین خلیفے جن کا ذکر تک نہیں درمیان میں حائل ہو کر علیؑ چوتھے خلیفہ ہوں گے پہلے تین خلیفے کیوں نہ مقرر کئے ان کو کیوں نہ بیان کیا۔ چوتھے خلیفہ کے مقرر

کرنے اور بیان کرنے کی ایسی کیا جلدی تھی۔ اگر تین خلیفے درمیان میں اور آنے تھے تو اول تو ان کی صراحت ضروری تھی۔ اگر کوئی مرنے والا اپنی وصی مقرر کرے اور کہے کہ انت وصی دلیي تو اس سے آپ کیا مراد لیں گے کیا آپ کہنے والے کا یہ مطلب سمجھیں گے کہ میرے مرنے کے بعد تین اور وصی میرے ترکہ کا اہتمام کریں گے اور تو اے مخاطب چوتھا وصی انکے بعد ہوگا۔ درآنحالیکہ پہلے تین وصیوں کا ذکر تک نہیں ایسی رکیک تاویلیں وہ ہی کرتے ہیں۔ جن کے دعوے کمزور ہوتے ہیں

حدیث ولایت

حدیث ولایت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علیاً منی وانا من علی وھو ولی کل مومن من بعدی

فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ علیؑ مجھ میں سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد سارے مومنین کا حاکم و والی ہے۔

آنحضرتؐ کے ان اقوال میں سے جو امر خلافت پر نص ہیں یہ حدیث ولایت اپنے مدعا پر نہایت صریح وصاف و بلا واسطہ طریقہ سے دلالت کرتی ہے۔ یہ حدیث متعدد طرق سے ثقہ رواۃ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے اور اس کو بے شمار محدثین کرام و محققین عظام و مورخین اسلام نے نقل کیا ہے ان بے شمار کتابوں میں سے ہم چند کا حوالہ دیتے ہیں۔

ابوداؤد سلیمان بن داؤد الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ ہجری: مسند ص ۱۱۱ حدیث ۸۲۹ ص ۳۶۰ حدیث ۲۷۵۲ امام احمد حنبل متوفی ۲۴۱ھ ہجری۔ مسند الجزء الاول ص ۳۳۱، الجزء الرابع ص ۱۶۴، ۴۳۷، الجزء الخامس ص ۲۵۸، ۳۶۱، ۴۴۰، الجزء الثالث ص ۴۸۔ ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ ہجری: خصائص علویہ ص ۲۴ مطبوعہ نیو امپیریل پریس لاہور۔ ابویعلی احمد بن علی الموصلی متوفی ۳۰۷ھ ہجری: مسند۔ الحاکم متوفی ۴۰۵ھ ہجری مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ابوعمر یوسف عبداللہ المعروف ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ص ۴۷۰، ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی المتوفی ۶۵۲ھ: مطالب السؤل ص ۵۸۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکنجی متوفی ۶۵۸ھ۔ کفایت الطالب الباب التاسع عشر ص ۴۲۔ محب الدین احمد الطبری متوفی ۶۹۶ھ: ریاض النضرۃ الجزء الثانی فصل السادس ص ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۰۴، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذھبی: میزان الاعتدال الجزء الاول ص ۱۹۰ ترجمہ جعفر بن سلیمان۔ علی بن شہاب الدین الہمدانی متوفی ۷۸۶ھ: مودۃ القربیٰ مودۃ السادسہ۔ شہاب الدین احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ: فتح الباری شرح صحیح بخاری الجزء الثامن ص ۵۳۔ اصابہ فی تمیز الصحابہ ترجمہ علی۔ شہاب الدین احمد بن محمد المعروف ابن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث الخامس والعشرون ص ۷۴۔ علی المتقی المتوفی ۹۷۵ھ: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۱ ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۵۶، ۲۵۵۸ لغایت ۲۵۶۰۔ ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۱، ۲۵۷۹ ص ۱۵۹ حدیث ۲۶۶۰۔ ص ۳۹۶ حدیث ۶۰۴۸ ص ۳۹۸ حدیث ۶۰۶۲ ص ۳۹۹ حدیث ۶۰۸۱۔ علی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ عبدالروف المناوی

متوفی ۱۲۳۱ھ : کنوز الحقائق فی حدیث خیر خلائق ۔ ابن کثیر شامی المتوفی ۷۷۴ھ ہجری ۔ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ۔ ص ۳۳۸ ۔ ص ۳۴۳ ۔ ص ۳۴۴ ۔ ص ۳۴۵ ۔ ابن الاثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ ہجری اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ترجمہ علی ۔ ابن تیمیہ : منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۸ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۳۰۹ ۔ مولوی محمد مبین : وسیلۃ النجاۃ ص ۹۶ ۔ مولوی حسن الزمان : القول المستحسن فی فخر الحسن ص ۲۱۴ ، ۲۱۵ ۔ میرزا محمد بن معتمد خان : نزل الابرار ص ۲۲ ۔ محمد بن علی الصبان : اسعاف الراغبین مطبوعہ مصر ص ۱۴۷ ۔ شاہ ولی اللہ : قرۃ العینین ص ۲۰۸ ۔ شیخ سلیمان القندوزی البلخی : ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب الرابع ص ۳۲ ۔

ان سب کتابوں کی عبارات نقل کرنا باعثِ طوالت ہوگا ۔ ہم صرف مسند امام احمد حنبل میں سے چند عبارات نقل کرتے ہیں ۔

ثنا یحییٰ بن حماد ثنا ابو عوانہ ثنا ابو بلج ثنا عمرو بن میمون قال انی لجالس الی ابن عباس اذ اتاہ تسعۃ رھط فقالوا یا ابن عباس اما ان تقوم معنا واما ان تخلونا ھولاء قال فقال ابن عباس بل اقوم معکم قال وھو یومئذ صحیح قبل ان یعمی قال فابتدؤا فتحدثوا فلا ندری ما قالوا قال فجاء ینفض ثوبہ ویقول اف وتف وقعوا فی رجل لہ عشر وقعوا فی رجل قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابعثن رجلا لا یخزیہ اللہ ابدا یحب اللہ ورسولہ قال فاستشرف لھا من استشرف قال این علی قالوا ھو فی الرحل یطحن قال وما کان احدکم یطحن قال فجاء وھو ارمد لا یکاد یبصر قال فنفث فی عینیہ ثم ھز الرایۃ ثلاثا فاعطاھا ایاہ فجاء بصفیہ بنت حیی قال ثم بعث فلانا بسورۃ التوبۃ فبعث علیا خلفہ فاخذھا منہ قال لا یذھب بھا الا رجل منی وانا منہ قال وقال لبنی عمہ ایکم یوالینی فی الدنیا والاخرۃ قال وعلی معہ جالس فابوا فقال

عمرو بن میمون کہتا ہے کہ میں ایک دن ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں نو آدمی آئے اور انہوں نے کہا کہ اے ابن عباس یا تو تم اٹھ کر ہمارے ساتھ چلو یا ان لوگوں کو جو تمہارے پاس بیٹھے ہیں اٹھا کر ہمارے لئے تخلیہ کر دو ۔ ابن عباس نے کہا کہ میں تمہارے پاس آتا ہوں یہ ان کے نابینا ہونے سے پہلے کا ذکر ہے ۔ وہ اٹھ کر چلے گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے ۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا گفتگو کی ۔ تھوڑی دیر میں ابن عباس واپس آئے ۔ اپنے کپڑے جھاڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اُف اُف اس شخص کی یہ لوگ برائی کر رہے تھے جس میں نہایت اعلیٰ دس فضائل تھے ، ایسے شخص کو یہ لوگ برا کہتے ہیں کہ جس کی نسبت جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو علم دے کر لڑائی پر بھیجوں گا جس کو کبھی خدا نے ذلیل نہیں کیا ۔ وہ شخص خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے لوگوں کے دل میں علم حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی لیکن جناب رسول خدا نے کہا کہ علی کہاں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ وہ چکی پر بیٹھے آٹا پیس رہے ہیں ۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ کیا تم میں سے کوئی

علی وانا ولیک فی الدنیا والاخرۃ قال انت
ولیی فی الدنیا والاخرۃ قال فترکہ ثم
اقبل علی رجل منھم فقال ایکم یوالینی
فی الدنیا والاخرۃ فابوا قال فقال علی انا
اوالیک فی الدنیا والاخرۃ فقال انت ولیی
فی الدنیا والاخرۃ قال وکان اول من
اسلم من الناس بعد خدیجۃ قال و
اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبہ
فوضعہ علی علی وفاطمہ وحسن وحسین
فقال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اھل البیت ویطھرکم تطھیرا قال
وشری علی نفسہ لبس ثوب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ثم نام مکانہ قال وکان
المشرکون یرمون رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فجاء ابوبکر وعلی نائم قال و
ابوبکر یحسب انہ نبی اللہ۔ قال فقال
یا نبی اللہ قال فقال لہ علی ان نبی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قد انطلق نحو بئر
میمون فادرکہ قال فانطلق ابوبکر فدخل
معہ الغار قال وجعل علی یرمی بالحجارۃ کما
کان یرمی نبی اللہ وھو یتضور قد لف
راسہ فی الثوب لا یخرجہ حتی اصبح ثم کشف
عن راسہ فقالوا انک للئیم کان صاحبک
نرامیہ فلا یتضور وانت تتضور وقد استنکرنا
ذلک قال وخرج بالناس فی غزوۃ تبوک قال
فقال لہ علی اخرج معک قال فقال لہ نبی اللہ
لا فبکی علی فقال لہ اما ترضی ان تکون
منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انک
لست بنبی انہ لا ینبغی ان اذھب الا وانت

ایسا نہ تھا۔ جو آنا پیتا۔ پس علیؑ آئے ان کی آنکھیں ان
دنوں میں دکھتی تھیں۔ وہ دیکھ نہیں سکتے تھے پس
آنحضرتؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن
لگایا پھر علم کو تین مرتبہ ہلایا اور حضرت علیؑ کے حوالے
کیا۔ پس علیؑ گئے اور فتح حاصل کی اور صفیہ بنت
حیی کو لے آئے جناب رسولؐ خدا نے فلاں شخص کو
سورہ توبہ دے کر بھیجا لیکن اس کے عقب ہی میں
علیؑ بن ابی طالب کو بھیجا پس علیؑ نے وہ سورۃ توبہ
اس شخص سے لے لی۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا
کہ سورہ توبہ کو یا میں لے جا سکتا ہوں یا وہ شخص
لے جا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میں اس سے
ہوں۔ آنحضرتؐ نے اپنے رشتہ داروں کو جمع کر
کے ان سے کہا کہ تم میں سے کون دنیا و آخرت میں
میری جانشینی وولایت کا عہد کرے گا۔ علیؑ بھی وہاں
تھے ان لوگوں نے انکار کیا لیکن علیؑ نے کہا کہ میں دنیا
و آخرت میں آپ کا والی ووارث بننے کے لئے تیار
ہوں۔ اس پر جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تو میرا والی
ووارث دنیا و آخرت میں ہے۔ پھر جناب رسولؐ خدا
ہر ایک کے پاس جا کر یہی صلائے عام دیتے تھے اور
وہ انکار کرتے تھے اور علیؑ پھر کہتے تھے کہ آپ کا
والی ووارث دنیا و آخرت میں بننے کے لئے تیار
ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو میرا والی ووارث دنیا و
آخرت میں ہے۔ عمرو بن میمون کہتا ہے کہ پھر ابن
عباس نے کہا کہ تمام لوگوں میں علیؑ سب سے پہلے
اسلام لائے۔ خدیجہ کے بعد رسولؐ خدا نے اپنی
ردائے مبارک علیؑ و فاطمہ و حسن و حسینؑ پر ڈال کر فرمایا
کہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ
الایہ ابن عباس نے کہا کہ علیؑ نے اپنی جان راہ خدا
میں فروخت کر دی اور آنحضرتؐ کا لباس پہن کر ان کی

خليفتي قال وقال له رسول الله انت وليي في كل مومن بعدي وقال سدوا ابواب المسجد غير باب علي فقال فيدخل المسجد جنبا وهو طريقة ليس له طريق غيره قال وقال من كنت مولاه فان مولاه علي۔

جگہ سو گئے مشرکین گمان کرتے تھے کہ وہ رسولؐ خدا ہیں پس ابوبکر آئے اور اس وقت علیؑ بستر رسولؐ پر سو رہے تھے۔ ابوبکر نے گمان کیا کہ وہ رسولؐ خدا ہیں علیؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسولؐ خدا تو بیر میمون کی طرف گئے ہیں۔ تم بھی اگر ضرورت ہے تو ادھر چلے جاؤ۔ پس ابوبکر گئے اور آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں داخل ہوئے۔ علیؑ مشرکین کے اوپر کنکریاں پھینکتے جاتے تھے جس طرح کہ رسولؐ خدا کنکریاں پھینکتے جاتے تھے۔ حضرت علیؑ نے چادر اوڑھ لی اور صبح تک سر باہر نہ نکالا۔ صبح ہوئی تو مشرکین نے جناب رسولؐ خدا کو نہ پا کر علیؑ کے ساتھ نہایت غصہ سے گفتگو کی اور کہا کہ تو نے ہم کو دھوکے میں رکھا۔ غزوہ تبوک کے لئے آنحضرتؐ لشکر لے کر باہر نکلے علیؑ نے بھی آپ کے ساتھ چلنے کی اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نہیں، اس پر علیؑ رونے لگے یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں کہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ صرف یہ ہے کہ تم نبی نہیں ہو۔ مناسب یہ ہے کہ میں جنگ پر جاؤں اور تم میری جانشینی یہاں کرو۔ آنحضرتؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ تم میرے بعد ہر ایک مومن کے حاکم ہو۔ جناب رسولؐ خدا نے تمام صحابیوں کے دروازے جو مسجد کی طرف تھے بند کرا دیئے لیکن علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا۔ پس علیؑ حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دروازہ ان کے گھر کا نہ تھا۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جس کا میں والی اور حاکم ہوں اس کا یہ علیؑ حاکم و مولا ہے۔

امام احمد حنبل؛ مسند الجزء الاول صد ۳۳۱ ۔ الحاکم و مستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ الجزء الثالث صد ۱۳۲ ۔ محب الدین طبری؛ ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۰۳۔

حدثنا ابن نمير حدثني اجلح الكندي عن عبدالله بن بريدة عن ابيه بريدة قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثين الى اليمن على احدهما علي ابن ابي طالب وعلى الآخر خالد بن الوليد فقال اذا التقيتم فعلي على الناس وان افترقتما فكل واحد منكما على جنده فلقينا بني زيد من اهل اليمن فاقتتلنا فظهر المسلمون على المشركين فقتلنا المقاتلة وسبينا الذرية فاصطفى علي امرأة من السبي لنفسه قال بريدة فكتب معي خالد بن الوليد

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو)

بریدہ سے ان کے بیٹے عبداللہ نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے یمن کی یلغار پر دو لشکر مقرر کر کے بھیجے ایک کے سردار علیؑ تھے اور دوسرے کے خالد بن ولید اور یہ حکم دیا کہ جب تم دونوں کے لشکر آپس میں مل جاویں تو ان دونوں لشکروں کے سردار علیؑ ہوں گے اور اگر علیحدہ علیحدہ رہیں تو تم دونوں میں سے ہر ایک اپنے اپنے لشکر کا حاکم ہے۔ بریدہ کہتے ہیں کہ دونوں لشکر مل گئے اور علیؑ کی ماتحتی میں یمن پر یلغار کی اور بنی زید سے لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کو مشرکین پر فتح

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخبرہ بذالک فلما اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم دفعت الکتاب فقرء علیہ فرائیت الغضب فی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ ھذا مکان العائذ بعثتنی مع رجل وامرتنی ان اطیعہ ففعلت ما ارسلت بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقع فی علی فانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی وانہ منی وانا منہ وھو ولیکم بعدی۔

ہوئی۔ ہم نے بہت لوگوں کو قتل کیا اور انکے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا۔ علیؑ نے ان لونڈیوں میں سے ایک اپنے لئے منتخب کرلی۔ بریدہ کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے ایک رقعہ لکھ کر میرے ہاتھ جناب رسولخداؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس واقعہ کی شکایت درج کی گئی۔ جب میں جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ عریضہ آپ کے سامنے پیش کیا۔ پس وہ عریضہ آپ کو پڑھ کر سنایا گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ کے چہرے پر غضب کے آثار نمایاں ہوئے۔ میں نے عرض کی یہ پناہ کا مقام ہے۔ کیونکہ آپ نے مجھ کو ایک شخص کے ماتحت روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کی اطاعت کروں پس میں نے وہ کیا۔ جس کے لئے میں بھیجا گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے بابت کبھی جھگڑا نہ کرنا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم سب کا حاکم ہے یہ بات آپ نے بغرض تاکید مکرر فرمائی۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الخامس صد ۳۵۶۔

حدیث ولایت میں من بعدی (میرے بعد) کا فقرہ خاص طور سے قابل توجہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ولی کے معنی حاکم کے ہیں۔ دوست کے نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ دوران حیات آنحضرتؐ میں بھی ہر ایک مومن کے اسی طرح بھائی تھے جس طرح آنحضرتؐ کی وفات کے بعد۔

علاوہ دیگر امور کے اس واقعہ سے حضرت خالد بن ولید کی طبیعت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ جناب علیؑ مرتضیٰ کی مخالف پارٹی میں تھے۔

حدیث ولایت کے راویان

ابوداؤد طیالسی کے راویان حدیث ولایت ابوعوانہ' ابوبلج عمر بن میمون ہیں اور امام احمد حنبل کے راویان حدیث ولایت عبدالرزاق، عفان، جعفر بن سلیمان، یزید الرشک، مطرف، عمران ابن نمیر اصلح الکندی، یحییٰ بن حماد، عبداللہ بن بریدہ اور بریدہ ہیں۔ ان کے ثقہ و معتبر ہونے کا ذکر اس کتاب کے باب الاسناد التراجم میں ملاحظہ ہو۔ جماعت اہل حکومت میں جو رتبہ امام احمد حنبل اور ان کے مسند کا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ چار ائمہ میں سے ایک امام ہیں۔ کسی حدیث کا مسند احمد حنبل میں ہونا اس کی صحت کی قطعی دلیل ہے۔ امام احمد حنبل نے اپنے فرزند رشید عبداللہ کو وصیت کی تھی کہ جب اسلام میں رخنہ پڑتے دیکھو اور احادیث رسول اتنی شائع ہو جائیں کہ کذب و اصل فرق نہ معلوم ہو تو میرے مسند کی طرف رجوع کرنا اور جو حدیث اس میں پاؤ اس کی صحت میں کبھی شک

نافرمانی اور عصیان کا خمیازہ بھگت رہی ہے جو حکام سقیفہ بنی ساعدہ میں نصب کیے گئے۔ وُہ خدا و رسولؐ کے منتخب کردہ نہ تھے۔ دُنیا میں حکومت الٰہیہ کے قائم کرنے کے اہل نہ تھے۔ لہٰذا اس کو نہ قائم کرسکے اور اسلام کے وعدے پورے نہ ہوئے۔ انہوں نے بنو ہاشم کے خلاف ان کے پشتینی دشمنوں یعنی بنو امیہ کو اُبھارا اور ان کے حق میں جاگیر شام کا استمراری پٹہ لکھ دیا۔ اور پھر ایسی تجویز کی کہ بنو اُمیّہ ہی میں سے ایک خلیفہ ہو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنو اُمیّہ نے اپنی حکومت و سرداری قائم کرلی۔ اور جناب رسُولِ خدا کے جانشین کہلائے۔ سقیفہ بنی ساعدہ ہی سے مصائب و مظالم اہلبیت کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور اس سقیفہ سازی ہی کی جوازیت کو قائم کرنے کے لیے جماعت اہلِ حکومت کو ضرورت پڑی کہ اپنے تیئں اور لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالیں کہ جناب رسُولؐ خدا نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ اس خلیفہ ساز مجلس سقیفہ سے بہت بُرے نتائج پیدا ہوئے اور آخر کار دینِ اسلام مسخ ہوگیا۔ اس گھڑی اور اس سرزمین میں ایسا بیج بویا گیا کہ جس نے بڑھ کر اسلام کو پنپنے نہ دیا مسلمانوں کی اکثریت میں جو مذہب رائج ہوا۔ وُہ وہی سقیفہ بنی ساعدہ میں سے نکلا ہوا مذہب تھا۔ اور یہ وہی مذہب ہے جس کو آج ہم اس مغلوبیت و ذلت کی حالت میں دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے نظامِ جدید یہ ہوگا کہ وُہ اسلام کی طرف رجوع کریں جو جناب رسولِؐ خدا نے رائج کیا تھا اور جس کو مستحکم کرنے اور لوگوں میں پھیلانے اور تعلیم دینے کے لیے آنحضرتؐ نے بحکمِ خداوندی حضرت علیؑ کو مقرر کر دیا تھا۔ یہ وہ نتیجہ ہے جس پر ہم تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں۔ اور اس کو درست ثابت کرنا ہماری اس کتاب کا مقصد ہے۔ اس غرض کے لیے ہم نے مندرجہ ذیل کتب و ابواب قائم کیے ہیں :-

ذکر کیا۔ ترمذی اور خصائص نسائی میں اس حدیث ولایت کے راویان قتیبہ بن سعید، جعفر بن سلیمان
یزید الرشک و مطرف بن عبداللہ و عمران بن حصین، واصل بن عبدالاعلی ابوالفضل و اجلح و عبداللہ
بن بریدہ اور بریدہ ہیں۔ ان کی توثیق کے لئے باب الاسناد والتراجم دیکھو۔
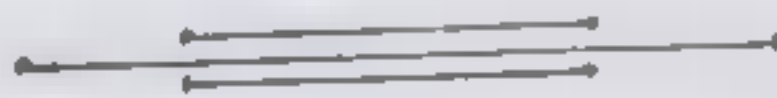
بارہ صحابیوں سے یہ حدیث مروی ہے۔ یعنی حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت ابوذر،
جناب عبداللہ بن عباس، ابوسعید سعد بن مالک الخدری، براء بن عازب الانصاری، ابویعلی بن عبداللہ
الانصاری، عمران بن حصین، بریدہ بن الحصیب الاسلمی، عبداللہ ابن عمر، عمرو بن العاص اور وہب بن حمزہ
آنحضرتؐ نے بار بار متعدد موقعوں اور مختلف مقامات پر اس اعلان صریح کا اعادہ فرمایا ہے
جانشینی کا یہ ایک ایسا صاف و صریح اعلان ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں۔ لہٰذا
ارباب حکومت کے مقلدین کے لیے ضروری ہوا کہ اپنا مذہب قائم رکھنے کیلئے کچھ نہ کچھ اعتراض اس
اعلان کے اوپر کریں۔ چنانچہ ان میں کوئی نہ کوئی عالم اپنی عقل سمجھ کے مطابق کچھ نہ کچھ غوں غاں کرتا رہا
ہے۔ ان سب اعتراضات کو جمع کر کے مولوی نصراللہ کابلی نے اپنی کتاب صواقع بزبان عربی تحریر
کی اور اس میں سے سرقہ کر کے شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے نام سے فارسی میں ایک
کتاب لکھی۔ ہم نے سرقہ کا لفظ اس وجہ سے استعمال کیا کہ شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ کو اپنی
خاص تصنیف و تالیف میں بیان کیا ہے اور صواعق کا ذکر تک نہیں کیا۔ عرصہ ہوا کہ اس تحفہ کی دھجیاں
اڑ چکی ہیں اور بہت سی کتابیں اس کی رد میں لکھی گئی ہیں جو حق کی تلاش کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے
کہ منجملہ دیگر کتب کے عبقات الانوار بارہ مجلدات جواہر عبقریہ فی رد تحفہ اثنا عشریہ، تشئید المطاعن
رد صعص، سیف ناصری، تقلیب المکائد، حدیقہ سلطانیہ، طعن الرماح، صمصام قاطع، صوارم الٰہیات
حسام الاسلام، نزہۃ اثنا عشریہ وغیرہ کا مطالعہ کرے۔ یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں اور لکھنؤ سے مل
سکتی ہیں۔ بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں بھی موجود ہیں۔ حدیث ولایت کے متعلق شاہ عبدالعزیز
صاحب اپنے تحفہ میں یہ اعتراض کرتے ہیں۔

حدیث سوم۔ روایت بریدہ مرفوعاً قال ان علیاً منی وانا من علی وھو ولی کل مومن من
بعدی۔ وایں حدیث باطل است زیرا کہ در اسناد او اجلح واقع شدہ و او شیعی است متہم در روایت
خود و جمہور او را تضعیف کردہ اند پس بحدیث او احتجاج نتواں کرد۔ نیز ولی از الفاظ مشترکہ است
چہ ضرور است کہ اولی بتصرف مراد باشد و نیز غیر مقید است بوقت و مذہب اہل سنت ہمیں است
کہ وقتے از اوقات حضرت امیر امام مفترض الطاعۃ بود بعد از جناب صلی اللہ علیہ وسلم۔

گویا تین اعتراض ہوتے (۱) حدیث ولایت روایت بریدہ ہے اور اس کے اسناد میں اجلح
واقع ہوا ہے۔ جو متہم بہ تشیع ہے۔ اہل سنت و جماعت اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ لہٰذا اس پر
احتجاج کی بنا قائم نہیں ہو سکتی (۲) ولی الفاظ مشترکہ میں سے ہے جس کے کئی معنی ہیں۔ صرف
اولی بتصرف ہی اس کے معنی کیوں لیے جاویں (۳) بعد سے مطلب بُعد متصلہ ہے۔ اہلسنت بھی

مانتے ہیں کہ اپنے وقت میں آنحضرتؐ کے بعد علی مرتضیٰ امام مفترض الطاعۃ تھے۔ ان میں سے ہر ایک اعتراض کا ہم جواب دیتے ہیں اور پھر معلوم ہوگا کہ حضرت شاہ صاحب کس طرح ایمانداری سے بحث کرتے ہیں۔

اعتراض اوّل۔ قبل اس کے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں۔ ہم ناظرین کی توجہ اس قاعدہ کی طرف منعطف کرتے ہیں جو اس اعتراض کی وجہ سے مقرر ہوتا ہے۔ بقول شاہ عبدالعزیز دہلوی حضرت علیؑ کے حق میں جو کوئی روایت کسی شیعہ کے ذریعہ سے ہو وہ محض اس وجہ سے ناقابل قبول ہوتی ہے کہ اسکے سلسلہ رواۃ میں ایک شیعہ آتا ہے۔ پھر کیوں نہ ہم اسی اصول کی بناء پر یہ قاعدہ مقرر کریں کہ جو روایت حضرات ابوبکر و عمر و عثمان کے حق میں ہو وہ ناقابل قبول ہوگی۔ اگر اس کے سلسلہ رواۃ میں کوئی راوی اہلسنت و جماعت میں سے ہے۔ ہم تو اس قاعدہ کو منظور کرتے ہیں لیکن حضرات اہلسنت و جماعت خود اس قاعدہ کو جو شاہ عبدالعزیز نے مقرر کیا ہے کبھی منظور نہیں کریں گے کیونکہ اگر اس قاعدہ کو مان لیا جائے تو حضرات ثلاثہ کے فضائل تو کہاں خبر نہیں کیا کچھ ثابت ہو جائے اب ہم اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں۔

جواب اعتراض۔ اس حدیث کے راوی فقط بریدہ ہی نہیں ہیں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ روایت بارہ صحابیوں سے مروی ہے حضرت علیؑ سے علامہ دیلمی نے اس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ علی المتقی نے کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۱۵۵ حدیث ۲۵۸۱ میں اور مرزا محمد معتمد خاں نے مفتاح النجا میں لکھا ہے۔ آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین کے نزول کے ضمن میں اس حدیث کو حضرت علیؑ کی روایت سے ابن مردویہ و ملا علی المتقی (کنز العمال) اور محمد محبوب عالم (تفسیر شاہی) نے بیان کیا ہے۔ نیز حضرت علیؑ سے اس حدیث کو خطیب بغدادی (تاریخ بغداد) و عبدالکریم رافعی (کتاب التدوین) زرندی (نظم درر السمطین) و سیوطی (جمع الجوامع) و ملا علی المتقی (کنز العمال) و میرزا محمد معتمد خان (مفتاح النجا) محمد صدر عالم (معارج العلی) و عجیلی (ذخیرۃ المآل) و مولوی حسن زماں (قول مستحسن فی فخر حسن) نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام حسنؑ سے شیخ سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوذر جندب بن جنادۃ الغفاری سے اس حدیث کو شہردار دیلمی نے مسند الفردوس میں نقل کیا ہے جیسا کہ ابراہیم الوصابی نے کتاب الاکتفاء میں تحریر کیا ہے۔ عبداللہ بن عباس سے ابوداؤد طیالسی اور امام احمد حنبل و ابویعلی نے اپنے اپنے مسند میں، حاکم نے مستدرک میں، ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں، اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں، ابن عساکر نے موافقات واربعین طوال میں، محمد بن یوسف الکنجی نے کفایۃ الطالب میں محب الدین طبری نے ریاض النضرۃ میں، سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں، ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں، ابراہیم الوصابی نے کتاب الاکتفاء میں، مناوی نے کنوز الحقائق میں، احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے وسیلۃ المآل میں، میرزا محمد معتمد خاں بدخشانی نے مفتاح النجاح و نزل الابرار میں، شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخلفاء میں اور محمد بن اسمعیل صلاح الامیر نے روضۃ الندیہ میں نقل کیا ہے ابوسعید سعد بن مالک الخدری سے حدیث ولایت کو نطنزی نے کتاب الخصائص العلویہ میں بضمن واقعہ غدیر

ثم ابونعیم اصفہانی نے کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں اور جمال الدین محدث نے اربعین میں نقل کیا ہے۔ براء بن العازب الانصاری سے ابوالمظفر سمعانی نے کتاب فضائل الصحابہ میں در ذیل ذکر حدیث غدیر نقل کیا ہے۔ ابویعلی بن عبد اللہ الانصاری سے حدیث ولایت کو ابوداؤد طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد حنبل، ترمذی، نسائی، حسن بن سفیان، ابویعلی، ابن جریر، خثیمہ بن سلیمان، ابوحاتم بن حبان طبرانی، حاکم، ابونعیم اصفہانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، ابوالسعادات ابن الاثیر الجزری، عزالدین ابن الاثیر، محمد بن طلحہ قرشی۔ محمد بن یوسف الکنجی۔ محب الدین الطبری، ابراہیم محمد بن حمویتی، ذہبی، زرندی، سید شہاب الدین احمد، ابن حجر عسقلانی، حسن ہندی، جلال الدین السیوطی، حاجی عبدالوہاب ابن حجر ملا علی متقی، مرزا مخدوم ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث، علی القاری، احمد بن فضل بن محمد باکثیر، مرزا محمد بدخشانی، محمد صدر عالم شاہ ولی اللہ، محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر محمد بن علی جبان، مولوی محمد مبین، محمد سالم، مولوی ولی اللہ لکھنوی اور شیخ سلیمان بلخی نے نقل کیا ہے۔ بریدہ بن الحصیب الاسلمی سے حدیث ولایت کو ابن ابی شیبہ، احمد حنبل، نسائی، مسعود بن ناصر سجستانی، شیرویہ دیلمی شہردار دیلمی، ابن سبع اندلسی، ضیاء الدین حنبلی، محب الدین طبری، سید شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین قسطلانی، محمد بن یوسف شامی ملا علی متقی، ابراہیم وصابی، احمد حاجی شیخانی قادری، میرزا احمد بدخشانی، محمد صدر عالم اور مولوی ولی اللہ لکھنوی نے نقل کیا ہے۔ عبد اللہ ابن عمر سے حدیث ولایت کو سید علی ہمدانی نے مودۃ القربیٰ میں اور عمرو بن العاص سے اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں نقل کیا ہے۔ وہب بن حمزہ سے حدیث ولایت کو شیخ سلیمان بلخی نے ینابیع المودۃ میں روایت کیا ہے۔

اب ناظرین کو عبدالعزیز صاحب دہلوی کی دیانت داری و ایمانداری کا اچھا تجربہ ہو گیا ہو گا۔ آپ نے فقط یہ کہہ کر کہ یہ حدیث محض بریدہ سے مرفوعاً نقل ہے۔ لوگوں کو دھوکہ اور مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔ غضب خدا کا خود ان کے والد ماجد شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیفات قرۃ العینین[1] و ازالۃ الخفاء[2] میں اس حدیث ولایت کو عمران بن حصین اور عبد اللہ ابن عباس سے نقل کیا ہے اور ان کی اسناد میں اجلح نہیں ہے۔ کیا حضرت شاہ عبدالعزیز اپنے والد ماجد کی تصنیفات سے بھی ناواقف تھے۔ یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس اعتراض کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ کئی روایتوں کے اسناد میں اجلح نہیں ہے۔

اجلح شیعی

اب دیکھنا یہ ہے کہ اجلح کے واقع ہونے سے کیا کیا خطرے پیدا ہوتے ہیں۔ کتب رجال اہلسنت والجماعت میں اجلح کو شیعی خیالات کا آدمی ضرور لکھا ہے۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں شیعہ کس کو کہتے تھے۔ اجلح کا سنہ وفات ۱۴۵ ہجری ہے۔ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ والتشیع محبۃ علی وتقدیمہ علی الصحابۃ فمن قدمہ علی ابی بکر وعمر فھو غال فی التشیع ویطلق علیہ رافضی والا فشیعی وان انضاف الی ذلک السب والتصریح بالبغض

اس زمانہ میں شیعہ کس کو کہتے تھے

---

[1] مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۲۰۸ [2] اردو ترجمہ۔

غال فی الرفض وان اعتقد الرجعة الی الدنیا فاشد فی الغلو (ترجمہ) تشیع صرف یہ ہے کہ علیؑ سے محبت کریں اور ماسوائے شیخین کے دیگر صحابہ پر ان کو ترجیح دیں۔ غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت علیؑ کو شیخین پر بھی فضیلت دیتا ہے اس کو رافضی بھی کہتے ہیں اور اگر شیخین پر فضیلت نہ دے تو وہ صرف شیعہ ہے اور اگر اس کے ساتھ ہی کوئی شیخین پر لعن کرے اور ان سے دشمنی رکھے تو وہ غالی رافضی ہے اور اگر اس کے ساتھ وہ رجعت امام کا بھی قائل ہے تو وہ غلو رفض میں بھی شدت کرتا ہے۔

اس تعریف کی رو سے محض شیعہ وہ ہے جو حضرت علیؑ سے محبت رکھتا ہے۔ حضرات شیخین سے بھی محبت رکھتا ہے اور حضرات شیخین کو حضرت علیؑ پر ترجیح دیتا ہے۔ غالی شیعہ یا رافضی وہ ہے جو حضرت علیؑ کو شیخین پر بھی فضیلت دیتا ہے۔ غالی رافضی وہ ہے کہ جو حضرت علیؑ کی محبت کے ساتھ شیخین پر لعنت کرتا ہے اور ان سے بغض رکھتا ہے۔ شدید غالی رافضی وہ ہے جو اس کے ساتھ رجعت امام کا بھی قائل ہے

شیعیت کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے اس کے خود شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ قائل ہیں۔ چنانچہ اس ہی تحفہ اثنا عشریہ میں آپ فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ شیعہ اولیٰ کہ فرقہ سنیہ وتفضیلیہ در زمان سابق لشیعہ ملقب بودند و چوں غلاة در روافض و زیدیان و اسماعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند و مصدر رقبائح و مشرد اعتقادی و عملی گردیدند خوفاً عن التباس الحق بالباطل فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ایں لقب را برخود نہ پسندیدند۔ و خود را باہل سنت وجماعت ملقب کردند۔ حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب تواریخ قدیمہ واقع مے شود کہ فلاں من الشیعہ او من شیعہ۔ علی حالانکہ او از رؤسائے اہل سنت وجماعت است وفی تاریخ الواقدی والاستیعاب شیء کثیر من ہذا الجنس فلیتنبہ"

ابوالحسن عبدالواحد بن احمد بن الحسین بن عبدالعزیز العکبری حضرات اہل سنت وجماعت کے معتبر و ثقہ محدثین میں سے ہیں۔ ان کا سنہ وفات ۴۱۰ھ ہجری ہے۔ ان کی صدوقیت پر ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے سمعانی نے اعتراض کیا ہے۔ اس کے جواب میں مولوی حیدر علی اپنی کتاب منتہی الکلام میں لکھتے ہیں۔

"مع ہذا از کجا ثابت شد کہ تشیع عرفی مراد باشد۔ چہ اطلاق ایں لفظ بر مذہب تفضیل حضرت امیر بر شیخین در کتب فن بیش از بیش وقوع یافتہ و قرینہ بریں معنی لفظ صدوق است چہ اکابر علمائے اہل سنت وجماعت مکفرین و مفسقین اہلبیت اخیار و اصحاب کبار را صدوق نمی گویند بلکہ بہ تکفیر و تفسیق شان میپوئید اگر باور نیاید بنقد رجال امام رجوع کن و دریاب کہ ایں مطالب در کتاب مذکور موجود است جائیکہ بترجمہ ابان بن تغلب مشغول شدہ و ملخص مقال او جواب و سوال است۔ تقریر سوال آنکہ ابان بن تغلب شیعی

بود پس تعدیل و توثیق او با وصف مبتدع بودنش چہ معنی داشتہ باشد و تقریر جواب آنکہ بدعت صغری مانند تفضل مرتضوی بر شیخین بے تنقیص و مذمت صدیق و فاروق در بسیاری از تابعین و تبع تابعین با وصف ورع و راستی بودہ اگر از روایت شان دست کشند بسیاری از آثار نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا وسلم تلف شوند لہذا در اخذ روایت انہا صرفہ نکردہ اند و منتہائے کار ایان بن تغلب تفضیل حضرت امیر است و ذکر ہیچ بخلاف اہل بدعت کبری کہ نفاق و تقیہ شعار ایشان است این قسم را اہل تنقید توثیق نمی کنند و قابل احتجاج نمی پندارند بلکہ ضال مضل و مفتری می دانند انتہی

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اس قسم کا تشیع یعنی محض جناب امیر کو حضرات شیخین پر فضیلت دینا بہت سے تابعین و تبع تابعین میں تھا جن سے احادیث روایت کی گئی ہیں اگر ان کی مرویات کو ان کے اس تشیع کے سبب سے مردود کر دیں تو پھر سنن و آثار نبویہ میں سے کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہاں غلو رفض کو ان لوگوں نے سب تنقیص سمجھا ہے سو یہ لوگ رافضی یا غالی رافضی سے روایت ہی اخذ نہیں کرتے۔ اب ہم ظاہر کرتے ہیں کہ اجلح کے اعتقادات کیا تھے اور وہ کس قسم کا شیعہ تھا اس سے تو بہت سے محدثین کبار و علماء عظام اہلسنت وجماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

علامہ ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں بترجمہ اجلح الکندی لکھتے ہیں۔

یقال اسمه یحیی، روی عن الشعبی وطبقته وعنه الثوری والقطان وابو اسامه وخلق وثقه ابن معین واحمد بن عبد اللہ العجلی ..... وقال ابن عدی شیعی صدوق ... وروی اسحق بن موسی الکندی عن شریک عن اجلح قال سمعنا انه ما سب ابوبکر وعمر احد الا افتقر او مات قتیلا قبل مات سنه خمس واربعین ومائة۔

اس کا نام یحیی تھا۔ شعبی اور اس کے طبقہ کے لوگوں سے اس نے روایت کی ہے اور اجلح سے سفیان ثوری اور قطان و ابو اسامہ اور بہت کثیر لوگوں نے روایت کی ہے ابن معین اور احمد بن عبداللہ العجلی اس کے ثقہ ہونے کے قائل ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ سچا ہے اگرچہ شیعی ہے.... اسحق ابن موسیٰ نے شریک سے اور اس نے اجلح سے روایت کی ہے اجلح کہتا ہے کہ کسی نے ابوبکر وعمر پر لعنت نہیں کی لیکن یہ کہ یا تو وہ فقیر ہو گیا یا قتل ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اجلح نے ۱۴۵ھ میں وفات پائی

ذہبی میزان الاعتدال۔ المجلد الاول ص ۲۷۔

تہذیب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

قال ابن عدی له احادیث صالحة ویروی عنه الکوفیون ولم ار له حدیثا منکرا یجاوز الحد لا اسنادا ولا متنا الا انه یعد فی شیعة الکوفة وهو عندی مستقیم الحدیث صدوق وقال شریک عن الاجلح سمعنا انه ما سب

ابن عدی کہتے ہیں کہ اجلح کی احادیث صحیح ہوتی ہیں اور علمائے کوفہ وغیرہم اس سے احادیث اخذ کرتے ہیں اور کوئی منکر یا غلط حدیث اس سے مروی نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ وہ شیعیان کوفہ میں سے شمار ہوتا تھا ابن حجر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ذ

اما بکر وعمر لعد الامات قتیلا او فقیرا۔ صحیح حدیث بیان کرنے والا سچا آدمی ہے شریک کہتا ہے کہ اجلح کہا کرتا تھا کہ کسی نے ابوبکر وعمر کو سب وشتم نہیں کیا۔ لیکن یہ کہ یا تو وہ فقر میں مبتلا ہوا یا قتل کر دیا گیا

ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب۔ الجزء الاول ترجمہ اجلح ۳۵۲ ص ۱۸۹، ۱۹۰۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

ظاہر ہوا کہ اجلح صرف اتنا ہی شیعہ تھا کہ حضرت علیؑ کو بُرا نہیں کہتا تھا۔ حضرات ابوبکر وعمر کی کرامات کا قائل تھا۔ اگرچہ یہ کرامات حضرات شیخین کی نہ تھیں بلکہ ان کے مقلدین کی تھیں جو شیعوں کی جائدادیں ضبط کر کے ان کو فقیر بنا دیتے تھے اور ان کو قتل کرا دیتے تھے۔ حضرات شیخین کے سب وشتم کو گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ یہ اعتقادات صاف بتا رہے ہیں کہ اجلح سنی غالی تھا۔ ابن حجر عسقلانی جیسے متعصب سنی اس کو مستقیم الحدیث جانتے تھے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابان بن تغلب کے ترجمہ میں لکھا ہے۔

ابان بن تغلب الکوفی شیعی لکنہ صدوق وقد وثقہ احمد بن حنبل وابن معین وابو حاتم واوردہ ابن عدی وکان غالیاً فی التشیع .... البدعۃ علے ضربین فبدعۃ صغری کغلو التشیع او کالتشیع بلا غلو ولا تحرق فھذا اکثر فی التابعین وتابعیھم مع الدین والورع والصدق فلو رد حدیث ھؤلاء لذھب جملۃ الآثار النبویہ فھذہ مفسدۃ بینہ ثم بدعۃ کبری کالرفض الکامل والغلو فیہ والحط علی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما والدعا الی ذلک فھذا نوع لا یحتج بھم۔

ابان بن تغلب کوفی شیعہ تھا۔ لیکن صادق تھا اور اس کی توثیق احمد بن حنبل وابن معین ابو حاتم و ابن عدی نے کی ہے وہ شیعہ غالی تھا.... بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک کو بدعت صغری جیسے کہ غلو فی التشیع اور تشیع بغیر غلو کے اور اس کا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ تابعین و تبع تابعین میں یہ اکثر پایا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے ان میں دینداری زہد وصدق بھی تھا اگر ان کی بیان کردہ احادیث کو رد کر دیا جاتے تو تمام سنن و آثار نبویہ غائب ہو جاتے ہیں اور فساد عظیم ہوگا بدعت کبری وہ ہے جو رفض یا غلو کامل ہو مثلاً حضرات ابوبکر وعمر پر سب وشتم کرنا۔ پس یہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ جن سے دلیل وحجت نہیں لی جا سکتی۔

ذہبی: میزان الاعتدال۔ ترجمہ ابان بن تغلب ص۲

علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی تہذیب التہذیب میں بترجمہ ابان بن تغلب لکھتے ہیں۔

وقال ابن عدی ..... وھو من اھل الصدق فی الروایات وان کان مذھبہ مذھب الشیعۃ وھو فی الرواۃ صالح لا باس بہ قلت ھذا اقول منصف ..... فالتشیع فی عرف للمتقدمین ھو اعتقاد تفضیل علے علی عثمان وان علیا کان مصیباً فی حروبہ وان مخالفہ مخطئ مع تقدیم الشیخین وتفضیلھما وربما اعتقد بعضھم ان علیا افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم واذا کان معتقد ذلک ورعا دینا صادقا مجتھدا فلا ترد روایۃ وقال ابن سعد کان ثقۃ ذکرہ ابن حبان فی الثقات .... قال الازدی کان غالیا فی التشیع وما اعلم بہ فی الحدیث باسا۔

تہذیب التہذیب الجزء الاول ص ۹۳، ۹۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

ترجمہ: ابن عدی کہتے ہیں کہ ابان بن تغلب سچے راویان میں سے ہے اگرچہ اسکا مذہب شیعہ ہے۔ روایت میں وہ صالح ہے اور اس کی روایت قبول کرنے میں ڈر نہیں ہے۔ میں (ابن حجر عسقلانی) کہتا ہوں کہ یہ قول انصاف کے مطابق ہے......... تشیع متقدمین کے عرف میں اس اعتقاد کو کہتے تھے جو علیؑ کو عثمان پر ترجیح دے اور گمان کرے کہ علیؑ اپنی لڑائیوں میں حق پر تھے اور انکے مخالف خطا کار تھے لیکن اس اعتقاد میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو حضرت علیؑ سے افضل جانتے تھے اور اگر ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہو کہ حضرت علیؑ جناب رسول خدا کے بعد سب سے افضل تھے اور وہ شخص پرہیزگار دیندار ہو تو اس کی روایت رد نہیں کی جاتی.....ابن سعد کہتا ہے کہ ابان بن تغلب ثقہ تھا۔ ابن حبان نے اس کو ثقات میں رکھا ہے.... ازدی کہتا ہے کہ وہ غالی شیعہ تھا لیکن اس کی روایت قبول کرنے میں کچھ ہرج نہیں ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اجلح کا سنہ وفات ۱۴۵ ہجری ہے اور ابان بن تغلب کا سنہ وفات ۱۴۱ ہجری ہے۔

اجلح سے اکابر ائمہ و اجلہ علماء سنیان مثل شعبہ و سفیان ثوری و ابن المبارک و ابو اسامہ و یحییٰ القطان و جعفر بن عون وغیرہم نے روایت کی ہے، چنانچہ تہذیب التہذیب میں ابن حجر عسقلانی اجلح کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

اجلح بن عبد اللہ بن حجیہ ویقال معاویہ الکندی ابو حجیہ ویقال اسمہ یحییٰ والاجلح لقب روی عن ابی اسحاق و ابی الزبیر و یزید بن الاصم و عبد اللہ بن بریدہ والشعبی وغیرھم وعنہ شعبہ و سفیان الثوری و ابن المبارک و ابو اسامہ و یحییٰ القطان و جعفر بن عون وغیرھم

اجلح بن عبد اللہ بن حجیہ۔ اس کو معاویہ الکندی ابو حجیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا نام یحییٰ تھا اور اجلح لقب تھا۔ اس نے ابو اسحاق و ابو الزبیر و یزید بن الاصم و عبد اللہ بن بریدہ و شعبی وغیرہم سے روایت کی ہے اور اس سے شعبہ و سفیان ثوری و ابن المبارک و ابو اسامہ و یحییٰ القطان و جعفر بن عون وغیرہم نے روایت کی ہے۔

تہذیب التہذیب الجزء الاول ص ۱۸۹، ترجمہ اجلح ۳۵۲ مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد دکن۔

ناظرین اکابر علماء سنیہ کا اصول پہلے معلوم کر چکے ہیں۔ جو لوگ حضرت علیؑ کو حضرات ابوبکر و عمر سے افضل سمجھتے تھے وہ ان علماء کے نزدیک شیعان غالی اور رافضی تھے اور ان سے اخذ حدیث نہیں کیا جاتا۔ چونکہ اجلہ محدثین سنیہ نے اجلح سے احادیث اخذ کی ہیں لہذا یہی نتیجہ نکلا کہ اجلح

شیعہ غالی یا رافضی نہ تھا جن علماء نے اس سے اخذ احادیث کیا ہے ۔ ان میں سے یحییٰ القطان ہے جو شیخ بخاری ہے اور وہ ایسا متعصب شخص ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام جیسے بزرگ کو معاذ اللہ صادق اللہجہ نہیں سمجھتا ۔ چنانچہ سیف اللہ ابن اسد اللہ ملتانی نے اس کا وہ گستاخانہ فقرہ نقل کیا ہے جو اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے حق میں استعمال کیا تھا ۔ قال یحییٰ ابن سعید القطان شیخ البخاری احد منہ فی نفسی شیئا (یحییٰ بن القطان شیخ بخاری کہتا ہے کہ میرے دل میں امام جعفر کی طرف سے کچھ شبہ ہے) حالانکہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے نہایت جلیل القدر محدثین نے روایات اخذ کی ہیں ۔ امام ابوحنیفہ آپ کی نسبت فرماتے ہیں عن ابی حنیفہ ما رأیت احدا افقہ من جعفر بن محمد و لما رأیتہ دخلنی من الھیبۃ مالم یدخلنی لابی جعفر المنصور (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال) ۔

ترجمہ : ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر صادقؑ سے زیادہ فقیہ و عالم کوئی نہیں دیکھا اور جب میں ان کو دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ان کا اتنا رعب و خوف داخل ہوجاتا ہے ۔ جتنا بادشاہ وقت جعفر المنصور کے دیکھنے سے نہیں ہوتا ۔

ظاہر ہے کہ یحییٰ بن القطان جیسا شخص ہرگز اجلح سے اخذ نہ کرتا ۔ اگر اسے ذرا بھی اجلح کے رافضی ہونے کا شبہ ہوتا اور اس پر ہی کیا منحصر ہے ۔ امام نسائیؒ و امام احمد حنبل جیسے اجلہ و اکابر ائمہ حدیث اس سے اخذ حدیث کرتے ہیں ۔ چنانچہ حدیث ولایت کو احمد حنبل نے اجلح سے نقل کیا ہے ۔ امام نسائیؒ کا اجلح سے اپنی صحیح میں اخذ حدیث کرنا ۔ کتب رجال مثل تہذیب التہذیب و تقریب وغیرہ سے ظاہر ہے امام نسائیؒ کی شرائط صحت احادیث بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں ، چنانچہ علامہ ذہبی اپنے تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابوعبدالرحمٰن احمد نسائیؒ کہتے ہیں ۔

قال ابن طاہر سئلت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت قد ضعفہ النسائی فقال یا بنی ان لابی عبدالرحمٰن شرطاً فی الرجال اشد من شرط البخاری و مسلم ۔

ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے سعد ابن علی الزنجانی سے ایک راوی کی نسبت سوال کیا ۔ انہوں نے اس کی توثیق کی ۔ میں نے کہا کہ نسائیؒ نے اس کی تضعیف کی ہے ۔ سعد بن علی الزنجانی نے جواب دیا کہ اے بیٹے : نسائیؒ کی شرائط توثیق راویاں کے متعلق بخاری و مسلم سے زیادہ سخت ہیں ۔

ذہبی : تذکرۃ الحفاظ ۔ الجزء الثانی ص ۲۴۳ ۔

یہی کلمہ عبدالوہاب بن سبکی نے نسائیؒ کے متعلق طبقات شافعیہ کبریٰ میں لکھا ہے ۔ لہٰذا ظاہر ہوا کہ محض امام نسائیؒ ہی کا اجلح سے اخذ حدیث کرنا اجلح کی توثیق کے لئے کافی ہے اور امام احمد حنبل کے مسند کی جو توقیر و قدر و منزلت حضرات سنیہ کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے کسی حدیث کی صحت کا یہ آخری و قطعی سرٹیفکیٹ ہے کہ وہ مسند احمد حنبل میں موجود ہے اور کسی راوی کی توثیق و صدق لہجہ کے لیے یہ کافی دلیل و قطعی ثبوت ہے کہ اس سے امام احمد حنبل نے اخذ حدیث

کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ طبقات شافعیہ عبدالوہاب سبکی۔ غرضکہ ثابت ہوا کہ اجلح کی توثیق علمائے کرام مثلاً یحییٰ ابن معین، احمد حنبل، عمرو بن علی فلاس، احمد بن عبداللہ العجلی، یعقوب بن سفیان، عبداللہ ابن محمد المعروف ابن عدی و ابن حجر عسقلانی وغیرہم نے کی ہے اور اجلح صحیح ابی داؤد ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کے رواۃ میں سے ہے۔ ابوالحجاج مزی اپنی تہذیب الکمال میں بترجمہ اجلح لکھتے ہیں قال عباس الدوری عن یحیی بن معین ثقہ۔ (عباس الدوری یحییٰ ابن معین سے روایت کرتا ہے کہ اجلح ثقہ ہے۔) ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں بترجمہ اجلح لکھا ہے قال ابن معین صالح وقال مرۃ ثقہ وقال مرۃ لیس بہ باس۔ (ابن معین کہتے ہیں کہ اجلح صالح و ثقہ ہے اور اس سے اخذ حدیث کرنے میں کچھ ڈر نہیں) تہذیب التہذیب الجزء الاول ترجمہ اجلح ص ۱۸۹

یحییٰ ابن معین کا جو درجہ اہل سنت کے نزدیک ہے وہ اس کتاب کے باب الاسناد و التراجم میں ملاحظہ ہو۔ عمرو بن فلاس کہتے ہیں کہ اجلح مستقیم الحدیث و صدوق ہے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔ اجلح کی توثیق عبداللہ العجلی نے بھی کی ہے اور اس کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ تہذیب الکمال مزی و تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی دلآلی مصنوعہ جلال الدین سیوطی ابن عدی کی توثیق اجلح کے لئے ملاحظہ ہو۔ تہذیب الکمال مزی۔ ابن حجر عسقلانی جیسے متعصب شخص نے اس کی توثیق کی ہے دیکھو ان کی تقریب التہذیب۔

جب ناظرین نے معلوم کر لیا کہ اجلح کیسا شیعہ تھا۔ اس کے اعتقادات کیا تھے۔ اس کی توثیق کتنے علمار کرام نے کی ہے۔ یہ شخص صحیح ترمذی و مسند ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ کے رواۃ سے ہے اور عظیم الشان علمار نے اس سے اخذ احادیث کیا ہے تو اب وہ شاہ عبدالعزیز کے اعتراض پر دوبارہ نظر ڈالیں کہ اجلح شیعہ ہے اور علمار نے اس کی تضعیف کی ہے۔ خود ناظرین نتیجہ نکال لیں گے کہ تعصب کس طرح آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ اس طرح یہ بزرگ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جواب اعتراض دوم

اعتراض ۲۔ یہ اعتراض صاحب تحفہ کے تعصب و ہٹ دھرمی کی ایک اور دلیل ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ولی الفاظ مشترکہ میں سے ہے۔ اس کے معنی حاکم و والی کے بھی ہیں اور دوست کے بھی۔ لیکن اگر آنحضرت کا مقصد دوست سے تھا تو "میرے بعد" کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا آنحضرت کی زندگی میں حضرت علیؑ مومنین کے دوست نہ تھے۔ مومنین کی حفاظت اور ان کا حق دوستی تو حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کی حیات ہی میں کافی ادا کر دیا تھا۔ مومنین ایک دوسرے کے دوست ہی ہوا کرتے ہیں۔ کیا حضرات ابوبکر و عمر و عثمان مومنین کے دوست نہ تھے حضرت علیؑ میں مومنین کے دوست ہونے سے کیا خصوصیت ہو جاتی اور کیا طرہ امتیاز لگ جاتا کہ آنحضرتؐ نے اس اہتمام کے ساتھ اور اتنے موقعوں پر بار بار فرما کر حضرت علیؑ کی فضیلت کا اظہار کیا۔ وہ خاص موقعہ بھی تو ملاحظہ فرمایئے حضرت علیؑ سردار فوج ہیں۔ چند لشکری ان کی شکایت کرتے ہیں آپ غصہ ہو کر فرماتے ہیں کہ تم

ایک وقت اور ایک موقعہ کی سرداری پر کیا اعتراض کرتے ہو۔ علیؑ تو میرے بعد تم سب کا حاکم و والی قطعی و دائمی ہوگا۔

جواب اعتراض سوم

اعتراض ۲۔ من بعدی کا جملہ صریحاً بُعد قریب کا اظہار کر رہا ہے۔ آنحضرتؐ تو فرماتے ہیں کہ علیؑ میرے بعد ہی مومنین کا حاکم ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں نہیں، ابوبکر و عمر و عثمان تین اشخاص درمیان میں حائل ہونے کے بعد اور زائد از پچیس سال کا عرصہ منقضی ہونے کے بعد حضرت علیؑ حاکم ہوں گے۔ یہ طریقہ استدلال حضرت شاہ عبدالعزیز ہی کے لئے مایہ ناز ہو سکتا ہے۔ عقل سلیم تو مسکرا کر اس کی طرف سے منہ پھیر لے گی۔

تعیین خلافت بارگاہ خداوندی میں۔

(۲) اعلان اس امر کا کہ یہ تعیین خلافت بحکم الٰہی بالائے عرش بھی ہو چکا تھا

ہمارے اس دعوے کی مزید تائید کہ خلیفۂ رسول کا معین اور مقرر ہونا خداوند تعالیٰ کے حکم سے تھا اور ہونا چاہیے تھا۔ مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان احادیث کو مطالعہ کرکے آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوان یہ کہیں کہ عرش و بالائے عرش یہ کیا مضحکہ خیز گفتگو ہے ایسے اہل تعلیم یافتہ بزرگواروں سے دو بدو ہونا ہماری اس کتاب کا مقصد نہیں ہے۔ ہم تو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جناب پیغمبر اسلام نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین بحکم خداوندی مقرر فرمایا اور اس کا اعلان بالصراحت بارہا موقعوں پر متعدد طریقوں سے کیا۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ سیر معراج کی کیفیت و اندرون حجاب کی حالت بیان کی جائے۔ جو مسلمان ہیں اور معراج کے قائل ہیں، خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی، ان کو تو اس میں کوئی مضحکہ خیز بات نظر نہیں آئے گی۔ اور جو غیر مسلم ہیں اور عرش و معراج کے قائل نہیں وہ ان امور پر ایمان نہ لائیں۔ بہر صورت یہ امر واقعہ تو ان کے لئے بھی قائم رہتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے علی بن ابی طالب کو اپنا جانشین مقرر کیا اور ان طریقوں سے اس کا اظہار کیا۔

ایدتہ بعلی

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی الی السماء نظرت الی ساق العرش الایمن فرأیت کتابا فہمتہ محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ونصرتہ بہ۔

ملا نے اپنی سیرۃ میں اور قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفاء میں ابوالحمراء سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ شب معراج جب آسمانوں پر سے میرا گذر ہوا تو میں نے ساق عرش الٰہی پر عبارت دیکھی۔ جس کا مطلب مجھ پر یہ مکشوف ہوا کہ محمدؐ خدا کا رسول ہے۔ میں نے اس کی تائید و نصرت علیؑ کے ذریعہ سے کی۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۶۸، ۱۷۲۔ ملا المتقی کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۹ احدیث ۲۶۵۹، لغایت ۲۶۶۲۔ محمد بن صلاح الامیر روضۃ الندیہ ص ۱۵ در تشریح شعر۔

کتاب حصّہ اوّل

التِّبیَان

باب اوّل :- جماعت حکومت کا عقیدہ عدم استخلاف۔
باب دوم :- عقیدۂ عدم استخلاف غلط ہے۔ کیونکہ محال عقلی ہے۔
باب سوم :- نصبِ خلیفۂ رسولؐ کی ضرورت واہمیت۔
باب چہارم :- جناب رسولؐ خدا کو اپنے جانشین کے تقرر کی اہمیت کا احساس تھا یا نہیں۔
باب پنجم :- کیا آنحضرتؐ نے اپنے جانشین مقرر کرنے کا فرض اُمت کے ذمہ لگایا تھا۔
باب ششم :- جانشینِ رسولؐ مقرر کرنا جناب رسولِ خدا کا فرض تھا یا اُمت کا حق۔
باب ھفتم :- شواہدانِ استخلاف علی بن ابی طالبؑ۔
(الف) افعال رسولؐ۔
باب ھشتم :- (ب) اقوالِ رسولؐ۔
باب نہم :- افعال واقوال رسولِ مقبولؐ کی مطابقت قرآن شریف سے۔
باب دھم :- اہلبیت رسول۔ آل رسول۔ عترت رسول۔ ذوی القربیٰ۔
باب یازدھم :- تقرر واعلان جانشین رسول اکرم وادائیگی رسوم جانشینی۔
باب دوازدھم :- افضلیت علیؑ بن ابی طالبؑ۔

من بید رخلق الهام وقد ھا مر فی الشقوۃ من کان شقیا

شفا قاضی عیاض۔ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب اول صـ۴۲ جلال الدین اسیوطی:۔ کتاب الدر المنثور الجزء الثانی صـ۱۱۹ فی قوله تعالیٰ ھوالذی ایدك بنصره وبالمومنین۔ ابن المغازلی: کتاب المناقب ابن المغازلی۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔ ص ۲۹۸۔ شہاب الدین احمد: توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل۔ شاہ ولی اللہ: ازالۃ الخفاء۔ میرزا محمد بدخشانی ومفتاح النجاء۔ سید گازرونی: منتقی۔ شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی صـ۱۹۔

یہ حدیث چار صحابیوں سے مروی ہے۔ یعنی ابوالحمراء، وہب بن منیر، ابوالخمیس اور انس۔ اسی قسم کی ایک اور حدیث ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیر معراج میں جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کے نام کو اپنے نام کے ہمراہ چار جگہ لکھا ہوا پایا۔ وہ یہ ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی رأیت اسمك مقرونًا باسمی فی اربعۃ مواطن فانست بالنظر الیه لما بلغت بیت المقدس فی معراجی الی السماء وجدت علی صخرۃ بها لا الٰه الا اللہ محمد رسول اللہ ایدته بوزیری ونصرته بوزیرہ فقلت لجبریل ومن وزیری قال علی بن ابی طالب فلما انتهیت الی سدرۃ المنتهیٰ وجدت علیها انی انا اللہ لا الٰه انا وحدی ومحمد صفوتی من خلقی ایدته بوزیرہ ونصرته بوزیرہ فقلت لجبریل ومن وزیری قال علی بن ابی طالب فلما جاوزت من سدرۃ المنتهیٰ وانتهیت الی عرش رب العٰلمین فوجدت مکتوبًا علی قوائمه انی انا اللہ لا الٰه الا انا محمد حبیبی من خلقی ایدته بوزیرہ ونصرته بوزیرہ فلما هبطت الی الجنۃ وجدت مکتوبًا علی باب الجنۃ لا الٰه الا انا محمد حبیبی من خلق ایدته بوزیرہ ونصرته بوزیرہ (ملی ہذالی المودۃ القربیٰ)۔

مودۃ ثامنہ

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ میں نے تمہارے نام کو اپنے نام کیساتھ ملا ہوا چار جگہ پایا جب میں شب معراج بیت المقدس پر پہنچا تو وہاں ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا کہ نہیں کوئی خدا سوائے معبودِ برحق کے محمدؐ اس کا رسول ہے میں نے اس کی مدد و نصرت اسکے وزیر کے ذریعہ سے کی میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ میرا وزیر کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ علیؑ ابن ابیطالب جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا تھا میں نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہاں وزیر سے کون مقصود ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ علیؑ ابن ابی طالب۔ جب میں وہاں سے گزر کر عرش الٰہی تک پہنچا تو وہاں بھی اسکی ساقوں پر لکھا ہوا یہی پایا۔ جب میں جنت میں اترا تو اسکے دروازے پر بھی یہی لکھا ہوا تھا کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ محمدؐ میرا حبیب میری مخلوق میں سے ہے میں نے اس کی مدد اس کے وزیر کے ذریعہ سے کی اور اسکی نصرت اسکے وزیر کے ذریعہ سے کی۔

(۴) رسول و نائب رسول و خلیفہ و مستخلف کا آپس میں ایک ہی ہونا، ایک نور کے دو ٹکڑے، ایک درخت کی دو شاخیں

خلیفہ و نائب و جانشین کی سب سے بڑی صفت اور اس کے جانشین ہونے کی موزونیت کی واضح ترین دلیل یہ ہے کہ وہ ہر امر میں اور خصوصاً اس امر میں کہ جس امر کے لئے اس کی خلافت و نیابت قائم کی گئی ہے اپنے اصل کا مثیل و نظیر ہو اور اس کی قائم مقامی کرنے کا اہل ہو جس قدر وہ اپنے اصل کے قریب ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اس کا استحقاق نیابت سمجھا جائے گا۔ ایک عالم کا نائب یا قائم مقام جاہل نہیں ہو سکتا۔ ایک پہلوان کا جانشین اس کی پہلوانی کے اکھاڑے میں ایک مریض و کمزور شخص نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسا کلیہ ہے کہ جو ثبوت کے لئے کسی دلیل و بحث کا محتاج نہیں یہاں تک کہ حکماء کہہ گئے ہیں کہ ؎

میراث پدر خواہی علم پدر آموز

جناب رسول خدا نے اس امر کو بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ وہ اور علیؑ ایک ہیں۔ جب ہی تو حضرت علیؑ کو ہم نفس پیغمبر کہتے ہیں۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ علی مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے محبت کی۔ جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے علیؑ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ آیہ مباہلہ نے اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ جب نفس پیغمبر کی حد کے اندر حضرت علیؑ کو داخل کر دیا۔ ہم حیران ہیں کہ ان سے زیادہ اور کون سے واضح اور موثر الفاظ ہو سکتے تھے کہ جن کے ذریعہ سے آنحضرتؐ ارشاد فرماتے کہ علیؑ میرا خلیفہ و جانشین ہے اور صرف وہی میری خلافت کا اہل ہو سکتا ہے۔ آج کل کے تعلیم یافتہ لوگ شاید کہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی جانشینی کی دستاویز ہی لکھ کر کیوں نہ حضرت علیؑ کو دے دی۔ ہارون الرشید نے ایسا ہی کیا تھا اپنی جانشینی کے متعلق ایک دستاویز لکھ کر اور امین و مامون کے دستخط اس پر کرا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کر دی تھی۔ دنیا جانتی ہے کہ اس دستاویز کا کیا حشر ہوا۔ جب حرص و آرزو خود غرضی و نفسانیت کا سمندر لہریں مارتا ہے تو اس کی امواج تلاطم انگیز کے آگے چار انگل کاغذ کا ٹکڑا کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جناب رسول خدا نے تو وہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ جس کے آگے تحریر کوئی چیز ہی نہیں۔ ایک دستاویز کو گم و ضائع کرنا تو بہت آسان کام تھا۔ اتنے بے شمار اقوال کو لوگوں کے سینوں میں سے زائل کرنا بہت مشکل تھا۔ بہت دبایا۔ بہت گلے گھونٹے۔ لیکن پھر بھی حق جو اس طرح علانیہ اور اس کثرت و تواتر کے ساتھ کہا گیا تھا۔ ظاہر ہو ہی گیا۔ ایسے موثر الفاظ ایسے عمدہ طریقے سے کہے گئے تھے کہ ان کا دب جانا ناممکن تھا۔ اور پھر جناب رسول خدا نے تو یہ بھی دکھا دیا کہ جب تم مجھے تحریر لکھنے ہی نہیں دیتے اور صرف تحریر کے ذکر آنے پر تم میرے لئے ایسے نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہو تو تم میری تحریر

کی کیا وقعت کرتے اگر میری کچھ وقعت تمہارے دل میں ہے تو میرے الفاظ ہی کیا کم ہیں۔ آپ نے اپنے اس مدعا کو نہایت مدبرانہ و عاقلانہ طریقہ سے پورا کیا تاکہ وہ لوگ جو کینے بھی نہ ہوں اور سارا مطلب بھی ظاہر کر دیا جائے۔ لوگوں کے دلوں میں یہی خار گزرتا تھا کہ بنو ہاشم میں نبوت کیوں گئی۔ اگر اس تجویز میں احتیاط سے کام نہ لیا جاتا تو لوگ یہ معلوم کر کے کہ نبوت ہی نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کی بادشاہت بھی بنو ہاشم میں جا رہی ہے تو وہ نبوت سے بھی انکار کر دیتے یہ وہی لوگ تو تھے کہ جنہیں صرف اسلام پر قائم رکھنے کے لئے بہت سی تدابیر اختیار کی جاتی تھیں بہتوں کو مال غنیمت ہی میں سے زیادہ حصہ دیا جاتا تھا تاکہ اسلام کے دائرہ کے اندر تو رہیں خلافت کی دستاویز تو ان کو معلوم نہیں کن باتوں پر آمادہ کر دیتی۔ اور فدک کے لئے دستاویز لکھ کر دی تھی۔ تو اس کا کیا حشر ہوا جو اس کا ہوتا۔

جیسا ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہ نائب یا خلیفہ خلافت کے لئے افضل ترین اور نیابت کے لیے مستحق ترین ہوتا ہے جو اپنے اصل و مستخلف کا نظیر و مثیل ہو۔ لہٰذا کسی صحابیؓ رسول کا سب سے بڑا استحقاق خلافت یہ تھا کہ وہ نورانیت و علمیت و افضلیت و شجاعت و عبادت و ریاضت و سیادت و تقویٰ و زہد و شدت ایمان میں آنحضرتؐ کے دوش بدوش ہو تاکہ آپ کا کام بعینہٖ اسی طرح چلا سکتا جیسا کہ آپ خود چلا رہے تھے۔ اور اس طرح تبلیغ امر رسالت و اشاعت دین حقہ میں آپ کی وفات سے کسی طرح کا انقطاع نہ ہو۔ حضرت علی علیہ السلام کا مثیل و نظیر رسول صلعم ہونا اور آپ کی ہر ایک صفت ذاتی میں آپ کے ہم ردیف ہونا ان الفاظ سے زیادہ اور کن موثر و موقر الفاظ میں جناب رسولخدا ظاہر فرماتے۔ جن الفاظ میں آپ نے حدیث نور بیان فرمائی۔

حدیث نور۔ ابراہیم بن ابی بکر بن ابی الحسن بن محمد بن حمویہ نے اس حدیث نور کو مختلف اسانید و متعدد طرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ہم ان کی کتاب فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین سے نقل کرتے ہیں۔

اخبرنی سید النسابہ عبد الحمید بن فخار الموسوی الحافظ قال حدثنا احمد بن یوسف بن خلاد النصیبی ببغداد قال حدثنا الحارث بن ابی اسامہ التمیمی قال حدثنا داؤد بن المجبر بن محمد قال حدثنا قیس بن الربیع عن عباد بن کثیر عن ابی عثمان الوزی عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خلقت انا و علی بن ابی طالب من نور واحد عن یمین

(اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو)

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ سنا میں نے جناب رسولخدا کو فرماتے ہوئے کہ میں اور علیؑ ایک نور واحد سے پیدا کئے گئے ہیں جو عرش الٰہی کے سامنے خلقت

العرش يسبح الله ويقدسه قبل ان يخلق الله عزوجل آدم باربعة عشر الف سنة فلما خلق الله آدم نقلنا اصلاب الرجال وارحام النساء الطاهرات ثم نقلنا الى صلب عبدالمطلب وقسمنا نصفين فجعل النصف في صلب ابي عبد الله وجعل النصف في صلب عمي ابيطالب فخلقت من ذالك النصف وخلق علي من النصف الآخر واشتق الله تعالى من اسمائه اسما فالله عزوجل المحمود وانا محمد والله الاعلى واخي علي والله فاطر وابنتي فاطمه والله محسن وابناي الحسن والحسين وكان اسمي في الرسالة والنبوة وكان اسمه في الخلافة والشجاعة فانا رسول الله وعلي سيف الله۔

آدمؑ سے چودہ ہزار برس پہلے سے خداوند تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کر رہا تھا جب خداوند تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم اصلاب مردان طاہر وارحام عورات مطہرہ میں سے منتقل کیے گئے یہانتک کہ ہم صلب عبدالمطلب میں منتقل ہوئے۔ وہاں ہم کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا اس کا ایک حصہ یعنی نصف صلب عبداللہ پدرمؑ میں اور دوسرا نصف صلب عموی ابوطالب میں آیا بس میں اس نصف میں سے پیدا کیا گیا جو صلب عبداللہ میں تھا۔ اور میرا بھائی علیؑ اس دوسرے نصف میں سے پیدا کیا گیا جو صلب ابی طالب میں تھا اور ہمارے ناموں کو خداوند تعالیٰ نے خاص اپنے ناموں سے مشتق کیا۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں خداوند تعالیٰ اعلیٰ ہے اور میرا بھائی علیؑ ہے خدا فاطر ہے میری دختر فاطمہؑ ہے۔ خدا حسن ہے، میرے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ مجھے خداوند تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے لئے مختص کیا اور علیؑ بن ابی طالب کو میری خلافت کے لیئے اور شجاعت کے لئے منتخب کیا۔ پس میں رسولؐ اللہ اور علیؑ سیف اللہ ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی صـ۲۸۔

حدیث نور آٹھ صحابیوں سے مروی ہے۔ یعنی حضرت علیؑ امام حسینؑ، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، جابر بن عبداللہ انصاری، عبداللہ بن عباس، ابوہریرہ اور انس بن مالک، ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے نقشہ ذیل مرتب کیا ہے۔ جس سے ایک نظر میں اس حدیث کی صحت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس نقشہ کو ہم نے عبقات الانوار حدیث ولایت سے مرتب کیا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین - حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱	امام زین العابدین علی بن الحسین تابعی	۸۲	امام حسینؑ	بتصریح اخطب خوارزم در کتاب المناقب۔
۲	زاذان ابوعمر الکندی تابعی	۸۲	سلمان فارسی	تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی کتاب المناقب ابن المغازلی کتاب المناقب اخطب خوارزم کفایۃ الطالب یوسف الکنجی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین ۔ حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۳	ابو عثمان الرازی تابعی	۹۸	سلمان فارسی	بتخریج محمد بن علی نطنزی در خصائص علویہ
۴	ابو زبیر محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی تابعی			
۵	عکرمہ بن عبداللہ مولیٰ ابن عباس	۱۰۷	عبداللہ بن عباس	تاریخ بغداد خطیب بغدادی کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی
۶	ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید تابعی		انس بن مالک	زین الفتیٰ عاصمی
۷	امام احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	۲۱۱	سلمان فارسی	تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی
۸	ابو حاتم محمد بن ادریس بن المنذر	۲۷۷	انس بن مالک	زین الفتیٰ فی شرح سورہ ہل اتیٰ۔
۹	عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل	۲۹	سلمان فارسی	زوائد مناقب عبداللہ بن احمد
۱۰	ابو بکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	۴۱۰	امام حسینؑ	اخطب خوارزم در کتاب المناقب
۱۱	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰		
۱۲	ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبد البر	۴۶۳		بہجۃ المجالس وانس المجالس
۱۳	ابو بکر احمد بن علی البغدادی المعروف خطیب	۴۶۳	عبداللہ بن عباس	تاریخ بغداد
۱۴	ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	سلمان فارسی ابوذر غفاری جابر بن عبداللہ	کتاب المناقب
۱۵	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار الدیلمی	۵۰۹	سلمان فارسی	فردوس الاخبار
۱۶	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		حضرت علیؑ امام حسینؑ انس بن مالک	زین الفتیٰ شرح سورہ ہل اتیٰ۔
۱۷	ابو الفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		سلمان فارسی	خصائص علویہ
۱۸	ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار المعروف ابن الدیلمی	۵۵۸	سلمان فارسی	فرائد السمطین ابراہیم بن محمد الحموینی
۱۹	ابو المؤید موفق بن احمد بن ابی سعید المعروف باخطب خوارزم	۵۶۸	امام حسینؑ سلمان فارسی زاذان	کتاب المناقب
۲۰	ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسین بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر	۵۷۱	سلمان فارسی	کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی۔
۲۱	نور الدین ابو حامد محمود بن محمد بن حسین بن یحییٰ الصالحانی		امام حسینؑ	توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل شہاب الدین۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۲۲	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰	امام حسینؑ	فرائد السمطین
۲۳	ابومحمد قاسم بن الحسین بن محمد الخوارزمی	۶۱۷		شرح دیوان ابوالعلاء
۲۴	عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم القزوینی الرافعی	۶۲۴	ابوہریرہ	فرائد السمطین حموینی
۲۵	ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ بن سالم البلعی المعروف بابن سبیع	۶۳۴	حضرت علیؑ	کتاب الاکتفاء وصابی
۲۶	محمد بن یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	عبداللہ بن عباس سلمان فارسی	کفایت الطالب
۲۷	محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری	۶۹۲	سلمان فارسی	ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صـ۱۶۴ـ۔
۲۸	ابوالموید ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	ابوہریرہ عبداللہ بن عباس سلمان فارسی عباد و امام حسینؑ	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
۲۹	شرف الدین محمود بن محمد بن محمود	۷۴۳	سلمان فارسی	نزل السائرین فی احادیث سید المرسلین
۳۰	جمال الدین محمد بن یوسف بن محمود الزرندی	۷۵۰	عبداللہ بن عباس	فرائد السمطین فی فضائل المصطفےٰ والمرتضیٰ والبتول والسبطین اور معارج الوصول الی معرفۃ آل رسول والبتول
۳۱	سید محمد بن جعفر الحسینی		حضرت علی	بحر الانساب
۳۲	سید محمد بن یوسف المعروف گیسو دراز			کتاب الاسماء در سہ صد و چہل و ہفتم و ہفتاد و ہفتم و صد و یکم
۳۳	جلال الدین البخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشت	۷۸۵		ہدایۃ السعداء ملک العلماء دولت آبادی۔
۳۴	سید علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	سلمان فارسی	مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الثالثہ و مودۃ الثامنہ توضیح الدلائل
۳۵	شہاب الدین احمد			
۳۶	ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین عمر دولت آبادی۔	۸۴۹		ہدایۃ السعداء فی جلوۃ الشعراء جلوۂ سابعہ عشر
۳۷	احمد بن علی بن محمد المعروف ابن حجر عسقلانی	۸۵۲	سلمان فارسی	تسدید القوس فی مختصر مسند الفردوس
۳۸	احمد بن محمد الحانی			تیر المناب فی بیان ترتیب الاصحاب

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث نور	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۳۹	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی		حضرت علیؓ و سلمان فارسی	کتاب الاکتفاء
۴۰	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی	۱۰۰۰	عبداللہ بن عباسؓ	اربعین
۴۱	شیخ بن علی بن محمد بن عبداللہ	۱۰۶۲		کنز البراہین الکسبیہ والاسرار الوہبیہ
۴۲	شیخ محمد الواعظ الہروی		سلمان فارسی و علی	ریاض الفضائل
۴۳	سید محمد جلال ماہ عالم			تذکرۃ الابرار
۴۴	محمد صدر عالم سبط شیخ ابو الرضا		حضرت علی و سلمان	معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ
۴۵	حسان الہند غلام علی آزاد بلگرامی	۱۱۵۴		شجرۂ طیبہ
۴۶	احمد بن ابراہیم			جواہر النفائس۔
۴۷	شیخ سلیمان بن ابراہیم المعروف خواجہ کلاں بن محمد المعروف خواجہ القندوزی البلخی			ینابیع المودۃ باب الاول ص۱۱

حدیث شجرہ:- احادیث وہی صحیح ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کی تائید اور توثیق کرتی ہیں چنانچہ حدیث نور کی موئد کئی دیگر احادیث ہیں۔ جن میں سے ایک حدیث شجرہ ہے۔

حدیث شجرہ

اخبرنا الحافظ یوسف بن خلیل بن عبداللہ الدمشقی بحلب اخبرنا محمد بن اسمٰعیل الطرطوسی اخبرنا ابو منصور محمد بن اسمٰعیل الصیرفی اخبرنا ابو الحسین بن ناذشا اخبرنا الحافظ ابو القاسم سلیمان احمد بن ایوب الطبرانی اخبرنا الحسین بن ادریس التستری حدثنا ابو عثمان طالوت بن عباد الصیرفی الیموی حدثنا فضال بن جبیر حدثنا ابو امامہ الباہلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ خلق الانبیاء من اشجار شتی وخلقنی وعلیاً من شجرۃ واحدۃ فانا اصلها وعلی فرعها وفاطمۃ لقاحها والحسن والحسین ثمرها فمن تعلق بغصن من اغصانها نجا و

ہمارے مجمع میں مقام حلب حافظ یوسف بن خلیل بن عبداللہ دمشقی نے ہمیں خبر دی (ترجمہ میں اسماء رواۃ چھوڑ دیئے گئے ہیں)۔

مروی ہے ابو اسامہ باہلی سے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف درختوں سے پیدا کیا۔ لیکن مجھ کو اور علیؑ کو ایک درخت سے پیدا کیا۔ پس میں اس درخت کی جڑ ہوں علیؑ اس کا تنہ ہے۔ فاطمہؑ اس کے پھول ہیں اور حسن و حسینؑ اسکے ثمر ہیں۔ پس جس نے اس درخت

من زاغ عنها هوى ولو ان عبدا عبد الله بين الصفا والمروة الف عام ثم الف عام ثم الف عام لم يدرك محبتنا اكبه الله على منخريه في النار ثم تلى قل لا اسئلكم عليه اجرًا الا المودة في القربىٰ۔

کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو پکڑا تو اس نے نجات پائی اور جو ان سے منحرف ہوا وہ گمراہ ہوا اور اگر کوئی بندۂ خدا صفا و مروہ کے درمیان خداوند تعالیٰ کی عبادت ایک ہزار سال تک کرے اور پھر ایک ہزار سال تک کرے اور پھر ایک ہزار سال تک کرے لیکن ہماری محبت اس کے دل میں نہ ہو تو خداوند تعالیٰ اس کو گلے کے بل دوزخ میں ڈالے گا اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔

محمد بن یوسف بن محمد الکنجی: کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب۔

(اسماء راویان عربی عبارت میں دیکھو)

اخبر الشيخان محمد بن سعيد بن الموفق الخازن النيسابوري ببغداد وابراهيم بن عثمان الكاشغري بنهر معلى قالا اخبرنا الحافظ ابو القاسم على بن الحسن الشافعي اخبرنا ابو يعلى حمزة بن احمد بن فارس بن كروس اخبرنا ابو البركات احمد بن عبد الله بن على المقرى اخبرنا ابو طالب عمر بن ابراهيم بن سعيد الزهري الفقيه اخبرنا ابو بكر محمد بن غريب البزار حدثنا ابو العباس احمد بن موسى بن زنجويه القطان حدثنا عثمان بن عبد الله يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات وعلى تجاهه فادنى الى على فاتينا النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقول ادن منى يا على فدنى منه على فقال اطرح خمسك في خمسي يعني كفك في كفي يا على خلقت انا وانت من شجرة انا اصلها وانت فرعها والحسن والحسين اغصانها فمن تعلق بغصن منها دخل الجنة يا على لو ان امتي صاموا حتى يكونوا كالحنايا وصلوا حتى يكونوا كالاوتاد ثم ابغضوك لاكبهم الله في النار۔

عثمان بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا عرفات میں تھے اور علیؑ انکے سامنے تھے جناب رسولخدا نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ ہم بھی آنحضرتؐ کے نزدیک آگئے آپ نے علیؑ سے کہا کہ میرے نزدیک آؤ۔ علیؑ آپ کے نزدیک ہو گئے۔ تب جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ میں اور تم ایک ہی درخت سے ہیں۔ میں اسکی جڑ ہوں۔ تم اسکے تنہ ہو حسنؑ و حسینؑ اس کی شاخیں ہیں۔ پس جس نے اس درخت کے کسی حصہ سے تعلق رکھا وہ جنت میں داخل ہوا

اے علی اگر میری امت کے لوگ اتنے روزے رکھیں کہ وہ مثل لکڑی کے لاغر ہو جائیں اور اتنی نمازیں پڑھیں کہ مثل کمان کے خمیدہ ہو جائیں اور تجھ سے دشمنی رکھتے ہوں تو خدا ان کو دوزخ میں ڈالے گا

اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں، حاکم نے جابر ابن عبداللہ سے مستدرک علی الصحیحین کتاب التفسیر میں، ابن المغازلی نے عبداللہ بن عباس و جابر ابن عبداللہ سے کتاب المناقب میں، دیلمی نے عبداللہ ابن عباس سے فردوس الاخبار میں، اخطب خوارزم نے جابر ابن عبداللہ سے کتاب المناقب صہ ۳۵ تا ۳۶ میں محمد بن یوسف بن محمود بن الحسن الزرندی نے جابر ابن عبداللہ سے درر السمطین میں شہاب الدین احمد نے جابر ابن عبداللہ سے توضیح الدلائل میں، حسین میبذی نے جابر ابن عبداللہ سے فواتح میں، جلال الدین سیوطی نے جابر بن عبداللہ سے قول الجلی فی فضائل علیؑ میں، ملا علی متقی نے جابر ابن عبداللہ سے کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۹۱ میں ابراہیم عبداللہ الوصابی نے حضرت علیؑ و جابر ابن عبداللہ سے کتاب الاکتفاء میں، جمال الدین محدث نے جابر ابن عبداللہ سے اربعین میں، عبدالروف مناوی نے کنوز الحقائق میں الشیخ بن محمد الجعفری نے کنز البراہین الکسبیہ میں، میرزا محمد معتمد خاں نے جابر ابن عبداللہ و عبداللہ ابن عباس سے مفتاح النجا میں، محمد صدر عالم نے جابر ابن عبداللہ سے معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ میں نظام الدین دہلوی نے جابر ابن عبداللہ سے تحفۃ المحبین میں حتماً و جزماً صحیح تسلیم کر کے نقل کیا ہے۔

حدیث خطاب۔ حدیث نور کی موید ایک اور حدیث ہے۔ جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون صہ ۹۱۔

حدیث خطاب

انبانی معذ اب الائمۃ ھذا قال اخبرنا ابو القاسم نغویہ محمد بن علی بن زبراث المصری قال اخبرنا والدی ابو بکر محمد قال ابو علی عبد الرحمٰن بن محمد بن احمد النیسابوری قال حدثنا احمد بن محمد بن عبداللہ الناینجی البغدادی من مدینوس قال حدثنا احمد بن جریر الطبری قال حدثنی محمد بن حمید الرازی قال حدثنا العلاء بن الحسین الھمدانی قال حدثنا ابو مخنف بن یحییٰ الازدی عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسئل بای لغت خاطبک ربک لیلۃ المعراج فقال خاطبنی بلغۃ علی بن ابی طالب

(اسمائے راویان عربی میں دیکھو)

عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے سوال کیا گیا کہ شب معراج خداوند تعالیٰ نے کس کی زبان میں آپ سے گفتگو کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

فالهمنی ان قلت یارب خاطبتنی ام علی
فقال یا احمد انا شیٔ لا کالاشیاء و
لا اقاس بالناس ولا وصف بالشبہات
خلقتك من نوری وخلقت علیا من نورك
فاطلعت علی سرائر قلبك فلم اجد احدا
الی قلبك احب من علی بن ابی طالب
فخاطبت بلسانہ ۔

خداوند تعالیٰ نے مجھ سے علیؑ ابن ابی طالب کے
لہجہ میں گفتگو فرمائی۔ میں نے سوال کیا کہ خداوند تو
مجھ سے کلام کر رہا ہے یا علیؑ خداوند تعالیٰ کی طرف
سے الہام ہوا کہ اے احمد میں وہ ہوں کہ کوئی شے
میرے جیسی نہیں ہے اور نہ انسانوں کے اوپر
میرا قیاس ہو سکتا ہے اور نہ میری توصیف تشبیہات
و امثلہ سے ہو سکتی ہے۔ میں نے تجھ کو اپنے نور
سے پیدا کیا پس میں نے تیرے دل کی اندرونی حالت کو معلوم کیا تو میں نے پایا کہ تیرے دل میں علیؑ
سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہے۔ لہٰذا میں نے تجھ سے علیؑ کے لہجہ میں گفتگو کی۔

اخطب خوارزم ، کتاب المناقب صفحہ ۲۴ ۔ فرائد السمطین حموینی ۔ شیخ سلمان ؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ
اسلامبول ۔ الباب الخامس عشر ص ۸۲ ۔

(۵) بارگاہِ ایزدی میں اسم محمدؐ و علیؑ کی مقارنت

کشور اجسام میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں اور بارگاہ الٰہی میں مقارنت اسم محمدؐ و علیؑ مسلمہ فریقین ہے۔ اخبارات متعددہ و احادیث متواترہ سے متناً و جزماً ثابت ہے۔ چونکہ اتحاد نور تھا لہٰذا مقارنت اسما بھی لازم آئی۔ بہت سی احادیث متضمن برایں معنی پہلے گزر چکی ہیں۔ چند اب بیان کی جاتی ہیں۔

ابو الحسن احمد بن المظفر الفقیہ الشافعی
رحمۃ اللہ تعالیٰ بقراءتی علیہ فاقر بہ
قلت اخبرکم ابو محمد عبد اللہ بن
محمد بن عثمان المزنی الملقب بابن السقا
الحافظ الواسطی رحمہ اللہ نا ابو یعلی احمد
بن علی بن المثنی الموصلی نا زکریا بن یحیی
الکنانی نا یحیی بن سالم نا اشعث بن عمر
عن الحسن بن صالح وکان یفضل علی الحسن
قال حدثنی مسعر بن کدام عن عطیہ
بن سعد عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مکتوب
علی باب الجنۃ قبل ان یخلق اللہ السموات
والارض بالفی عام محمد رسول اللہ وعلی اخوہ

(اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھیں)

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب
رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ دروازہ جنت
پر ارض و سما کے خلق ہونے کے دو ہزار سال قبل
سے لکھا ہوا ہے کہ محمدؐ رسول اللہ ہے اور اس کا بھائی

کتابِ حِصّہ دوم

سیاستِ عمریہ

خاندانِ نبوّت سے حکومت کو نکالنا

باب سیزدھم:۔ حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کرنے کی تدبیریں اور ان کی کامیابی کی وجوہات۔

تدبیر اوّل۔ علیؑ کے مخالف ایک جماعت کا پیدا کرنا۔
تدبیر دوم۔ حقیقت نبوت کے متعلق خاص عقیدہ قائم کرنا۔
تدبیر سوم۔ حضرت علیؑ کے ساتھ جناب رسولِ خدا کے امتیازی سلوک پر اعتراض کرنا اور لوگوں کے سامنے اس کو غلط پیرایہ میں ظاہر کرنا۔
تدبیر چہارم۔ حسبنا کتاب اللہ۔ جناب رسولِ خدا حکومت کو اپنے خاندان میں منتقل کرنا چاہتے ہیں جس کا نبوت سے کچھ تعلق نہیں۔
تدبیر پنجم۔ قضیۂ قرطاس و قلم۔
تدبیر ششم۔ تخلف از جیش اسامہ۔
تدبیر ہفتم۔ عدم استخلاف کا غلط خیال پیدا کرنا اور پھیلانا۔
تدبیر ہشتم۔ ہنگامہ سقیفہ بنی ساعدہ۔
تدبیر نہم۔ استخلاف عمر۔
تدبیر دہم۔ تجویز شوریٰ۔
تدبیر یازدہم۔ تنقیص شان اہلبیت۔
تدبیر دوازدہم۔ انتزاع فدک۔
تدبیر سیزدہم۔ حضرت علیؑ کے فضائل کا اخفاء اور دوسروں کو ان پر ترجیح و فضیلت دینی۔
تدبیر چہاردہم۔ حضرت علیؑ کے القاب خصوصی پر قبضہ کرنا۔

علیؑ ہے۔ ابن المغازلی کتاب المناقب۔ اخطب خوارزم؛ کتاب المناقب۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی۔ ہدایۃ السعداء شہاب الدین احمد؛ توضیح الدلائل۔ عبدالرحمن صفوری؛ نزہۃ المجالس، بحاجی عبدالوہاب تفسیر۔ محمد صدر عالم؛ معارج العلی۔ میرزا محمد ابن معتمد خان؛ مفتاح النجاہ۔ محمد ابن اسمٰعیل ابن صلاح الامیر روضۃ الندیہ صد۱۰۲ یہ تشریح شعر ـــ وصفاہ کونہ للمصطفٰی ثانیا فی کل ذکر وصفیا

عن ابی ھریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال خلق اللہ تعالی ابا لبشر و نفخ فیہ من روحہ التفت ادم یمینۃ العرش فاذا نور خمسۃ اشباح سجدا و رکعا قال ادم یا رب ھل خلقت احدا من طین قبلی قال لا یا ادم قال من ھؤلاء الخمسۃ الذی اراھم فی ھیئتی و صورتی قال ھؤلاء خمسۃ من ولدک ولولاھم ما خلقتک ھؤلاء خمسۃ شققت لھم خمسۃ اسماء من اسمائی لولاھم ما خلقت الجنۃ ولا النار ولا العرش ولا الکرسی ولا السماء ولا الارض ولا الملائکۃ ولا الانس ولا الجن فانا المحمود وھذا محمد وانا العالی وھذا علی وانا فاطر وھذہ فاطمہ وانا الاحسان وھذا الحسن وانا المحسن وھذا الحسین آلیت بعزتی انہ لا یاتینی احد بمثقال حبۃ من خردل من بغض احدھم الا ادخلتہ ناری ولا ابالی یا ادم ھؤلاء صفوتی بھم انجیھم وبھم اھلکم فاذا کان لک الی حاجۃ فبھؤلاء توسل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نحن سفینۃ النجاۃ من تعلق بنا نجی ومن حاد عنھا ھلک فمن کان لہ الی اللہ حاجۃ فلیسئل بنا اھل البیت۔ حموئی: فرائد السمطین

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جب خداوند تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اپنی روح پھونکی تو آدمؑ نے عرش کی داہنی جانب نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ پانچ نور کی شکلیں سجدہ رکوع کی حالت میں عبادت الٰہی کر رہی ہیں۔ آدمؑ نے بارگاہ رب العزت میں سوال کیا کہ بار الٰہا کیا تو نے مجھ سے پہلے کسی اور کو مٹی سے پیدا کیا ہے جواب ملا کہ نہیں۔ آدمؑ نے سوال کیا کہ پھر یہ کون پانچ میری سی ہیبت وصورت والے ہیں۔ جن کو میں دیکھ رہا ہوں خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پانچ تیری اولاد میں سے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھ کو نہ پیدا کرتا یہ پانچ وہ ہیں جنکے نام میں نے اپنے اسماء سے مشتق کئے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں نہ پیدا کرتا جنت و نار وعرش وکرسی کو اور نہ آسمانوں کو نہ زمین کو نہ ملائکہ کو نہ انس وجن کو۔ میں محمود ہوں یہ محمدؐ ہے۔ میں عالی ہوں یہ علیؑ ہے میں فاطر ہوں یہ فاطمہؑ ہے میں احسان ہوں یہ حسنؑ ہے۔ میں محسن ہوں یہ حسینؑ ہے۔ مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ اگر کسی میں رائی کے دانہ کے قلیل ترین حصہ کے برابر بھی ان میں سے کسی کا بغض ہے تو میں اس کو جہنم میں داخل کروں گا۔ ان کے ذریعہ سے لوگوں کو نجات دوں گا اور ان کی وجہ سے لوگوں پر عذاب نازل کروں گا۔ پس جب تجھے کوئی حاجت ہو تو ان پانچوں کا وسیلہ پکڑ۔ جناب رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہم سفینہ نجات ہیں جس نے اس سفینہ کو پکڑا اس نے نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔ پس جس کسی کو کوئی حاجت

خداوند تعالیٰ سے جو اس کو چاہیئے کہ ہم اہلبیتؑ کے واسطہ سے سوال کرے۔

حدیث مذکورہ بالا کی تائید کلام الٰہی سے ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ اس کی تفسیر میں مفسرین اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ وہ کلمات جن کی برکت و توسل سے حضرت آدمؑ کی خطا بخشی گئی وہ ان ہی پنجتن پاک کے اسمار گرامی تھے۔

فتلقی آدم من ربہ کلمات

(اسمائے رواۃ عربی عبارت میں)

قوله تعالى فتلقى آدم من ربه كلمات اخبرنا احمد بن محمد بن عبد الوهاب اجازة انا ابو احمد عمر بن عبد الله بن شوذب ثنا محمد بن علي بن خلف العطار نا حسين الاشقر نا عمرو بن ابي المقدام عن ابيه عن سعيد بن جبير قال سئل النبي صلى الله عليه وآله وسلم عن الكلمات التي تلقها آدم من ربه فتاب عليه قال سئله بحق محمد وعلي وفاطمه والحسن والحسين الا تبت علي فتاب عليه۔

سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جناب رسولخدا سے لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ کون سے کلمات تھے جو آدمؑ کو خدا نے بتائے اور جن کے ذریعے سے ان کی توبہ قبول کی گئی آپ نے فرمایا کہ آدمؑ نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی کہ بارالہا بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ میری توبہ قبول فرما۔ پس خداوند تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔

ابن المغازلی: کتاب المناقب - میرزا محمد بن معتمد خاں: مفتاح النجا - نطنزی: خصائص علویہ
جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الاول ص ۶۰، ۶۱ -
شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی والقندوزی الحنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول الباب الرابع والعشرون ص ۹۶، ۹۷ -

(۶) جس طرح انبیاء سے رسالت محمدیہ کی تصدیق کے لئے عہد و میثاق لیا گیا اُسی طرح خلافت و ولایت مرتضوی کیلئے ان سے اقرار لیا گیا

انبیاء سے خلافت مرتضوی کا اقرار لیا گیا

خداوند تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔
وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝ فَمَنْ

تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔ پارہ ۳ سورۃ آل عمران ع ۹

ترجمہ :- اے محمدؐ یاد کرکہ جب خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ ہم تم کو جو کچھ کتاب وحکمت عطا کریں اور اسکے بعد وہ رسول آئے جو تمہاری رسالت کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ تو تم سب اس پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا اور نصرت کرنا اور پھر ان سے پوچھا کہ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری رسالت اس شرط پر لیتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ اب خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم سب اسکے گواہ رہو اور ہم بھی تمہارے ساتھ اس کے شاہد ہیں۔ پس اس کے بعد جو اپنے اقرار سے پھر جائے گا وہ فاسقین میں سے ہوگا۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ یہ آیات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ہیں۔ آپ ہی کی تصدیق رسالت کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا۔ احادیث متواترہ بتاتی ہیں۔ کہ اسی طرح تمام انبیاء سے ولایت جناب امیر المومنینؑ کی تصدیق کا عہد لیا گیا تھا۔

عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلےٰ الیہ وبارک وسلم لما اسری بی لیلۃ المعراج فاجتمع علی الانبیاء فاوحی اللہ الیٰ سلھم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتکؐ و الولایت علی بن ابی طالب اوردہ الشیخ المرتضےٰ العارف الربانی شرف الدین علی الھمدانی فی بعض تصانیفہ وقال رواہ الحافظ ابونعیم۔

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ جب شب معراج آسمانوں پر گیا تو وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے میری جانب وحی ہوئی کہ اے محمدؐ ان سے پوچھو کہ تم کن امور پر مبعوث ہوئے تھے۔ پس انہوں نے جواب دیا کہ ہم مبعوث ہوتے تھے اس شہادت پر کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدائے بزرگ و برتر کے اور آپ کی نبوت وعلیؑ ابن ابی طالب کی ولایت کے عہد واقرار پر۔ اس حدیث کا ذکر شیخ مرتضیٰ عارف ربانی الی الہمدانی نے اپنی متعدد تصانیف میں کیا ہے اور نیز حافظ نعیم نے اس کو نقل کیا ہے۔ شہاب الدین احمد؛ توضیح الدلائل۔

اخبرنا ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن الحسین الدینوری حدثنا ابوالفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی حدثنا عبداللہ بن محمد بن غزوان البغدادی حدثنا علی بن جابر حدثنا محمد بن خالد بن عبداللہ ومحمد بن اسمٰعیل قال حدثنا محمد بن فضیل عن محمد بن سوقہ عن ابراھیم عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ

(اسناد عربی عبارت میں دیکھو)

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فرمایا جناب

صلی اللہ علیہ وسلم اتانی ملک فقال یا محمد
سئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا علی
ما بعثوا قال قلت علی ما بعثوا قال علی ولایتک
وولایت علی بن ابیطالب۔

رسولخدا نے کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور پیغام لایا
کہ اے محمد پوچھو کہ ہم نے رسولان سلف کو کس
امر پہ مبعوث کیا تھا۔ میں نے عرض کی کہ ارشاد ہو
جواب ملا کہ وہ مبعوث ہوئے تمہاری اور علی بن
ابی طالب کی ولایت کے اقرار پر۔

الثعلبی۔ تفسیر در ذیل آیۂ اذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیہ اخطب خوارزم۔ کتاب المناقب۔
شیخ عبدالوہاب؛ تفسیر النوری در ذیل آیہ متذکرہ بالا آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ
فی القربیٰ دیلمی؛ فردوس الاخبار۔ علی الہمدانی؛ مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ
شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی نے مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز میں اس حدیث کو
معہ دیگر احادیث کے نقل کیا ہے۔ اس بیت کی شرح میں۔

ز ہر سایہ کہ اول گشت حاصل ٭ در آخر شد یکے دیگر مقابل

آپ فرماتے ہیں۔
چنانچہ از سیر و دور خورشید حقیقت حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در نقاط درجات ارتفاع
از شرق ہوت از ہر نقطہ سایہ و تعین کامل ظہور یافتہ بود تا بزبان آنحضرت کہ وقت استوار بود رسید
سایہ پنہاں شد و چوں آں خورشید از استوار در گذشت در بجانب انحطاط کرد در مقابل ہر شخصے را
اشخاص انبیاء علیہم السلام تعینے و تشخیصے از اولیاء واقع تواند بود چہ در دائرہ در مقابل و محاذی
ہر نقطہ از نقاط شرقی نقطہ از نقاط غربی البتہ میباشد۔ مثال آنکہ نسبت با زمانہ حضرت محمدی علیہ وعلی آلہ
السلام در جانب نبوت کہ بشابہ مشرق تصویر نمودہ شد ہیچ نبی مرسل از حضرت عیسےٰ علیہ السلام اقرب
نبود وانی اولی الناس بعیسی ابن مریم فانہ لیس بینی وبینہ نبی واز جانب مغرب کہ طرف
ولایت است ظہور سر ولایت حضرت مرتضیٰ گشت کہ ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مومن
من بعدی وایضا لکل نبی وصی ووارث وان علیا وصیی ووارثی ایضا۔ انا اقاتل علی
تنزیل القرآن وعلی یقاتل علی تاویل القرآن۔ وایضا یا ابا بکر کفی وکف علی فی العدل سواء
وایضا انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب وایضا انا وعلی من شجرۃ
واحدۃ والناس من اشجار شتی وایضا قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء فاعطی علی تسعۃ
والناس جزءا واحدا وایضا اوصی من امن بی وصدقنی بولایۃ علی بن ابی طالب
فمن تولاہ فقد تولانی ومن تولانی فقد تولی اللہ وایضا لما اسری بی لیلۃ المعراج فاجتمع
علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ تعالےٰ الی سلہم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا
بعثنا فقالوا بعثنا علی شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایۃ
لعلی بن ابی طالب نیز ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس عشر صہ ۵۲۔

الباب السادس والخمسون صـ۲۳۸

(۷) جناب رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ اس امت کے دو باپ ہیں جو حقوق جناب رسولؐ خدا کو اس امت پر حاصل ہیں وہی حقوق جناب علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہیں۔

رسولؐ و علیؑ امت کے دو باپ

اخرج موفق الخوارزمی بثلاثۃ طرق عن جابر بن عبداللہ وعن عمار بن یاسر وعن ابی ایوب الانصاری قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق علی علی المسلمین حق الوالد علی ولدہ۔ ایضاً اخرجہ الحموینی عن عمار وعن ابی ایوب وعن انس اخرج ابن المغازلی عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی حقک علی المسلمین کحق الوالد علی ولدہ وفی المناقب عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ قد فرض علیکم طاعتی ونہاکم عن معصیتی وفرض علیکم طاعۃ علی بعدی ونہاکم عن معصیۃ و ھو وصیی ووارثی وھو منی وانا منہ حبہ ایمان وبغضہ کفر محبہ محبی ومبغضہ ومبغضی وھو مولی من انا مولاہ و انا مولی کل مسلم ومسلمۃ وانا وھو ابوا ھذہ الامۃ۔

موفق خوارزمی نے تین طرق سے جابر ابن عبداللہ و عمار بن یاسر و ابوایوب الانصاری سے روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ علیؑ کا حق مسلمانوں پر مثل باپ کے حق کے اپنی اولاد پر ہے اور یہی روایت حموینی نے عمار و ابوایوب و انس سے معہ اسناد کے نقل کی ہے ابن المغازلی نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ مسلمانوں پر تمہارا حق ایسا ہے جیسا اولاد پر اسکے باپ کا۔ مناقب میں علی ابن الحسین کے سلسلہ سے حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ بہ تحقیق خدا نے تمہارے اوپر میری اطاعت فرض کی ہے اور میری نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے اور اسی طرح اس نے میرے بعد علیؑ کی اطاعت تم پر فرض کی ہے اور اس کی نافرمانی سے تمکو منع کیا ہے اور وہ میرا وصی و وارث ہے وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ علیؑ کی محبت ایمان ہے۔ علیؑ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اس کا دوست میرا دوست ہے اس سے بغض و عناد رکھنے والا میرا دشمن ہے وہ ان سب کا آقا و حاکم ہے جن کا میں آقا اور حاکم ہوں اور میں ہر مسلم و مسلمہ کا حاکم و آقا ہوں میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں۔

شیخ سلمان بلخی القندوزی: ینابیع المودۃ۔ الجزء الاول الباب الحادی والاربعون صـ۱۲۳ مطبوعہ اسلامبول دیلمی: فردوس الاخبار۔ مناوی کنوز الدقائق۔ ابن المغازلی کتاب المناقب۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس صـ۱۷۲ مولوی عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ باب چہارم صـ۴۹۵ طبع دوم: تاج الدرر شرح قصیدہ بردہ در شرح

شعر ۵ اهل امته فی حرز ملته کاللیث حل مع الاشبال فی الاجم

شیخ سلیمان قسطنطنیہ کے مفتی اعظم تھے۔ خدا ان کا بھلا کرے۔ ان احادیث کو ایک جگہ جمع کر کے ان کی تصدیق و توثیق کر دی۔ ان سے زیادہ اور کیا صاف و صریح الفاظ ہو سکتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی اطاعت مطلق خداوند تعالیٰ نے امت محمدیہ پر واجب کر دی۔ **بعدی** کا لفظ ملاحظہ ہو۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ علیؑ کی اطاعت میرے بعد تمہارے اوپر واجب ہے۔ سقیفہ والوں کے لئے کب جائز تھا کہ علیؑ کی حکومت سے اعراض کر کے اوروں کی اطاعت کا جُوا اپنی گردن پر رکھتے وہ فرزند ناخلف بلکہ عاق کرنے کے قابل ہو گا جو اپنے باپ پر حکومت کرنا چاہے واقعی جناب رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ نے امت کی تربیت و پرورش باپ کی طرح کی تھی۔ اور اس ہی اطاعت کے وہ مستحق تھے۔

(۸) جناب رسولؐ خدا اور علی مرتضیٰؑ کا ایک ہونا۔ ایک جان دو قالب

اپنی اور علیؑ کی ذات و نفس کو ایک ہی بیان کرنے میں آنحضرتؐ نے خاص تکرار و تاکید سے کام لیا ہے۔ تاکہ لوگوں کے اوپر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ محمدؐ و علیؑ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر ان میں سے ایک رحلت کر جائے تو دوسرا اس کی جگہ بیٹھ سکتا ہے اور اس کا قائم مقام ہو سکتا ہے بہت سی احادیث اور کئی آیات قرآنی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ آیۂ مباہلہ، حدیث نور، حدیث شجرہ وغیرہ چند مثالیں ہیں۔ کچھ احادیث ہم یہاں تحریر کرتے ہیں۔

(۱) علیؑ منی وانا منه ولا یودی عنی الا انا او علی۔

ثنا یحیی بن آدم وابن ابی بکیر قال ثنا اسرائیل عن ابی اسحاق عن حبشی بن جنادہ قال یحیی بن آدم السلولی وکان قد شهد یوم حجة الوداع قال قال رسول اللهؐ صلی الله علیه وسلم علیؑ منی وانا منه ولا یودی عنی الا انا او علی۔

(اسمار رواۃ عربی عبارت میں دیکھو) حبشیؓ بن جنادہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ علی مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میری اس امانت (رسالت) کو سوائے میرے یا علیؑ کے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا۔ راوی اول حجۃ الوداع کے دن موجود تھا۔ جب آپ نے یہ فرمایا

امام احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص۴۸۲ والجزء الرابع ص۱۶۴، ۱۶۵۔ الجزء الخامس ص۲۰۴۔ سنن ابن ماجہ: الجزء الاول ص۵۶۔ شبلنجی: نور الابصار ص۷۱۔ علی المتقی: کنز العمال: الجزء السادس ص۱۵۳ حدیث ۲۵۲۱۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی حدیث السادس ص۷۳ وحدیث الثامن والثلاثون ص۷۵۔ حاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص۱۲۰۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص۱۷۴، ۱۷۴۔ ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایہ فی التاریخ الجزء السابع ۲۲۴، ۳۴۴، ۳۵۶۔ شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب السابع ص۵۴ لغایت ۵۶ مطبوعہ اسلامبول حسن علی محدث۔ تفریح الاحباب ص۲۱۹، ۳۴۹۔ مسند زید ابن علی حدیث ۹۷۲، ۹۷۲، ۹۷۴۔

علی اور رسولؐ ایک ہیں۔ علی منی وانا منه

شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ؛ مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی رضی اللہ عنہ ص ۵۶۴ عبدالحق محدث دہلوی؛ اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص۳۹۸ مطبوعہ بمبئی۔ سنن ترمذی؛ ک ۴۶ ب ۱۹، ۲۰ میرزا محمد ابن معتمد خاں بدخشانی؛ نزل الابرار ص۹ صحیح بخاری؛ الجزء الثانی باب مناقب علی؛ بغوی؛ مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص۲۷۵ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص ۱۹۰۔ ابن تیمیہ منہاج السنۃ الجزء الثالث ص۱۱۸ سبط ابن الجوزی تذکرۃ خواص الامۃ۔ الباب الثانی ص ۲۲، ۲۳، (۱) بوقت تفویض سورۃ براءۃ (۲) بوقت جنگ احد (۳) حجۃ الوداع۔ یوم غدیر خم (۴) دعوۃ ذی العشیرہ اخطب خوارزم کتاب المناقب ص ۹۷۔ محمد صبان مصری؛ اسعاف الراغبین ص۱۴۲۔ جلال الدین سیوطی؛ جامع الصغیر۔ ابن الاثیر۔ جامع الاصول۔ ابراہیم وصابی؛ کتاب الاکتفار۔ عبدالروف مناوی۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق۔ مولوی ولی اللہ لکھنوی۔ مرأۃ المومنین عجیلی؛ ذخیرۃ المآل۔ محمد بن یوسف الکنجی۔ کفایت الطالب ص ۹۱۔ احمد بن الشعیب النسائی؛ کتاب الخصائص۔ سخاوی؛ مقاصد حسنہ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص۳۹۰ شیخ بن عبداللہ العیدروس؛ عقد نبوی۔ محمد مبین۔ وسیلۃ النجاۃ ص ۸۴۔

من فارق علیا فارقنی

(ب) من فارق علیا فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزّ وجل

عن ابن عمر رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق علیا فارقنی ومن فارقنی فارقہ اللہ عزوجل۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے مجھ کو چھوڑا اور جس نے مجھے چھوڑا اس کو خدا نے چھوڑا۔

الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۴، ۱۴۶۔ محب الدین طبری؛ ریاض النضرۃ الجزء الثالث۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۹۷۔ شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب العشرون ص۱۰۹ علی المتقی؛ کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۴ احادیث ۲۵۹۲۔ لغایت ۲۵۹۴۔ میرزا محمد ابن معتمد خان بدخشانی۔ نزل الابرار ص ۲۴۔ دیلمی؛ فردوس الاخبار۔ محمد بن اسمٰعیل۔ صلاح الامیر۔ روضۃ الندیہ ص ۹۲۔ محمد صدرالدین حنفی؛ روائح المصطفیٰ ص ۱۸۔

من حسد علیا فقد حسدنی

(ج) من حسد علیا فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر۔

عن انس رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حسد علیا فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر۔

انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ جس نے علیؑ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا

علی المتقی؛ کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۹ احادیث ۲۶۶۹۔

من ینتقص علیا فقد ینتقصنی

(د) من ینتقص علیا فقد ینتقصنی۔

عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ینتقص علیا ینتقصنی۔

بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جس نے علیؑ کی تنقیص شان کی اور انکو ان کے درجہ سے گرایا اس نے میری تنقیص شان

کی اور میرے درجہ سے مجھ کو گرایا۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الخامس ص ۳۴۷۔

من اطاع علیاً اطاعنی

۱۶ من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی (اسماء رواۃ عربی میں دیکھیں)

حدثنا ابو العباس محمد یعقوب ثنا ابراھیم بن سلیمان البرسی ثنا احمد بن اسمٰعیل ثنا یحیی بن یعلی ثنا بسام الصیرفی عن الحسن بن عمرو الفقیمی عن معاویہ بن ثعلبہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن اطاعک فقد اطاعنی ومن عصاک فقد عصانی۔

حضرت ابوذر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ جناب رسول خدا نے علیؑ سے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے اے علی تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ صہ۱۲۱، ۱۲۸۔ محب الدین طبری ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۶۷۔ شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث والاربعون ص ۱۲۸۔ علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۵۹۱۔ میرزا محمد ابن معتمد خاں بدخشانی: نزل الابرار ص ۲۳ مولوی محمد مبین: وسیلۃ النجاۃ ص ۹۲۔

من اذی علیاً اذانی

(۱۷) من اذی علیاً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔

عن عمرو بن شاس الاسلمی وکان من اصحاب الحدیبیہ قال خرجت مع علی الی الیمن فجفانی سفری حتی وجدت فی نفسی علیہ فلما قدمت اظہرت شکایتہ فی المسجد حتی بلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدخلت المسجد ذات غدوۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ناس من

عمرو بن شاس الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں علیؑ کے ساتھ یمن گیا تھا۔ مجھ کو سفر میں ان سے کچھ رنج پہنچا۔ جب میں واپس آیا تو مسجد میں ان کی شکایت کی جو رسول خدا تک پہنچی دوسرے دن مسجد میں داخل ہوا۔ آنحضرتؐ بھی اصحاب کے ہمراہ لوگوں میں تھے۔ آنحضرت نے مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو جناب رسول خدا نے مجھ سے فرمایا

اصحابہ فلما رآنی ابد لی عینیہ یقول حدد الی النظر حتی اذا جلست قال یا عمرو واللہ لقد اذیتنی قلت اعوذ باللہ ان اوذیک یا رسول اللہ قال بلی من اذی علیا فقد اذانی ۔

کہ اے عمرو قسم بخدا تو نے مجھ کو تکلیف و ایذا دی میں نے جواب دیا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کو ایذا دوں۔ آپ نے فرمایا ہاں تو نے مجھ کو ایذا دی کیونکہ جس نے علیؑ کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص ۴۸۳ علی متقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۲۔ حدیث ۲۵۱۹ و ص ۳۹۹ حدیث ۶۰۸۲۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث السادس عشر ص ۷۳۔ محمد یوسف الکنجی: کفایت الطالب الباب الثامن و السبعون ص ۱۴۳ و ۱۴۴۔ محب الدین طبری ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۶۔ الحاکم مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۲۔ شبلنجی: نور الابصار ص ۷۳۔ ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۴۶۔ ابن عبد البر: الاستیعاب۔ الجزء الثانی ص [illegible]۔ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۲۱۳۔ ۲۲۱۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص ۱۱۲ [illegible]۔ سبط ابن الجوزی: تذکرۃ خواص الامۃ الباب الثانی فی ذکر فضائلہ علیہ السلام ص ۲۰۔ مولوی صدر الدین حنفی: روائح المصطفےٰ ص ۱۷۔ ابو یعلی: مسند۔ ابن صبان مالکی: اسعاف الراغبین ص ۱۴۵۔

عن مصعب بن ابی وقاص قال کنت انا ورجلان فی المسجد فنلنا من علی فاقبل رسول اللہ غضبان اعرف فی وجہہ الغضب فقلنا نعوذ باللہ من غضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی ولکم من اذیٰ علیاً فقد اذانی ۔

مصعب بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ایک دن میں اور دو اور شخص مسجد میں بیٹھے۔ وہ دونوں علیؑ سے جھگڑ پڑے اتنے میں جناب رسول خدا غصہ کی حالت میں تشریف لائے اور خفگی کے آثار چہرہ اقدس پر نمایاں تھے۔ ہم نے کہا کہ خداوند تعالیٰ اپنے رسولؐ کے غضب سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ آپ نے فرمایا مجھے اور تمہیں بھی جس نے علیؑ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص ۲۶۔

(۱۷) من سب علیاً فقد سبنی ۔

من سب علیاً فقد سبنی ۔

عن ام المومنین ام سلمہ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سب علیاً فقد سبنی ۔

ام المومنین ام سلمہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے سنا کہ جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

الحاکم مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۱۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۶۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثامن عشر ص ۷۴۔ شبلنجی: نور الابصار ص ۷۲۔ امام احمد حنبل: مسند الجزء السادس ص ۳۲۳۔ شیخ سلیمان بلخی

مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ باب السادس صہ ۴۸۔ ابن کثیر دمشقی۔ البدایۃ والنہایہ فی التاریخ
الجزء السابع صہ ۳۵۴ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صہ ۱۵۱ حدیث ۲۵۲۱ و صہ ۴۰۱۔ حدیث ۶۰۹۷
حسن علی محدث: تفریح الاحباب صہ ۳۵۲۔ امام نسائی: خصائص علویہ صہ ۵۵ مولوی صدر الدین حنفی
روائح المصطفیٰ صہ ۱۷۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص ۱۰۰، ۱۲۱۔ کفر من سب علیاً۔ کفایت
الطالب باب العاشر ص ۲۷۔

یہ حدیث علاوہ ام سلمہ کے کئی اور صحابیوں سے مروی ہے۔ مثلاً ابن عباس۔ ابوہریرہ
زید ابن خالد وغیرہم۔

ج) من احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن اغضب علیاً فقد
اغضبنی ومن اغضبنی فقد اغضب اللہ عزوجل۔

عن ام سلمہ قالت اشھد انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللہ عزوجل۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے مجھ سے محبت کی اس نے خدا سے محبت کی جس نے علیؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا اور جس نے مجھے غضبناک کیا اس نے خدا کو غضبناک کیا

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۳۰، ۱۴۲۔
محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی الباب الرابع فصل السادس ص ۱۶۵ لغایت ۱۶۷۔
ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ الجزء الثانی ص ۴۶۴۔ شبلنجی: نور الابصار ص ۷۲، ۷۳
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الرابع فصل ۳ ص ۷۴، حدیث السابع عشر ص ۷۴
علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۲۔ حدیث ۲۵۲۰ ص ۱۵۸۔ حدیث ۲۶۴۳۔ ص ۳۹۱۔
حدیث ۵۹۹۵۔ ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۲ شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ۔
ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب السادس ص ۴۷۔ والباب العشرون ص ۹۰، ۹۱۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۱۷۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب حبیبک حبیبی وحبیبی حبیب اللہ وعدوک عدوی وعدوی عدو اللہ والویل لمن ابغضک بعدی۔

جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہارا دوست میرا دوست اور میرا دوست خدا کا دوست ہے۔ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ ہزار خرابی ہے اس کے لئے جو میرے بعد تم سے بغض و عداوت کرے گا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۶۷۔

علوم منقول و معقول کے عروج و انحطاط کے مطابق اس بحث کے طریقے بھی بدلتے رہے ہیں۔ ایک وُہ زمانہ تھا کہ جب علم قرآن و حدیث عام تھا۔ ہر ایک مکتب سے قال اللہ و قال الرسول کی دلآویز آوازیں آیا کرتی تھیں۔ باستثنائے چند خوارج کے اس زمانہ کے لوگ چاہے وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی حدیث و قرآن کی واقفیت کی وجہ سے حضرت علیؑ کے درجہ فضیلت و اہل بیت رسولؐ کی عظمت سے واقف تھے۔ جانتے تھے کہ اس سے انکار کرنا ایمان میں خلل ڈالتا ہے۔ لہٰذا جا بجا اُن کی کتابوں میں اس کا اعتراف ملے گا۔ اور جب کبھی وُہ خلافت کے موضوع پر کتابیں لکھتے تھے تو سوائے اس کے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کی معذرت پیش کریں اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اس کے بعد جب جہالت کا زمانہ شروع ہوا تو ان لوگوں کی تحریر و تقریر میں ایک نمایاں فرق نظر آنے لگا۔ جوں جوں حدیث و قرآن کی طرف سے بے توجہی ہوتی گئی حضرت علیؑ سے بے رخی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وُہ بے رُخی اب اس انتہائی جہالت کے زمانہ میں صریح عداوت سے مُبدّل ہو گئی ہے۔ اب بجائے اس کے کہ حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے کی معذرت پیش کریں حضرت علیؑ کی تحقیر و توہین کرتے ہیں۔ اُن کے خیال میں حضرت علیؑ کی منزلت گھٹانے سے حضرات شیخین کی عظمت بڑھتی ہے۔ مذہبی ہٹ دھرمی کے اُوپر جہالت کی ہٹ دھرمی کا بھی اضافہ ہو گیا ہے اور اب ایک تحریک ایسی شروع ہوئی ہے۔ کہ احادیثِ رسولؐ ہی سے انکار کرتے ہیں۔ اس تحریک کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ حضرت علیؑ

الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم ترکی؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس ص ۴۷ والباب العشرون ص ۹۱ مرزا محمد ابن معتمد خاں؛ نزل الابرار ص ۲۲ و ۲۳۔ سید علی الہمدانی؛ مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الا بابعہ۔

عن زید بن ارقم قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من احب ان یحیی حیاتی ویموت موتی ویسکن الجنۃ الخلد التی وعدنی ربی فان ربی عزوجل غرس قصباتہا بیدہ، فلیتول علی بن ابی طالب فانہ لن یخرجکم من ھدی ولن یدخلکم فی ضلالۃ۔

زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی کی طرح اس کی زندگی ہو اور میری موت کی طرح اس کی موت ہو اور اس جنت الخلد میں اس کو رہائش ملے جس کا وعدہ میرے خدا نے مجھ سے کیا ہے اور جس کو خود اس نے اپنے ید قدرت سے آراستہ کیا ہے تو اس کو چاہیے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ سے محبت کرے۔ کیونکہ وہ تم کو کبھی ہدایت سے باہر نہ نکالے گا اور نہ ضلالت میں داخل کرے گا۔

علی المتقی؛ کنز العمال؛ الجزء السادس ص ۱۵۵ حدیث ۲۵۷۷، حدیث ۲۵۷۸۔ الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث والاربعون ص ۱۲۷، ۱۲۸۔ ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون ص ۱۲۶، ۱۲۷ مطبوعہ اسلامبول۔ نیابیع المودۃ میں الباب السابع اس عنوان سے قائم کیا ہے ان علیا کرم اللہ وجہہ کنفس رسول اللہ صلعم میرزا محمد ابن معتمد خاں؛ نزل الابرار ص ۲۳۔ حافظ ابو نعیم؛ حلیۃ الاولیاء۔ المجلد الاول ص ۸۶۔

احادیث پر غور

یہ احادیث نہایت غور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ ہر ایک امر میں خلیفہ کا مستخلف جیسا ہونا ان سے بہتر الفاظ میں نہیں بیان ہو سکتا تھا۔ اور یہی بات جانشینی اور خلافت کے لئے شرط اولین ہے۔ آپ نے نہایت صریح الفاظ میں فرمادیا کہ میرے کام کو علیؑ اس طرح کر سکتا ہے کہ جس طرح میں کررہا ہوں اور علیؑ کے علاوہ کوئی اور اس کام کو کر ہی نہیں سکتا۔ علی منی وانا منہ ولا یودی عنی الا انا او علی۔ یہ امانت جو خدا کی طرف سے مجھے ملی ہوئی ہے۔ میرے اور علیؑ کے علاوہ کوئی پوری ہی نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ علیؑ کی اطاعت میری اطاعت ہے اور علیؑ کی نافرمانی میری نافرمانی کرنے کے برابر ہے اور چونکہ آپ یہ بات بحوالہ امر رسالت فرما رہے تھے۔ لہذا آپ نے فرمایا کہ علیؑ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور علیؑ کی نافرمانی کرنا خدا کی نافرمانی کرنے کے برابر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ان سے زیادہ مشرح اور مفصل اور کونسے الفاظ ہو سکتے تھے۔ یہ بات امت کے ذہن نشین کرانے کے لئے کہ علیؑ اس امر میں میرا جانشین ہے۔ اگر تم اس بات پر علیؑ سے حسد کرو گے تو وہ مجھ سے کرنے کے مترادف ہوگا اور تم علیؑ کو چھوڑ کر کسی اور طرف جاؤ گے تو وہ گویا میرا چھوڑنا ہوگا۔ یعنی تم جادۂ مستقیم سے ہٹ جاؤ گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ آنحضرتؐ کی یہ پیش گوئی جو محض ایک دور بینی تھی۔ کس طرح حرف بحرف پوری ہوئی۔ علیؑ

کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف جانیوالوں نے علیؑ کو تو چھوڑا ہی تھا۔ جسد اطہر رسولؐ کو بھی بے غسل و کفن ساتھ ساتھ ہی چھوڑنا پڑا۔ کارکنان قضاء و قدر نے جتا دیا کہ دیکھو جو علیؑ کو چھوڑے گا اس کے لئے رسولؐ خدا کا چھوڑنا ضروری ہو جائے گا اور جادۂ مستقیم تو ایسا چھوٹا کہ تیرہ سو برس سے بھٹکتے پھرتے ہیں اور صراط مستقیم نظر نہیں آتی۔

یک لحظہ غافل گشتم صد سالہ راہم دور شد

(۹) محبوب محبوب خدا کا درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں

محبوبیت و قرب خداوندی بھی نبوت کا مابہ الامتیاز ہے۔ للٰہذا نبی کے جانشین و نائب کے لئے ضروری ہے کہ اسے اس نعمت میں سے بھی حصہ وافر ملا ہو۔ ظاہر ہے کہ وجہ محبوبیت زہد و اتقاء عبادت و طہارت ہو گی۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ بیشمار احادیث ہیں جن سے ثابت ہے کہ خدا و رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین خلق جناب علی مرتضیٰؑ تھے بہت سی احادیث ہم پہلے نقل کر چکے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ علیؑ سے محبت کرنا خود جناب رسولؐ خدا سے محبت کرنا ہے۔ خود جناب عائشہ حضرت علیؑ کی نسبت فرماتی ہیں۔ کہ کان احب الناس الی الرسول اللہ۔ یعنی حضرت علیؑ کو جناب رسولؐ خدا تمام دنیا میں سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور وہ آنحضرتؐ کے محبوب ترین خلق تھے۔ ملاحظہ ہو۔

احب الناس الی الرسول اللہ۔

علی المتقی۔ کنز العمال۔ الجزء السادس صـ۴۰۰ حدیث ۶۰۹۴ و صـ۴۰۰ حدیث ۱۳۰۰۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث دوئم صـ۷۲۔ حسن علی محدث: تفریح الاحباب۔ معہ ترجمہ ص ۴۴۵-۲۴۵۔ ابن کثیر دمشقی: البدایۃ والنہایہ فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۳۵۴۔ خصائص نسائی۔ ۶۰۔ نعمان بن بشیر و سنن ترمذی۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ص ۱۲۷ اسعاف الراغبین صـ۱۶۱۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل السادس صـ۱۶۱ ص ۱۸۰، ۲۰۳، ۲۱۲۔

حب علی

حب علیؑ۔ حب علیؑ کا جو فریضہ مسلمانوں کے اوپر اسلام میں قائم کیا گیا ہے۔ اس سے بھی حضرت علیؑ کی منزلت بارگاہ ایزدی میں اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کو معیار ایمان قرار دیا گیا ہے۔ اور فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ جس شخص میں حب علیؑ نہیں ہے وہ کافر ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب لا یحبک الا مومن ولا یبغضک الا منافق۔

جناب رسولؐ خدا نے علیؑ بن ابی طالب سے فرمایا کہ نہیں دوست رکھے گا تجھ کو لیکن مومن اور نہیں تجھ سے بغض رکھیگا۔ لیکن منافق۔

امام احمد حنبل، مسند الجزء الخامس صـ۲۵۱ و ۳۵۹۔ الجزء الاول ص ۸۴، ۱۲۸ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صـ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۶، ۲۵۰۲ و صـ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۲۔ محب الدین طبری ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع الفصل التاسع صـ۲۱۴۔ میرزا محمد ابن معتمد خاں: نزل الابرار صـ۲۳۔ روضۃ الندیہ

ص ۷۵ ۔ صحیح مسلم : کتاب الایمان الجزء الاول ص ۶۱ مطبوعہ مصر معرب الباب الدلیل ۔ علی ان حب الانصار و علی من الایمان ۔ ابن ابی الحدید : شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۱۶۰ ، ۳۷۱ ۔ ابن حجر عسقلانی : فتح الباری ۔ الجزء السابع ص ۵۸ ۔ حسن علی محدث : تفریح الاحباب مترجم ص ۳۰۶ ، ۳۱۱ ۔ محمد بن احمد الذہبی : تذکرۃ الحفاظ المجلد الاول ص ۱۰ ۔ شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ : ینابیع المودۃ الباب الرابع والاربعون ص ۱۳۲ شیخ یوسف بن اسمٰعیل رئیس محکمۃ الحقوق فی بیروت الشرف المؤبد لآل محمد ص ۲ ۔ سنن ابن ماجہ الجزء الاول ص ۵۵ ۔ شرح زرقانی علی مواہب الدنیہ الجزء الاول ص ۲۹ ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ مطبوعہ بمبئی ص ۳۶۸ جلد چہارم احمد شہاب الدین الخفاجی : نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض الجلد الثالث ص ۴۵۷ شبلنجی : نور الابصار ص ۷۱ ۔ شمس الدین الجزری ۔ اسنی المطالب ص ۷ ۔ سید صدر الدین : روائح المصطفٰے ص ۱۷ ۔ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ ۔ مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب علی ص ۵۶۳ ۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یبغض علیاً مومنٌ ولا یحبہ منافق ۔

جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو مومن ہوگا وہ علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہ علیؑ سے محبت نہیں کرے گا۔

ابن حجر عسقلانی : فتح الباری شرح صحیح بخاری ۔ الجزء السابع ص ۵۸ علی المتقی : کنز العمال ۔ الجزء السادس ص ۱۵۸ احادیث ۲۶۴۵ ، ۲۶۴۶ ، ۲۶۴۷ ، ۲۶۴۸ ۔ شمس الدین الجزری : اسنی المطالب ص ۷ سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۱۷ ۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر ۔ روضۃ الندیہ ص ۵ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ : ینابیع المودۃ ۔ الباب السادس ص ۴۷ ، ۴۸ ۔ شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ مشکوٰۃ المصابیح باب ۔ مناقب علی ۔ الفصل الثالث ص ۵۶۴ ۔ امام بغوی مصابیح السنۃ ۔ الجزء الثانی ص ۲۷۵

عن جابر ابن عبداللہ و ابی ذر ما کنا نعرف المنافقین علی عہد رسول اللہ الا ببغضھم علیاً ۔

جابر ابن عبداللہ اور ابو ذر سے مروی ہے کہ زمانہ رسولؐ میں ہم منافقین کو صرف بغض علیؑ ابن ابی طالب سے شناخت کرتے ہیں۔

بغض علیؑ علامت نفاق

ابن عبدالبر : الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۔ الجزء الثانی ترجمہ علی ابن ابی طالب ص ۲۱۵ ، ۴۷۶ ، ۴۷۷ سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ ۔ الباب الثانی ص ۱۷ عن ابی الدرداء ۔ احمد حنبل : مسند الجزء الاول ص ۷۷ ، ۸۴ ، ۹۵ ، ۱۲۸ ۔ الجزء الخامس ص ۲۵۰ ، ۳۵۹ ، ۳۶۶ والجزء السادس ص ۲۹۲ ۔ محب الدین الطبری : ریاض النضرۃ ۔ الجزء الثانی ۔ باب الرابع ۔ فصل التاسع ص ۲۱۴ ، ص ۲۱۵ باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۵ ، ۱۶۶ ۔ ابن حجر مکی : صواعق محرقہ ۔ باب التاسع ۔ فصل الثانی ۔ حدیث الثامن ص ۷۳ و حدیث الثانی والثلاثون ص ۷۵ حدیث السابع عشر ص ۱۲۴ ۔ شبلنجی : نور الابصار ص ۷۱ ، ۷۳ ، ۷۲ الحاکم : مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۸ ، ۱۲۹ ، ۱۳۰ ۔ علی المتقی : کنز الاعمال الجزء السادس ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۷۳ ۔ محمد ابن جبان مالکی ۔ اسعاف الراغبین ص ۱۴۴ ؛ شیخ سلیمان

بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ الباب السادس ص ۴۷۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۲۱۱۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو اجتمع الناس علی حب علی ابن ابی طالب لما خلق اللہ النار۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اگر لوگ حب علیؑ ابن ابی طالب پر جمع ہو جاتے تو خداوند تعالیٰ دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب۔ ص ۲۹۷۔ شیخ سلیمان بلخی مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص ۱۵۲

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب علی حسنۃ لا تضر معہا سیئۃ وبغضہ سیئۃ لا تنفع معہا حسنۃ

انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ حب علیؑ ایک ایسی نیکی ہے۔ جس کے ساتھ کوئی برائی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور بغض علی ایسا گناہ ہے کہ اس کی موجودگی میں کوئی نیکی فائدہ نہیں کر سکتی۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون ص ۹۱ والباب الثانی والاربعون ص ۱۲۵۔ اخطب خوارزم۔ کتاب المناقب۔

عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب یا علی لو ان امتی صاموا حتی یکونوا کالحنایا وصلوا حتی یکونوا کالاوتاد ثم یبغضوک لاکبہم اللہ علی وجوہہم فی النار۔

جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے علی مرتضیٰؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ اگر میری امت روزہ متواتر رکھتے رکھتے سوکھی ہوئی ٹہنیوں کی طرح منحنی ہو جائے اور نماز پڑھتے پڑھتے سوکھی لکڑیوں کی طرح بن جائے۔ لیکن اس کے دل میں تیری طرف سے بغض ہو تو خداوند تعالیٰ ان لوگوں کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

حموینی: فرائد السمطین۔ شیخ سلیمان البلخی والقندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب العشرون ص ۹۱ وباب الرابع والاربعون ص ۱۳۰۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات علی حب آل محمد مات شہیداً الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفوراً لہ الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائباً الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومناً مستکمل الایمان الا ومن مات علی حب آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ

فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ خبردار ہو جاؤ۔ جو شخص حب آل محمد پر مرے گا وہ شہید مرے گا خبردار جو حب آل محمد پر مرے گا اسکے گناہ بخش دیے جائینگے خبردار جو شخص حب آل محمد پر مرے گا۔ اسکی توبہ قبول ہوگی۔ خبردار جو حب آل محمد پر مرے گا وہ مومن کامل الایمان سمجھا جائیگا۔ خبردار جو شخص آل محمد کی محبت پر مرے گا تو اسکو ملک الموت اور

ثم منکر ونکیر الاومن مات علی آل محمد یزف الی الجنۃ کما تزف العروس الی بیت زوجہا الاومن مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ الاو من مات علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ مزار ملائکۃ الرحمۃ الاومن مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ الاو من مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیامۃ مکتوب بین عینیہ آیس من رحمۃ اللہ الاومن مات علی بغض آل محمد مات کافراً الاومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ ۔

پھر منکر ونکیر جنت کی خوشخبری دیں گے ۔خبردار ہوجاؤ جو حب آل محمد پر مرے گا وہ جنت کی طرف اس طرح لے جایا جائے گا جس طرح دلہن اپنے شوہر کے گھر لے جائی جاتی ہے ۔خبردار ہوجاؤ جو شخص حب آل محمد پر مرے گا تو خداوند تعالیٰ اسکی قبر میں دو دروازے جنت کی طرف کھولیگا ۔خبردار ہوجاؤ جو حب آل محمد پر مرے گا اسکی قبر کو خداوند تعالیٰ ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنائے گا ۔ وہ سنت رسول وجماعت مومنین پر مرے گا ۔خبردار ہوجاؤ ۔جو بغض آل محمد رکھتا ہوا مرے گا تو بروز قیامت اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ رحمتِ خداوندی سے دور ہے ۔خبردار جو بغض آل محمد پر مرے گا وہ کافر مرے گا ۔خبردار جو بغض آل محمدؐ پر مرے گا تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھے گا ۔

امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری ۔تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۲۳۹ تفسیر آیہ مودۃ القربیٰ پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ ۔شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ ؛ ینابیع المودۃ ۔مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث ص ۲۷ ۔شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی رئیس محکمۃ الحقوق فی البیروت ؛ الشرف المؤبد لآل محمد ص ۴ ،۵ ،۷ شبلنجی ؛ نور الابصار ص ۱۰۳ ۔

اس امر واقع سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت علیؑ آل محمد اور اہل بیت رسولؐ میں شامل ہیں ملاحظہ ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؛ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۲۷۳ علامہ شبلنجی ؛ نور الابصار ص۱ ۔محمود بن عمر الزمخشری ؛ تفسیر کشاف الجزء الثانی ص ۲۳۹ ۔شیخ یوسف بن اسمٰعیل ؛ الشرف المؤبد لآل محمد ص۶ لغایت ص۸ ۔عبداللہ بن محمد بن عامر الشبراوی ؛ کتاب الاتحاف مطبوعہ مصر ص۵ جلال الدین السیوطی ؛ احیاء المیت برحاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۰ ،۱۱۱ ۔ابن حجر عسقلانی ؛ فتح الباری ۔الجزء السابع ص ۶۰ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ ؛ ینابیع المودۃ الباب الثانی والثلاثون ص ۱۰۶ اور الباب الثالث والثلاثون ص ۱۲۷ تا ۱۰۹ ۔

اس مضمون کو زیادہ تفصیل کے ساتھ ہم نے اس کتاب کے باب دہم میں بیان کیا ہے ۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب لولاک یا علی ما عرف المؤمنون من بعدی ۔

فرمایا جناب رسول خدا نے علیؑ سے کہ یا علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن نہ پہچانے جا سکتے یعنی تمہاری محبت سے مومن کی شناخت ہوگی

علی المتقی ؛ کنز العمال ؛ الجزء السادس ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۱۴ ۔محب الدین الطبری ؛ ریاض النضرۃ الجزء

الثانی - باب الرابع - فصل السادس ص۲۰۲ -

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب حبك ایمان وبغضك نفاق واول من یدخل الجنة محبك واول من یدخل النار مبغضك - طوبیٰ لمن احبك وصدق فیك وویل لمن ابغضك وكذب فیك۔

فرمایا جناب رسولؐ خدا نے علیؑ ابن ابی طالبؑ سے کہ اے علیؑ تیری محبت ہی کا نام ایمان ہے اور تیرا بغض نفاق ہے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا وہ تیرا محب ہے جو سب سے پہلے دوزخ میں داخل ہوگا۔ وہ تیرا دشمن ہے اور تجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔ خوشی ہے اس کے لئے جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور تیری تصدیق کرتا ہے افسوس ہے اس کے لیے جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور تجھے جھٹلاتا ہے۔

الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص۱۲۴، ص۱۲۸، ۱۳۵، ۱۳۸۔ شبلنجی: نور الابصار ص۷۲۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرة الجزء الثانی - باب الرابع - فصل السادس ص۱۶۸۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۴۹۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب من ابغضك اماته اللہ میتة الجاهلیة وحوسب بعمله فی الاسلام۔

فرمایا رسولؐ خدا نے علیؑ بن ابی طالبؑ سے کہ اے علیؑ جس نے تجھ سے بغض رکھا اس کو خداوند تعالیٰ جاہلیت کی موت پر مارتا ہے اور اس کے اسلام کے عمل رائگاں جاتے ہیں۔

علی المتقی: کنز العمال: الجزء السادس ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۵۳، ص ۱۵۵۔ حدیث ۲۵۷۳۔ و ص ۴۰۴ حدیث ۶۱۲۷۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۶۷۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنوان صحیفة المومن حب علی بن ابی طالب۔

فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ صحیفہ مومن کا عنوان حب علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۱۸۔ محمد بن اسمعیل صلاح الامیر روضہ الندیہ ص ۱۵۴۔ شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والاربعون ص۱۲۵۔ معرفت وحب آل محمد براة من النار۔ وسیلة النجات مولوی مبین ص ۵۳ محبت علی آیت ایمان و بغض علی آیت نفاق۔ کفایت الطالب الباب الثالث ص۲۰۔ المستدرک للحاکم الجزء الثالث ص ۱۲۹۔ حب و بغض علی دلالة علی حب و بغض نبی: کفایت الطالب باب الرابع ص ۲۲۔ امر اللہ تعالیٰ رسوله بحب علی۔ یعنی خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ علیؑ سے محبت کرے۔ کفایت الطالب باب الثانی عشر ص ۳۳۔

یعنی جس نے علیؑ سے محبت کی اس نے عروة الوثقیٰ کو پکڑ لیا۔ نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض الجلد الثالث ص ۴۷۳۔ من احب علیا کان معی فی درجتی یوم القیامة فرمایا جناب:

رسولؐ خدا نے کہ جو علیؑ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ نسیم الریاض الجلد الثالث ص ۴۵۹

فی الاصابہ یحیی بن عبد الرحمن الانصاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من احب علیا فی حیاتہ وبعد موتہ کتب اللہ لہ الامن والامان۔

اصابہ میں یحیی بن عبد الرحمن انصاری سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ جو علیؑ سے اس کی زندگی میں اور اس کے مرنے کے بعد محبت رکھے گا اس کے لیے خدا امن و امان لکھ دے گا۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثانی والاربعون ص ۱۲۴

علی المتقی۔ کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۴۰۰ حدیث ۶۰۹۵

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا جبرئیل یخبرنی ان السعید حق السعید من احب علیا فی حیاتہ وبعد موتہ وان الشقی کل الشقی من ابغض علیا فی حیاتہ وبعد موتہ۔

فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ یہ جبرئیل ابھی ابھی مجھے خبر دے رہے ہیں کہ سعید ترین شخص وہ ہے کہ جو علیؑ سے ان کی زندگی میں اور بعد ان کی موت کے محبت کرتا ہے اور شقی ترین وہ شخص ہے کہ جو ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد ان سے بغض رکھتا ہے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۴۰۰ حدیث ۶۰۹۵۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثالث والاربعون ص ۱۲۵

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جمع اللہ الاولین والآخرین یوم القیامۃ ونصب الصراط علی جسر جہنم ما جازھا احد حتی کانت معہ براءۃ بولایت علی بن ابیطالب۔

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جب قیامت کے دن خداوند تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا اور جہنم کے اوپر پل صراط قائم کیا جائیگا تو کوئی شخص اس پل کو عبور نہیں کر سکے گا۔ جب تک اسکے پاس حب علیؑ کا پروانہ راہداری نہ ہوگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۷۲۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السابع والثلاثون ص ۱۱۲، ۱۴۰۔

عن مجاھد عن ابن عباس قال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن حوض الی طالب علی الحوض لا یدخل الجنۃ یوم القیامۃ الا من جاء بجواز من علی بن ابی طالب۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ روز قیامت علیؑ بن ابی طالب حوض کوثر پہ ہوں گے۔ کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک کہ اس کے پاس علیؑ کی طرف سے اجازت نامہ نہ ہوگا۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۷۲۔

ابن المغازلی : کتاب المناقب ۔ ابن السمان : الموافقت ۔

عن عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال کنا نبور اولادنا بحب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فاذا راینا احدھم لا یحب علی بن ابی طالب علمنا انہ لیس منا وانہ بغیر رشدة ۔

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے کہ ہم اپنی اولاد کی جانچ حب علیؑ سے کرتے تھے ۔ جس میں ہم بغض علیؑ پاتے تھے تو ہم کو یقین ہو جاتا تھا کہ وہ ولد الزنا ہے ۔

محب الدین طبری : ریاض النضرة الجزء الثانی ۔ الباب الرابع ۔ الفصل السادس ص ۱۸۹ ۔

شمس الدین الجزری : اسنی المطالب ص ۹۰۸ ۔

اخبرنی شہردار اخبرنی ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ بن عبدوس الھمدانی حدثنی الشیخ ابو طاہر حسین بن علی بن سلمہ حدثنی الفضل بن عباس حدثنی ابو عبداللہ محمد بن سہیل حدثنی عبداللہ بن محمد البلوی حدثنی ابی عن زید بن علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعلی یا علی لو ان عبدا عبد اللہ عزوجل مثل ما قام نوح فی قومہ وکان لہ مثل احد ذھبا فانفقہ فی سبیل اللہ ومد فی عمرہ حتی حج الف عام علی قدمیہ ثم قتل بین الصفا والمروة مظلوما ثم لم یوالک یا علی لم یشم رائحة الجنة ولم یدخلھا ۔

(اسماء راویان عربی میں)

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ اگر کسی شخص نے خداوند تعالیٰ کی عبادت اتنے عرصہ تک کی کہ جتنی مدت حضرت نوحؑ اپنی قوم میں رہے اور اس کے پاس سونا کوہ احد کے وزن کے برابر تھا ۔ جو اس نے سارا راہ خدا میں خرچ کر دیا ۔ اور اس کی عمر اتنی بڑی ہوئی کہ اس نے پاپیادہ ایک ہزار حج کیے اور پھر صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل کر دیا گیا لیکن اگر اس کے دل میں تیری محبت نہیں ہے تو وہ کبھی جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور نہ جنت میں داخل ہو گا ۔

ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم ۔ کتاب المناقب ۔ جلال الدین سیوطی : ۔ احیاء المیت برحاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۱ ۔ الحدیث الحادی وعشر ۔ سید علی ہمدانی : مودة القربیٰ مودة السادس شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ : ینابیع المودة الباب السادس والخمسون ص ۲۵۲ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ ہجری ۔

ناظرین نے حب علیؑ کی برکتیں اور اس کے فضائل معلوم کر لئے۔ ایک انسان جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ عمر بھر عبادت خدا کی کرے۔ ہر سال پا پیادہ حج کرے اور پھر شعائر اللہ کے سامنے مظلوم قتل کر دیا جائے۔ لیکن اگر علیؑ سے بغض رکھتا ہے تو جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھے گا۔ حُب علیؑ وہ کسوٹی ہے جس سے ایمان و کفر جانچے جاتے ہیں۔ انسان میں بہت سی برائیاں ہوں صرف حُب علیؑ کے ہونے سے سب دھل جاتی ہیں اور بہت سی اچھائیاں ہوں بغض علیؑ ہے تو سب اکارت جاتی ہیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو مومن و منافق کی تمیز ہی نہیں کی جا سکتی۔ وہ ولد الزنا ہے جو اپنے دل میں بغض علیؑ رکھتا ہے۔ جنت میں وہی شخص داخل ہو سکے گا جس کے پاس جنت میں داخل ہونے کے لیے علیؑ کی طرف سے اجازت نامہ ہوگا۔ غرضکہ کلید در جنت محض ایک ہی ہے اور وہ حُب علیؑ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں علیؑ کی کس قدر قدر و منزلت ہے۔ اب یہاں ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ یہ ساری باتیں عقل سلیم کے معیار پر بھی پوری اترتی ہیں۔ یا فقط عقیدت کی ڈبیا ہی میں بند ہونے کے قابل ہیں۔ اس کا جواب ہم دیتے ہیں۔

جنہوں نے عہد نبوت کے واقعات پر ٹھنڈے دل سے بغیر تعصب اور ہٹ دھرمی کے غور کیا ہے ان کو اچھی طرح سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسلامی حکومت محض حضرت علیؑ کی تلوار نے قائم کی تھی اور محض حضرت علیؑ ہی اسلام کی قومی زندگی کے باعث تھے۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو نہ اسلام شائع ہوتا اور نہ اسلامی حکومت قائم ہوتی۔ ہماری اس بحث کا یہ جواب درست نہ ہوگا کہ خدا کی قدرت بڑی ہے۔ علیؑ نہ ہوتے تب بھی وہ اپنے اسلام کو فروغ دیتا اور اپنی حکومت کو دنیا میں قائم کرتا کیونکہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے سب کچھ ہو سکتا ہے اگر وہ چاہتا تو پیغمبر بھی بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ کوئی کافر ہی نہ ہوتا لیکن وہ تو مسبب الاسباب ہے اپنی قدرت کا مظاہرہ بھی اسباب ہی کے ذریعہ سے کرتا ہے اگر علیؑ نہ ہوتے تو خدا کوئی اور سبب پیدا کر دیتا۔ جس کی وجہ سے اسلام اور اسلامی حکومت قائم ہو جاتے اور اس وقت ہم یہ کہتے کہ وہ شخص یا وہ سبب حکومت الہیہ اور اسلام کا باعث ہوا۔ چونکہ اب خدا نے علیؑ کو وہ سبب بنایا لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ اس کے باعث ہوئے یہ اعتراض بھی درست نہ ہوگا کہ اس طرح علیؑ کی منزلت رسولؐ سے بڑھ جاتی ہے۔ فرض کرو کہ میں ایک ایسا گھوڑا ایجاد کرتا ہوں جو ہوا میں اڑتا پھرتا ہے جہاں اس کا سوار چاہتا ہے۔ وہاں اتر جاتا ہے۔ لیکن میرا دوست زید میرے اس گھوڑے کو دنیا کے ممالک میں رواج دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس گھوڑے کا استعمال تمام دنیا میں رائج ہو جاتا ہے۔ اب فرمایئے کہ اس ایجاد کی وجہ سے فضیلت و منزلت میری زیادہ ہے یا زید کی۔ ظاہر ہے کہ جو فضیلت کا درجہ میرا ہے۔ اس تک زید نہیں پہنچ سکتا۔ غرضیکہ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی ہستی اور حکومت اسلامیہ کے قیام کے باعث حضرت علیؑ ہوئے۔ انصافاً اور اخلاقاً ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حضرت علیؑ کو اس نعمت کا باعث

سمجھے اور اگر اجر دے سکتا ہے۔ تو اس کی ساری عبادت اکارت جائے گی۔ اگر حضرت علیؑ کو وہ اجر نہیں دیتا۔ جس طرح اس عابد و زاہد کی نمازیں اور عبادت ضائع ہوں گی جس نے دوسرے کی جائداد ناجائز طریقہ سے بغیر اس کی قیمت دیئے ہوئے اپنا بنا کر اس میں وہ عبادت کی ہے۔ قرآن شریف ہم کو بتاتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا کی رسالت کا اجر ان کی آل کی محبت ہے۔ جس آل کے راس و رئیس حضرت علیؑ ہیں جو شخص یہ اجر ادا نہیں کرتا وہ آنحضرتؐ کے اسلام کے منافع سے متمتع ہونے کا مستحق نہیں ہے اور اگر اس شخص کے دل میں اپنے محسن یعنی علیؑ کا بغض ہے تو انصافاً عقلاً اور اخلاقاً اس کی عبادت اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ جس نے اس کو عبادت کرنے کے قابل بنایا اور جس نے وہ حالات پیدا کر دیئے۔ جن میں یہ شخص عبادت کر سکتا ہے۔ اس کے حق کو یہ نام کا عابد نہیں پہچانتا۔ والدین کے حقوق کو نہ ادا کرنے والا پسر عاق کتنی ہی عبادت کرے کتنا ہی روپیہ راہِ الٰہی میں خرچ کرے کچھ اس کے کام نہ آئے گا۔ اور اس کی ساری عبادت رائیگاں جائے گی۔ وجہ وہی ایک ہے یعنی یہ کہ اس کی عبادت و سخاوت کرنے کی طاقت اور استطاعت کے باعث اس کے والدین ہیں وہ نہ ہوتے تو یہ بھی نہ ہوتا جب ہی تو جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں اور علیؑ اس امت کے دو باپ ہیں جو والد کے حقوق اولاد پر ہوتے ہیں وہی علیؑ کے حقوق اس امت پر ہیں۔ دیکھا کس طرح صحیح احادیث ایک دوسرے کی تائید اور توثیق کرتے ہیں۔

حب علیؑ علامت ایمان اور بغض علیؑ علامت کفر و نفاق کیوں ہیں۔ اس کی وجہ بھی ہم بتاتے ہیں۔ ان احادیث کے سمجھنے کے لئے اس زمانہ کے حالات کی واقفیت ضروری ہے جہاں تک حضرت علیؑ سے بغض رکھنے کا تعلق ہے اس زمانہ میں سات قسم کے لوگ تھے پہلے وہ جنکے عزیزوں اور دوستوں کو حضرت علیؑ نے جہادوں میں قتل کیا تھا اور ان کی تعداد کم نہ تھی۔ تمام اسلامی جہادوں کا بار حضرت علیؑ ہی پر پڑتا تھا اور وہ راہِ خدا میں شمشیر بکف تھے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو ان لوگوں کے زیر اثر اور انکے موالی تھے۔ جن کے رشتہ داروں اور دوستوں کو علیؑ نے قتل کیا تھا۔ عرب کا کینہ مشہور ہے۔ یہ لوگ سب کچھ بھول جائیں قتل کو نہیں بھولتے تیسرے بنو امیہ تھے۔ یہ سارا قبیلہ حضرت علیؑ سے منحرف تھا۔ قہر درویش بجان درویش۔ جب کچھ چارہ نہ دیکھا تو جناب رسولؐ خدا کی رسالت پر ظاہری طور سے ایمان لے آئے۔ لیکن دل میں وہی کفر بھرا ہوا تھا وہ جانتے تھے کہ یہ علیؑ ہی کی تلوار تھی جس نے ان کے سردار ابوسفیان کی ساری امیدیں خاک میں ملا دی تھیں اور انہیں مکہ کی سرداری سے محروم کر دیا تھا۔ بنو امیہ ایک لمحہ کے لئے یہ نہیں بھول سکتے تھے اور نہ بھولے۔ چوتھی جماعت ان لوگوں کی تھی جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے لیکن بنو امیہ کے دوست ان کے زیر اثر تھے۔ پانچویں قسم کے لوگ نہایت گہری چال والے تھے۔ اور انکا اثر علیؑ کی مخالفت ہر ایک جماعت پر تھا اور بڑھتا جاتا تھا۔ یہ وہ لوگ

کی فضیلت لوگوں کے سامنے نہ آئے۔ احادیث رسولؐ فضائل علیؑ سے مملو ہیں۔ ان کے زعم میں احادیث رسولؐ سے انکار کرنے سے فضائل علیؑ مٹ جائیں گے۔ رہا قرآن تو تاویل کا دروازہ تو کھلا ہی ہے۔

جب ہم نے یہ دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام الناس کے دلوں میں چند سالوں کی جہالت کی لغویت وہ اثر کر جائے۔ جو صدیوں کی علمی بحث نہ پیدا کر سکی۔ دلوں پر جہالت کا پردہ ڈالنا بہ نسبت ڈلے ہوئے پردوں کے اٹھانے کے بہت آسان ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم نے خیال کیا کہ جو غلطیاں عوام میں پھیلتی ہوئی نظر آئیں ان کا ازالہ کرنا حق کی اعانت کرنا ہے اور جناب رسولؐ اکرم کی دعا اللھم انصر من نصرہ۔ کی کساء عاطفت میں داخل ہونا ہے۔ یہ سوچ کر ہم نے کمر ہمت باندھی اور باوجود کم بضاعتی کے اس بحر ناپید کنار میں اپنی کاغذ کی ناؤ ڈال دی۔ غالباً ہمارے ناظرین میں سے کچھ صاحب ایسے ہوں گے جو یہ خیال فرمائیں گے کہ اس کتاب کی اشاعت مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں رنجش و عداوت کی خلیج کو زیادہ گہرا کرنے کی باعث ہوگی اور کچھ صاحب ایسے ہوں گے جو یہ خیال فرمائیں گے کہ اس موضوع پر کسی نہ کسی شکل میں پہلے بہت لکھا جا چکا ہے۔ اب مزید خامہ فرسائی عبث ہے۔ ہم دونوں خیالات کے اصحاب سے باادب گذارش کرتے ہیں کہ یہ اعتراضات دقت نظر و تعمق فکر کی تاب نہیں لا سکتے اقلیت کی رائے کا اظہار اکثریت کے لئے باعث رنجش ہونا اور اس لئے اقلیت کے اوپر فرض عائد کرنا کہ وہ خاموشی اختیار کرے دلدادگان جمہوریت و مدعیان مساوات کے لئے باعث شرم صورت حالات کا انکشاف کرتا ہے۔ اس میں رنجش و عداوت کی کیا بات ہے۔ کیا اسلامی رواداری جو گرجاؤں کے ناقوس اور مندروں کے سنکھ ٹھنڈے دل سے سن سکتی ہے۔ یہاں آن کر ختم ہو جاتی ہے۔ اکثریت کا یہ حق کس شریعت و قانون سے ثابت ہے۔ کہ وہ تو اپنی رائے کا اظہار علی رؤس الاشہاد کرے۔ یہاں تک کہ مدرسوں کی ٹیکسٹ بک اور مکتبوں کے درس میں اس کو داخل کر دے اور اقلیت کی رائے سننے کی تاب نہ رکھے اگر ایک فرقہ علی الاعلان کہہ سکتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر نہیں کیا اور سقیفہ بنی ساعدہ کا منتخب شدہ خلیفہ جائز جانشین رسولؐ ہے۔ اقلیت یہ سنتی ہے اور خاموش رہتی ہے اور رنجش و عداوت کی خلیج یا آبنائے کے گہرا یا لمبا چوڑا ہونے کا خیال کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوتا تو دوسرا فرقہ اپنی رائے کے اظہار سے اس بنا پر کیوں روکا جائے۔ اور اگر بات یہ ہے کہ یک بام و دو ہوا تو پھر جمہوریت کا دعوےٰ کیسا اور اپنی اس اسلام کی رواداری کے گیت کیسے؟ ہر شخص کا فرض ہے کہ جس کو وہ حق سمجھتا ہے اس کی اشاعت کرے ایسی تحریرات کا جواب غم و غصہ سے نہیں بلکہ قلم سے ہونا چاہیئے۔ تاکہ غیر بھی فیصلہ کر سکیں کہ حق کدھر ہے۔ فوراً ہی آپے سے باہر ہو جانا اور گفتگو سننے کی تاب نہ رکھنا کمزوری کی علامت اور صحیح منطق و مضبوط دلائل کے مفقود ہونے کی نشانی ہے۔ ہم نے اپنے علم میں کوئی دل آزار فقرہ نہیں لکھا اور جادلھم بالتی ھی احسن کے حکم کی پوری پابندی کی ہے۔ ہاں جس کو ہم حق اور امر واقعہ سمجھتے ہیں اس کا اظہار و استنباط بطور امر واقعہ

تھے جن کی نظریں آنحضرتؐ کی بڑھتی ہوئی حکومت وسلطنت کو دیکھ کر آپ کی خلافت وجانشینی پر لگی ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ کی نبوت میں دنیاوی حکومت بھی شامل تھی۔ یہ تو وہ جانتے تھے کہ امر رسالت کی شرکت وجانشینی کے تو وہ قابل نہ تھے اور نہ وہ ان کو مل سکتی تھی لیکن اس کو بھی وہ نظرانداز نہیں کر سکتے تھے کہ دنیا کی حکومت کا مل جانا ان کی کوششوں کی کامیابی کے امکان کے اندر ہے لہٰذا انہوں نے حکومت کو عہدہ نبوت سے ایک علیحدہ شے ظاہر کرنے کی کوشش کی اور لوگوں میں اس خیال کو اچھی طرح پھیلایا کہ حکومت دنیاوی کا تعلق آنحضرتؐ کی رسالت سے نہیں ہے جناب رسولؐ خدا کے جو احکام روزہ ونماز وغیرہ کے متعلق تھے۔ ان کی ظاہرا تعمیل کرنے سے نہ تو وہ انکار کر سکتے تھے اور نہ انکار کیا۔ اپنے دل میں احکام کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمانوں میں رہنے ان کو دھوکہ دینے اور ان کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے ان احکام کی ظاہری تعمیل ضروری اور مفید ہے۔ لیکن جب اپنی رحلت کے قریب جناب رسولؐ خدا نے اپنی جانشینی اور خلافت کے لئے ایسے الفاظ بہت کثرت سے کہنے شروع کئے جو ان کی ساری امیدوں پر پانی پھیرتے تھے اور ان کی عمر بھر کی خواہش کی تکمیل کے منافی تھی تو پھر چپ رہنا ان کے لئے خود کشی کے مترادف تھا۔ آنحضرتؐ نے اس امر کے اظہار میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ چھوڑی تھی کہ آپ نے اپنا خلیفہ وجانشین حضرت علیؑ کو نامزد کر دیا۔ لہٰذا حضرت علیؑ ان کی آنکھوں میں کھٹکتے تھے۔ خدا کے انکار کو دل میں چھپا سکتے تھے۔ رسول کے بغض کو اپنے سینوں میں پنہاں رکھ سکتے تھے لیکن علیؑ کے بغض کو کیونکر چھپاتے۔ ہاں رسولؐ خدا کے سامنے تو نہیں ظاہر کرتے تھے لیکن لوگوں میں تو نہیں چھپا سکتے تھے۔ اس کے چھپانے کا مطلب تو یہ تھا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے اور علیؑ کی طاقت اور اس کے دائرہ اثر ورسوخ ومستحکم ہونے دیتے۔ لیکن ایسا کرنے سے ان کی زندگی کا مقصد اولیٰ فوت ہوتا تھا۔ لہٰذا ان کو ظاہر کرنا پڑا لیکن بہت احتیاط کے ساتھ یہ کہنا کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع اور اس کی مسلسل کامیابی محض ایک فوری جذبہ پر منحصر تھی۔ تمام تاریخ کے تجربوں اور سبقوں سے اعراض واغماض کرتا ہوگا۔ اتنا بڑا انقلاب عظیم جو بانی اسلام وحکومت کے ارشادات وخواہشات کے خلاف تھا محض ایک وقتی جذبہ کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے لئے پہلے سے مصالح جمع شدہ موجود نہ ہووے وقتی جذبہ تو محض ایک دیا سلائی لگاتا ہے۔ بارود ہوگا تو جلے گا ورنہ نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جیسا حضرت عمر نے بعد میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت ایک ناگہانی آفت تھی۔ جہاں تک خاص فعل بیعت اور حضرت ابوبکر کی شخصیت کا تعلق ہے وہ ایک فوری عمل تھا۔ حضرت عمر نے جلدی سے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ لیا اور لوگوں نے بھی فوراً ادھر رخ کر لیا وہ اگر ابوعبیدۃ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ کر اسی طرح کر لیتے تو خلیفہ اول ابوعبیدۃ بن الجراح ہوتے۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ اجتماع اور اسکی آئندہ کامیابی محض ایک فوری جذبہ کا نتیجہ تھے۔ خلاف واقعات وخلاف تجربات تاریخیہ ماضی

دحال ہوگا۔ اس جماعت نے جس کے دل میں جانشینی رسولؐ کے خیالات گزر رہے تھے شروع ہی سے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا تھا اور علیؑ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ اول تو تنقیص نبوت اس طرح کی کہ حکومت اس سے علیحدہ ہے اور دوسری شے ہے۔ گویا نبوت کاملہ میں سے ایک ٹکڑا توڑ لیا پھر لوگوں میں یہ خیالات پھیلانے شروع کر دیئے کہ ایک ہی خاندان میں نبوت وخلافت کا اجتماع اسکو دیگر قبائل سے بہت زیادہ بلند کر دے گا اور سارا عرب اس کی غلامی میں چلا جائے گا یہ ایک ایسی بات تھی جو سب کے دلوں کو چبھتی تھی۔ خاندانی رشک وحسد عرب کا خاصہ تھا۔ لہٰذا رفتہ رفتہ ایک گروہ کثیر علیؑ کے خلاف ہو گیا۔ چھٹی قسم کے وہ لوگ تھے جو ان کے زیر اثر اور ان کے دوست تھے۔ ساتویں جماعت ان یہودیوں نصرانیوں اور منافقوں کی تھی جو مسلمانوں کے ان خیالات سے فائدہ اٹھا کر اس بات پر زور دیتے تھے کہ دیکھو محمدؐ تو اپنے خاندان میں حکومت دائمی قرار دینا چاہتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس جماعت میں بہت سے مسلمان انکے ہمخیال ہو گئے۔ دراصل حضرت علیؑ کی ہر ایک مخالف جماعت یہ ہی خیالات رکھتی تھی اور ان خیالات کو شائع کرتی تھی۔

یہ ظاہر ہے کہ جو خیالات ان ساتوں قسم کے لوگوں میں رائج تھے وہ ایمان واسلام کے منافی ومخالف تھے اور اسی وجہ سے حب علیؑ کو جزو ایمان میں اور بغض علیؑ کو علامت نفاق قرار دیا گیا۔ اس سے دراصل ان کے اصلی ایمان کا امتحان ہوتا تھا۔ کون ہے جو جناب محمد مصطفےٰؐ کو واقعی خدا کا رسول سمجھتا ہے۔ لہٰذا ان کے ہر ایک حکم کی اطاعت کو اپنا فرض جانتا ہے۔ اور کون ہے جو دولت وجاہت دنیا کو اختیار کر کے آنحضرتؐ کے احکام میں چون وچرا کرتا ہے اور ان کی تعمیل سے سرتابی کرتا ہے۔ ابلیس کے معاملہ میں بھی تو سجدہ آدم نبی کو محک امتحان قرار دیا تھا۔ خدا کی خدائی سے تو اس نے بھی انکار نہیں کیا تھا۔ حب علیؑ اس وجہ سے مومن کا مایہ الامتیاز تھی کہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ علیؑ سے محبت کرنے والا رسولؐ خدا کے ہر ایک حکم کی اطاعت کرنے کے لئے تیار ہے۔ آنحضرتؐ کو واقعی رسول خدا سمجھتا ہے۔ ان کے احکام کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ نفسانیت اور حرص وآز کو درمیان میں نہیں لاتا۔ جو طرز حکومت اسلام میں جناب رسولؐ خدا اسلام ومسلمانوں کے مفاد کے لئے قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں ان کا ممد ومعاون ہے۔ اس طرز حکومت کے خلاف جن لوگوں میں جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ ان سے علیحدہ ہے۔ مقصد رسالت محمدیؐ کی تکمیل میں کوشاں ہے۔ علیؑ سے بغض رکھنا اس وجہ سے علامت نفاق تھی کہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ شخص جناب رسولؐ خدا کے ملہم من اللہ ہونے میں شک رکھتا ہے۔ رسولؐ خدا پر اعتراض کرتا ہے۔ ان کے احکام کو قابل اطاعت نہیں سمجھتا۔ جانتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نفسانیت وخود غرضی کی وجہ سے اپنے خاندان میں حکومت دائمی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ نبوت کے ایک جزو اعظم یعنی حکومت پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے دین اسلام کی تکمیل میں رکاوٹیں پیدا کرتا

ہے۔ حُبِ علیؑ اس وجہ سے محک امتحان بنی کہ وہ ایک طرف اور دنیا کی زینت و آرائش و دولت دوسری طرف ایک دوسرے سے متضاد تھیں۔ اس زمانہ میں بھی حُبِ علیؑ محک امتحان ہے۔ کیونکہ وہ پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایمان کامل نہ ہو۔ وہ بزرگوار جو اپنے تئیں شیعان علیؑ کہتے ہیں۔ اس خیال میں مست ہیں کہ بس ہم میں حُبِ علیؑ ہے۔ لہٰذا ہم کو پروانہ راہ داری جنت ملا ہوا ہے غافل یہ نہیں جانتے کہ محض زبان سے خدا پر ایمان لانا تو کافی نہ ہوا۔ بلکہ ان کے ایمان کی جانچ کے لئے امتحان مقرر کئے گئے۔ صرف زبان سے حُبِ علیؑ کہنا کیونکر کافی ہو گا۔ محبت کی پہلی منزل بے خودی ہے۔ پھر جب ذرا ہوش آتا ہے تو سوائے معشوق کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ یہ ہمہ معشوق والی دوسری منزل ہے۔ تیسری منزل فنافی المحبوب کی ہوتی ہے۔ یہ آج کل کے نام کے شیعیان علیؑ تو پہلی ہی منزل سے کوسوں دور ہیں۔ دعوے کس بات کا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بہت طویل ہے۔ اگر فرصت ملی اور عمر نے یاری کی تو انشاء اللہ ہم بتائیں گے کہ حُبِ علیؑ کس کو کہتے ہیں۔ ہاں اگر اس ہماری ناکمل محبت کو مولا نے قبول کر لیں تو یہ بھی ان کی دریا دلی سے بعید نہ ہو گا۔ زبانی دعویٰ ہی سہی کم سے کم بغض علیؑ تو دل میں پنہاں نہیں رکھتے ان کے دشمنوں کو برا تو سمجھتے ہیں۔ محبت کا ایک درجہ تو یہ بھی ہے اگرچہ ادنےٰ ہے۔

یہاں ایک نہایت لطیف نکتہ ہے۔ حُبِ رسولؐ تو محک امتحان نہ ہوا اور حُبِ علیؑ ہو۔ اس کی کیا وجہ۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ حالات و واقعات ایسے آپڑے تھے کہ حُبِ علیؑ و حب دنیا دنی جس میں عصیان خداوندی مضمر تھا۔ دو مخالف سمتوں میں چلے گئے تھے۔ علیؑ سے محبت کرنے سے حکومت سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ حُبِ رسولؐ میں یہ بات نہ تھی۔ آنحضرتؐ کی زندگی میں حصول حکومت کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا تھا۔ لہٰذا منافقین بھی آنحضرتؐ سے ظاہری اظہار محبت کر سکتے تھے۔ لیکن علیؑ سے منافقانہ الفت بھی نہ کر سکتے تھے۔ فدک چھین لیا۔ خلافت پر بھی خود قبضہ کر لیا۔ کس منہ سے کہتے کہ باوجود ان تمام باتوں کے تم ہمارے محبوب ہو اور ہمیں تم سے عشق ہے۔

حجۃ اللہ: جناب رسولؐ خدا نے القابوں کے ذریعہ سے وہ کام لیا جو بڑے بڑے تفصیلی جملوں سے نہ ادا ہو سکتا تھا۔ ان میں سے ایک لقب جو حضرت علیؑ کو آپ نے دیا وہ حجۃ اللہ تھا اس لقب سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بارگاہِ ایزدی میں حضرت علی علیہ السلام کی کیسا منزلت ہے۔

عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ جالسا مع علی فقال انا وھذا حجۃ اللہ علی امتی یوم القیامۃ عند اللہ۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو علیؑ کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور یہ علی خدا کی حجت میری امت پر قیامت کے دن ہوں گے۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابع۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب السابع صفحہ ۵۵ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۴۵ و صفحہ ۱۷۹ الباب الحادی والاربعون ص ۱۲۴۔ دیلمی: فردوس الاخبار۔ عبدالرؤف مناوی: کنوز الدقائق۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۷۔ حدیث ۲۶۳۲۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ: الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۹۳

قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃ یہ بھی نہایت پر معنی لقب ہے جو امر واقعہ کی بہت اچھی تشریح کرتا ہے۔

عن حذیفہ قال قال رسول اللہ یا علی انت قسیم النار والجنۃ۔

حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۴۰۲۔ حدیث ۶۱۱۲۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع۔ فصل الثانی ص ۷۵۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۷۲، ۱۷۷، ۲۰۳۔

علامہ شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی والقندوزی حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری میں ایک مکمل باب یعنی الباب السادس عشر اس حدیث کی توثیق و تصدیق پر لکھا ہے۔ اس کا عنوان یہ ہے۔ فی بیان کون علی علیہ السلام قسیم النار والجنۃ یہ باب صفحہ ۸۲ سے شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۸۶ پر ختم ہوتا ہے اس میں فاضل مولف نے تمام صحیح احادیث کو توثیق کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس سے جناب علی مرتضیٰ کی منزلت و رفعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کو ہم یہاں نقل کر دیں۔

اخرج موفق بن احمد الخوارزمی المکی بسندہ عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اذا کان یوم القیامۃ یوتی بک یا علی بسریر من نور وعلی راسک تاج قد اضاء نورہ وکاد یخطف ابصار اھل الموقف فیاتی النداء من عند اللہ جل جلالہ این وصی محمد رسول اللہ فتقول ھا انا ذا فینادی المنادی ادخل من

موفق بن احمد الخوارزمی المکی نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے کہ اے علیؑ جب قیامت ہوگی تو اس دن تمہارے واسطے ایک نور کا تخت رکھا جائے گا تم اس پر لائے جاؤ گے اور تمہارے سر پر ایک تاج ہو گا جو اپنے نور سے منور ہو گا۔ اس میں ایسی تیز روشنی ہو گی کہ اسکی چکا چوند سے اہل محشر کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی۔ پھر خدائے تعالیٰ کے حضور سے

احبك الجنة وادخل من عادك فی النار فانت قسیم النار والجنة ۔

ندا آئے گی کہ محمدؐ رسول اللہ کا وصی کہاں ہے۔ تم جواب دو گے کہ میں یہاں ہوں۔ پس ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کر دو۔ کیونکہ تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو۔

اخرج ابن المغازلی الشافعی بسنده عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انك قسیم الجنة والنار انت تقرع باب الجنة وتدخلها احبائك بغیر حساب ۔

ابن المغازلی شافعی نے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ تم قسیم النار والجنۃ ہو۔ تم جنت کے دروازے کو کھولو گے اور اس میں اپنے دوستوں کو بغیر حساب کے داخل کر دو گے۔

وفی جواهر العقدین قد اخرج الدار قطنی عن ابی الطفیل عامر بن واثلة الکنانی ان علیا قال حدیثا طویلا فی الشوری وفیه انه قال لاهل الشوری فانشدکم باللہ هل فیکم احد قال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت قسیم النار والجنة غیری قالوا اللهم لا ۔

جواہر العقدین میں ہے کہ دار قطنی نے ابو الطفیل عامر بن واثلہ کنانی سے روایت کی ہے کہ مجلس شوریٰ میں جناب علی مرتضیٰؑ نے ایک طویل گفتگو فرمائی اور اس میں اہل شوریٰ سے کہا کہ میں تم کو خداوند تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں میرے سوائے کوئی اور ہے جس کو جناب رسولؐ خدا نے قسیم النار والجنۃ کہا ہو۔ سب نے کہا کہ قسم بخدا آپ کے سوائے کوئی اور نہیں ہے۔

اخرج الحموینی فی کتابه فرائد السمطین عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سئلتم اللہ عزوجل فاسئلوا لی الوسیلة نسئل عنها نقال هی درجة فی الجنة وهی الف مرقاة ما بین المرقاة الی المرقاة بسیر الفرس الجواد شهرا مرقاة زبرجد الی مرقاة لؤلؤ الی مرقاة یاقوت الی مرقاة زمرد الی مرقاة مرجان الی مرقاة کافور الی مرقاة عنبر الی مرقاة یلنجوج الی مرقاة نور وهکذا من انواع الجواهر فهی فی بین درجات النبیین

حموینی نے اپنی کتاب فرائد السمطین میں ابو سعید الخدری سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جب تم خداوند تعالیٰ سے کوئی سوال کرو تو تم اس سے میرے واسطہ سے وسیلہ طلب کرو۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ایک درجہ ہے جنت میں اور وہ ایک ہزار زینے کا ہے۔ ایک زینہ سے دوسرے زینہ تک اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا ایک اصیل گھوڑا ایک مہینہ میں طے کرتا ہے۔ زبرجد کا زینہ اس کے بعد موتی کا زینہ۔ اس کے بعد یاقوت کا زینہ اس کے بعد زمرد کا زینہ۔ اس کے بعد

کالقمر بین الکواکب فینادی المنادی ھذا
درجۃ محمد خاتم الانبیاء وانا یومئذ
متزر بریطۃ من نور علی راسی تاج الرسالۃ
واکلیل الکرامۃ وعلی بن ابی طالب امامی
وبیدہ لوائی وھو لواء الحمد مکتوب
علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی
اللہ واولیاء علی المفلحون الفائزون باللہ
حتی اصعد علیٰ درجۃ منھا وعلی اسفل
منی مدرجۃ وبیدہ لوائی فلا یبقی یومئذ
رسول ونبی ولا صدیق ولا شھید ولا
مومن الا رفعوا عینھم ینظرون الینا و
یقولون طوبیٰ لھذین العبدین ما اکرمھما
اللہ علے فینادی المنادی بسمع مندائہ
جمیع الخلائق ھذا حبیب اللہ محمد
وھذا ولی اللہ علی فیاتی رضوان خازن الجنۃ
فیقول امرنی ربی ان اتیک بمفاتیح الجنۃ
فادفعھا الیک یا رسول اللہ فاقبلھا انا فادفعھا
الی اخی علی ثم یاتی مالک خازن النار فیقول
امرنی ربی ان اتیک بمقالید النار
فادفعھا الیک یا رسول اللہ فاقبلھا انا
فادفعھا الی اخی فیقف علی علی حجزۃ جہنم
وقد اخذ زمامھا بیدہ وقد علا زفیرھا
واشتدھا فتنادی جہنم یا علی ذرنی
فقد اطفا نورک لھبی فیقول لھا علی
ذری ھذا ولیی وخذی ھذا عدوی
فلجھنم یومئذ اشد مطاوعۃ
علی فیما یا مرھا بہ من رق احدکم
لصاحبہ ولذالک کان علی قسیم
النار والجنۃ۔

مرجان کا زینہ اس کے بعد کافور کا زینہ۔ اسکے بعد
عنبر کا زینہ۔ اس کے بعد ایک نہایت خوشبو دار
لکڑی کا اور اسکے بعد نور کا زینہ ہے۔ گویا یہ ایک
سیڑھی بہت سے اقسام کے جواہرات کی بنی
ہوئی ہے اور یہ انبیاء کے درجوں کے درمیان
میں ایسی ہے کہ جیسی ستاروں کے درمیان میں
قمر۔ پس منادی ندا کرے گا کہ یہ محمدؐ خاتم الانبیاء کا
درجہ ہے اور میں اس دن ایک نور کی چادر اوڑھے
ہونگا۔ میرے سر پر رسالت وکرامت کا تاج ہوگا
اور علیؑ بن ابی طالب میرے آگے ہوں گے اور
میرا لواء حمد ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس لواء حمد پر
لکھا ہوا ہوگا کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود
نہیں ہے محمدؐ خدا کا رسول ہے اور علیؑ خدا کا ولی
ہے۔ علی کے دوست فلاح پانے والے اور فائز
ہیں۔ یہاں تک کہ میں سب سے اونچے درجہ پر
ہونگا اور علیؑ مجھ سے صرف ایک درجہ نیچے ہوگا
اور اسکے ہاتھ میں میرا علم ہوگا۔ پس اس دن کوئی
رسول یا نبی یا صدیق یا شہید یا مومن نہ ہوگا لیکن
یہ کہ وہ ہماری طرف دیکھ رہا ہوگا اور وہ کہہ
رہے ہوں گے کہ مبارک خوشی ان دونوں بندگان
خدا کے لئے۔ خدا نے کتنی بزرگی ان کو دی ہے
پس منادی ندا کرے گا کہ تمام خلائق اس آواز کو
سنے گی کہ یہ محمدؐ حبیب خدا ہیں اور علیؑ ولی اللہ
ہیں پس رضوان خزانہ دار جنت آئیگا اور کہے گا کہ
مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی
کنجیاں آپ کے حوالے کر دوں۔ یہ لیجیے جنت کی
کنجیاں ہیں۔۔ پس میں ان کو لے لوں گا اور اپنے
بھائی علیؑ کو دے دونگا۔ پھر مالک خزانہ دار دوزخ
آئیگا اور کہیگا کہ مجھے میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں

جہنم کی کنجیاں آپ کے حوالہ کردوں۔ یہ لیجئے یہ دوزخ کی کنجیاں ہیں۔ پس میں ان کو لے کر اپنے بھائی علیؑ کو دے دوں گا۔ پس علیؑ جہنم کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس کی زمام اپنے ہاتھ میں پکڑ لیں گے۔ جہنم کا زور شور بلند ہو گا اور اس کی گرمی تیز ہو گی۔ جہنم ندا کرے گا کہ اے علیؑ مجھ کو چھوڑ دو۔ ورنہ تمہارا نور میرے شعلوں کو بجھا دے گا۔ پس علیؑ اس سے کہیں گے کہ اس کو چھوڑ دے یہ میرا دوست ہے اور اس کو لے لے۔ یہ میرا دشمن ہے اس دن جہنم علیؑ کی اطاعت میں ہو گا جو علیؑ حکم دیں گے وہ کرے گا وہ علیؑ کا ایسا مطیع ہو گا کہ جیسا تم میں سے کوئی اپنے دوست کے لئے ہوتا ہے اور اس وجہ سے علیؑ قسیم النار والجنۃ ہیں۔

ایضاً ۔ اخرج ھذا الحدیث صاحب کتاب المناقب عن جعفر الصادق عن ابائه علیهم السلام ان امیر المومنین علی علیه السلام قال علی المنبر فی الخطبه وتسمی هذه خطبة الوسیلة ۔

اسی طرح اس حدیث کو کتاب المناقب کے مولف نے امام جعفر صادقؑ سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پہ یہی حدیث اپنے خطبہ میں بیان فرمائی اور اس خطبہ کو خطبہ وسیلہ کہتے ہیں۔

وفی التفسیر المنسوب الی الائمة من اهل البیت ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال یا علی انت قسیم النار والجنة تقول للنار هذا لی وهذا لك ۔

تفسیر آئمہ اہل بیت رسولؐ میں منقول ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ تم قسیم النار والجنۃ ہو۔ اور تم دوزخ سے کہو گے کہ یہ آدمی تیرے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے۔

وعن ابی بصیر عن الباقر عن ابیه عن جده عن امیر المومنین علیهم السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کیف بك یا علی اذا وقفت علی شفیر جهنم وقد مد الصراط وقلت للناس جوزوا وقلت لجهنم هذا لی وهذا لك ۔

ابو بصیر امام محمد باقرؑ سے اور وہ اپنے آباء طاہرینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ وہ کیا حالت ہو گی کہ جب تم جہنم کے کنارے پر کھڑے ہو گے پل صراط تیار ہو گا اور تم لوگوں سے کہو گے کہ تم کو اجازت ہے گزرو اور جہنم سے کہو گے کہ یہ میرے لئے ہے اور یہ تیرے لئے۔

وفی المناقب عن محمد بن حمران عن جعفر الصادق فی تفسیر القیا فی جهنم کل کفار عنید قال اذا کان یوم القیامة وقف محمد صلی الله علیه وآله

اور کتاب المناقب میں محمد بن حمران نے جعفر صادقؑ سے تفسیر آیہ کریمہ القیا فی جہنم کل کفار عنید۔ یہ روایت درج ہے کہ جب قیامت کا دن ہو گا۔ جناب محمد مصطفٰیؐ اور حضرت علیؑ

وسلم وعلی علیہ السلام علی الصراط وینادی منادیا یا محمد یا علی القیا فی جھنم کل کفار بنبوتک یا محمد وعنید بولایتک یا علی۔

مرتضٰے پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ اے محمدؐ اے علیؑ تم دونوں ہر ایک شخص کو دوزخ میں ڈال دو جو اے محمدؐ تمہاری نبوت سے اور اے علیؑ تمہاری ولایت سے انکار کرتا ہے۔

ومن جعفر الصادق عن ابائہ عن علی علیہم السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اذا جمع الناس فی صعید واحد کنت انا وانت یا علی یومئذ عن یمین العرش ثم یقول ربنا لی ولک القیا فی جھنم من ابغضکما وکذبکما۔ ایضا روی عن ابی سعید الخدری نحوہ۔

جناب جعفر صادقؑ نے اپنے آباء کرام سے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جب حشر کے دن سب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے تو میں اور اے علیؑ تم عرش کی داہنی طرف ہوں گے۔ اس وقت خداوند تعالیٰ مجھ سے اور تم سے فرمائیگا کہ تم دونوں اپنے دشمنوں اور اپنے حق سے منکرین کو دوزخ میں ڈال دو۔ یہ ہی روایت ابو سعید الخدری سے مروی ہے۔

واخرج صاحب الاربعین عن اسحٰق بن محمد النخعی ان بعض الفقھا من اھل الکوفۃ جاء عند الاعمش فی مرضہ وقالوا لہ انک کنت تحدث فضائل علی فلا تحدثھا من بعد قال الاعمش اسندونی فاسندوہ فقال حدثنی ابو المتوکل الناجی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ قال اللہ تعالیٰ لی ولعلی بن ابی طالب ادخلا النار من ابغضکما وادخلا الجنۃ من احبکما وذالک قولہ تعالیٰ والقیا فی جھنم کل کفار عنید ای کفار بنبوتی وعنید عن اطاعۃ علی۔

اور مولف اربعین نے اسحاق بن محمد سے روایت کی ہے کہ چند فقہاء کوفہ اعمش کے پاس ان کی مرض کی حالت میں آئے اور کہا کہ تم علیؑ کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔ پس آئندہ تم علیؑ کے فضائل نہ بیان کرنا۔ اعمش نے کہا کہ مجھے سہارا دے کر بٹھا دو۔ چنانچہ ان کو بٹھا دیا گیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے المتوکل الناجی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے ابو سعید الخدری نے بیان کیا۔ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ روز قیامت خداوند تعالیٰ مجھ سے اور علیؑ سے کہے گا کہ تم دونوں اپنے دشمنوں کو دوزخ میں ڈال دو اور اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کر دو اسی وجہ سے قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ القیا فی جھنم کل کفار عنید یعنی تم دونوں جہنم میں کفار عنید کو ڈال دو۔ کفار سے مطلب وہ لوگ ہیں جو میری نبوت کے منکر ہیں۔ عنید وہ ہیں جو علیؑ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں۔

وفي المناقب عن ابي الطفيل عامر بن واثلة وهو اخر من مات من الصحابة بالاتفاق عن علي رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم علي انت وصيي حربك حربي وسلمك سلمي وانت الامام وابو الائمة الاحدى عشر الذين هم المطهرون المعصومون ومنهم المهدي الذي يملاء الارض قسطا وعدلا فويل لمبغضيهم. يا علي لو ان رجلا احبك واولادك في الله لحشره الله معك ومع اولادك وانتم معي في الدرجات العلى وانت قسيم الجنة والنار تدخل محبيك الجنة ومبغضيك النار۔

مناقب میں ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے جنہوں نے تمام صحابہ میں سب کے بعد انتقال کیا حضرت علیؑ سے ایک روایت مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علیؑ تم میرے وصی ہو۔ جو تم سے لڑائی کرتا ہے وہ مجھ سے لڑائی کرتا ہے جو تم سے صلح پر ہے وہ مجھ سے صلح پر ہے۔ تم خود امام ہو اور گیارہ اماموں کے باپ ہو جو کہ طاہر و معصوم ہیں۔ انہیں ہی سے مہدی آخر زمانؑ ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ پس وائے ہو تمہارے دشمن پر۔ اے علیؑ اگر کوئی شخص خدا کے لئے تم سے اور تمہاری اولاد سے دوستی کرے گا تو اس کا حشر خداوند تعالیٰ تمہارے اور تمہاری اولاد کے ساتھ کرے گا اور تم سب میرے ساتھ بلند درجوں میں ہو گے۔ اے علیؑ تم جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو۔ اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں ڈالو گے۔

وفي عيون الاخبار عن ابي الصلت الهروي قال قال المامون لعلي الرضا بن موسى الكاظم عليهما السلام اخبرني عن جدك امير المومنين علي عليه السلام باي وجه هو قسيم الجنة والنار۔ فقال له الرضا الم ترو عن ابائك عن عبدالله بن عباس انه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول حب علي ايمان وبغضه كفر فقال بلى فقال الرضا فلما كانت الجنة للمومن والنار للكافر وقسمته الجنة والنار اذا كان على حبه وبغضه فهو قسيم الجنة والنار فقال المامون لا ابقاني الله بعدك انك وارث جدك رسول الله صلى الله عليه وآله. قال ابو الصلت لما انصرف الرضا عليه السلام الى منزله

عیون الاخبار میں ابوالصلت الہروی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ خلیفہ مامون نے امام علی رضا بن موسیٰ کاظم علیہما السلام سے دریافت کیا کہ بتاؤ تمہارے جد امجد امیر المومنین علیؑ کس طرح قسیم النار والجنۃ ہیں۔ جناب امام رضاؑ نے جواب دیا کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے آبا و اجداد نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سنا کہ حُبِّ علیؑ ایمان ہے اور بغض علیؑ کفر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں سنا ہے۔ جناب امام رضاؑ نے فرمایا۔ کہ جنت مومن کے لئے ہے اور دوزخ کافر کیلئے ہے پس جب جنت و دوزخ کی تقسیم علیؑ کی محبت و عداوت کی بناء پر ہو گی تو علی قسیم النار والجنۃ ہوئے مامون اس پر پھڑک اٹھا اور کہا کہ خدا مجھے باقی نہ رکھے

قلت له جعلت فداك يا ابن رسول الله ما احسن ما اجبت بها امير المومنين فقال يا ابا الصلت انما كلمته من حيث هو ولقد سمعت ابي يحدث عن ابائه عن علي عليهم السلام انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله يا علي انت قسيم الجنة والنار يوم القيامة تقول النار هذا لي وهذا لك۔

آپ کے بعد۔ آپ واقعی اپنے جد رسول خدا کے وارث ہیں۔ ابو الصلت کہتا ہے کہ جب میں امام رضاؑ کے دولت خانہ پر آیا تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں۔ یا ابن رسول اللہ آپ نے مامون کو خوب اچھا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو الصلت یہ جواب تو اس کے مطابق تھا ورنہ میں نے اپنے والد بزرگوار کو اپنے آباواجداد سے حضرت علیؑ کی یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علیؑ تم قسیم النار والجنۃ ہو۔ قیامت کے دن جہنم سے کہو گے کہ یہ شخص تیرے لئے ہے اور وہ میرے لئے۔

ايضاً في جواهر العقدين قال الحافظ جمال الدين الزرندي المدني قال المامون للرضا اخبرني عن جدك امير المومنين على باي وجه هو قسيم الجنة والنار ثم ساق الحديث المذكور الى آخره هذا لي وهذا لك۔

اسی طرح جواہر العقدین میں ہے کہ حافظ جمال الدین الزرندی نے روایت بیان کی کہ مامون نے امام رضاؑ سے عرض کی کہ آپ کے جد بزرگوار علی مرتضیٰؑ کس طرح قسیم النار والجنۃ ہوئے۔ آپ نے وہ جواب دیا جو اوپر درج ہے جس کا آخر یہ ہے کہ یہ میرے لئے ہے اور وہ تیرے لئے۔

وفي الشفاء في باب المعجزات فيما اطلع عليه من الغيوب ان عليا قسيم الجنة والنار يدخل اولياءه الجنة واعدائه النار۔

کتاب الشفاء باب المعجزات میں ہے، کہ علیؑ قسیم النار والجنۃ ہیں اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں ڈالیں گے۔

وما ينسب الى الامام الشافعيؒ

(اس کے بعد امام شافعی کے اشعار درج ہیں)

علی حبه جنه قسيم النار والجنه
وصی مصطفیٰ حقا امام الانس والجنه

اخرج موفق بن احمد عن الحسن البصري عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم القيامة يقعد علي على الفردوس وهو جبل قد علا على الجنة وفوقه عرش رب العلمين ومن سفحه تتفجر انهار الجنة وتتفرق في الجنان على جالس

موفق بن احمد نے حسن بصری سے ابن مسعود کی روایت بیان کی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ جب روز قیامت ہوگا علیؑ فردوس پر بیٹھ جائیں گے فردوس جنت کے اوپر ایک پہاڑ ہے اور اس کے اوپر خداوند تعالیٰ کا عرش ہے ذرا اس کے نیچے سے انہار جنت نکلتی ہیں۔ اور باغوں میں پھیل جاتی ہیں وہاں علیؑ کرسی نور پر بیٹھے ہونگے

کے اپنے مخالفین ہی کی کتابوں سے کیا ہے جو صاحب اتنا بھی سُننے کی تاب نہیں رکھتے۔ اُن سے سوائے اس کے اور ہم کیا عرض کریں کہ وُہ اس کتاب کا مطالعہ نہ فرمائیں اور اس پر ہی قانع رہیں۔

لقد وجدنا علیہ اباءنا۔

لیکن ساتھ ہی اس کے ہم اقلیت کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اپنی رائے کو اعتقاد کے درجے سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ یہ وہی اکثریت ہے جس کی گذشتہ عظمت و شان کو اپنا کہہ کر بجا طور سے غیروں پر فخر کرتے ہو یہ وہی اکثریت ہے جس کی تلوار نے بہت عرصہ تک اسلام کی ظاہری شوکت و دبدبہ کو قائم رکھا۔ یہ وہی اکثریت ہے۔ جو اب بھی جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہے۔ اور جہاں آپ کے نام پر آنچ آتے ہوئے دیکھتی ہے اپنا سینہ گولیوں اور تلواروں کے سامنے کر دیتی ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو لاہور کے گلی کوچوں سے پُوچھو۔ وہاں کے دار و رسن سے پوچھو۔ جن لوگوں نے خاندانِ رسالت پر ظلم کئے وُہ گذر گئے وُہ جانیں اُن کا خدا جانے اب تمہیں اپنے ان بھائیوں سے رنج و عداوت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس رنجش و عداوت کا نتیجہ وہ تفرقہ اور ضعف ہو گا جس کو تمہارے مولا علیؑ پسند نہیں فرماتے تھے۔ اب اسلام کے بیرونی دشمن اتنے بڑھ گئے ہیں کہ یہ بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص اندرونی تفرقہ و عناد کا حامی ہے۔ وُہ دراصل اسلام کا دشمن ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اس مضمون پر کسی نہ کسی شکل میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن مزید لکھنا سعی لاحاصل نہیں ہے۔ وہ علم والے لوگ تھے۔ علم والوں کے لئے اُنہوں نے لکھا تھا۔ ان کی عربی و فارسی کی کتابیں آج کل کے نوجوانوں کے لئے مقفل خزانہ ہیں۔ جس کی کنجی ان کے پاس نہیں ہے۔ اب تو کوئی چارہ کار سوائے اس کے نہیں کہ یا تو حق کو فارسی و عربی کتابوں کے بوجھ کے اندر مر جانے دو یا اس کو عام لباس میں منظرِ عام پر نمایاں کرو۔ علماء پیشین کا روئے سخن عالموں کی طرف تھا۔ میرے مخاطب زیادہ تر وُہ بزرگ ہیں جو دین اور ارکان دین کی جہالت کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ سچ پُوچھو تو امر واقعہ یہ ہے کہ ایسے ہی زمانہ میں حق کو منظرِ عام پر لانا ضروری ہوتا ہے۔ علم کے زمانہ میں تو کم و بیش حق لوگوں کے سامنے ہی رہتا ہے۔ مانیں یا علانیہ نہ مانیں۔ یہ دوسری بات ہے۔ خطرناک وُہ زمانہ ہوتا ہے کہ جب حق بالکل لوگوں کی نظروں سے چُھپ جاتا ہے۔ جب چاروں طرف تاریکی چھائی ہو تب ہی شمع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب زمانہ میں جہالت عام ہو جاتی ہے تب ہی بعثت پیغمبران کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ اقرار کرنا میں جزوِ ایمان سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کی اہمیت جس علم و اجتہاد کی مقتضی تھی اس کا عشر عشیر بھی مجھ میں نہیں۔ اس میدان میں ایسے ایسے شہسواروں کے فرسِ خامہ نے جولانیاں کی ہیں کہ جن کی گرد کو ہیں تو کیا اچھے اچھے عالم نہیں پہنچ سکتے۔ کہتے ہیں کہ جب بازارِ عشق میں حسنِ یوسف کا چرچا ہوا تو ایک بڑھیا بھی اپنے ہاتھ کا کتا ہوا سُوت لے کر ادھر چلی۔ لوگوں نے کہا کہ یُوسف کی خریداری کے لئے تو بڑے بڑے امراء و بادشاہ ایک دُوسرے سے بڑھ بڑھ کر بولیاں

اہلسنت و جماعت کا احسان مسلمانوں پر۔

علی کرسی من نور یجری بین یدیہ التسنیم لا یجوز احد الصراط الا ومعہ سند بولایۃ علی وولایۃ اھل بیتہ فیدخل محبیہ الجنۃ ومبغضیہ النار۔

اور انکے آگے تسنیم جاری ہوگی۔ صراط پر سے صرف وہی لوگ گذر سکیں گے۔ جن کے پاس حُبِ علیؑ اور اولادِ علیؑ کی سند ہوگی۔ پس وہ اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں ڈالیں گے۔

وفی المناقب عن مقاتل بن سلیمان عن جعفر الصادق عن اٰبائہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یا علی انت منی بمنزلۃ شیث من اٰدم وبمنزلۃ سام من نوح وبمنزلۃ اسحٰق من ابراھیم کما قال تعالیٰ ووصی ابراھیم بنیہ ویعقوب الاٰیۃ وبمنزلۃ ھارون من موسیٰ وبمنزلۃ شمعون من عیسیٰ وانت وصیی ووارثی وانت اقدم ھم سلما واکثرھم علما وادفرھم حلما واشجعھم قلبا واسخاھم کفا وانت امام امتی قسیم الجنۃ والنار بہ محبتک یعرف الابرار من الفجار ویمیز بین المومنین والمنافقین والکفار۔

اور مناقب میں مقاتل بن سلیمان سے جناب علیؑ مرتضیٰ کی یہ روایت جو امام جعفر صادقؑ کو ان کے آباؤ اجداد سے پہنچی تھی۔ درج ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ اے علیؑ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے آدمؑ سے شیثؑ اور نوحؑ سے سام اور ابراہیمؑ سے اسحٰقؑ تھے۔ جیسے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ووصی ابراھیم بنیہ الآیہ اور جیسے موسیٰؑ سے ہارونؑ اور عیسےٰؑ سے شمعون تھے اور تم میرے وصی اور میرے وارث ہو۔ اور ان وصیوں میں سے تم دین و علم و حلم و شجاعت اور سخاوت میں افضل و بہتر ہو تم میری امت کے امام ہو اور قسیم النار والجنۃ ہو۔ نیک بندے فاجروں سے تیری محبت کے ذریعہ سے پہچانے جاتے ہیں اور تیری محبت کی وجہ سے مومنین و منافقین و کفار میں تمیز کی جاتی ہے۔

گروہ اہلِ حکومت کے امام جناب شافعی علیہ الرحمہ نے ان احادیث اور ان کے مثل دیگر احادیث کی بنا پر چند امورِ واقعی کو اس طرح منظوم فرمایا ہے۔

علیٌ حُبُّہ جُنّۃ قسیم النار والجنّۃ
وصی المصطفیٰ حقا امام الانس والجنّہ

ترجمہ: علیؑ کی محبت گناہوں یا دوزخ کی آگ کے خلاف ایک سپر ہے۔ علیؑ دوزخ و جنت کا تقسیم کرنے والا ہے۔ محمدؐ مصطفیٰ کا واقعی وصی اور جن وانس کا امام ہے۔

ان اشعار کا امام شافعی کا ہونا مسلمہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ھ باب السادس عشر ص ۸۶۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل الثامن

۳۱ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۵۔ نورالدین سمہودی جواہر العقدین۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت امامی یوم القیامۃ فید فع الی لواء الحمد فادفعہ الیک وانت تذود الناس عن حوضی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ قیامت کے روز تم اے علیؑ میرے آگے آگے ہوگے مجھ کو لواء حمد دیا جائے گا۔ وہ میں تمہارے حوالہ کردوں گا۔ تم لوگوں کو میرے حوض سے ہٹاؤ گے اور ہنکاؤ گے

علی المتقی: کنز العمال: الجزء السادس ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۱۵ ص ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶، ۶۱۱۹، و ۶۱۲۰۔ الحاکم استدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۳۸۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب چہارم ص ۶۹۶، ۶۹۸، ۷۔ شیخ سلیمان ابن ابراہیم البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الرابع والاربعون ص ۱۳۰، ۱۳۲۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی الباب الرابع الفصل الثامن ص ۲۱۱۔

فقرہ قسیم النار والجنۃ کا رد

فقرۂ قسیم النار والجنۃ کو سن کر حضرات وہابیہ اور ان کے ہم خیال اصحاب نعل در آتش ہو کر اعتراض فرماتے ہیں کہ اب خدا کے لیئے کیا کام رہ گیا جب علی مرتضیٰؑ ہی نے جنت و دوزخ کو تقسیم کر کے رکھ دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ درست ہے تو بس روز محشر خداوند تعالیٰ تو معطل ہو گا اور خدائی حضرت علی ہی کریں گے۔ اسی طرح چند اور معقول باتوں کو اپنے پیرایہ میں نامعقول ظاہر کرنے کی کوشش کر کے یہ لوگ اپنے مخالفین کے خلاف اس طرح پروپاگنڈا کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ اہل اسلام میں یہ فرقہ ایسا ہے جو معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کی وحدانیت مطلق کا قائل نہیں اور خدا کے ساتھ علیؑ و حسنینؑ کو شریک کرتا ہے۔ ان حضرات کا یہ خیال محض اُن کو ہی خوش کر سکتا ہے دوسروں کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اصلی نقص اس کی وحدانیت میں تو یہ ہے۔ کہ اس کی ذات کے ساتھ کوئی فعل جسمانی منسوب کیا جائے مثلاً جیسے یہ بزرگوار کہتے ہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ کے ہاتھ اور ٹانگیں ہیں۔ جب روز قیامت دوزخ کی تیزی بڑھتی ہی جائے گی۔ اور ھل من مزید کی آواز ختم ہی نہ ہوگی۔ تو خداوند تعالیٰ اپنی ٹانگ دوزخ میں ڈال دے گا اس وقت اس کی تسلی ہو جائے گی۔ علی کا قسیم النار والجنۃ ہونا اس کی وحدانیت میں حارج نہیں ہوتا۔ معلوم سے نامعلوم کی طرف چلو۔ کیونکہ یہی اصلی قاعدہ محسوسات کے ذریعہ سے علم حاصل کرنے کا ہے۔ آخرت کا محشرستان ابھی کسی نے نہیں دیکھا لیکن دنیا کا نظام ہماری آنکھوں کے سامنے ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان اصحاب نے اس دنیا کا کہ جس میں وہ رہتے ہیں اچھی طرح مطالعہ نہیں فرمایا۔ اگر یہ بزرگوار اس دنیا کو بھی ایسی ہی سطحی نظر سے دیکھیں گے۔ کہ جو سطحی نظر انہوں نے میدان محشر پر ڈالی ہے۔ تو یہاں بھی خدا کو معطل ہی پائیں گے اور جو خدا کہ اب معطل ہے وہ میدان حشر میں کیوں کر یک بیک کارکن ہو جائے گا۔ وہ خود ہی تو فرماتا ہے کہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا جیسا کہ اب ہے۔ ویسا ہی

جب ہو گا۔ خداوند تعالیٰ میں کوئی تبدیلی تو ممکن نہیں یہاں بھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ خالق
تو کہلاتا ہے لیکن انسانوں اور حیوانوں کی موجودگی اور ہستی کا سبب براہ راست ان کے ماں باپ ہوتے
ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کشتی کو پانی پر چلاتے ہیں۔ اور تم کو کشتی میں ادھر سے ادھر لے جاتے
ہیں۔ ہم زمین کو بارش سے زندہ کرتے ہیں۔ دانہ سے درخت پیدا کرتے ہیں۔ اور رات سے دن اور
دن سے رات نکالتے ہیں ہم تمہاری قسمت کا اندازہ کرتے ہیں اور روزی تقسیم کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔
لیکن ہم ان ظاہری آنکھوں سے کیا دیکھتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان و حیوان اپنے ماں باپ
کے ذریعے سے پیدا کرتا ہے۔ کشتی کو انسان بناتا ہے اور وہ پانی پر ان قوانین کے ماتحت چلتی ہے
جو اس دنیا میں رائج ہیں۔ زمین پر بارش بھی قوانین فطرت کے مطابق ہوتی ہے۔ زمین کو کاشت کر
کے انسان غلہ اور پھل پیدا کرتا ہے۔ دن رات کا ہونا شمس و قمر و ارض کے چکروں پر موقوف ہے
خداوند تعالیٰ روزانہ سورج کو دھکیل کر خود نہیں چلاتا۔ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ خدا کھڑا ہوا خود تمہاری
کشتی کو چلا رہا ہے۔ یا انسان کو آن کر پیدا کر رہا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا رازق خداوند تعالیٰ ہے
اور ہمارے رنج و راحت کا انحصار اس کی مشیت مطلق پر ہے۔ لیکن تاہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ
تقسیم رزق و تقدیر رنج و راحت دوسرے انسانوں ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ خدا خود تو
آن کر آٹا دال نہیں بانٹتا پھرتا۔ پھر کیوں یہ سب افعال خداوند تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کئے
صرف اس وجہ سے کہ اس کے ارادہ کن نے مادہ کو پیدا کر کے ایسے قوانین مرتب کئے ہیں کہ خود
بخود ان کے ماتحت انسان و حیوانات و جمادات و شمس و قمر و زمین و ستارگان و سیارگان ایسے
فعل کرتے ہیں یا ان پر فعل کئے جاتے ہیں۔ جن سے وہ سب نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں جن
کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ مطالعہ فطرت ہمیں سنت الٰہیہ کے ادراک کی طرف لے
جاتا ہے اور اس سنت الٰہیہ کو ہم اس نہج پر پاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ خود اپنے ہاتھ سے کام نہیں کرتا
اپنے ارادہ سے دیگر اسباب و ذرائع ہی کام کرتے رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے وہ اپنی
مشیت پوری کراتا ہے۔ رسولؐ کے پاس وحی بھیجی۔ لیکن ملائکہ کے ذریعہ سے۔ رسول سے کلام
کیا۔ اس طرح کہ کبھی درخت کو گویا کر دیا۔ کبھی ہوا میں سے آواز آنے لگی۔ کبھی اس نے خواب دیکھ
لیا۔ انسان کو راہ راست دکھائی۔ پیغمبروں کے ذریعہ سے اور وہ بھی انسانی طریقوں کے مطابق
ورنہ اگر خداوند تعالیٰ براہ راست عمل کرنا چاہتا تو صرف ایک ارادہ کافی تھا۔ اور پھر کوئی متنفس
شرک و کفر نہ کرتا۔ پیغمبروں کو بھی مافوق العادت طاقت دے کر لوگوں کو مرعوب نہیں کیا۔ پیغمبروں
کو بھی قوانین فطرت ہی کے مطابق عمل کرنا پڑا۔ ورنہ اگر خدا چاہتا تو جو شخص پیغمبر کی مخالفت کرتا
وہ فوراً مر جاتا یا اندھا ہو جاتا یا اس میں پیغمبر کی مخالفت کرنے کا ارادہ ہی نہ پیدا ہوتا تو
پھر اس وعظ و نصیحت کی ضرورت ہی کیوں ہوتی۔ حضرت زکریا یا حضرت یحییٰ کیوں آرے
سے چیرے جاتے۔ حضرت ابراہیم کیوں آگ میں ڈالے جاتے۔ جناب رسول خدا کو

کیوں کفار عرب سے اتنے صدمے پہنچتے۔ اسی طرح اگر میدان حشر میں لوگوں کو چھانٹ چھانٹ کر
اپنے اپنے ٹھکانوں پر بھیجنے والا کوئی شخص ہو جو حکم خداوندی کے ماتحت کام کر رہا ہو تو کیا بعید
از عقل ہے بلکہ یہ تو عین اس نظام کے مطابق ہو گا کہ جو آج کل ہم یہاں دیکھ رہے ہیں۔ یہاں تو خداوند
تعالیٰ نے اپنے تئیں انسان کی نظروں سے پنہاں رکھا ہوا ہے۔ وہاں کیا وہ ان کے درمیان میں آن
کر خود کسی کو جہنم میں دھکا دے گا اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گا۔ اگر میدان حشر میں منادی
کرنے والا یا میزان عدل نصب کرنے والا کوئی ہو گا تو وہ کوئی اور ہی ہو گا۔ یہ ناممکن ہے کہ خداوند
تعالیٰ کی آواز کوئی سن سکے یا اس کو دیکھ سکے۔ آواز کان میں سمانا یا صورت کا آنکھوں میں اتر آنا یہ مطلب
رکھتا ہے کہ شئے مسموع یا منظور کو سامع یا ناظر نے اپنے اندر لے لیا اور ظاہر ہے کہ چھوٹی شئے
میں بڑی شئے نہیں سما سکتی تو نتیجہ نکلا کہ شئے مسموع یا منظور چھوٹی ہوئی سامع اور ناظر سے۔ خداوند
تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ خدا انسان سے کم ہے۔ جب ہی تو اس میں سما گیا۔ معترض
یہ کہے گا کہ پہاڑ، سمندر، ہاتھی یہ سب انسان سے بڑے ہیں لیکن انسان ان کو دیکھتا ہے اس کے
دو جواب ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ چیزیں ایک حد تک بڑی ہیں۔ ان کی عظمت محدود ہے۔ خدا کی صفت یہ ہے
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور ان چیزوں ہی کو لو۔ باوجود محدود عظمت رکھنے کے سارے
کا سارا کوہ ہمالیہ تو ہماری نظر میں ایک دفعہ نہیں آجاتا پورے دریائے انڈس کو تو ہم ایک نظر میں نہیں
دیکھتے۔ ہم ان کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھتے ہیں۔ تو کیا ہم خداوند تعالیٰ کے بھی اسی طرح ٹکڑے کریں گے
دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ چیزیں انسان سے بڑی ہیں لیکن انسان میں انکو چھوٹا کر کے اپنی آنکھ کے
پردے پر لینے کی قابلیت ہے۔ جب انسان کی آنکھ کے اندر آتے ہیں تو چھوٹے بن کر آتے ہیں۔ تو کیا
خداوند تعالیٰ پر بھی انسان اسی طرح غالب آن کر اسکو صغیر بنا کر اپنی آنکھوں کے پردے پر بٹھائے گا۔
جب تک انسان انسان ہے اور خدا خدا، اس وقت تک تو یہ ناممکن ہے۔ خواہ کارزار دنیا ہو خواہ عرصہ
قیامت۔ وہ لقائے خداوندی جس کا وعدہ قرآن شریف میں کیا گیا ہے وہ جسمانی رویت نہیں ہے وہ
ایسا ہی ہے جیسے بیعت رضوان کے موقعہ پر ارشاد ہوا تھا۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ وہاں
کیا خدا کا ہاتھ نظر آتا تھا۔ جواب آخرت میں خدا کا چہرہ نظر آئے گا۔

یہ مشیت الٰہیہ ہے کہ ایسا اس نے کیوں کیا اور ویسا کیوں نہ کیا۔ اس میں چون و چرا کی مجال نہیں۔
اور نہ ضرورت۔ اور جس طرح بھی ہوتا اس کے مقابلے میں سوال ہو سکتا تھا کہ ایسا کیوں ہوا، ویسا
کیوں نہ ہوا۔ غور کرو۔ آخر کوئی ذات تو ہو گی جو لوگوں کو دوزخ و جنت میں بھیجے گی۔ خداوند عالم
خود تو آن کر یہ کام نہیں کرے گا۔ خود تو وہ کرے جس کے کام کرنے والے موجود نہ ہوں۔ یا
اس میں دوسروں سے کام کرانے کی قدرت نہ ہو۔ غالباً یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا خود تو نہیں
آئے گا لیکن اس کے فرشتے آن کر لوگوں کو جنت و دوزخ میں لے جائیں گے۔ اگر اس کام
کی استعداد و قابلیت ملائکہ میں ہے تو کیا اس طاقت و استعداد و اہلیت کا امکان موجود

ملائکہ میں نہیں ہو سکتا اب صرف فرق اتنا رہ گیا کہ آپ ملائکہ کو قسیم النار والجنۃ کہتے ہیں اور ہم مسجود ملائکہ یعنی علی بن ابی طالبؑ کو اور اگر آپ یہ کہیں کہ فرشتے تو خداوند تعالیٰ کے احکام وارشادات کے مطابق لوگوں کو جنت و دوزخ میں لے جائیں گے تو ہم کب کہتے ہیں کہ علیؑ خدا کی مرضی و حکم کے خلاف یہ کام کریں گے۔

لواء حمد

اخرج احمد عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ فی علی خمس امرا حب الی من الدنیا و ما فیھا اما واحدۃ فھو تکائی بین ید اللہ عزوجل حتی یفرغ من الحساب واما الثانیۃ فلواء الحمد بیدہ وآدم ومن ولدہ تحتہ واما الثالثۃ فواقف علی حفرۃ حوضی یسقی من عرف من امتی واما الرابعۃ فساتر عورتی ومسلمی الی ربی عزوجل واما الخامسۃ فلست اخشی علیہ ان یرجع زانیا بعد احسان ولا کافرا بعد ایمان۔

ابو سعید الخدری سے امام احمد حنبل نے باسنادہ خود نقل کیا ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ علیؑ میں پانچ باتیں ایسی ہیں جو میرے نزدیک اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پیاری و محبوب ہیں اول تو یہ کہ وہ خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ حساب سے فارغ ہو۔ دوسرے یہ کہ روز قیامت لواء حمد اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ آدمؑ اور اولاد آدمؑ سب اس کے نیچے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ میرے حوض کے کنارے پر کھڑا رہے گا اور جس کو یہ میری امت سے چاہے گا۔ پانی پلائے گا۔ چوتھے یہ کہ میرا استر ڈھانپنے والا اور مجھ کو خدا کے سپرد کرنے والا ہے۔ پانچویں یہ کہ مجھے اس کا خوف نہیں کہ وہ عفت کے بعد زانی اور ایمان کے بعد کافر ہو جائے۔

علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۳ ص۴۰۰ حدیث ۶۰۹۲ ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۳، ۶۱۱۵ ص۴۰۳ حدیث ۶۱۱۶۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۱۹۱، ۲۰۱، ۲۰۲۔ شیخ سلیمان البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ۔ ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الرابع والاربعون ص۱۳۲، ۱۳۳ الباب الخمسون ۱۴۲، ۱۴۳۔ محمد بن اسمعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ ص۱۵۱۔

قصر فی الجنۃ

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا وان قصری فی الجنۃ وقصر ابراھیم فی الجنۃ متقابلا وقصر علی ابن

ابو الخیر حاکمی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اپنا خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیمؑ کو بنایا تھا اور جنت میں میرا قصر ابراہیمؑ کے

ابی طالب بین قصوی وقصر ابراھیم فیاله من حبیب بین خلیلین (اخرجه ابوالخیر الحاکمی)

مقابل ہوگا اور علی بن ابی طالبؑ کا قصر میرے اور ابراہیمؑ کے درمیان ہوگا۔ پس کیا اچھا ہوگا ایک حبیب دو خلیلوں کے درمیان۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس ص۲۰۱ و فصل الثامن ص۲۱۸۔ علی المتقی: کنزالعمال۔ الجزء السادس ص۱۵۶۔ حدیث ۲۶۰۶، ۲۶۰۵۔ حسن علی محدث: تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص ۳۱۴۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر۔ روضۃ الندیہ ص۱۴۸ طبرانی: معجم الکبیر۔

تسلیم الملائکۃ علیه

قال احمد فی الفضائل حدثنا عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث حدثنا اسحاق بن ابراھیم حدثنا سعید بن الصلت حدثنا ابوجارود السرخی عن ابی اسحاق الھمدانی عن الحرث عن علی علیه السلام قال لما کانت لیلة بدر قال رسول اللہ من یستقی لنا من الماء فاحجم الناس قال فقمت فاحتضنت قربته ثم اتیت قلیبا بعید القعر مظلما فانحدرت فیه فاوحی اللہ الی جبرئیل و میکائیل واسرافیل تاھبوا لنصرۃ محمد صلی اللہ علیه وسلم وحزبه فخبطوا من السماء لھم لغط یذھل من یسمعه فلما جاوا القلیب وقفوا وسلموا علی اکراماً وتعظیماً ذکرہ ارباب المغازی۔

(اسمائے راویاں عربی میں)

امام احمد حنبل نے حضرت علیؑ سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب شب بدر ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہے کوئی جو ہمیں پانی لا کر پلائے لوگ پانی کی تلاش کر کے واپس آگئے پھر میں اپنا مشکیزہ بغل میں لے کر ایک اندھیرے اور گہرے کنوئیں کے پاس آیا اور اس میں اترا، اللہ تعالیٰ نے جبرئیل و میکائیل و اسرافیل کو حکم دیا کہ تم جا کر محمدؐ اور اس کے لشکر کی مدد کرو۔ وہ اترے اور ان کے پروں کی آواز ایسی تھی کہ سننے والے کو ڈرا دیتی جب یہ سب ملائکہ اس کنوئیں کے پاس پہنچے تو انہوں نے مجھ کو بوجہ تعظیم و تکریم سلام کیا ارباب مغازی نے اس واقعہ کو تحریر کیا ہے

علامہ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۸۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر روضۃ الندیہ بر تشریح شعرہ

من ببدر فلق الھام وقد ھام فی النقوۃ من کان سقیا

حسن علی محدث: تفریح الاحباب مترجم ص۳۲۴۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الاربعون ص۱۲۲

حدیث طیر۔

جناب رسول خدا کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا۔ معمولی باتوں سے عظیم الشان نتائج پیدا کرتے تھے۔ واقعہ تو بہت معمولی تھا۔ ایک عورت نے عمدہ بھنا ہوا گوشت آپ کی خدمت میں

پیش کیا۔ عام حالات کو مدنظر رکھ کر تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ آپ کو وہ پسند آیا تھا۔ اپنے بچوں یعنی حسنین علیہما السلام کے پاس بھی تھوڑا سا بھجوا دیتے۔ بچے ہی ایسی چیزوں کے بہت شائق ہوتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ آپ نے علیؑ کو بلوایا۔ آدمی بھیج کر نہیں بلوایا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کی معرفت بلوایا۔ اور یہ کہہ کر بلوایا کہ بار الہا جو شخص تیری بارگاہ میں محبوب ترین ہو اس کو بھیج دے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و بزرگی و عظمت کا معیار تقویٰ ہے۔ خداوند تعالیٰ کی محبت کا وہی شخص سب سے زیادہ اہل ہوگا جو سب سے زیادہ متقی ہوگا اور جو سب سے زیادہ متقی ہوگا وہی سب سے زیادہ خلافت رسول کا مستحق ہوگا۔ ملاحظہ فرمایا کیسے مختلف اور کیسے عمدہ طریقوں سے جناب رسولخدا نے امت کے ذہن نشین کرانا چاہا کہ خلافت کیلئے علیؑ سے زیادہ کوئی اور شخص مستحق نہیں ہے۔ اس طیر مشوی کا واقعہ اخطب خوارزم اپنی کتاب المناقب میں اس طرح لکھتے ہیں۔

اخبرنا الشیخ الزاهد ابو الحسن علی بن احمد العاصمی الخوارزمی قال اخبرنا القاضی الامام الشیخ القضاۃ اسمٰعیل بن احمد الواعظ قال اخبرنا والدی ابوبکر احمد بن الحسن البیهقی قال اخبرنا ابو الحسین بن محمد بن علی الروذباری قال اخبرنا ابوبکر بن محمویہ بن عباس بن سنان الرازی قال حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ قال اخبرنا اسمٰعیل الازرق عن انس بن مالک قال اهدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیر فقال اللّٰهم ائتنی باحب خلقك الیك یاکل معی من هذا الطیر فقلت اللّٰهم اجعله رجلا من الانصار فجاء علی فقلت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ قال فذهب ثم جاء فقلت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ قال فذهب ثم جاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتح ففتحت ثم دخل فقال ماحبسك یا علی قال هذه آخر ثلث کرات

راویان (۱) شیخ الزاہد حافظ ابو الحسن علی بن احمد العاصمی (۲) شیخ القضاۃ اسمعیل بن احمد (۳) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (۴) ابو علی الحسین بن محمد بن علی (۵) ابوبکر محمد بن مہرویہ بن عباس بن سنان الرازی (۶) ابو حاتم الرازی (۷) عبید اللہ بن موسیٰ (۸) اسمعیل الازرق (۹) انس بن مالک۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں ایک بھنا ہوا طائر ہدیۃً پیش کیا گیا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے دعا کی کہ اے خدا جو شخص تمام مخلوق میں تیرا محبوب ترین ہو اس کو اس وقت میرے پاس بھیج دے تاکہ میرے ہمراہ طیر کھائے۔ انس کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے خدا وہ شخص انصار میں سے کوئی ہووے۔ اس وقت علیؑ تشریف لائے۔ میں نے انہیں ٹالنے کی خاطر کہہ دیا کہ جناب رسولؐ خدا کام میں مشغول ہیں۔ علیؑ چلے گئے لیکن پھر آگئے۔ میں نے پھر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آنحضرتؐ کام میں مشغول ہیں۔ علیؑ واپس

يروني انس يزعم انك على حاجة قال ماحملك على ما صنعت يا انس قال دعاءك فاحببت ان يكون في رجل من قومي فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان الرجل قد يحب قومه۔

چلے گئے۔ لیکن پھر آ گئے اس وقت ان کی آہٹ سُن کر جناب رسولؐ خدا نے مجھ کو حکم دیا کہ دروازہ کھول دے۔ میں نے کھول دیا اور علیؑ اندر آئے تو آنحضرتؐ نے علیؑ سے پوچھا کہ اے علی تم اتنی دیر کیوں رکے رہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تیسری دفعہ ہے کہ میں آیا ہوں۔ ہر دفعہ انس کہتا تھا کہ آپ کام میں مشغول ہیں۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا۔ میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کی دعا سنی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ میری قوم میں سے کوئی آدے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ شخص (حق سے نہیں بلکہ) اپنی قوم سے محبت رکھتا ہے۔

ثنا قطن بن نسير ثنا جعفر بن سليمان الضبعي ثنا عبد الله بن مثنى ثنا عبد الله بن انس عن انس قال اهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم حجل مشوي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم ائتني باحب خلقك اليك ياكل معي من هذا الطير فقالت عائشة اللهم اجعله ابي وقالت حفصة اللهم اجعله ابي قال انس فقلت انا اللهم اجعله سعد بن عبادة قال انس سمعت حركة الباب فاذا علي فقلت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم على حاجة فانصرف ثم سمعت حركة الباب فسلم علي فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم صوته فقال انظر من هذا فخرجت فاذا علي فجئت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخبرته فقال ائذن له فاذنت له فدخل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم والي اللهم والي۔ ابو يعلى : مسند۔

عبد اللہ ابن انس اپنے والد انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب رسولخداؐ کی خدمت میں بھنا ہوا طائر ہدیۃً پیش کیا گیا۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے خدا اس وقت اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تمام خلق میں سے تیرا محبوب ترین ہو تاکہ وہ میرے ساتھ اس طعام میں سے کھائے یہ سُن کر حضرت عائشہ نے کہا اے خدا میرے باپ کو بھیج اور حفصہ نے کہا کہ اے خدا میرے باپ کو بھیج اور میں نے کہا کہ اے خدا سعد بن عبادہ کو بھیج۔ انس کہتے ہیں کہ اتنے میں میں نے دروازہ پر آہٹ محسوس کی اور حضرت علیؑ کو وہاں آیا ہوا پایا۔ انہوں نے سلام کیا میں نے جواب دیا کہ رسول خدا کام میں مشغول ہیں پس علیؑ واپس چلے گئے۔ پھر میں نے دروازے پر آہٹ سنی۔ علیؑ نے سلام کیا رسولخدا نے انکی آواز سنی اور مجھ سے کہا کہ دیکھو کون ہے پس میں باہر گیا اور دیکھا کہ علیؑ موجود ہیں۔ میں نے آنحضرتؐ کو اطلاع دی آپ نے فرمایا کہ انہیں اندر بلاؤ۔ میں بلا لایا۔ علیؑ داخل ہوئے۔ جناب رسولخدا نے بہت خوش ہو کر علیؑ کو طعام میں شریک کر لیا۔

مورخ مسعودی اپنی کتاب مروج الذہب میں کیا اچھا لکھتے ہیں۔

والاشياء التي استحق بها اصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم الفضل هي السبق
الى الايمان والهجرة والنصرة لرسول الله
صلى الله عليه وسلم والقربى منه والقناعة
وبذل النفس له والعلم بالكتاب والتنزيل
والجهاد في سبيل الله والورع
والزهد والقضاء والحكم والعفة والعلم
وكل ذالك لعلي رضي الله عنه
منه النصيب الاوفر والحظ الاكبر الى
ما ينفرد به من قول رسول الله صلى الله
عليه وسلم حين اخى بين اصحابه انت
اخي وهو صلى الله عليه وسلم لا ضد له
ولا ند وقوله صلى الله عليه وسلم انت
مني بمنزلة هارون من موسى الا انه
لا نبي بعدي وقوله عليه السلام
من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال
من والاه وعاد من عاداه ثم دعاءه
عليه السلام وقد قدم اليه انس
الطائر اللهم ادخل الي احب خلقك
اليك يأكل معي من هذا الطائر فدخل
عليه علي عليه السلام الى آخر الحديث
فهذا وغيره من فضائله وما اجتمع
فيه من الخصائل مما تفرق في غيره
انتهى۔

وہ امور جن کی وجہ سے جناب رسول خدا کے اصحاب
فضیلت کے مستحق ہوتے تھے۔ یہ تھے سبقت ایمانی
ہجرت، رسول خدا کی نصرت، آپ سے قرابت،
قناعت، اپنی جان کو رسول خدا کے اوپر نثار کرنا
قرآن اور اس کی تنزیل کا علم۔ جہاد فی سبیل اللہ
زہد و ورع۔ مقدمات فیصل کرنے کی قابلیت حکمت
عفت اور حلم علی ابن ابی طالبؑ کو ان سب امور
میں سے تمام صحابہ سے زیادہ حصہ ملا
ہوا تھا۔

اور تمام دیگر صحابہ سے وہ ان امور میں افضل تھے
جیسا کہ جناب رسول خدا کے ان اقوال سے ظاہر
ہوتا ہے۔ جب جناب رسول خدا نے مسلمانوں
میں صیغۂ اخوت جاری کیا تو علیؑ سے فرمایا کہ تم
میرے اخی ہو اور ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا
کا نظیر و مثیل سوائے علیؑ کے اور کوئی شخص نہ تھا
اسی طرح یہ قول کہ تم میرے ساتھ وہی منزلت رکھتے
ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ سوائے اس کے کہ
میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور نیز آپ کا یہ
قول کہ جس کا میں مولا ہوں۔ اس کا علیؑ مولا ہے۔
خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے
اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ اور
نیز آپ کی دعا کہ جب آپ کی خدمت میں بھنا
ہوا طائر پیش کیا گیا کہ خداوندا اس وقت
اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تیری تمام
مخلوق میں تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ یہ طائر کھائے۔ پس علی علیہ السلام
آئے۔ آخر حدیث تک پس یہ اور ایسے ہی دیگر فضائل ہیں جو کسی اور صحابی میں جمع نہیں ہوئے اور علیؑ
میں بدرجہ اتم سب موجود تھے۔

علی بن الحسین بن علی المسعودی: مروج الذہب الجزء الثانی بعد ذکر مقتل علی علیہ السلام صہ ۴۹۔

حدثنی ابو علی الحافظ انبانا ابو عبد اللہ (اسمائے راویان عربی میں دیکھو)

محمد بن احمد بن ایوب الصفار وحمید
بن یوسف بن یعقوب الزیات قالا ثنا
محمد بن احمد بن عیاض بن ابی طیبہ
ثنا یحیی بن حسان عن سلیمان بن بلال
عن یحیی بن سعید عن انس بن مالک
رضی اللہ عنہ قال کنت اخدم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدم لرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرخ مشوی
فقال اللھم ائتنی باحب خلقک الیک
یاکل معی من ھذا الطائر قال فقلت
اللھم اجعلہ رجلاً من الانصار فجاء علی
رضی اللہ عنہ فقلت ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ ثم جاء فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتح
فدخل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم ما حبسک یا علی فقال ان ھذہ
آخر ثلاث کرات یردنی انس یزعم انک
علی حاجۃ فقال ما حملک علی ما صنعت
فقلت یا رسول اللہ صلعم سمعت دعائک
فاحببت ان یکون رجلا من قومی فقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل
قد یحب قومہ ھذا حدیث صحیح علی
شرط الشیخین ولم یخرجاہ وقد رواہ
عن انس جماعۃ من اصحابہ زیادۃ علی
ثلاثین نفساً ثم صحت الروایۃ عن علی
وابی سعید الخدری وسفینہ وفی حدیث
ثابت البنانی عن انس زیادۃ
الفاظ کما حدثناہ الثقۃ المامون
ابو القاسم الحسن بن محمد بن الحسین

انس بن مالک سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
جناب رسولؐ خدا کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن
آنحضرتؐ کے سامنے ایک بھنا ہوا طائر پیش کیا
گیا تو آپ نے دعا مانگی کہ اے خدا اس وقت
میرے ہمراہ اس طائر کو نوش کرنے کے لئے اس
شخص کو بھیج جو تمام عالم میں تجھ کو محبوب ترین ہے
انس کہتے ہیں کہ یہ دعا سن کر میں نے کہا کہ یا اللہ
انصار میں سے کسی کو یہ عزت بخش۔ لیکن فوراً ہی
علیؑ آ گئے میں نے ان سے اوپر سے اوپر ہی کہہ دیا
کہ آنحضرتؐ تو کام میں مشغول ہیں۔ پھر دوبارہ علیؑ
آئے۔ آنحضرتؐ نے آہٹ سن کر فرمایا کہ دروازہ
کھول دے چنانچہ وہ آنحضرتؐ کے پاس آ گئے
آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ اے علیؑ تم نے اتنی
دیر کیوں کی۔ علیؑ نے کہا۔ کہ میں تین دفعہ آیا۔ اور
یہ تیسری دفعہ تھی۔ لیکن انس مجھے یہ کہہ کر واپس کر دیتا
تھا کہ آپ کام میں مشغول ہیں۔ آنحضرتؐ نے
مجھ سے فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا میں نے جواب
دیا کہ اے رسولؐ خدا میں نے آپ کی دعا سنی
تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ انصار میں
سے کوئی شخص آوے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا
کہ یہ شخص اپنی قوم کی محبت میں گردیدہ ہے۔
حاکم کہتے ہیں کہ یہ روایت شرائط بخاری و مسلم
کے مطابق صحیح ہے۔ اور انس بن مالک سے صحابؓ
کی ایک جماعت کثیر یعنی تیس اصحاب نے اس کو
بیان کیا ہے اور یہ روایت حضرت علیؑ و سفینہ

بول رہے ہیں۔ وہاں تیرا سوت کس گنتی میں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ یہ سوت یوسف کی قیمت نہیں۔ لیکن اس کی وجہ سے میرا نام یوسف کے خریداروں میں تو ہو جائے گا۔

این قدر باشد کہ دشمن یا کہ دوست
گوید این زن از خریداران اوست

یہی شوق مجھے بھی کشاں کشاں لئے جا رہا ہے۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ کیا میں اور کیا میری تصنیف۔ بقولِ شاعر

صفتِ کمالِ حسنت چو منے چگونہ گوید
کہ ہزار ہمچو خسرو برخ تو بے زباں شد

اور یہ تو فرعونوں کے مصر کا بازار نہیں۔ یہ تو اس کریم و سخی کا دربار ہے جس کو اپنے قاتل پر بھی رحم آ گیا۔ جو سائل کو بغیر سوال کے دیتا تھا اور اتنا دیتا تھا کہ اس کو دوسرے کے دروازے سے مستغنی کر دیتا تھا۔ یہ تو اس وقت کی حالت تھی کہ جب آپ عالم اسباب کے حدود و قیود کے اندر تھے۔ اب کہ آپ دونوں جہان کے مختار ہیں۔ جو کچھ بھی اُمید اس دربار سے رکھوں کم ہے۔ یہ تو وہ دربار ہے جس کی بخشش و عطا اُمید کی حدود کے اندر سما جانے کو اپنا عار سمجھتی ہے۔

غرضیکہ اس مجبوری کی حالت میں جو کچھ ہو سکا ناظرین کی خدمت میں حاضر ہے۔ علم واقعی بڑی شے ہے۔ اور بڑی بڑی علمی کتابیں اس موضوع پر صاحبانِ علم و ہنر لکھ گئے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی طریقہ استدلال و حُسنِ بیان بھی خراجِ تحسین کا اُمیدوار ہوتا ہے۔ سوائے اس کے اور کیا عرض کروں کہ ؏

خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم

توایکہ محوِ سخن گسترانِ پیشینی مباش منکرِ غالب کہ در زمانۂ تست

سول لائنز۔ لدھیانہ
۲۰ر فروری ۱۹۴۳ء

بن اسمٰعیل بن محمد بن الفضل بن علیۃ بن
خالد السکونی بالکوفۃ من اصل کتابہ
ثنا عبید بن کثیر العامری ثنا عبد الرحمٰن
بن ودیس حدثنا ابو القاسم ثنا محمد بن عبد اللّٰہ
بن سلیمان الحضرمی ثنا عبد اللّٰہ بن عمر بن
ابان بن صالح قال ثنا ابراہیم بن ثابت البصری
القصار ثنا ثابت البنانی ان انس بن مالک
رضی اللّٰہ عنہ شاکیا فاتاہ محمد بن الحجاج
یعودہ فی اصحاب لہ فجری الحدیث ذکروا
علیا رضی اللّٰہ عنہ فتنقصہ محمد بن الحجاج
فقال انس من ھذا اقعدونی فاقعدوہ
فقال یا ابن الحجاج اراک تنقص علی بن
ابی طالب والذی بعث محمداً صلی اللّٰہ
علیہ وسلم بالحق لقد کنت خادم رسول
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین یدیہ وکان
کل یوم یخدم بین یدی رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وسلم غلام من ابناء الانصار
وکان ذالک الیوم یومی فجاءت ام ایمن مولاۃ
رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بطیرہ فوضعتہ
بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا ام
ایمن ما ھذا الطائر قالت ھذا الطائر اصبتہ
فصنعتہ لک فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم اللّٰھم جئنی باحب خلقک
الیک والی یاکل معی من ھذا الطائر و
ضرب الباب فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ
علیہ وسلم یا انس انظر من علی الباب
فقلت اللّٰھم اجعلہ رجلا من الانصار
فذھبت فاذا علیؑ بالباب قلت ان

وابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور جو روایت
انس سے ثابت البنانی نے کی ہے اس میں کچھ الفاظ
زیادہ بھی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے نہایت ثقہ شخص یعنی
ابو القاسم حسن بن محمد بن حسین بن اسمٰعیل بن محمد
بن الفضل بن علیہ بن خالد السکونی نے کوفہ میں اپنی
اصل کتاب سے بیان کیا۔ وہ روایت ثابت النبہانی
کے ذریعہ سے اس طرح ہے۔ ثابت النبہانی کہتے ہیں
کہ ایک روز انس بن مالک بیمار تھے۔ ان کی عیادت
کو محمد بن الحجاج آئے۔ چند دوست اور بھی بیٹھے
تھے۔ آپس میں گفتگو ہونے لگی۔ یہاں تک کہ حضرت
علیؑ کا ذکر درمیان میں آیا محمد بن الحجاج نے کچھ بات
ان کی شان گھٹانے کی غرض سے کی۔ اس پر انس
نے کہا کہ مجھے بٹھا دو۔ چنانچہ ان کو بٹھا دیا گیا انہوں
نے کہا کہ اے ابن الحجاج میں دیکھتا ہوں کہ تم علیؑ
کی تنقیص شان کرتے ہو۔ درآنحالیکہ قسم ہے اس
ذات کی جس نے محمد صلعم کو حق کے ساتھ مبعوث
کیا کہ ایک دن میں جناب رسولؐ خدا کی خدمت کر
رہا تھا اور حاضر تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ انصار کے لڑکے
باری باری سے آنحضرتؐ کی خدمت میں بغرض خدمت
گزاری حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور اس دن میری باری
تھی۔ پس ام ایمن آئیں اور ایک طائر لا کر آنحضرتؐ
کے سامنے پیش کیا۔ آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ
اے ام ایمن یہ کیسے لائی ہو۔ انہوں نے جواب دیا
کہ یہ طائر میرے ہاتھ لگا۔ پس میں نے آپ کے
لئے تیار کیا اس پر آنحضرتؐ نے بارگاہ الٰہی میں
دعا کی کہ یا اللہ اس وقت میرے ساتھ اس طائر
کے کھانے کے لئے ایک ایسے شخص کو بھیج جو
تمامی عالم میں تیرا اور میرا محبوب ترین ہو۔ پس
اتنے میں دروازے کو کسی نے کھٹکھٹایا۔ آنحضرتؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ فجئت حتیٰ قمت مقامی فلم البث ان ضرب الباب فقال یا انس انظر من علی الباب فقلت اللّٰھم اجعلہ رجلا من الانصار فذھبت فاذا علیؑ بالباب قلت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حاجۃ فجئت حتی قمت مقامی فلم البث ان ضرب الباب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انس فادخلہ فلست باول رجلا احب قومہ لیس ھو من الانصار فذھبت فادخلت علیا فقال یا انس قرب الیہ الطیر قال فوضعتہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکلا جمیعا قال محمد بن الحجاج یا انس کان ھذا بمحضر منک قال نعم قال اعطی باللہ عھدا ان لا انتقص علیا بعد مقامی ھذا ولا اعلم احدا انتقصہ الا اشنت لہ وجھہ۔

نے فرمایا کہ اے انس جاکر دیکھو کون ہے۔ اس وقت میں نے دل میں کہا کہ یا خدا کوئی انصار میں سے ہو۔ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازے پر علیؑ ہیں میں نے ان سے کہہ دیا کہ آنحضرتؐ تو کام میں مشغول ہیں اور اپنے مقام پر واپس آگیا۔ لیکن پھر دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے انس دیکھو دروازے پر کون ہے۔ پھر میں نے دل میں دعا مانگی کہ یا اللہ کوئی انصار میں سے ہو۔ میں دروازے پر جو گیا تو پھر علیؑ کو پایا اور پھر میں نے ان سے کہہ دیا کہ آنحضرتؐ تو کام میں مشغول ہیں اور یہ کہہ کر اپنے مقام پر واپس آگیا۔ لیکن تھوڑی دیر بھی نہیں گذری تھی کہ پھر دروازے پر کھٹکھٹا ہوئی۔ اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے انس جا اور اس کو آنے دو۔ تو پہلا شخص نہیں ہے۔ جس نے اپنی قوم سے محبت کی ہے لیکن یہ شخص انصار میں سے نہیں ہے پس میں گیا اور علیؑ کو داخل کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے آگے طائر رکھ دو۔

انس کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ اور علیؑ کے آگے وہ طائر رکھ دیا اور ان دونوں نے وہ سارے کا سارا کھالیا۔ یہ سننے کے بعد محمد بن الحجاج نے کہا کہ اے انس کیا یہ سب کچھ تمہارے روبرو پیش آیا انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر محمد بن الحجاج نے کہا کہ میں خداوند تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں کبھی علیؑ کی تنقیص شان نہیں کروں گا اور اگر کسی کو دیکھوں گا کہ وہ علیؑ کی تنقیص شان کرتا ہے تو میں اس شخص کو جھٹلاؤں گا۔ اور اس کی برائی کروں گا۔

الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الاصحاب۔ ترجمہ علیؑ بن ابی طالب صفحہ ۱۳۰ تا

۱۳۲۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، ابوعبداللہ الحاکم، ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی، علامہ ابونعیم، حافظ ابوطاہر محمد بن احمد بن علی بن حمدان اور علامہ ذہبی نے علیحدہ خاص کتابیں محض حدیث طیر کی توثیق وتصدیق میں تحریر کی ہیں۔ اور ان میں اس حدیث کے جملہ طرق کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر شامی اپنی تاریخ میں حدیث طیر کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

وقد جمع الناس فی ھذا الحدیث مصنفات مفردۃ منھم ابوبکر بن مردویہ والحافظ

لوگوں نے خاص اس حدیث طیر کی تصدیق و توثیق میں علیحدہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان میں سے

ابوطاہر محمد بن احمد بن حمدان فیما رواہ شیخنا الذہبی وروایت فیہ مجلدا فی جمع طرقہ۔ والفاظہ لابی جعفر محمد بن جریر الطبری المفسر صاحب التاریخ انتہی۔

ابوبکر بن مردویہ و حافظ ابوطاہر محمد بن احمد بن حمدان ہیں۔ جیساکہ ہمارے شیخ ذہبی نے بھی تحریر کیا ہے اور ان میں سے میں نے ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث طیر کے طرق و الفاظ جمع کئے گئے تھے اور وہ کتاب ابوجعفر محمد بن جریر الطبری کی تالیف تھی۔

عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الشامی: البدایۃ والنہایۃ الجزء السابع ص ۳۵۲۔

یہ بڑی بات ہے کہ ابن کثیر شامی نے اتنا اعتراف کیا اور اس حدیث کے کثرت طرق و اسناد کے ماننے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے خود اس حدیث کو بہت سے طرق سے نقل کیا ہے۔ یہ صاحب مورخ کیا ہیں۔ اچھے خاصے مناظر ہیں۔ ان کی تاریخ ایسے امور پر مناظرہ کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ ان کا یہ اعتراف بہت وقعت رکھتا ہے۔ ابوعبداللہ الحاکم نے ایک مستقل کتاب حدیث طیر کے جمع طرق میں تحریر کی ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ ۸۶ اشخاص نے حضرت انس سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایت الطالب میں تحریر کرتے ہیں۔

وحدیث انس الذی صدرتہ فی اول الباب خرجہ الحاکم ابوعبد اللہ الحافظ النیشاپوری عن ستۃ وثمانین رجلا کلہم۔ رووہ عن انس وھذا ترتیبھم علی حروف المعجم۔

ابراھیم بن ھدیۃ ابوھدیۃ، ابراھیم بن مہاجر ابواسحاق البجلی، اسمعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اسمعیل بن عبدالرحمن السدی، اسمعیل بن سلیمان المغیرۃ الازرق۔ اسمعیل بن وردان، اسمعیل بن سلیمان، اسمعیل غیر منسوب من اھل الکوفۃ اسمعیل بن سلیمان التیمی، اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ ابان بن ابی عیاش ابواسمعیل، بسام الصیرفی الکوفی، برزعہ بن عبدالرحمن ثابت بن اسلم البنانی، ثمامہ بن عبداللہ بن انس۔ جعفر بن سلیمان النخعی، حسن بن ابی حسن البصری حسن بن الحکم البجلی۔ حمید بن شیرویہ الطویل۔ خالد بن عبید ابوعصام، زبیر بن عدی، زیاد بن محمد الثقفی، زیاد بن شروان، سعید بن المسیب۔ سعید بن میسرۃ الکبری، سلیمان بن طرخان التیمی۔ سلیمان بن مہران الاعمش، سلیمان بن عامر بن عبداللہ بن عباس، سلیمان بن الحجاج الطائفی، شقیق بن ابی عبداللہ، عبداللہ بن انس بن مالک۔ عبدالملک بن عمیر بن عبدالملک بن ابی سلیمان، عبدالعزیز بن زیاد۔ عبدالاعلی بن عامر الثعلبی، عمر بن ابی حفص الثقفی، عمر بن

سلیم البجلی، عمر بن یعلی الثقفی عثمان الطویل، علی بن ابی رافع. عامر بن شراحیل الشعبی، عمران بن مسلم الطائی، عمران بن ہیثم، عطیہ بن سعد العوفی، عباد عبد الصمد، عیسیٰ بن طہمان۔ عد! ت معاویہ الدھنی، فضیل بن غزوان، قتادہ بن دعامۃ. کلثوم بن حبر، محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب۔ محمد بن سلم الزہری، محمد بن عمرو بن علقمہ، محمد بن عبدالرحمٰن ابوالرجال، محمد بن خالد بن المنتصر الثقفی، محمد بن سلیم، محمد بن مالک الثقفی، محمد بن جحادہ، مطیر بن خالد، معلی بن ہلال، میمون بن ابی حلمت، میمون غیر منسوب، مسلم الملائی۔ مطر بن طہمان الوراق، میمون بن مہران، مسلم بن کیسان، میمون بن جابر السلمی، موسیٰ بن عبداللہ الجہنی، مصعب بن سلیمان الانصاری، نافع مولی عبداللہ بن عمر، نافع ابوہرمز ہلال بن سوید، یحییٰ بن سعید الانصاری یحییٰ بن ھانی، یوسف بن ابراہیم، یوسف ابوشیبہ وقیل ہما واحد، یزید بن سفیان، یعلی بن مرہ، نعیم بن سالم ابوالھندی، ابوداؤد السبیعی، ابوحمزہ الواسطی، ابوحذیفہ العقیلی، رجل من آل عقیل، شیخ غیر منسوب۔

ترجمہ:۔ حدیث طیر کو جس کا ذکر میں نے باب اول میں کیا ہے۔ حاکم ابوعبداللہ النیساپوری نے چھیاسی اشخاص سے نقل کیا ہے اور ان سب نے اس حدیث کو انس بن مالک سے روایت کیا ہے ان کی ترتیب حروف معجم کے مطابق یہ ہے (اس کے آگے اصلی عربی عبارت میں ان چھیاسی اشخاص کے نام ہیں۔)

طراز المحدثین ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی نے بھی ایک خاص کتاب حدیث طیر کی تصدیق و توثیق میں لکھی ہے۔ چنانچہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب لسان المیزان میں ابراہیم بن ثابت القصار کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

قد جمع حدیث الطیر ابن مردویۃ والحاکم وجماعۃ واحسن شئی منہا طریق اخرجہ النسائی فی الخصائص۔

حدیث طیر کے طرق ابن مردویہ و حاکم اور علماء کی ایک جماعت کثیر نے جمع کئے ہیں اور سب سے اچھا سلسلہ رواۃ کا وہ ہے جو نسائی نے خصائص میں لکھا ہے

ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج میں لکھتے ہیں۔

قال الحافظ ابوموسیٰ المدنی قد جمع غیر واحد من الحفاظ طرق حدیث طیر الاعتبار والمعرفۃ کالحاکم النیساپوری وابی نعیم وابن مردویہ۔

ابوموسیٰ مدنی کہتے ہیں کہ بہت سے علماء نے حدیث طیر کے طرق بوجہ اعتبار و معرفت کے جمع کئے ہیں۔ مثلاً حاکم نیساپوری، ابونعیم اور ابن مردویہ۔

منہاج السنۃ الجزو الثالث صہ ۱۳، الجزء الرابع صہ ۹۹۔

واقعہ حدیث طیر کو کم سے کم نوے محدثین و مورخین نے بیان کیا ہے اور اس کی توثیق و تصدیق کی ہے جن میں سے ایک امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بھی ہیں۔ جیسا کہ اسد الغابہ ابن الاثیر میں درج ہے۔ چند کتابوں کے نام ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی سنہ ۲۷۹ھ ؛ سنن ترمذی۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن حنبل متوفی سنہ ۲۹۰ھ ؛ زوائد مسند والدخود۔ ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب النسائی سنہ ۳۰۳ھ ؛ کتاب الخصائص۔ ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ متوفی سنہ ۳۰۷ ہجری ؛ مسند۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی سنہ ۳۱۰ھ مجلد جمع فیہ طرق ہذا الحدیث۔ ابوعمر احمد بن محمد عبدربہ القرطبی متوفی سنہ ۳۲۸ھ ؛ کتاب العقد ؛ علی بن الحسین بن علی المسعودی متوفی سنہ ۳۴۵ ہجری ؛ مروج الذہب الجزء الثانی بعد ذکر مقتل علی علیہ السلام ص ۳۰۱۔ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی متوفی سنہ ۳۸۵ھ ؛ کتاب العلل۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم متوفی سنہ ۴۰۵ ہجری ؛ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب المعرفۃ ص ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲۔ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ متوفی سنہ ۴۱۰ ہجری۔ کتاب جمع فیہ طرق ہذا الحدیث۔ ابونعیم احمد بن عبداللہ متوفی سنہ ۴۳۰ھ حلیۃ الاولیاء و کتاب الطیر۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی متوفی سنہ ۴۶۳ھ ؛ تاریخ بغداد ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی متوفی سنہ ۴۸۳ھ ؛ کتاب المناقب محی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود بن الفراء البغوی سنہ ۵۱۶ھ ؛ المصابیح السنۃ الجزء الثانی ص ۲۷۵۔ ابوالمؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم متوفی سنہ ۵۶۸ھ ؛ کتاب المناقب ص ۶۷، ۷۹۔ ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر سنہ ۵۷۱ھ ؛ تاریخ ابن عساکر۔ مبارک بن محمد بن عبدالکریم المعروف ابن الاثیر الجزری متوفی سنہ ۶۰۶ھ ؛ جامع الاصول ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم المعروف ابن الاثیر متوفی سنہ ۶۳۰ھ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی متوفی سنہ ۶۵۴ھ ؛ مطالب السئول فی مناقب آل رسول۔ شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی سنہ ۶۵۴ھ تذکرہ خواص الامۃ ص ۲۲۔ ابوعبداللہ محمد یوسف بن محمد الکنجی متوفی سنہ ۶۵۸ھ ؛ کفایت الطالب فی مناقب امیرالمومنین علی بن ابی طالب الباب الثالث والثلاثون ص ۵۶ تا ۶۲۔ محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری متوفی سنہ ۶۹۴ھ ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع فصل السادس ص ۶۰، ۶۱ ؛ فصل التاسع ص ۲۱۸۔ ابراہیم بن محمد الحموینی سنہ ۷۲۲ ہجری ؛ فوائد السمطین ؛ ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ۔ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مجتبائی ص ۵۶۴۔ باب مناقب علی شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی سنہ ۷۴۸ھ ؛ تذکرۃ الحفاظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی میزان الاعتدال الجزء الاول ص ۱۹۰ ترجمہ جعفر بن سلیمان الضبعی۔ ابن تیمیہ ؛ منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۱۲ الجزء الرابع ص ۹۹۔ محمد بن یوسف الزرندی متوفی سنہ ۷۵۲ھ ؛ درالسمطین۔ ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ ہجری ؛ لسان المیزان۔ علی المتقی سنہ ۹۷۵ھ ؛ کنز العمال۔ الجزء السادس ص ۵ بہ حدیث ۶۱۴۰، ۶۱۴۲، ۶۱۴۳۔ میرزا محمد بن معتمد خان البدخشانی ؛ مفتاح النجا۔ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر متوفی سنہ ۱۱۸۲ ہجری ؛ روضۃ الندیہ ص ۶۱، ۶۲، ۶۳۔ مولوی محمد مبین ؛ وسیلۃ النجاۃ ص ۱۱۴۔ مولوی حسن علی محدث

تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص ۳۰۸۔ سلیمان بن ابراہیم بن محمد البلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ ۱۲۹۴ھ: ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثامن فی ذکر حدیث الطیر الشوی ص ۵۶۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر: کتاب الاتحاف بحث الاشراف ص ۸۔ سید صدر الدین حنفی: روائح المصطفیٰ ص ۱۷۔ محمد صبان: اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۴۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۶۹۔ عماد الدین۔ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی: البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۵۳، ۳۵۲، ۳۵۱، ۳۵۰۔ حسن الزمان۔ القول المستحسن ص ۲۳۲ لغایت ۲۳۶۔ جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد الجلد الثانی ص ۲۱۱۔

حدیث طیر سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ہم خود شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبانی سناتے ہیں وہ اس حدیث کا ذکر کر کے کہتے ہیں۔

"وایں حدیث دلالت دارد بر آنکہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ احب خلق خدا بود۔ نزد خدا و شارحاں بر آں رفتہ اند"۔

ترجمہ:۔ اس حدیث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؑ خداوند تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین خلق تھے اور شارحان حدیث نے یہی نتیجہ نکالا ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۶۹۔

غرضیکہ یہ امر ثابت طے شدہ ہے کہ حدیث طیر کی صحت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی ہٹ دھرمی کرے تو اس کا علاج نہیں۔ اس حدیث پر غور کرنے سے بہت سے نتائج نکلتے ہیں ان میں سے چند کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

(ا) جیسا کہ عبدالحق محدث دہلوی تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ حضرت علیؑ تمام خلق میں خداوند تعالیٰ کے محبوب ترین بندے تھے۔

(ب) حضرت علیؑ کے خلاف ہمیشہ ایک نہ ایک جماعت رہی ہے۔ جو خواہ مخواہ ان کی تنقیص شان کے درپے تھی۔ اور ان کی عظمت و علو مرتبت کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتی تھی۔ اس کا اثر لڑکوں اور بچوں تک پھیلا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کی دعا کے مطابق حضرت علیؑ کو آتا دیکھ کر انس خوش نہ ہوئے اور کذب صریح کے مرتکب ہوئے۔ کوشش یہ تھی کہ حضرت علیؑ کی علو مرتبت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔

(ج) اس جماعت کے راس و رئیس وہی حضرت ابوبکر و عمر تھے۔ چنانچہ ان دونوں کی صاحبزادیوں نے انکی آمد کے لئے خواہش ظاہر کی اور اپنے اپنے باپ کو حضرت علیؑ کی بجائے دیکھنا چاہا۔

(د) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں مخدرات عصمت ہمیشہ ان معاملات میں اپنے اپنے والد بزرگوار کی امداد کے لئے تیار رہتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ شروع ہی سے اور ہمیشہ اس جماعت کی یہ کوشش رہی ہے کہ ان بیبیوں کے ذریعہ سے اپنا رسوخ بڑھائیں اور اپنے مقاصد

ہیں ان سے مدد لیں۔

(۵) اگر اُس طائر میں سے آنحضرتؐ علیؑ کو کھلانا چاہتے تھے کہ کسی آدمی کے ذریعہ سے بلالیا ہوتا لیکن خدا کے ذریعہ سے اُن کو بلانے میں ایک خاص بات تھی۔ مدعا یہ تھا کہ تمام امت کو معلوم ہو جائے کہ خدا اور رسولؐ خدا کا محبوب ترین شخص کون ہے۔

(۶) لہٰذا خلافت محمدیہ کا مستحق کون ہے۔

حدیث رایت۔

جناب علی مرتضےٰ کے محبوب خدا اور رسول ہونے کو جناب رسولؐ خدا نے بار بار ارشاد فرمایا ہے اور نہایت تاکید کے ساتھ تصریح فرمائی ہے۔ کہ تمام امت میں صرف حضرت علیؑ ہی خدا اور رسول خدا کے لئے محبوب ترین ہستی تھے۔ حدیث طیر آپ سن چکے ہیں۔ حدیث رایت یہ ہے کہ جب جنگ خیبر میں دیگر اصحاب کو لڑائی پر بھیج کر ان کے فرار کے ذریعہ سے لوگوں پر آشکارا فرما چکے کہ یہ لوگ نصرت اسلام کے لئے کتنے پانی میں ہیں۔ اور اپنی جان کو محمدؐ اور خدائے محمدؐ سے محبوب تر سمجھتے ہیں تو آپ نے مندرجہ ذیل کلمہ فرما کر دوسرے دن صبح کو عَلَم لشکر علیؑ کے حوالے کیا۔

اما واللہ لاعطین الرایۃ غدا رجلاً یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ کرارًا غیر فرار یاخذھا عنوۃ۔

قسم بخدا کل میں یہ علم ایک ایسے شخص کو دوں گا۔ جو خدا اور رسولؐ خدا کو دوست رکھتا ہے (اپنی جان کو خدا اور رسولؐ پر ترجیح نہیں دیتا) اور خدا و رسولؐ خدا اس کو دوست رکھتے ہیں۔ وہ بہت جری میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے والا ہے (اوروں کی طرح) بھگوڑا نہیں۔ وہ اس قلعہ کو سختی سے فتح کرے گا۔

اس واقعہ اور اس حدیث کو تقریباً تمام مورخین و محدثین نے ان ہی الفاظ میں بیان کیا ہے جس سے اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ چند کتب کے حوالے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

تاریخ الامم والملوک طبری الجزء الثالث صفحہ ۹۳۔ تاریخ الکامل لابن اثیر الجزء الثانی صفحہ ۸۲۔ سیرۃ النبی لابن ہشام الجزء الثالث صفحہ ۲۸۶۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول صفحہ ۱۴۰۔ البدایۃ والنہایۃ فی تاریخ لابن کثیر شامی الجزء الرابع ص ۱۸۵ والجزء السابع ۳۴۴، ۳۳۶ تا ۳۳۹۔ اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص ۱۷۰، ۱۷۱۔ سیرۃ النبی شبلی نعمانی مجلد اول حصہ اول صفحہ ۳۵۶۔ تاریخ روضۃ الاحباب صفحہ ۳۸۵۔ تاریخ الخمیس حسین دیار بکری۔ الجزء الثانی صفحہ ۵۱۔ شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ قسطلانی الجزء الثانی صفحہ ۲۲۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد ۵۶ باب ۱۰۲، ۱۲۱، ۱۴۳۔ کتاب ۶۲ فضائل اصحاب النبی باب ۹۔ کتاب ۶۴ المغازی باب ۳۸۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول۔ جزء سوم صفحہ ۵۶۔ تاریخ ابن عساکر حصہ تہذیب۔ ترجمہ علی ابن ابی طالب۔ صحیح مسلم۔ کتاب ۳۲۔ الجہاد حدیث ۱۳۲۔ کتاب ۴۴ فضائل الصحابہ

حدیث ۲۲ لغایۃ ۲۵۔ سنن ترمذی کتاب ۴۶ المناقب باب ۲۰۔ مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۹۹، ۱۳۳۔ الجزء الثانی ص ۲۶، ۳۸۴۔ الجزء الثالث ص ۱۶۔ الجزء الرابع ص ۵۲۔ الجزء الخامس ص ۳۳۳ و ۳۵۲، ۳۵۵ و ۳۵۸۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ق ا ص ۸۰، ۸۱۔ مسند الطیالسی ص ۲۶، ۳۲۰ حدیث ۱۸۹، ۱۴۴۲۔ مغازی الواقدی ص ۲۷۱۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۵۶۔ محب الدین احمد طبری ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۸۴۔ ابن عبد البر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ص ۴۷۳ و ص ۵۶ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۰۹، ۱۳۲ کتاب المغازی ص ۳۸ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث الثانی ص ۷۲ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن متوفی ۵۸۱ھ: کتاب روض الالف الجزء الثانی ص ۲۳۹ ملا معین کاشفی: معارج النبوۃ۔ رکن چہارم۔ باب دہم در بیان وقائع سال ہفتم ص ۱۴۴ مطبوعہ بمبئی۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی: مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۲۲، ۳۲۳۔ شبلنجی: نور الابصار ص ۷۳۔ شیخ سلیمان القندوزی البلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول باب السادس ص ۴۸۔ مولوی عبد اللہ بن مولوی عبد العلی تفریح الاحباب مترجم ص ۳۰۶۔ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی ص ۸۳۔ شمس الدین محمد بن محمد الجزری اسنی المطالب ص ۱۱۔ امام نسائی: کتاب الخصائص ص ۱۰، ص ۱۱۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۵۔ سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۵۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن فی مناقب علی ابن ابی طالب ص ۵۶۳۔ البزار: مسند۔ حافظ شاہ محمد علی حیدر: سیرۃ العلویہ ص ۲۳۹۔ بدر الدین عینی: عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص ۶۳۲۔ موفق ابن احمد اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص ۷۲، ۸۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۲۱۴۔ محمد بن طلحۃ الشافعی: مطالب السئول الفصل السابع ص ۱۳۶۔ سنن ابن ماجہ، الجزء الاول ص ۵۶، ۵۸۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص ۳۶۸۔ محمد صبان: اسعاف الراغبین ص ۱۴۔ ابن حجر عسقلانی: فتح الباری۔ الجزء السابع ص ۶۰، ۵۸۔ امام بغوی: مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص ۲۷۵۔ شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤید ص ۵۷۔ علی بن برہان الدین۔ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۴۱، ۴۳، ۴۴، ۴۸۔ صدر الدین حنفی: روائح المصطفیٰ ص ۱۷۔ وسیلۃ النجات مولوی محمد مبین ص ۸۵ لغایت ۸۸۔ ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب الجزء السابع ص ۳۳۷۔ حافظ ابو نعیم: حلیۃ الاولیاء الجزء الاول ص ۶۲۔ کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی ص ۱۱۶۔ ابن تیمیہ منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۱۱۸۔ الجزء الرابع ص ۹۷، ۹۸۔ حیٰوۃ الحیوان دمیری الجزء الاول ص ۲۷۳۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری الجزء السابع ص ۳۶۵، ۳۶۶، روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۷۴، ۲۷۵۔ از جملہ متواتر آنست وسیلۃ النجاۃ ص ۱۰۴۔ جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد: الجزء الثانی ص ۵۸۔ مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ نفح الطیب الجزء الثانی ص ۴۰۳۔

اب ہم چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ ابن ہشام کی سیرۃ النبی جو ملخص ہے ابن اسحاق کی کتاب سے آنحضرتؐ کی سب سے پہلی موجودہ تاریخ ہے اور نہایت معتبر کتب تواریخ میں سے شمار کی جاتی ہے

اس کے صفحہ ۳۸۵، ۳۸۶ الجزء الثالث سے مندرجہ ذیل عبارت ہم نقل کرتے ہیں۔

قال ابن اسحاق حدثني بريدة بن سفيان بن فروة الاسلمي عن ابيه عن سلمة بن عمرو بن الاكوع قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر الصديق برايته الى بعض حصون خيبر فقاتل فرجع ولم يك فتح وقد جهد ثم بعث الغد عمر بن الخطاب فقاتل ثم رجع ولم يك فتح وقد جهد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاعطين الراية غدًا رجلا يحب الله ورسوله يفتح الله على يديه ليس بفرار قال يقول سلمة فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا رضوان الله عليه وهو ارمد فتفل في عينيه ثم قال خذ هذه الراية فامض بها حتى يفتح الله عليك قال يقول سلمة فخرج والله بها يأنح يهرول هرولة وانا لخلفه نتبع اثره حتى ركز رايته في رضم من حجارة تحت الحصن فما رجع حتى فتح الله على يديه۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا بریدہ بن سفیان بن فردۃ الاسلمی نے اور اس سے بیان کیا تھا اسکے باپ سفیان نے اور سفیان سے بیان کیا تھا سلمہ بن عمرو بن الاکوع نے کہ جناب رسول خدا نے ابوبکر کو علم دیکر خیبر کے قلعہ کی طرف لڑائی کیلئے بھیجا وہ لڑے اور کوشش کی لیکن فتح نہ ہو سکا اور ناکام واپس آئے۔ دوسرے دن علم دیکر عمر کو جنگ کیلئے آنحضرتؐ نے بھیجا وہ بھی لڑے اور کوشش کی لیکن فتح نہ ہو سکا اور شکست کھاکر بھاگ آئے۔ اس پر جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ قسم بخدا کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔ وہ دوسروں کی طرح بھگوڑہ نہیں ہے۔ سلمہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے علیؑ کو بلایا۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن ان میں ڈالا اور پھر کہا کہ لو یہ علم اور جنگ کرو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ تمہارے ہاتھوں پر فتح دے۔ سلمہ کہتا ہے کہ قسم بخدا علیؑ تو وہاں سے دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے اور ہم کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ہم ان کے پیچھے جاتے تھے یہاں تک انہوں نے علم قلعہ کے نیچے ایک پتھر پر گاڑ دیا۔ پس آپ لڑے اور نہیں واپس ہوئے یہاں تک کہ خداوند تعالےٰ نے انہیں فتح عنایت کی۔

قال بريدة الاسلمي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذته الشقيقة فيلبث اليوم واليومين لا يخرج فلما نزل خيبر اخذته فلم يخرج الى الناس فاخذ ابوبكر الراية من رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم نهض فقاتل قتالا شديدًا ثم رجع فاخذها عمر فقاتل قتالا شديدًا اشد من القتال الاول ثم رجع فاخبر بذالك

بریدۃ الاسلمی کہتے ہیں۔ کہ جب جناب رسولؐ خدا کو درد شقیقہ ہوا کرتا تھا تو آپ باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ جب آپ خیبر پر وارد ہوئے تو آپ کو درد شقیقہ ہو گیا اور آپ باہر تشریف نہ لائے۔ خود ہی ابوبکر آنحضرتؐ کا علم لے کر لڑائی پر تشریف لے گئے خوب لڑے۔ لیکن شکست کھاکر بھاگ آئے پھر حضرت عمر نے علم اٹھالیا اور لڑائی پر گئے خوب لڑے ان کی لڑائی حضرت ابوبکر کی لڑائی سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللہ
لاعطین غداً رجلاً یحب اللہ ورسولہ
ویحبہ اللہ ورسولہ یاخذھا عنوۃ ولیس
بفرار ثم علی کان قد تخلف بالمدینۃ
لرمد لحقہ فلما قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مقالۃ ھذا تطاولت لھا
قریش فاصبح فجاء علی علی بعیرلہ حتی
اناخ قریباً من خباء رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وھو ارمد قد عصب عینیہ
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مالک قال رمدت بعدک فقال لہ ادن
منی فدنا منہ فتفل فی عینیہ فما شکا
وجعاحتی مضی لسبیلہ ثم اعطاہ الرایۃ
فنھض بھا وعلیہ حلۃ حمراء فاتی خیبر
فاشرف علیہ رجل من یھود فقال من
انت قال انا علی بن ابی طالب فقال الیھودی
غلبتم یا معشر یھود وخرج مرحب صاحب
الحصن وعلیہ مغفر یمانی قد نقبہ
مثل البیضۃ علی راسہ وھو یقول

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل المجرب

فقال علی

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
کلیث غابات کریہ المنظرہ

فاختلفا ضربتین فبدرہ علی فضربہ فقد
الحجفہ والمغفر وراسہ حتی وقع فی
الارض واخذ المدینۃ قال ابو رافع
مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خرجنا مع علی حین بعثہ رسول اللہ صلی

سخت تر تھی۔ لیکن ان کو بھی شکست ہوئی۔ اور وہ
بھاگ آئے۔ جب ان شکستوں کی خبر جناب رسول
خدا کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا کل میں
ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست
رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے
ہیں اور وہ سختی سے قلعہ فتح کرے گا۔ چونکہ علیؑ بوجہ
آشوب چشم کے لشکر میں نہ تھے بلکہ مدینہ ہی میں
رہ گئے تھے۔ لہٰذا جب جناب رسولؐ خدا نے
یہ فرمایا تو قریش کے ہر شخص کو امید ہو گئی کہ شاید
مجھے ہی کل یہ علم ملے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علیؑ
اپنے ناقہ پر تشریف لائے اور جناب رسولؐ خدا
کے خیمہ کے پاس اترے۔ آپ کی آنکھیں دکھ
رہی تھیں اور ان پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ جناب رسولؐ
خدا نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ علیؑ نے جواب
دیا کہ میری آنکھیں آپ کے چلے آنے کے بعد
دکھنے لگیں۔ آنحضرتؐ نے کہا میرے پاس آؤ۔
علیؑ نزدیک ہوئے آنحضرتؐ نے اپنا لعاب دہن
علیؑ کی آنکھوں میں ڈالا۔ فوراً صحت یاب ہو گئیں اور
درد دور ہو گیا۔ علیؑ لشکر میں چلے گئے پھر آنحضرتؐ
نے علیؑ کو وہ علم اپنے لشکر کا دیا اور جنگ خیبر پر
روانہ کر دیا۔ حضرت علیؑ قلعہ خیبر پر آئے۔ ایک
یہودی نے قلعہ پر سے آپ کو دیکھ کر پوچھا کہ
تم کون ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں علیؑ ابن
ابی طالب ہوں۔ یہ سن کر وہ یہودی اپنے
آدمیوں سے بولا کہ اے گروہ یہودان بس اب
تم مغلوب ہوتے۔ مرحب سردار قلعہ مسلح ہو
کر نکلا اس کے سر پر مغفر یمانی تھا اور وہ شعر
میں رجز پڑھ رہا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ اہل
خیبر کو معلوم ہے کہ میں زرہ بکتر والا پہلوان ہوں

دیباچہ طبع سوم

اس دفعہ کتاب کی افادیت میں بہت اضافہ کر دیا گیا ہے۔ باب ششم تو تقریباً از سر نو لکھا گیا ہے۔ اور میں ناظرین کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس کو بہت غور سے پڑھیں۔ کیونکہ اس میں وہ بہت سے نئے تخیلات پائیں گے۔

باب دوازدہم میں بہت کچھ اضافہ کیا گیا ہے۔ اور زمانۂ حال کے مشہور مصری مؤرخین کی تحقیق کے نتائج نقل کئے گئے ہیں۔ جہاں جہاں ضروری سمجھا گیا۔ وہاں الفاظ عبارات میں ردّ و بدل ہوا ہے۔ لیکن مضمون پر اثر نہیں پڑا۔ حوالجات اگرچہ پہلے بھی بہت تھے۔ تاہم ان میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے بہر صورت مجموعی حیثیت سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ مضمون کے مقصد اور اس کی ترتیب میں کچھ ردّ و بدل نہیں کیا گیا۔

ناظرین سے التجا ہے کہ پڑھتے وقت مصنّف اور اس کے والدین کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

محمد سلطان مرزا

کراچی۔ ۲۱ مارچ ۱۹۵۶ء

اللہ علیہ وسلم الی خیبر فلما دنا من الحصن خرج الیہ اھلہ فقاتلھم فضربہ یھودی فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی بابا کان عند الحصن فترس بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی یفتح اللہ علی یدیہ ثم القاہ من یدہ فلقد رایتنی فی نفر سبعۃ انا ثامنھم نجھد علی ان نقلب ذالک الباب فما نقلبہ۔

جواب میں حضرت علیؑ نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ ہوں جس کا نام اس کی والدہ نے حیدر رکھا ہے۔ میں مثل شیر نیستاں ہوں۔ بہت رعب و دبدبہ والا جس کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں پر ہیبت چھا جاتی ہے اس کے بعد دونوں میں چوٹیں ہونے لگیں۔ علیؑ نے اس کی چوٹ بچا کر ایک ایسی ضرب ماری جو سپر و مغفر و سر کو کاٹتی ہوئی زمین تک چلی گئی اور علیؑ نے قلعہ فتح کر لیا۔ ابو رافع غلام جناب رسولؐ خدا کہتے ہیں کہ ہم علی کے ساتھ جنگ خیبر پہ گئے تھے جب علیؑ قلعہ کے نزدیک پہنچے اور اہل قلعہ سے لڑائی ہوئی تو ایک یہودی نے آپ کو ضرب لگائی جس سے آپ کی سپر گر پڑی۔ پس علیؑ در خیبر کے پاس گئے۔ اور دروازہ قلعہ کو اکھیڑ کر اپنے ہاتھ میں بطور سپر کے لے لیا اور لڑتے رہے وہ دروازہ علیؑ کے ہاتھ ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ خدا نے انہیں فتح دی۔ اسکے بعد علیؑ نے اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا۔ پھر ہم سات آدمیوں نے مل کر جدوجہد کی کہ اس دروازے کو اٹھائیں۔ لیکن ہم اسے پلٹ بھی نہ سکے۔

ابن الاثیر الجزری: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ٨٣، ٨٤۔

یہ روایت بالکل اسی طرح تاریخ طبری میں بھی ہے اور کچھ زیادہ تفصیل بھی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں

حدثنا ابن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا عوف عن میمون ابی عبداللہ ان عبداللہ بن بریدہ حدث عن بریدۃ الاسلمی قال لما کان حین نزل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بحصن اھل خیبر اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللواء عمر بن الخطاب ونھض من نھض معہ من الناس فلقوا اھل خیبر فانکشف عمر واصحابہ فرجعوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجبنہ اصحابہ ویجبنھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعطین الرایۃ غداً الخ

(اسماء راویان عربی میں ملاحظہ ہوں)

بریدۃ الاسلمی کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا خیبر پہ تشریف لائے اور اہل خیبر کا محاصرہ کر لیا تو آپ نے علم لشکر حضرت عمر کو دے کر لڑائی پہ بھیجا۔ اور لوگ بھی ساتھ کر دیئے لیکن حضرت عمر اور ان کے لشکر کو اہل خیبر نے شکست دی اور وہ بھاگ کر واپس آئے اور جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عمر تو اپنے لشکریوں کو نامرد و بزدل بتاتے تھے اور ان کے لشکری اس شکست کو حضرت عمر کی نامردی و بزدلی پر محمول کرتے تھے۔ اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ کل میں علم ایسے شخص الخ۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک - الجزء الثالث ص ۹۳-

بعد فتح شق ونطاة تحول رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كتيبة وجاء اهل الشق ونطاة فتحصنوا معهم في القموص وهو حصن خيبر الاعظم والقموص بالصاد المهملة كصبور جبل عليه حصن لبني ابي الحقيق بخيبر وكان حصناً حصيناً حاصره النبي صلى الله عليه وسلم قريباً من عشرين ليلة حين حاصره كانت به شقيقة لم يقدر ان يحضر بنفسه الكريمة معركة المحاربة وكان يعطي الراية كل يوم واحداً من اصحابه ويبعثه الى المحاربة فاعطاها يوماً ابابكر وتوجه اليه فاتاه وقاتل مقاتلة شديدة ورجع من غير فتح واخذ الراية في اليوم الثاني عمر فقاتل اشد من اليوم السابق ولم يفتح له وفي رواية في اليوم الاول قاتل عمر وفي الثاني ابوبكر وفي الثالث عمر ولم يفتح الحصن فلما امسى قال النبي صلى الله عليه وسلم اما والله لاعطين الراية غداً رجلاً كراراً غير فرار يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله يفتح الله على يديه - وبات الناس يدوكون ليلتهم اي يخوضون ويتحدثون ايهم يعطاها غداً ولم يكن احد من الصحابة الذين لهم منزلة من النبي صلى الله عليه وسلم الا يرجون ان يعطاها روي ان علياً لما بلغه ما قاله النبي صلى الله عليه وسلم قال اللهم لا معطي

شق اور نطاۃ قلعوں کو فتح کر کے جناب رسولِ خدا ایک ٹیلہ کی طرف آگئے۔ شق اور نطاۃ کے لوگ بھاگ کر قلعہ قموص میں اور لوگوں کے ساتھ پناہ گزین ہو گئے۔ قموص خیبر کا سب سے بڑا قلعہ تھا۔ قموص صاد مہملہ سے بروزن صبور ہے ایک بہت بڑے پہاڑ پر یہ قلعہ واقع تھا اور یہ ابوالحقیق کی اولاد کے قبضہ میں تھا۔ یہ بہت مضبوط قلعہ تھا اس کا محاصرہ جناب رسولِ خدا نے تقریباً بیس روز تک کیا اس زمانہ محاصرہ میں آپ کو دردِ شقیقہ تھا جس کی وجہ سے آپ خود بہ نفسِ نفیس معرکہ جنگ میں تشریف نہیں لاتے تھے اور آپ علمِ جنگ روزانہ صحابہ میں سے ایک کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور اس کو لڑائی پر بھیجا کرتے تھے۔ پس ایک دن یہ علم حضرت ابوبکر کو دے کر لڑائی پر بھیجا انہوں نے جنگ شدید کی لیکن بغیر فتح کے واپس آگئے دوسرے دن حضرت عمر نے وہ علم لے لیا پہلے روز سے زیادہ لڑائی کی لیکن فتح نہ پا سکے اور شکست کھا کر واپس آئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ پہلے دن عمر علم لے کر لڑائی پر نکلے اور دوسرے دن ابوبکر اور تیسرے دن پھر عمر علم لے کر لڑائی پر گئے لیکن کسی سے قلعہ فتح نہ ہوا جب شام ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ بخدائے لایزال کل میں علم ایک ایسے شخص کو دونگا جو بہت لڑنے والا بڑا جری ہے بھگوڑا نہیں ہے وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اسکے ہاتھ پر فتح دیگا وہ رات لوگوں نے بڑی امید میں گزاری اور سب کہہ رہے تھے کہ دیکھئے علم کل کس کو ملے صحابہ

لما منعت ولا مانع لما اعطیت روی
ان الناس لما اصبحوا غدوا الی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجتمعوا علی
بابہ وفی المنتقی لما کان من الغد
تطاول لہا ابوبکر وعمر وقریش یرجوا
کل واحد ان یکون ھو صاحب ذالک
وعن سعد بن ابی وقاص قال جئت
فبرکت بحذاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ثم قمت وقفت بین یدیہ وعن عمر
بن الخطاب انہ قال ما احببت الامارۃ
الا ذالک الیوم ثم خرج النبی صلی اللہ
علیہ وسلم من خیمتہ وقال این علی بن
ابی طالب فقیل ھو یشتکی عینیہ وعن
سلمۃ بن الاکوع انہ قال کان علی تخلف
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
سفر خیبر بالمدینۃ وکان بہ رمد شدید
حتی انہ کان لا یری شیئا ثم قال انا
اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فتاھب وخرج فی اثرہ ولحق بہ
فی الطریق وبعد وصولہ الی خیبر
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ارسلوا الیہ من یاتی بہ فذھب الیہ
سلمۃ بن الاکوع واخذ بیدہ یقودہ
حتی اتی بہ الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم وھو ارمد فتفل فی عینیہ و
دعا لہ فبری حتی کان لم یکن بہ
رمد ولا وجع فاعطاہ الرایۃ۔

میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جسے کچھ بھی منزلت جناب
رسولؐ خدا کے ساتھ حاصل ہو اس نے اس علم
کے ملنے کی خواہش نہ کی ہو۔ جب حضرت علیؑ کو
آنحضرتؐ کے اس قول کی خبر پہنچی تو آپ نے بارگاہ
الٰہی میں مناجات کی کہ اے خدا جسکو تو نہ عطا کرے
اسے کوئی نہیں دے سکتا اور جسکو تو عطا کرے
اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جب صبح ہوئی تو تمام
صحابہ دروازہ رسولؐ پر حاضر ہوئے ان میں سے
ہر ایک کو امید تھی کہ شاید علم مجھے ملے حضرت ابوبکر
و عمر و قریش غرض ہر ایک کو امید تھی کہ علم مجھے ملیگا
سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی میں
لوگوں کے ساتھ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں
حاضر ہوا اپنے جسم کو آنحضرتؐ کی ردا سے رگڑتا
ہوا وہاں ٹھہر گیا اور آنحضرتؐ کے منہ کے سامنے
وہاں کھڑا ہو گیا اور کھڑا رہا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ
مجھے سرداری کی خواہش اتنی کبھی نہیں ہوئی جتنی
اس دن ہوئی تھی۔ جناب رسولؐ خدا اپنے خیمہ
سے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ علی ابن ابی طالبؑ
کہاں ہیں لوگوں نے عرض کی کہ وہ تو آشوب چشم
میں مبتلا ہیں سلمہ بن الاکوع کہتے ہیں کہ اولا بوجہ
بیماری چشم جناب علی مرتضےٰ مدینہ میں رہ گئے تھے
اور سفر خیبر میں آنحضرتؐ کے ہمراہ روانہ نہیں ہوئے
تھے۔ آشوب چشم اتنا تھا کہ آپ کو کچھ نظر نہیں آتا
تھا۔ پھر آپ نے کہا کہ میں جناب رسولؐ خدا کی غیر حاضری
میں مدینہ میں رہنا نہیں چاہتا لہذا آپ آنحضرتؐ
کے پیچھے روانہ ہو گئے اور راستہ میں ان سے مل
گئے۔ پس جناب رسولؐ خدا نے کہا کہ کسی کو بھیج کر
علی بن ابی طالب کو بلاؤ۔ پس سلمہ بن الاکوع ان کو بلانے گئے وہ ہاتھ پکڑ کر حضرت علیؑ کو لائے اور جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا۔ اس وقت بہت سخت آشوب چشم تھا جب رسول خدا صلی

اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن علیؑ کی آنکھوں میں لگایا اور دعا مانگی تو اسی وقت وہ مرض جاتا رہا گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علَم حضرت علیؑ کو عطا فرمایا۔

حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس۔ الجزء الثانی ص ۵۳۔

تاریخ ابوالفداء میں بھی یہ واقعہ اسی طرح درج ہے۔ اس میں بھی آنحضرتؐ کے یہ الفاظ ہیں۔

اما واللہ لاعطین الرایۃ غداً رجلاً یحب اللہ و رسولہ یحبہ اللہ و رسولہ کراراً غیر فرار یاخذھا عنوۃ۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص ۹۴۰۔

اس حدیث کے متعلق حافظ شاہ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص ۲۳۹ میں اس طرح لکھتے ہیں۔

"اس حدیث کو قریب قریب تمام محدثین نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بھی اصح الاخبار و اثبت الاسانید و متفق علیہ ہے۔ اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل حضرات اس کے راوی ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت سہل بن سعد، حضرت ابوہریرہ، حضرت سلمہ بن الاکوع۔ حضرت عمران بن حصین، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت جابر بن عبداللہ۔ حضرت ابو یعلی حضرت بریدہ بن الحصیب، حضرت حسن بن علی، حضرت ابو رافع مولے آنحضرت حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو بردہ، حضرت حسان بن ثابت، حضرت عامر بن سعد۔

اس کے بعد فاضل مولف نے ان تمام روایتوں کو معہ اسناد کے نقل کیا ہے۔ جو ان صحابہ رضوان اللہ علیہم سے مروی ہیں۔ اسی طرح علامہ بدرالدین عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص ۶۳۳ میں لکھتے ہیں۔

قال رواۃ جماعۃ من الصحابۃ غیر سہل و ابوھریرہ و علی و سعد بن ابی وقاص والزبیر بن العوام والحسن بن علی و ابن عباس و جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عمر و ابوسعید الخدری و سلمۃ بن الاکوع و عمران بن حصین و ابو یعلی الانصاری و بریدہ و عامر بن ابی وقاص و اٰخرون۔

اس حدیث رایت کو سہل کے علاوہ صحابہ میں سے ایک جماعت کثیر نے روایت کیا ہے مثلاً ابوہریرہ علی۔ سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام و حسن بن علی عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر ابوسعید خدری، سلمہ بن الاکوع، عمران بن حصین ابو یعلی انصاری، بریدہ، عامر بن ابی وقاص وغیرہم اور دیگر صحابہ۔

حدیث مواخاۃ و حدیث رایت کے متعلق علامہ حاکم اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں لکھتے ہیں

وقد اتفقا جمیعا علی اخراج حدیث المواخاۃ و حدیث الرایۃ۔

ترجمہ: شیخین یعنی بخاری و مسلم دونوں حدیث مواخاۃ و حدیث رایت کے اخراج پر متفق ہیں۔ امام نسائی نے کتاب الخصائص ص ۱۳ میں حدیث رایت کو سہل بن سعد عدی سے نقل کیا

ہے۔ ان ہی سہل سے امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ اور اس کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ چنانچہ ابن حجر کی صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں کہ اخرج الشیخان عن سھل بن سعد۔ ترجمہ:۔ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو بروایت سہل بن سعد لکھا ہے۔ علامہ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۱۵ میں لکھتے ہیں۔ واخرجہ البخاری و مسلم فی الصحیحین و اتفقا علیہ من حدیث سھل بن سعد۔ ترجمہ:۔ اس حدیث رایت کو بخاری و مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے اور ان دونوں نے سہل بن سعد کی روایت کی صحت پر اتفاق کیا ہے

ابو عبد اللہ الحافظ الحاکم نے کتاب مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب المغازی میں حدیث رایت کو بہت شرح و بسط کے ساتھ اسانید صحیحہ کے ذریعہ سے نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت عمر کے شکست کھا کر بھاگ جانے کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال لما کان یوم خیبر بعث رسول اللہ رجلاً فجبن۔ ترجمہ:۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ خیبر کے دن جناب رسول خدا نے ایک شخص کو لڑائی پر بھیجا۔ لیکن اس نے نامردی کی اور بھاگ آیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس شخص کا نام نہیں لکھا۔ صرف رجلاً کہہ دیا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ بھاگنے والے حضرت عمر تھے۔ علامہ طبری کی تاریخ میں جس کا اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے۔ اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ نامردی کرنے والے حضرت عمر تھے۔ لیکن وہاں بھی حضرت عمر کی وجہ سے اس طرح لکھ دیا ہے کہ ان کے لشکری ان کو نامردی سے متہم کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ لشکریوں سے بہتر ان کے سردار کی مردانگی یا بزدلی و نامردی کو اور کون جان سکتا ہے۔ اس ہی ناجائز پردہ پوشی کی ایک اور مثال نقل کرتے ہیں۔

علامہ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس صفحہ ۱۸۴

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ اخذ الرایۃ وھزھا ثم قال من یاخذھا بحقھا فجاء فلان فقال امض ثم قال رسول اللہ والذی کرم وجہ محمد لاعطینھا رجلا لا یفر ھاک یا علی فانطلق حتی فتح علیہ خیبر و فدک اخرجہ احمد۔

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے علم پکڑ کر ہلایا۔ پھر فرمایا کہ کون ہے جو اسکو اس طرح پکڑے جو اسکے پکڑنے کا حق ہے۔ فلاں شخص آیا اور علم کا خواستگار ہوا۔ چونکہ وہ نا اہل تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا دور ہو۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کے چہرہ کو بزرگ کیا۔ میں یہ علم ایسے شخص کو دوں گا جو جنگ سے نہیں بھاگے گا۔ اے علیؑ ادھر آؤ۔ اس کو لو۔ پھر حضرت علیؑ علم لے کر جنگ پر گئے۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر و فدک کو فتح کیا۔ امام احمد حنبل نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

اس روایت کو اسی طرح "فلاں" کے ساتھ سبط ابن الجوزی نے نقل کیا ہے۔ تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی صفحہ ۱۵ دیکھا آپ نے لفظ فلاں کہہ کر دفع الوقتی کر دی گئی جس نا اہل نے اس علم کے

لینے کی خواہش کی تھی اس کو آنحضرتؐ نے "پرے ہو" کہہ کر دھتکار دیا۔ اس سے ساری قلعی کھلتی ہے۔ لہذا لفظ فلاں سے پردہ پوشی کی گئی۔

حسان ابن ثابت شاعر دربار نبوی نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ چنانچہ علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۶۳۲ میں لکھتے ہیں۔

قال حسان یا رسول اللہ تاذن لی ان اقول فی علیا شعرا قال قل قال

حسان نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ اے رسولؐ اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں علیؑ کی شان میں اشعار کہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کہو۔ انہوں نے کہا:

وعلی ارمدا لعین یبتغی دواء فلما لم یجد مداویا
حباہ رسول اللہ منہ تنفلۃ نبورک مرقیا وبورک راقیا
وقال ساعطی الرایۃ فارسا فذالک محب الرسول موالیا
یحب النبی والالہ یحبہ فیفتح ما تیک الحصون متوالیا
فاقنی بھا دون البریۃ کلھا علیا وسماہ الوزیر المواخیا

علیؑ کو آشوب چشم تھا اور وہ دوا تلاش کرتے تھے جب کوئی دوا کرنے والا نہ پایا تو رسولؐ اللہ نے انکو اپنے لعاب دہن سے شفا دی۔ مبارک تھا وہ شخص جس پر یہ عمل کیا گیا اور مبارک تھا وہ جس نے یہ عمل کیا اور فرمایا میں آج کے دن علمؑ اس شہسوار کو دوں گا جو رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور موافقت کرنے والا ہے وہ اللہ اور رسول صلعم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسولؐ اسکو دوست رکھتے ہیں۔ پس وہ یہاں کے سب قلعوں کو فتح کرے گا۔ جو لگاتار ہیں۔ پس مخصوص کیا آنحضرتؐ نے تمام خلق میں سے علیؑ کو اور ان کا نام وزیر اور اخی رکھا۔

اس واقعہ سے حضرت علیؑ کی رفعت شان کا اندازہ تو ہوتا ہی ہے اور ان کی افضلیت دیگر صحابہ پر خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر پر بہت اچھی طرح سے واضح ہوتی ہے۔ لیکن چند دیگر امور بھی اپنی دلچسپی اور اہمیت میں نمایاں ہیں۔ ان میں سے چند کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں۔

(۱) یہ حدیث تصدیق کرتی ہے حدیث طیر کی۔ جناب علیؑ مرتضیٰ محبوب خدا و رسولؐ تھے اور خود خدا و رسولؐ سے بدرجہ اتم محبت کرنے والے تھے۔ دیگر صحابہ خصوصاً حضرت ابوبکر و عمر کو یہ فضیلت حاصل نہ تھی۔

(۲) حضرت علیؑ سے پہلے سرداران لشکر بھگوڑے تھے۔ جن کے مقابلے میں حضرت علیؑ کو غیر فرار خاص طور سے کہا گیا۔

(۳) پہلے سرداران کو نہ خدا و رسولؐ دوست رکھتے تھے اور نہ وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتے تھے

(۴) حضرت علیؑ کی یہ خاص امداد تھی اور خدا نے خاص طور سے ان کو مدینہ سے اپنے رسولؐ

کی مدد کے لئے بھیجا۔

(۵) حضرت علیؑ کے بغیر خیبر کا فتح ہونا ناممکن تھا۔ جناب امیرؑ کی یہ خاص مشکلکشائی تھی۔

(۶) سب سے بڑی بات جو ظاہر ہوتی ہے وہ صحابہ کی ذہنیت ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور نبی کو کیا سمجھا تھا۔ آنحضرتؐ کا یہ قول تمام لشکر میں پھیل گیا۔ حضرت علیؑ کو بھی معلوم ہوا۔ اب حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کے طرزِ عمل کے فرق کو ملاحظہ کیجئے۔ حضرت علیؑ جانتے تھے کہ جو جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور اسکے ہی حکم سے کرار و غیر فرار شخص منتخب ہو کر علم دیا جائے گا۔ لہٰذا آپ نے بارگاہِ ایزدی میں رجوع کیا اور اس سے ہی دعا مانگی یقین ایسا کامل تھا کہ باوجود شدت رمد کے خدا کے فضل و قدرت پر امید تھی۔ برخلاف اس کے دیگر صحابہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ تو رسولؐ خدا نے یوں ہی ہمارا دل بڑھانے کے لئے کہہ دیا ہے۔ انکے اس قول میں کچھ اصلیت نہیں ہے۔ تب ہی تو وہ لوگ جو کل ہی بھاگ چکے تھے۔ آج پھر امیدوار نظر آتے ہیں۔ کرار و غیر فرار کے لفظ کو کچھ اہمیت ہی نہیں دیتے۔ اگر وہ یہ سمجھتے کہ ان ھُوَ اِلّاَ وَحْیٌ یُوْحیٰ۔ تو بوجہ فرار ہونے کے کبھی غیر فرار کی جگہ لینے کی آرزو نہ کرتے ایک اور دلچسپ انداز ملاحظہ ہو۔ یہ لوگ آئے اور اپنی موجودگی کو نہایت نمایاں طریقہ پر رسولؐ خدا کے سامنے ظاہر کیا گویا رسولؐ خدا کے الفاظ میں کوئی خاص وقعت اور اہمیت تو تھی ہی نہیں فوری نظر پڑنے پر علم مل جائے گا۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید رسولؐ خدا ہم کو نہ دیکھیں تو علم نہ دیں اور دیکھ لیں گے تو فوراً بغیر سوچے سمجھے علم دے دیں گے۔ ان بزرگوں کی رائے میں رسولؐ خدا ہر ایک شخص کی حالت و قابلیت و اہلیت سے واقف نہ تھے۔ اور خدا جو عالم الغیب ہے اسکو تو اس عطا میں کچھ دخل ہی نہیں۔ سعد ابن وقاص ہیں کہ رسولؐ خدا سے رگڑتے ہوئے چلتے ہیں اور عین ان کی آنکھوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو دیکھنے لگتے ہیں تاکہ ان کی موجودگی بہت اچھی طرح جناب رسولؐ خدا پہ ظاہر ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ جناب رسولؐ خدا کو خیال ہی نہ رہے کہ یہاں کہیں سعد ابن وقاص بھی ہیں۔ ساری یوسف زلیخا سنی اور آخر میں پوچھتے ہیں کہ زلیخا زن بود کہ مرد۔ یہ تھا ان بزرگوں پر نبوت کی تعلیم کا اثر کیا اسلام نے ایسے ہی حاکم دینے کا وعدہ کیا تھا اور خدا نے ایسے ہی اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا جنہیں اپنے پاس بیٹھنے والوں کی لیاقت و قابلیت کا بھی صحیح اندازہ نہ تھا اور جو معاذ اللہ ایسے غافل تھے کہ جب تک مستحق شخص ان کے جسم کو رگڑ کر نہ چلے انہیں اس کی موجودگی کا بھی علم نہ ہو۔ برخلاف اس کے جناب علیؑ مرتضیٰ اپنے خیمہ میں بیٹھے رہے اور خدا سے دعائیں مانگتے رہے۔ جانتے تھے کہ خدا میں سب قدرت ہے۔ اور رسولؐ خدا کو سب کی اہلیت و قابلیت کا صحیح اندازہ ہے اگر مجھے اس قابل سمجھیں گے تو ضرور ہی بلوا لیں گے۔ چنانچہ نہ آئے۔ جب تک جناب رسولؐ خدا نے سلمہ بن الاکوع کو بھیج کر نہ بلوایا۔ یہ تھے وہ بزرگوار جو بعد رسولؐ جناب علیؑ مرتضیٰ کے مقابلہ میں خلافت کے دعوے دار تھے۔ سعد

ابن ابی وقاص کو تو حضرت عمر نے امیدواران خلافت اور خلیفہ گروں کی جماعت میں رکھا تھا۔ ایسی ذہنیت کے لوگ سقیفہ بنی ساعدہ کے مجمع میں کس درجہ اور کس قابلیت کے حکام اور اُولوالامر منتخب کر سکتے تھے۔ ہم عقل سلیم کے فیصلہ کے لئے چھوڑتے ہیں۔

حدیث تشبیہ

جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ کے فضائل کو ہر ایک ممکن اور موثر طریقہ سے اپنی امت پر ظاہر کر دیا اور بتا دیا کہ میرے جانشین میں ایسے فضائل ہونے چاہئیں۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث تشبیہ ہے۔

عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوان الریاض اقلام والبحر مداد والجن حساب والانس کتاب ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب وبالاسناد عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی جعل لاخی علی بن ابی طالب فضائل لا تحصی کثرۃ فمن ذکر فضیلۃ من فضائلہ مقرا بھا غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر ومن کتب فضیلۃ من فضائلہ لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی لتلک الکتابۃ رسم ومن استمع فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب التی اکتسبھا بالاستماع ومن نظر الی فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب التی اکتسبھا بالنظر ثم قال النظر الی وجہ علی ابن ابی طالب عبادۃ وذکرہ عبادۃ لا یقبل اللہ ایمان عبد الا بولایتہ والبراءۃ من اعدائہ وبالاسناد قال الخطیب خوارزمی انبانا الحافظ ابو العلاء الھمدانی مرفوعاً الی عبداللہ ابن عباس وقد قال لہ رجل سبحان ما اکثر مناقب علی وفضائلہ انی لاحسبھا ثلاث الاف منقبۃ قال ابن

مجاہد نے ابن عباس سے روایت بیان کی ہے کہ کہا ابن عباس نے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اگر تمام درخت قلم بنائے جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات شمار کرنے والے ہوں اور تمام انسان لکھنے والے ہوں تب بھی علیؑ کے فضائل کو وہ شمار نہ کر سکیں گے اور اسناد کے ساتھ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ خداوند تعالی نے میرے بھائی علیؑ کو اتنے فضائل عطا فرمائے ہیں کہ جو اپنی کثرت کی وجہ سے شمار میں نہیں آسکتے۔ جس شخص نے علیؑ کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا بھی اقرار کرتے ہوئے ذکر کیا تو خداوند تعالی اس شخص کے گناہان گذشتہ وآئندہ کو بخش دیتا ہے اور جس نے اسکے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی تحریر کیا تو جب تک اس کتابت کا نشان باقی رہتا ہے۔ فرشتگان خدا اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جس نے اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی سن لیا تو خداوند تعالی اسکے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے کانوں کے ذریعہ سے کئے ہوں جس نے اسکے فضائل میں سے ایک فضیلت کو بھی دیکھا تو خداوند تعالی اسکے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو اپنے آنکھوں کے ذریعے سے کئے ہوں پھر آپ نے

عباس اولا تقول انها الی ثلاثین اقرب وبالاسناد عن الحسین بن علی بن ابی طالب عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لو حدثت بکل ما انزل فی علی ما وطی علی موضع فی الارض الا اخذ ترابه الی الماء ومنه من ابی الحمراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی آدم فی علمه والی نوح فی فهمه والی یحیی بن زکریا فی زهده والی موسی بن عمران فی بطشه فلینظر الی علی بن ابی طالب ۔

فرمایا کہ علی ابن ابی طالبؑ کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔ اس شخص کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا جو علیؑ سے محبت اور اسکے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتا اور اسناد کے ساتھ خطیب خوارزمی نے اپنے مناقب میں تحریر کیا ہے کہ خبر دی ہم کو ابوالعلاء الہمدانی نے بحوالہ ابن عباس کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ سبحان اللہ علی بن ابی طالبؑ کے کس قدر مناقب و فضائل ہیں میرا گمان ہے کہ تین ہزار مناقب ہوں گے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا۔ کیوں نہیں کہتا کہ تقریباً تیس ہزار مناقب و فضائل ہیں۔ اسی کتاب المناقب میں اسناد کے ساتھ حسین ابن علیؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اگر میں وہ تمام فضائل بیان کردوں جو علی بن ابی طالبؑ کے متعلق خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں تو وہ جس زمین پہ قدم رکھے لوگ اس قطعہ زمین کی مٹی تا سطح آب لے جائیں اور ابوالحمراء سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو اس کے کمال علم کی حالت میں نوحؑ کو ان کے کمال فہم کی حالت میں یحییٰ بن زکریاؑ کو ان کے کمال زہد کی حالت میں اور موسیٰ بن عمرانؑ کو ان کے کمال ہیبت و صولت کی حالت میں دیکھے تو چاہیئے کہ وہ علیؑ کو دیکھے۔

اخطب خوارزم: کتاب المناقب صد ۲۸۷۔

اس حدیث کا بغور مطالعہ کرنے سے فوراً ظاہر ہو جاتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا کا کیا مقصد و منشاء تھا۔ آپ نے بتا دیا کہ حضرت علیؑ کی فضیلت و رفعت و منزلت کتنی عالی اور دیگر صحابہ سے کس قدر بالاتر ہے۔ جو شخص کہ نبیوں سے لگا کھائے اور جس میں انبیاء اولوالعزم کی خاص صفات اپنے انتہائی درجہ میں پائی جائیں وہی شخص خاتم النبیین کا خلیفہ و جانشین ہو سکتا ہے تاکہ آخری نبی اور دیگر تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کا اب تک کا کیا ہوا کام اسی طرح چلتا رہے اور ترقی کرتا رہے کہ جیسا وہ خود کر سکتے تھے۔ اس روایت میں کئی احادیث ایک جگہ جمع کی ہوئی ہیں۔ آخری حدیث کو حدیث تشبیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ کو انبیاء علیہم السلام سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ اس حدیث کو گروہ اہل حکومت کے کثیر علماء و محققین و محدثین نے نقل کیا ہے اور اس کی تصدیق و توثیق کی ہے۔ نقشہ ذیل میں ان کے اسماء گرامی معہ حوالجات درج ہیں۔

نقشہ صد ۳۴۹ پر ملاحظہ فرمائیں

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
۱	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع بن الحمیری	۲۱۱	جیساکہ ابوعبداللہ یاقوت حموی نے کتاب معجم الادباء میں تحریر کیا ہے
۲	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱	مسند امام احمد حنبل۔
۳	ابوحاتم محمد بن ادریس بن المنذر	۲۷۰	
۴	ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان المعروف ابن شاہین	۳۸۵	کتاب السنۃ
۵	ابوعبداللہ عبیداللہ بن محمد بن احمد عکبری المعروف ابن بطہ۔	۳۸۷	جیساکہ کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی میں درج ہے۔
۶	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد المعروف حاکم	۴۰۵	تاریخ نیسابور۔
۷	ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی	۴۱۰	اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں بیان کیا ہے
۸	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق الاصبہانی	۴۳۰	جیساکہ محمد صدر عالم نے معارج العلیٰ میں تحریر کیا ہے
۹	ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ البیہقی۔	۴۵۸	جیساکہ اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں بیان کیا ہے۔
۱۰	ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی۔	۴۸۳	کتاب المناقب
۱۱	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی	۵۰۹	فردوس الاخبار
۱۲	ابومحمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		زین الفتی فی سورہ ہل اتیٰ
۱۳	ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطیری		خصائص علویہ
۱۴	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شیرویہ	۵۵۸	مسند الفردوس
۱۵	ابوالمؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	کتاب المناقب
۱۶	ابوالخیر رضی الدین احمد بن اسمٰعیل القزوینی	۵۹۰	جیساکہ محب الدین احمد نے ریاض النضرۃ اور ذخائر العقبیٰ میں تحریر کیا ہے۔
۱۷	شیخ عمر بن محمد بن خضر المعروف ملا زبلی		وسیلۃ المتعبدین۔
۱۸	نورالدین ابوحامد محمود بن محمد الصالحانی		جیساکہ سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں تحریر کیا ہے۔
۱۹	کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی	۶۵۲	مطالب السؤل
۲۰	ابوعبداللہ محمد یوسف بن محمد الکنجی	۶۵۸	کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ صفحہ ۲۱۸
۲۱	محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری	۶۹۴	ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع

باب اوّل

جماعتِ حکومت کا عقیدۂ "عدمِ استخلاف"

ہمارے لئے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے۔ کہ جماعتِ حکومت کا جس کو عرفِ عام میں اہلسنت و جماعت کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے کسی کو نہ حضرت علیؑ کو اور نہ حضرت ابوبکرؓ کو اپنا جانشین اور اپنے بعد اُمّت کا رہنما و ہادی مقرر نہیں کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس اس عقیدہ کی بیّن دلیل ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کی وجہ ہی سے اور اس کی جوازیت قائم رکھنے کے خیال سے یہ عقیدہ ایجاد کیا گیا ہے۔ ورنہ امرِ واقعہ اُن لوگوں سے چھپا ہوا نہ تھا۔ اپنی حکومت کو مستحکم و مستقل کرنے اور اس کو جوازیت کا جامہ پہنانے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ لوگوں کے دلوں میں سے یہ خیال نکال دیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا یہ تو وہ کہہ نہیں سکتے تھے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو نہیں بلکہ حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ یہ کہتے تو کس مُنہ سے کہتے اور مانتا کون۔ علاوہ اس کے سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کی بنیادیں جس کے پلیٹ فارم پر حکومت کی کرسی ٹھہری ہوئی تھی متزلزل ہو جاتیں۔ اس اجتماع کا واحد مقصد جنابِ رسولِ اکرمؐ کا جانشین منتخب کرنا تھا اور اگر آنحضرتؐ نے پہلے ہی سے ایک خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو یہ اجتماع بے معنی ہو جاتا ہے اور وہاں جو گفتگوئیں ہوئیں۔ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو' اور ایک تم میں سے ہو' اور ایک حاکم ہو' ایک وزیر ہو۔ وہ ہو۔ وہ نہ ہو۔ کون ہو کیوں ہو' حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ و حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو خلافت کے لئے پیش کرنا۔ اُن کا کہنا کہ نہیں آپ ہوں' یہ سب بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اس گروہ کے امامِ اعظم حضرت امام غزالی اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم کی جلد اوّل رکن رابع ص۸۶ میں لکھتے ہیں:۔

الاصل السابع ان الامام الحق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم ولم یکن نص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امام اصلا، اذ لو کان لکان اولی بالظہور من نصبہ الولاۃ والامراء علی الجنود فی البلاد ولم یخف ذلک فکیف خفی ھذا اذ ظھر فکیف اندرس حتی لم ینقل الینا فلم یکن ابوبکر اماما الا

ساتویں اصل بتحقیق امام برحق بعد رسول صلعم اول ابوبکرؓ پھر عثمانؓ پھر علی رضی اللہ عنہم ہیں اور کسی امام کے لئے کوئی نص جناب رسولِ خدا کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی نص ہوتی تو اس کا ظاہر و معلوم ہونا زیادہ اولیٰ تھا بہ نسبت ظاہر و معلوم ہونے تقرر حکام و امراء کے۔ جو جنابِ رسولِ خدا نے لشکروں اور شہروں میں بھیجے جب وہ پوشیدہ نہ ہوئے تو نصِ امام منجانب رسول کس طرح پوشیدہ ہو جاتا اگر پہلے ظاہر تھا تو پھر کیوں معدوم ہو گیا۔ ایسا کہ ہم کو اس کی خبر تک نہ پہنچی پس ابوبکر امام نہیں ہوئے۔ لیکن بوجہ

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث تشبیہ	سنہ وفات	حوالہ جات
۲۲	سید علی بن شہاب الدین الہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربیٰ۔ مودۃ ثامنہ
۲۳	نور الدین جعفر بن سالار المعروف امیر ملا		خلاصۃ المناقب
۲۴	سید شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل
۲۵	شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی المعروف ملک العلماء	۸۴۹	
۲۶	نور الدین علی بن محمد بن الصباغ	۸۵۵	کتاب مناقب
۲۷	کمال الدین حسین بن معین الدین یزدی	۸۹۴	کتاب فواتح
۲۸	عبد الرحمٰن بن عبد السلام بن عبد الرحمٰن		نزہۃ المجالس۔ منتخب النفائس
۲۹	ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی		کتاب الاکتفار
۳۰	جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبد الرحمٰن	۱۰۰۰	کتاب اربعین فی مناقب امیر المومنین۔
۳۱	شیخ احمد بن الفضل بن محمد بن باکثیر	۱۰۴۷	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل
۳۲	میرزا محمد بن معتمد خان بن رستم الحارثی		مفتاح النجا فی مناقب اہل العباء
۳۳	محمد صدر عالم سبط شیخ ابو الرضاء		معارج العلیٰ فی مناقب المرتضٰے
۳۴	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی		روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ ص ۵۸
۳۵	احمد بن عبد القادر عجیلی		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۳۶	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ		مرآۃ المومنین
۳۷	ولی اللہ قطب الدین احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین		قرۃ العینین
۳۸	فخر الدین رازی		اربعین فی اصول الدین
۳۹	سلیمان بن ابراہیم البلخی القندوزی		ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ باب الاربعون فی کون علی شبیھا بالانبیاء علیہم السلام وکون فضائلہ کثیرۃ لاتحصیٰ ص ۱۲۱ لغایت ۱۲۳
۴۰	مولوی عبید اللہ امرتسری۔		ارجح المطالب باب چہارم ص ۴۴۸

حوالہ جات بدیہ ناظرین ہوتے۔ ان کی سہولت کے لئے چند اقتباسات بھی ہم نقل کرتے ہیں
روایت عبد الرزاق متوفی ۲۱۱ھ کو ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی الحموی اپنی کتاب

معجم الادباء میں بترجمہ محمد بن احمد بن عبید اللہ الکاتب المعروف ابن المنجح تحریر کرتے ہیں۔

لہ قصیدة ذات الاشباہ و سمیت بذات الاشباہ لقصدہ فیما ذکرہ الخبر الذی رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزھری عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی محفل من اصحابہ ان تنظروا الی ادم فی علمہ ونوح فی فھمہ (ھمہ) وابراھیم فی خلقہ وموسیٰ فی مناجاتہ وعیسیٰ فی سنۃ ومحمد فی ھدیہ وحلمہ فانظروا الی ھذا المقبل فتطاول الناس فاذا ھو علی بن ابی طالب فاورد المنجع ذلک فی قصیدتہ وفیھا مناقب کثیرۃ۔

ابن المنجع نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام ذات الاشباہ اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں ابن المنجع نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے جسکو عبد الرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے اور اس نے زہری سے زہری نے سعید بن المسیب سے اور اس نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے جب کہ آپ صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر تم آدم کو اس کے کمال علم میں نوح کو ان کے کمال فہم میں (ما اوالوالعزمی میں) ابراہیمؑ کو ان کے کمال خلق میں موسیٰؑ کو ان کی صفت کلیم الٰہی میں عیسیٰؑ کو ان کی طریق عبادت میں محمدؐ کو ان کے کمال طریقت و حلم میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنیوالے کو دیکھو لوگوں نے جو گردن اٹھا کر دیکھا تو علی بن ابی طالبؑ تھے منجع نے اپنے قصیدے میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں حضرت علیؑ کے دیگر بہت سے مناقب و فضائل کا بھی ذکر ہے۔

اس روایت کے سلسلہ میں عبد الرزاق و معمر و زہری و سعید ابن المسیب و ابو ہریرہ کا ذکر آتا ہے اور اس روایت کو نقل کرنے والا یاقوت حموی ہے ہم ان سب کا ذکر اس کتاب کے باب الاسناد والتراجم میں کریں گے۔ جس سے ظاہر ہو گا کہ ان بزرگوں کی حضرات اہلسنت و جماعت کے نزدیک کیا شان و سمو مرتبت ہے۔ ابو ہریرہ کے علاوہ دیگر صحابیوں نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ و ابو الحمرا و انس و حارث الاعور سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ امام احمد حنبل نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جیسا کہ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی کتاب ہدایۃ السعداء میں تحریر کیا ہے۔

روی احمد والبیہقی فی فضائل الصحابہ ان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی تقواہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسیٰ فی ھیبۃ والی عیسیٰ فی عبادتہ فلینظر الی علی۔

امام احمد حنبل و بیہقی فضائل الصحابہ میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ جو شخص ارادہ کرتا ہے کہ آدمؑ کو اس کے علم کے ساتھ نوحؑ کو اس کے تقویٰ کے ساتھ ابراہیمؑ کو اس کے حلم کے ساتھ موسیٰؑ کو اس کی ہیبت کیساتھ اور عیسیٰؑ کو اس کی عبادت کے ساتھ دیکھے تو اسے

چاہیے کہ چہرہ علیؑ مرتضےٰ کو دیکھے۔

ابوحاتم محمد بن ادریس الحنظلی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ ابومحمد احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب زین الفتیٰ شرح سورۂ ہل اتیٰ میں لکھتے ہیں۔

اخبرنا الحسین بن محمد البستی قال حدثنا عبداللہ بن ابی منصور قال حدثنا محمد بن بشیر قال حدثنا محمد بن ادریس الحنظلی قال محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ الانصاری قال حدثنی حمید عن انس قال کنا فی بعض حجرات مکہ نتذاکر علیا فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایھا الناس من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی فہمہ والی ابراھیم فی حلمہ والی موسیٰ فی شدتہ والی عیسیٰ فی زھادتہ والی محمد وبہائہ والی جبرئیل وامانتہ والی الکواکب الدری والشمس الضحیٰ والقمر المضیٔ فلیتطاول ولینظر الی ھذہ الرجل واشار الی علی بن ابی طالب۔

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو جن میں سے ہر ایک ابوحاتم محمد بن ادریس الحنظلی ہے)

انس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم مکہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے علیؑ کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب رسولؐ خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو جو شخص چاہتا ہے کہ آدمؑ کو اس کے علم میں، نوحؑ کو اس کی فہم میں، ابراہیمؑ کو اسکے حلم میں، موسیٰؑ کو ان کی شدت میں، عیسیٰؑ کو ان کے زہد میں، محمدؐ کو اور ان کے صفات عالیہ کو جبرئیل کو اور ان کی امانت کو، درخشندہ ستارے کو، آفتاب تابندہ اور قمر روشن کو دیکھے تو وہ گردن اٹھا کر اس شخص کو دیکھے اور اشارہ کیا آپ نے علی مرتضےٰؑ کی طرف۔

اس روایت سے ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ صحابیوں کی یہ جماعت ایک گوشۂ مکہ میں حضرتؑ علی کا ذکر کرنے کیوں تشریف لے گئی تھی اور وہ ذکر کس قسم کا تھا۔ صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ کے خلاف جماعت تھی۔ جس کی نظر خلافت کی مسند کی طرف لگی ہوئی تھی۔ یہ روایت غالباً فتح مکہ کے ایام کی ہے۔ جناب رسولؐ خدا کے جانشین کا سوال ان لوگوں کے ہمیشہ پیش نظر رہتا تھا اور ساتھ ہی وہ دیکھتے تھے کہ جناب رسولؐ خدا ہر موقع پر حضرت علیؑ کے فضائل ہر ممکن طریقہ سے بیان فرمایا کرتے ہیں۔ اور یہ فضائل یوں بھی ان لوگوں پر ہویدا تھے۔ لہٰذا ان کو علیؑ کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا رہتا تھا اور وہ اپنے مقصد کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ ایک کوشش یہ بھی تھی کہ علیؑ کی تنقیص شان کریں اور ان کے خلاف پروپاگنڈا شائع کریں۔ یہ لوگ حضرت علیؑ کی برائی کر رہے تھے۔ تب ہی توآنحضرتؐ کو یہ کہنے کی ضرورت ہوئی کہ جس کی تم برائی کرتے ہو وہ تو اس شان کا آدمی ہے۔

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں جابر بن عبداللہ سے اس حدیث کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی ھیبۃ والی میکائیل فی رتبتہ والی جبرئیل فی جلالۃ والی آدم فی علمہ والی نوح فی ھمہ والی ابراھیم فی خلتہ والی یعقوب فی حزنہ والی یوسف فی جمالہ والی موسیٰ فی مناجاتہ والی ایوب فی صبرہ والی یحییٰ فی زھدہ والی عیسیٰ فی سنتہ والی یونس فی ورعہ والی محمد فی جسمہ وخلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلۃ من خصائل الانبیاء جمعھا اللہ فیہ ولم تجمع فی احد غیرہ وعد جمیع ذالک فی کتاب جواھر الاخبار ۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ دیکھے اسرافیل کو ان کی ہیبت میں اور میکائیل کو ان کے رتبہ میں، جبرئیل کو ان کی جلالت میں، آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے فہم میں، ابراہیم کو ان کی صفت خلیل اللہی میں، یعقوب کو اس قربت خداوندی میں جو صابر کو رنج و غم کی حالت میں حاصل ہوتا ہے، یوسف کو ان کے جمال میں موسیٰ کو ان کے صفت کلیمی میں، ایوب کو ان کے صبر میں، یحییٰ کو ان کے زہد میں، عیسےٰ کو ان کے طریقت میں، یونس کو ان کی پرہیزگاری میں، اور محمدؐ کو ان کے جسم و خلق میں تو اُسے چاہیئے کہ علیؑ کو دیکھے ۔ اس میں نوے صفات انبیاء کی صفات میں سے جمع ہوئی ہیں جو کبھی اس کے سوا کسی اور میں نہیں ہوئیں ۔ ان تمام خصائل کو کتاب جواہر الاخبار میں جمع کیا گیا ہے ۔

علامہ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں ایک مستقل باب اس عنوان کا قائم کیا ہے ۔ فی کون علی شبیھا بالانبیاء علیھم السلام ولہ فضائل کثیرۃ لا تحصی ۔ یہ باب الاربعون ہے اور اس میں حدیث تشبیہ کی توثیق و تصدیق اچھی طرح کی گئی ہے ۔

حدیث تشبیہ سے جو رفعت و جلالت شان و تقرب الٰہی جناب امیر المومنینؑ کے ظاہر ہوتے ہیں ۔ وہ عیاں ہے ۔ ختم المرسلینؐ کا جانشین وہی شخص ہو سکتا ہے ۔ جو اس کی طرح معصوم ہو اور جس میں صفات انبیاء موجود ہوں، ایسی صفات کا اجتماع ایک شخص میں صرف خداوند تعالےٰ ہی اپنے دست قدرت سے کر سکتا ہے ۔ لوگوں کی رایوں پر منحصر نہیں ۔ اب ہم یہ آپ کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں کہ آیا ایسے شخص کا انتخاب و تقرر خدا اور رسول خدا کو کرنا چاہیئے یا وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی گڑبڑ جھالا میں ہونا چاہیئے ۔

حدیث منزلت

جو جو فضائل و خصائل حمیدہ و پسندیدہ کہ کسی ایک انسان میں جمع ہو سکتے ہیں ۔ ہر ایک کمال جو کسی فرد بشر میں پایا جا سکتا ہے ۔ ہر ایک صفت جو جانشین رسول آخر الزمان کے لیے ضروری ہو سکتی ہے ۔ آنحضرتؐ نے بتصریح تمام و اعلان عام مختلف مواقع پر فرمایا کہ وہ فضل وہ کمال و

صفت علیؑ میں بدرجہ اتم موجود ہے اور اس طریقہ سے فرمایا کہ صحابہ میں سے کسی اور کے اندر ان صفات و فضائل کا اجتماع سوائے علیؑ کے ناممکن ثابت کر دیا۔ ان فضائل و خصائل و کمالات و صفات کو علیحدہ علیحدہ فرمانے کے بعد آپ نے بہ ہیئت مجموعی بھی فرمایا کہ علیؑ ان صفات میں انبیاء سلف میں سے کسی نبی سے کم نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کی معمولی صفت نہیں بلکہ اس کی صفت تخصیصی کے درجہ کمال کو اگر دیکھنا ہو تو علیؑ کی طرف دیکھو۔ اس میں وہ صفات بدرجہ کمال پاؤ گے۔ علو مرتبت کے اظہار کا یہ آخری ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی غبی و کند ذہن شخص کے دل میں حضورؐ کے جانشین کی طرف سے شبہ رہ جائے تو اس امکان بعیدی کو زائل کرنے کے لیے بھی آپ نے بتصریح مختلف مواقع پر فرمایا کہ علیؑ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ موسیٰؑ کے بعد تو نبی آسکتا تھا اور آیا لیکن مشیت ایزدی اب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آوے۔ اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ علیؑ ہوتا۔ اس کو حدیث منزلت کہتے ہیں۔ اور اس کو الفاظ ذیل میں گروہ اہل حکومت کے متعدد علماء نے نہایت تصریح سے بیان کیا ہے۔

یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

اس حدیث کی صحت و سند کے ثابت کرنے کے لیے زیادہ کوشش کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مسلمۂ فریقین ہے اور اس کی صحت میں کبھی کسی نے انکار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ شیخین یعنی بخاری و مسلم بھی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا ہے۔ ہم صرف چند حوالہ جات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ النبی متوفی سنہ ۱۵۱ ہجری: سیرۃ النبی لابن ہشام۔ محمود بن سلیمان داؤد الطیالسی متوفی سنہ ۲۰۴ھ: مسند حدیث ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۱۳ صفحہ ۲۸، ۲۹۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی طبقات ابن سعد ج ۳ ق ا صفحہ ۱۴۔ امام احمد حنبل متوفی سنہ ۲۴۱ھ: مسند الجزء الاول ص ۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۵ و ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۴، ۱۸۵، ۳۳۰، ۳۳۱۔ الجزء الثالث صفحہ ۳۲ و ۳۳۸۔ الجزء السادس صفحہ ۳۶۹ و ۴۳۸۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری سنہ ۲۵۶ ہجری۔ صحیح بخاری طبع مصری الجزء الثانی صفحہ ۲۰۰ باب مناقب علی بن ابی طالبؑ۔ مسلم بن الحجاج القشیری متوفی سنہ ۲۶۱ ہجری۔ صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء السابع باب من فضائل علی بن ابی طالب صفحہ ۱۲۰۔ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی متوفی سنہ: سنن ابن ماجہ الجزء الاول صفحہ ۵۵۔ ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ الترمذی متوفی سنہ ۲۷۹ ہجری۔ سنن ترمذی احمد بن شعیب النسائی متوفی سنہ ۳۰۳ھ: کتاب الخصائص۔ محمد بن جریر الطبری متوفی سنہ ۳۱۰ ہجری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۴۴ ذکر الخبر عن غزوہ تبوک سنہ ۹ ہجری۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد المعروف حاکم متوفی سنہ ۴۰۵ ہجری: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۰۹ و ۱۳۳۔ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ المعروف ابن عبد البر متوفی سنہ ۴۶۳ھ: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔

الجزء الثانی ص ۲۷۳، ۲۷۴ ترجمہ علی ع ۲۰۱۵ - ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی متوفی
۴۸۳ھ کتاب المناقب - شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ ہجری - کتاب الفردوس - حسین بن مسعود
الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ھ ہجری - مصابیح السنۃ - الجزء الثانی ص ۲۷۵ ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی:
زین الفتی فی شرح سورۃ ہل اتیٰ - موفق بن احمد بن محمد المعروف اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ
ہجری کتاب المناقب ص ۲، ۷، ۲۲، ۹۶، ۱۰۹، ۱۲۲، مبارک بن محمد بن محمد الشیبانی المعروف ابن الاثیر
متوفی ۶۰۶ھ: جامع الاصول فی احادیث الرسول - ابوالحسن بن محمد المعروف ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
اسد الغابہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی متوفی ۶۵۲ھ ہجری - مطالب السؤل فی مناقب آل
رسول باب الاول ص ۵۷، ۶۴، شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قز علی سبط ابن الجوزی متوفی ۶۵۴ھ
تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص ۱۱، ۱۲، ۱۳ - ابو عبداللہ محمد بن یوسف الگنجی متوفی ۶۵۸ھ کفایت
الطالب - ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب الجزء السابع ص ۳۳۷ - محب الدین احمد بن عبداللہ
بن محمد الطبری متوفی ۶۹۴ھ ریاض النضرۃ - الجزء الثانی باب الرابع ص ۱۵۷، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴
۱۸۸، ۲۰۴ - اسمٰعیل بن عمر الدمشقی متوفی ۷۷۴ھ ہجری - البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ - الجزء السابع
ص ۲۲۴، ۲۳۴، ۳۳۸ تا ۳۴۱ - ابن تیمیہ - منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۸، ۱۱، ۱۳، الجزء الرابع
ص ۸۷ - ولی الدین محمد بن عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۳ - سید علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ ہجری
مودۃ القربیٰ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ: فتح الباری الجزء السابع ص ۶۰! نسیم الریاض خفاجی شرح
شفاء قاضی عیاض الجلد الثالث ص ۳۶۹ - نور الدین علی بن محمد المعروف ابن الصباغ متوفی ۸۵۵ھ
فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ - جلال الدین السیوطی ۹۱۱ھ: کتاب الدر المنثور - الجزء الرابع ص
۲۹۵ - از جملہ متواتر آنست: وسیلۃ النجاۃ مولوی محمد مبین ص ۱۰۴ - حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس صدر
الدین حنفی - روائح المصطفیٰ ص ۱۷ - ابن حجر مکی: صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث اوّل
ص ۷۲ -

علی المتقی ۹۷۵ھ: کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۹، ۲۵۰۴
〃 〃 〃 〃 ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۲۳، ۲۵۴۹
〃 〃 〃 〃 ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۵۰ تا ۲۵۵۳، ۲۵۵۵
〃 〃 〃 〃 ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۷۲
〃 〃 〃 〃 ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۰۷
〃 〃 〃 〃 ص ۴۰۴ حدیث ۶۱۲۴، ۶۱۲۵
〃 〃 〃 〃 ص ۴۰۵ حدیث ۶۱۳۱، ۶۱۳۲
〃 〃 〃 〃 ص ۴۰۷ حدیث ۶۱۵۲

شرح زرقانی علی مواہب لدنیہ قسطلانی الجزء الثانی ص ۴ سید مومن بن حسن الشبلنجی متوفی ۱۲۹۸ھ

نور الابصار ص ۵۵ ۔ شیخ سلیمان البلخی القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ : ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس ص ۴۷، ۴۹، ۵۰ ۔ میرزا محمد بن معتمد خان : نزل الابرار ص ۱۵ ار ۱۷ ار ۲۱ ار ۴۲ شمس الدین محمد : اسنی المطالب ص ۶ ۔ حسن الزمان : القول المستحسن ص ۲۳۸ ۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۵۴ بہ تشریح شعر ۔

یا اماما سبق الخلق لہ طاھر المختار مذکان صبیاً۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی : اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص ۲۶۷ ۔ شیخ یوسف بن اسمٰعیل شرف المؤبد ص ۱۱۲ ۔ علی بن برہان الدین الحلبی سیرۃ الحلبیہ ۔ الجزء الثالث ص ۱۵۱ ۔ اس حدیث کی صحت پر اجماع امت ہے ۔ ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنۃ میں حدیث منزلت کی نسبت لکھتے ہیں ۔ والجواب ان ھذا الحدیث صحیح بلاریب ثبت فی الصحیحین وغیرھما۔ منہاج السنۃ ۔ الجزء الرابع ص ۸۷ (ترجمہ) بلاشک وشبہ یہ حدیث منزلت صحیح ہے ۔ اس کی توثیق وتصدیق صحیحین میں اور دیگر کتب میں موجود ہے ۔ شیخ عبد الحق اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں ۔

دائمہ حدیث متفق اند برصحت ایں حدیث واعتماد برقول ایشاں است ۔

محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ میں حدیث منزلت کے متعلق لکھتے ہیں ۔

قلت ھذا الحدیث متفق علی صحتہ رواہ الائمہ الاعلام الحفاظ کابی عبداللہ البخاری فی صحیحہ ومسلم بن الحجاج فی صحیحہ وابوداؤد فی سننہ وابوعیسیٰ الترمذی فی جامعہ وابوعبدالرحمٰن النسائی فی سننہ وابن ماجہ فی سننہ واتفق الجمیع علی صحتہ وصار ذالک اجماعاً منھم قال الحاکم النیسابوری ھذا حدیث دخل فی حد تواتر ۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث منزلت کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اس کو بڑے بڑے علماء و حفاظ نے نقل کیا ہے ۔ چنانچہ ابو عبداللہ البخاری نے اپنی صحیح میں مسلم بن حجاج نے اپنی صحیح میں ابو داؤد نے اپنے سنن میں، ترمذی نے اپنے جامع میں، ابو عبدالرحمٰن نسائی نے اپنے سنن میں، ابن ماجہ نے اپنے سنن میں، غرضیکہ تمام علماء نے اس کی صحت پر اجماع کیا ہے اور حاکم نیسابوری کہتے ہیں کہ یہ حدیث حد تواتر میں داخل ہے۔

اسمٰعیل بن عمر الدمشقی المعروف بابن کثیر اپنی تاریخ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۳۴۰ ۔ ۳۴۱ میں لکھتے ہیں ۔

وقد رواہ غیر واحد عن عائشہ بنت سعد عن ابیھا قال ابن عساکر وقد روی ھذا الحدیث عن رسول اللہ صلے اللہ

کئی راویوں نے عائشہ بنت سعد سے اور اس نے اپنے باپ سے حدیث منزلت کو نقل کیا ہے جیسا کہ ابن عساکر کہتا ہے اور تحقیق اس حد

علیہ وسلم جماعۃ من الصحابہ منھم عمر وعلی وابن عباس وعبداللہ بن جعفر ومعاویہ وجابر بن عبداللہ وجابر بن سمرہ وابو سعید والبراء بن عازب و زید بن ارقم وزید بن ابی اوفی ونبیط بن شریط وحبشی بن جنادہ ومالک بن الحویرث وانس بن مالک وابو الفیل وام سلمہ واسماء بنت عمیس وفاطمہ بنت حمزۃ وقد تقصی ابن عساکر ھذہ الاحادیث فی ترجمۃ علی من تاریخہ فاجادوا فادو برز علی النظراء والاشباہ والانداد فرحمہ رب العباد یوم التناد۔

کو جناب رسول خدا سے صحابہ کی بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے ان میں سے یہ ہیں۔ عمر و علی و ابن عباس، عبداللہ بن جعفر، معاویہ، جابر بن عبداللہ، جابر بن سمرہ، ابوسعید، براء بن عازب و زید بن ارقم، زید بن ابی اوفی، نبیط بن شریط حبشی بن جنادہ، مالک بن الحویرث وانس بن مالک و ابو الفیل، ام سلمہ، اسماء بنت عمیس، فاطمہ بنت حمزہ، ابن عساکر نے ان سب احادیث کو در ذیل ترجمہ علی بہت اچھی طرح کئی طرق سے ثابت کیا ہے۔ دراصل بہت ہی اچھا لکھا ہے خداوند تعالیٰ روز حشر اس پر رحمت کرے۔

صرف غزوۂ تبوک ہی کے موقعہ پر یہ حدیث ارشاد نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ مختلف موقعوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قول کو دوہرایا ہے۔ تاکہ امت کے اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔ مندرجہ ذیل موقعوں پر اس حدیث کا ارشاد فرمایا جانا ثابت ہے۔

کن کن موقعوں پر یہ حدیث دہرائی گئی؟

(۱) بوقت عقد مواخات:۔ جیساکہ امام احمد حنبل ومحمد بن حبان البستی وسلیمان بن احمد الطبرانی و خطیب بغدادی واخطب خوارزم، ابن عساکر وسبط ابن الجوزی، محب الدین احمد الطبری وابراہیم بن عبداللہ الوصابی، محمد بن یوسف الزرندی، ابن صباغ مالکی، جلال الدین سیوطی۔ جمال الدین محدث علی المتقی، سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری، میرزا محمد بن معتمد خان، ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم الدہلوی اور مولوی مبین لکھنوی نے لکھا ہے۔

(۲،۳) وقت ولادت جناب امام حسن اور امام حسین علیہما السلام:۔ جیساکہ ابوسعید عبدالملک بن محمد النیسابوری الخرگوشی، عمر بن محمد بن خضر الملا اردبیلی، شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی، شہاب الدین احمد وحسین دیار بکری نے بیان کیا ہے۔

(۴) یوم خیبر۔ جیساکہ ابن المغازلی۔ اخطب خوارزم، عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی المعروف ملا، ابو الربیع سلیمان بن سالم البلنسی الکلاعی المعروف ابن سبع وابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی نے روایت کی ہے۔

(۵) وقت سد الابواب الا باب علیؑ۔ جیساکہ ابن المغازلی، اخطب خوارزم نے روایت کیا ہے۔

(۶) بوقت ارشاد کہ علیؑ اول المسلمین ہے۔ جیساکہ حسن بن بدر، حاکم نیسابوری، ابن النجار

دیلمی و ابن السمان وغیرہم نے روایت کیا ہے۔
(۷) بوقت ارشاد کہ علی کسر دار و امیر المومنین ہیں۔ جیسا کہ انس بن مالک سے ابن مردویہ نے بیان کیا ہے۔
(۸) بوقت ارشاد لحمک لحمی و دمک دمی۔ جیسا کہ عاصمی نے زین الفتیٰ میں ابونعیم نے منقبۃ المطہرین میں، اخطب خوارزم نے کتاب المناقب میں، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں بیان کیا ہے۔
(۹) حضرات جعفر و عقیل و علی کو مخاطب کر کے۔ جیسا کہ ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی نے کتاب الاکتفاء میں اور محمد صدر عالم نے معراج العلیٰ میں نقل کیا ہے۔
(۱۰) روز غدیر بمقام خم۔ جیسا کہ علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں بترجمہ ابو تمیم معد الملقب بالمستنصر بیان کیا ہے۔
جناب رسول خدا حضرت موسیٰ کی تشبیہ کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ شروع رسالت میں جب حضرت علی کو اپنا وزیر و وصی و خلیفہ و جانشین مقرر کرانے کے لئے دعا بدرگاہِ خداوندی مانگی تو اس میں بھی حضرت موسیٰ ہی کی تشبیہ دی۔ اس دعا کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہم اس باب کے شروع میں صفحات ص۲۴۵ ص۲۴۶ کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ان حوالجات کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔
محب الدین احمد الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی الباب الرابع۔ الفصل السادس ص ۱۶۳ ابسبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص ۲۰۹۔ ابونعیم الاصبہانی۔ منقبۃ المطہرین۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر: روضۃ الندیہ شرح تحفہ علویہ۔ جلال الدین سیوطی۔ کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص ۲۹۵۔ شیخ علی بن محمد الجعفری، کتاب کنز البراہین۔ الکسبیہ و الاسرار الوہبیہ۔ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ مودۃ السادسہ۔ شبلنجی: نور الابصار ص ۷۰۔ ابو اسحاق احمد بن محمد بن الثعلبی تفسیر بہ تشریح آیۂ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون۔
میرزا محمد بن معتمد خاں: مفتاح النجاتی مناقب آل العباء۔
۱۰۔ علم۔
علم کا معیار خلافت ہونا نص قرآنی سے ظاہر ہے۔ یہ وہ معیار فضیلت و محک سیادت ہے جس سے خود باری تعالیٰ نے انسان و ملک کے درمیان موازنہ کیا۔ اور ملائکہ کے دعوئے خلافت کو صرف حضرت آدمؑ کے علم وہبی کی وجہ سے رد کیا۔ طالوت کے قصہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے جب بنواسرائیل نے اعتراض کیا کہ طالوت تو دولت در سوخ اور وجاہت دنیاوی میں ہم سے کم ہے لہٰذا اس کو ہمارے اوپر بادشاہ بننے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ تو انکے نبی نے جواب دیا کہ دولت و وجاہت دنیاوی خدا کے نزدیک کوئی شے نہیں ہے بلکہ چونکہ طالوت علم میں اور جسم میں تم پر

فوقیت رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کو خداوند تعالیٰ نے ہمارا حاکم و والی مقرر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ کے لئے اور اس حکومت کے لئے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ علم وہبی ضروری ہے۔ یہ وہ علم ہے جو بندے ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے بلکہ خدا ہی اپنے منتخب و برگزیدہ بندہ کی فطرت و جبلت میں ودیعت فرماتا ہے وہ حکومت الٰہیہ جس کے نظام میں ظلم کو معدوم ہونا ہے بغیر اس علم کے چل ہی نہیں سکتی۔ آج کل کے مغرب زدہ نوجوانوں کی سمجھ میں یہ مشکل سے آئے گا وہ تو یہ سوال کریں گے کہ یہ علم کب، کہاں اور کس طرح خداوند تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دیتا ہے یا دے سکتا ہے۔ ان کو ہم مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ آپ کوشش بسیار کے بعد، اصول غواصی اچھی طرح سمجھ کر تیرنا سیکھتے ہیں اور انسان کا کوئی بچہ دو تین سال کی عمر کا لو۔ وہ تو سیکھ ہی نہیں سکتا۔ پانی میں ڈالو اور وہ ڈوب جائے گا۔ مچھلی کے بچے کو لو۔ پیدا ہوتے ہی بغیر سکھائے تیرنے لگتا ہے اور تمام اصول و قواعد غواصی کا ماہر پیدا ہوتا ہے۔ اس کو یہ علم کب کہاں اور کس طرح سکھایا گیا۔ یہ کس نے بتایا کہ پانی کو کس طرح کاٹتے ہیں، اپنے بدن کو کس طرح سنبھالتے ہیں اور سمت کس طرح بدلتے ہیں۔ آپ جواب دیں گے کہ ان کی فطرت میں یہ علم خمیر کر دیا گیا ہے۔ آپ کے جواب سے ایک نتیجہ نکلا وہ یہ کہ فطرت میں علم خمیر ہو سکتا ہے۔ اور فطرت اس میں راسخ ہو جاتی ہے۔ اس سے ہی ہمارا مدعا حاصل ہو گیا۔ خداوند تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی فطرت میں اسی طرح علم کو خمیر کر دیتا ہے۔ ان کی فطرت علم میں راسخ ہو جاتی ہے کسی دنیاوی ٹیچر یا مدرس کی ضرورت نہیں رہتی۔ مچھلی کے جائے کا علم تیرنے تک محدود ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کو اتنے ہی علم کی ضرورت ہے۔ انبیاء اور ان کے اوصیاء خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں لہٰذا اُن کا علم تمام کائنات پر حاوی ہوتا ہے۔ اسماء کلہا کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر کہیں جاکر خلیفۃ اللہ بنتے ہیں اور حکومت الٰہیہ کی سرداری کی اہلیت حاصل ہوتی ہے۔ سچے نبی کا ایسا ہی سچا جانشین ہونا چاہیے۔ لیکن ایسا جانشین سقیفہ بنی ساعدہ کی فیکٹری میں تیار نہیں ہو سکتا۔

علم وہبی کی
تعریف

اس علم کی ماہیت معلوم ہونے سے معجزہ کی کیفیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ نبی کو ہر ایک چیز کی ہر ایک خاصیت معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ ایک خاص خاصیت پر عمل کر کے جو اس شئے میں ودیعت کی ہوئی ہوتی ہے۔ اُس شئے میں ایک خاص کیفیت پیدا کر دیتے ہیں۔ چونکہ ہم کو وہ خاص خاصیت معلوم نہیں ہوتی ہم اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ دیکھئے اگلے زمانہ میں جب انبیاء اور اولیاء دور دراز مقامات کی حالت بتاتے تھے تو وہ معجزہ کہلاتا تھا اب ریڈیو اور TELEVISION کو کوئی معجزہ نہیں کہتا۔ اشیاء کی مکمل ماہیت اور ہر ایک خاصیت معلوم ہو جانے ہی سے انبیاء اور اولیاء کو ان اشیاء پر حکومت و تصرف و ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ اُن اشیاء کو اپنے علم خواص کی وجہ سے اپنی مرضی کے تابع بنا لیتے ہیں۔ ایک نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا میں جتنی اشیاء ہیں وہ آخر کار متحد الاصل ہیں۔ یعنی ایک ہی شئے سے پیدا ہوئی ہیں اور وہ شئے

معجزہ کی
اصلیت

بالاختیار والبیعة واما تقدیر النص علیٰ غیرہ فهو نسبة الصحابه کلهم الی مخالفة رسول الله صلی الله علیه وسلم و خرق الاجماع ذلك مما لم یستجرئ علیٰ اختراعه الا الروافض۔	اختیار و بیعت کے اور اگر ماسوائے ابو بکرؓ کے ہم کسی اور کے حق میں نص رسول فرض کر لیں تو اس سے جملہ صحابہ کا مخالفت رسول کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اجماع کی شکستگی ہوتی ہے اور اس فرض کرنے کی سوائے روافض کے اور کسی نے جرأت نہیں کی۔

اس تحریر سے جماعت حکومت کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کے اختیار کرنے کی وجہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ اس مضمون پر اس جماعت کا کوئی اور عالم نہیں لکھ سکا۔ امام غزالی بہت بڑے پایہ کے فلسفی اور منطقی تھے ان کے منطق و زور بحث کا اندازہ ان کی بہت سی کتابوں سے ہوتا ہے خود احیاء العلوم ہی بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ اگر ایسا دقیق بین اور بحث کرنے میں مشاق منطقی و فلاسفر اس مضمون پر صرف یہ ہی بحث پیش کر سکے جو اس نے پیش کی ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون ہی بے جان ہے اس بحث میں مندرجہ ذیل امور ضروریہ کو نظر انداز کیا گیا ہے بغیر اس امور پر گفتگو کئے یہ بحث لنگڑی اور بلا دلائل رہ جاتی ہے۔

الف۔ آنحضرتؐ کو ضرورت خلیفہ کا احساس تھا یا نہیں۔

ب۔ آپ نے کیوں خود خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

ج۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ اجتماع کس کے حکم یا کس اطلاع کے ماتحت ہوا۔

د۔ اس وقت کل مسلمانوں کی تعداد کیا تھی۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ مقرر کرنے والے کتنے آدمی تھے۔ حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب مجمع بیان کیا جاتا ہے۔ سقیفہ میں تو سو آدمی بھی نہ تھے۔

ہ۔ کیا مسلمانوں میں سے صرف چند اشخاص یا جماعتوں کو خلیفہ مقرر کرنے کا حق حاصل تھا وہ کون کون سے آدمی تھے یا جماعتیں تھیں اور کس نے ان کو یہ اختیار دیا تھا۔

و۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس وقت بنو ہاشم میں سے ایک آدمی بھی موجود نہ تھا یہ کیوں ایسا ہوا۔ کیا بنو ہاشم کو اس امر میں رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔

ز۔ اہلبیت رسولؐ جن کی عظمت و کرامت کلام الٰہی و قول رسولؐ سے ظاہر ہے۔ اور جن کی محبت اجر رسالت قرار پا کر تمام امت پر فرض کی گئی وہ کیوں اس اجماع میں شریک اور مدعو نہ کئے گئے۔

ح۔ اس اجتماع کے وقت و تاریخ کا اعلان قبل از انعقاد کیوں نہ کیا گیا۔ تاکہ جمہور مسلمین اس میں حصہ لے سکتے۔

ط۔ اس مسلمانوں کے اہم اجتماع کے لئے زمانہ جاہلیت کا وہ محل و مقام کیوں منتخب کیا گیا جہاں ڈاکہ ڈالنے اور گناہ کرنے کے لئے خفیہ سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ مسجد نبوی کو اس غرض کے لئے کیوں نہ منتخب کیا گیا۔ جہاں مسلمانوں کا زیادہ تعداد میں جمع ہونا آسان تھا۔ مقام رسول بھی وہیں تھا تجہیز

مٹی ہے۔ آدمی اور جاندار اشیاء تو سب جانتے ہیں کہ خاک سے بنتے ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ مر جاتے ہیں تو بفحوائے کل شیئ یرجع الی اصلہ مٹی میں دب کر مٹی بن جاتے ہیں۔ درختوں کو ہم دیکھتے ہی ہیں کہ مٹی سے نکلتے ہیں۔ معدنیات سب مٹی سے بنتے ہیں۔ رنگ و خواص کا اختلاف محض دیگر اسباب و اثرات بیرونی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس یگانگی و اتحاد مخلوق ہی سے خالق کی واحدانیت کا ثبوت ملتا ہے۔ تصوف میں اس کو کثرت فی الوحدت اور وحدت فی الکثرت کہتے ہیں۔ یہ وہ صحیح الفاظ ہیں جن کے غلط معنی نکالنے سے لوگ بہک گئے ہیں اور ہندوؤں کے فلسفہ سے متاثر ہو کر مسئلہ حلول نکال کھڑا کیا ہے۔ انگریزی میں اس کو ORIGNAL IMPRESS OF GOD کہتے ہیں۔ معمولی انسانوں کو ان اشیاء کے اس باہمی اتحاد اور پھر ان کے اس تغیّر و تبدل کا علم نہیں ہے۔ لہٰذا وہ لکڑی کو سانپ نہیں بنا سکتے۔ جس کو اس کا علم ودیعت کیا گیا ہے وہ بنا سکتا ہے دونوں متحد الاصل ہیں۔ دونوں مٹی ہیں۔ بیرونی اثرات سے ایک سانپ اور ایک لکڑی بنی ہوئی ہے۔ جس کو ان پر تصرف حاصل ہو گیا ہے۔ وہ لکڑی سے سانپ اور سنگریزوں سے جواہرات بنا سکتا ہے۔ معترض کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ تغیر ممکن بھی ہے تو اس کے لئے ہزارہا سال چاہئیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ جس شخص کو تصرف کلی حاصل ہو گیا ہے وہ چشم زدن میں کر سکتا ہے۔ اگر آپ کہیں کس طرح تو میں کر کے تو نہیں دکھا سکتا۔ ہاں قیاس سے کہہ سکتا ہوں کہ کمل تصرف کے معنی ہی یہ ہیں کہ شکلیں بدل دے۔ محض اس کا چھونا اور نظر سے دیکھنا ہی کافی ہے۔ اگر معترض کہے کہ بے جان چیزیں کیونکر اس کی نظر یا مس سے متاثر ہو سکتی ہیں تو میں جواب دوں گا کہ اگر بے جان اشیاء سنگریزے و درخت وغیرہ سورج کی کرنوں اور ہوا سے متاثر ہو کر تغیر پذیر ہو سکتے ہیں تو اس شخص کی نظر یا مس سے کیوں نہیں ہو سکتے جس کو ان پر تصرف کلی حاصل ہے۔ آپ نے بہت سے سانپوں کا حال سنا ہو گا۔ وہ درخت پر بیٹھے ہوئے پرندوں کو اپنی نظر سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں اور پرندے متاثر ہو کر سانپ کے پاس گر جاتے ہیں۔ محض نظر نے اثر کیا۔ بچہ یا کتا تو اپنے والدین اور اپنے آقا کی نظر ہی سے متاثر ہوتے ہیں۔ جو عقلمند والدین ہیں ان کو اپنی اولاد کو مارنے کی ضرورت نہیں ہوتی نظر سے تادیب کرتے ہیں۔ کتے کو آقا غضب کی نظر سے دیکھے۔ دم دبا کر کونے میں جا بیٹھے گا۔ پیار کی نظر سے دیکھے تو دُم ہلاتا ہوا اس کے پاس آئے گا۔ دور کیوں جاؤ ہپنوٹزم اور مسمریزم کو لو۔ جو شخص ان علوم سے واقف ہے وہ محض نظر سے دیکھ کر تنکے یا لکڑی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈال سکتا ہے۔ کتنی دور ڈال سکتا ہے اور کتنے وزن کی لکڑی کو ڈال سکتا ہے یہ اس علم والے کے درجہ علم پر منبی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے۔ دیکھئے بے جان اشیاء نظر سے متاثر ہو گئیں۔ اب آپ کو معجزہ کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اگر ہم معجزہ کی اس حقیقت کو مدنظر نہ رکھیں تو پھر ہم خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق نہ کر سکیں گے کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً اگر معجزہ سے اشیاء کی خاصیتیں بدل جایا کریں تو پھر یہ ارشاد کچھ معنی نہ رکھتا بلکہ ایسا ارشاد ہی نہ ہوتا۔ اس ہی وجہ سے

وہ لوگ جو معجزے کی اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں اور جنہوں نے اس پر غور نہیں کیا ہے معجزہ ہی
ہی سے انکار کرنے لگے ہیں۔ اور مغرب کی تعلیم کے زیر اثر تو یہ انکار عام ہو گیا ہے۔ مذہبی لوگ تو
اس آیۂ کریمہ کی وجہ سے انکار کرتے ہیں اور ملحد اس وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ ان کی ظاہر بین آنکھیں
اصل حقیقت کو نہیں دیکھ سکتیں۔ لیکن ہم نے جو معجزہ کی حقیقت بیان کی ہے۔ اس کی وجہ سے آیہ
کریمہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کی تصدیق ہوتی ہے تردید نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کی خواص
کے علم کامل ہی کا نام معجزہ ہے۔ معجزہ سے خواص یعنی سنت الٰہی میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ بلکہ خواص
سے فائدہ اٹھا کر اس پر تصرف کلی پیدا کر کے معجزہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

نبی وساحر کا فرق

اب ایک آخری اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اگر خاصیتوں کے علم سے نبی ہو سکتا ہے تو پھر جو
شخص یہ خاصیتیں معلوم کرے گا۔ وہ نبی ہو گا اور پھر ساحر اور نبی میں کیا فرق ہے۔ نبیوں کے
ذکر میں تو قرآن شریف ہی کا حوالہ دیا جائے گا۔ ارشاد خداوندی ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلا
عام انسانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ تم کو علم میں سے بہت کم حصہ دیا گیا ہے۔ خاص
بندوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ ومن عندہ علم الکتاب علم کا وہبی ہونا اور علم کا درجہ ہی
تو دو امور ما بہ الامتیاز ہیں۔ جو علوم کہ تمام انسانوں کو دیئے گئے ہیں۔ یعنی مشیت ایزدی سے ان
کو حاصل کرنے کی اجازت ہو گئی ہے۔ وہ علوم بہت کم ہیں اور وہ علوم ایک انسان دوسرے
انسان کو سکھا سکتا ہے اور پھر وہ بوجہ عام ہو جانے کے معجزہ نہیں کہلائے گا۔ بہت سے علوم
ہیں جو عام لوگوں سے مخفی رکھے گئے ہیں۔ ان کا علم روک دیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ حاصل ہی نہیں
کر سکتے۔ اور اس وجہ سے ہر ایک شخص اپنی کوشش سے نبی نہیں ہو سکتا۔ اب رہا ساحر اور نبی
کا فرق۔ ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔ مچھلی کے بچے کو تو لایئے۔ ایک فلاسفر حکیم ریاضی دان ہے۔ جو
یا تو تیرنا جانتا ہے یا تیرنا نہیں جانتا اسے بھی بلایئے۔ آپ کے اعتراض کے بموجب اگر یہ فلاسفر
و حکیم تیرنا جانتا ہے تو وہ قدر و منزلت میں مچھلی کے بچے کے برابر ہوا۔ اور اگر تیرنا نہیں جانتا تو
کمتر ہوا۔ آپ فلاسفر کا درجہ اتنا تو نہیں گرائیں گے۔ لہٰذا آپ کا اعتراض غلط ہوا۔ ساحروں کا اور
نبی کا مقابلہ حضرت موسیٰ کے زمانے میں ہوا ہے۔ اپنے محدود علم کے ذریعہ سے وہ اپنی لکڑیوں
کو لوگوں کی نظروں میں سانپ دکھا سکتے تھے۔ لیکن جب موسیٰ نے ان سے بڑھ کر ایسے علم کا مظاہرہ
کیا جو وہ نہیں جانتے تھے تو قائل ہو گئے۔ وہ فرق کیا تھا۔ وہ فرق یہ تھا کہ ساحروں کی لکڑیاں
باقی تھیں۔ سانپوں کی طرح چلتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ لیکن جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ
ان سب کو نگل گیا اور پھر ان کا وجود ہی نہ رہا۔ کسی چیز کے وجود کو حقیقتاً کھو دینا ان کی طاقت
سے باہر تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ موسیٰ کا عصا بھی فقط ان کو کھاتا ہوا نظر آیا۔ کھایا نہ ہو۔ کیونکہ
اگر ایسا ہوتا تو وہ ساحر مغلوب نہ ہو جاتے۔ وہ تو نظر بندی کے ماہر تھے۔ ہاتھ میں اٹھا کر سب
حاضرین کو محسوس کرا دیتے کہ دیکھو ہمارے سانپ تو موجود ہیں۔ تم ہاتھ لگا کر دیکھ لو۔ موسیٰ نے تو

فقط تمہاری نظر بندی کی ہے۔ پھر تو حضرت موسیٰ بہت شرمندہ ہوتے اور اللہ میاں سے معلوم نہیں کیا کیا کہتے۔ سائنس کتنی ہی ترقی کر جائے۔ لکڑی کو سانپ خوار اژدھا نہیں بنا سکے گا۔ کئی دن کے مردہ کو زندہ نہیں کر سکے گا۔ لیکن جس کو روح کا مکمل علم دیا گیا ہے۔ روح پر اسے اسی طرح تصرف حاصل ہو گیا ہے۔ جس طرح دیگر اشیاء پر تو وہ واپس روح کو لا سکتا ہے۔ ساحر کے پاس بھی ایک قسم کا علم ہوتا ہے۔ لیکن بالکل محدود۔ اتنا ہی جتنا کہ ایک طبیب جانتا ہے کہ بنفشہ سے اخراج بلغم ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس سے پوچھو کہ بنفشہ کیوں اخراج بلغم کرتی ہے تو وہ نہ بتا سکے گا۔ نبی یہی نہیں کہ اس کو اشیاء کا علم کلی حاصل ہے بلکہ اس علم کلی کی وجہ سے ان اشیاء پر تصرف بھی حاصل ہے۔ طبیب اگر چاہے کہ بنفشہ میں سے یہ خاصیت دور کر دے۔ نہیں کر سکے گا۔ نبی چاہے تو وہ دور کر سکے گا۔ باوجود اس خاصیت کے بسا اوقات طبیب عاجز ہو جاتے گا۔ اور اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ حالت یہ ہو گی کہ ؎

از قضا سر کنگبین صفرا فزود	روغن بادام خشکی مے نمود
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت	آب آتش را مدد شد ہمچو نفت

لیکن نبی اور ولی چونکہ تصرف رکھتے ہیں۔ اس طرح کبھی عاجز نہ ہوں گے۔ مقدار تصرف ہمہ گیری علم یہ نبی کو ساحر سے ممیز کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آدمؑ و ملائکہ کے درمیان علم کو خاص مابہ الامتیاز خلافت قرار دیا۔ ملائکہ کو یہ علم نہیں دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اگر ان کو یہ علم دیا جاتا تو یہ علم اور تقرب الٰہی جو انہیں حاصل تھا اور اس تقرب کی وجہ سے جو اسرار الوہیت انہیں معلوم ہو چکے تھے۔ یہ سب امور مل کر وہ کیفیت ان میں پیدا کر دیتے۔ جس کی وجہ سے ان کا دائرہ عبودیت میں رہنا مشکل ہو جاتا۔

امید ہے کہ اب تو ناظرین کو نبی و ساحر و نبی و طبیب کا فرق معلوم ہو گیا ہو گا۔ اور اگر ابھی نہیں معلوم ہوا تو اس ہی جگہ کتاب بند کر دیں جو ہم نے تحریر کیا ہے اس پر چند دن غور کریں۔ کیونکہ اندرونی فکر و غور علم کے ایسے دروازے کھول دیتا ہے کہ مدرس و استاد کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود فرق معلوم ہو جائے گا۔

غرضیکہ نتیجہ نکلا کہ نبوت و خلافت کے لئے اس علم وہبی کا ہونا ضروری ہے۔ جانشین اور خداوند تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا جانشین و خلیفۂ رسول وہی ہو گا۔ جو اس علم وہبی میں رسولؐ کے ہم پایہ اور دوش بدوش ہو گا۔ اس معیار سے بھی حضرت علیؑ کے پورے اترنے کو جناب رسول خدا نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔

ترجمہ:- فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ میں ایک شہر ہوں علم کا اور علیؑ اس شہر کا دروازہ ہے۔

پس جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ اس دروازے پر آئے۔
مندرجہ ذیل اصحاب رسولؐ سے یہ حدیث مروی ہے۔
(۱) حضرت علیؑ بن ابی طالب (۲) امام حسن علیہ السلام (۳) امام حسین علیہ السلام۔ (۴) عبداللہ بن عباس (۵) جابر بن عبداللہ انصاری (۶) عبداللہ ابن مسعود (۷) حذیفۃ الیمان (۸) عبداللہ ابن عمر (۹) انس بن مالک (۱۰) عمرو بن العاص۔
مندرجہ ذیل تابعین سے یہ حدیث مروی ہے۔
(۱) امام زین العابدین علی بن الحسینؑ (۲) جناب امام محمد باقرؑ (۳) اصبغ بن نباتۃ الحنظلی (۴) جریر جنی (۵) حارث بن عبداللہ الہمدانی (۶) سعد بن طریف الحنظلی (۷) سعید بن جبیر الاسدی۔ (۸) سلمہ بن کہیل الحضرمی (۹) سلیمان بن مہران الاسدی (۱۰) عاصم بن حمزۃ السلولی الکوفی (۱۱) عبداللہ بن عثمان بن حثیم القاری (۱۲) عبدالرحمٰن بن عثمان (۱۳) عبداللہ بن عبیلۃ المرادی (۱۴) مجاہد بن جبر ابوالحجاج۔
تمام صحابہ رسولؐ کو اس حدیث کا علم تھا۔ اور سب کو اس پر اتفاق تھا۔ علامہ جمال الدین زرندی نے کتاب نظم درر السمطین میں اس حدیث کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے۔
فضیلۃ اخری اعترف بھا الاصحاب وابتھجوا وسلکوا الطریق الوفاق وانتھجوا
یعنی یہ وہ فضیلت ہے جس کے سب اصحاب رسولؐ معترف تھے اور اس پر سب متفق تھے۔
شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں حدیث مدینۃ العلم کو حضرت ابن عباس سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔
رواہ الزرندی وقال ھذہ فضیلۃ اعترف بھا الاصحاب وابتھجوا وسلکوا الطریق الوفاق وانتھجوا۔ یعنی اس حدیث کو زرندی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ وہ فضیلت تھی جس کے سب اصحاب معترف تھے۔ اور سب اس پر متفق تھے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
۱	امام علی رضا علیہ السلام	صفر ۲۰۳ھ	صحیفۃ الرضا ثبوت اس امر کا کہ یہ کتاب مسند امام رضاؑ آنجناب کی تالیف ہے۔ بہت قطعی ہے۔ ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی نے کتاب الفردوس میں اسکا حوالہ آپ کی نسبت دیا ہے ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں اور عبدالکریم بن محمد السمعانی نے کتاب الانساب میں اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ محب الدین احمد الطبری نے صحیفۃ الرضا کو اپنی کتاب ریاض النضرۃ کا ماخذ قرار

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سن وفات	حوالہ جات
			دیا ہے انہوں نے ریاض النضرۃ و ذخائر العقبیٰ میں جا بجا اس سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ ابراہیم بن عبداللہ الوصابی نے کتاب الاکتفا میں اس مسند کا حوالہ دیا ہے اور اس کو امام رضاؑ سے نسبت دی ہے۔ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے وسیلۃ المآل میں اس کی تالیف کو تسلیم کیا ہے۔
۲	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع	۲۱۱	سندے از اسناد حاکم در مستدرک وسندے از اسناد ابن المغازلی در کتاب المناقب۔
۳	ابو ذکریا یحییٰ بن معین	۲۳۳	انہوں نے اس حدیث کی بہت توثیق کی ہے جیسا کہ علامہ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں بترجمہ ابو الصلت عبدالسلام بن صالح، علامہ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں بترجمہ ابو الصلت، سیوطی نے جمع الجوامع میں عبدالرؤف مناوی نے فیض القدیر میں علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر نے روضۃ الندیہ میں قاضی القضاۃ محمد بن علی الشوکانی نے فوائد مجموعہ میں لکھا ہے۔
۴	ابومحمد سوید بن سعید حدثانی	۲۴۰	ابن کثیر شامی نے اپنی تاریخ میں اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس حدیث کے اسناد میں ان کو لکھا ہے ابومحمد سوید مسلم و ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں۔
۵	احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱	علامہ ابن شہر آشوب نے کتاب مناقب آل ابی طالبؑ میں، علامہ سبط ابن الجوزی نے تذکرۂ خواص الامۃ میں نورالدین سمہودی نے جواہر العقدین میں، علامہ مناوی نے فیض القدیر میں، محمود قاری نے صراط السوی میں احمد حنبل کو اس حدیث کا راوی لکھا ہے۔
۶	عباد بن یعقوب الرواجنی	۲۵۰	انہوں نے اس حدیث کی توثیق کی ہے۔ جیسا کہ تاریخ خطیب بغدادی و کفایت الطالب محمد ابن یوسف الگنجی میں درج ہے۔ عباد بن یعقوب الرواجنی ترمذی بخاری و ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ہیں۔
۷	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹	ترمذی کی اس حدیث کی روایت کو مبارک ابن محمدؒ المعروف ابن الاثیر نے جامع الاصول میں محمد بن طلحہ

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سن وفات	حوالہ جات
			نے مطالب السئول میں ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں سید شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب میں حسین میبذی نے فواتح میں امام غزالی نے اپنے رسالہ عقیلہ میں محمد بن یوسف نے سبل الہدیٰ میں ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں، میرزا مخدوم نے نواقض میں شیخ بن عبد اللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، محمود شیخانی قادری نے صراط سوی میں شیخ عبد الحق دہلوی نے اسماء رجال مشکوٰۃ میں نور الدین شبراملسی نے تیسیر المطالب السنیہ میں ابراہیم کردی کورانی نے نبراس میں، محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں، محمد بن الصبان مصری نے اسعاف الراغبین میں، عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں، اور مولوی عبد العلی بحر العلوم نے شرح مثنوی مولوی روم میں ذکر کیا ہے اور ان کی توثیق و تائید حدیث کو بیان کیا ہے۔
۸	ابو علی الحسین بن محمد بن عبد الرحمن البغدادی۔	۲۸۵	جیسا کہ ابو عبد اللہ الحاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔
۹	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق المعروف البزار۔	۲۹۲	جیسا کہ ابراہیم بن حسن کردی نے نبراس میں، ابن حجر مکی نے صواعق میں شیخ ابن عبد اللہ العیدروس نے عقد نبوی میں، میرزا محمد بدخشانی نے نزل الابرار میں اور مفتاح النجا میں، فاضل صبان مصری نے اسعاف الراغبین میں، مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں اور ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں ذکر کیا ہے۔
۱۰	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری	۳۱۰	جیسا کہ علامہ سیوطی نے جمع الجوامع میں تحریر کیا ہے۔
۱۱	ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی	۳۱۲	کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۲	محمد بن یعقوب بن یوسف المعروف اصم	۳۴۶	مستدرک علی الصحیحین حاکم
۱۳	ابو الحسن محمد بن احمد القنطری	۳۴۸	
۱۴	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی	۳۶۰	معجم کبیر و معجم اوسط ۔ طبرانی کی اس روایت حدیث

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالجات
			مدینۃ العلم کا ذکر جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع اور قول جلی میں، علی متقی نے کنز العمال میں میرزا محمد بدخشانی نے نزل الابرار و مفتاح النجا میں، مولوی محمد مبین نے وسیلۃ النجاۃ میں، مولوی ولی اللہ نے مراۃ المومنین میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں شیخ بن عبد اللہ العید روس نے عقد نبوی میں ابراہیم کردی نے نبراس میں۔ صبان مصری نے اسعاف الراغبین میں اور ثناء اللہ پانی پتی نے سیف مسلول میں ذکر کیا ہے۔
[illegible]	ابوبکر محمد بن علی بن اسمٰعیل القفال	۳۶۵	دیکھو مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
۱۶	ابو محمد عبد اللہ بن جعفر حبان المعروف ابو الشیخ	۳۶۹	کتاب السنۃ۔ نیز دیکھو مقاصد حسنہ سخاوی و جواہر العقدین سمہودی فیض القدیر مناوی اور شرح مواہب زرقانی
۱۷	ابو محمد عبد اللہ بن محمد عثمان المعروف ابن سقا الواسطی۔	۳۰۳	کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۸	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۵	کتاب المجالس
۱۹	ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسےٰ	۳۷۹	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۲۰	ابو حفص عمر بن احمد البغدادی المعروف ابن شاہین۔	۳۸۵	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب۔
۲۱	ابو الحسن علی بن عمر بن محمد بن حسن	۳۸۰	کتاب الثانی۔
۲۲	ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد بن محمد العکبری	۳۸۷	دیکھو کتاب مناقب بن شہر آشوب
۲۳	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف حاکم	۴۰۵	مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۶ و ۱۲۷۔
۲۴	طراز المحدثین ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ	۴۱۰	مسند
۲۵	تاج المحدثین ابو نعیم احمد الاصبہانی	۴۳۰	حلیۃ الاولیاء۔ نیز دیکھو جمع الجوامع و قول جلی سیوطی کتاب الاکتفاء ابراہیم وصابی۔ نزل الابرار و مفتاح النجا و میرزا محمد بدخشانی
۲۶	ابو الحسن احمد بن المظفر بن احمد	۴۴۱	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۲۷	اقضی القضاۃ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب المعروف ماوردی۔	۴۵۰	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب۔

نمبر شمار	اسمائے مترجمین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	تصنیفات
۲۸	ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی	۴۵۸	دیکھو کتاب المناقب اخطب خوارزم
۲۹	ابوغالب محمد بن احمد النحوی المعروف ابن بشران	۴۶۲	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی
۳۰	ابوبکر احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی	۴۶۳	تاریخ بغداد و کتاب المتفق والمفترق۔
۳۱	ابوعمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر	۴۶۳	الاستیعاب الجزء الثانی فی ترجمہ علی ص۴۵، ۴۷۲، ص۴۷۵
۳۲	ابومحمد حسن بن احمد بن موسیٰ الغندجانی	۴۶۷	دیکھو کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۳۳	ابوالحسن علی بن محمد الجلابی المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	کتاب المناقب
۳۴	ابوالمظفر منصور بن محمد السمعانی	۴۸۹	دیکھو مناقب ابن شہر آشوب
۳۵	شیخ القضاۃ ابوعلی اسمٰعیل بن احمد	۵۰۰	دیکھو کتاب مناقب اخطب خوارزم
۳۶	ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی	۵۰۵	فردوس الاخبار
۳۷	ابومحمد محمد بن علی العاصمی		زین الفتیٰ فی تفسیر سورۃ ہل اتیٰ
۳۸	ابوالمجد مجدود بن آدم المعروف حکیم سنائی	۵۲۵	حدیقۃ الحقیقۃ والشریعۃ والطریقۃ
۳۹	ابومنصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار	۵۵۸	مسند الفردوس
۴۰	عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی	۵۶۲	کتاب الانساب
۴۱	ابوالمؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	کتاب المناقب
۴۲	ابوالقاسم علی بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر	۵۷۱	بتصدیق محمد بن یوسف بن محمد الکنجی در کفایت الطالب۔
۴۳	ابوالسعادات مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر	۶۰۶	جامع الاصول
۴۴	شیخ فریدالدین محمد بن ابراہیم المعروف عطار	۶۱۷	مظہر العجائب
۴۵	ابوالحسن علی بن محمد بن محمد المعروف ابن الاثیر	۶۳۰	اسد الغابہ
۴۶	محی الدین محمد بن علی بن محمد المعروف ابن العربی	۶۳۸	کتاب الدر المکنون والجواہر المصون۔
۴۷	محب الدین محمد بن محمود المعروف ابن النجار	۶۴۸	ذیل تاریخ بغداد
۴۸	کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ	۶۵۲	درمنظوم و مطالب السؤل
۴۹	شمس الدین ابوالمظفر یوسف المعروف سبط ابن الجوزی	۶۵۴	تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمہ۔
۵۰	ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکنجی	۶۵۸	کفایت الطالب فی مناقب امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ۔

نمبر شمار	اسمار مخرجین - حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
۵۱	شیخ عزالدین عبدالعزیز بن عبدالسلام	۶۶۰	بتصریح شہاب الدین احمد در توضیح الدلائل
۵۲	جلال الدین محمد بن محمد المعروف مولوی رومی	۶۷۲	مثنوی
۵۳	ابو ذکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی۔		اشعار عربی۔ سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں انکے اشعار نقل کئے ہیں۔
۵۴	محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری	۶۹۴	ریاض النضرۃ الجزء الثالث الباب الرابع فصل السادس ص۱۹۲
۵۵	شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی	۶۹۱	اشعار۔ ان اشعار کو نورالدین جعفر میر ملا بن سالار بدخشی نے خلاصۃ المناقب میں نقل کیا ہے۔
۵۶	سعیدالدین محمد بن احمد الفرغانی	۶۹۹	شرح عربی قصیدہ تائیہ فارضیہ و شرح فارسی قصیدہ تائیہ ابن الفارض۔
۵۷	احمد بن منصور الکازرونی		مفتاح الفتوح
۵۸	حسین بن محمد المعروف امیر حسینی	۷۲۸	نزہۃ الارواح
۵۹	صدرالدین ابوالمجامع ابراہیم بن محمد الحموینی	۷۲۲	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
۶۰	نظام الدین اولیاء	۷۲۵	بتصریح عبدالرحمٰن چشتی در مرآۃ الاسرار و سید محمد کرمانی در سیر الاولیاء
۶۱	جمال الدین ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمان	۷۴۲	تہذیب الکمال
۶۲	جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی		نظم درر السمطین اور معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول والبتول اور کتاب الاعلام۔
۶۳	حافظ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلائی علائی۔	۷۶۱	بتصریح علامہ سخاوی در مقاصد حسنہ، علامہ سیوطی در لآلی مصنوعہ، نورالدین سمہودی در جواہر العقدین، محمد بن یوسف شامی در سبل الہدیٰ والرشاد، ابن عراق کنانی در تنزیہ الشریعۃ، محمد بن طاہر گجراتی در تذکرہ۔ ملا علی قاری در مرقاۃ، عبدالرؤف مناوی در فیض القدیر، نورالدین شبراملسی در حاشیہ مواہب لدنیہ، مولوی حسن زمان در قول مستحسن اور علامہ زرکشی در کتاب احادیث مشتہرہ۔
۶۴	سید علی ہمدانی	۷۸۶	مودۃ القربیٰ مودۃ سابعہ، کتاب السبعین فی فضائل

نمبرشمار	اسماء مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
			امیر المومنین ۔ روضۃ الفردوس۔ شرح قصیدہ ہمزیہ فارضہ موسوم بمشارب الاذواق درشرح شعر ع بدرکاس وھی شمس تدیرھا ھلال وکم یبدو اذا مزجت نجم
۶۵	نورالدین جعفر بن سالار ابدخشانی المعروف امیرملا۔		خلاصۃ المناقب
۶۶	بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی۔	۷۹۴	بتصریح عبدالرؤف مناوی درفیض القدیر، مولوی حسن زمان درقول مستحسن، سیوطی در درر منتشرہ ملا علی قاری درمرقاۃ
۶۷	فخرالدین عبدالرحمن بن عبدالرزاق بن ابراہیم بن مکانس القبطی		بتصریح تقی الدین ابوبکر علی المعروف ابن حجۃ الحموی در خزانۃ الادب۔
۶۸	شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ الدمیری	۸۰۸	حیوۃ الحیوان الجزء الاول ص ۵۵
۶۹	مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد الشیرازی فیروز آبادی	۸۱۷	نقد الصحیح
۷۰	امام الدین محمد الجردی		کتاب اسماء النبی وخلفاء الاربعہ۔
۷۱	یوسف اعور واسطی		رسالہ تصنیف خود۔
۷۲	شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری	۸۳۳	اسنی المطالب ص ۱۳۔
۷۳	شیخ زین الدین ابوبکر محمد بن محمد علی الخوافی	۸۳۵	بتصریح شہاب الدین در توضیح الدلائل۔
۷۴	ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی	۱۴۵	ہدایت السعداء
۷۵	شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی	۸۵۲	تہذیب التہذیب، لسان المیزان
۷۶	شہاب الدین احمد		توضیح الدلائل
۷۷	نورالدین علی بن محمد بن احمد المعروف ابن صباغ۔	۸۵۵	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔
۷۸	عبدالرحمن بن محمد بن علی البسطامی	۸۶۱	درۃ المعارف الالٰہیہ فی الاسرار الحرفیہ۔

وتکفین رسول بھی وہیں ہو رہی تھی۔

ی۔ مسجد نبوی کے قریب اہلبیت رسول تھے بنو ہاشم وہیں تھے۔ اس کو ترک کیا گیا۔ ایک خفیہ ومکروہ مقام ونا موزوں وقت بغیر اطلاع ومشورہ عام کے مقرر کیا گیا۔ جب حضرت علیؑ و بنو ہاشم تجہیز و تکفین رسولؐ میں مشغول تھے اور اس کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتے تھے اگر حضرت علیؑ کے لیئے کوئی نص رسولؐ نہ تھی تو پھر ان کو اس احتیاط کے ساتھ اُس اجتماع سے کیوں دُور رکھا گیا۔

ک۔ محض اس موقعہ کے لیئے مسجد رسولؐ کو ترک کرنا اور زیادہ معنے خیز ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد ہمیشہ مسجد رسول ہی میں ایسے اجتماع ہوتے رہے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ ساری تاریخ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ میں ایسا اجتماع پہلا اور آخری یہ ہی ایک تھا۔

ل۔ ایسے نامکمل وناقص وخفیہ اجتماع میں کہاں سے اور کیوں یہ قدوسیت آگئی کہ عقل کا منہ اور بحث وتحیص کا دروازہ یہ کہہ کر بند کیا جاتا ہے کہ اگر کچھ نکتہ چینی کی تو اُس اجماع کی شکستگی لازم آجائے گی۔ اس اجماع کے لیئے نہ تو نص قرآنی ہے اور نہ قول رسولؐ۔

م۔ اگر اس اجماع میں ایسی قدوسیت ہے جیسی کہ سمجھی گئی ہے تو حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمرؓ نے کیوں اس کی طرف رجوع نہیں کیا۔

ن۔ آنحضرتؐ کے متعدد اقوال وغدیر خم کا عظیم الشان اجتماع وخطبہ جو عام طور سے حضرت علیؑ کے تقرر کے ثبوت میں پیش کیے جاتے ہیں امام غزالی کی بحث سے بالکل معدوم ہیں۔

اس موضوع کے ضروری اور قابل بحث امور کے تذکرہ کو نظر انداز کرنا امام غزالی کے منطق کی کمزوری کا ایک پہلو ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو دلائل انہوں نے اپنی بحث میں بیان کیئے ہیں۔ وہ کہاں تک درست ہیں۔ انہوں نے عدم استخلاف کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کیئے ہیں۔

۱۔ اگر کوئی نص ہوتی تو ہم تک ضرور پہنچتی۔ جس طرح کہ آنحضرتؐ کے مختلف امراء وحکام وافسران فوج کا مقرر کرنا ہم تک پہنچتا ہے۔

۲۔ یا اگر ایک دفعہ وہ نص ظاہر ہو گئی تھی تو اب کیوں معدوم ہو گئی۔

۳۔ اس فرض کرنے سے کہ آنحضرتؐ نے کسی شخص کے لیئے نص بیان فرمائی تھی۔ اور اس کو خلیفہ اپنا مقرر کر دیا تھا دو الزام عائد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صحابہ نے آپ کے حکم کی نافرمانی کی۔ دوسرے یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع واجماع ناقص وشکستہ ہو جاتا ہے۔

ان دلائل کا نقص وضعف ایسا آشکارا ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کرنے سے ناظرین کی قوت استدلال کی ہتک ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ دلائل امام غزالی جیسے جید فلاسفر منطقی ومفکر کے دماغ سے نکلے ہیں۔ لہٰذا ہم کو ان کی اصلیت کا اظہار کرنا پڑا۔

جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ ہم تک کوئی ایسی نص نہیں پہنچی اور اب موجود نہیں ہے اس

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
۷۹	شمس الدین محمد بن یحییٰ بن علی الہجی		مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز
۸۰	شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبدالرحمن السخاوی۔	۹۰۲	مقاصد حسنہ
۸۱	حسین بن علی الکاشفی المعروف واعظ البیہقی	۹۱۰	روضۃ الشہداء
۸۲	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین ابی بکر السیوطی۔	۹۱۱	قول جلی فی فضائل علی جمع الجوامع، جامع صغیر، درر المنتشرہ، تاریخ الخلفاء نکت بدیعات۔ قوت المقتدی علی جامع الترمذی۔ رسالہ فہرس۔
۸۳	نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی	۹۱۱	جواہر العقدین فی فضل الشرفین۔ العلم الجلی والنسب العلی۔
۸۴	عزالدین عبدالعزیز بن عمر المعروف ابن فہد الہاشمی	۹۱۲	غایۃ المرام باخبار سلطنۃ البلد الحرام۔
۸۵	فضل اللہ بن۔ روزبہان بن فضل	۹۱۴	رسالہ در جواب قول علامہ حلی۔
۸۶	شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی	۹۲۳	مواہب لدنیہ۔
۸۷	جلال الدین محمد اسعد الصدیقی	۹۲۸	شرح رسالہ زوراء۔
۸۸	قاضی کمال الدین حسین المیبذی		فواتح شرح دیوان حضرت علی
۸۹	حاجی عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد	۹۳۲	تفسیر انوری۔ تفسیر آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً۔
۹۰	غیاث الدین بن ہمام الدین خواند	۹۴۲	خطبہ کتاب حبیب السیر
۹۱	محمد بن یوسف الشامی	۹۴۲	سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد
۹۲	شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۶۳	تنزیہ الشریعہ عن الاخبار الشنیعہ
۹۳	احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی	۹۷۳	صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثانی حدیث التاسع ص ۷۳
۹۴	علی بن حسام الدین المعروف متقی	۹۷۵	کنزالعمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۰۸ ص ۴۰۱ حدیث ۶۰۹۹، ۶۱۰۰، ۶۱۰۱
۹۵	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی		کتاب الاکتفاء
۹۶	محمد طاہر گجراتی	۹۸۶	تذکرہ الموضوعات
۹۷	عباس بن معین الدین عرف میرزا	۹۸۹	نواقض الروافض

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
	مخدوم جہانی۔		
۹۸	شیخ ابن عبداللہ العیدروس	۹۹۰	عقد نبوی وسر مصطفوی۔
۹۹	جمال الدین عطاء اللہ المعروف جمال الدین محدث۔	۱۰۰۰	کتاب الاربعین - روضۃ الاحباب۔
۱۰۰	ابوالعصمت محمد معصوم باباسمرقندی		رسالہ فصول اربعہ۔
۱۰۱	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری۔	۱۰۱۴	شرح فقہ اکبر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
۱۰۲	عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی۔	۱۰۳۱	فیض القدیر شرح جامع صغیر، کنوز الحقائق۔
۱۰۳	ملا یعقوب لاہوری		رسالہ عقائد۔
۱۰۴	ابوالعباس احمد بن محمد الاندلسی۔	۱۰۴۱	نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب۔
۱۰۵	شیخ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر۔	۱۰۴۷	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل۔
۱۰۶	محمود بن محمد بن علی الشیخانی۔		صراط سوی فی مناقب آل النبی۔
۱۰۷	عبدالحق دہلوی۔	۱۰۵۲	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد چہارم ص ۳۶۹
۱۰۸	سید محمد بن سید جلال ماہ بخاری۔		تذکرۃ الابرار۔
۱۰۹	اللہ دیا بن عبدالرحیم۔		سیرت الاقطاب۔
۱۱۰	عبدالرحمن بن عبدالرسول بن قاسم الچشتی۔		مرآۃ الاسرار بترجمہ جناب امیر المومنین۔
۱۱۱	شیخ بن علی بن محمد بن عبداللہ بن علوی الجفری۔	۱۰۶۳	اللیفقہ لسادات مشائخ الطریقۃ العلویہ۔
۱۱۲	علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی		سراج منیر شرح جامع صغیر۔
۱۱۳	ابوالضیاء نورالدین علی بن علی الشبراملسی۔	۱۰۸۷	تیسیر المطالب السنیہ بکشف اسرار المواہب اللدنیہ۔
۱۱۴	شیخ تاج الدین سنبھلی۔		اشغال نقشبندیہ۔
۱۱۵	ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی۔	۱۱۰۱	نبراس لکشف الالتباس الواقع فی الاساس۔
۱۱۶	اسمٰعیل بن سلیمان الکردی البصری۔		جلاء النظر فی دفع شبہات ابن حجر۔
۱۱۷	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الازہری الزرقانی۔		شرح مواہب اللدنیہ۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سنہ وفات	حوالہ جات
۱۱۸	سالم بن عبداللہ بن سالم البصری۔		امداد بمعرفۃ علو الاسناد۔
۱۱۹	محمد بن عبدالرسول البرزنجی المدنی	۱۱۳۰	رسالۃ الاشاعت فی اشراط الساعت۔
۱۲۰	میرزا محمد بن معتمد خاں۔		نزل الابرار صـ۳۸۔ مفتاح النجاء۔
۱۲۱	صدر عالم		معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ۔
۱۲۲	شاہ ولی اللہ دہلوی۔	۱۱۷۶	ازالۃ الخفاء قرۃ العینین فی فضائل امیر المومنین۔
۱۲۳	محمد معین بن امین سندھی		دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب۔
۱۲۴	شیخ محمد حفنی بن سالم۔	۱۱۸۱	حاشیہ بر جامع صغیر۔
۱۲۵	محمد بن صلاح الامیر۔		روضۃ الندیہ فی شرح تحفۃ العلویہ صـ۷۹، ۹۰، ۹۱۔
۱۲۶	محمد بن علی الصبان۔		اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار صـ۱۴۴
۱۲۷	شیخ سلیمان جمل		کتاب الفتوحات الاحمدیہ بالمنح المحمدیہ۔
۱۲۸	قمر الدین حسینی اورنگ آبادی۔	۱۱۹۳	نور الکریمتین۔
۱۲۹	شہاب الدین احمد بن عبدالقادر العجیلی		ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل۔
۱۳۰	محمد مبین بن محب اللہ	۱۲۲۵	وسیلۃ النجاۃ۔
۱۳۱	ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵	سیف المسلول۔
۱۳۲	شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ۔	۱۲۳۹	مجموعہ فتاویٰ رسالہ در اعتقادات و الدخود۔
۱۳۳	شیخ جواد ساباط بن ابراہیم		براہین ساباطیہ در برہان سابع مقالہ ثالثہ
۱۳۴	عمر بن احمد الخرپوتی الحنفی		عقیدہ الشہدۃ فی شرح قصیدۃ البردہ بشرح شعرے فاق النبیین فی خلق و فی خُلُق ولم یدانوہ فی علم و لا کرم
۱۳۵	قاضی محمد بن علی الشوکانی الصنعانی	۱۲۵۰	کتاب الفوائد المجموعہ۔
۱۳۶	محمد رشید الدین خاں		ایضاح لطافۃ المقال۔
۱۳۷	جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالعلی المعروف مرزا حسن علی۔		تفریح الاحباب مناقب الآل والاصحاب ص ۳۰۸ و ۳۵۰۔
۱۳۸	نور الدین بن اسمٰعیل السلیمانی۔	۱۲۷۰	در یتیم۔
۱۳۹	ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ		مرآۃ المومنین۔
۱۴۰	شہاب الدین محمود بن عبداللہ البغدادی		تفسیر روح المعانی۔
۱۴۱	سلیمان بن ابراہیم المعروف خواجہ کلاں البلخی۔	۱۲۷۰	ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سنہ ۱۳۰۱ ہجری۔ الباب الرابع عشر ص ۶۵، ۷۲، ۷۰۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث مدینۃ العلم	سن وفات	حوالہ جات
۱۴۲	سلامت اللہ بدایونی		معرکۃ الآراء۔
۱۴۳	حسن زمان		قول مستحسن فی فخر الحسن۔
۱۴۴	علی بن سلیمان الامنی		نفع قوت المغتذی علی صحیح الترمذی۔
۱۴۵	اسمٰعیل بن عمر الدمشقی		البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء السابع ص ۵۸۔ و ۵۹۔
۱۴۶	شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی۔		الشرف المؤبد ص ۱۱۱

یہ نقشہ ہم نے کتاب مستطاب عبقات الانوار مجلد خامس حدیث مدینۃ العلم حصہ اول سے مرتب کیا ہے جن کتابوں کا حوالہ اس میں درج ہے۔ اُن میں سے کچھ تو میرے اپنے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اور وہ سب کی سب آیۃ اللہ فی العالمین حجۃ اللہ علی الجاحدین ناصر الملۃ والدین جناب مولوی سید ناصر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ کے کتب خانہ واقعہ بلدیہ لکھنؤ میں موجود ہیں۔ ہم نے حوالے بھی بتا دیئے کتابوں کے نام بھی شائع کر دیئے۔ جہاں سے وہ کتابیں مل سکتی ہیں وہ پتہ بھی بتا دیا۔ متلاشیان حق کے جو حقوق ہم پر تھے اُن سے خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں سبکدوش کر دیا۔ اب یہ صرف جویندگان حق کا فرض ہے کہ حق کو پہچانیں اور اُس کو قبول کریں۔

جیسا کہ صاحب عبقات الانوار تحریر فرماتے ہیں اس حدیث مدینۃ العلم کو حضرت علیؑ کی سند سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے۔

سوید بن سعید، احمد بن محمد بن حنبل، عباد بن یعقوب، ترمذی، ابوبکر باغندی، محمد ابن المظفر بغدادی ابن شاذان، الحاکم، ابن مردویہ، ابونعیم، ابن بشران، ابن مغازلی، احمد بن محمد عاصمی، مجد الدین ابن الاثیر جزری، ابن النجار، سبط ابن الجوزی، محمد بن یوسف گنجی، محب الدین طبری، شہاب الدین احمد جلال الدین سیوطی، نورالدین سمہودی، ابن حجر مکی، علی متقی، ابراہیم وصابی، شیخ بن عبداللہ العیدروس احمد مکی، شیخانی قادری، عبدالحق دہلوی، ابراہیم کردی، مرزا محمد بدخشانی، شیخ صبان مصری، عبدالقادر عجیلی محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی، حسن علی محدث، نورالدین سلیمانی۔ سلیمان ابن ابراہیم البلخی۔

امام حسین علیہ السلام کی سند سے سلیمان بن ابراہیم البلخی نے نقلاً عن ابی سعید بیان کیا ہے

امام حسن علیہ السلام کی سند سے ابن مردویہ، ابن بشران، ابن المغازلی ابن النجار اور سلیمان بن ابراہیم البلخی نے روایت کیا ہے۔

عبداللہ ابن عباس کی سند سے مندرجہ ذیل علماء و محدثین نے روایت کیا ہے۔

یحییٰ ابن معین، ابن فہم بغدادی، ابوالعباس اصم، ابن تیمیم قنطری، ابن جریر طبری، ابوالقاسم طبرانی، ابوالشیخ اصبہانی، حاکم نیساپوری، ابن مردویہ، ابوبکر بیہقی، خطیب بغدادی، ابن عبدالبر قرطبی، ابن المغازلی، ابوعلی بیہقی۔ عاصمی اخطب خوارزم، عزالدین ابن الاثیر الجزری، محمد بن یوسف کنجی۔ صدرالدین حموی، ابوالحجاج مزی، جمال الدین زرندی، صلاح الدین علائی، مجدالدین فیروزآبادی، شمس الدین الجزری، ابن حجر عسقلانی جلال الدین سیوطی، نورالدین سمہودی، علی المتقی، ابراہیم وصابی، جمال الدین محدث شیرازی، عبدالرؤف مناوی، علی عزیزی، میرزا محمد بدخشانی، صدر عالم، شاہ ولی اللہ دہلوی، محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی، نورالدین سیمانی، سلیمان بلخی۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے:

عبدالرزاق صنعانی، ابوبکر بزار، ابوالقاسم طبرانی، قفال شاشی، ابن السقار، حاکم نیساپوری، ابوالحسن العطار شافعی، خطیب بغدادی، ابومحمد غندجانی، ابن المغازلی، شیرویہ دیلمی، شہردار دیلمی، ابن عساکر، ابوعبداللہ کنجی، علی ہمدانی، شمس الدین جزری، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی، نورالدین سمہودی، عبدالوہاب بخاری، ابن حجر عسقلانی، علی متقی، جمال الدین محدث شیرازی، عبدالرؤف مناوی، علی عزیزی، ابراہیم کردی، میرزا محمد بدخشانی، شاہ ولی اللہ دہلوی، فاضل صبان مصری، محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، حسن علی محدث۔

عبداللہ ابن مسعود سے سید علی ہمدانی وسلیمان بن ابراہیم نے حذیفہ بن الیمان سے سلیمان بن ابراہیم نے نقلاً عن ابن مغازلی، انس بن مالک سے سید علی ہمدانی وسلیمان ابراہیم بلخی نے عمرو بن العاص سے ابوالمؤید اخطب خوارزم نے امام زین العابدین علی بن الحسینؑ کی سند سے ابن المغازلی، عاصمی، ابن النجار اور سلیمان بن ابراہیم بلخی نے امام محمد باقر علی ابن الحسینؑ کی سند سے ابن بشران ابن المغازلی، عاصمی، ابن النجار اور سلیمان بن ابراہیم بلخی نے روایت کیا ہے اور عبداللہ بن عمر کی سند سے مندرجہ ذیل علماء نے روایت کیا ہے

ابوالقاسم طبرانی، حاکم نیساپوری، ابن حجر مکی، عیدروس، میرزا محمد بدخشانی فاضل صبان مصری محمد مبین لکھنوی، ثناء اللہ پانی پتی، ولی اللہ لکھنوی اور سلیمان بن ابراہیم بلخی۔

اصبغ بن نباتہ الحنظلی کی سند سے ابن شادان و جلال الدین سیوطی نے جریر جبینی کی سند سے ابوبکر باغندی، ابن المظفر، وابن المغازلی نے، حارث بن عبداللہ کی سند سے عباد بن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی اور محمد بن یوسف گنجی نے، سعد بن طریف الحنظلی کی سند سے ابن شاذان و جلال الدین سیوطی نے سعید بن جبیر الاسدی کی روایت سے سلیمان بن ابراہیم بلخی نے نقلاً عن الحموی اور سلمہ بن کہیل الحضرمی کی روایت سے سوید بن سعید، احمد حنبل اور سبط ابن الجوزی نے نقل کیا ہے۔ سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش کی سند سے یحییٰ بن معین، ابن فہم بغدادی، اصم نیساپوری، ابن تیمیم قنطری، ابن جریر طبری، حاکم نیساپوری، طبرانی، ابوبکر بیہقی، عاصمی، اخطب

خوارزم، عزالدین ابن الاثیر، ابوعبداللہ الکنجی، صدرالدین حموی، صلاح الدین علائی، مجدالدین فیروز آبادی، شمس الدین جزری، اور جلال الدین سیوطی نے روایت کیا ہے۔ عاصم بن ضمرہ کی روایت کو عباد بن یعقوب رواجنی، خطیب بغدادی اور ابوعبداللہ الکنجی نے عبداللہ بن عثیلۃ المرادی کی روایت کو سوید بن سعید حدثانی، احمد حنبل اور سبط ابن الجوزی نے اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم کی روایت کو عبدالرزاق صنعانی قفال شاشی، ابن السقاء، حاکم نیسابوری، ابوالحسن العطاء، خطیب بغدادی، ابومحمد غندجانی، ابن المغازلی، ابن عساکر، ابوعبداللہ الکنجی اور ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے۔ مجاہد بن جبیر ابوالحجاج کی روایت کو انہی علماء نے بیان کیا ہے۔ جنہوں نے اعمش کی روایت کا ذکر کیا ہے۔

اب ہم چند مشہور و معروف علماء و محدثین کی کتابوں سے کچھ عبارات نقل کرتے ہیں۔ امام احمد حنبل گروہ اہل حکومت کے چار اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ انہوں نے بہت زور کے ساتھ اس حدیث کی توثیق و تصدیق کی ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں۔

احمد فی الفضائل ثنا ابراھیم بن عبداللہ ثنا محمد بن عبداللہ الرومی ثنا شریک عن سلمۃ بن کھیل عن الصنابحی عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا۔

احمد نے فضائل میں ابراہیم بن عبداللہ سے روایت کی ہے (اسماء راویان عربی میں)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۲۹۔

نورالدین سمہودی نے جواہر العقدین میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ رواہ الاحمد فی الفضائل عن علی رضی اللہ عنہ۔ یعنی حدیث مدینۃ العلم کو امام احمد نے فضائل میں علیؑ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح علامہ مناوی نے فیض القدیر میں اور محمود دقاوری نے صراط سوی میں اس حدیث کو امام احمد کے حوالہ سے لکھا ہے۔ علامہ ابن شہر آشوب جن کی عظمت و صداقت و عدالت و ثقاہت وافی بالوفیات صلاح الدین صفدی و بلغہ مجدالدین فیروز آبادی و لسان المیزان ابن حجر عسقلانی و بغیۃ الوعاۃ جلال الدین سیوطی اور طبقات المفسرین شمس الدین داودی کے ناظرین پر ہویدا ہے۔ اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال النبی علیہ السلام بالاجماع انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب رواہ احمد من ثمانیۃ طرق۔

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو شخص علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس کو احمد حنبل

نے آٹھ طریقوں سے روایت کیا ہے۔

ابو عیسےٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی نے اپنی کتاب سنن میں حدیث مدینۃ العلم کی توثیق وتصدیق کی ہے۔ چنانچہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں لکھتے ہیں۔

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا اخرجہ الترمذی۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے الترمذی نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محمد بن طلحۃ الشافعی۔ مطالب السؤل :۔

ولم یزل علی علیہ السلام بملازمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویزیدہ اللہ تعالیٰ علماً حتی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا۔ فیما نقلہ الترمذی فی صحیحہ بسندہ عنہ۔

جناب علی علیہ السلام ہمیشہ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں رہے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ان کے علم میں زیادتی کی۔ یہاں تک کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا بہ بیان ترمذی نے اپنی صحیح میں اسناد کے ساتھ علیؑ سے روایت کیا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے :۔

واخرج الترمذی والحاکم عن علی قال قال رسول اللہ صلعم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ ھذا حدیث حسن علی الصواب۔

یعنی ترمذی وحاکم نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے یہ حدیث صحیح وحسن ہے۔

ترمذی کی تخریج حدیث مدینۃ العلم کو ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ میں، سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں، ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں میرزا مخدوم نے نواقض میں، شیخ بن عبد اللہ العیدروس یمنی نے عقد نبوی میں محمد شیخانی قادری نے صراط سوی میں، شیخ عبد الحق دہلوی نے اسماء رجال مشکوۃ میں، نورالدین شبراملسی نے تیسیر المطالب میں، محمد بن علی الصبان نے اسعاف الراغبین میں، عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں، اور مولوی عبد العلی عرف بحر العلوم نے شرح مثنوی مولوی روم میں بیان کیا ہے۔

[illegible] محمد بن جریر الطبری نے حدیث مدینۃ العلم کو حضرت علیؑ وحضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں :۔

وقال ابن جریر ھذا خبر صحیح وقد یجب ان یکون ھذا علی مذھب

ابن جریر کہتا ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے کہ جس کی تمام اسناد صحیح ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص

الاخرين سقيماً غير صحيح لعلتين احدا
هما انه خبر لا يعرف له مخرج عن علی
عن النبی صلی الله علیه وسلم الامن
هذا الوجه والاخران سلمه بن کهیل
عندهم ممن لا یثبت بنقله حجة و
قد وافق علیاً فی روایة هذ الخبر
عن النبی صلی الله علیه وسلم غیره
ثنا محمد بن ابراهیم الفرادی ثنا
عبد السلام بن صالح الهروی ثنا
ابومعاویه عن الاعمش عن مجاهد
عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلیؑ
بابها فمن اراد العلم فلیاتها من بابها۔

متاخرین میں سے اس حدیث پر ان دو بحثوں کے
ساتھ اعتراض کرے۔ اوّل یہ ہے کہ حضرت علیؑ
کا اس حدیث کو جناب رسولِ خدا سے روایت کرنا
اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں پایا جاتا۔
دوسرے یہ کہ اس کے راویان میں سے ایک
سلمہ بن کہیل ہے جس کا نقل کرنا حجت نہیں ہو
سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کئی طرق
سے حضرت علیؑ سے مروی ہے اور حضرت علیؑ کے
علاوہ دیگر صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔
چنانچہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم نے۔
(اسمائے رواۃ عربی میں ملاحظہ ہوں)
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب
رسولِ خدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا
دروازہ ہے پس جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اور علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیئے
کہ اس کے دروازہ سے داخل ہو۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی نے حدیث مدینۃ العلم کو ابن عباس وجابر ابن
عبداللہ وعبداللہ ابن عمر سے روایت کیا ہے چنانچہ وہ معجم کبیر میں لکھتے ہیں:-

ثنا حسن بن علی المعمری ومحمد بن علی
الصائغ قال ثنا ابوالصلت عبد السلام
بن صالح الهروی ثنا ابومعاویة عن
الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
انا مدینة العلم وعلی بابها فمن
اراد العلم فلیاته من بابه۔

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو)
ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ
خدا نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ
ہے۔ پس جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔
اسے چاہیئے کہ دروازہ پر آئے اور دروازہ کے
ذریعہ سے اس میں داخل ہو۔

ابوالحسن علی بن محمد بن الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی نے حدیث مدینۃ العلم کو متعدد
طرق سے اپنی کتاب المناقب میں لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

حدثنا ابراهیم بن عبد الرحمن قال
حدثنا محمد بن عبد الرحیم الهروی

(اسمائے راویان عربی عبارت میں ملاحظہ ہوں)

بالرملۃ قال حدثنا ابو الصلت الهروی عبد السلام بن صالح قال حدثنا ابو معاویه عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیاته من بابه۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ دروازے کے ذریعے سے آئے۔

قوله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم اخبرنا ابو الحسن احمد بن المظفر بن احمد العطار الفقیه الشافعی رحمة الله بقرائی علیه فاقربه سنة اربع وثلاثین واربعمائه قلت له اخبرکم ابو محمد عبد الله بن محمد بن عثمان المزنی الملقب بابن السقاء الحافظ الواسطی رحمه الله نا عمر بن الحسن الصیرفی رحمه الله نا احمد بن عبد الله بن یزید نا عبد الرزاق قال انا سفیان الثوری عن عبد الله بن عثمان عن عبد الرحمٰن بن بهمان عن جابر بن عبد الله قال اخذ النبی صلی الله علیه وسلم بعضد علی فقال هذا امیر البررة وقاتل الکفرة منصورٌ من نصره ومخذول من خذله ثم مد بها صوته فقال انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیات الباب۔

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر کہا کہ یہ نیک آدمیوں کا سردار ہے۔ کفار کا قاتل ہے۔ وہ شخص فتح مند ہے جس نے اس کی نصرت کی اور وہ شخص ذلیل وخوار ہوا جس نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر آواز بلند کر کے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ دروازے کے ذریعے سے آئے۔

اخبرنا ابو طالب محمد بن احمد بن عثمان بن الفرج رحمه الله تعالی انا ابوبکر احمد بن ابراهیم

بن الحسن بن شاذان نا محمد بن حمید الملحمی انا ابوجعفر محمد بن عمار بن عطیہ نا عبد السلام بن صالح الھروی نا ابومعاویہ عن الاعمش عن مجاھد عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ دروازہ پر آئے۔

اخبرنا محمد بن احمد بن عثمان انا ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ الحافظ البغدادی نا الباغندی محمد بن محمد بن سلیمان نا محمد بن مصنفا نا حفص بن عمر العدنی نا علی بن عمر عن ابیہ عن جریر عن علی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ولا توتی البیوت الامن ابوابھا۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ خدا فرمایا کرتے تھے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور گھروں کے اندر لوگ دروازے ہی کے ذریعہ سے آیا کرتے ہیں۔

اخبرنا ابومنصور زید بن طاھر بن سیار البصری قدم علینا واسطا نا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نا احمد بن عبید اللہ نا بکر بن احمد بن مقبل نا محمد بن الحسن بن العباس نا عبد السلام بن صالح نا ابومعاویہ عن الاعمش عن مجاھد عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب۔

ابن عباس سے دیگر اسناد سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے کے ذریعہ سے آئے۔

اخبرنا ابوالقاسم فضل بن محمد بن عبد اللہ الاصفہانی قدم علینا واسطا

وقت تک دلائل نمبر ۱ اور ۲ بے معنی ہیں۔ ایک فریق تو بانگ دہل کہہ رہا ہے کہ ایسی بہت سی نصوص ہیں، ہم تک پہنچی ہیں وہ ان کی تشریح و تفصیل بھی کر رہا ہے یہ ثابت کیے بغیر کہ وہ نصوص غلط اور غیر معتبر ہیں یہ حکم صادر کر دینا کہ کوئی نصوص موجود نہیں ہیں اپنے دعوے کے ثابت کرنے کی بے سود کوشش ہے۔ علاوہ اس کے یہ دلیل بھی تو کیسی کمزور ہے۔ آنحضرتؐ نے جو امراء فوج و حکام زکوٰۃ و تعلیم مقرر کیے ان کے نام کے چھپانے کی تو کسی کے لیے کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ حضرت علیؑ کے حق میں جو بے شمار نصوص ہیں ان کے مٹانے کے لیے تو ہر ایک حکومت شروع ہی سے اپنی انتہائی جدوجہد کرتی رہی ہے۔ ترغیب سے، ترہیب سے، لالچ سے، سزا کے ڈر سے، لوگوں کو روکا گیا اور منع کیا گیا کہ وہ یہ نصوص بیان نہ کریں بلکہ ان کی تردید کریں۔ ان دونوں میں کوئی وجہ تشبیہ ہی موجود نہیں۔ پھر مشابہت بے کار ہے۔ تیسری دلیل تو کچھ ہے ہی نہیں۔ اگر وہ نصوص موجود ہیں اور واقعی اُن کی مخالفت کی گئی ہے تو پھر مؤرخ کی شان سے بعید ہے کہ وہ حق سے صرف اس وجہ سے اعراض کرے کہ اس کے قبول کرنے سے صحابہ و اجماع کے متعلق جو اس کے اعتقادات ہیں وہ متزلزل ہو جائیں گے۔ اگر واقعات عقیدہ کے خلاف ہیں تو عقیدہ کی ترمیم ضروری ہے نہ کہ واقعات کا اخفاء یا اُن کا انکار۔

بہت سے حوالے دیئے جا سکتے ہیں اور بہت سی عبارات نقل کی جا سکتی ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جماعت حکومت کا عقیدہ ہے کہ جناب سرورِ کائناتؐ نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا اس بارے میں ہم خود حضرت عمر کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ صحیح مسلم کے باب الاستخلاف ترکہ میں ہے:-

عن ابن عمر قال حضرت ابی حین اصیب فاثنوا علیه وقالوا جزاك الله خیراً فقال راغب وراهب قالوا استخلف علینا فقال اتحمل امرکم حیًّا و میتًا لوددت ان حظی منها الكفاف لا علیّ ولا لی فان استخلف فقد استخلف من هو خیر منی یعنی ابابکر وان اترککم فقد ترککم من هو خیر منی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال عبد الله فعرفت انه حین ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم غیر مستخلف۔

ابن عمر کہتے ہیں کہ جب میرے والد زخمی ہوئے تو میں ان کے حضور میں حاضر ہوا لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ خداوند تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ میرے باپ نے کہا کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں محبت کرنے والے اور ڈرنے والے (یعنی تم جو میری تعریف کرتے ہو میرے ڈر کی وجہ سے کرتے ہو) لوگوں نے کہا کہ آپ اپنا جانشین مقرر کریں میرے باپ نے کہا کہ کیا تم اپنے اس امر کا بوجھ میرے اوپر حالت حیات و ممات میں رکھنا چاہتے ہو لاکھ میری خواہش ہے کہ کاش امر خلافت سے میرا حصہ برابر کا رہتا نہ میرا اس سے کچھ نقصان ہوتا اور نہ مجھ کو اس سے کچھ نفع پہنچتا۔ اگر میں اپنا جانشین مقرر کروں تو بہ تحقیق جانشین مقرر کیا اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابو بکرؓ اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے چھوڑ دوں تو بہ تحقیق چھوڑا تم کو بغیر خلیفہ کے اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی جناب رسولِ خدا۔ عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے باپ نے جب

حضرت عمر کا عقیدہ عدم استخلاف۔

املاء فی جامعنا فی شہر رمضان من سنۃ اربع وثلاثین واربعمائۃ انا ابو سعید محمد بن موسیٰ بن الفضل بن شاذان الصیرفی بنیسابور انا ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم نا محمد بن عبدالرحیم الھروی نا عبد السّلام بن صالح نا ابو معاویہ بن اوعمش عن مجاھد عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم وعلی فلیات الباب۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ دروازے پر آئے۔

اخبرنا الحسن بن احمد بن موسیٰ انا ابو الحسن احمد بن محمد بن الصلت القرشی نا علی بن محمد المقری نا محمد بن عیسٰے بن شعبہ البزار نا احمد بن عبداللہ بن یزید المؤدب نا عبد الرزاق نا معمر عن عبداللہ بن عثمان بن عبد الرحمٰن قال سمعت جابر بن عبد اللہ الانصاری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یوم الحدیبیہ وھو اخذ بضبع علی بن ابی طالب ھذا میرالبررہ وقاتل الفجرہ منصورٌ من نصرہ مخذولٌ من خذلہ ثم مدصوتہ فقال انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد العلم فلیات الباب۔

جابر بن عبداللہ سے دیگر طرق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ روز حدیبیہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سُنا درآنحالیکہ وہ حضرت علیؑ کا بازو پکڑے ہوئے تھے کہ یہ شخص نیک آدمیوں کا سردار ہے۔ فاجروں کا قاتل ہے وہ شخص فتحمند ہوا جس نے اس کی نصرت کی اور وہ شخص ذلیل وخوار ہے جس نے اسے چھوڑا پھر آپ نے آواز اُونچی کر کے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے پس جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیئے کہ دروازے کے ذریعہ سے آئے۔

اخبرنا ابو غالب محمد بن احمد بن سہل النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ فیما اذن لی فی روایتہ عنہ ان اباطاھر ابراھیم

بن عمر بن یحیٰی حدثھم نا محمد بن عبید اللہ
بن محمد بن عبید اللہ بن المطلب نا احمد
بن محمد بن عیسیٰ سنۃ عشر وثلثمائۃ
نا محمد بن عبد اللہ بن عمر بن مسلم اللاحقی
الصفار بالبصرۃ سنۃ اربع واربعین
ومائتین نا ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا
قال حدثنی ابی عن جعفر بن محمد عن
ابیہ عن جدہ علی بن الحسین عن ابیہ
الحسین عن ابیہ علی بن ابی طالب قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یا علی انا مدینۃ العلم وانت الباب کذب
من زعم ان یصل الی المدینۃ الا
من قبل الباب۔

حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے آباؤ اجداد کی اسناد
سے حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا
جناب رسولِ خدا نے کہ اے علی میں شہر علم ہوں
اور تو اس کا دروازہ ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو
کہتا ہے کہ شہر کے اندر دروازے کے علاوہ کسی
اور ذریعہ سے بھی آسکتے ہیں۔

نوٹ :- اصلی عبارت میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے یہ حدیث چار طرق کے ساتھ مروی ہے ہم نے ترجمہ میں صرف دو جگہ ترجمہ کیا ہے۔ جابر ابن عبد اللہ سے دو طرق سے اور حضرت علی سے دو طرق سے مروی ہے۔

شیخ فریدالدین عطار اپنی کتاب مظہر العجائب میں لکھتے ہیں۔

رد تو ترک مذہب دو نیت بکن — یا تو گفتِ مصطفیٰ را گوش کن
نے محمد گفت باب علم اوست — انما در شان حیدر خود نکوست
ہیچ میدانی کہ معجز آن کیست — دیں ہمہ مدح و ثنا در شان کیست
کہ نہادہ پائے بر کتفِ رسول — مصطفیٰ کردہ چو معراجش قبول
کہ بدے خود تاجدارِ انما — کہ بدے در ملک معنیٰ ھل اتیٰ
کیست باب علم از گفتِ رسول — خود کرا بود است در علم قبول

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اس حدیث کی توثیق اپنے ملفوظات میں بہت اچھی طرح کی ہے۔ سید محمد کرمانی نے سیر الاولیاء میں ملفوظات سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کے نقل کیے ہیں۔ ان سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں :-

اوباوصاف بذل وعطا ورزم ودغا وفقر وصفا میان صحابہ کرام ممتاز بود وبقوت وشوکت از حضرت عزت بخطاب اسد اللہ الغالب مخاطب گشت وبکثرت علم از جملہ صحابہ رضوان اللہ علیہم بقول حضرت رسالت پناہ انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابھا

مخصوص گشت والہذا قول عمر بن الخطاب لو لا علیؑ لھلک عمر۔
جناب رسول خدا نے حضرت علی کی شان اعلمیت کو تاکید کے ساتھ مختلف الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث مدینۃ العلم کی مویدات دیگر احادیث ہیں۔

(۱) انا دار الحکمۃ و علیؑ بابھا (۲) انا مدینۃ الحکمۃ و علیؑ بابھا (۳) انا دار العلم و علی بابھا (۴) انا میزان العلم و علی کفتاہ (۵) انا مدینۃ الفقہ و علی بابھا (۶) فھو باب مدینۃ علمی (۷) عیبۃ علمی و بابی الذی اوتی منہ (۸) انت باب اللہ (۹) علیؑ باب علمی مبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی۔

صرف حدیث مدینۃ العلم ہی استخلاف جناب امیر علیہ السلام کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہم ناظرین کی توجہ امور ذیل کی طرف منعطف کراتے ہیں۔

استنباط نتائج

(۱) جناب رسول خدا امی تھے یعنی کسی آدمی سے آپ نے کسی قسم کا علم حاصل نہیں کیا تھا پھر آپ یہ دعوے فرماتے ہیں کہ میں علم کا شہر ہوں۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ وہ علم مشتمل بر اسرار ربانیہ و معارف صمدانیہ تھا۔ جو براہ راست بارگاہ احدیت سے عطا ہوا تھا۔ غیرت خداوندی نے گوارا نہ کیا کہ اس کے رسول کا کوئی انسان اُستاد بنے۔ لہٰذا منشاء ربانی ہوئی کہ اُستاد ازل ہی خود اپنے درسگاہ خاص میں اپنے محبوب کو تعلیم دے۔ یہ ہی وہ علم تھا کہ جس کے وارث و مختار علی بن ابی طالب مقرر کئے گئے۔ یہ علم نبوت کا جزو خاص تھا۔ لہٰذا جانشین نبی ہی اس کا وارث ہو سکتا تھا۔ اور ہوا۔ یہ ہی وہ علم تھا جس کا ذکر آیہ کریمہ من عندہ علم الکتاب میں ہے جس کی طرف قصہ طالوت میں ان الفاظ کے ساتھ معترضین پر حجت تمام کی گئی ہے زادہ بسطۃ فی العلم یہ وُہ علم ہے جس کے ذریعہ سے آدم کا حق خلافت ثابت کیا گیا اور ملائکہ کو قائل کیا گیا۔ یہ وہ علم تھا جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور محض انبیاء یا خلفاء انبیاء ہی کو عطا ہوتا ہے۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں۔ وعلمناہ من لدنا علماً۔ ولقد اتینا داؤد و سلیمٰن علماً۔ وکلا اتیناہ حکماً و علماً۔ واتیناہ حکماً و علماً۔ ولوطا اتیناہ حکماً و علماً۔ یہی وہ علم تھا جس کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو حکم دیا۔ کہ قرآن شریف کا صحیح علم حاصل کرنے کے لئے الراسخون فی العلم کی طرف رجوع کرو۔ اور اسی علم ہی کو مدنظر رکھ کر جناب رسول خدا نے اپنی اُمت سے فرمایا کہ اگر علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو باب مدینہ علم نبی کی خدمت میں آؤ۔ یہ علم کہیں اور نہیں مل سکتا۔

(۲) کمال علم منتج ہوتا ہے کمال عصمت پر۔ اس پر ہم مفصل بحث ابھی ابھی عنوان عصمت کے تحت میں کریں گے۔ جناب رسول خدا معصوم تھے معصوم کا جانشین معصوم ہی ہونا چاہیئے۔ غیر معصوم تو بہت ناموزوں پیوند ہوگا۔ جو ہمیشہ کھٹکتا رہے گا۔

(۳) اس علمیت کی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام کی افضلیت تمام صحابہ کے اُوپر ثابت

ہے۔ جیسا کہ سید محمد کرمانی نے سیر الاولیاء میں اور شہاب الدین احمد نے توضیح الدلائل میں تحریر کیا ہے۔ اور حضرت عمر کے قول لولا علی لھلك عمر کا حوالہ دیا ہے۔ سید محمد کرمانی کی عبارت ہم اُوپر نقل کر چکے ہیں۔ توضیح الدلائل کی عبارت یہ ہے۔ والصحابۃ کلھم یراجعون مھما اشکل علیھم ولا یسبقونہ ومن ھذا المعنی قال عمر لولا علی لھلك عمر۔ یعنی تمام صحابہ حضرت علی کی طرف بوجہ ان کے وفور علم کے اپنی اپنی مشکلوں میں رجوع کیا کرتے تھے اور کبھی ان پر سبقت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر کہا کرتے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ہمارے خیال میں تو اس موضوع پر زیادہ بحث کرنی بے سود ہے۔ قصۂ آدم و ملائکہ سے جیسا کہ قرآن شریف میں درج ہے۔ اچھی طرح ثابت ہے کہ معیار افضلیت محض علم ہی ہے۔ فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں در تفسیر آیہ علم ادم الاسماء کلھا لکھتے ہیں۔ المسئلۃ السادسۃ ھذہ الایۃ دالۃ علی فضل العلم فانہ سبحانہ ما اظھر کمال حکمتہ فی خلقہ ادم علیہ السّلام الا بان اظھر علمہ فلوکان وجود شیٔ اشرف من العلم لکان من الواجب اظھار فضلہ بذالك الشیٔ لا بالعلم۔ یعنی چھٹا مسئلہ یہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے خلقت آدم میں اپنی حکمت کا کمال محض علم سے ظاہر کیا۔ اگر علم سے بہتر کسی اور شے کا وجود ممکن ہوتا تو واجب تھا کہ آدم کے فضل کا اظہار اس شے سے کیا جاتا نہ کہ علم سے۔

(۴) قرآن شریف سے بہت اچھی طرح ظاہر ہے کہ خلافت کے لئے علم شرط ہے حضرت آدم و طالوت اور حضرت داوٗد کے قصوں پر جو قرآن شریف میں مذکور ہیں غور کرو۔ علامہ بیضاوی اپنی تفسیر انوار التنزیل میں در تفسیر آیہ واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم لکھتے ہیں۔

واعلم ان ھذہ الایات تدل علی شرف الانسان ومزیۃ العلم وفضلہ علی العبادۃ وانہ شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیھا ...... وان ادم افضل من ھؤلاء الملائکۃ لانہ اعلم منھم والاعلم افضل لقولہ تعالی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ ترجمہ:۔ یہ آیات انسان کے شرف اور علم کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور یہ ان سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ علم افضل ہے عبادت سے۔ اور خلافت کے لئے ایک شرط ہے بلکہ اس کا رکن ہے۔ ظاہر ہوا کہ حضرت آدم ان ملائکہ سے افضل تھے۔ کیونکہ ان سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اور ثابت ہوا کہ ہمیشہ زیادہ علم رکھنے والا افضل ہوتا ہے۔ چنانچہ قول خداوندی ہے کہ کہہ دے اے رسول کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں مساوی ہیں اُن سے جو علم نہیں رکھتے۔

اسی کلیہ کی توثیق کے لئے ملاحظہ ہو۔
خطیب شربینی۔ تفسیر سراج منیر۔ علی بن احمد ابراہیم مہائمی۔ تبصیر الرحمٰن۔
طالوت کا قصہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ حضرت داؤدؑ و حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ ابو الحسن محمد بن عبد اللہ الکسائی قصص الانبیاء میں لکھتے ہیں۔

حدیث الصحیفة التی فیها ایة الخلافة قال وهب فلما اتت علی سلیمان بضع وعشرون سنة نزل جبرئیل علیه السلام معه صحیفة من ذهب فقال یا داؤد ان الله تعالی یقرئك السلام من دار السلام ویقول لك اجمع اولادك واقراء علیهم ما فی هذا الصحیفة من المسائل فمن اجابك عنها فهوا الخلیفة من بعدك قال فدعا داود علیه السلام باولاده و کان سلیمان اصغرهم واغزرهم علما واخبر داؤد علیه السلام اولاده ان جبرئیل علیه السلام اخبره عن الله تعالی ان من عرف تفسیر هذه المسائل فهو خلیفة من بعدی ثم قرأ علیهم المسائل فلم یکن فیهم من یعرف تفسیرها فقالوا عند عجزهم عنها ان ابنك سلیمان اکثرنا فهماً فسئله عنها فقال داؤد یا سلیمان انی سائلك عن هذه المسائل فما تری فقال یا نبی الله سئل فانی ارجو من الله تعالی ان یهدینی الی اجوبتها فقال داؤد .... ثم التفت الی بنی اسرائیل وقال ما الذی انکرتم فی قول ابنی سلیمان قال ما اخطاء

اس صحیفہ کا ذکر جس میں آیۃ الخلافت تھی وہب کہتا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کی عمر تقریباً بیس سال کی ہوئی۔ تو حضرت جبرئیلؑ ایک سونے کا صحیفہ لے کر نازل ہوئے اور کہا کہ اے داؤد خداوند تعالیٰ بعد سلام کے آپ سے کہتا ہے کہ اپنی اولاد کو جمع کرو اور ان کے اوپر اس صحیفہ کے مضمون کو پڑھو جس میں چند سوالات ہیں پس جو ان سوالات کا جواب دے دے وہی تمہارا خلیفہ تمہارے بعد ہے۔ پس حضرت داؤدؑ نے اپنی اولاد کو بلایا، سلیمانؑ عمر میں ان سب سے چھوٹے لیکن علم میں سب سے بڑے تھے حضرت داؤدؑ نے اپنی اولاد کو مطلع کیا کہ جبرئیل علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی جناب سے یہ پیغام لائے ہیں کہ تم میں سے جو ان سوالات کا جواب دے گا وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر ان سوالات کو ان پر پڑھا ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو ان سوالات کا جواب دے سکتا۔ پس انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ آپ کا فرزند سلیمانؑ ہم سب سے فہم میں زیادہ ہے۔ آپ ان سے پوچھیں حضرت داؤدؑ نے کہا کہ اے سلیمانؑ اب میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں۔ سلیمانؑ نے کہا کہ والد بزرگوار آپ مجھ سے سوال کریں مجھے امید ہے کہ خداوند تعالیٰ مجھے ان کے صحیح جواب کی طرف ہدایت کریگا۔ پس داؤدؑ نے سوالات کئے (یہاں سوالات وجوابات درج ہیں) اس کے بعد داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل

فی شیٔ من ذالك فامتعك الله به۔ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ جو جوابات سلیمان نے دیئے ہیں ان کی نسبت تم کیا کہتے ہو؟ ہر ایک جواب پر داؤدؑ کہتے جاتے تھے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو بنو اسرائیل نے کہا کہ انہوں نے کوئی غلط جواب نہیں دیا۔ پس آپ کو اس کی خلافت مبارک ہو۔

نیز ملاحظہ ہو۔

ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی، کتاب العرائس۔ عبید اللہ کاشغری: نفاس العرائس۔

(۵) نہایت بدیہی نتیجہ حدیث مدینۃ العلم کا ہے۔ کہ جناب رسول خدا نے امت کو ہدایت کر دی کہ علم دین حاصل کرنے کے لئے تم کو علی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور اگر کسی اور کی طرف تم نے رجوع کیا تو وہ عصیان و عدوان ہوگا۔ گھر میں محض دروازے ہی سے داخل ہو سکتے ہیں۔ اگر دیوار پر یا کوٹھے پر سے پھاند کر گئے تو وہ ناجائز ہوگا۔ یہ صریح دلیل ہے اس امر کی کہ علیؑ کی موجودگی میں کوئی اور شخص ہدایت امت کے لئے موزوں نہ تھا۔ اور اگر کوئی اور اتنی جرأت کرے گا تو وہ ناجائز ہوگا۔

(۱۱) عصمت اور طہارت

فطرت نورانی و علم و معرفت ربانی اس امر کی مقتضی ہیں کہ اپنے صاحب کی رہنمائی زہد و عبادت و ریاضت و جہاد نفس و جہاد فی الدین کی طرف کریں۔ اور یہ امور منتہی ہوتے ہیں ایمان کامل پر۔ کمال ایمان مبنی ہے کمال یقین پر، اور کمال یقین مبنی ہے کمال علم پر۔ امر واقعہ یہ ہے کہ انسان کی ہر ایک اعلیٰ صفت و عادت کا جو اس کے اپنے فعل پر منحصر ہے۔ درجہ ارتقاء و عروج اس کے درجہ علم کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ جو لوگ سطحی نظر رکھتے ہیں وہ علم اور جذبات کے درمیان ایک حد فاصل کھینچ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کے فعل پر اثر کرنے والا سبب اس کے جذبات و حسیات ہوتے ہیں نہ کہ اس کا علم۔ ان کا مقولہ ہے کہ جہاں تک عمل کا تعلق ہے انسان کے اوپر حکومت اس کے دل کی ہے نہ کہ دماغ کی۔ یہ لوگ جذبات اور حسیات کو محرک سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک علم محرک فعل نہیں ہے اگر ہے تو بہت کم۔ وہ اپنے مختار کو مثال دے کر بھی سمجھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھو زید کا علم ہے کہ سچ اچھی چیز ہے اور جھوٹ برا ہے۔ تاہم بسا اوقات جھوٹ بولتا ہے۔ وہ مانتا ہی نہیں۔ بلکہ جانتا ہے کہ خدا حاضر و ناظر ہے لیکن پھر بھی گناہ کرتا ہے۔ علم اگرچہ مانع معاصیات ہے۔ لیکن حسیات و جذبات سے تصادم ہوتا ہے تو اس کی طاقت مانعیت زائل ہو جاتی ہے۔ ان کی یہ بحث ایک حد تک صحیح ہے۔ قطعاً صحیح نہیں۔ ذرا غور و امعان نظر کی ضرورت ہے۔ ہم بھی مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ زید ایک حسین عورت کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور اس کا دل چاہتا ہے کہ اس کے لطف سے بہرہ اندوز ہو۔ لیکن اگر اس عورت کا خاوند موجود ہے تو کیا وہ اپنے دل کی خواہش پوری کرے گا۔ اور اس عورت سے اس کے خاوند کی موجودگی میں اپنی محبت کا اظہار کرے گا۔ ایک نائب تحصیلدار کا دل چاہتا ہے کہ

خوب رشوت لے۔ لیکن کیا وہ اپنے ڈپٹی کمشنر کی موجودگی میں رشوت لے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ لوگ جو خداوند تعالیٰ کو حاضر ناظر جاننے کے باوجود اپنے تئیں تنہا سمجھ کر اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ ایسے گناہ کرتے ہیں جو اپنے ہی جیسے انسانوں کے سامنے ہرگز نہیں کریں گے۔ وہ کیوں ایسا کرتے ہیں آخر اس کی کچھ وجہ ضرور ہونی چاہیئے۔ خاوند و ڈپٹی کمشنر اور دیگر لوگوں کی موجودگی کا علم تو محرک فعل ہوا اور جذبات وحسیات کو مغلوب کر کے مانع گناہ ہو گیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی موجودگی کا علم مانع گناہ نہ ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ خاوند و ڈپٹی کمشنر و دیگر لوگوں کی موجودگی کا علم تو ایسا کامل تھا کہ درجہ یقین تک پہنچ گیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی موجودگی کا علم کامل نہیں تھا۔ لہٰذا یقین کے درجہ تک نہیں پہنچا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب تک علم کامل نہیں ہے۔ وہ جذبات وحسیات سے مغلوب رہے گا۔ اور محرک فعل نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر علم کامل ہو کر یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہے تو جذبات وحسیات اُس کے مغلوب ہو جائیں گے اور وہ محرک ہو گا۔

یہ بحث دلچسپ ہے اور اس کو ذرا آگے تک لے جانا چاہیئے۔ اجتناب از معصیت دو وجوہات سے ہو سکتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس کو ہمارے ملک کے رسم ورواج یا قانون نے منع کیا ہے۔ یا اُس سوسائٹی نے منع کیا ہے۔ جس میں ہماری ہست وبود ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم کو اُس ممنوع فعل یا گناہ کی ماہیت معلوم ہو جائے اور ہم یہ سمجھ لیں اور یقین کر لیں کہ یہ گناہ ہمارے لئے بذات خود مضر ہے۔ اُس صورت میں ہم کو کسی رواج یا قانون یا سوسائٹی کے منع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ درجہ اوّل مانع ناقص ہے۔ کیونکہ وہ تنہائی میں گناہ کی مانع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ہماری کوشش یہ رہے گی کہ کسی طرح لوگوں کی آنکھ بچا کر اُس ممنوعہ گناہ کا مزہ لیں۔ الانسان حریصٌ علی ما منع۔ وجہ دوم مانع کامل ہے۔ کیونکہ خلوت وجلوت دونوں میں ایک سا اثر رکھتی ہے۔ ہم مثال دے کر سمجھاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ سنکھیا سم قاتل ہے۔ لہٰذا خواہ قانون ہو یا نہ ہو لوگ منع کریں یا نہ کریں۔ میں سنکھیا زہر کی مقدار میں کبھی نہیں کھاؤں گا۔ علم سے یقین پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین کا اثر فعل پر براہ راست ہوتا ہے۔ اگر علم کامل ہے تو وہ یقین کامل پیدا کرے گا۔ یقین کامل کا نام ہے عین الیقین کی موجودگی میں اُس کے مخالف جذبات وحسیات ہمیشہ مغلوب رہیں گے۔ بلکہ کچھ عرصہ کے بعد معدوم ہو جائیں گے اور پھر پیدا ہی نہ ہوں گے اور اُس صورت میں محرک فعل صرف ایک ہی قوت رہ جائے گی اور وہ عین الیقین ہو گی۔

اگر یقین اعتقادات والہیات کے متعلق ہے تو اس کو ایمان کہتے ہیں۔ ایمان کا کمترین درجہ اعتقاد ہے۔ اور محض اعتقاد شاذونادر ہی فعل پر اثر کرتا ہے۔ اور جب اثر کرتا ہے تو اس کا اثر نہایت سطحی ہوتا ہے۔ اور بہت جلد زائل ہو جاتا ہے۔ زید مسلمان ہے اور اس کا اعتقاد ہے کہ

علم کامل نتیجہ
ہے یقین کا

خداوند تعالیٰ قادر ہے۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ انسان کے دلوں کے بھید سے واقف ہے۔ اس کے حکم و مرضی کے بغیر کوئی شخص یا کوئی قوت ہمیں نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس کے سارے احکام ہمارے فائدے کے لئے ہیں۔ اور ہمیں ان کی اطاعت و تعمیل کرنی چاہیئے۔ ہماری حیات و ممات اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے حکم کے بغیر موت نہیں آسکتی۔ اور اگر اس کا حکم ہماری موت کے لئے جاری ہو چکا ہے تو پھر ہمیں کوئی شے اس سے نہیں بچا سکتی۔ ہر ایک مسلمان کا یہی اعتقاد ہے۔ ان امور پر اعتقاد رکھنا تو بہت آسان ہے لیکن عمل نہیں ہے۔ اگر عمل ہو تو خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر و واقف اسرار نہانی جانتے ہوئے کوئی مسلمان ایک گناہ بھی نہ کرے۔ نہ خلوت میں نہ جلوت میں۔ گناہ کرنا تو بڑی شے ہے۔ گناہ کا خیال بھی نہ پیدا ہو۔ کیونکہ اس خیال کو بھی تو خدا معلوم کر لے گا۔ وجہ کیا ہے کیوں عمل نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ اعتقادات محض اعتقاد کے درجہ سے آگے نہیں بڑھے ان پر یقین نہیں۔ جتنا یقین کا درجہ بڑھتا جائے گا۔ گناہ کم ہوتے جائیں گے۔ اگر یقین کامل ہو کر عین الیقین کا درجہ پہنچ گیا ہے۔ تو پھر ایک بھی گناہ نہ ہوگا۔ اور انسان معصوم ہو جائے گا۔

مضمون ادق ہے لہٰذا مثالوں کی ضرورت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا کے اصحاب رضی اللہ عنہم نہایت راسخ الاعتقاد بزرگ تھے۔ کیوں نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفار سے گھمسان کی جنگ ہوتی تھی۔ تو ان بزرگوں کے پیر اکھڑ جاتے تھے۔ اور میدانِ جنگ سے جان بچا کر بھاگ جاتے تھے۔ جنگ احد و احزاب سے لے کر جنگ خیبر و حنین تک دیکھ لو۔ یہی منظر نظر آئے گا۔ بسا اوقات تو ایسا ہوا ہے کہ میدانِ جنگ میں سوائے جناب رسولِ خدا اور علی مرتضےٰ کے اور کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ اور آنحضرتؐ ان راسخ الاعتقاد بزرگوں کو آواز دے کر بلاتے تھے کہ کیا میں خدا کا رسول نہیں ہوں۔ کیا تم بھول گئے کہ خدائے قادر و توانا نے ہماری نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ انہوں نے قرآن شریف بھی پڑھا ہوا تھا۔ جہاد سے بھاگنے کے عذاب سے واقف تھے۔ اجل کے اٹل ہونے کو سنا ہوا تھا۔ ان کے کانوں میں یہ فقرے گونج رہے تھے کہ وما الحیوٰۃ الدنیا الا لھو ولعب، والاٰخرۃ خیر وابقیٰ۔ ہمارے ناظرین معاف کریں گے۔ اگر ہم کہیں کہ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن یقین کامل نہ تھا۔ یعنی ایمان کامل نہ تھا۔ دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ اگر سزا و جزا کا معاملہ روز فردا پر نہ چھوڑا جاتا اور اسی وقت فرشتہ ہائے غضب درہ ہائے آتشیں لے کر بھاگنے کا ارادہ کرنے والوں کے سامنے آن کر کھڑے ہو جاتے کہ اگر تم بھاگے تو ان درہ ہائے آتشیں سے ہنکا کر ہم تم کو دوزخ میں ڈال دیں گے اور دوسری طرف فرشتگانِ رحمت دریچہ ہائے جنت وا کر کے کہتے کہ اگر تم جہاد میں ثابت قدم رہو گے تو تمہارے لئے یہ جنت کی نعمتیں اور یہ جنت کی حوریں ہیں تو وہ کبھی نہ بھاگتے گویا سزا و جزا یا جنت و دوزخ یا خوشنودی خدا و غضب الٰہی کا یقین ان کو ایسا نہ تھا جیسا کہ

کسی چیز کو آنکھ سے دیکھ کر ہوتا ہے اور یہی نقص ایمان ہے۔ اور جن کو ان باتوں کا عین الیقین تھا۔ وہ نہ بھاگے۔ روزِ احد جناب رسولِ خدا نے علی مرتضیٰ سے کہا کہ دوسرے لوگوں کی طرح تم کیوں نہ بھاگ گئے۔ تو آپ نے یہ جواب نہ دیا کہ میں ان کی نسبت زیادہ دلیر یا طاقتور تھا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اکفر بعد الایمان۔ کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا۔ گویا نہ بھاگنا قوتِ ایمان اور بھاگنا نقصِ ایمان کا نتیجہ ہوا۔ جناب علی مرتضیٰ خداوند تعالیٰ کے وعدۂ جنت و وعیدِ دوزخ بلکہ یوں کہو کہ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی ناراضگی کو اسی طرح یقین کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ جس طرح کہ دوسرے لوگ دیکھتے۔ اگر یہ خوشنودیٔ فرشتگان رحمت اور یہ ناراضگی فرشتگان غضب کی صورت میں ان کے سامنے میدانِ جنگ میں آجاتے۔

ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ یقین کامل علم کامل سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین کامل سے اجتناب از معصیت حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا معصوم وہ ہوگا جس کو علم کامل ہوگا۔ اس کو شیطان کبھی نہیں دھوکا دے سکتا۔ ہر ایک گناہ، ہر ایک معصیت کی ماہیت میں برائی ہے لیکن چونکہ اس کی ماہیت چشمِ ظاہر بین سے پنہاں ہوتی ہے۔ لہٰذا لوگ گناہ کو خوش آئند سمجھ کر اس کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ گناہ کو کیوں گناہ سمجھا گیا ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہو کہ گناہ کیونکر مقرر کیے گئے ہیں۔ دو نظام ہیں۔ جن کے ماتحت گناہ مقرر ہوئے ہیں یا گناہوں کی فہرست مرتب ہوئی ہے۔ ایک نظام اخلاقیات، دوسرا نظام الہیات۔ نظام اخلاقیات میں انسانوں نے خود صدیوں کے تجربہ کے بعد گناہ نامزد کیے ہیں۔ اور ان کی فہرست مرتب ہوتی ہے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ انسان ان وجوہات سے واقف ہیں جن کی بناء پر انہوں نے مختلف افعال و گناہ کو نامزد کر کے گناہوں کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ نظام الہیات میں جو گناہ ہیں وہ مسلمانوں کے اعتقادات کے بموجب خداوند تعالیٰ نے نامزد و مقرر کیے ہیں۔ لہٰذا عام انسانوں کو اس مصلحت یا اس وجہ کا علم نہیں کہ جس کی بناء پر وہ افعال یا اعمال گناہ قرار دیئے گئے ہیں۔ اس وجہ یا مصلحت سے صرف خدا ہی واقف ہے یا وہ لوگ واقف ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اس سے آگاہ کر دیا ہو۔ کئی افعال و خصائل ایسے ہیں جو دونوں نظاموں میں گناہ ہیں۔ مثلاً زنا، چوری، اغلام وغیرہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کیوں گناہ سمجھے گئے ہیں ہم ان کو کیوں برا سمجھیں یہاں آن کر اخلاقیات و الہیات جدا ہو جاتے ہیں۔ اخلاقیات میں تو ان کو برائیوں کی فہرست میں زیادہ تر اس وجہ سے داخل کیا گیا ہے کہ ان سے فساد پیدا ہوتا ہے امنِ عامہ میں خلل پڑتا ہے اور ممکن ہے کہ ان کا باعث ظلم ہونا بھی ایک وجہ سمجھی گئی ہو۔ چونکہ یہ وجوہات انسان کی مقرر کردہ ہیں لہٰذا ہم ان سے واقف ہو سکتے ہیں۔ نتیجہ نکلا کہ اگر ہم ان برائیوں کو اس طرح کریں کہ ان سے وہ برے نتائج برآمد نہ ہوں جن کی وجہ سے ان کو گناہوں کی فہرست میں داخل کیا گیا ہے تو پھر ہم ان کو کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ ایک حسین عورت

اخلاقیات اور الہیات میں فرق

سے تنہائی میں اس کی مرضی کے ساتھ ہم نے زنا کرلیا۔ اس کے خاوند و والدین کو پتہ بھی نہ چلا۔ فساد کا عنصر بھی نہ رہا۔ ہمارا کام ہوگیا۔ عورت بھی خوش ہوگئی فرمایئے گناہ کہاں رہا۔ اور آجکل تو یہ عام رواج ہوگیا ہے۔ اخلاقیات کی کتابوں میں چاہے کچھ لکھا ہو عمل تو یہ ہے کہ گناہ وہی سمجھا جاتا ہے جو لوگوں کو معلوم ہو جائے جو معلوم نہیں ہوتا وہ گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا۔ گویا زنا بذاتِ خود کچھ بُری شے نہ رہا۔ چنانچہ دُنیا کی بڑی بڑی قومیں اس کو بُرا نہیں سمجھتیں۔ دور کیوں جاؤ۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لو۔ اگر خاوند والی عورت اپنی مرضی سے زنا کرائے تو وہ مجرم نہیں سمجھی جائے گی۔ اس کے لئے تعزیرات ہند میں کوئی سزا نہیں ہے۔ دنیا کی ایک بڑی قوم نے یہ قانون رائج کر دیا ہے کہ عورت تمام قوم کے لئے ہے۔ کسی ایک آدمی کا حق نہیں کہ وہ تو خوبصورت عمدہ سلیقہ والی عورت بیوی رکھے۔ اور دوسرے لوگ اس کو دیکھ دیکھ کر ترسیں۔ یا بُری و بدصورت عورت کے ساتھ اپنی زندگی گذاریں علاوہ اس کے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اخلاقیات کے نقطۂ نظر میں فرق پڑ جاتا ہے۔ ایک زمانہ میں ایک فعل مذموم سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے زمانہ میں وہ فعل مستحسن قرار دیا جاتا ہے۔ آجکل خودکشی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ ازمنہ ماضیہ کی قومیں مثلاً اہل روما اس کو نیکی اور بہادری کی علامت جانتے تھے۔ بہر صورت اس کو تو کوئی دانشمند اچھا نہ سمجھے گا۔ کہ کوئی گناہ چاہے کتنا ہی قبیح ہو اگر تنہائی میں لوگوں کے علم کے بغیر کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں لیکن اخلاقیات میں جن وجوہات کی بناء پر ان افعال شنیعہ کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ ان پر غور کرنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ لہٰذا روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جن وجوہات کی بناء پر ان افعال شنیعہ قابل اجتناب سمجھا گیا ہے۔ وہ اصلی وجوہات نہیں ہیں اور کم سے کم ناکافی تو ضرور ہیں۔ اصلی وجوہات وہ ہوں گی جو ان افعال شنیعہ کی ذاتی ماہیت کی خرابی پر مبنی ہوں گی۔ لیکن بنی نوع انسان اُن کو ابھی تک کما حقہا معلوم نہیں کر سکی ہے۔ اگر وہ معلوم ہو جائیں تو گناہ بذاتِ خود قابل اجتناب نظر آنے لگے گا۔ اور ایک دفعہ کا گناہ تنہائی میں کیا ہوا بھی بُرا ہی سمجھا جائے گا۔ فرض کرو کہ ایک حسین نوجوان عورت آتشک زدہ ہے کوئی شخص اس سے تنہائی میں بھی مقاربت نہیں کرے گا۔

جب اخلاقیات کی مجبوری کا یہ عالم ہم نے دیکھا تو اب الٰہیات کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوا۔ خداوند تعالیٰ تو ہر ایک شے کی ماہیت سے آگاہ ہے۔ اور وہ چاہے تو اپنے بندوں کو ہر ایک گناہ کی اصلی ماہیت سے آگاہ کر دے۔ لیکن وہاں ہم محض حکم پاتے ہیں۔ وجوہات نہیں دی جاتیں۔ مزید یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم یہی نہیں کہ تمہاری تنہائی کی ہر ایک بات سے آگاہ ہیں۔ بلکہ یہ کہ تمہارے دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ لہٰذا الٰہیات کے نظام میں ایک دفعہ کا گناہ بھی گناہ ہے۔ اور خلوت و جلوت کا کچھ فرق نہیں۔ کبھی کبھی ان لوگوں کی زبانی جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے رازہائے سربستہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ ہمیں کسی نہ کسی گناہ کی اصلیت و ماہیت معلوم بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ علم عام نہیں اور اس پر یقین نہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ زنا

رسولؐ اللہ کا حوالہ دیا تو میں سمجھا کہ وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :-

وفی ھذا الحدیث دلیل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینص علی خلیفۃ و ھو اجماع اھل السنۃ وغیرھم۔ قال القاضی وخالف فی ذلک بکر بن اخت عبد الواحد فزعم انہ نص علی ابی بکر وقال بن راوندی نص علی العباس وقالت الشیعۃ والرافضۃ علی علیؑ و ھذہ دعاوی باطلۃ وجسارۃ علی الافتراء و وقاحۃ فی المکابرۃ الحس۔ فمن زعم انہ کان لاحد منھم وصیتہ فقد نسب الامت الی اجتماعھا علی الخطاء واستمرارھا علیہ وکیف یحل لاحد من اھل القبلۃ ان ینسب الصحابہ الی المواطات علی الباطل فی کل ھذہ الاحوال ولو کان شیئ لنقل فانہ من الامور المھمۃ۔

اس حدیث سے یہ دلیل ظاہر ہوئی کہ بہ تحقیق جناب رسولِ خدا نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا اور اس ہی عقیدہ پر اہلسنت وجماعت کا اجماع ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس کی مخالفت بکر پسر خواہر عبدالواحد نے کی ہے اس کا گمان ہے کہ رسولِ خدا نے ابوبکر کے اُوپر نص کی ہے اور ابن راوندی نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ نے عباس کے اوپر نص کی تھی اور شیعہ وروافض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا لیکن یہ سب دعویٰ باطل اور افتراء ہیں۔ اور یہ دلیری ہے امور محسوسہ میں جھگڑنے کی .... پس جو شخص گمان کرے کہ ان میں سے کسی کے لئے آنحضرتؐ نے وصیت کی تھی تو اس نے اُمّت کو خطاء پر اجماع کرنے کا الزام لگایا اور اہل قبلہ میں سے کسی کے لئے یہ کب جائز ہوگا کہ وہ صحابہ کو جھوٹ پر اجماع کرنے کی تہمت دے اور اگر کچھ ہوتا تو ہر آئینہ بیان کیا جاتا کیونکہ یہ امُور مہمہ میں سے ہے۔

حوالجات۔ حضرت عمر کا یہ قول اور یہ عقیدہ ہر ایک بڑی تاریخ کی کتاب میں درج ہے ملاحظہ ہو:-

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ :- کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص۲۲۔
ابو جعفر محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص۳۴۔
صحیح بخاری :- کتاب الاحکام۔ باب استخلاف۔
ابن حجر عسقلانی :- فتح الباری الجزء الثالث عشر ص۱۷۱۔
مسند ابی داؤد طیالسی ص۶ حدیث ۲۷، الجزء الثانی ص۵۹ حدیث ۱۴۴۴۔ الجزء الثامن ص۲۶۵ حدیث ۱۹۶۹۔
ابن حجر مکی :- صواعق محرقہ باب الاوّل فصل الرابع ص۱۸۔
ابن ابی الحدید :- شرح نہج البلاغہ الجزء الاوّل ص ۳، ۶۲۔
ابن الاثیر :- تاریخ الکامل الجزء الثالث ص ۲۵۔
مسند امام احمد حنبل :- الجزء الاوّل ص ۴۳، ۴۶، ۴۷، الجزء السادس ص۶۳۔

سے عمر گھٹ جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیوں ان وجوہات اجتناب کو عام نہیں کیا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ تکلم الناس علیٰ قدر عقولھم۔ انسانوں کی فہم و سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کرو۔ ابھی علم انسانی اس حد تک نہیں پہنچا کہ لوگ ان وجوہات کو معقول سمجھتے، لہٰذا وہ بیان نہ کی گئیں۔ اگر یہی ایک وجہ عام کردی جائے تو لوگ مضحکہ اڑائیں گے۔ کہیں گے کہ یہ ان کی عقل سے بعید ہے کہ اپنی عورت سے مباشرت کرو تو عمر کم نہ ہو اور دوسرے کی عورت سے مقاربت کرو تو عمر کم ہو جائے۔ زنا اور کمی عمر سے کیا تعلق، لہٰذا سنت الٰہی صادر ہوئی کہ گناہوں کی اصلیت و ماہیت کو عام نہ کیا جائے۔ صرف اس قدر بتایا جائے کہ جتنا ضروری ہے اور ان کی ماہیت سے فقط ان لوگوں کو آگاہ کیا جائے جو اس کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں اور خداوند تعالےٰ کے ہر ایک حکم کو بے چون و چرا ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اُن کے لئے محض حکم ہی عین الیقین پیدا کر دیتا ہے۔

بحث مندرجہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ شہر علم اور باب شہر علم دونوں معصوم تھے۔ ان کا علم کامل اس کا متقضی تھا کہ وہ معصوم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا علم کامل صرف وہ حکیم مطلق ہی عطا کر سکتا ہے۔ اور وہ ان کو عطا کرتا ہے۔ جن کو اس کا اہل سمجھتا ہے۔ انسان کے پاس نہ علم کامل ہے اور نہ وہ دے سکتا ہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ نے وہ علم اور وہ عصمت و طہارت ان لوگوں کو عطا فرمائی اور جناب رسول خدا نے اس کا اعلان مختلف مواقع پر مختلف الفاظ میں فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کا یہ خاص احسان تھا اور اس کی یہ خاص نعمت تھی اسلام اور اہل اسلام پر کہ ان کی ہدایت کے لئے ایسے لوگوں کو مقرر کیا۔

حدیث کساء

حدیث کساء، اگر کوئی اور نص قرآنی اور حدیث نبوی جناب امیر علیہ السلام کی معصومیت کے لئے نہ بھی ہوتی تو صرف ایک حدیث مدینۃ العلم ہی آپ کی معصومیت کی کافی دلیل تھی۔ لیکن اس کے اثبات کے لئے علیحدہ بھی نص قرآنی و حدیث نبوی دونوں موجود ہیں۔ خداوند تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

پارہ ۲۲ سورہ احزاب ع ۴۔

ترجمہ:۔ تحقیق اے اہل بیت رسول، خداوند تعالیٰ ارادہ کر چکا ہے کہ تم سے ناپاکی اور رجس کو دور رکھے اور تم کو ایسا طاہر رکھے جیسا کہ طہارت کا حق ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو فطرتاً ہر ایک شخص کے دل میں جستجو پیدا ہوئی کہ معلوم کرے کہ اس آیت میں اہلبیت کی تخصیص کن سے کی گئی ہے۔ سب نے آنحضرتؐ کی طرف رجوع کیا۔ آنحضرتؐ نے صریح الفاظ اور صریح عمل سے بتایا کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔ اس غرض سے کہ اُمت کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اور

کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد متواتر چھ مہینے تک اور بقولے نو مہینہ تک روزانہ علی الصباح اپنے دولت سرائے سے اُٹھ کر خانہ فاطمہ علیہا السلام کی طرف تشریف لے جاتے تھے اور بآوازِ بلند اعلان فرمایا کرتے تھے کہ تم اہل بیت ہو جن کے لئے آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ کسی مرد عاقل کا فعل عبث نہیں ہوتا اور ایک رسول اولوالعزم کا فعل کیونکر عبث ہو سکتا تھا۔ روزانہ متواتر اپنے گھر کو اور گھر کی ازواج کو چھوڑ کر خانہ فاطمہ پر آنا اور وہاں کے رہنے والوں کو اہل بیت کے لفظ سے مخصوص کرنا اپنے میں معانی عظیم پنہاں رکھتا ہے۔ آپ جانتے تھے کہ اپنی اپنی اغراض رکھنے والے اصحاب اہلبیت کے معنی میں توڑ مروڑ کریں گے، لہذا آپ نے صرف ایک دفعہ سمجھانے پر اکتفانہ کی۔ بلکہ متواتر روزانہ نو مہینے تک بآوازِ بلند و بعمل صریح اُمت کو جتایا کہ دیکھو اہل غرض کے کہنے میں نہ آنا۔ اس آیت میں اہل بیت سے مُراد خانہ فاطمہ میں رہنے والے ہیں۔ ان میں میری ازواج شامل نہیں ہیں۔ کئی دفعہ ایک عباء میں جناب علیؑ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو لے کر فرمایا کہ بس ہم یہ پانچ آدمی اہلبیت سے مُراد ہیں۔ اور آیۂ تطہیر محض ہم ہی میں محدود ہے۔

صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت عائشہ سے اس طرح مروی ہے:۔

عن صفیہ بنت شیبہ قالت قالت عائشہ خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرجل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمہ فادخلہا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ۔ باب فضائل اہلبیت الجزء السابع صفحہ ۱۳۰۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح جناب رسولِ خدا اپنے گھر سے باہر نکلے اس وقت ردا خیبری سیاہ بالوں والی آپ کے دوش مبارک پر تھی کہ اتنے میں امام حسن تشریف لائے اور جناب رسولِ خدا نے انہیں اپنی ردا کے اندر داخل کر لیا۔ امام حسین آئے انہیں اسی طرح اپنی کساء کے اندر داخل کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہؑ آئیں انہیں اس ردا میں داخل کر لیا پھر حضرت علیؑ آئے انہیں اس ردا میں داخل کر لیا۔ پھر اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا۔ (آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی)

ابو جعفر احمد المعروف محب الدین الطبری نے اپنی کتاب الریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس میں جو خصائص علی مرتضےٰؑ پر مشتمل ہے ایک عنوان ان الفاظ میں قائم کیا ہے ذکر اختصاصہ بانہ و زوجہ و ابنیہ اھل البیت۔

(ذکر اس خصوصیت کا کہ علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزندان اہل بیت رسول ہیں)۔

وہ لکھتے ہیں:۔

وعن ام سلمه ان النبی صلی الله علیه وسلم جلل علی الحسن والحسین وعلی و فاطمه کساء وقال اللهم هؤلاء اهل بیتی وخاصتی اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرًا. اخرجه وقال حسن صحیح۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول خدا نے حسن و حسین و علی و فاطمہ پر ایک چادر ڈالی اور فرمایا اے خدا یہ لوگ میرے اہلبیت ہیں اور میرے خاص ہیں ان سے رجس کو دور رکھ اور ان کو پاک کر جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے اس کو ترمذی نے معہ اسناد کے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح حسن ہے۔

محب طبری: ریاض النضرۃ، الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل السادس ص ۱۸۸۔

علامہ حاکم نے مستدرک علی الصحیحین میں اس روایت کو کئی طرق سے بیان کیا ہے۔

حدثنا ابوبکر احمد بن سلیمان الفقیه وابو العباس محمد بن یعقوب قالا ثنا الحسن بن مکرم البزار ثنا عثمان بن عمر ثنا عبد الرحمٰن بن عبد الله بن دینار عن شریك بن ابی نمر عن عطا بن یسار عن ام سلمه قالت فی بیتی نزلت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت قالت فارسل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الی علی وفاطمه والحسن والحسین فقال هؤلاء اهل بیتی۔

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو)

حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی اسی وقت جناب رسول خدا نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلوایا اور فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ یہ حدیث بخاری کی شرائط کے بموجب صحیح ہے۔

هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا الربیع بن سلیمان المرادی وبحر بن نصر الخولانی قالا ثنا بشر بن بکر ثنا الاوزاعی حدثنی ابو عمار حدثنی واثله بن الاسقع قال اتیت علیا فلم اجده فقالت لی فاطمه انطلق الی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یدعوه فجاء مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فدخلا و

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو)

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے پاس ان کے گھر آیا لیکن وہ گھر پر موجود نہ تھے جناب فاطمہ نے فرمایا کہ وہ تو جناب رسول خدا کی طرف گئے ہیں۔ کیونکہ جناب رسول خدا نے انہیں بلایا تھا اتنے میں حضرت علی جناب رسول خدا

دخلت معهما فدعا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الحسن والحسين فاقعد كل واحد منهما على فخذيه وادنى فاطمه من حجره و زوجها ثم لف عليهم ثوباً وقال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا ثم قال هؤلاء اهل بيتي اللهم اهل بيتي احق هذا حديث صحيح على شرط الشيخين كتب الى ابو اسمعيل محمد بن النحوى بذكر ان الحسن بن عرفه حدثهم.

صلعم کے ہمراہ تشریف لائے اور وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے۔ میں بھی ان دونوں کے ہمراہ گھر میں داخل ہوا۔ پس جناب رسول خدا نے حسن وحسین کو بلا کر اپنے دونوں طرف بٹھا لیا اور فاطمہ اور ان کے شوہر حضرت علی کو بھی اپنے پاس بٹھا لیا پھر ان سب کے اوپر ایک ردا ڈالی۔ آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ یہ حدیث شرائط شیخین کے بموجب صحیح ہے۔ ابو اسمعیل محمد بن النحوی نے یہ حدیث مع اسناد میرے پاس لکھ کر بھیجی۔

قال حدثني على بن ثابت الجزرى ثنا بكير بن مسمار مولى عامر بن سعد سمعت عامر بن سعد يقول قال سعد نزل على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الوحى فادخل عليا وفاطمه و ابنيهما تحت ثوبه ثم قال اللهم هؤلاء اهلى واهل بيتي.

سعد بن وقاص سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا کے اوپر وحی کے آثار ظاہر ہوتے پس آپ نے علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کو اپنی ردا کے اندر داخل کر کے فرمایا کہ اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں اور میری آل ہیں۔

حدثني ابو الحسن اسمعيل بن محمد بن الفضل بن محمد الشعراني ثنا جدى ثنا ابوبكر بن ابى شيبه الحزامى ثنا محمد بن اسمعيل بن ابى فديك حدثني عبد الرحمن بن ابى بكر المليكى عن اسمعيل بن عبد الله بن جعفر بن ابى طالب عن ابيه قال لما نظر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى الرحمة هابطة قال ادعوا الى ادعوا الى فقالت صفيه من يا رسول الله قال اهل بيتي عليا وفاطمه والحسن والحسين فجئني بهم فالقى عليهم النبى صلى الله عليه وآله وسلم

عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا نے وحی کے نازل ہونے کے آثار محسوس فرمائے تو فرمایا کہ میرے پاس بلاؤ میرے پاس بلاؤ۔ ام المومنین صفیہ نے کہا کہ اے رسول خدا کس کو بلائیں۔ آپ نے فرمایا میرے اہلبیت علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلاؤ۔ پس وہ چاروں صاحبان تشریف لائے تو

کساء ثم رفع یدیہ ثم قال اللھم ھؤلاء آلی فصل علی محمد و علی آل محمد وانزل اللہ عزوجل انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد وقد صحت الروایۃ علی شرط الشیخین انہ علمھم الصلوٰۃ علی اھل بیتہ کما علمھم الصلوٰۃ علی آلہ۔

جناب رسول خدا نے اُن کے اُوپر ایک چادر ڈالی اور پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا خداوندا یہ میری آل ہیں۔ صلوٰۃ بھیج محمد اور آلِ محمد پر۔ اُس وقت خداوند تعالیٰ نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شرائط شیخین کے مطابق صحیح ہے۔ جناب رسولِ خدا نے اہل بیت پر اسی طرح صلوٰۃ بھیجنے کو فرمایا ہے۔ جس طرح آل پر (گویا اہل بیت اور آل ایک ہی ہوتے)۔

ابو عبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ، مناقب اہل بیت رسول اللہ ص ۱۴۶۔

جمع بین الصحیحین میں حمیدی نے بخاری و مسلم سے چھیالیسویں حدیث یہی روایت آیۂ تطہیر حضرت عائشہ سے نقل کی ہے۔ اور جمع بین الصحاح الستہ میں رزین بن معاویہ اندلسی نے بخاری و مسلم و موطا امام مالک و سنن ابی داؤد و سجستانی و صحیح کبیر نسائی سے حدیث کساء کو نقل کیا ہے۔ جمع بین الصحاح الستہ میں رزین بن معاویہ لکھتے ہیں۔

عن ام سلمہ قالت ان ھذہ الآیۃ نزلت فی بیتی وانا جالسۃ عند الباب فقلت یا رسول اللہ الست من اھل البیت فقال انک علی خیر انک من ازواج رسول اللہ وقالت وفی البیت رسول اللہ علی وفاطمۃ وحسن وحسین مجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تھی میں دروازۂ خانہ کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ پس میں نے عرض کی کہ اے رسول خدا کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں۔ جناب رسول خدا نے جواب دیا کہ تیری عاقبت بخیر ہے۔ لیکن تو ازواج رسول میں ہے اس وقت اس گھر میں فقط رسول خدا و علی و فاطمہ و حسن و حسین تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کو اپنی عباء کے نیچے لے لیا اور عرض کی کہ اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے رجس کو دور کر اور ان کو اتنا پاک کر کہ جتنا پاک کرنے کا حق ہے۔

علامہ تیمیہ حدیث کساء کے متعلق لکھتے ہیں۔

اما حدیث الکساء فھو صحیح رواہ احمد والترمذی من حدیث ام سلمہ ورواہ مسلم فی صحیحہ من حدیث عائشہ۔ منہاج السنۃ۔ الجزء الثالث ص ۴۔ یعنی حدیث کساء صحیح ہے اس کو امام احمد حنبل و ترمذی نے ام سلمہ سے اور مسلم نے اپنی صحیح میں عائشہ سے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد علامہ مذکور حدیث کساء کو بیان کرتے ہیں۔

اب ہم حدیث کساء کے تمام حوالوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-
صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل اہل بیت النبی الجزء السابع ص۱۳۰۔ امام احمد حنبل مسند الجزء الاول ص۳۳۱، الجزء الثالث ص۲۸۵، ۲۵۹، ۱۵۱، الجزء الرابع ص۵ و ۱۰۷ و الجزء السادس ص۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۲۲۔ میرزا محمد بن معتمد خاں نزل الابرار ص۵ و ۱۷، جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس ص۱۹۸، ۱۹۹۔ ابن عبد البر کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب ص۲۰۱۵ ابن تیمیہ: منہاج السنۃ الجزء الثالث ص۴۔ ابوداؤد الطیالسی: مسند الجزء الثامن ص۲۷۴ حدیث ۲۰۵۵۔ امام بغوی: مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص۲۷۸۔ سلیمان ابن ابراہیم البلخی۔ ینابیع المودۃ الباب الثالث والثلاثون فی تفسیر آیۂ تطہیر ص۱۰۷ تا ۱۰۹۔ صحیح ترمذی: ک ۴۴ سورۃ ح ۷، ک ۴۶ ب ۳۱، ۶۰۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۳۷۸ و ۳۷۹ شبلنجی: نورالابصار ص۱۰۱۔ محمد صبان۔ اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ص۹۸، ۹۹۔ شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی اشرف المؤید ص۵۰ و ۵۵ و ۹ و ۱۰۔ شیخ عبداللہ۔ محمد الشافعی: کتاب الاتحاف بحب الاشراف ص۵۔ حمیدی: الجمع بین الصحیحین۔ رزین بن معاویہ۔ جمع بین الصحاح ستہ۔ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ امام مالک: موطا۔ مشکوٰۃ المصابیح۔

مسلم و ترمذی و مشکوٰۃ میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلا کر بارگاہِ ایزدی میں مناجات کی کہ خداوندا یہ چاروں میرے اہلبیت ہیں۔ اس کے بعد فوراً آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ نہایت واضح و صریح طور سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام اہل بیت رسول میں شامل ہیں۔ اور ازواج ان میں نہیں ہیں۔

آیۂ تطہیر نازل ہونے کے چھ مہینہ بعد تک جناب رسولِ خدا کا یہ دستور رہا کہ روزانہ علی الصباح آپ خانۂ علی علیہ السلام پر نماز فجر کے وقت جایا کرتے تھے اور ان کو یا اہلبیت سے مخاطب کرکے آیۂ تطہیر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی ثنا عفان ثنا حماد انا علی بن زید عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یمر بباب فاطمۃ ستۃ اشہر اذا خرج الی صلوٰۃ الفجر یقول الصلوٰۃ یا اہل البیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔

امام احمد حنبل اپنے مسند میں انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ عرصہ چھ ماہ تک جناب رسولِ خداؐ جب صبح کی نماز کے لئے نکلتے تھے تو دروازۂ خانۂ فاطمہ پر آکر فرمایا کرتے تھے کہ اے اہل بیت بدرستیکہ خداوند تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے۔ الخ

(آیۂ تطہیر تلاوت فرماتے تھے)

امام احمد حنبل؛ مسند الجزء الثالث صٓ۲۸۵۔ محمد بن اسماعیل صلاح الامیر؛ روضۃ الندیہ صٓ۴۲
صحیح ترمذی؛ تفسیر سورہ احزاب و باب مناقب۔ ابو عبداللہ الحاکم۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث
جلال الدین سیوطی؛ کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس صٓ۱۹۹۔ سید علی ہمدانی؛ کتاب مودۃ القربیٰ۔
محمد بن طلحۃ الشافعی؛ کتاب مطلب السؤل صٓ۸۔ امام مالک؛ موطا۔ ابو داؤد سجستانی؛ سُنن۔
شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الخامس والخمسین صٓ۱۷۲۔

تفسیر در منثور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔

قال شھدنا رسول اللہ تسعۃ اشھر یاتی کل یوم باب علی بن ابی طالب عند وقت کل صلوٰۃ فیقول السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب الآیۃ الصلوٰۃ رحمکم اللہ کل یوم خمس مرات۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جناب رسولِ خدا روزانہ نو مہینہ تک بعد نزول آیۂ تطہیر حضرت علی کے دروازہ پر ہر ایک نماز کے وقت تشریف لایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اے اہلبیت رسالت السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ پھر آیۂ تطہیر تلاوت فرمایا کرتے پھر فرماتے الصلوٰۃ رحمکم اللہ روزانہ پانچ وقت ہر نماز کے وقت پر آنحضرتؐ ایسا کرتے تھے۔

ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ آیت صرف پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہم صواعق محرقہ کے فارسی ترجمہ براہین قاطعہ سے ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

مروی است بروایت احمد از ابوسعید خدری کہ ایں آیہ در شان پنجکس نازل شدہ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم و ابن جریر مرفوعاً بایں لفظ روایت کردہ است۔ نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فاطمہ و فی علی و حسن و حسین و طبرانی نیز روایت کردہ و مسلم بایں طریق روایت کردہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایشاں را در زیر کسائے یعنی عبائے کہ بروئے بود بور آورد و ایں آیت بر خواند و بصحت رسید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبا را بریں چہار کس پوشانید و فرمود۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی وحامتی ای خاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ بار خدایا ایں جماعت اہل بیت من اند بر از ایشاں گناہ را و پاک گرداں پاک گردانیدنی۔ آنگاہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا گفت۔ من نیز با ایشان ام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ انک علی خیر تو نیز بر جائے خود نیکو ہستی و در روایت دیگر آنکہ بعد از آیہ تطہیر گفت انا حرب لمن حارب بھم و سلم لمن سالمھم وسالم لمن سالمھم وعدو لمن عاداھم۔ من جنگ می کنم با کسیکہ با ایشان جنگ کنند و در روایت دیگر عبا بر ایشان بر انداخت

و دست خود بر ایشان نہاد و گفت اللّٰھم ان ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک
وبرکاتک علیٰ آل محمد انک حمید مجید۔ و در روایت دیگر آنکہ ایں آیت
در خانۂ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نازل شد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایشاں را بلبید
و عبا بر ایشاں پوشانید و دعا کرد در حق ایشاں بچیزے کہ مذکور شد و در روایتے دیگر
آنکہ چون ایشاں آمدند و مجتمع شدند ایں آیت نازل شد پس ایں دو روایت ہر
دو صحیح باشد۔ محمول بر این است کہ دو بار ایں آیت نازل شدہ است۔ و در روایتی
آنست کہ سہ نوبت فرمود۔ اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی اذھب عنھم
الرجس ویطھرھم تطھیرا۔

عبارت بالا سے کئی امور صاف ہو جاتے ہیں۔ کسی روایت میں آیت تطہیر کا بروز بمیدان
مباہلہ نازل ہونا مذکور ہے۔ کسی روایت میں بخانہ فاطمہ کسی میں بخانہ ام سلمہ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ
یہ آیت جیسا کہ ابن حجر مکی نے تحریر کیا ہے کئی مرتبہ اور کئی موقعوں پر نازل ہوئی ہے۔ محب الدین
طبری و بیہقی و ابو نعیم و سیوطی در در منثور و سبط ابن الجوزی و ابن طلحہ شافعی و امام ابو اسحاق
ثعلبی سب یہی کہتے ہیں۔ کئی دیگر آیات قرآنی بھی کئی مرتبہ نازل ہوئی ہیں یہاں تک کہ ایک ہی
آیت مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔

آیۂ تطہیر کا بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درشان پنجتن پاک نازل ہونا اور ان میں
محدود ہونا مندرجہ ذیل اصحاب و صحابیات سے مروی ہے۔

انس بن مالک، سعد بن ابی وقاص، عائشہ، ام سلمہ، زینب بنت صفیہ، صفیہ بنت شیبہ،
سعید خدری، ابن عباس، جابر ابن عبداللہ۔ حضرت علی۔ واثلہ بن الاسقع۔ سہل ساعدی۔ عمر ابن
ابی سلمہ۔ زید بن ارقم اور ثوبان مولی جناب رسولِ خدا۔

مندرجہ ذیل محدثین و مفسرین و مورخین نے آیت تطہیر کو شان پنجتن پاک علیہم السلام
میں نازل و محدود ہونے کو بیان کیا ہے اور اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

امام احمد حنبل در مسند و عبداللہ ابن احمد حنبل در زوائد مسند و حافظ ابو نعیم در منقبۃ المطہرین
وما نزل فی علی و حلیۃ الاولیاء و اخطب خوارزم در مناقب و ابراہیم شامی مدنی و صحیح
ترمذی۔ صحیح مسلم و موطا امام مالک سنن ابی داؤد۔ و سمعانی و طبرانی در معجم و حاکم و ابو اسحاق ثعلبی
و واحدی در تفسیر اسباب النزول و امام ابو القاسم حسکانی در شواہد التنزیل و ابن مردویہ در
مناقب و جلال الدین سیوطی در در منثور امام بغوی در معالم التنزیل و زمخشری و فخر الدین
رازی و ابو بکر رازی و نظام الدین نیسابوری و بیضاوی و خطیب خازن و ابن طلحہ و ابن
ابی الحدید و ابن عبدالبر و عبد ربہ و ابن عقدہ و ابن قتیبہ و طبری و ابن جریر اور
سبط ابن الجوزی۔

آیۂ تطہیر جماعت اہل حکومت کے لئے بہت چبھتا ہوا مضمون ہے ان میں سے جو علماء تھے انہوں نے تو محض خاموشی اختیار کرلی۔ یعنی اس پر زیادہ بحث نہ کی۔ یہ تسلیم کرکے خاموش ہو گئے کہ واقعی یہ آیت پنجتن پاک میں نازل ہوئی اور ہم بھی تو ان کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ لیکن چند گمنام مولویوں سے نہ رہا گیا۔ کسی کسی کتاب میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس میں ازواج رسول بھی شامل ہیں ثبوت نقلی تو ہم پیش کر چکے ہیں کہ اہل بیت میں حسب قول وفعل جناب رسول خدا ازواج آنحضرت شامل نہیں ہیں۔ ایمان دار مسلمان کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ جناب رسول خدا نے اس کی کیا تشریح کی ہے۔ اب ہم دلائل عقلی بھی پیش کرتے ہیں۔

(حاشیہ پر قلمی تحریر: اس میں ازواج رسول شامل نہیں ہیں)

سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ آیا آیۂ تطہیر ازواج رسول پر چسپاں بھی ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ فعال لما یرید ہے جو ارادہ کرتا ہے وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ صرف ایک حرکت ارادی سے یہ تمام عالم کون ومکان منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو گیا۔ اور اس کا ارادہ بھی ازلی ہے، قدیم ہے، جس طرح وہ خود قدیم ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ اہلبیت جن کی طہارت کاملہ ارادۂ خداوندی سے ہوئی اور جن کی طہارت کے لئے پیغمبر صلعم نے اس طرح دعا کی۔ واقعی طاہر وپاک از رجس تھے۔ اب معاملہ ہی صاف ہو گیا اور ہمیں ایک معیار مل گیا کہ جس سے معلوم کر سکیں کہ آیا ازواج رسول بھی آیۂ تطہیر میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر ازواج رسول معصوم تھیں تو اس آیت میں ازواج رسول بھی شامل ہیں، اور اگر وہ معصوم نہ تھیں تو وہ شامل نہیں ہیں۔

ازواج رسول میں کئی تو ایسی تھیں کہ پہلے کافرہ رہ چکی تھیں۔ آنحضرتؐ کے حبالۂ نکاح میں آنے کے بعد مسلمان ہوئیں۔ فرمایئے معصومیت وطہارت کہاں رہی۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آنحضرت کے نکاح میں آنے کے بعد معصوم وطاہر ہو گئیں۔ ارادۂ خداوندی قدیم وازلی ہے اہلبیت رسول کے لئے روزِ ازل ہی سے طاہر ومعصوم ہونا قرار پا چکا تھا۔ زمانۂ عصمت وطہارت نزول آیت کے بعد سے نہیں شروع ہوا۔

اس کو جانے دیجئے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ آیۂ تطہیر کے بعد دوران زوجیت میں بھی ازواج طاہر وکامل ومعصوم نہ تھیں۔ میدان سیاست میں دو ازواج رسول زیادہ سرکردہ تھیں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ۔ ہم کچھ نہیں جانتے سورۂ تحریم کو پڑھ لو، اور خود ہی قائل ہو جاؤ۔ وہی ذات جو اہل بیت کو خطاب کرکے کہہ رہی ہے کہ ہم نے تم کو پاک ومطہر کر دیا۔ ان دونوں مخدرات کے متعلق کہتی ہے۔ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما (سورۂ تحریم ع ۱ پارہ ۲۸) یعنی تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو تو بہتر ہے۔ تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں۔ تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت میں ان دونوں مخدرات معظمہ ہی کو مخاطب کیا گیا ہے دیکھو مسند امام احمد حنبل۔ الجزء الاول ص ۳۳ و ۳۴ کنز العمال علی متقی

الجزء الاول صفحہ ۲۶۹ حدیث ۴۶۷۲ صفحہ ۲۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲۔ الکشاف زمخشری الجزء الثانی تفسیر سورہ تحریم صفحہ ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱۔ اور طبقات ابن سعد الجزء الثامن فی النساء ص ۱۳۱۔
ایک دفعہ ان دونوں نے جناب رسول خدا کو اتنا رنجیدہ کیا کہ آپ نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اگر یہ بھی آیۂ تطہیر میں شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ ارواہ خداوندی سے بالاتر بھی کوئی قوت تھی جس نے ان کو پورا نہ ہونے دیا۔ بات میں بات نکل آتی ہے۔ ورنہ ہم تو خاموش تھے۔ خلیفہ برحق پر خروج کیا اور وہ بھی محض بہانہ رکھ کر۔ کیونکہ جناب عائشہ خود حضرت عثمان سے ناراض تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں۔ اقتلوا النعثل اور جب وہ قتل ہوگئے تو بغیر حق کو معلوم کیئے ہوئے ان کے خون کا عوض لینے کے بہانہ سے خلیفہ برحق پر خروج کر دیا۔ ان کو کس رشتہ سے خون عثمانؓ کا دعویٰ یا دیت طلب کرنے کا حق حاصل تھا۔ ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا۔ یہ کس کی گردن پر۔ کہتے ہیں کہ اجتہادی غلطی تھی۔ یہ نیا فقرہ ان بزرگواروں کی پردہ پوشی کے لیئے مہیا کیا گیا ہے۔ غلطی تو تھی۔ وہ بھی ایسے کہ ہزاروں مسلمان کا خون بہہ گیا۔ عام آدمی ایسی غلطی کر دے تو باغی طاغی اور گردن زدنی انہوں نے کی تو اجتہادی غلطی۔ معلوم نہیں ان کو خلعت اجتہاد سے کس نے مشرف کیا تھا۔ بہر صورت عصمت و طہارت تو نہ رہی۔ بر خلاف حکم خدا و رسول گھر سے نکلیں۔ غیر محرموں میں آئیں۔ امام وقت پر خروج کیا۔ احکام رسول کی خلاف ورزی کی۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا تھا کہ علیؑ سے محبت کرو کہ یہی شرط حصول جنت ہے۔ انہوں نے بجائے محبت کے بغض کیا۔ آنحضرتؐ کو ایذا دی۔ ان سے جنگ کی۔ ان سے بغض کیا۔ ان کو دشمن رکھا۔ کیونکہ جناب رسول خدا اعلان فرما چکے تھے، کہ جس نے علیؑ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ جس نے علی سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی۔ علی کا دشمن میرا دشمن ہے۔ جناب رسول خدا نے اس واقعہ کی خبر پہلے سے دے دی تھی۔ اور حضرت عائشہ کو خاص طور سے اس خروج سے منع کیا تھا۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی تحریر کرتے ہیں (ہم اس کے ترجمہ فارسی براہین قاطعہ سے نقل کرتے ہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از واقعۂ جمل و واقعۂ صفین و قتال عائشہ و زبیر با علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جمیعاً خبر دادہ بود۔ چنانچہ بصحت رسیدہ از حاکم و بیہقی از ام سلمہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر خروج امہات مومنین کرد انگاہ عائشہ تبسم نمود۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود انظری یا حمیراء ان لا تکونی انت اے حمیرا نظر کن کہ تو نباشی۔

حضرت عائشہ نے اس حکم صریح رسول کی مخالفت کی۔ جی چاہے کسی تعریف یا اصطلاحی نام میں ان امور کو دیکھو۔ غلطیاں تھیں۔ لغزشیں تھیں۔ اجتہادی غلطیاں تھیں۔ نافرمانی رسول تھی۔

حسین دیار بکری :۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۲۲۲ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۳۱۱
مولوی حسن الزمان :۔ القول المستحسن فی فخر الحسن مطبوعہ اُردو اخبار دہلی ۱۸۹۵ء ص ۲۲۱، ۲۲۲!
شمس التواریخ :۔ ص ۱۱۹۲۔
صحیح مسلم :۔ مطبوعہ مصر الجزء السادس الاستخلاف والترکہ ص ۴، ۵۔
شاہ ولی اللہ دہلوی :۔ قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۲۳۶۔
حامد الانصاری :۔ اسلام کا نظامِ حکومت ص ۲۰۳۔
امام جمال الدین ابوالفرج ابن الجوزی :۔ تاریخ عمر بن الخطاب الباب الخامس والستون ص ۱۵۳۔
حسن ابراہیم حسن :۔ تاریخ الاسلام السیاسی ص ۳۴۲۔
محمد بن محمد بن سلیمان :۔ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد الجلد الاوّل ص ۳۲۱۔
ان لوگوں کے لیے جن کو محض سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعے سے حکومت ملی تھی۔ یہی اعتقاد مناسب تھا۔ دراصل سوادِ اعظم میں اس اعتقاد کا باعث یہی سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس تھا۔

باب دوم

عقیدۂ عدم استخلاف غلط ہے کیونکہ قرآنی اصول اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پر صحیح نہیں اُترتا

اس کتاب کے باب ششم میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر پیغمبر نے اپنے بعد کے ہادی کا پتہ دیا ہے۔ بلکہ بسا اوقات خود اس کو مقرر کیا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی ہادی کو اُمت نے خود منتخب کیا ہو۔ اس نبی کے لیے جس نے حکومت حاصل کر کے سلطنت الٰہیہ کی بنا ڈالی۔ یہ بہت ہی زیادہ ضروری تھا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ انتخاب یا نامزدگی ایک ذریعہ ہے مقصد یہ ہے کہ اُمت یا قوم کی سرداری کے لئے بہترین شخص مل سکے جو سب سے زیادہ اس حکومت کے چلانے کا اہل ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسولِ خدا اپنے آپ کو تمام اُمت میں سے ایسا شخص منتخب کرنے کا اہل سمجھتے تھے یا نہیں۔ اگر وہ اس قابل تھے تو انہوں نے کیوں نہ منتخب کیا۔ ایسا صاحب بصیرت رسول جس نے نظام ملکی کے ہر ایک شعبہ کے لئے اصول و قواعد مقرر کیے جس کو اچھی طرح علم تھا کہ اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے اور اس میں روزانہ وسعت و ترقی ہو رہی ہے اور ہوتی جائے گی جس نے ایک سریہ تک بغیر اس کا حاکم مقرر کیے

عقیدۂ عدم استخلاف خلاف عقل ہے

گناہ تھے۔ کچھ ہی ہو۔ یہ سب باتیں طہارت کے تو منافی تھیں۔ اب ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یا تو خداوند تعالیٰ اپنے ارادہ کو پورا کرنے پر قادر نہ ہو سکا یا مخدرات یعنی ازواج رسول آیۂ تطہیر میں شامل نہ تھیں۔ ہمارے ناظرین کونسا نتیجہ نکالتے ہیں۔

اب پنجتن پاک کو لو۔ ان کے سوانح حیات پر نظر ڈالو۔ اور پھر نظر ڈالو۔ نظر خجل ہو کر واپس آجائے گی۔ ایک لغزش نہ پاؤ گے۔ تمام امت محمدیہ میں ان کے سوا کوئی معصوم ہی نظر نہیں آتا۔ عورتوں کا مقابلہ عورتوں سے کرو۔ حضرت عائشہ کو تو دیکھ لیا۔ اب جناب فاطمہ کے واقعات پر نظر ڈالو۔ حضرت علیؑ صبر و جہاد نفس کو مصلحت وقت زیادہ موزوں سمجھتے تھے جناب فاطمہ نے بھی اسی میں فلاح امت دیکھی۔ شوہر سے حکومت ظاہری اور اپنے سے فدک چھن گیا اور صبر کیا ورنہ اگر مسلمانوں میں باہر نکل آتیں اور مزار رسول پر کھڑی ہو کر مسلمانوں کو امداد کے لیے طلب کرتیں۔ تو سقیفہ بنی ساعدہ کی بنیادوں پر قائم کی ہوئی عمارت فوراً گر پڑتی ازواج رسول میں سے محض ایک زوجہ رسول کے اونٹ کے بلبلانے پر تو ہزاروں مسلمان خلیفۂ رسول کو چھوڑ کر اور ان کے برخلاف کھڑے ہو گئے۔ کیا اکلوتی دختر رسول کے استغاثہ پر کروڑوں مسلمان تلواریں نکال کر خلیفہ برحق کی مدد پر نہ آجاتے۔ دختر رسول بھی وہ جو رسول صلعم کو محبوب ترین تھی۔ جس کی تعظیم کے لئے آپ کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا۔ ان میں سے پانچویں اور آخر معصوم نے تو کربلا کے میدان میں ایسا نقشہ جمایا کہ اب تک اس کو دیکھ کر دنیا عش عش کرتی ہے۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالو۔ چنگیز خاں، نادر شاہ، نپولین اور قیصر و سکندر جیسے بہادر اور اولوالعزم لوگ تو دنیا میں ہوتے ہی رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک کا جواب دوسرا ہے۔ لیکن حسینؑ جیسا بہادر، اولوالعزم، صابر نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ محفل آرائے بزم تطہیر ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر نازل ہونے سے آیۂ تطہیر کو بھی فخر ہو۔ اور جن کی طرف نسبت دیئے جانے سے طہارت و عصمت کو چار چاند لگیں معصوم و غیر معصوم کا فرق کیسا نمایاں ہے کیا خلعت تطہیر تشریف غیر پر موزوں ہے۔ جب ان کے سوا کسی اور پر یہ لباس ہی موزوں نہیں بیٹھتا تو تم کیسے کہتے ہو کہ لباس کے تیار کرنے والے نے یہ لباس ان کے غیر کے قامت ناموزوں کے لئے تیار کیا تھا۔ دونوں میں سے ایک ہی بات ہو سکتی ہے۔ یا تمہاری سمجھ کی غلطی ہے یا معاذ اللہ لباس عطا کرنے والے کی غلطی ہے۔

ہمارے خیال میں تو اتنی ہی بحث کافی ہے۔ اور اگر نہیں تو آگے چلو۔ معترض کہتا ہے۔ کہ جہاں یہ آیت واقعہ ہے وہاں اس ازواج رسول سے مخاطبہ ہے۔ آؤ اسے بھی دیکھ لیں۔ یہ آیت سورۂ احزاب کے اندر ہے۔ جنگ احزاب کے تذکرہ کے بعد ازواج رسول کی طرف مخاطبہ ہے۔ لیکن اس مخاطبہ میں وعدۂ جزا کی نسبت وعید سزا بہت زیادہ ہے۔ چونکہ ازواج

رسول کو تہدید ہو رہی تھی۔ گمان ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے اس تہدید میں اہل بیت بھی شامل ہوں لہٰذا فوراً ازواج رسول سے اعراض کر کے اہل بیت رسول کی طرف روئے کلام کو پھیر دیا تاکہ امت پر عیاں ہو جائے کہ اہل بیت رسول اس تہدید سے بالاتر ہیں۔ قرآن شریف میں اس قسم کی اعراض کی مثالیں بہت ہیں۔ سورۂ احزاب مثل دیگر طویل سورتوں کے ایک دفعہ نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کی مختلف آیات مختلف اوقات و مقامات پر نازل ہوئیں۔ آیات کی ترتیب اور ان کا کسی خاص سورۃ میں ہونا قرآن شریف کے ترتیب دینے والے کے ارادہ و عقل و علم پر مبنی تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی ترتیب نہ تو مضمون کے مطابق ہے نہ شانِ نزول سے اس کا تعلق ہے۔ نہ زمانہ دو وقتِ نزول کا خیال رکھا گیا ہے۔ غرضیکہ اس کی ترتیب میں کسی خاص قاعدہ یا اصول کا خیال نہیں رکھا گیا۔ سوائے اس کے کہ طویل سورتیں پہلے اور چھوٹی سورتیں آخر میں رکھ دیں۔ اور پھر اس کو تیس برابر حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہمیں اپنے اصل مضمون سے دُور جا پڑنے کا ڈر ہے ورنہ ہم یہاں ثابت کرتے اور بہت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے کہ ترتیب قرآن کس طرح ہوئی۔ کس نے کی کیوں جناب امیر علیہ السلام کا ترتیب کردہ قرآن شریف اہل حکومت نے منظور نہ کیا۔ کیوں عبداللہ ابن مسعود کا جمع کیا ہوا قرآن شریف جلا دیا گیا۔ بہرصورت اس ترتیب اور اہل حکومت کے اس طرزِ عمل کے زیر نظر کسی آیت کا کسی خاص جگہ ہونا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ جب مکی سورتوں میں مدنی آیتیں ڈال دی گئیں تو قرآن شریف میں کسی آیت کے کسی مقام پر پائے جانے میں کیا اہمیت رہ گئی۔

آیت تطہیر میں "عنکم" صیغہ مخاطب جمع مذکر ہے۔ اس سے پہلے اور مابعد جہاں جہاں ازواج سے خطاب ہے۔ وہاں صیغہ مخاطب جمع مؤنث استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً لَسْتُنَّ، اِنِ اتَّقَيْتُنَّ، فَلَا تَخْضَعْنَ، قُلْنَ، قَرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ، لَا تَبَرَّجْنَ، اَقِمْنَ، اٰتِيْنَ، اَطِعْنَ، اِنْ كُنْتُنَّ، تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا، فَتَعَالَيْنَ، اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ، مِنْكُنَّ یہ سب خطاب آیت تطہیر کے بالکل پہلے ہے۔ اور فوراً آیۂ تطہیر کے بعد یہ جملہ ہے۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوْتِكُنَّ یہ جمع مؤنث کی طرف خطاب ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں جہاں ازواج سے خطاب کیا گیا ہے۔ وہاں صیغہ جمع مؤنث کا استعمال ہے۔ آیۂ تطہیر میں لفظ "عنکم" ہے جو صیغہ جمع مذکر ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیۂ تطہیر میں ازواج کی طرف خطاب نہیں۔

جہاں جہاں ازواج سے خطاب کیا گیا ہے۔ وہاں اُنہیں تنبیہ کی گئی ہے۔ ڈرایا گیا ہے۔ کہ اگر تم کسی امر فاحشہ کا مرتکب ہوئیں تو تم کو دوگنا عذاب کیا جائے گا اگر تم زینت دُنیا کی طلبگار ہو تو تم کو طلاق دے دیا جائے گا۔ تم اپنے گھروں میں قیام کرنا، خدا اور رسول کی اطاعت کرو۔ گویا امکان تھا کہ ازواج رسول ان منہیات کی مرتکب ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے انہیں ڈرا دھمکا

کر روکا۔ کوئی ان میں سے رُک گئی۔ کوئی غلطی کر بیٹھی۔ جس کی شان طہارت کاملہ کی ہو ان سے ایسے خطابات ضرور نہیں ہوتے بلکہ بے محل سمجھے جاتے ہیں۔

ازواج رسول دوسرے گھروں سے آئی تھیں۔ اپنے اپنے گھروں کی تہذیب وچلن کے مطابق تعلیم پاتے ہوئے تھیں۔ کوئی قبطی تھی، کوئی یہودی رہ چکی تھی۔ کوئی کافرہ چکی تھی۔ ان میں طہارت کاملہ اور معصومیت کہاں۔

ازواج طلاق کے بعد بالکل شوہر سے علیحدہ ہو کر اپنے میکہ میں مل جاتی ہیں۔ وہ مستقل اہلبیت نہیں ہوتیں۔

لفظ "اِنَّمَا" کلمہ حصر ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اشخاص معین کے لئے استعمال ہوا ہے۔

لفظ "یُرِیْدُ" مضارع ہے۔ صلاحیت حال ومستقبل کی رکھتا ہے۔ گویا اہل بیت علیہم السلام ہمیشہ طاہر وپاک رہیں گے۔ ازواج رسولؐ کا جو مستقبل ہوا اس کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔

ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ آیۂ تطہیر سے دو چار آیت پہلے ایک آیت ہے۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ
اس کا ترجمہ تاج کمپنی کے قرآن شریف میں مولوی فتح محمد نے اس طرح کیا ہے:۔

ترجمہ:۔ اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دونی سزا دی جائے گی۔

گویا ازواج نبی سے ناشائستہ افعال کے سرزد ہونے کا امکان باقی رہ گیا۔ یہ ان کے طاہر کرنے کا ارادۂ خداوندی کیسا ہوا۔ یا تو ارادہ کیا اور وہ کامیاب نہ ہوا یا ازواج کی تطہیر کا کبھی ارادۂ خداوندی ہی نہیں ہوا۔

اگر معترض کہے کہ کیا آیۂ تطہیر سے پہلے یہ حضرات معاذاللہ پاک نہ تھے تو اعتراض درست نہ ہوگا۔ اشاعرہ تو کلام الٰہی کو قدیم وازلی مانتے ہیں وہ تو یہ اعتراض کر نہیں سکتے۔ ان اصحاب کے لئے جو کلام الٰہی کو قدیم وازلی نہیں مانتے بلکہ حادث کہتے ہیں یہ جواب ہے کہ علم خدا ازلی ہے۔ گویا آیۂ تطہیر اخبار ہے معلومات خدا میں سے یعنی جو امور کہ معین ومقرر ہو چکے ہیں۔ ان کا علم خداوند تعالےٰ کا ازلی ہے اور اس علم کی اطلاع اس آیۂ تطہیر میں دی گئی ہے۔ ہم نے آیۂ کریمہ کا جو صحیح ترجمہ کیا ہے۔ اس کے زیر نظر یہ اعتراض اٹھتا ہی نہیں۔

بعض معترین کے نزدیک لیذھب میں لام اور اس کے بعد لفظ ان مصدریہ مقدر ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے: انما یرید اللہ ذھاب رجسکم یا اھل البیت یعنی ارادۂ خدا ذہاب رجس کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔

ساری دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ازواج رسول میں سے کسی نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ آیۂ تطہیر اُس کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ سب اپنے اپنے مقام سے واقف تھیں حضرت اُم سلمہ وحضرت عائشہ نے تو صریحاً تسلیم ہی کر لیا کہ یہ آیت حضرات پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور اُنہی پر اُس کا حصر ہے۔

۱۲۔ خطابات والقابات

جو فضائل و درجات عالیہ حضرت علی علیہ السلام کے جناب رسولؐ خدا نے فرماتے اُن کا خلاصہ ولب لباب بھی القاب کی صورت میں بیان فرما دیا تاکہ اُمت کو یاد رکھنے میں آسانی ہو اور محض ایک لفظ یا جملہ ہی سے حضرت علی کی فضیلت کا سارا نقشہ آنکھوں میں پھر جائے۔ یہ وہ طریقہ ہے جو ایک تجربہ کار اُستاد اپنے شاگردوں کو طولانی پیچیدہ سبق آسانی سے یاد کرانے میں استعمال کرتا ہے۔ تمام خطابات والقابات کا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔ ہم ان میں سے چند کا ذکر یہاں کرتے ہیں۔ وہ چند القاب جن کا ذکر ہم یہاں کریں گے یہ ہیں۔

(۱) امیرالمومنینؑ (۲) صدیق اکبرؑ (۳) فاروق اعظم (۴) امام البررہ قاتل الفجرہ قائد الغر المجلین (۵) یعسوب الدین (۶) وصی (۷) ولی (۸) سید الامتہ (۹) ہادی (۱۰) مہتدی (۱۱) اذن الاعیہ (۱۲) بیضتہ البلد (۱۳) وارث (۱۴) خلیفۂ نبی (۱۵) وزیر (۱۶) نفس رسول (۱۷) قاتل ناکثین ومارقین وقاسطین (۱۸) اخی (۱۹) ساقی کوثر صاحب حوض (۲۰) حجۃ اللہ (۲۱) قسیم النار والجنۃ (۲۲) باب حطہ (۲۳) کلمہ باقیہ (۲۴) کاشف الکرب (۲۵) صاحب اللوئے۔

بہت سے حوالہ جات ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ القاب جناب امیرالمومنین کو عطا فرمائے۔ مثلاً دعوت ذی العشیرہ وعقد مواخات کے موقعوں پر کچھ حوالے ہم اب نقل کرتے ہیں۔

امیرالمومنین۔ سید الامتہ۔ امام البررہ وقاتل الفجرہ۔ قائد الغر المجلین یعسوب الدین۔

عن حذیفۃ لو علم الناس ان علیاً متی سمی امیرالمومنین ما انکروا فضلہ وسمی امیرالمومنین و آدم بین الروح والجسد۔

حذیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علی کب امیرالمومنین مقرر ہوئے تو وہ کبھی ان کے فضل سے انکار نہ کریں وہ اُس وقت امیرالمومنین ہوئے کہ ابھی آدم روح وجسم کے درمیان تھے۔

ابوھریرۃ قال قیل یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال قبل ان

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا سے پوچھا کہ کب سے نبوت آپ کو ملی۔ فرمایا کہ قبل

یخلق اللہ آدم و ینفخ الروح فیه وقال اذا اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالت الارواح بلی قال اللہ تعالی انا ربکم ومحمد نبیکم وعلی امیرکم۔

اس کے کہ آدم کو پیدا کیا گیا اور ان میں روح پھونکی گئی۔ جب خداوند تعالیٰ نے بنی آدم کی پیٹھوں سے اُن کی ذریت کو نکالا اور ان سے عہد لیا تو فرمایا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں۔ ارواح نے کہا کہ تو ہمارا رب ہے۔ اس پہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارا رب ہوں محمد تمہارا نبی اور علی تمہارا امیر ہے۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ۔ ینابیع المودة مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۴۸۔ سید علی ہمدانی: مودة القربیٰ المودة الرابعة فی ان علیا امیر المؤمنین وسید الوصیین وحجة اللہ علی العالمین۔ دیلمی: فردوس الاخبار۔

عن ابن عباس قال نظر رسول اللہ الی علی بن ابی طالب فقال انت سید فی الدنیا وسید فی الآخرة اخرجه ابوعمر وابوالخیر۔

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسالتمآبؐ نے جناب علی مرتضیٰ کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے علی تم دنیا و آخرت دونوں کے سردار ہو اس کو ابوعمر و ابوالخیر الحاکمی نے بھی روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن سعد بن زرارہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیلة اسری بی انتهیت الی ربی عزوجل فاوحی الی اوامرنی شك الراوی، فی علی بثلاث انه سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین۔

عبداللہ بن سعد بن زرارہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ شب معراج جب میں انتہائی منزل پر اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوا تو خداوند تعالیٰ نے علی کے متعلق یہ تین امور پر وحی فرمائی یا حکم دیا (راوی کو وحی یا حکم کے لفظ میں شک ہے) کہ علی مسلمانوں کا سردار متقین کا حاکم ہے اور سفید منہ والوں کا سردار ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انك سید المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین ویعسوب الدین۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ یا علی تم مسلمانوں کے سردار و متقین کے امام و سفید منہ والوں کے حاکم اور دین کے سردار ہو

محب الدین طبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس صفحہ ۱۷۲۔ ابو عبداللہ محمد الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفة الصحابة ترجمہ علی بن ابی طالب صفحہ ۱۲۸۔ علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس صفحہ ۱۵۷ حدیث ۲۶۳۰ و ۲۶۲۸ و ۲۶۲۵، ۲۶۲۶، ۲۶۲۶۔ محمد صالح کشفی: مناقب مرتضوی صفحہ ۱۲ حدیث ۶۰۸۵ صفحہ ۲۰۸ حدیث ۶۱۶۲۔ میرزا محمد ابن معتمد خاں: نزل الابرار صفحہ ۳۸ و ۳۹۔ حسن علی محدث: تفریح الاحباب صفحہ ۳۲۳۔ روضة الندیہ شرح تحفة العلویہ صفحہ

فی تشریح ؎

یا اما ما سبق الخلق الی طاعۃ المختار مذ کان صبیا

سید علی ہمدانی ؛ مودۃ القربیٰ ۔ مودۃ الرابعہ ۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والخمسون ص ۲۴۸ ۔ ابن مردویہ ؛ مناقب ۔ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس ۔ الجزء الثانی ص ۳۰۶ و ۳۰۷ ۔ اخطب خوارزم ؛ کتاب المناقب ۔

عن علی ان فی اللوح المحفوظ تحت العرش مکتوب علی بن ابی طالب امیر المومنین۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ لوح محفوظ میں عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ علی امیر المومنین ہے۔

سید علی ہمدانی ؛ مودۃ القربیٰ ؛ مودۃ الرابعہ ۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم ؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۔ الباب السادس والخمسون ص ۲۴۸ ۔

صدیق اکبر و فاروق اُمت۔

لم یزل اسمہ فی الجاھلیۃ والاسلام علیا وکان یکنی ابا الحسن وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدیقا۔

جاہلیت و اسلام کے زمانہ میں آپ کا نام علی تھا اور کنیت ابو الحسن تھی۔ جناب رسول خدا نے آپ کا نام صدیق رکھا۔

وعن ابی لیلی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الصدیقون ثلاثۃ حبیب ابن مری النجار مومن آل یاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین و حزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی بن ابی طالب وھو افضلھم اخرجہ احمد فی المناقب۔

ابو لیلی سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تین صدیق گزرے ہیں، حبیب نجار مومن آل یاسین جس نے کہا تھا کہ اے قوم مرسلین کی پیروی کرو۔ حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا تھا کہ کیا تم ایک آدمی کو یہ کہنے پر قتل کرتے ہو میرا رب خدا ہے اور تیسرا علی ابن ابی طالب جو ان سب سے افضل ہے۔ امام احمد حنبل نے مناقب میں اس کو نقل کیا ہے۔

حسین دیار بکری ، تاریخ الخمیس ، الجزء الثانی ص ۳۰۶ و ۳۰۷ ۔ روضۃ الندیہ ص ۴ ۔ نزل الابرار ص ۳۱ ۔ محب الدین الطبری ؛ ریاض النضرۃ ۔ الجزء الثانی باب الرابع ۔ الفصل الثانی ص ۱۵۳ و ۱۵۴ ۔ ابن حجر مکی ؛ صواعق محرقہ ۔ باب التاسع ۔ فصل الثانی الحدیث الثلاثون ص ۷۴ و ۷۵ ، کفایت الطالب ؛ الباب الرابع والعشرون ص ۴۷ ۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم ؛ ینابیع المودۃ الباب الثانی و الاربعون ص ۱۲۴ و ۱۲۹ ۔ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ۔ قول المستحسن فی فخر الحسن ص ۲۱ ۔ ابن حجر عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ حق ترجمہ ابی لیلی الغفاری ۔ کنز العمال علی المتقی الجزء السادس ص ۱۵۲ ۔ حدیث ۲۵۱۵ ، ۲۵۱۶ ۔

عن ابی لیلی الغفاری قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ستکون من فتنة فاذا کان ذالك فالزموا علی بن ابی طالب فانه اول من امن بی واول من یصافحنی یوم القیامة وهو الصدیق الاکبر وهو فاروق هذه الامة وهو یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین۔

ابولیلی غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد فوراً ہی فتنے کھڑے ہو جائیں گے۔ جب ایسا ہو تو تم علی بن ابی طالب کو اپنا حاکم مقرر کرنا کیونکہ وہ سب سے پہلے میرے اوپر ایمان لایا اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور وہ صدیق اکبر ہے اور اس اُمت کا فاروق ہے۔ مومنین کا حاکم ہے اور منافقین کا حاکم و مال ہے۔

ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ترجمه ابولیلی الغفاری۔ حدیث ۲۹۹۹ ص ۶۷۲ الجزء الثانی۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیه۔ ینابیع المودة مطبوعه اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الثالث والاربعون ص ۱۲۹ والباب السادس والخمسون ص ۲۵۱۔ دیلمی: فردوس الاخبار۔ ابن حجر عسقلانی: الاصابه فی تمیز الصحابه ترجمه ابولیلی الغفاری۔

وقد قال علی علیه السلام انا الصدیق الاکبر وانا فاروق الاعظم الاول اسلمت قبل اسلام الناس وصلیت قبل صلوتهم ومن وقف علی کتب الحدیث علمه وضحا۔

حضرت علیؑ کہا کرتے تھے کہ میں صدیق اکبر و فاروق اعظم ہوں۔ میں تمام لوگوں سے پہلے ایمان لایا اور تمام لوگوں سے پہلے نماز پڑھی جو شخص کتب حدیث سے واقف ہے وہ اس امر کو اچھی طرح جانتا ہے۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیه، ینابیع المودة مطبوعه اسلامبول ۱۳۰۱ ہجری الباب الحادی والخمسون ص ۱۵۱۔ سنن ابن ماجه: الجزء الاول ص ۵۶۔ تاریخ طبری۔ الجزء الثانی ص ۲۱۲۔ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفة الصحابه ص ۱۱۲۔ ذہبی: میزان الاعتدال الجزء الثانی ص ۲۱۲۔ ترجمه العلاء بن صالح۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرة۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل الرابع۔ ص ۱۵۷ و ۱۵۸۔

عن ابی ذر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لعلی انت الصدیق الاکبر وانت الفاروق الذی تفرق بین الحق والباطل۔

ابوذر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو علیؑ سے کہتے سنا کہ اے علیؑ تم صدیق اکبر ہو اور فاروق ہو جو حق کو باطل سے جدا کرے۔

محب الدین الطبری: ریاض النضرة الجزء الثانی۔ الباب الرابع۔ الفصل الثانی ص ۱۵۵۔

ابن تیمیه مانتے ہیں کہ آنحضرتؐ جناب علی مرتضیٰؑ کو صدیق کہتے تھے۔ لیکن وہ یہ نہیں مانتے کہ صرف تین صدیقوں میں حصر کیا گیا۔ دیکھو منہاج السنة۔ الجزء الثالث ص ۷۔ لیکن یہ اُن کی

ہٹ دھرمی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کے خیال سے ایسا کہتے ہیں۔ ہم نے اُوپر ثابت کر دیا ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف تین صدیق بیان کئے اور صدیقوں کو اُن تین ہی میں حصر کر دیا۔

مولوی صدرالدین حنفی نے اپنی کتاب روائح المصطفےٰ میں ایک فصل ہی اس مضمون پر قائم کی ہے۔ فصل فی کونہ صدیق الاکبر۔ فصل فی کونہ فاروق الاعظم۔ روائح المصطفےٰ ص ۲۹۔

ان روایات کا غور سے مطالعہ کرو۔ ابولیلی الغفاری کی روایت پر نظر ڈالو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ہی فتنے پیدا ہوں گے۔ ان فتنوں میں علی حق پر ہونگے۔ تم لوگ انکی اطاعت کرنا۔ جب سقیفہ بنی ساعدہ کا فتنۂ عظیم اُٹھا تو لوگوں کو چاہیئے تھا کہ علی بن ابی طالب کو اختیار کرتے۔ لیکن مال و دولت کی حرص ان کو اور طرف لے گئی اور اس طرح آنحضرتؐ کا قول پورا ہوا کہ مومنین کا سردار و حاکم علی بن ابی طالب ہے۔ لیکن منافقین پر مال و دولت دنیاوی کی حکومت ہے۔

وصی

عن عقبہ عامر الجھنی قال بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قول ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا نبیہ وعلیا وصیہ فای من الثلاثۃ ترکناہ کفرنا وقال لنا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احبوا ھذا یعنی علیا فان اللہ یحبہ واستحیوا منہ فان اللہ یستحی منہ۔

عقبہ بن عامر الجہنی کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کی بیعت تین امور پر کی تھی (۱) کلمہ لا الٰہ الا اللہ (۲) محمد رسول اللہ اور (۳) علی وصی رسول اللہ ان تینوں میں سے اگر کسی ایک کو بھی ہم نے چھوڑ دیا تو ہم کافر ہوگئے۔ جناب رسول خدا نے ہم سے کہا کہ علیؑ کو دوست رکھو کیونکہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے۔ علی سے حیا کرو کیونکہ خدا اس سے حیا کرتا ہے۔

سیدعلی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ص ۲۴۸۔

عن سلیمان الفارسی قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی غمرات الموت فقلت یا رسول اللہ ھل اوصیت قال یا سلمان الذی من الاوصیاء قلت اللہ ورسولہ اعلم قال آدم وکان وصیہ شیث وکان افضل من ترکہ بعدہ من ولدہ وکان وصی نوح سام وکان افضل من

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں جناب رسول خدا کی خدمت میں غمرات الموت کے وقت حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ اے رسول خدا کیا آپ نے اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے سلمان تم جانتے ہو کہ اوصیاء کون ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ خدا و رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ آدم کے وصی شیث تھے اور وہ تمام اولاد میں آدم کے بعد افضل تھے اور

ترکہ بعدہ وکان وصی موسیٰ یوشع وکان افضل من ترکہ بعدہ وکان وصی عیسیٰ شمعون بن فرخیا وکان افضل من ترکہ بعدہ وانی اوصیت الی علی وھو افضل من اترکہ من بعد۔

نوحؑ کے وصی سام تھے اور وہ ان تمام لوگوں میں افضل تھے جن کو نوحؑ نے اپنے بعد چھوڑا۔ موسیٰؑ کے وصی یوشع تھے اور وہ ان تمام لوگوں سے افضل تھے جن کو موسیٰؑ نے اپنے بعد چھوڑا۔ عیسیٰؑ کے وصی شمعون بن فرخیا تھے اور وہ ان تمام لوگوں سے افضل تھے جن کو عیسیٰ نے اپنے بعد چھوڑا اور میں نے اپنا وصی علی کو مقرر کیا ہے اور وہ ان تمام لوگوں سے افضل ہے جن کو میں اپنے بعد چھوڑوں گا۔

سید علی ہمدانی، مودۃ القربیٰ۔ مودۃ السابعہ۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم۔ ینابیع المودۃ الباب الحادی والخمسون صفحہ ۲۵۳۔ سبط ابن الجوزی، تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۲۶۔

عن اصبغ بن نباتہ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطھرون معصومون۔

عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اور علی و حسن و حسین اور حسین کے نو فرزند ان مطہر معصوم ہیں۔

عن عبایہ بن ربعی رضی اللہ عنہ مرفوعاً انا سید النبین وعلی سید الوصیین ان اوصیائی بعدی اثنا عشر اولھم علی واخرھم القائم المھدی۔

عبایہ بن ربعی کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ میں نبیوں کا سردار ہوں اور علی وصیوں کا سردار ہے۔ میرے وصی میرے بعد بارہ ہیں ان کا پہلا علی ہے اور آخر مہدیؑ قائم ہے۔

سید علی ہمدانی، مودۃ القربیٰ۔ مودۃ العاشرہ۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب السادس والخمسون۔

عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لکل نبی وصی ووارث وان علیاً وصیی ووارثی۔

بریدہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ ہر ایک نبی کا ایک وصی اور ایک وارث ہوتا ہے۔ اور علی میرا وصی اور وارث ہے۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان اللہ تعالیٰ جعل لکل نبی وصیا جعل شیث وصی ادم ویوشع وصی موسیٰ وشمعون وصی عیسیٰ وعلیا وصیی وصیی خیر الاوصیاء فی البداء والداعی وھو المضیٔ عن عمر ابن الخطاب

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک نبی کے لئے ایک وصی مقرر کیا ہے۔ آدم کے لئے شیث و موسیٰ کے لئے یوشع و عیسیٰؑ کے لئے شمعون وصی بنا اور علی میرا وصی ہے اور میرا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے

عمر بن الخطاب کہتے ہیں کہ جب عقد مواخات

رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما عقد المواخات بین الصحابہ قال ھذا علی اخی فی الدنیا والاخرۃ و وصیی فی امتی و وارث علمی وقاضی دینی مالہ منی مالی منہ نفعہ نفعی وضرہ ضری من احبہ فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی۔

قائم کیا تو جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ یہ علی میرا اخی دنیا و آخرت میں ہے اور اُمت میں میرا وصی ہے۔ میرے علم کا وارث ہے۔ میری ذمہ داریاں ادا کرے گا جو میرا ہے۔ اُس کا ہے۔ جو اُس کا ہے میرا ہے۔ اُس کا نفع میرا نفع ہے اس کا نقصان و ضرر میرا نقصان و ضرر ہے۔ جس نے اس سے محبت کی گویا مجھ سے محبت کی اور جس نے اُس سے بُغض کیا گویا اُس نے مجھ سے بُغض کیا۔

سید علی ہمدانی؛ مودۃ القربیٰ۔ مودۃ الرابعہ السادسہ۔ ینابیع المودۃ۔ مطبوعہ اسلامبول ص ۲۴۸ و ۲۵۱ و ۲۳۲ و ۸۰ و ۷۹۔ مولوی محمد مبین؛ وسیلۃ النجات ص ۶۰۔ علامہ دیلمی، فردوس الاخبار۔ کتاب السبعین فی فضائل امیرالمومنین۔ الحدیث الثامن۔ محمد بن طلحۃ۔ مطالب السئول ص ۲۰۔ مولوی حسن الزمان؛ قول المستحسن ص ۲۲۷۔ اخطب خوارزم۔ کتاب المناقب ص ۱۰، ۱۱۰، ۱۱۱۔ تاریخ طبری الجزء الثانی ص ۲۱۷۔ کنز العمال علی متقی الجزء السادس۔ ص ۱۵۴۔ حدیث ۲۵۷۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل السادس۔ ص ۱۷۸۔ تفریح الاحباب ص ۳۱۴، ۳۲۰۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۳۵۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۷۸، ۲۷۹۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاوّل ص ۱۱۶۔ تاریخ حبیب السیر جلد اوّل۔ جز سوم ص ۱۶

ولی و وصی، تقی، شبیہ ہارون، کاشف الکرب، صاحب اللوی قاتل الناکثین والقاسطین و بیضۃ البلد

ولی قاتل الناکثین والقاسطین

ویسمی الولی والوصی والتقی و قاتل الناکثین والقاسطین وشبیہ ھارون وصاحب اللوی وکاشف الکرب وابو الریحانتین و بیضۃ البلد فی الالقاب کثیرۃ۔

حضرت علی کو ولی و وصی و قاتل الناکثین و القاسطین شبیہہ ہارون۔ صاحب اللوی کاشف الکرب۔ ابو الریحانتین و بیضۃ البلد بھی منجملہ اور دیگر بہت سے القاب کے کہتے تھے۔

سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الامۃ ص ۲۔ محمد بن طلحۃ الشافعی۔ کتاب مطالب السئول الباب الاوّل۔ الفصل الثالث ص ۱۲۔

لقب ولی کے متعلق ہم بہت کچھ حدیث ولایت کے تحت میں لکھ چکے ہیں اور کچھ بہ تفسیر آیہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (سورۃ المائدہ ۶ ع ۸) بیان کریں گے۔

خلیفہ۔ وزیر۔ نفس رسول۔ آیۃ اللہ وحجۃ اللہ

ان القاب کا تذکرہ ہم باب ہشتم کے شروع میں کر چکے ہیں۔ اب صرف چند اقتباسات یہاں درج کرتے ہیں۔ لقب حجۃ اللہ کے لئے دیکھو صفحہ ۳۰۲ کتاب ہذا۔

عن زید بن حارثہ قال لما کانت اللیلۃ التی اخذ فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی الانصار بیعۃ الاولی قال انا اخذ علیکم بما اخذ اللہ علی النبیین من قبلی ان تحفظونی وتمنعونی عن ما تمنعون انفسکم عنہ وتمنعوا علی بن ابی طالب عن ما تمنعون انفسکم عنہ وتحفظوہ فانہ الصدیق الاکبر یزید اللہ دینکم وان اللہ اعطی موسی العصا وابراھیم برد النار وعیسیٰ الکلمات یحیی بھا الموتی واعطانی ھذا علیا ولکل ایۃ وھذا ایۃ ربی والائمۃ الطاھرون من ولدہ ایات ربی لن تخلوا الارض من اھل الایمان ما ابقی اللہ احدا من ذریتہ واحدًا۔

زید بن حارثہ کہتے ہیں کہ اس رات کو کہ جب جناب رسولِ خدا نے انصار سے بیعت اولیٰ لی تھی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم سے اُسی بات پر بیعت لیتا ہوں اور تم سے وہی عہد لیتا ہوں جو خداوند تعالیٰ نے نبیوں سے لیا تھا مجھ سے پہلے یعنی یہ کہ تم میری حفاظت واطاعت کرو اور مجھ سے وہی اُمور دُور رکھو جو تم اپنے نفس سے دُور رکھتے ہو اور علی سے بھی وہ امور دُور رکھو جو تم اپنے نفس سے دُور رکھتے ہو اور علیؑ کی اطاعت وحفاظت کرو کیونکہ وہ صدیقِ اکبر ہے اور اگر تم ایسا کرو گے تو خداوند تعالیٰ تمہارا ایمان زیادہ کرے گا۔ بتحقیق خدا نے موسیٰؑ کو عصا اور ابراہیم کو آتش کا گلزار ہونا بطور معجزہ عطا کیا اور عیسےٰؑ کو وہ کلمات عطا کئے جن سے وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور مجھ کو خدا نے یہ علیؑ عطا کیا ہے ہر ایک نبی کے لئے ایک آیۃ ہوتی ہے۔ اور علی میری آیت خدا کی طرف سے ہے اور اس کی اولاد سے آئمہ مطہرون آیات ربی ہوں گے۔ زمین اہل ایمان سے خالی نہ ہوگی جب تک علی کی ذریت میں سے ایک بھی باقی ہے۔

سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ مودۃ العاشرہ۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والخمسون صفحہ ۲۵۸۔

عن انس قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاقبل علیؑ فقال ھذا حجۃ اللہ علی امتی یوم القیامۃ عند اللہ۔

انس کہتے ہیں کہ ایک دن میں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں حضرت علیؑ آئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ یعنی علیؑ روزِ قیامت میری اُمّت پر حجۃ اللہ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ

انس کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ

علیه واله وسلم ان اخی ووزیری و حلیفتی فی هلی وخیر من اترك بعدی یقضی دینی وسیجز موعدی علی بن بی طالب۔

میر بھائی اور میر وزیر اور میرا خلیفہ اور میرے بعد سب سے افضل علی ابن ابی طالب ہے۔ وہ میری ذمہ داریاں ادا کرے گا اور میرے وعدے پورے کرے گا۔

سید علی ہمدانی ؛ مودۃ القربیٰ ۔ مودۃ ربعہ والسا سہ ۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ سلامبول۔ ص ۲۴۸ - ۲۵۳ -

مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی میں ایک مودۃ ہی اس عنوان کا ہے :
المودة السادسة فی ان علیا علیه السلام اخو رسول الله صلی الله علیه واله وسلم وزیره و ں طاعة الله۔

نفس رسول

نفس رسول : کے ثبوت کے لیئے یہ مباہلہ اور احادیث رسولؐ ہیں ۔ علامہ شیخ سلیمان ابن شیخ ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ نے ان میں سے کئی احادیث کو ہی کتاب ینابیع المودۃ میں جمع کر کے ان کے لیئے علیحدہ باب یعنی باب السابع قائم کیا ہے ۔ اس کا عنوان یہ ہے۔
فی بیان ان علیا کرم الله وجهه کنفس رسول الله صلی الله علیه وسلم وحدیث علی منی وانا منه ۔ صفحات ۵۲ لغایت ۵۶ ۔ یہ کتاب مطبوعہ اسلامبول ہے ۔ اور ۱۳۰۱ ہجری میں طبع ہوئی ہے۔

قسیم النار والجنۃ

قسیم النار والجنۃ

ہم اس لقب پر پہلے کچھ لکھ چکے ہیں دیکھو ص ۳۰۲ و ۳۰۴ کتاب ہذا یہاں صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی کے ایک مودۃ کا عنوان ہی یہ ہے ۔ المودة التاسعة فی ان مفاتیح الجنة والنار بید علی علیه السلام یعنی نواں مودۃ اس بیان میں کہ دوزخ و جنت کے دروازوں کی کنجیاں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہیں اور پہلی حدیث یہ درج کی ہے۔

ابو سعید الخدری رضی الله تبارك وتعالی اعطانی مفاتیح الجنة والنار ۔ فقال یا سلمان قل لعلی انك تخرج من تشاء وتدخل من تشاء۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو دوزخ و جنت کی کنجیاں عطا کیں اس کے بعد سلمان سے کہا کہ اے سلمان کہدو علی سے کہ تم ہی جس کو چاہو جنت سے نکال دوگے اور جس کو چاہو اس میں داخل کر دوگے۔

ہادی باب حطہ کلمہ باقیہ

ہادی ۔ باب حطہ ۔ کلمہ باقیہ ۔

عن ابن عباس رضی الله عنه قال لما نزل قوله تعالی انما انت منذر ولکل

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت انما انت منذر ولکل قوم ھاد نازل ہوا تو جناب

قوم ھاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا المنذر و علی الھادی و بک یا علی یھتدی المھتدون۔

رسولِ خدا نے فرمایا کہ میں منذر ہوں اور علیؑ ہادی اور تجھ سے اے علیؑ ہدایت چاہنے والے ہدایت پاتے ہیں۔

کتاب السبعین الحدیث الخمسون۔ ینابیع المودۃ ص ۲۳۸۔

حدیث باب حطہ بہت مشہور ہے اور مسلمہ ہے۔ شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ نے ینابیع المودۃ میں ایک علیحدہ باب اس عنوان سے قائم کیا ہے اور اس حدیث کو کئی طرق سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو الباب الرابع کتاب ینابیع المودۃ فی المناقب۔

عن ثابت الثمالی عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین علی علیہ السلام قال فینا نزل قول اللہ عزوجل وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ لعلھم یرجعون ای جعل الامامۃ فی عقب الحسین الی یوم القیامۃ۔ ینابیع المودۃ ص۱۱۶

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ آیہ "جعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" الآیہ ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی امامت کو امام حسینؑ کی اولاد میں قیامت تک قائم رکھا ہے۔

ینابیع المودۃ میں ایک مستقل باب یعنی الباب التاسع والثلاثون اس کلمہ باقیہ کے متعلق قائم کیا گیا ہے جس کو تفصیل مطلوب ہے۔ وہ اس کتاب کو دیکھے اسی طرح ینابیع المودۃ میں الباب الخامس عشر صرف ان احادیث پر مشتمل ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا وصی مقرر فرمایا ہے۔ اس باب کا عنوان یہ ہے۔ فی عھد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی علیہ السلام وجعلہ وصیاً ص۷۸ و ۷۹ و ۸۰۔

ساقیِ کوثر و صاحب حوض:-

اخرجہ ابونعیم الحافظ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ انت یا علی علی حوضی تذود المنافقین وفی جمع الفوائد جابر وابوھریرہ رفعاہ علی بن ابی طالب صاحب حوضی یوم القیامۃ الاوسط۔

حافظ ابونعیم ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے علیؑ سے کہ اے علیؑ تم میرے حوض پر روز قیامت ہوگے۔ اور وہاں سے منافقین کو ہنکا دوگے۔

جمع الفوائد

شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ الباب الرابع والاربعون ص ۱۳۳۔ سبط ابن الجوزی: تذکرۂ خواص الامۃ ص۱۳۔ جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد الجلد الثانی ص ۲۱۲۔ مستدرک الجزء الثالث ص ۱۳۸۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۷۴۔

اس لقب کی توثیق و تصدیق کے لئے بھی صاحب ینابیع المودۃ نے ایک علیحدہ باب یعنی الباب الرابع والاربعون قائم کیا ہے۔

۱۲۔ افضلیت

افضلیت اس سوال استخلاف کا بہت اہم جزو ہے۔ لہٰذا اس کے لئے ہم نے علیحدہ باب قائم کیا ہے۔ اور وہ باب دوازدہم ہے۔

۱۳۔ کمال ایمان

عن ابن عباس قال ما نزل یا ایھا الذین آمنوا الا علی امیرھا و شریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم وما ذکر علیا الا بخیر۔

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہر ایک وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو یا ایھا الذین امنوا کے خطاب سے مخاطب کیا ہے اس آیت اور اس خطاب کے راس و رئیس و امیر علیؑ ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے اصحاب پر عتاب فرمایا ہے۔ لیکن علی کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ ہی خداوند تعالیٰ نے کیا ہے۔

وسیلۃ النجاۃ۔ مولوی محمد مبین ص ۶۶۔ سبط ابن الجوزی : تذکرہ خواص الامۃ ص۵۔ کفایت الطالب ص ۵۴۔ ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الثالث ص۷۶ علی المتقی : کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲۔ حدیث ۲۵۳۸ حافظ ابو نعیم : حلیۃ الاولیاء المجلد الاول ص ۶۴۔ محمد صبان : اسعاف الراغبین بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۴۹۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ :۔ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثانی والاربعون ص۱۲۵ و ۱۲۶۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع ص۲۰۷ شبلنجی : نور الابصار ص۷۔ محمد صالح کشفی۔ مناقب مرتضوی۔ مطالب السؤل ص

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لما برز علی الی عمرو بن عبد ود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم برز الایمان کلہ الی الشرک کلہ فلما قتلہ قال لہ ابشر یا علی فلو وُزن عملک الیوم بعمل امتی لرجح عملک بعملھم۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ جب روز احزاب حضرت علی عمرو بن عبدود سے جنگ کرنے نکلے تو جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ایمان مجسم نکلا ہے طرف شرک مجسم کے اور جب حضرت علیؑ نے اس کو قتل کر دیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ مبارک ہو تمہیں اگر تمہارا آج کا عمل میری تمام امت کے اعمال کے ساتھ وزن کیا جائے تو تمہارے عمل کا پلڑا بھاری رہے گا۔

شیخ سلیمان : ینابیع المودۃ الباب الثالث والعشرون ص۹۴ شیخ کمال الدین الدمیری : حیاۃ الحیوان ص۲۷۴۔ شاہ عبدالحق : مدارج النبوۃ جلد دوم ص۲۱۳۔ مولوی صدر الدین : روائح المصطفیٰ ص ۱۵۔ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی ص ۳۴۱۔

(حاشیہ: ۱۲۔ ۱۳ افضلیت (۱۳) کمال ایمان)

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضربۃ علی فی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ۔

حذیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ علیؑ کی ایک ضربت جنگ احزاب کی افضل ہے میری تمام اُمت کے قیامت تک کے اعمالوں سے۔

ینابیع المودۃ الباب الثالث والعشرون ص ۹۵ ۔ وسیلۃ النجاۃ مولوی محمد مبین ص ۸۴۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۱۰۷ ۔ علی بن برہان الدین۔ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص ۳۴۱۔ ابوعبداللہ الحاکم : مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب المغازی ص ۳۲ ۔ مولوی صدرالدین : رواءح المصطفیٰ ص ۱۵ ۔

عن عمر ابن الخطاب انہ قال اشہد علی رسول اللہ سمعتہ ویقول لو ان السموات السبع والارضین السبع وضعت فی کفۃ ووضع ایمان علی فی کفۃ لرجح ایمان علی۔

عمر بن خطاب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر سات آسمان و سات زمین ایک پلہ میں اور علیؑ کا ایمان ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو علیؑ کا ایمان بھاری رہے گا۔

ابوالحسن المعروف بابن المغازلی وصاحب مناقب بسندیہما عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بن ابی طالب یا ابا الحسن لو وضع ایمان الخلائق واعمالہم فی کفۃ میزان و وضع عملک یوم احد علی کفۃ اخری لرجح عملک علی جمیع ما عمل الخلائق۔

ابن المغازلی و اخطب خوارزم اپنے اپنے اسناد سے حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے ابوالحسن اگر تمام دنیا کے لوگوں کے اعمال و ایمان ایک پلہ میں اور تمہارا روز احد کا عمل ترازو کے دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو تمہارے عمل کا پلہ سب پر بھاری ہوگا۔

ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع۔ فصل التاسع ص ۲۲۶ ۔ علی المتقی : کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۱۱ ۔ شیخ سلیمان بلخی۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث عشر ص ۴۶ ۔

۱۴ ۔ عبادت وریاضت۔ زہد۔

(۱۴) عبادت ریاضت زہد

حضرت علیؑ کی ریاضت وعبادت کا درجہ بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ اگر خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم بہت سی احادیث اس کے متعلق یہاں نقل کرتے۔ حدیث نور کی بحث میں معلوم کر چکے ہیں کہ آپ کا نور حضرت آدمؑ کی پیدائش سے کئی ہزار برس پہلے سے مشغول طاعت وعبادتِ خداوندی تھا۔ وہی شوق وانہماک بعد پیدائش ظاہری بھی قائم رہا۔

ماکفر باللہ قط

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ما کفروا باللہ قط مومن آل یا سین وعلی بن ابی طالب و آسیۃ امراۃ فرعون۔

جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ تین شخصوں نے کبھی خدا کا کفر نہیں کیا۔ مومن آل یاسین، علیؑ بن ابی طالب اور آسیہ زوجۂ فرعون۔

جلال الدین سیوطی : کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس صـ۲۶۲۔

اخرج ابن سعد عن الحسن بن زید قال لم یعبد الاوثان قط لصغرہ ای ومن ثم یقال فیہ کرم اللہ وجہہ والحق بہ الصدیق فی ذالک لما قیل انہ لم یعبد صنما قط۔

ابن سعد نے اپنے اسناد سے حسن بن زید سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔ اپنے بچپن سے آخر تک اسی وجہ سے ان کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ دراصل صدیق وہی ہیں کیونکہ انہوں نے بتوں کی کبھی پرستش نہیں کی۔

ابن حجر مکی ، صواعق محرقہ۔ الباب التاسع۔ الفصل الاول صـ۷۲۔ ابن سعد۔ طبقات الکبریٰ شبلنجی : نور الابصار صـ۶۹۔ جلال الدین سیوطی ، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳۔ حسین دیار بکری۔ تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۳۲۲۔ سید احمد زینی المشہور بدحلان۔ السیرۃ النبویہ۔ برحاشیہ سیرۃ حلبیہ الجزء الاول ص ۱۷۷۔ کفایت الطالب الباب الرابع والعشرین ص ۴۶۔

حبّ علی وذکر علی عبادۃ

اخرج الدیلمی عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذکر علی عبادۃ۔

علامہ دیلمی نے اپنے اسناد سے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ ذکر علی عبادت ہے۔

دیلمی ، فردوس الاخبار۔ ابن حجر مکی ، صواعق محرقہ الباب التاسع الفصل الثانی الحدیث الثامن والعشرون صـ۷۴۔ شیخ سلیمان بلخی۔ ینابیع المودۃ ص ۳۹ - ۴۰ باب السادس۔ تفریح الاحباب ص ۳۲۳ - ۳۵۰ ، ۳۴۰ ، ۳۵۲ ، ۳۷۳ ، ابو المؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم۔ کتاب المناقب صـ۲۵۲ ، ۳۔ روضۃ الندیہ ص ۱۵۴۔ حافظ شاہ محمد حیدر حنفی ، سیرۃ العلویہ حصہ سوم صـ۲۶۴۔ محمد صالح کشفی ، مناقب مرتضوی۔ کنز العمال علی متقی : الجزء السادس ص ۱۵۲۔ حدیث ۲۵۱۲۔

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت بہ

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے امر رسالت کا ا

من بعدی حبہ ایمان وبغضہ نفاق والنظر الیہ رافۃ ومودتہ عبادۃ رواہ صاحب الفردوس۔

میں تشریح و تفصیل کرنے والا ہے میرے بعد۔ اس کی محبت ایمان ہے اور بغض نفاق ہے۔ اس کی طرف نظر کرنا نیکی ہے اور اس کی محبت عبادت ہے

علامہ دیلمی نے اس کو نقل کیا ہے۔

ینابیع المودۃ الباب السادس والخمسون ص ۲۳۵۔

النظر الی وجہہ عبادۃ۔

اخرج الطبرانی والحاکم وابن المغازلی عن ابن مسعود عمران بن حصین وابن عساکر عن ابی بکر الصدیق وعثمان بن عفان ومعاذ بن جبل وجابر بن عبداللہ وانس وثوبان وام المؤمنین عائشہ والحاکم عن ابی لیلی وابن السمان عن ام المومنین عائشہ والدیلمی عن ابی ہریرۃ ان النبی قال النظر الی وجہ علی عبادۃ۔

طبرانی وحاکم وابن المغازلی اپنے اپنے اسناد کے ساتھ ابن مسعود و عمران بن حصین سے اور ابن عساکر ابوبکر و عثمان و معاذ بن جبل و جابر بن عبداللہ وانس و ثوبان وام المومنین عائشہ سے الحاکم ابولیلی سے دیلمی ابوہریرہ سے اور ابن السمان حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ علیؑ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے۔

مرزا محمد ابن معتمد خاں۔ نزل الابرار ص ۳۹۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم بلخی: ینابیع المودۃ باب ۱۹ ص۸۹۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل التاسع ۲۱۹ و ۲۲۰۔ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ۔ ترجمہ علی ص۱۴۱ و ۱۴۲۔ تاریخ ابن الکثیر دمشقی الجزء السابع ص ۳۵۷۔ شبلنجی: نور الابصار ص۷۲ ابن السمان: الموافقہ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع فصل الثانی۔ حدیث الخامس عشر ص۷۳ شیخ یوسف بن اسمٰعیل شرف المؤبد ص۱۱۴۔ المغازلی: کتاب المناقب۔ کنز العمال علی متقی: الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۱۲ ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۵۸۔ الدیلمی: فردوس الاخبار۔ محمد بن صبان، اسعاف الراغبین ص۱۴۵۔ روضۃ الندیہ ص ۱۵۴۔

اس شخص کی عبادت کا کیا درجہ ہوگا۔ جس کے چہرے پر نظر کرنا عبادت میں داخل ہے اور جس سے محبت کرنی خود عبادت الٰہی میں شمار ہوتی ہے۔ یہ مضمون متنازعہ نہیں ہے ملاحظہ ہو۔ سیرۃ العلویہ حصہ سوم ص۲۵۹ و ۲۶۴۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع۔ فصل التاسع ص ۲۱۹۔ ینابیع المودۃ۔ الباب الحادی والخمسون ص ۱۴۳۔

(۱۵) سبقت الی الاسلام۔

امر واقعہ تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے لئے یہ کہنا کہ وہ اسلام لائے۔ یا انہوں نے اسلام قبول کیا موزوں الفاظ میں اظہار حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ ان الفاظ سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی عمر کا

کوئی حصہ ایسا بھی تھا کہ جب آپ مسلمان نہ تھے درآنحالیکہ آپ کی عمر کا کوئی ایسا زمانہ ہی نہیں گزرا کہ جس میں آپ مسلمان نہ ہوں۔ آنحضرتؐ کی یہ حدیث مسلّمہ اُمت ہے۔ مامن مولود الا یولد علےٰ هذه الملة فابواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه۔ (صحیح مسلم : کتاب القدر۔ مسند احمد حنبل۔ الجزء الثانی ص ۲۵۳ و ۲۸۲ و ۳۱۵ و ۳۵۳۔ ہر ایک بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اس کو یہودی و نصرانی و مجوسی بنا تے ہیں) لہٰذا بچپن میں تو حضرت علیؑ یوں قدرتی طور پر مسلمان تھے اور وہ بچپن بھی آغوشِ رسولؐ ہی میں گزرا۔ جو تعلیم بتوں کو نہ سجدہ کرنے کی آنحضرتؐ نے پائی تھی وہی حضرت علیؑ نے حاصل کی تھی۔ ابھی حضرت علیؑ سنِ تمیز کو پہنچے ہی تھے کہ جناب رسولؐ خدا مبعوث برسالت ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ کو اپنے مبعوث برسالت ہونے کی خبر دی۔ اور ان سے خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کے ساتھ اپنی رسالت کا اقرار بھی لے لیا اور نماز بھی تعلیم فرمائی۔ لہٰذا اُمت محمدیہ میں سب سے پہلے مسلمان حضرت علیؑ ہیں۔ اور اسلام کی سب سے پہلی نماز جناب رسولؐ خدا کے ہمراہ حضرت علیؑ نے پڑھی۔ جناب رسولِ خدا سے بہتر اور کوئی شخص نہیں جان سکتا تھا۔ کہ دنیا میں سب سے پہلا وہ کون شخص تھا جو آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا۔ آنحضرتؐ کے بہت سے اقوال ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ علیؑ سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ اور اسلام کی پہلی نماز آپ کے ساتھ حضرت علیؑ نے پڑھی۔ کتب تواریخ و حدیث کے مطالعہ سے یہ امر صاف عیاں ہے کہ اُمت محمدیہ کے سب سے پہلے مسلمان مرد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اب ہم چند اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں :۔

وفی الاستیعاب واسد الغابہ عن الحسن وغیرہ اول من اسلم علیؑ وسئل محمد بن کعب القرظی عن اول من اسلم علی او ابوبکر قال سبحان اللہ علیؑ اولھما اسلاماً وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُبّق الامم ثلاثۃ لم یکفروا باللہ طرفۃ العین علی بن ابی طالب وصاحب یٰسین ومومن آل فرعون وقال ابن اسحاق کان اول من تبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ بنت خویلد زوجتہ ثم کان اول ذکر اٰمن بہ علی وھو یومئذ ابن عشر سنین۔

الاستیعاب و اسد الغابہ میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے۔ محمد بن کعب القرظی سے سوال کیا گیا کہ پہلے کون ایمان لایا علی یا ابوبکر۔ انہوں نے جواب دیا۔ سبحان اللہ۔ دونوں میں سے علیؑ پہلے ایمان لائے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ امتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تین ہیں۔ جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا۔ یعنی علیؑ بن ابی طالب صاحب یٰسین۔ اور مومن آل فرعون اور ابن اسحاق صاحب سیرۃ لکھتا ہے کہ سب سے پہلے آنحضرتؐ کی پیروی خدیجہ آپ کی زوجہ نے کی پھر مردوں میں سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے اس وقت اُن کی عمر دس سال کی تھی۔

وقال ابن عباس اول من صلى علی
وقال جابر بن عبد الله بعث النبی صلی الله
علیه وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثة
وقال زید بن ارقم اول من اسلم مع رسول
الله صلی الله علیه وسلم علی وقال عفیف
الکندی کنت امرأ تاجرا فقدمت مکة
ایام الحج فاتیت العباس فبینما نحن عنده
خرج رجل فقام تجاه الکعبة یصلی ثم
خرجت امرأة تصلی معه ثم خرج غلام
فقام یصلی معه فقلت یا عباس ما هذا
الدین فقال هذا محمد بن عبد الله بن
اخی زعم ان الله ارسله وان کنوز کسری
وقیصر ستفتح علیه وهذه امرأته خدیجة
آمنت به وهذا الغلام علی بن ابی
طالب امن به وایم الله ما اعلم علی
ظهر الارض احدا علی هذا الدین الا هؤلاء
الثلاثة قال لیتنی کنت رابعا وقال
محمد بن المنذر وربیعة بن ابی عبد الرحمن
وابو حازم المدنی والکلبی اول من اسلم
علی قال ابن اسحاق اول من اسلم علی و
قال ابن اسحاق اول ذکر اسلم بعد النبی
علی وزید بن حارثة ثم اسلم ابوبکر وفی
الریاض النضرة بعث النبی صلی الله علیه
وسلم یوم الاثنین واسلم علی یوم الثلاثاء
خرج البغوی فی معجمه عن نافع قال النبی
صلی الله علیه وسلم بعثت یوم الاثنین
وصلت خدیجة آخر یوم الاثنین وصلی
علی یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن
حارثة ثم ابوبکر وهو یومئذ ابن ثمان

ابن عباس کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؑ نے نماز پڑھی
جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ دوشنبہ کو
مبعوث برسالت ہوئے اور علیؑ نے آپ کے پیچھے سہ شنبہ
کو نماز پڑھی۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے
آنحضرتؐ کے ساتھ علیؑ ایمان لائے۔ عفیف الکندی
کہتے ہیں کہ میں مرد تاجر تھا۔ ایام حج میں مکہ میں آیا
اور عباس کے پاس ٹھہرا۔ ہم باتیں کر رہے تھے
کہ اتنے میں ایک مرد آیا کعبہ کی طرف منہ کر کے
کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھنے لگا۔ پھر ایک عورت آئی
وہ اس مرد کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ پھر
ایک لڑکا آیا اور وہ اسی طرح نماز پڑھنے لگا۔ میں
نے کہا اے عباس یہ کونسا دین ہے۔ انہوں نے
کہا کہ یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد بن عبداللہ ہے۔
اس کا خیال ہے کہ خداوند تعالی نے اس کو مبعوث
برسالت کیا ہے اور کسریٰ و قیصر کے خزانے
اس کے لئے کھل جائیں گے۔ یہ عورت خدیجہ
اس کی بیوی ہے جو اس پر ایمان لائی ہے اور یہ
لڑکا علیؑ بن ابی طالب ہے جو اس پر ایمان لایا
ہے اور قسم بخدا تمام روئے زمین پر ان تین کے
علاوہ اور کوئی شخص اس دین پر نہیں ہے
عفیف کہتے ہیں کہ کاش میں چوتھا ہوتا۔ محمد
بن المنذر و ربیعہ بن عبدالرحمن و ابوحازم اور
کلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے
ابو اسحاق صاحب سیرۃ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ
پر سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے پھر زید بن
حارثہ اور پھر ابوبکر۔ ریاض النضرۃ میں ہے کہ
جناب رسول خداؐ دوشنبہ کے دن تو مبعوث برسالت
ہوئے اور علیؑ منگل کے دن اسلام لائے۔
علامہ بغوی نے معجم میں نافع سے روایت کی

وثلاثین سنه کذا فی المدارك۔

ہے وہ کہتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اسی دن شام کو خدیجہ نے آپکے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے دن صبح کو یعنی منگل کے دن علیؑ نے آپ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ پھر زید بن حارثہ ایمان لائے اور ان کے بعد ابوبکرؓ مسلمان ہوئے۔ (تاریخ الخمیس الجزء الاول صـ ۳۲۳)۔

سیرۃ النبی لابن ہشام

اسلام میں سب سے پہلی وقدیم ترین موجودہ آنحضرتؐ کے سوانح حیات کی کتاب سیرۃ ابن ہشام ہے۔ یہ کتاب ابن اسحاق کی کتاب سے ملخص ہے۔ اور ابن اسحاق کی کتاب نایاب ہے۔ اس میں سے ہم مندرجہ ذیل اقتباس ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

قال ابن اسحاق، ثم کان اول ذکر من الناس من امن برسول الله صلی الله علیه وسلم وصلی معه وصدق بما جاءه من الله تعالی علی بن ابی طالب علیه السلام ابن عبد المطلب بن هاشم وهو ابن عشر سنین یومئذٍ و کان مما انعم الله علی علی بن ابی طالب رضی الله عنه انه کان فی حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل الاسلام۔

ابن اسحاق کہتا ہے، مردوں میں سب سے پہلے جناب رسولؐ خدا پر حضرت علی ایمان لائے سب سے پہلے علیؑ تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز ادا کی اور تصدیق کی اس کی جو جناب رسولؐ خدا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے۔ اس وقت علیؑ کی عمر دس سال کی تھی۔ ان نعمتوں میں سے جو جناب احدیت نے حضرت علیؑ کو عطا کی تھیں۔ ایک یہ نعمت تھی کہ آپ نے قبل اسلام جناب رسول خدا کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔

قال ابن اسحاق: وحدثنی عبد الله بن ابی نجیح عن مجاهد ابن جبیر ابی الحجاج قال، کان من نعمة الله علی علی بن ابی طالب ومما صنع الله له واراده من الخیران قریشا اصابتهم ازمة شدیدة وکان ابوطالب ذا عیال کثیر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم للعباس عمه وکان من ایسر بنی هاشم یا عباس ان اخاك ابا طالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ما تری من هذه الازمة فانطلق بنا الیه فنخفف عنه من عیاله اخذ من بنیه رجلا وتاخذ انت رجلا فنکلهما

ابن اسحاق کہتا ہے بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن ابی نجیح نے روایتاً عن مجاہد بن جبیر ابی الحجاج کہ یہ خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت جناب علیؑ مرتضیٰ پر تھی اور جو بزرگیاں اور برکتیں خداوند تعالیٰ نے اُن کے لئے مقرر کی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ایک دفعہ مکہ میں قریش کے درمیان قحط عظیم واقع ہوا۔ ابو طالب کثیر العیال تھے، لہٰذا جناب رسولِ خدا نے اپنے چچا عباس سے کہا جو تمام بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مرفع الحال تھے کہ اے چچا آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور لوگوں کے درمیان جو قحط پڑا ہے اس سے آپ واقف ہی ہیں۔ مناسب یہ ہے

عنه فقال العباس نعم فانطلقا حتى اتيا ابا طالب فقالا له انا نريد ان نخفف عنك من عيالك حتى تنكشف عن الناس ما هم فيه فقال لهما ابوطالب اذا تركتما لي عقيلا فاصنعا ما شئتما۔

کہ ہم دونوں ابوطالب کے پاس چلیں اور ان کی کثرت عیال میں کچھ کمی کریں۔ ان کے لڑکوں میں سے ایک میں لے لوں اور ایک آپ لے لیں۔ عباس نے کہا اچھا اور وہ دونوں ابوطالب کے پاس گئے اور ابوطالب سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری کثرت عیال میں کچھ کمی کریں یہاں تک کہ یہ قحط دُور ہو جائے۔ ان دونوں سے ابوطالب نے کہا کہ میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو اور جو تمہارا جی چاہے کرو۔

قال ابن هشام: ويقال عقيلا و طالب فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم عليا فضمه اليه واخذ العباس جعفرا فضمه اليه، فلم يزل علي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى بعثه الله تبارك وتعالى نبيا فاتبعه علي رضي الله عنه وآمن به وصدقه ولم يزل جعفر عند العباس حتى اسلم واستغنى عنه۔

ابن ہشام کہتا ہے کہ ابوطالب نے کہا کہ عقیل اور طالب میرے واسطے چھوڑ دو۔ پس جناب رسولؐ خدا نے علیؑ کو اور عباس نے جعفر کو لے لیا۔ علیؑ ہمیشہ رسولؐ خدا کے پاس رہے یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مبعوث برسالت کیا۔ پس علی مرتضیٰؑ فوراً آپؐ پر ایمان لائے۔ اور آپ کی پیروی اور تصدیق کی۔ جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ ایمان لائے اور ان سے مستغنی ہو گئے۔

قال ابن اسحاق: وذكر بعض اهل العلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا حضرت الصلوة خرج الى شعاب مكة وخرج معه علي بن ابي طالب مستخفيا من ابيه ابي طالب و من جميع اعمامه وسائر قومه فيصليان الصلوة فيها فاذا امسيا رجعا فمكثا كذلك ما شاء الله ان يمكثا ثم ان ابا طالب عثر عليهما يوما وهما يصليان فقال لرسول الله صلى الله عليه وسلم يا ابن اخي ما هذا الدين الذي اراك تدين به قال اي عم هذا دين الله و دين ملائكته ودين رسله ودين ابينا

ابن اسحاق کہتا ہے۔ بعض اہل علم ذکر کرتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نماز کے وقت مکہ کی گھاٹیوں کی طرف چلے جاتے تھے اور آپ کے ساتھ علیؑ بھی چپکے سے چچاؤں کے ڈر سے چھپ کر چلے جاتے تھے پس وہاں یہ دونوں تمام نمازیں ادا کر کے رات کے وقت واپس آتے تھے۔ یہ حالت اسی طرح گزرتی رہی۔ ایک دن ابوطالب ان کے پاس سے گزرے جبکہ یہ دونوں نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب نے جناب رسول خدا سے دریافت کیا کہ اے بھائی کے بیٹے یہ کونسا دین ہے جس پر میں تم کو دیکھتا ہوں آپ نے جواب دیا کہ اے چچا یہ خدا کا دین ہے۔ اور اُس کے ملائکہ اور اُس

ابراھیم اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی اللہ بہ رسولا الی العباد وانت ای عم احق من بذلت النصیحۃ ودعوت الی الھدی واحق من اجابنی الیہ واعاننی علیہ اوکما قال فقال ابوطالب ای ابن اخی انی لا استطیع ان افارق دین ابائی وما کانوا علیہ ولکن واللہ لا یخلص الیک بشیئ تکرھہ ما بقیت او ذکروا انہ قال لعلی ای بنی ماھذا الدین انت علیہ فقال یا ابت امنت باللہ و برسول اللہ وصدقتہ بما جاء بہ و صلیت معہ للہ واتبعتہ فزعموا انہ قال لہ اما انہ لم یدعک الا الی الخیر فالزمہ۔

کے رسولوں کا دین ہے۔ اور یہ ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ یا آپ نے یہ بھی کہا کہ اس دین کے ساتھ خدا نے مجھے مبعوث رسالت کیا ہے۔ تاکہ لوگوں تک یہ دین پہنچاؤں اور اے چچا سب سے زیادہ آپ مستحق ہیں کہ میں آپ کو نصیحت کروں اور اس دین کی طرف بلاؤں اور آپ سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ کہ میری طرف ہوں اور میری مدد کریں۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ اے بھائی کے بیٹے یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دوں لیکن قسم بخدا جب تک میں زندہ ہوں تمہیں کوئی مکروہ امر نہیں چھو سکے گا۔ یہ بھی روایت ہے کہ علیؑ سے ابو طالب نے کہا کہ اے بیٹے یہ کیا دین ہے جس پر تم ہو انہوں نے جواب دیا کہ اے والد بزرگوار میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں اور جو محمد لائے ہیں اسکی میں نے تصدیق کی ہے میں اُن کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور اُن کی تصدیق کرتا ہوں اور پیروی کرتا ہوں۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ تم ان کی پیروی کرتے رہو کیونکہ وہ تم کو نیکی کی طرف لے جائیں گے۔

وقال ابن اسحاق ، ثم اسلم زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امراء القیس الکلبی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اول ذکر اسلم وصلی بعد علی بن ابی طالب (بعد ذکر حالات زید) قال ابن اسحاق ثم اسلم ابوبکر بن ابی قحافہ۔

ابن اسحاق کہتا ہے کہ پھر اس کے بعد زید بن حارثہ بن شرجیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امراء القیس بن عامر بن نعمان کلبی جناب رسولؐ خدا کے غلام ایمان لائے اور حضرت علیؑ کے بعد وہ پہلے مرد تھے جنہوں نے جناب رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی (پھر زید بن حارثہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) ابن اسحاق کہتا ہے اس کے بعد ابوبکر بن ابی قحافہ ایمان لائے۔

ابو محمد عبد الملک بن ہشام۔ سیرۃ النبی الجزء الاول ص ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶۔ نیز ملاحظہ ہو تاریخ الاسلام السیاسی الجزء الاول مولفہ حسن ابراہیم حسن ص ۹۷۔

محمد بن جریر الطبری کی تاریخ الامم والملوک تاریخ کی نہایت مستند کتاب ہے۔ مولوی شبلی نعمانی اس کے بڑے مداح ہیں۔ اور اس کی صحت کے قائل ہیں۔ اس میں مختلف اسانید کے ساتھ

نہایت واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی نے جناب رسالت مآب کی تصدیق کی اور ان کے ہمراہ نماز پڑھی۔ بہت سے صحابیوں سے روایات نقل کی ہیں۔ ہم درمیان کے راویوں کے نام بخوف طوالت چھوڑ کر عبارات نقل کرتے ہیں۔

عن ابن عباس : قال اوّل من صلی علیؑ۔

عن ابن عباس : سب سے پہلے اسلام میں علیؑ نے نماز پڑھی۔

عن جابر بن عبد اللہ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثاء۔

عن جابر ابن عبد اللہ : جناب رسولؐ خدا دوشنبہ کے روز مبعوث برسالت ہوئے اور علیؑ نے سہ شنبہ کو صبح آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

عن زید بن ارقم ، قال اوّل من اسلم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب۔

عن زید بن ارقم : سب سے پہلے جناب رسولِ خدا صلعم پر ایمان لانے والے علی بن ابی طالب ہیں۔

نوٹ : زید بن ارقم سے یہ روایت چار جگہ مختلف راویوں کے ذریعہ سے منقول ہے۔

عن عباد بن عبد اللہ ، قال سمعت علیا یقول انا عبد اللہ واخو رسولہ وانا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول اللہ قبل الناس بسبع سنین۔

عباد بن عبد اللہ : میں نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے سُنا کہ میں بندۂ خدا اور جناب رسولِ خدا کا بھائی ہوں صرف میں ہی صدیق اکبر ہوں میرے سوا اگر کوئی اور اپنے تئیں یا کسی اور کو صدیق کہے تو وہ کاذب مفتری ہے۔ میں نے جناب رسولِ خدا کے پیچھے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔

عن عفیف ، قال جئت فی الجاهلیة الی مکہ فنزلت علی العباس بن عبد المطلب قال فلما طلعت الشمس وحلقت فی السماء وانا انظر الی الکعبة اقبل شاب فرمی ببصرہ الی السماء ثم استقبل الکعبة فقام مستقبلها فلم یلبث حتی جاء غلام فقام عن یمینه قال فلم یلبث حتی جاءت امرأة فقامت خلفهما فرکع الشاب فرکع الغلام والامرأة فرفع الشاب فرفع الغلام والامرأة فخر الشاب ساجدا فسجدا

عن عفیف : ایامِ جاہلیت میں میں مکہ آیا اور عباس ابن عبد المطلب کے یہاں ٹھہرا۔ جب سورج طلوع ہوا اور وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ تو میں کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک جوان آیا۔ اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کعبہ کے سامنے ہو کر اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک لڑکا آیا اور وہ اس جوان کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ اُن دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اس جوان نے رکوع کیا تو ان دونوں نے بھی رکوع کیا۔

معہ فقلت یا عباس امر عظیم فقال امر عظیم اتدری من هذا قلت لا قال هذا محمد ابن عبد الله بن عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذا معه قلت لا قال هذا علی بن ابی طالب ابن عبد المطلب ابن اخی اتدری من هذه الامرأة التی خلفهما قلت لا - قال هذه خدیجة بنت خویلد زوجة ابن اخی وهذا حدثنی ان رب السماء امرهم بهذا الذی تراها علیه وایم الله ما اعلم علی ظهر الارض کلها احدا علی هذا الدین غیر هؤلاء الثلاثه ۔

وہ جوان سیدھا ہو گیا تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے پھر اس جوان نے سجدہ کیا تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا کہ اے عباس یہ تو امر عظیم ہے انہوں نے جواب دیا کہ واقعی یہ تو امر عظیم ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ جوان کون ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا یہ جوان محمدؐ بن عبد المطلب میرا بھتیجا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس کے ساتھ یہ لڑکا کون ہے اسنے کہا کہ نہیں جواب دیا کہ علی بن ابی طالب میرا بھتیجا ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ جواب دیا کہ خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی عورت ہے۔ اور اس جوان نے مجھ سے کہا ہے کہ آسمانوں کے خدا نے انہیں اس دین کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور قسم بخدا تمام روئے زمین پر کوئی اور شخص ان تینوں کے علاوہ اس دین پر نہیں ہے۔

اس عفیف والی روایت کو طبری نے دو مختلف سلسلۂ اسانید کے ساتھ عفیف کے پوتے اسماعیل سے بھی نقل کیا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں یحییٰ بن الاشعث نے اس روایت کو اسماعیل بن ایاس بن عفیف سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ یحییٰ کا باپ اشعث قیس عفیف الکندی کا بھائی ماں کی طرف سے تھا۔ اور باپ کی طرف سے ابن عم تھا۔ اس کے بعد طبری لکھتے ہیں :-

عن محمد بن المنکدر وربیعہ بن ابی عبد الرحمن وابی حازم المدنی الکلبی قالوا علی اول من اسلم قال الکلبی اسلم وهو ابن تسع سنین عن ابن اسحاق قال کان اول ذکر امن برسول الله صلی الله علیہ وسلم وصلی معه وصدقه بما جاء من عند الله علی ابن ابی طالب وهو یومئذ ابن عشر سنین وکان مما انعم الله به علی علی بن ابی طالب علیه السلام انه کان فی حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم

محمد بن المنکدر وربیعہ بن ابی عبد الرحمن وابی حازم المدنی کلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے۔ کلبی اتنا ایزاد کرتے ہیں کہ اس وقت علیؑ کی عمر دس سال کی تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پہلا شخص جو جناب رسولؐ خدا پر ایمان لایا ان کے ساتھ نماز پڑھی اور ان کی تصدیق کی علیؑ بن ابی طالب تھے اور ان نعمتوں میں سے جو خداوند تعالیٰ نے علیؑ بن ابی طالب پر ارزانی کیں۔ ایک یہ نعمت تھی کہ قبل اسلام انہوں نے جناب رسولؐ خدا کی آغوش

قبل الاسلام۔　　میں تربیت پائی۔

اس کے بعد علامہ طبری نے وہ ساری روایات نقل کی ہیں جو سیرۃ ابن ہشام میں درج ہیں۔ اور ہم اوپر نقل کر آئے ہیں آگے چل کر علامہ طبری لکھتے ہیں۔

عن مجاهد : قال اسلم علی وهو ابن عشر سنین، قال ابن سعد قال الواقدی و اجتمع اصحابنا علی ان علیا اول من اسلم بعد ما تنبی رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

عن مجاہد۔ علی دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ واقدی نے کہا کہ ہم سب کا اتفاق اس امر پر ہے کہ جناب رسولؐ خدا کے مبعوث ہونے کے بعد سب سے پہلے علیؑ بن ابی طالب ایمان لائے۔

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری : تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص۲۱۱ لغایت ۲۱۴۔

علامہ ابوالحسن علی بن لکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری نے اپنی تاریخ لکامل میں اس مضمون پر اچھی بحث کی ہے۔ ہم ان کی عبارت نقل کرتے ہیں :-

تاریخ کامل ابن الاثیر

ذکر الاختلاف فی اول من اسلم

اختلف العلماء فی الاول من اسلم مع الاتفاق علی ان خدیجه اول خلق الله اسلاما۔ فقال قوم اول ذکر اسلم علی۔ روی عن علی علیه السلام انه قال انا عبدالله واخو رسوله وعن الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کاذب مفتر صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل الناس بسبع سنین وقال ابن عباس اول من صلی علی وقال جابر بن عبدالله بعث النبی صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا وقال زید بن ارقم اول من اسلم مع النبی صلی الله علیه وسلم علی وقال عفیف الکندی کنت امرأً تاجرًا فقدمت مکه ایام الحج فاتیت العباس فبینما نحن عنده اذ خرج رجل فقام

بیان اختلاف کا کہ سب سے پہلے کون ایمان لایا۔ علماء نے اس امر پر اختلاف کیا ہے کہ سب سے پہلے کون ایمان لایا حالانکہ وہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ تمام خلق خدا میں سب سے پہلے ایمان لانے والی خدیجہ تھیں ایک جماعت کثیر کا قول ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے چنانچہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں خدا کا بندہ ہوں اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ میں ہی صدیق اکبر ہوں۔ جو میرے سوا یہ کہے وہ کاذب و مفتری ہے میں نے جناب رسول خدا کے ساتھ تمام لوگوں سے پہلے سات برس پہلے نماز پڑھنی شروع کی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؑ نے نماز پڑھی جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے اور علی مرتضیٰ نے سہ شنبہ کی صبح کو ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ زید بن ارقم

تجاء الكعبة يصلى ثم خرجت امرأة
تصلى معه ثم خرج غلام فقام يصلى معه
فقلت يا عباس ما هذا الدين فقال هذا
محمد بن عبد الله ابن اخى زعم ان الله
ارسله وان كنوز كسرى وقيصر ستفتح
عليه وهذه امرأته خديجة امنت به
وهذا الغلام على بن ابى طالب امن به
وايم الله ما اعلم على ظهر الارض احدا
على هذا الدين الا هؤلاء الثلاثة قال
عفيف الكندى ليتنى كنت رابعًا وقال
محمد بن المنذر وربيعة بن ابى عبد الرحمن
وابو حازم المدنى والكلبى اول من اسلم على
قال الكلبى كان عمره تسع سنين وقيل
احدى عشرة سنة ۔ وقال ابن اسحاق
اول من اسلم على وعمره احدى عشرة
سنة وكان من نعمة الله عليه ان
قريشًا اصابتهم ازمة شديدة وكان
ابوطالب ذا عيال كثير فقال يومًا رسول
الله صلى الله عليه وسلم بعمه العباس
يا عم ان ابا طالب كثير العيال فانطلق
بنا نخفف عيال ابى طالب فانطلقا اليه و
اعلماه ما اراد فقال ابوطالب اتركا لى
عقيلا واصنعا ما شئتما ، فاخذ رسول
الله صلى الله عليه وسلم عليًا واخذ
العباس جعفرا فلم يزل على عند
النبى صلى الله عليه وسلم حتى ارسله
الله فاتبعه وكان النبى صلى الله عليه
وسلم اذا اراد الصلوٰة انطلق هو وعلى
الى بعض الشعائب بمكة فيصليان

کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے رسول اللہ پر ایمان لائے۔ عفیف الکندی کہتے ہیں کہ میں مرد تاجر تھا۔ (یہاں وہی قصہ عفیف کندی کا لکھا ہے۔ جو طبری کی عبارت میں ہم نقل کر چکے ہیں)۔

محمد بن المنذر و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن و ابو حازم المدنی والکلبی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے علیؑ۔

جب جناب رسولِ خدا نماز کا ارادہ فرماتے تھے تو حضرت علیؑ کو ساتھ لے کر مکہ کی وادیوں کی طرف لے جاتے تھے (اب وہ واقعات لکھے ہیں کہ

ويعودان فعثر عليهما ابوطالب فقال يا ابن اخي ما هذا الدين قال دين الله وملئكته ورسوله ودين ابينا ابراهيم بعثني الله تعالى به الى العباد وانت احق من دعوته الى الهدى واحق من اجابني قال لا استطيع ان افارق ديني ودين آبائي ولكن الله لا يخلص قريش اليك بشئ تكرهه ما حييتُ فلم يزل جعفر عند العباس حتى اسلم واستغنى عنه قال وقال ابوطالب لعلي ما هذا الدين الذي انت عليه قال يا ابت امنت بالله وبرسوله وصليت معه فقال اما انه لا يدعونا الا الى الخير فالزمه

وہاں دونوں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ابوطالب کا گذر ہونا۔ اُن کا اور آنحضرتؐ وعلیؑ کا مکالمہ۔ یہ عبارت سب ہم سیرۃ ابن ہشام سے نقل کرکے ترجمہ کر چکے ہیں)۔

وقيل اول من اسلم ابوبكر رضي الله عنه قال الشعبي سالت ابن عباس عن اول من اسلم فقال اما سمعت قول حسان ابن ثابت ؎

اذا تذكرت شجوا من اخي ثقة
فاذكر اخاك ابابكر بما فعلا
خير البريه اتقاها واعدلها
بعد النبي واوفاها بما حملا
والثاني التالي المحمود مشهده
واول الناس قد ما صدق الرسلا

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ابوبکرؓ ایمان لائے۔ شعبی کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ سب سے پہلے کون ایمان لایا تو انہوں نے کہا کہ تو نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہیں سنے۔ (سارے مصرعے جن میں حضرت ابوبکر کو خیر البریہ و تقی و اعدل کہا ہے غیر متعلق ہیں سوائے آخری مصرعہ کے جس کے معنی یہ ہیں) زمانہ کے لحاظ سے لوگوں سے پہلے رسولؐ خدا کی تصدیق کی۔

وقال عمرو بن عبسه اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعكاظ فقلت يا رسول الله من تبعك على هذا الامر قال تبعني عليه حر وعبد ابوبكر وبلال فاسلمت عند ذالك فلقد رايتني ربع اسلام لم يسلم قبلي الا النبي وابوبكر وبلال وكان

عمرو بن عبسہ کہتا ہے کہ میں جناب رسولؐ خدا کے پاس عکاظ میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ آپ کی پیروی اس امر میں کس نے کی ہے تو آپ نے جواب دیا کہ میری پیروی آزاد و غلام نے کی ہے۔ یعنی ابوبکر و بلال نے۔ یہ سن کر میں ایمان لے آیا۔ پس میں اسلام کا چوتھا شخص

ابو ذر یقول لقد رایتنی ربع الاسلام لم یسلم قبلی الا النبی وابوبکر وبلال وقال ابراھیم النخعی ابوبکر اول من اسلم و قیل اول من اسلم زید بن حارثہ قال الزھیری وسلیمان بن یسار وعمران بن ابی انس وعروہ بن الزبیر اول من اسلم زید بن حارثہ وکان ھو وعلی یلزمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الی الکعبہ اول النھار ویصلی صلوٰۃ الضحٰی وکانت قریش لا تنکرھا وکان اذا صلی غیرھا قعد علی وزید بن حارثہ یرصد انہ وقال ابن اسحاق اول ذکر اسلم بعد النبی علی و زید بن حارثہ ثم اسلم ابوبکر واظھر اسلامہ۔

ہوں اور ابو ذر کہتے ہیں کہ میں ہوں اسلام کا چوتھا شخص مجھ سے قبل سوائے رسولؐ خدا و ابوبکر و بلال کے اور کوئی شخص ایمان نہیں لایا تھا۔ ابراہیم نخعی کہتا ہے کہ سب سے پہلے ابوبکر ایمان لائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے زید بن حارثہ ایمان لائے۔ سلیمان بن یسار و عمران بن ابی انس۔ اور عروہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ سب سے پہلے زید بن حارثہ ایمان لائے اور جب آنحضرتؐ کعبہ کی طرف دن کو تشریف لے جاتے تھے اور وہاں دن کی نماز ادا فرماتے تھے تو ان کے ہمراہ علی اور زید بن حارثہ ہوا کرتے تھے اس نماز سے آنحضرتؐ کو قریش نہیں روکتے تھے لیکن جب اس نماز کے علاوہ اور نمازیں پڑھتے تھے تو علیؑ و زید آپ کی نگہبانی کرتے تھے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے اور پھر زید اور پھر ان کے بعد ابوبکرؓ ایمان لائے۔

ابن الاثیر الجزری، تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی صفحہ ۲۔

تاریخ الکامل کی عبارت کی تشریح

علامہ ابن الاثیر نے اول تو اپنی اور علماء کی اکثریت کی اسناد اور رائے لکھ دیں کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لائے اور پھر اختلاف کی صورت کو بھی بیان کر دیا۔ ان دونوں صورتوں کو دیکھ کر امر واقعہ فوراً آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ہم امور ذیل کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) ابن الاثیر نے تفصیل و تصدیق و توثیق کے ساتھ سب سے پہلے علماء کی اکثریت کی تحقیقات کے نتیجہ کو لکھ دیا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔

(۲) اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے منجملہ دیگر وجوہات کے ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت علیؑ نے آغوش رسالت میں پرورش پائی۔ اس بچپن کی پرورش کو اسی وجہ سے خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت بیان کیا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ نے حضرت علیؑ پر ارزانی کی تھیں۔

(۳) جو روائتیں حضرت علیؑ کے سب سے پہلے ایمان لانے کے متعلق ہیں وہ کثیر ہیں مدلل ہیں اوران میں واقعات کو اتنی تفصیل اور جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہوا ہے کہ ان کا صحیح اور مطابق واقعہ کے ہونا صاف عیاں ہوتا ہے۔

(۴) برعکس اس کے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق جو معدودے چند روایات ہیں۔ وہ "قیل" کی منزل سے آگے نہیں بڑھتیں۔ ان میں اضطراب ہے۔ بےجا اختصار ہے۔ کوئی دلیل نہیں۔ کسی واقعہ کی تفصیل نہیں۔ ان میں اس سوال کا جواب نہیں ہے کہ باوجودیکہ حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے پاس زیر تعلیم تھے۔ ان سے اپنی رسالت کا ذکر کیوں نہ کیا اور باہر نکل کر حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کرنے لگے۔

(۵) علاوہ اس کے یہ روایات مبہم ہیں۔ مفصّل اور صاف نہیں۔ ذومعنی ہیں۔ حضرت علیؑ کا ان میں ذکر نہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راوی حضرت علیؑ کے مقابلے میں یہ ذکر نہیں کر رہا بلکہ اس کا روئے سخن اوروں کی طرف ہے۔

(۶) جتنا ہم حضرت ابوبکرؓ والی روایتوں پر غور کرتے ہیں۔ اتنا ہی ان کا موضوع و خلاف واقعہ ہونا ظاہر و عیاں ہوتا ہے۔ یہ صرف چار روایتیں ہیں۔

(ا) شعبی کی روایت ابن عباس سے اور ان کا حسان کے شعروں کی طرف اشارہ کرنا۔
(ب) عمرو بن عبسہ کا بازار عکاظ میں آنحضرتؐ سے استفسار۔
(ج) ابوذر کی روایت اور۔
(د) ابراہیم نخعی کی روایت۔ ان چار میں سے تین تو ایسے ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی افضلیت اور اولیت فی الاسلام کے قائل تھے۔ اور ہمیشہ حضرت علیؑ ہی کو اولیٰ و احق بخلافت بلافصل سمجھتے رہے۔ اس ہی وجہ سے ان کا حکام سقیفہ بنی ساعدہ سے ہمیشہ تنازعہ ہی رہا۔ وہ تین عبداللہ ابن عباس، ابوذر اور ابراہیم نخعی ہیں۔ عبداللہ ابن عباس کا جو مکالمہ حضرت عمرؓ سے مدینہ کی گلیوں میں حضرت علیؑ کے اولیٰ بخلافت ہونے کے متعلق ہوا تھا وہ عبداللہ ابن عباس کی رائے اور خیالات کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ حضرت ابوذر ہمیشہ خلفائے سقیفہ کی حکومت میں زیر عتاب رہے۔ اور آخرکار حضرت عثمانؓ سے جن کو دل و زبان کی ہم آہنگی کی داد دی جاسکتی ہے اور جنہوں نے اپنے دل کے اصلی حالات کو بہت کم ظاہر داری کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کی برداشت نہ ہوسکا اور حضرت ابوذر کو نہایت بُرے حالات میں مدینہ سے جلاوطن کر دیا۔ ابراہیم نخعی جناب امیر کے وفادار سپہ سالار مالک بن اشتر کے فرزند تھے اور انہوں نے خون امام حسین علیہ السلام کا عوض ان کے قاتلوں سے بہت اچھی طرح لیا۔ یہ بزرگوار اگر ان خیالات کے ہوتے جو ان روایات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تو پھر ان کا کوئی تنازعہ ہی حکام سقیفہ سے نہ رہتا۔ علاوہ اس کے یہ

روایات قطعاً و صریحاً مخالف و متضاد ہیں۔ اُن بے شمار صحیح و مصدقہ روایات سے جو انہی بزرگوار کی زبانی حضرت علیؑ کے سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ سے بھی پہلے ایمان لانے کے متعلق ثابت ہیں۔ اُن کثیر روایات کا اس ایک روایت سے تضاد ہے۔ لہٰذا یہ اکیلی روایت غلط اور موضوع ہے۔ ان چار راویوں میں سے صرف ایک راوی عمرو بن عبسہ رہ گئے جو کہ بالکل غیر معروف شخص ہیں۔

(۷) ان روایات کی اسناد کا پتہ ہی نہیں۔ جس روایت کے سارے راوی ہی نہ معلوم ہوں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے حضرت علیؑ کے متعلق جو روایات ہیں ان کے سب اسناد معلوم ہیں۔

(۸) اب دیکھتے ہیں کہ ان راویوں نے کیا کہا ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے اپنی رائے کچھ نہ بتائی۔ بلکہ حسان بن ثابت کی طرف اشارہ کر دیا۔ حسان بن ثابت کے یہ اشعار آنحضرتؐ کے زمانۂ حیات کے نہیں ہیں۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانۂ خلافت کے ہیں کہ جب حسان بن ثابت درباری شاعر بن چکے تھے اور اس پر دپاغنڈا ہی کے لیے ان کو حکومت کا ایک جزو بنایا گیا تھا۔ ان کے ہی بھائی زید ابن ثابت تھے جن کو حضرت علیؑ کے ہوتے ہوئے جمع قرآن کے لیے حکومت نے منتخب کیا تھا۔ وہ پکے عثمانی تھے اور حضرت علیؑ سے منحرف تھے۔ دیکھو تاریخ مسعودی الجزء الثانی ص ۲۲۴۔ پھر انہوں نے کہا بھی کیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا کہ حضرت علیؑ سے پہلے ایمان لائے۔ صرف اس قدر کہہ دیا کہ ان لوگوں میں پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ عمرو بن عبسہ نے جو آنحضرتؐ کا قول نقل کیا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ آزاد و غلام یعنی ہر ایک فریق کے لوگوں نے میری پیروی کی ہے۔ اس میں پہلے پیچھے کا کچھ ذکر نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن عبسہ حضرت ابوبکرؓ کے مداحوں میں سے تھے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کا نام لے دیا۔ اور پھر ان کے ہی غلام بلال کا نام لے لیا۔ بلال کو تو کوئی شخص یا راوی حضرت علیؑ یا زید ابن حارثہ سے پہلے ایمان لانے والا نہیں بتاتا یہ خلاف قیاس ہے کہ آنحضرتؐ اپنے غلام زید بن حارثہ کا نام نہ لیتے اور بلال کا نام لیتے۔ غالباً یہ کہا جائے گا کہ اپنے غلام کا نام اس وجہ سے نہ لیا کہ وہ آپ کے زیر اثر تھا۔ اس کے ایمان لانے سے کوئی خاص اشاعت اسلام نہ ثابت ہوتی۔ اگر یہ ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس ہی وجہ سے حضرت علیؑ کا نام آپ نے نہ لیا۔ ایک اور امر بھی قابل غور ہے۔ عمرو بن عبسہ اپنے تئیں اسلام میں چوتھا آدمی سمجھتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی وقت ایمان لے آیا۔ حضرت علیؑ کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس کے خیال کے بموجب بازار عکاظ میں اشاعت اسلام کرنے کا وقت آگیا۔ آنحضرتؐ وہاں اشاعت اسلام کی خاطر گئے۔ اسی غرض سے عمرو بن عبسہ آپ سے وہاں ملا۔ لیکن اس وقت تک حضرت علیؑ ایمان نہیں لاتے تھے۔ جب ہی تو یہ کہتا ہے کہ میں اسلام میں چوتھا آدمی تھا۔ یہ بات صریحاً واقعہ کے خلاف ہے۔ اسی طرح ابوذر کا یہ کہنا کہ میں

(۴) عن ابی حازم قال سمعت سہل بن سعد یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا فرطکم علی الحوض من وردہ شرب منہ ومن شرب منہ لم یظمأ بعدہ ابدا لیرد علی اقوام عرفہم ولم یعرفونی یحال بینی وبینہم۔

(۴) ابو حازم کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے جناب رسُولِ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں حوضِ کوثر پر تم سب سے پہلے جاؤں گا جو حوضِ کوثر پر آئے گا وہ اس سے پانی پیئے گا اور جو اُس سے پانی پیئے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا البتہ چند لوگ میرے پاس آئیں گے میں ان کو پہچانوں گا وہ مجھے پہچانیں گے لیکن وہ میرے پاس آنے سے روک دیئے جائیں گے اور ہٹا دیئے جائیں گے۔

یہ چاروں احادیث ہم نے صحیح بخاری کی کتاب الفتن سے لی ہیں اور بھی احادیث اور مثل ان کے صحیح مسلم کتاب الفتن میں بھی درج ہیں۔ اور علاوہ دیگر کتب احادیث کے مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی درج ہیں۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۱۶۸ و ۱۸۵ و ۴۴۸۔ الجزء الثانی ص ۲۱۲ و ۲۸۲۔ الجزء الثالث ص ۴۷۷۔ الجزء الرابع ص ۱۰۶ و ۱۱۰ و ۴۰۸ و ۴۱۶۔ الجزء الخامس ص ۳۹ و ۴۰ و ۱۱۰ و ۱۴۹ مسند الطیالسی حدیث ۱۲۴۹ و ۲۳۴۴۔ سنن ابی داود ک ۴۴ ب ۲۔ سنن الترمذی ک ۳۱ ب ۱۹۔ سنن ابن ماجہ ک ۳۶ ب ۱۰۔

جناب رسولِ خدا کے بعد ہی ایسے فتنے اُٹھے جو سمندر کی طرح موجیں مارتے تھے۔
الفتنۃ التی تموج کما یموج البحر۔
صحیح بخاری کتاب الفتن کتاب ۹ باب ۴۔ کتاب ۲۴ باب ۲۳ کتاب ۹۲ باب ۱۷، صحیح مسلم ک احدیث ۲۲۱۔ مسند احمد حنبل الجزء الخامس ص ۳۰۶ و ۴۰۱ و ۴۰۵۔

جناب رسولِ خدا نے ان فتنوں کو کالی رات سے تشبیہہ دی ہے جب ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا اور نور کی روشنی نظر نہیں آتی۔ الفتنۃ تشبہہ لیلۃ مظلمۃ" ملاحظہ ہو مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۱۸۹۔ الجزء الثانی ص ۳۰۳۔
الجزء الثالث ص ۴۸۸ و ۴۸۹۔ الجزء الرابع ص ۲۷۷۔
الجزء الخامس ص ۳۴۸ و ۳۹۱ و ۴۰۶۔ الجزء السادس ص ۸۱
مسند ابی داود طیالسی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الجزء الثانی ص ۵۹ حدیث ۴۴۲
الجزء السادس ص ۱۸۲ حدیث ۱۲۹۰

جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ ایسے تاریکی کے دنوں میں اصلی سچے ہادی کی معرفت ایک سپر ہے جو ان فتنوں سے بچائے گی۔ المعرفۃ جنۃ من الفتن سنن الدارمی المقدمہ باب ۳۱۔
ملا علی متقی نے کنز العمال میں ان فتنوں سے پُر زمانہ کی تصویر نہایت تفصیل سے کھینچی

اسلام میں چوتھا ہوں اور مجھ سے پہلے سوائے آنحضرتؐ و ابوبکرؓ و بلال کے اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ صریحاً غلط ہے۔ حضرت ابوذر نے کبھی یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ وہ علیؑ سے پہلے ایمان لاتے تھے۔ کسی مسخرہ نے اچھا ان کے منہ میں یہ فقرہ ڈال کر سبقت اسلامی کا مذاق اڑایا۔

(۹) ابراہیم نخعی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کو یہ علم کب اور کس سے حاصل ہوا۔

(۱۰) جناب رسولؐ خدا نے صاف اور صریح طور سے بارہا فرمایا کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لائے۔ ہم ان روایات کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ ان روایتوں کی تردید ایک ابراہیم نخعی والی مبہم روایت سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ خود اس کی تردید ہوتی ہے۔

(۱۱) حضرت علیؑ نے بارہا دعوےٰ کیا کہ میں نے سب سے سات سال پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوائے کوئی اور جو دعوےٰ کرے وہ کاذب ومفتری ہے۔ بلکہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام لے کر بھی کہا ہے کہ میں ان سے پہلے ایمان لایا ہوں۔

(۱۲) حضرت ابوبکرؓ نے کبھی یہ دعوےٰ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اپنی بیعت کے بعد پہلا خطبہ جو انہوں نے ممبر رسول پر دیا۔ اس میں فرمایا کہ لست بخیرکم و علیؑ فیکم۔

(۱۳) ابن اسحاق سب سے پہلا اور مستند مؤرخ ہے۔ اس کے مقابلے میں ابن الاثیر کی کچھ وقعت نہیں۔ وہ صاف کہتا ہے کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اُن کے بعد زید اور پھر کئی آدمیوں کے بعد ابوبکرؓ ایمان لائے۔

(۱۴) ابن الاثیر نے خود ابوبکرؓ والی روایتوں کو وقعت نہیں دی بلکہ اُن سے پہلے مفصل لکھدیا کہ حضرت علیؑ پہلے ایمان لائے اور تمام موقر علماء و محققین کا یہی قول ہے۔ پھر "قیل" کے لفظ کے بعد حضرت ابوبکرؓ والی چند روایتیں لکھ دیں۔ آخر کار اس خیال سے کہ لوگ مغالطہ میں نہ پڑ جائیں ان کو لکھنے کے بعد لکھ دیا۔ لیکن ابن اسحاق یہ کہتا ہے کہ سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے۔

(۱۵) آخر میں ہم یہ دوہرائے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت علی علیہ السلام کے سابق الاسلام ہونے کی روایات کی کثرت ہے۔ وہ روایات واضح تر ومفصل تر ہیں اور واقعات مع جزئیات اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ ان کے سچ ہونے میں شبہ نہیں رہتا مثلاً عفیف الکندی کا چشم دید واقعہ اس کی ہر ایک تفصیل سے اس کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ پھر جابر ابن عبداللہ کا دن تک بتا دینا کہ کس دن آنحضرتؐ مبعوث برسالت ہوئے اور کس دن حضرت علیؑ ایمان لائے۔ دوسرے دن صبح ہی ایمان لائے کیونکہ دوشنبہ کی شام کو ہی یہ واقعہ آنحضرتؐ نے گھر میں آن کر حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔ اس کے درمیان میں کسی اور کے ایمان لانے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ کس تشریح کے ساتھ راوی بیان کرتے ہیں کہ صرف حضرت علیؑ و جناب رسولؐ خدا نماز کے

لئے مکہ کی وادیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حافظ ابو عمر۔ یوسف بن عبداللہ المعروف با بن عبدالبر اپنی کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں بترجمہ علی ۲۰۱۵ تحریر کرتے ہیں :-

روی عن سلمان وابی ذر والمقداد و حباب وجابر وابی سعید الخدری و زید بن الارقم ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اول من اسلم وفضلہ ھؤلاء علی غیرہ وقال ابن اسحاق اول من امن باللہ وبرسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من الرجال علی بن ابی طالب وھو قول ابن شہاب الا انہ قال من الرجال بعد خدیجہ وھو قول الجمیع فی خدیجہ حدثنا احمد بن محمد قال حدثنا احمد بن الفضل قال حدثنا محمد بن جریر قال حدثنا احمد بن عبداللہ الدقاق قال حدثنا مفضل بن صالح عن سماک بن حرب عن عکرمہ عن ابن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لاحد غیرہ ھو اول عربی وعجمی صلی مع رسول اللہ وھو الذی کان لواءہ معہ فی کل زحف وھو الذی صبر معہ یوم فر عنہ غیرہ وھو الذی غسلہ وادخلہ قبرہ وروی عن سلمان انہ قال اول ھذہ الامۃ وروداً علی نبیھا علیہ الصلوٰۃ والسلام الحوض اولھا اسلاماً علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقد روی ھذا الحدیث مرفوعاً عن سلمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اول ھذہ الامۃ وروداً علی الحوض اولھا اسلاماً علی بن

حضرت سلمان فارسی وابوذر ومقداد وحباب وجابر وابوسعید الخدری وزید بن ارقم صحابہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ بن ابی طالب نے اسلام قبول کیا اور ان صحابیوں نے حضرت علیؑ کو تمام لوگوں پر فضیلت دی تھی ابن اسحاق کہتا ہے کہ سب سے پہلا وہ شخص جو خدا اور رسولؐ خدا حضرت محمد مصطفےٰؐ پر ایمان لایا۔ وہ علیؑ بن ابی طالب تھے اور یہی قول ابن شہاب کا ہے اس نے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سب سے پہلے مردوں میں لیکن خدیجہ کے بعد حضرت علیؑ ایمان لائے اور حضرت خدیجہ کے متعلق بھی قول سب علماء کا ہے۔ بن عباس کہتے ہیں کہ علی میں چار بزرگیاں ایسی تھیں۔ جو ان کے سوا کسی اور میں نہ تھیں عربی وعجمی سب سے پہلے علی تھے جنہوں نے رسول خدا کے ساتھ اسلام کی پہلی نماز ادا کی۔ دوسری بزرگی یہ ہے کہ جناب رسول خدا کے تمام معرکوں میں علم اسلام جناب علی مرتضےٰ ہی کے ہاتھ میں رہا۔ تیسری فضیلت یہ ہے کہ آپ ہمیشہ لڑائی میں ثابت قدم رہے جب کہ آپ کے سوا اور سب بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ چوتھا طرۂ امتیاز آپ کا یہ تھا کہ آپ نے جناب رسولؐ خدا کو آخری وقت کا غسل دیا۔ اور قبر میں اُتارا۔ اور سلمان فارسی سے منقول ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے میرے پاس حوض

کتاب الاستیعاب لابن عبدالبر

ابی طالب ورفعہ اولی لان مثلہ لا یدرك بالرائ حدثنا احمد بن قاسم حدثنا قاسم بن ابصغ حدثنا الحارث بن ابی اسامۃ حدثنا یحیی بن ھشام حدثنا سفیان الثوری عن سلمہ بن کھیل عن ابی صادق عن خنیس بن المعتمر عن علیم الکندی عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لکم ورودًا علی الحوض اولکم اسلامًا علی بن ابی طالب وروی ابو داؤد الطیالسی قال اخبرنا ابو عوانہ عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی بن ابی طالب انت ولی کل مومن من بعدی وبہ عن ابن عباس قال اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد خدیجہ علی بن ابی طالبؑ حدثنا عبدالوارث بن سفیان قال ثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زھیر بن حرب قال حدثنا الحسن بن حماد حدثنا ابو عوانہ عن ابی بلج عن عمرو بن میمون عن ابن عباس قال کان علی بن ابی طالب اول من امن من الناس بعد خدیجہ قال ابو عمر رضی اللہ عنہ ھذا اسناد لا مطعن فیہ لاحد لصحتہ وثقۃ نقلتہ . . . .

وقال ابن شہاب وعبد اللہ ابن محمد بن عقیل و قتادہ وابو اسحاق اول من اسلم من الرجال علی واتفقوا علی ان خدیجہ اول من امن باللہ ورسولہ وصدقہ فیما جاء بہ ثم علی بعدھا وروی فی ذلك

کوثر پر وارد ہونے والا وہ شخص ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا اور وہ علیؑ ابن ابی طالب ہے (اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو)

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم میں سے سب سے پہلے حوض کوثر پر میرے پاس وہ شخص آئے گا جو تم میں سے سب سے پہلے ایمان لایا۔ اور وہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ ابو داؤد طیالسی نے اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سے کہا کہ تم میرے بعد تمام مومنین کے والی وحاکم ہو۔ نیز ابو داؤد طیالسی ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے جس نے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھی وہ علیؑ ابن ابی طالب تھے۔ نیز ہم سے عبدالوارث بن سفیان نے اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے۔ اس کا کوئی راوی مطعون نہیں ہے

. . . .

ابن شہاب اور عبد اللہ بن محمد بن عقیل وقتادہ وابو اسحاق سب متفق ہیں۔ اس پر کہ سب سے پہلے مردوں میں حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا، اور سب کا اتفاق ہے اس امر پر کہ حضرت خدیجہ سب سے پہلے خدا اور اس کے

عن ابی رافع مثل ذلك. حدثنا عبد
الوارث حدثنا قاسم حدثنا احمد بن
زهير قال حدثنا عبد السلام بن صالح
قال حدثنا عبد العزيز بن محمد
الدراوردی قال حدثنا عمرو مولی
عضره قال سئل محمد بن الكعب القرظی
عن اول من اسلم علی او ابوبكر رضی الله
عنهما قال سبحان الله علی اولهما
اسلاما وانما شبه علی الناس لان
عليا اخفی اسلامه من ابی طالب
واسلم ابوبكر فاظهر اسلامه ولا
شك ان عليا عندنا اولهما اسلاما
...... واخبرنا خلف بن قاسم بن سهل
قال حدثنا ابو الحسن علی بن محمد بن اسمعيل
الطوسی قال حدثنا ابو العباس محمد بن
اسحاق بن ابراهيم السراج قال حدثنا
محمد بن مسعود قال حدثنا عبد الرزاق
حدثنا معمر عن قتادة عن الحسن قال
اسلم علی وهو اول من اسلم وهو ابن
خمس او ست عشر سنة قال ابن
وضاح ما رايت احدا قط اعلم بالحديث
من محمد بن مسعود وقال ابن اسحق
اول من امن بالله ورسوله علی بن ابی
طالب ...... وذكر عبد الرزاق
عن معمر فی جامع عن قتادة عن
الحسن وغيره قالوا اول من
اسلم بعد خديجة علی بن ابی
طالب رضی الله عنه وهو ابن خمس عشر
سنة او ست عشر سنة وحدثنا معمر عن

رسولؐ پر ایمان لائیں اور فوراً ان کے بعد ہی
حضرت علیؑ ایمان لائے۔ اور ابو رافع سے بھی
یہ ہی قول مروی ہے۔
(اسماء راویان عربی عبارت میں دیکھئے)
عمرو کہتے ہیں کہ محمد بن کعب القرظی سے پوچھا گیا
کہ سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا۔ علیؑ نے
یا ابو بکر نے؟ محمد ابن کعب نے کہا! سبحان اللہ
بلاشک ان دونوں میں سے علیؑ نے پہلے اسلام
قبول کیا، لوگوں کو اس وجہ سے شبہ ہوا کہ علیؑ نے
اپنے اسلام کو اپنے چچاؤں کے ڈر سے ظاہر
نہیں کیا اور ابو بکر نے فوراً ظاہر کر دیا تھا۔ اور
امر واقعہ بے شک و شبہ یہ ہے کہ علیؑ پہلے
ایمان لائے ابو بکر سے۔ . . . .
(اسمائے راویان عربی عبارت میں ملاحظہ فرمایئے)۔
حسن سے مروی ہے کہ علیؑ نے سب سے پہلے
اسلام قبول کیا۔ اور اس وقت ان کی عمر
پندرہ سال کی تھی۔ ان راویوں میں سے ایک
محمد بن مسعود ہیں۔
ابن وضاح کہتے ہیں کہ میں نے علم حدیث میں
محمد بن مسعود سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پایا۔
ابن اسحاق اپنی سیرۃ النبی میں کہتے ہیں کہ سب
سے پہلے خدا اور رسولؐ پر حضرت علیؑ ایمان لائے
. . . . . . عبد الرزاق نے معمر سے اپنی جامعہ میں
قتادہ کی روایت جو انہوں نے حسن سے کی ہے
بیان کی ہے اور دیگر راویان بھی یہی کہتے ہیں
کہ خدیجہ کے بعد سب سے پہلے ایمان لانے
والے علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اور اس وقت
ان کی عمر پندرہ یا سولہ سال کی تھی اور ابن عباس
سے مروی ہے کہ سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے

عثمان الجوزی عن مقسم عن ابن عباس
قال اول من اسلم علی رضی اللہ عنہ ...
وقد روی عن بن عمر من وجہین جیدین
وروی عن ابن فضیل عن الاجلح عن
سلمہ بن کہیل عن حبۃ بن الجوین العرنی
قال سمعت علیاً رضی اللہ عنہ یقول لقد
عبدت اللہ قبل ان یعبدہ احد من ہذہ
الامۃ خمس سنین وروی شعبہ عن
سلمۃ بن کہیل عن حبۃ العرنی قال
سمعت علیا یقول انا اول من صلی مع رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال سالم بن ابی
الجعد قلت لابن الحنفیۃ ابوبکر کان
اولہم اسلاماً قال لا وروی المسلم
الملائی عن انس بن مالک قال بعث
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین
وصلی علی یوم الثلاثا وقال زید بن
ارقم اول من امن باللہ بعد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب
وروی حدیث زید بن ارقم من وجوہ
ذکرہا النسائی واسد بن موسیٰ وغیرہما
منہا ما حدثنا عبد الوارث حدثنا
قاسم حدثنا احمد بن زہیر حدثنا
علی بن الجعد حدثنا شعبۃ قال اخبرنی
عمرو بن مرۃ قال سمعت ابا حمزۃ
الانصاری قال سمعت زید ابن ارقم
یقول اول من صلی مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو)
اور ابن عمر سے دو نہایت مضبوط اور صحیح طریقوں
سے اور نیز حبۃ العرنی سے مروی ہے۔ وہ
کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؑ کو کہتے ہوئے
سنا ہے۔ کہ میں نے خدا کی عبادت امت محمدیہ
کے ہر ایک شخص سے پانچ سال پہلے کی۔
اور نیز حبۃ العرنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
علیؑ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں وہ ہوں
جس نے سب سے پہلے جناب رسول خدا
کے ساتھ نماز پڑھی۔ سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں
کہ میں نے ابن الحنفیہ سے پوچھا کہ کیا ابوبکر
سب سے پہلے ایمان لائے۔ انہوں نے جواب
دیا۔ ہرگز نہیں۔ انس بن مالک سے مروی ہے
کہ جناب رسول خدا صلعم دوشنبہ کے
دن مبعوث برسالت ہوئے۔ اور سہ شنبہ
کے دن علیؑ نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ زید
بن ارقم کہتے ہیں کہ رسول خدا کے بعد سب سے
پہلے جو خدا پر ایمان لایا وہ علی بن ابی طالب
تھے۔ زید بن ارقم کی حدیث کئی طریقوں اور
اسناد سے بیان ہوئی ہے (اسماء راویان عربی
میں دیکھو) ابو حمزہ الانصاری کہتے ہیں کہ میں
نے زید ابن ارقم کو کہتے سنا ہے کہ جس شخص
نے سب سے پہلے رسول خدا کے ساتھ نماز
پڑھی وہ علی بن ابی طالب تھے۔ اس روایت
کو نسائی واسد بن موسیٰ وغیرہما نے بھی
نقل کیا ہے۔

کتنا مفصل اور جامع بیان ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد تو کسی کے دل میں کچھ شبہ
نہیں رہنا چاہیئے، کتنی بے شمار روایتیں ابن عباس وابوذر سے مروی ہیں جو ابن عبد البر نے

الاستیعاب کی منقولہ بالا عبارت میں لکھی ہیں۔ ان متعدد روایتوں کے مقابلہ میں لفظ "قیل" کے ساتھ جو ابن الاثیر نے تاریخ کامل میں ایک مبہم روایت ابن عباس سے اور ایک بے معنی روایت ابوذر سے نقل کی ہے اس کی کچھ وقعت نہیں رہتی۔ یہ بھی حضرت علیؑ پر ایک تہمت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ یا چچاؤں کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ علیؑ نے اپنے اسلام کو عمداً کبھی نہیں چھپایا۔ ابوطالب نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا، تو کس طرح بے دھڑک بیان کر دیا۔ اور ابوطالب چونکہ خود اپنے بھتیجے کو سچا سمجھتے تھے۔ انہوں نے کچھ سرزنش نہ کی۔ دراصل بات یہ ہے کہ کچھ عرصہ تک بارگاہ ایزدی سے یہی حکم تھا کہ علانیہ تبلیغ نہ کی جائے۔ اس حکم کے پابند جناب رسولِ خدا بھی تھے اور ان کے خلیفہ و وزیر حضرت علیؑ بھی، لہٰذا دونوں نے علانیہ تبلیغ نہ کی، اس کو اسلام کا چھپانا نہیں کہتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ چونکہ اس راز و حکم الٰہی سے واقف نہ تھے۔ اور جناب رسولِ خدا سے معمولی انسان کی طرح غلطی ہو جانے کا امکان سمجھتے تھے۔ لہٰذا ان دونوں بزرگواروں نے غل و شور کر دیا کہ جب کافر اپنے کفر کو نہیں چھپاتے تو ہم اپنے اسلام کو کیوں چھپائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں کا ظلم و ستم مسلمانوں پر بڑھ گیا۔ اسلام کی رفتار میں کمی ہو گئی۔ جو بہت سے کفار مسلمان ہونا چاہتے تھے انہوں نے یہ ظلم و تعدی دیکھ کر مسلمان ہونے کا ارادہ ترک کر دیا۔

ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اسلم وهو (علی) ابن عشر سنین وقیل تسع وقیل ثمان وقیل دون ذلك قال ابن عباس وزید بن ارقم سلمان الفارسی وجماعة انه اول من اسلم ونقل بعضهم الاجماع علیه ...... ونقل ابو یعلی عنه قال بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین واسلمت یوم الثلاثا۔	حضرت علیؑ جب ایمان لائے تو ان کی عمر دس یا نو یا آٹھ سال کی تھی۔ ابن عباس و انس و زید بن ارقم و سلمان الفارسی اور ایک کثیر جماعت صحابہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے۔ بلکہ اکثر محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ ابویعلی حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ

کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآبؐ دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے۔ اور میں منگل کو ایمان لے آیا۔

ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الاول ص ۷۱۔

اسی عبارت میں ابن حجر کہتے ہیں کہ بعضوں کا گمان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے ایمان لائے مگر روایات اس کے متعلق کچھ نہیں بیان کرتے۔ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں در ذیل مناقب علی ابن ابی طالب بہت سے محدثین و صحابہ کے اقوال کا ذکر کرتے ہیں جن میں سے ایک عبداللہ ابن عمر بھی ہیں کہ حضرت علیؑ نے سب سے پہلے اس امت میں اسلام

قبول کیا۔ اور کہتے ہیں کہ یہی قول واضح ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا اور اس وقت آپ کی عمر تیرہ سال کی تھی۔ ابن حجر عسقلانی نے ابوبکرؓ کے اسلام کے قضیہ کو اس طرح طے کیا ہے کہ سب سے پہلے تو علیؑ ایمان لائے مگر کافروں کے سامنے سب سے پہلے ابوبکرؓ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اس امر کا فیصلہ کرنے کے بعد کہ حضرت علی سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

روی ابن فضیل عن الاجلح عن سلمه بن کهیل عن حبه بن جوین قال سمعت علیا یقول عبدت الله قبل ان یعبده احد من هذه الامة خمس سنین وقال شعبه عن سلمه بن کهیل عن حبه هو ابن جوین عن علی انا اول من صلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں) حبہ بن جوین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے خدا کی عبادت کی ہے۔ پانچ سال قبل اس کے کہ اس اُمت میں سے کسی اور نے کی ہو اور شعبہ نے اپنے اسناد سے حبہ ابن جوین سے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے آپ کہتے ہیں کہ سب سے پہلا شخص میں ہوں کہ جس نے رسولِ خدا کے ساتھ پہلی نماز پڑھی۔

طراز المحدثین احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی اپنی کتاب المناقب میں تحریر کرتے ہیں:۔

حدثنا سلیمان بن احمد قال حدثنا عبد الله بن داهر قال حدثنی ابی عن الاعمش عن عبایة الاسدی عن ابن عباس قال ستکون فتنة فمن ادرکها اوقان ادرکها احدٌ منکم فعلیه بخصلتین کتاب الله وعلی ابن ابیطالب فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول وهو اخذ بید علی بن ابی طالب هذا اول من آمن بی واول من یصافحنی یوم القیامة وهو فاروق هذه الامة یفرق بین الحق والباطل وهو یعسوب المومنین والمال یعسوب الظلمة وهو الصدیق الاکبر وهو بابی الذی اوتی منه۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں)

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں فتنہ اُٹھے گا۔ تم میں سے جو اس فتنہ کے زمانہ تک زندہ رہے (یا یہ کہا) اگر تم میں سے کوئی اُس فتنہ کے زمانہ تک زندہ رہے تو اس کو چاہیئے کہ کتاب اللہ اور علیؑ کو پکڑے رہے۔ کیونکہ میں (ابن عباس) نے رسول خدا کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے جبکہ وہ علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور یہ وہ ہے جو سب سے پہلے روز قیامت مجھ سے مصافحہ کریگا۔ علی اس امت کا فاروق ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کریگا وہ مومنین کا حاکم و سردار ہے جس طرح مال ظالموں کا سردار ہے۔ وہ صدیق اکبر ہے۔ وہ میرا دروازہ ہے جسکے ذریعہ سے داخل ہونا چاہیئے

عبدالرحیم بن حسین العراقی کتاب التنقید والایضاح لما اطلق واغلق

ابن المناقب ابن مردویہ

من کتاب ابن الصلاح میں تحریر کرتے ہیں۔

والصحیح ان علیا اول ذکر اسلم وحکی ابن عبد البر الاتفاق علیه کما سیاتی وقال ابن اسحاق فی السیرة اول من امن خدیجه ثم علی بن ابی طالب وکان اول ذکر امن برسول الله صلی الله علیه وسلم وهو ابن عشر سنین ثم زید بن حارثه فکان اول ذکر اسلم بعد علی ثم ابوبکر فاظهر اسلامه الی اخر کلامه۔ وما ذکرنا انه الصحیح من ان علیا اول ذکر اسلم هو قول اکثر الصحابه ابوذر وسلمان الفارسی وحباب وخزیمه بن ثابت وزید بن ارقم وابی ایوب الانصاری والمقداد بن الاسود ویعلی بن مره وجابر بن عبد الله وابی سعید الخدری وانس بن مالک وعفیف الکندی وانشد ابو عبد الله المرزبانی لخزیمه بن ثابت ؎

ماکنت احسب هذا الامر منصرفا
عن هاشم ثم منها عن ابی الحسن
الیس اول من صلی بقبلتهم
واعلم الناس بالفرقان والسنن

یہ بطور امر واقعہ صحیح ہے کہ حضرت علیؑ سب سے پہلے مرد ہیں جو اسلام لائے اور ابن عبد البر کہتے ہیں کہ تمام علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ علی سب سے پہلے مرد ہیں جو اسلام لائے ابن اسحاق سیرۃ النبی میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بعد ہی حضرت علی ایمان لائے اور علی سب سے پہلے مرد ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ پر ایمان لائے۔ اس وقت اُن کی عمر دس سال کی تھی۔ علیؑ کے بعد زید بن حارثہ ایمان لائے اور وہ علیؑ کے بعد مردوں میں سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ زید ابن حارثہ کے بعد ابو بکرؓ مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام کو ظاہر بھی کیا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اس اُمت کے سب مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے یہ قول اکثریت صحابہ کا ہے۔ مثلاً ابو ذر، سلمان فارسی حباب خزیمہ بن ثابت و زید بن ارقم و ابو ایوب الانصاری و مقداد بن الاسود و یعلی بن مرہ و جابر بن عبد اللہ و ابو سعید خدری و انس بن مالک و عفیف الکندی وغیرہم۔ ابو عبد اللہ مرزبانی نے خزیمہ بن ثابت کے یہ یہ اشعار کہے جن کا مطلب یہ ہے کہ:۔

مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ امر خلافت بنو ہاشم اور خاصکر علی بن ابی طالب سے چھین لیا جاتے گا کیا علی ابن ابی طالب ان سب میں سے اول شخص نہیں ہیں جنہوں نے قبلہ اسلام کی طرف سب سے پہلے سجدہ کیا اور ان سب سے زیادہ قرآن اور سُنّت کے جاننے والے ہیں۔

اسی روایت کو عبد الرحیم عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث میں لکھا ہے۔ اور محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی نے فتح المغیث میں اس کی تصدیق و توثیق کی ہے۔ جمال الدین محدث شیرازی تاریخ روضۃ الاحباب میں یہ لکھ کر کہ علیؑ سب سے پہلے ایمان لائے۔ لکھتے ہیں:۔ از خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ ابیات در مدح علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منقول است کہ مشیر باین معنی

(روضۃ الاحباب)

است حیث قال ؎

ماکنت احسب هذا الامر منصرفاً عن هاشم ثم منها عن ابی الحسن

الیس اول من صلی لقبلتهم واعلم الناس بالفرقان والسنن

محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں یہی کہتے ہیں ؛ الجزء الاول ص۲۴۲ - اور بعض علماء اہلسنت وجماعت ان اشعار کو حسان بن ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ بہ تفسیر آیہ کریمہ واذ قلنا للملائکة اسجدوا لآدم فخرالدین رازی مفاتیح الغیب میں نظام الدین نیسابوری غرائب الفرقان میں وبیضاوی وملاعصام حاشیہ تفسیر بیضاوی میں ان اشعار کی تشریح کرتے ہیں۔ اور ان کو حسان بن ثابت کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔

مندرجہ ذیل عبارت ہم تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص۱۱۵ و ۱۱۶ سے نقل کرتے ہیں ۔

تاریخ ابی الفداء

لاخلاف فی ان خدیجه اول من اسلم واختلف فی من اسلم بعدها فذکر صاحب السیرة وکثیر من اهل العلم ان اول الناس اسلاماً بعدها علی بن ابی طالب رضی الله عنه وعمره تسع سنین وقیل عشر سنین وقیل احدے عشر سنة وکان فی حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل الاسلام۔

ومن شعر علی فی سبقه ؎

سبقتکم الی الاسلام طراً

غلاماً ما بلغت اوان حلمی

وذکر صاحب السیرة ان الذی اسلم بعد علی زید بن حارثه مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم واشتراء واعتقه ثم اسلم بعد زید ابوبکر الصدیق رضی الله عنه۔

اس میں تو اختلاف ہی نہیں ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے اسلام قبول کیا اختلاف اس میں کیا گیا ہے کہ ان کے بعد کون ایمان لایا۔ ابن اسحاق صاحب سیرة اور دیگر اہل علم کی اکثریت نے ثابت کر دیا ہے کہ لوگوں میں سے حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علیؑ نے اسلام قبول کیا اور اس وقت ان کی عمر نو سال کی تھی ایک قول ہے کہ دس سال کی تھی اور ایک قول ہے کہ گیارہ سال کی تھی۔ اسلام سے پہلے بھی حضرت علیؑ آغوش رسول میں تربیت پا رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے بھی سبقت اسلامی کے متعلق یہ شعر کہا ہے ؎

میں نے تم سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی اور اس وقت میں ابھی سن شباب کو نہیں پہنچا تھا۔

ابن اسحاق صاحب سیرة لکھتے ہیں کہ علیؑ کے بعد زید بن حارثہ نے اسلام قبول کیا جو جناب رسولخدا کے غلام تھے جن کو آنحضرتؐ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور زید کے بعد ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔

تاریخ ابی الفداء ص ۱۱۵ و ۱۱۶ -

قال الثعلبی فی تفسیر قوله تعالےٰ و — ثعلبی اپنی تفسیر میں آیہ والسابقون الاولون

السابقون الاولون من المهاجرین والانصار قد اتفقت العلماء ان اول من امن بعد خدیجه رضی الله عنها برسول الله صلی الله علیه وسلم من الذکور علی بن ابیطالب وهو قول ابن عباس وسلمان وابی ذر و جابر بن عبد الله انصاری وزید بن ارقم و خباب بن الارث ومحمد بن المکندر وربیعة الرائے

الآیۃ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ بہ تحقیق تمام علماء امت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا مردوں میں سے جناب رسولِ خدا پر جناب علی مرتضیٰ سب سے پہلے ایمان لائے یہی قول ابن عباس وسلمان والوذر وجابر بن عبداللہ وزید بن ارقم و خباب بن الارث ومحمد بن المکندر وربیعہ الرائے کا ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص وابی سعید و ام سلمه واسماء بنت عمیس وجابر بن عبد الله قالوا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا علیؑ انت اول المسلمین اسلاماً۔

سعد بن ابی وقاص وابو سعید وام سلمہ واسماء بنت عمیس وجابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے علی تم سب مسلمانوں سے پہلے مسلمان ہو۔

دیلمی : فردوس الاخبار۔

صحیح ترمذی میں ہے۔

کنز ترمذی

اول من اسلم علی وهو غلام ابن ثمان سنین اول من اسلم من النساء خدیجه۔

سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے اس وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔

دوسری روایت صحیح ترمذی میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ اول من اسلم علیؑ

تاریخ حبیب السیر و تاریخ روضۃ الاحباب میں ہے۔

حبیب السیر

بمذہب اہل تحقیق صحیح آن است کہ بعد از خدیجہ کبریٰ ہیچکس از فرق برایا در متابعت حضرت مصطفوی بر علی مرتضیٰ سابق نیست و پس از آنجناب زید بن حارثہ را ایں سعادت دست داد۔ آنگاہ ابوبکر صدیق بتصدیق آنحضرت زبان کشاد۔

حبیب السیر جلد اول جز سوم ص ۱۵۔

ترجمہ:۔ محققین کی متفقہ رائے و یقین ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ پر ایمان لانے میں حضرت علی کے اوپر کسی کو سبقت نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کے بعد زید بن حارثہ ایمان لائے اور ان کے بعد حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کیا۔

(قد تنوزع) فی علی بن ابیطالب کرم الله وجهه واسلامه فذهب کثیر من الناس الی انه لم یشرك بالله شیئاً فیستانف الاسلام بل کان تابعاً للنبی

جناب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور ان کے اسلام کے بارے میں چند لوگوں نے جھگڑا کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک کثیر تعداد علماء محققین کی یہ رائے رکھتی ہے کہ حضرت

ہے ملاحظہ ہو کنز العمال الجزء السادس کتاب الفتن ص ۲۷ لغایت ۹۲ حدیث ۱۴۴۴ لغایت ۱۳۹۰۔ گویا آنحضرتؐ کے نو سو پچاس اقوال ان فتنوں کے متعلق اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں ان میں سے چند کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

ان بعدی ائمۃ اطعتموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم ائمۃ الکفر و رؤس الضلالۃ۔ حدیث ۴۷۷ یعنی فوراً میرے بعد اس اُمت میں ایسے حاکم ہوں گے جن کی اگر تم اطاعت کرو گے تو وہ تم کو کفر کی طرف لے جائیں گے اور اگر ان کی اطاعت سے انکار کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے وہ کفر کے سردار اور گمراہی کے رئیس ہوں گے۔

ناظرین حدیث مذکورہ بالا کو ذرا غور سے دل ہی دل میں پڑھیں تو خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے اگر ہم کچھ کہیں تو یہ بزرگوار ناراض ہوں گے۔

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اب تمہارے آگے آنے والے ایسے دن ہیں جن میں جہل نازل ہوگا۔ علم اٹھا لیا جائے گا اور اس میں ہرج بڑھ جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہرج سے کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ قتل۔ حدیث ۴۷۸۔

تمہارے آگے آنے والا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں صبر کرنے والے کو پچاس شہیدوں کا اجر ملے گا۔ حدیث ۴۷۹۔

اس فتنوں کے زمانہ میں زبان کے ذریعہ سے جو ہلاکت ہوگی۔ وہ زیادہ سخت ہوگی۔ بہ نسبت تیغ و سنان کے قتل سے ۴۸۰ آنحضرتؐ کا مطلب یہ تھا کہ وضع حدیث و غلط تاویل قرآن کی وجہ سے جو ہلاکت ہوگی وہ بہت نقصان دہ ہوگی۔ امر واقعہ بھی یہی ہوا حضرت علیؑ و بنو ہاشم کے حق اور ان کی عظمت و جلالت کو جھوٹی احادیث وضع کر کے ضائع کیا گیا۔ اگر ان کو تلوار سے قتل کر دیتے تو اُن کی عظمت و جلالت تو اسی طرح باقی رہ جاتی۔

ان الناس دخلوا فی دین اللّٰہ افواجاً و سیخرجون منہ افواجاً حدیث ۵۰۲ و حدیث ۴۳۸ یعنی جس طرح دین اسلام میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوئے تھے۔ اسی طرح بہت جلد گروہ در گروہ دین اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

انکم ستبلون فی اھل بیتی من بعدی۔ حدیث ۵۰۵ یعنی فوراً ہی میرے بعد میرے اہل بیت کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تمہاری آزمائش ہوگی۔

میرے بعد کا زمانہ ایسا زمانہ ہوگا کہ جس میں ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر۔ اور لوگ نہایت قلیل شے پر اپنا دین فروخت کر دیں گے حدیث ۵۲۱

میرے بعد ہی میری اُمت پر ایسے فتنے غلبہ پالیں گے کہ جس میں انسان کا دل اسی طرح مر جائے گا کہ جس طرح بدن مرتا ہے۔ حدیث ۵۵۲۔

قسم بخدا لئے لایزال کہ میرے بعد میری اس مسجد سے اس طرح فتنے اُٹھیں گے کہ جس طرح

مسجد سے فتنے اٹھیں گے

صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع افعالہ مقتد
یا بہ و بلغ وھو علی ذلک وان اللہ عصمہ
وسددہ ووفقہ لتبعیۃ لنبیہ علیہ
السلام لانھما کان غیر مضطرین و
لا مجبورین علی فعل الطاعات بل مختارین
قادرین فاختار اطاعۃ الرب وموافقۃ
امرہ واجتناب منھیاتہ ومنھم
من رای انہ اول من امن وان الرسول
دعاہ وھو موضع التکلیف بظاھر قولہ
عزوجل. وانذر عشیرتک الاقربین
وکان بدؤہ بعلی اذکان اقرب الناس
الیہ واتبعھم. ثم اسلم ابوبکر رضی
اللہ عنہ ودعا قومہ الی الاسلام۔

علیؑ نے کبھی شرک وکفر نہیں کیا۔ اس وجہ سے
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہوں نے کسی خاص وقت
میں اسلام قبول کیا۔ کیونکہ اپنے طفلی سے ہر ایک
افعال میں حضرت علیؑ جناب رسولِ خدا کی متابعت
کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اسی حالت میں سن بلوغ
کو پہنچے اس وجہ سے خداوند تعالیٰ نے ان کو
عصمت عطا کی اور برائی سے بچایا۔ کیونکہ انہوں
نے اس کے نبی کی متابعت کی تھی۔ یہ دونوں یعنی
علیؑ اور رسولؐ خدا طاعت کرنے پر مجبور نہیں کئے
گئے تھے۔ بلکہ ان دونوں نے اپنے اختیار سے
بلا اکراہ واجبار کے خداوند تعالیٰ کی اطاعت و
عبادت کو اختیار کیا تھا۔ اس کے حکم کی موافقت
کی اور منہیات سے اجتناب کیا۔ ایک جماعت
علماء کی رائے ہے کہ سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے اور جناب رسولؐ خدا نے ان کو ظاہر اسلام کی
تکلیف بنحوائے آیہ مبارکہ وانذر عشیرتک الاقربین دی اور یہ ظاہری تبلیغ بھی حضرت علی
ہی سے شروع کی کیونکہ وہ سب سے زیادہ آنحضرتؐ سے قریب تھے اور سب سے زیادہ ان
کی پیروی کرتے تھے پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر ایمان لائے اور اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔
مسعودی، مروج الذہب مطبوعہ بیولاق ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ الجزء الاول ص ۳۰۔

واقعات کی افتاد بھی یہی بتا رہی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے
اور پھر گھر کے غلام زید بن حارثہ۔ آنحضرت مبعوث برسالت ہوئے۔ قدرتی طور سے سب سے
پہلے گھر میں ذکر کرنا تھا۔ چنانچہ کیا۔ اور فوراً حضرت خدیجہ اور جناب علیؑ نے آپ کی تصدیق کی اور
اسلام قبول کیا۔ زید ابن حارثہ بھی گھر میں تھے۔ ان کو بھی علم ہوا اور وہ بھی ایمان لائے۔ ابھی تبلیغ عام
تو شروع ہی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر تک کس طرح پہنچی۔ اور ان کو حضرت علیؑ سے پہلے ایمان
لانے کا کونسا موقعہ تھا۔ آنحضرتؐ اس امر کی تبلیغ میں وحی الٰہی کے پابند تھے۔ تبلیغ کا حکم آیۂ کریمہ
وانذر عشیرتک الاقربین کے ذریعہ سے ہوا۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی آنحضرت
نے علیؑ کو حکم دیا کہ تمام اقربین کو ضیافت پر جمع کریں۔ جب وہ جمع ہوگئے تو پھر ان پر عرض اسلام کیا
گیا۔ اس کے بعد غیروں میں تبلیغ شروع ہوئی۔ اندریں حالات حضرت ابوبکر کا حضرت علیؑ سے پہلے
ایمان لانے کا امکان ہی جاتا رہتا ہے۔ پھر بحث کیا باقی رہی۔ جب ہی تو حضرت علی کہتے ہیں کہ تمام
لوگوں سے سات برس پہلے میں ایمان لایا۔ اور رسول خدا کے ہمراہ نماز پڑھی۔ بلکہ جب لوگوں کو غلط اور وضعی

روایات بیان کرتے سنا تو صاف طور سے فرمادیا کہ میں ابوبکرؓ سے پہلے ایمان لایا۔

عن معاذة العدویہ قالت سمعت علیا یقول علی منبر البصرہ انا صدیق الاکبر امنت قبل ان یومن ابوبکر واسلمت قبل ان یسلم ابوبکر۔ (المعارف ابن قتیبہ)

معاذة العدویہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے بصرہ میں علیؑ کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ میں ابوبکر سے پہلے ایمان لایا۔ اور میں نے اسلام قبول کیا قبل اس کے کہ ابوبکر مسلمان ہوں۔

حضرت علیؑ کا دعویٰ

کسی روایت میں نہیں ہے کہ بعثت کے بعد ہی فوراً آنحضرتؐ اپنے گھر تشریف نہیں لائے۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر چلے گئے۔ یا اپنے گھر آتے ہی فوراً ابوبکرؓ کے گھر کی طرف نکل گئے یا اُن کو بلا بھیجا۔ وہ ایسا کیوں کرتے۔ ابوبکر اور آنحضرتؐ کی قبل بعثت کسی خاص دوستی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ رہائش بھی دُور دور تھی۔ محلہ بنی ہاشم کہاں۔ محلہ بنی تیم کہاں۔ اور اگر جان پہچان تھی تو بہت تھوڑی۔ اگر دوست بھی ہوتے تو کیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچاؤں سے تو ذکر کرتے ہوئے پرہیز و اجتناب کیا ایک غیر شخص سے ذکر کر دیتے۔ ابوطالب و حمزہ ہمیشہ آپ کے خیر خواہ و محافظ و معاون تھے اُن سے تو ذکر نہ کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ذکر کرنے دوڑے جاتے۔ اس قضیہ کو علامہ عبید اللہ امرتسری نے اچھی طرح فیصلہ کیا ہے۔ ہم یہاں ان کی عبارت ارجح المطالب صفحہ ۴۸۶ سے نقل کرتے ہیں۔ اُن تمام احادیث کو درج کرنے کے بعد جن سے حضرت علیؑ کا سب سے پہلے ایمان و اسلام قبول کرنا ثابت ہوتا ہے۔ فاضل مؤلف لکھتا ہے۔

ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری

یہ سب حدیثیں اس اثر کے معارض ہیں۔ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سبقت اسلام کے بارہ میں مروی ہے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ وہ حدیث از قبیل احاد ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ اربعین میں لکھتے ہیں۔ اما الخبر الذی تمسکوا بہ فی اثبات ان اسلام ابی بکر سابق علی اسلام علی فھو من باب الاحاد۔ یعنی وہ حدیث کہ جس سے لوگ اس امر کا استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام جناب علیؑ کے اسلام سے سابق ہے۔ وہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور حضرت علیؑ کا سب سے سابق الاسلام ہونے پر قریباً اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ قال ابن عباس وانس بن مالک وجماعة انہ اول من اسلم علیؑ ونقل بعضھم الاجماع علیہ یعنی ابن عباس اور انس بن مالک اور ایک گروہ صحابہ میں سے یہ کہتا ہے کہ جناب علیؑ سب سے اوّل اسلام لائے۔ اور بعض راویوں سے نقل ہے کہ اسی بات پر اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن عبد البر الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں لکھتے ہیں:۔ عن سلمان وابی ذر والمقداد وعمار وحباب وجابر وحذیفہ وابی سعید وزید بن ارقم رضی اللہ عنھم ان علی بن ابی طالب اول من اسلم۔ یعنی سلمان اور ابوذر اور مقداد اور عمار یاسر اور حباب اور جابر بن عبد اللہ اور حذیفہ

اور ابو سعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جناب علیؑ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں۔ اس کے بعد علامہ موصوف تحریر کرتے ہیں۔ قال شہاب وقتادہ وابن اسحٰق اول من اسلم من الرجال علی بن ابی طالب۔ یعنی شہاب وقتادہ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے جناب علیؑ اسلام لائے ہیں۔

جناب ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ چنانچہ علامہ مذکور اسی کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔ قال سالم بن ابی الجعد قلت لابی حنیفہ اکان ابابکر اولھم اسلاما قال لا یعنی سالم بن ابی الجعد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا آیا صحابہ کرام میں سے ابو بکر پہلے اسلام لائے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :۔ سئل محمد کعب القرظی عن اول من اسلم علی ام ابوبکر قال سبحان اللہ علی اولھما اسلاما وانما شبہ علی الناس لان علیا اخفی اسلامہ۔ یعنی محمد بن کعب القرظی سے کسی نے سوال کیا کہ اول علیؑ اسلام لائے ہیں یا ابو بکرؓ۔ انہوں نے جواب دیا۔ سبحان اللہ! ان دونوں سے پہلے علیؑ اسلام لائے ہیں۔ لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ کیونکہ جناب علیؑ نے ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔

اصل امر یہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے بخوف ابو طالب اپنے اسلام کا اخفا نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم کے امر عالی کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں:۔

لیکن اکثر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ سب سے اول اظہار اسلام بھی جناب علیؑ ہی نے کیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی اور علامہ جریر طبری وغیرہم عفیف الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :۔

علامہ جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی تاریخ الرسل والملوک میں اس کے بعد ان الفاظ کو روایت کیا ہے۔ قال العفیف بعد ما اسلم ورسخ الاسلام فی قلبہ یا لیتنی کنت رابعا۔ یعنی اسلام لانے کے بعد جبکہ عفیف کے دل میں اسلام کا خوب رسوخ ہو گیا تو یہ کہا کرتے تھے۔ کاش میں ان تینوں کے ساتھ چوتھا ہوتا۔ پس جناب عباس کے قول سے کہ ما علی الارض کلھا احد علی ھذا الدین غیر ھؤلاء والثلاثہ ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام نہیں لاتے تھے۔ کہ جناب علیؑ کا اسلام لانا عباس اور عفیف کندی رضی اللہ عنہما پر ظاہر ہو چکا تھا اور لفظ ھؤلاء الثلاثہ کی قید سے اور عفیف کے یہ کہنے سے کہ کاش اگر میں اس وقت اسلام لاتا۔ تو میں اس وقت اسلام کا چوتھا رکن ہوتا صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب ابوبکر ابھی مشرف باسلام نہیں ہوتے تھے۔ ورنہ حضرت عباس ھؤلاء الثلاثہ کی قید نہ لگاتے اور عفیف کنت رابعا نہ کہتے بلکہ کنت

28

خامسا کہتے۔ پس یہ قیاس میں نہیں کرتا کہ یہ راز حضرت عباسؓ کو معلوم ہو گیا ہو اور ابو طالب سے مخفی رہا ہو۔"

محض عفیف الکندی ہی کے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوا۔ بلکہ اور لوگوں نے بھی اسی طرح محض حضرت خدیجہ اور حضرت علی ہی کو جناب رسول خدا کے ہمراہ نماز پڑھتے دیکھا۔ چنانچہ عبداللہ ابن مسعود کو بھی ایک ایسا ہی موقع ملا تھا۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال ان اول شیئ علمته من رسول الله صلی الله علیه وسلم قدمت مکة فی عمومة لی فارشدنا علی العباس بن عبد المطلب فانتهینا الیه وهو جالس الی الکعبة من ثم جلسنا الیه فبینا نحن عنده اذا اقبل رجل من باب الصفا تعلوه حمرة و له وفرة جعدة علی انصاف اذنیه اقنی الانف براق الثنایا ادعج العینین کث اللحیة دقیق المسربة ششن الکفین حسن الوجه معه غلام و امرأة قد سترت محاسنها فقصد و الحجر فاستلمه ثم استلم الغلام والامرأة ثم طاف بالبیت سبعا والغلام والامرأة یطوفان معه فقلنا یا ابا الفضل هذا الدین لم نکن نعرفه فیکم او شیئ حدث فقال هذا ابن اخی محمد بن عبد الله والغلام علی بن ابی طالب والامرأة امرأته خدیجة بنت خویلد والله ما علی وجه الارض احد یعبد الله بهذا الدین الا هؤلاء ثلاثه۔

امام احمد حنبل نے مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے جو شے آنحضرتؐ کے متعلق معلوم کی وہ یہ تھی کہ ایک دفعہ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ مکہ گیا۔ وہاں ہم عباس ابن عبدالمطلب کے یہاں گئے وہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوتے تھے۔ ہم بھی ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں باب صفا سے ایک سرخ و سفید رنگ کا آدمی آیا اور اس کے رخسار کے گھونگر والے بال کانوں کے نصف تک تھے۔ اس کی ناک نہایت اونچی تھی اور اس کے دانت بہت سفید تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت سیاہ تھیں داڑھی بہت گھنی تھی۔ شانے سخت تھے۔ چہرہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ اور ایک عورت تھی جس نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ اس جوان نے بڑھ کر حجر الاسود کو بوسہ دیا۔ اور اس لڑکے اور بی بی نے اس کو چوما۔ پھر اس جوان نے سات مرتبہ کعبہ کے گرد طواف کیا۔ اور اس کے ساتھ اس لڑکے اور بی بی نے بھی سات مرتبہ طواف کعبہ کیا۔ پس ہم نے عباس سے کہا کہ اے ابا الفضل ہم نے تو پہلے یہ طریقہ تم میں کبھی نہیں دیکھا۔ شاید کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے! وہ کہنے لگے یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے اور یہ لڑکا علی ابن ابی طالب ہے اور یہ بی بی

خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی زوجہ ہے۔ واللہ تمام روئے زمین پر ان تین شخصوں کے علاوہ کوئی اور خدا کی عبادت کرنے والا اس دین میں نہیں ہے۔

الطبرانی: معجم الکبیر فی مسند عبداللہ ابن مسعود۔ طہ حسین: علی ونبوۃ ص ۱۶۔

مولوی سید صدرالدین احمد حنفی کتاب روائح المصطفےٰ من ازہار المرتضےٰ ص۱۱ میں جناب علی مرتضےٰ کی اولیات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

روائح المصطفےٰ مولوی صدرالدین حنفی

"آپ بقول مرجح بعد حضرت خدیجہ سب سے اول اسلام لائے۔ آپ نے رسول اللہ کے سامنے کفار پر سب سے پہلے تیغ زنی کی۔ آپ نے بدر میں سب سے اول کافر کو قتل کیا آپ نے سب سے پہلے محاربہ میں مبالغہ کیا۔ یعنی کثرت سے کفار کو قتل کیا۔ آپ نے سب سے پہلے مسئلہ عائد کا استخراج کیا۔ آپ نے سب سے پہلے میراث خنثیٰ مشکل میں فتوےٰ دیا۔ آپ نے سب سے اول آنحضرتؐ کے حضور میں قضایا کے فیصلے کیے۔ اور آنحضرتؐ نے آپ کے قضایا کو برقرار رکھا۔ آپ اول ہیں۔ ان میں کہ جنہوں نے اپنے نفس کو خدا کی راہ میں فروخت کیا آپ اول ہیں جو قیامت میں خدا کے سامنے دونوں زانو ٹیک کر خصومت کریں گے۔ آپ اول ہیں۔ جو حوض پر وارد ہوں گے۔ آپ اول ہیں جو رسول اللہ سے مصافحہ قیامت میں کریں گے۔ آپ اول ہیں جو قیامت میں اٹھیں گے۔" پھر صفحہ ۱۳۷ پر لکھتے ہیں:-

بقول صحیح مختار بجز حضرت خدیجہ کے اور کسی کو آپ پر سبقت الی الاسلام نہیں۔۔۔۔ آنحضرتؐ نے آپ کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو منتظر الخلافت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"

اس موضوع پر مولوی حافظ محمد علی حیدر نے اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ اول میں ایک عمدہ بحث کی ہے جو کتاب کے صفحہ ۳۱ سے شروع ہوتی ہے یہ صاحب نہایت راسخ الاعتقاد سنی المذہب تھے جیسا کہ اسی بحث سے اور نیز اسی کتاب کے صفحات ۴۷۷ تا ۴۸۲ سے ظاہر ہے۔ جہاں انہوں نے مسئلہ خلافت پر بحث کی ہے۔ بہر صورت ان حضرات سے اتنا ہی بہت ہے۔ حضرت علیؑ کی اولیت اسلام کے متعلق لکھتے ہیں:-

سیرۃ العلویہ حافظ محمد علی حیدر

"آنحضرتؐ کے کنار عاطفت میں پرورش پانے کا یہ اثر ہوا کہ آنحضرتؐ نے جب اپنی عمر کے چالیسویں سال ۶۰۹ء میں دعوئے نبوت کیا تو جناب امیرؑ فوراً ایمان لائے۔ ترمذی شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ دوشنبہ کے دن مبعوث برسالت ہوئے۔ آپ نے منگل کے دن اُن کے ساتھ نماز پڑھی۔ رافع آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ میں دوشنبہ کے دن نبی ہوا۔ خدیجہ اُسی روز آخر دن اسلام لائیں اور میرے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسرے روز منگل کو علی ایمان لائے۔ پھر زید بن حارثہ ایمان لائے اور ان کے بعد ابوبکر صدیق ایمان لائے۔ متعدد روایتوں سے حضرت علیؑ کا اول اسلام لانا ثابت ہے جس کے متعلق ہم آئندہ لکھیں گے۔

"جناب امیر کے سابق الاسلام ہونے پر اختلاف چلا آتا ہے۔ کچھ لوگ حضرت ابو بکرؓ کو سابق الاسلام سمجھتے ہیں۔ ابن ہشام اور ابن اثیر اور ابو الفداء اور دیگر مستند مؤرخین کی تحقیقات یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے اظہارِ نبوت پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب۔ پھر خدیجہ کے غلام زید بن حارثہ۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق۔ یہ امر روایتاً بھی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ پندرہ برس آنحضرتؐ کی راستبازی و دیانت داری کا تجربہ کر چکی تھیں۔ اور جناب امیرؑ کی پرورش بچپن سے آنحضرتؐ کے سایہ عاطفت میں ہوتی تھی۔ پھر ان کے قبول اسلام میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ خود جناب امیرؑ نے سبقت اسلامی شعر میں فخریہ بیان کی تھی ؎

سبقتکم الی الاسلام طراً غلاماً ما بلغت اوان حلمی

امام ابو حنیفہ نے اگرچہ نہایت عاقلانہ طریق سے اس قضیہ اولیت کو رفع کرنے کی کوشش کی جو ایک گونہ سلیم الطبع شخص کے لئے تسلی بخش تو ضرور ہو سکتی ہے۔ لیکن اس سے مطلق اولیت پورے طور سے واضح نہیں ہوتی۔ وہ لکھتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے۔ اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ ایمان لائے۔ ذیل میں اولاً ہم ان احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن سے جناب امیرؑ کی سبقت فی الاسلام ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے بعد بطور محاکمہ متعلق بہ سابقیت ایک بحث لکھیں گے۔ اور اس امر کو ثابت کریں گے کہ جناب امیرؑ کی عمر اسلام لانے کے وقت کیا تھی۔ اور اسلام میں حقیقتاً سابقیت کس کو حاصل تھی۔"

اس کے بعد فاضل مؤلف نے ۲۱ احادیث و روایات درج کی ہیں۔ جن سے حضرت علیؑ کی سبقت اسلامی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

محاکمہ متعلق بسابقیت

متعلق بہ سابقیت اسلام جناب امیرؑ ہم احادیث اوپر لکھ چکے ہیں۔ نفس سابقیت میں کچھ اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکر کو بہ وجوہ ذیل سابق سمجھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے کسی پر اسلام پیش نہیں کیا۔ مگر اس نے انکار کیا اور مجھ سے بحث کی۔ سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ وہ بغیر قیل و قال میرے کہنے سے اسلام لائے۔ علامہ بیہقی اس کے ذیل میں لکھتے ہیں۔" چونکہ ابو بکر قبل اسلام لانے کے آنحضرتؐ کی نبوت کو علامات و دلائل سے خوب غور کر کے آپ کے برحق ہونے کی تصدیق دل سے کر چکے تھے لہٰذا دعوت اسلام ان کو کسی قسم کا تردد باقی نہ تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا۔ میمون ابن مہران کا قول ہے۔ کہ حضرت ابو بکر سابق الاسلام ہیں اس لئے کہ جب بحیرا راہب سے ملے تب اسلام لائے۔ اور آنحضرتؐ کا نکاح خدیجہ سے کرایا۔ زید بن ثابت کہتے ہیں۔

کہ سب سے اوّل آنحضرتؐ کے ساتھ ابوبکرؓ نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی و ابن حبان حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا کیا میں خلافت کا حقدار نہیں۔ کیا میں اوّل اسلام لانے والا نہیں۔ طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں اور عبداللہ ابن احمد ابن حنبل نے زوائد مسند میں شعبی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ اسلام میں سابق کون ہے۔ انہوں نے کہا ابوبکر۔ پھر حسان ابن ثابت کے اشعار سنائے جس میں انہوں نے اولیّت اسلام ابی بکر کو نظم کیا ہے۔ صرف انہیں روایات سے حضرت ابوبکرؓ کا سابق الاسلام ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ قبل اس کے کہ اس بحث پر کچھ لکھا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ ان میں کونسی روایت واقعی نفس بحث پر روشنی ڈالتی ہے۔ اور کونسی نہیں، پہلی روایت سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بلاحجت و قیل و قال اسلام قبول فرمایا اولیّت کے متعلق اس روایت سے بالکل پتہ نہیں چلتا۔ بلاحجت اسلام قبول کرنا اور سابق الاسلام ہونا دونوں ایک چیز نہیں۔ دوسری روایت پر اگر استدلال صحیح سمجھا جائے تو پھر اوّلاً ورقہ بن نوفل سابق الاسلام ہوتے ہیں۔ نہ کہ حضرت ابوبکر۔ دوم۔ یہ کہ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت نہیں ہوئے تھے اور نہ آپ کے سامنے اسلام پیش کیا تھا۔ اس لئے سابق الاسلام ہونے کی بحث میں اس پر استدلال صحیح نہیں تیسری روایت سے بھی سابق الاسلام ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اب صرف دو آخری روایتیں ایسی رہتی ہیں کہ جن پر اس معاملہ میں استدلال ایک حد تک صحیح ہے۔ چوتھی روایت خود حضرت ابوبکر صدیق کی ہے اور اس پر استدلال جائز ہے۔ مگر قطعی فیصلہ محض اس روایت پر نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اور معتبر روایات اس کے خلاف نہ ملیں۔ تو یہ روایت البتہ قابل استدلال ہوسکتی ہے ورنہ اس پر صرف ضعیف استدلال ہوسکتا ہے۔ پانچویں روایت حضرت ابن عباس کی ہے۔ مگر اس میں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت ابن عباس نے اشعار حسان ابن ثابت کو ثبوت میں پیش کیا ہے خود اپنا علم بیان نہیں کیا۔ جس سے یہ امر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد انہی اشعار پر مبنی تھا۔ اس کی تائید حدیث نمبر ۱۱۸ اور ۱۹ سے بھی ہوتی ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق ایک خود اُن کی روایت ہے اور ایک حضرت ابن عباس کی برخلاف جناب امیرؑ کے کہ ان کا سابق الاسلام ہونا انکی روایت کے علاوہ متعدد روایات سے ثابت ہے اسی وجہ سے جناب امیر کے سابق الاسلام ہونے پر اجماع ہوا ہے۔

محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابوحازم و محمد ابن المنکدر و ربیعہ بن عبدالرحمٰن اور کلبی کا قول ہے کہ علی سب سے پہلے اسلام لائے۔ ابواسحاق کا قول ہے۔ کہ مردوں میں جو شخص کہ سب سے پہلے آنحضرت پر ایمان لایا اور جس نے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور جس نے آنحضرتؐ کے ارشادات کی تصدیق کی وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ ابن اثیر اسس

بارہ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر حال شاہد ہے کہ آنحضرتؐ کے گھر والے سب سے پہلے ایمان لائے حضرت خدیجہ جناب امیر، زید بن حارثہ اور ان کی بی بی ام ایمن اور ورقہ بن نوفل۔ یہ سابقین میں ہیں۔ اپنے اس دعوے کی تائید میں ابن اثیر حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر سے قبل پانچ آدمی اسلام لاچکے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ اس کے علاوہ جو حدیثیں دربارہ سابقیت اسلام حضرت ابی بکر روایت ہوئیں۔ وہ ان احادیث کے جو دربارہ سابقیت اسلام جناب امیرؑ ہیں معارض پڑتی ہیں۔ خصوصاً حضرت ابن عباس والی روایت کے۔ اس روایت کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ از قبیل احاد ہے۔ امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث (حضرت ابن عباس کی) کہ جس سے لوگ اس امر کا استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کا اسلام جناب امیرؑ کے اسلام سے اوّل ہے۔ وہ حدیث احاد میں سے ہے۔ جناب امیرؑ کے سابق الاسلام ہونے پر تقریباً اجماع ہوچکا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس اور انس بن مالک اور ایک گروہ صحابہ کا یہ قول ہے۔ کہ جناب امیر سب سے پہلے اسلام لائے اور بعض راویوں سے منقول ہے کہ اسی پر اجماع ہوچکا ہے۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی و ابو ذر غفاری و مقداد ابن الاسود و عمار بن یاسر و جابر ابن عبداللہ حذیفہ بن الیمان و ابو سعید خدری و زید ابن ارقم سے روایت ہے۔ کہ جناب امیرؑ سب سے اوّل اسلام لائے۔ تابعین میں ابن شہاب زہری۔ قتادہ و ابن اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے جناب امیر اسلام لائے۔ حضرت امام ابی حنیفہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر اسلام لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ محمد ابن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ اوّل جناب امیرؑ اسلام لائے یا ابو بکر صدیق۔ انہوں نے جواب دیا۔ سبحان اللہ۔ ان دونوں میں سے جناب امیر پہلے اسلام لائے ہیں۔ لیکن لوگوں کو شبہ ہوگیا۔ اس لئے کہ جناب امیرؑ نے ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا اسلام فوراً ہی ظاہر ہوگیا۔ اس وجہ سے لوگوں نے شبہ میں پڑ کر حضرت ابو بکرؓ کو سابق الاسلام مشہور کر دیا۔

" ترغیب اور تحریک سے سبقت فی الاسلام حاصل نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اوپر لکھی ہوئی حدیثیں جن میں آنحضرتؐ کا خود ارشاد متعلق بہ سبقت صاف اور صریح طور سے موجود ہے سب کی سب موضوع قرار دی جائیں تو کوئی بحث باقی نہیں رہتی۔ رہا یہ امر کہ جناب امیرؑ نے ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا۔ اس امر میں بھی لوگوں نے دھوکا کھایا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے بخوف ابو طالب اسلام کو مخفی نہیں کیا تھا۔ بلکہ بحکم آنحضرتؐ مخفی کیا تھا جیسا کہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں ۔۔۔۔۔ ان سب باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ سابقیت اسلام میں

جناب امیرؑ ہی کو ہے۔
اس کے بعد فاضل مؤلف نے ثابت کیا ہے کہ اظہار اسلام بھی جناب امیرؑ ہی نے ابوبکرؓ وجملہ دیگر صحابہ سے پہلے کیا ہے۔
فاضل مؤلف نے بحث مندرجہ بالا لکھی ہے اور اچھی لکھی ہے۔ جماعت اہل حکومت کے ایک عالم سے اس سے زیادہ اور کیا امید کی جاسکتی ہے۔ ایک طرف حق، دوسری طرف آباؤ اجداد کا اعتقاد اور حکام سقیفہ بنی ساعدہ کی محبت۔ بیچاروں کا منطق دوطرفہ ہوجاتا ہے۔ زبان پر آئی ہوئی بات روک لیتے ہیں اور استدلال ادھورا رہ جاتا ہے۔ طریقۂ استدلال اس سے بہتر ہوسکتا تھا۔ اور منطق معقول تر۔ اگر بات کو چبا نہ جاتے تو بحث قوی تر ہوجاتی اور کلام زیادہ مؤثر ہوتا۔ ہم ناظرین کی توجہ اُن اُمور کی طرف دلاتے ہیں جو اس بحث میں نظرانداز کر دیئے گئے ہیں۔
سب سے پہلے تو یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق جناب رسولؐ خدا کا کوئی قول نہیں ہے۔ برخلاف اس کے جناب علی مرتضےٰ کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق جناب رسولؐ خدا کے بے شمار اقوال ہیں اور آنحضرتؐ نے بار بار اس کو بطور فضیلت عظمےٰ کے بیان فرمایا ہے۔ اہل بصیرت وصاحبان فکر کے لئے یہی ایک دلیل قاطع ہے۔ آنحضرتؐ سے بہتر کون جان سکتا تھا کہ آپ پر سب سے پہلے کون ایمان لایا۔ جس امر کا قطعی فیصلہ خود آنحضرتؐ نے کر دیا۔ پھر اس کو قابل بحث قرار دینا اور اس کے فیصلہ کے لئے صحابہ کی طرف رجوع کرنا آنحضرتؐ کی تنقیص شان ہے۔
اس تحقیقات کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس سیاسی فضاء وملکی واقعات وحالات کا مطالعہ کیا جائے کہ جس کے اندر ان احادیث نے نشوونما پائی۔ اس موضوع پر ہم نہایت تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے باب سیزدہم میں سیاست عمریہ کے تحت میں لکھیں گے۔ جن ذرائع سے حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کیا گیا اور سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کو مستقل ومستحکم کیا گیا۔ ان میں وضع حدیث کو ایک نمایاں درجہ حاصل ہے۔ ایسی احادیث وضع کی گئیں جن سے حضرت علیؑ کی تنقیص شان ہو۔ ان کے فضائل پر پردہ پڑے اور حکام سقیفہ کا درجہ لوگوں کی نظروں میں بڑھے۔ ایسی روایات میں سے یہ حضرت ابوبکر کی روایات اولیت اسلام بھی ہیں۔ لیکن یہ بات ایسی ہے جو حافظ محمد علی حیدر حنفی کے منہ سے نہیں نکل سکتی۔
جو احادیث شاذ ونادر حضرت ابوبکرؓ کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق ہیں۔ ان پر اچھی خاصی تنقید صاحب سیرۃ العلویہ نے کر دی ہے۔ اور ہم بھی اُن کے متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ جو تھوڑا سا رہ گیا ہے اس کو اب بیان کرتے ہیں۔ علامہ بیہقی کی بحث عجیب شان

عبارت ... [illegible]

مجبوری اپنے میں مضمر رکھتی ہے۔ اور وہ کونسی علامات تھیں۔ جن کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے آپ کو نبی تسلیم کیا تھا۔ اگر وہ علامات حضرت بیہقی بیان فرما دیتے تو ان کی بحث کو اچھی قوت مل جاتی۔ ان کے اظہار سے پہلو تہی کرنا ان کی بحث کو کمزور کرتا ہے۔ آنحضرتؐ امین تھے۔ سچے تھے۔ دیانت دار تھے۔ ہر ایک خصلت حمیدہ آپ میں تھی۔ اس سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ کو معلوم نہ تھا۔ لیکن ہر ایک خصائل حمیدہ رکھنے والا شخص نبی نہیں ہوتا۔ کبھی خود تو حضرت ابو بکرؓ نے نہ فرمایا۔ کہ میں نے بعثت سے پہلے آنحضرتؐ کو نبی تسلیم کیا تھا۔ اور فلاں فلاں علامات کی وجہ سے کیا۔ میمون ابن مہران کی بحیرا راہب والی روایت کچھ حضرت ابو بکرؓ کے لئے باعث فخر نہیں۔ آنحضرتؐ نے تو ابھی دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ راہب نے کہا تھا کہ آپ نبی ہوں گے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ نے راہب کو سچا سمجھا تو انہوں نے راہب کی تصدیق کی۔ اور اس کی صداقت کو تسلیم کیا۔ نہ کہ آنحضرتؐ کے دعوےٰ نبوت کو کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو کاہنوں پر ایسا اعتقاد تھا اور ان کے نزدیک کہانت سچا علم تھا۔ کیا کاہنوں کی باتوں ہی کی بناء پر آنحضرتؐ کو اپنی بیٹی دی تھی اور آپ کی نبوت کو تسلیم کیا تھا۔ کیونکہ کاہنوں نے اپنے علم سے ضرور معلوم کر کے حضرت ابو بکرؓ کو بتا دیا ہوگا کہ یہ شخص یعنی محمد مصطفےٰ صلعم ایک بڑی حکومت حاصل کرے گا۔ اور اس کے دوسرے اس کے جانشین ہوں گے۔ اگر کاہنوں کو اور راہبوں کو نبوت کا علم غیب پیش از وقت ہو سکتا ہے تو حکومت کا بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آنحضرتؐ کے عہدۂ نبوت کی پیشین گوئی کر سکتے تھے تو آپ کی حکومت کی پیشین گوئی پہلے کی ہو گی۔ علاوہ ساری باتوں کے پھر تو وہ راہب سابق الاسلام ہوا نہ کہ حضرت ابو بکر۔ آنحضرتؐ نے تو واپس آن کر حضرت خدیجہ سے یہ نہ کہا کہ میں نبی مقرر ہونے والا ہوں۔ کیونکہ راہب نے اطلاع دی ہے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ بڑھ گئے۔ اور ان کو نبی تسلیم بھی کر لیا۔ اس کے بعد معلوم نہیں۔ شاید ارکان اسلام سیکھنے کے لئے بھی راہب کے پاس گئے ہوں گے۔ کیونکہ وہ ارکان راہب ہی بتا سکتا تھا۔ آنحضرتؐ پر تو ابھی ان کا انکشاف نہ ہوا تھا۔ اور مسلمان بغیر ارکان اسلام پر عمل کرنے کے ایک بے معنی شئے ہے۔

تمام روایات پر جن سے حضرت ابو بکرؓ کا سابق الاسلام ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ بحث کرنے کے بعد صاحب سیرۃ العلویہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیق کے سابق الاسلام ہونے کے متعلق ایک خود ان کی اپنی روایت ہے اور ایک حضرت ابن عباس کی۔ باقی روایات کی تردید انہوں نے کر دی ہے۔ ان دو روایات پر ان کی رائے میں اس وجہ سے عمل نہیں ہو سکتا کہ ابو بکر والی روایت کے برخلاف اور بہت سی روایات ہیں۔ اور حضرت ابن عباس والی روایت از قبیل احاد ہے۔ گویا دونوں وضعی ناقابل اعتبار ہیں۔ ان دونوں روایات کو رد کرنے کے لئے ان وجوہات کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ والی روایت کو اصلی الفاظ میں انہوں نے نقل نہیں کیا یہ اس بحیرا کا

مویشیوں کے لئے گھر بنتے ہیں۔ والذی نفسی بیدہ لیخرجن من ھذا المسجد فتن کصیاصی البقر۔ حدیث ۶۵۶ یہ امر واقعہ ہے کہ اس ہی مسجد میں بیٹھ کر منصوبے باندھے جاتے تھے کہ کس طرح۔ بنو ہاشم کو مغلوب رکھا جائے۔ کس طرح حضرت علیؑ سے بیعت لی جائے۔ یہیں بیٹھ کر خلیفۂ اوّل نے حضرت علیؑ کے پاس اپنا غلام بھیجا تھا کہ آن کر بیعت کر لیں۔ حضرت علیؑ کے انکار پر یہیں سے ایک جماعت مسلمانوں کی آگ لے کر فاطمہؑ کا گھر جلانے چلی تھی یہیں حضرت علیؑ کو کشاں کشاں بیعت کے لئے لائے تھے یہیں آپ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کی دھمکی دی گئی تھی یہیں بیٹھ کر قضیۂ فدک کا فیصلہ کیا گیا تھا اور اُس ہی جگہ خلافت کی گیند ایک دُوسرے کی طرف اچھالی گئی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ویلؑ لبنی امیہ ثلاث مرّاۃٍ بنی اُمیہ پر تین دفعہ لعنت حدیث ۶۹۰۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حکم اموی کی اولاد میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل رہی ہے حدیث ۶۹۵ یہ حکم اموی کتاب اللہ اور میری سنت کی مخالفت کرے گا اور اس کے صلب سے ایسے فتنے نکلیں گے کہ جن کا دھواں آسمان تک پہنچے گا اور آج کل بھی تم میں سے بہت لوگ اس کے پیرو ہیں۔ حدیث ۶۹۶۔

عنقریب میرے اہل بیت میرے بعد میری اُمت سے قتل و غارت دیکھیں گے اور ہمارے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن بنو اُمیہ، بنو المغیرہ و بنو مخزوم ہیں۔ حدیث ۷۰۵۔

عنقریب بنو عباس کے لئے مشرق سے رایات بلند ہوں گے۔ جن کا اول بھی ہلاک شدہ ہے اور جن کا آخر بھی ہلاک شدہ ہے تم ان کی مدد نہ کرنا جو اُن کے علموں کے پیچھے چلے گا خدا اُسے روز قیامت جہنم میں ڈالے گا۔ بتحقیق کہ وہ تمام مخلوق سے زیادہ شر والے ہیں۔ اُن کے پیرو بھی ایسے ہی ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہیں۔ لیکن میں اُن پر تبرا بھیجتا ہوں اور اُن سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بیزاری چاہتے ہیں۔ اُن کی علامت یہ ہے کہ کالے کپڑے پہنیں گے تم لوگ نہ تو اُن کی پیروی بازاروں میں کرنا اور نہ راستوں میں اُن کے ساتھ رہنا۔ نہ اُن کو راستہ بتانا۔ نہ اُن کو پانی پلانا۔ اُن کی آوازیں سکّان سمٰوات کو اذیت پہنچائیں گی۔ حدیث ۶۶۶

بنو عباس کے دو علم ہوں گے اُن کے اُوپر کا حصّہ کفر اور نیچے کا حصّہ ضلالت ہو گا۔ اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو دیکھو گمراہ نہ ہونا۔ حدیث ۶۶۵۔

انتم اشبہ الامم ببنی اسرائیل لترکبن طریقتہم حذو ا بالحذو والقذۃ بالقذۃ حتی لا یکون فیہم شیئ الا کان فیکم مثلہ حتی ان القوم لتمر علیہم المراۃ فیقوم الیہا فیجامعہا ثم یرجع الی صحابہ یضحک الیہم ویضحکون الیہ حدیث ۷۱۱۔

ترجمہ:۔ تم لوگ بنو اسرائیل سے بہت ہی مشابہ ہو۔ تم ضرور ان کے طریقوں کی پیروی ایک جو جو برابر اور قدم بقدم کرو گے۔ یہاں تک کہ کوئی شے ایسی نہ ہو گی جو اُن میں ہو گی ہو اور تم میں نہ ہو۔ یہاں تک اگر ان میں ایسا ہوا ہو گا کہ اُن کے پاس سے کوئی عورت گزری ان میں سے ایک آدمی

ایک حصہ ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے اپنے حق میں مجلس سقیفہ بنی ساعدہ کے اندر دیا تھا۔ لیکن اس طرح
کسی مورخ نے بیان نہیں کیا اگر صاحب سیرۃ العلویہ اصلی عبارت لکھتے تو بہتر تھا۔ ہم نے سقیفہ
بنی ساعدہ کی بحث میں اس کی اصلی عبارت نقل کی ہے۔ تاریخ طبری، الکامل ابن الاثیر، مروج
الذہب مسعودی، تاریخ ابن خلدون تاریخ الخمیس۔ کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ یہ سب
سقیفہ بنی ساعدہ کی بحثوں اور گفتگوؤں کو اپنے اپنے طرق واسناد سے نقل کرتے ہیں ان میں سے
کسی نے ایسی عبارت نہیں لکھی جس کا ترجمہ وہ ہو جو صاحب سیرۃ العلویہ نے لکھا ہے۔
کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ کہا تھا۔ زیادہ سے زیادہ کتاب الامامت والسیاست
میں یہ عبارت ملتی ہے۔ نحن معشر المہاجرین اول الناس اسلاماً۔ یعنی ہم مہاجرین اسلام لانے
میں اول تھے۔ یہ فقرہ جماعت مہاجرین کے لئے کہا گیا ہے۔ کیونکہ جماعت انصار سے مقابلہ تھا۔
چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ نحن عشیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم رسول خدا
کے قرابتدار ہیں۔ یہاں بھی مقابلہ جماعتوں سے کیا گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ میں
قرابت داری کوئی خاص نمایاں نہ تھی۔ جو شخص کہ قریب ترین تھا اس سے تو اعراض کیا گیا تھا۔
جناب رسول خدا نے بھی دعوت ذی العشیرہ میں ان کو مدعو نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد جو حضرت
ابوبکرؓ سے رشتہ ہوا۔ وہ اس امر کے لئے مفید نہ تھا۔ کیونکہ بیوی کا باپ عشیرۃ میں نہیں آتا۔
بہر صورت یہ ظاہر ہے کہ حضرت ہی سے مقابلہ نہیں کیا۔ یہ دعوےٰ صرف حاضرین جلسہ کے
خلاف پیش ہوا تھا اس محدود مجمع اور مذاکرے کے باہر آن کر کبھی یہ دعوےٰ برسر منبر پیش نہیں کیا
گیا۔ برعکس اس کے حضرت علیؑ کے دعوے کے الفاظ و طریقہ و مقام دعوےٰ ملاحظہ ہوں۔ بر
سر منبر علانیہ ایک دفعہ نہیں بارہا تمام امت کے مقابلہ میں کھلے بندوں بلے دھڑک بلا خوف تردید
آپ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے پہلے اسلام لانے والا میں ہوں۔ میرے سوا جو
یہ دعوےٰ کرے وہ کاذب ہے۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میں نے آنحضرتؐ کے ساتھ تم سب سے
سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔ کئی موقعوں پر آپ نے ابوبکر کا نام لے کر کہا کہ میں ابوبکرؓ سے
پہلے ایمان لایا ہوں۔ یہ دعوےٰ ہے جو خود آپ اپنی دلیل ہے۔ جس میں کسی تاویل و تشریح
کی ضرورت نہیں۔ حضرت علیؑ کے لئے کتنا فخر کا مقام ہے۔ کہ آپ نے کبھی بتوں کے آگے
سجدہ ہی نہیں کیا۔ مسلمان پیدا ہوئے اور مسلمان ہی رہے لہٰذا اول مسلمان اس امت میں ہیں۔
ابھی عالم طفولیت ہی تھا کہ اسلام ظاہری بھی قبول کر لیا۔ آپ کے ذہن و ذکا کی رسائی اور
فطرت کی کاملیت کا اس سے بہتر اور کیا ثبوت ہو سکتا تھا۔ کہ آپ نے اس عمر میں توحید کے
نکات و معاد کی حقیقت اور رسالت کے مقصد کو سمجھا اور ان پر عمل کیا کہ جب اور بچے
لہو و لعب میں مشغول رہتے ہیں۔ چونکہ آپ کی فطرت کامل تھی اور کفر و شرک کے لوث
سے مبرا لہٰذا آپ نے وحدانیت ذات باری و رسالت محمدی و حیات ابدی و نشاۃ اولیٰ و

انہوں نے کو ایسا پہچانا کہ پچاس برس کے بوڑھے جن کی فطرت میں برسوں کی بت پرستی نے شرک و کفر کو طبیعت ثانیہ بنا دیا۔ کہ ان میں سے کبھی وہ نکلا ہی نہیں۔ اور بقول آنحضرتؐ ہمیشہ چیونٹی کی چال کی طرح جاری و ساری رہا۔ کبھی پہچان ہی نہ سکے۔ بوقت قبول اسلام حضرت علیؑ کی عمر ساڑھے بارہ سال کی تھی۔ محمد ابن حنیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی عمر ۶۵ سال کی ہوئی۔ دیکھو اسد الغابہ۔ مطالب السئول میں کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی نے اس کو صحیح مانا ہے۔ نزول وحی کے بعد جناب رسول خدا ۲۳ سال تک اس عالم فانی میں رہے اور آنحضرت کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ ساڑھے انتیس سال زندہ رہے۔ لہٰذا بوقت بعثت رسول حضرت علیؑ کی عمر ساڑھے بارہ سال کی ہوئی۔ یہ تو بہت ہے۔ حضرت علی تو اس جماعت کے ایک فرد تھے۔ جن کو مہد ہی میں علم و حکمت خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں۔ ان کی نسبت پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اٰتیناہ الحکم صبیا۔ اگر حضرت عیسےٰؑ پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ کی عصمت کی تصدیق کر سکتے تھے اور وہ تصدیق منکرین کے خلاف قابل احتجاج تھی تو اس تصدیق میں کیا نقص آگیا۔ جو جناب علی مرتضےٰ نے نو یا دس یا ساڑھے بارہ سال کی عمر میں جناب محمد مصطفےٰ صلعم کی نبوت و رسالت کی کی۔ حضرت ابن عباس والی روایت کا بھی اردو ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ ہم پہلے اصلی عبارت نقل کر چکے ہیں۔ اس میں یہ صریح بیان نہیں ہے کہ ابوبکر اول اسلام لائے بلکہ محض حسان بن ثابت کے اشعار کی طرف اشارہ کر کے حضرت ابن عباس نے اپنا پیچھا چھڑایا ہے۔

غرضیکہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ ایمان لائے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ اور نہ کبھی عیسائیت یا کسی اور گمراہ مذہب کی پیروی کی۔ لہٰذا اس امت کے سب سے پہلے مسلمان حضرت علیؑ ہوئے۔ ذیل میں ہم وہ تمام حوالہ جات ایک جگہ جمع کرتے ہیں۔ جن میں حضرت علیؑ کا سابق الاسلام ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔

خلاصۂ کلام

حضرت خدیجہ کے بعد اور مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔

ابو محمد عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبی الجزء الاول ص ۲۶۴ تا ۲۶۷۔ حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام السیاسی الجزء الاول ص ۹۷۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الاول ص ۷۲، فصل الثانی ص۷۲ حدیث ۲۹۔ حافظ ابوبکر احمد بن الخطیب البغدادی: تاریخ بغداد الجزء الاول ص ۱۳۴۔ مولوی محمد مبین، وسیلۃ النجاۃ ص ۷۰۔ مسند امام احمد حنبل، الجزء الاول ص ۹۹، ۱۴۱، ۲۰۹، ۳۳۱، ۳۷۳، الجزء الرابع ص ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱۔ الجزء الخامس ص۲۶ طٰہٰ حسین۔ علی و بنوہ ص ۱۷۔ اخطب خوارزم، کتاب المناقب ص ۲۲، ۲۵۔ علی بن برہان الدین الحلبی: انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون الجزء الاول ص۲۸۳۔ شاہ ولی اللہ: قرۃ العینین محمد بن طلحۃ الشافعی مطالب السئول ص ۲۸۔ محمد بن یوسف الگنجی: کفایت الطالب الباب الخامس

والعشرون ص ۴۷ تا ۵۰۔ شیخ کمال الدین الدمیری، حیٰوۃ الحیوان الکبریٰ الجزء الاوّل ص ۵۵۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۳۷۶۔ الجزء الثالث ص ۲۵۷۔ ابن الاثیر الجزری؛ تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۲۰، ۲۱۔ حسین دیار بکری؛ تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۳۲۳۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری؛ تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاوّل ص ۱۱۶۔ تاریخ ابن کثیر شامی؛ الجزء الثالث ص ۲۴، ۲۵۔ الجزء السابع ص ۲۲۲، ۲۲۳، ۳۳۴، ۳۳۸۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۳۲، ۱۳۶۔ مسند ابی داؤد والطیالسی الجزء الاوّل ص ۲۶، حدیث ۱۸۸۔ الجزء الثالث ص ۹۳ حدیث ۶۷۸۔ ابن عبدالبر؛ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ علی ص ۴۷۰، ۴۸۶۔ تاریخ حبیب السیر جلد اوّل جزو سوم ص ۱۵۔ سنن ترمذی کتاب ۴۶ باب ۲۰۔ تاریخ مروج الذہب مسعودی مطبوعہ بولاق ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ ہجری۔ الجزء الاوّل ص ۳۰۷۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ باب الرابع، فصل الرابع ص ۱۵۷ تا ۱۵۹، ۲۰۲۔ ابن حجر عسقلانی؛ تہذیب التہذیب الجزء السابع ترجمہ علی ص ۳۳۶۔ نسائی: خصائص علویہ۔ میرزا محمد ابن معتمد خان: نزل الابرار ص ۱۷۔ حیدر علی حنفی؛ سیرۃ العلویہ حصہ اوّل ص ۳۱ تا ۴۲۔ سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع مجتبائی باب ۱۱ ص ۱۲۔ علی المتقی؛ کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۰ حدیث ۶۰۸۸ و ۶۰۸۹۔ معجم الکبیر طبرانی۔ مسند عبداللہ ابن مسعود۔ مسند زید ابن علی حدیث ۹۷۱۔ شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی عشر فی سبق اسلام علی ص ۶۰، ۶۱، ۶۲ اور باب الحادی والخمسون ص ۱۵۱۔ روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ فی تشریح، شعرہ

یا اماما سبق الخلق الی — طاعۃ المختار مذ کان صبیا

روائح المصطفیٰ من ازہار المرتضیٰ۔ سید صدر الدین احمد الحنفی ص ۱۱۔ محمد ابن صبان؛ اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ص ۱۳۷۔ روضۃ الصفاء جلد دوم۔ ص ۲۷۶۔ عبدالرحیم بن حسین العراقی کتاب التنقید والایضاح لما اطلق واغلق۔ میزان الاعتدال ذہبی الجزء الثانی ص ۲۱۲۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی الجزء الاوّل ص ۲۴۱۔ عبید اللہ امرت سری۔ ارجح المطالب باب چہارم ص ۴۸۶۔

سب سے پہلی نماز علیؑ نے پڑھی۔ اور مکہ میں جناب رسولؐ خدا و علیؑ و خدیجہ کو نماز پڑھتے ہوئے عفیف الکندی و عبداللہ بن مسعود نے دیکھا اور اس مذہب پر اس وقت کوئی چوتھا آدمی نہ تھا۔

تاریخ طبری الجزء الثانی ص ۲۱۲۔ تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۲۰، ۲۱، کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۱۹، ۲۰، ۲۲۔ مسند امام احمد حنبل الجزء الرابع ص ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱۔ الجزء الخامس ص ۲۶۔ الاستیعاب ابن عبدالبر: الجزء الثانی ص ۴۷۲۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۸، ۱۵۹۔

لم یعبد الاوثان قط

جلال الدین سیوطی: تاریخ خلفاء ص ۱۱۳۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی الباب التاسع۔ الفصل الاوّل ص ۷۲، جلال الدین سیوطی۔ کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۲۶۲۔ نور الابصار شبلنجی، ص ۶۹۔ محمد بن یوسف الکنجی۔ کفایت الطالب الباب الرابع والعشرون ص ۴۶۔

قول رسولؐ کہ علیؑ اُمت کے پہلے مسلمان ہیں۔

انہ لم ترتفع شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ الی السماء الا منی ومن علی۔ اخطب خوارزم۔ کتاب المناقب ص ۲۱۔

انت اول المومنین ایمانا ولا یحاجک فیہا احد من قریش انت اولہم ایمانا باللہ واوفاہم بعہد اللہ، اقومہم بامر اللہ واقسمہم بالسویہ واعدلہم فی الرعیۃ وابصرہم بالقضیہ واعظمہم عند اللہ مزیۃ"۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء۔ ص ۶۶۔ المجلد الاول۔ اول من صلی معی۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۱۰۔ اولکم واردًا علی الحوض اولکم اسلامًا علی بن ابی طالب۔ علی المتقی: کنز العمال۔ الجزء السادس۔ ص ۱۵۶ حدیث ۲۶۰۹۔ حافظ سید صدر الدین الحنفی: روائح المصطفیٰ ص ۱۱۔ ابن عبدالبر: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الثانی ص ۴۷۰۔ سید حسن الزمان: القول المستحسن ص ۱۸۔ ۲۲۹۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۳۶، ۱۵۱۔ حافظ ابونعیم الاصفہانی: حلیۃ الاولیا المجلد الاوّل ص ۶۶۔ اخطب خوارزم: کتاب المناقب ص ۱۲۲۔ انت اول المومنین ایمانًا واول المسلمین اسلامًا۔ ریاض النضرۃ الباب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۷۔

دنیا میں تین سابقوں ہوئے ہیں۔ ان میں سے بہترین علیؑ ہیں:-

صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ الباب التاسع الفصل الثانی ص ۷۴۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۲۲۔

دعوی علی انا اول من اسلم۔

ابن حجر عسقلانی: تہذیب التہذیب الجزء السابع ص ۳۳۶۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم ص ۱۹۔ قول المستحسن فی فخر الحسن مولوی حسن الزمان ص ۱۹۔ میزان الاعتدال ذہبی۔ الجزء الثانی ص ۲۱۲ ترجمہ العلاء بن صالح۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۲۔ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۲۱۲۔ الاستیعاب ابن عبدالبر الجزء الثانی ص ۴۷۲۔ محب الدین الطبری، ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ باب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۸، ۱۵۹۔

ابوبکرؓ سے پہلے میں ایمان لایا۔

مولوی حسن الزمان : قول المستحسن ص ۱۹ ۔ محب الدین الطبری : ریاض النضرۃ الجزء الثانی ، باب الرابع فصل الرابع ص ۱۵۷ ۔

حضرت علیؑ کے بعد زید بن حارثہ ایمان لائے اور زید کے بعد ابوبکرؓ مسلمان ہوئے۔

سیرۃ ابن ہشام الجزء الاول ص ۲۶۵ ۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۷۷ ۔ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص ۱۱۶ ، تاریخ طبری الجزء الثانی ص ۲۱۵ ۔

حضرت ابوبکرؓ سے پہلے پچاس آدمی ایمان لا چکے تھے۔

تاریخ طبری الجزء الثانی ص ۲۱۵ ۔

AMIR ALI'S SPIRIT OF ISLAM CHAPT I P. 20, 21.

جس ترتیب سے ایمان لائے۔

(۱) حضرت خدیجہ (۲) حضرت علیؑ (۳) زید بن حارثہ (۴) ابوبکر (۵) عثمان (۶) عبدالرحمن بن عوف (۷) سعد بن ابی وقاص (۸) زبیر۔

بعد ہجرت اولیٰ پہلے حمزہ ایمان لائے۔ پھر عمر۔

تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص ۱۱۷ ۔ تاریخ طبری الجزء الثانی ص ۲۲۵ ۔

چالیس مرد اور دس عورتوں کے بعد عمر اسلام لائے۔

جلال الدین سیوطی ، خصائص الکبریٰ ص ۱۴۴ ۔

۱۶ ۔ شجاعت و نصرت اسلام

نبی کی بعثت کا مقصد اس دین کی اشاعت و نصرت ہے کہ جن کی تبلیغ کے لیے وہ مبعوث ہوتا ہے۔ اس کے جانشین کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔ بلکہ یہ اس کی شناخت ہے کہ تمام امت میں سے اس میں سب سے زیادہ نصرت دین کی قابلیت و اہلیت ہو اور بطور امر واقعہ بھی اس نے سب سے زیادہ نصرت دین کی ہو۔ کافروں کے سامنے جنگ سے فرار کرنا نبی کی شان کے خلاف ہے۔ اس کا فرار دین کا فرار اور کفر کی فتح ہے۔ آرے سے چر جائیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں۔ خوشی سے آگ میں پڑ جائیں گے لیکن فرار کا ارادہ بھی نہیں کریں گے۔ خصوصاً نبی آخر الزمان کے لئے جس پر جہاد فرض کیا گیا تھا اور جس سے خداوند تعالیٰ نے غلبہ و فتح کا وعدہ فرمایا تھا۔ جنگ سے فرار کرنا کفر دائمی کی فتح اور مقصد الٰہی کی شکست تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان لڑائیوں میں بھی کہ جن میں آپ کی فوج نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا اور جان بچا کر بھاگ گئے آپ خود میدان سے نہیں ہٹے۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

ذکرت فی التفسیر عن بعض من السلف انہ استنبط من قولہ تعالیٰ " فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک وحرض المومنین " ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ماموراً ان لا یفر من المشرکین اذا واجھوہ ولو کان

نصرت اسلام و شجاعت

وحده من قوله لا تکلف الا نفسك وقد کان صلی الله علیه وسلم من اشجع الناس واصبر الناس واجلدهم ما فر قط من مصاف ولو تولی عنه اصحابه۔ دیکھو حافظ ابن کثیر کی البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السادس ص ۵۹۔

ترجمہ :- میں نے اپنی تفسیر قرآن میں بعض علماء متقدمین سے نقل کیا ہے کہ آیۃ قرآن فقاتل فی سبیل الله لا تکلف الا نفسك وحرض المومنین سے نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرتؐ اس امر پر مامور تھے کہ جب مشرکین سے مقابلہ ہو تو آپ فرار نہ کریں۔ اگرچہ تنہا ہی رہ جائیں۔ یہ صاف نتیجہ ہے۔ لا تکلف الا نفسك کا۔ اور یہ تحقیق کہ جناب رسول خدا نہایت بہادر لوگوں میں سے تھے اور آپ نے کسی جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا۔ اگرچہ آپ کے اصحاب بھاگ گئے اس کے خلیفہ وجانشین کی بھی یہی شان ہونی چاہیئے کہ فرار کو عار سمجھے۔ اور اس کی شناخت یہ ہے کہ وہ رسولؐ خدا کی طرح کبھی جنگ سے نہ بھاگا ہو۔ چنانچہ جب کبھی جناب رسولؐ خدا کو ہم نے اپنے کل اصحاب کے بھاگ جانے کے بعد میدان جنگ میں تن تنہا اعدائے دین کے مقابلہ میں کھڑا ہوا دیکھا۔ حضرت علیؑ کو ہمیشہ آپ کے پہلو میں آپ کی نصرت کرتے ہوئے پایا۔ آنحضرتؐ جوشِ مسرت میں حضرت علیؑ سے کہتے ہیں کہ تم اوروں کی طرح کیوں نہ اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ تو علیؑ جواب دیتے ہیں۔ اکفر بعد الایمان۔ کیا میں ایمان کے بعد کافر ہو جاتا۔ جناب علی مرتضیٰ کے کرار غیر فرار ہونے کی شہادت واقعات دے رہے ہیں اور جناب رسولؐ خدا کے اقوال اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ حضرت علیؑ کی شجاعت و نصرتِ دین مسلم ہے۔ جناب رسولِ خدا کے زمانہ کے غزوات پر نظر عمیق ڈالنے سے مندرجہ ذیل امور اچھی طرح منکشف ہو جاتے ہیں۔

(۱) اسلام اور رسولؐ اسلام کے سخت ترین دشمن بنو امیہ تھے جن کے راس و رئیس ابوسفیان تھے۔

(۲) اگر ابوسفیان اور ان کا خاندان نہ ہوتا۔ تو جنگہائے بدر و احد و احزاب حتیٰ کہ جنگِ خیبر کبھی واقع نہ ہوتے اور نہایت اغلب ہے کہ آنحضرتؐ کو مکہ چھوڑنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی نہایت امن و اطمینان کے ساتھ مکہ و مدینہ اور تمام عرب میں اسلام پھیل جاتا۔

(۳) ابوسفیان کی کوششوں کو خاک میں ملانے والا تن تنہا علی بن ابی طالب تھا۔ ہجرت کی کامیابی اور تمام لڑائیوں کی فتح کا سہرا محض علیؑ کے سر پر ہے۔

(۴) ان لوگوں کی طبیعت وقلبی حالت و زبانی ہمدردیٔ اسلام اور اوپری محبت رسولؐ کا اندازہ اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے خاندان رسولؐ یعنی بنو ہاشم اور خصوصاً حضرت علیؑ کے مقابلہ میں اسی دشمن رسولؐ خاندان بنی امیہ کو مستحکم اور مضبوط بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ایسے بڑے دشمن رسولؐ کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے شام کی حکومت دے دی۔

ابتدائی امور غزوات

اور پھر جان بوجھ کر کہ حضرت عثمان اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بڑھائیں گے اور ان پر ناجائز مہربانیاں کریں گے۔ حضرت عثمان کو خلیفہ مقرر کرادیا تاکہ بنو اُمیہ اچھی طرح قوی ہو جائیں۔ اور ان کی شام کی حکومت کبھی حضرت علیؑ و بنو ہاشم کو خلافت اسلامیہ پر قابض نہ ہونے دے۔

(۵) حضرت علیؑ کی شجاعت و نصرت دین کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو کبھی کسی کے ماتحت نہیں کیا۔

(۷) سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام اصلی خلیفۂ رسول نہ تھے۔ کیونکہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ جناب رسول خدا تو میدان میں ثابت قدم رہے اور باوجود قلت انصار کے میدان جنگ کو نہ چھوڑا۔ لیکن یہ بزرگوار جناب رسولِ خدا کو تنہا میدانِ جنگ میں چھوڑ کر خود بھاگ گئے۔

(۸) حضرت علیؑ کے غزوات و جہاد فی سبیل اللہ میں عرب کے بہت سے قبیلوں کے افراد آپ کی ذوالفقار کا شکار ہوئے۔ کینہ اور عادت قصاص جو اہل عرب کی خاص خصلتیں تھیں انہوں نے ان خاندانوں کو ہمیشہ کے لئے حضرت علی کا دشمن بنا دیا۔ لہٰذا ان تمام لوگوں کا اتحاد حکومت اولیٰ و حکومت بنی اُمیہ و حکومت بنی عباس کے ساتھ حضرت علیؑ کے خلاف قدرتی و لازمی تھا۔ ان سب نے ہمنوا ہو کر عمداً و ارادتاً حضرت علیؑ کے خلیفہ و جانشین مقرر ہونے کو چھپانے کے لئے یہ مغالطہ پیدا کیا اور پھیلایا کہ آنحضرتؐ نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر نہیں کیا۔

تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ پانچ بڑی لڑائیوں نے کیا ہے جو سب آنحضرتؐ کے زمانہ میں واقع ہوئیں۔ اگر خدانخواستہ اُن کا نتیجہ مسلمانوں کے برخلاف ہوتا تو پھر اسلام کا نام دنیا میں کوئی نہ سنتا۔ اور دُنیا کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی۔ وہ پانچ بڑی لڑائیاں یہ تھیں۔ جنگ بدر۔ جنگِ اُحد۔ جنگِ احزاب۔ جنگ خیبر اور جنگ حنین۔ یہ اسلام کی فیصلہ کن لڑائیاں تھیں۔ جن میں اسلام صرف اپنی ہستی قائم رکھنے کے لئے لڑ رہا تھا۔ خدا و رسولؐ کی خاص توجہ ان لڑائیوں کی طرف تھی۔ ان لڑائیوں کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور قرآن شاہد ہے کہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں ان لڑائیوں میں ثابت قدم رہنے والوں کی بہت قدر و منزلت ہے۔ اقوال رسولؐ بتا رہے ہیں کہ ایسے لوگوں کی عزت و توقیر بارگاہ نبوت میں بھی بہت تھی۔ لہٰذا ہم ان لڑائیوں کا ذکر اختصار کے ساتھ مندرجہ بالا مقاصد کو مدِنظر رکھ کر کرتے ہیں۔

جنگ بدر۔ ۱۹ر رمضان سنہ ۲ھ مطابق ۱۷ر مارچ سنہ ۶۲۴ء۔

اس لڑائی کے فتح کرنے والے محض حضرت علیؑ اور حضرت حمزہ تھے۔ اور عَلم جنگ حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علیؑ کی عمر بیس سال کی تھی۔ جب جنگ بدر کا عَلم آنحضرتؐ نے علیؑ کو دیا۔

الحاکم، مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۱۱۔ حسین دیار بکری۔ تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۱۸۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۴۴۔

اس جنگ میں کفارانِ مکہ کے ستر آدمی مارے گئے۔ جن میں قریش کے تمام گھرانوں کے معزز لوگ شامل تھے۔ خصوصاً بنو امیہ۔ بنو مخزوم اور بنو اسد۔

جرجی زیدان: تمدن اسلام حصہ اول صـ۸ اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص ۸۳

ان میں آدھے سے زیادہ اشخاص صرف حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ابن الاثیر تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی ص ۴۴ و ۴۷ و تاریخ الخمیس حسین دیار بکری، الجزء الاول ص ۴۱۸ و ۴۲۶ و ۴۲۷۔ اردو ترجمہ تاریخ واقدی نولکشوری صـ۱۱۲ مطالب السئول طلحۃ الشافعی کفایت الطالب محمد ابن یوسف الکنجی، تاریخ اسلام مؤلفہ ذاکر حسین حصہ اول صـ۱۵ المصطفےٰ صـ۱۳۳ ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری۔

یہ قطعاً یقینی ہے کہ اس نہایت اہم لڑائی کی فتح صرف دو آدمیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ یعنی علیؑ جن کے پاس زرہ تک نہ تھی اور حمزہ۔

It certainly appears that the winning of this most important Fight was in the main due to the powers of Ali (who fought without armour to his back) and Hamza. Life of Mohammed by D.S. Margoliouth page 260.

یہ کتنی عظیم الشان شجاعت و دلیری و کمال ایمان کی شہادت ہے کہ بغیر زرہ کے رہے اور ایسے لڑے کہ آدھے سے زیادہ مشرکین کو قتل کیا۔ مولوی عبید اللہ امرتسری اپنی کتاب ارجح المطالب صـ۲۷۱ باب سوم میں لکھتے ہیں۔

"اسی طرح حضرت علیؑ ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے نصف کو قتل کیا اور کل مقتول ستر تھے۔ نصف اور مسلمانوں نے قتل کئے۔ یہی تعداد علامہ کمال الدین طلحۃ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السئول میں اور علامہ محمد بن یوسف الکنجی نے کفایت الطالب میں بھی بتلائی ہے۔

قریش کے بہت سے قبیلوں کے آدمیوں اور سرداروں کو حضرت علیؑ نے قتل کیا۔ ملاحظہ ہو فہرست مقتولین مشرکین مندرجہ اُردو ترجمہ تاریخ واقدی صـ۱۰۹۔ لغایت ۱۱۲۔

ابو سفیان نے عہد کر لیا کہ دنیا کی ہر ایک زینت اس پر حرام ہے۔ جب تک کہ وہ جنگ بدر کا بدلہ نہ لے لے۔ شہر میں منادی کرادی کہ کوئی شخص اپنے مقتولین پر نہ روئے، کیونکہ آنسوؤں سے آتش انتقام و جوشش غضب پر پانی پڑ جاتا ہے۔ اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون۔

جلد سوم۔ نامور مشرکین مکہ میں سے جو صرف جناب علی مرتضےٰ کی شمشیر سے مارے گئے۔ وہ یہ تھے۔

ولید بن عتبہ اموی برادر ہندہ مادر معاویہ، شیبہ بن ربیعہ اموی عم ہندہ مادر معاویہ۔ عاص بن سعید بن عاص اموی۔ نوفل بن خویلد بن اسد۔ مسعود بن مغیرہ۔ عم خالد بن ولید۔ ابوالقیس بن الفاکہ۔ عبداللہ بن منذر۔ عاص بن منبہ بن حجاج صاحب ابن سائب۔ حنظلہ و ابو عمر اموی پسران ابوسفیان یعنی برادران معاویہ ابو عبیدہ بن الحارث۔ عقیل بن نوفل۔ ان مقتولین میں امیر معاویہ کے پانچ نہایت نزدیکی رشتہ داران تھے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگوار کہاں ہیں۔ جن کے دلوں میں دہر دوں پروروں نے یہ زعم پیدا کر دیا کہ برخلاف علیؑ کے ہم جانشینان رسول ہیں۔ اور جو سقیفہ بنی ساعدہ میں بوجوہات چند در چند جن کا ذکر آگے آئے گا۔ آنحضرتؐ کے بعد اس اُمت کے والی و وارث بنا دیئے گئے۔

شان رسالت سے بعید تھا کہ پہلوانوں کی طرح کافروں کے مقابلہ میں آپ کر دست بدست جنگ کریں۔ علاوہ اس کے آپ کی ذات بابرکات کے اوپر اسلام کے سارے مستقبل کا انحصار تھا۔ لہٰذا آپ کی حفاظت ضروری ہوئی۔ چنانچہ میدان جنگ میں ایک علیٰحدہ مقام محفوظ آپ کے لئے تجویز کیا گیا اور وہاں ایک عریش تیار ہوا۔ ترتیب صفوف کرنے کے بعد آپ وہاں جلوہ افروز ہوئے۔ اور وہاں مسلمانوں کی امداد اُس ہتھیار کے ذریعہ سے کی کہ جس کے بغیر فتح ناممکن تھی۔ یعنی دعا بدرگاہ قاضی الحاجات۔ گویا تین وجود سے وہ عریش آپ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

(۱) عظمت و رفعت شان رسالت جس کے لئے پہلوانوں سے دست بدست لڑنا ناموزوں تھا (۲) حفاظت (۳) جائے اطمینان تاکہ درگاہ قاضی الحاجات میں مسلمانوں کے لئے دُعا کریں۔ اسی طرح جنگ اُحد میں بھی آپ نے خود جنگ نہیں کی۔ جب کفار کا نرغہ ہوا تو حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ ان کو مجھ سے دُور کر دو۔ جنگ احزاب میں بھی عمر عبدود کے مقابلہ میں خود نہ نکلے بلکہ حضرت علیؑ کو بھیجا۔ جنگ خیبر میں خود قلعہ فتح کرنے تشریف نہ لے گئے بلکہ دیگر صحابہ کو بھیجتے رہے۔ لیکن جو آپ کے لئے موزوں اور ضروری تھا وہ اوروں کے لئے مناسب نہ تھا۔ حضرت علیؑ یا دیگر صحابہ کے لئے مناسب نہ تھا کہ جنگ سے علیٰحدہ ہو کر مقام محفوظ میں بیٹھ جاتے اگر سب اسی طرح کرنے لگتے تو کون لڑتا۔ لیکن اصحاب میں سے جو بزرگ جنگ کی حرارت برداشت نہ کر سکے۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس عریش کے اندر چلے ہی آتے۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے انہیں نہیں بلایا تھا۔ تاریخ الخمیس سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں:۔

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العریش ومعہ ابوبکر الصدیق نحر	جناب رسول خدا صلعم عریش میں جلوہ افروز تھے اور ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق تھے

عدل رسول الله صلی الله علیه وسلم الصفوف ورجع الی العریش فدخله ومعه فیه ابوبکر لیس معه فیه غیره ورسول الله صلی الله علیه وسلم یناشد ربه ما وعده من النصر ویقول فیما یقول اللهم ان تهلک هذه العصابة الیوم لا تعبد فی الارض ابداً وابوبکر یقول یا نبی الله یکفیک بعض مناشدتک ربک فان الله منجز لک ما وعدک. وسعد بن معاذ قائم علی باب العریش الذی فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم متوشحا السیف فی نفر من الانصار یحرسون رسول الله صلی الله علیه وسلم یخافون علیه کرة العدو

پھر جناب رسول خدا نے صفوف فوج کی درستی کی۔ اور اس کے بعد آپ عریش میں واپس تشریف لائے اور پھر بھی ابوبکر آپ کے ساتھ لگے ہوئے عریش میں چلے آئے لیکن ابوبکر کے سوا اور کوئی شخص عریش میں نہ تھا۔ پھر جناب رسول خدا قاضی الحاجات کی درگاہ میں دعا کرنے میں مشغول ہوئے اور وہ نصرت و امداد طلب فرماتے تھے جس کا وعدہ خداوند تعالیٰ نے کیا ہوا تھا آپ کہتے جاتے تھے کہ بارالہا اگر یہ چھوٹی سی جماعت آج ہلاک ہوگئی تو پھر ابد تک تیری عبادت کرنے والا پیدا نہ ہوگا۔ اور حضرت ابوبکر آپ کو دعا سے روکتے جاتے تھے اور کہتے تھے اے رسول خدا جتنی آپ نے مناجاتیں کیں ان سے کم ہی کافی تھیں۔ خدا اپنا وعدہ پورا کرنے لگا ہے۔ سعد بن معاذ اپنی تلوار کھینچے ہوئے ایک جماعت انصار کے ہمراہ دروازہ عریش پر کھڑے ہوئے جناب رسول خدا کی حفاظت دشمنوں کے حملہ سے کر رہے تھے۔

خمیس دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۲۷، ۴۲۸ — ابن الاثیر، تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۴۳

حضرت ابوبکر تو اس طرح محفوظ بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر کا کہیں نام ہی نہیں آتا اور حضرت عثمان شروع سے جنگ بدر میں شریک ہی نہ تھے۔

علی متقی، کنز العمال الجزء الخامس ص ۲۷۱ حدیث ۵۴۲۲ — خمیس دیار بکری، تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۱۸

جنگ احد روز ہفتہ ۱۱ شوال ۳ھ ہجری مطابق ۶۲۵ء

جنگ احد ۶۲۵ء

مسلمانوں کی فتح سے یہودیان مدینہ کے سینہ میں آتش حسد بھڑک اٹھی۔ ان میں سے ایک کعب بن اشرف جو مشہور شاعر تھا مکہ گیا اور کشتگان بدر کے مرثیے کہہ کہہ کر مشرکین کفار کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ تاریخ ابن ہشام میں ان کے بہت سے مرثیے درج ہیں۔ کعب کے ان پُر درد نوحوں نے قریش کے دل پر بہت اثر کیا۔ وہ گھر گھر میں مدعو کیا جاتا تھا اور یہی نوحے پڑھتے جاتے تھے۔ تاریخ الخمیس کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مکہ میں تنہا نہیں گیا بلکہ اپنے ساتھ چالیس آدمی اور لیتا گیا۔ ابوسفیان کا مہمان ہوا اور [illegible] ابوسفیان

اس عورت کی طرف گیا اور اُس سے جماع کر کے اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آگیا۔ اور بے حیائی سے اپنے دوستوں کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور اس کے ساتھی اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے تو یقیناً تم بھی ایسا کرو گے۔ امم وملل سابقہ خصوصاً بنواسرائیل و یہود و نصاریٰ کی بُری باتوں کی تقلید کرنے کی پیشین گوئی ہر ایک حدیث کی کتاب میں پائی جاتی ہے دیکھو ابن تیمیہ :۔ منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۲۴۱ ۔

مسند امام احمد حنبل :۔ الجزء الثانی ص ۳۶۷، ۴۵۰ ۔ الجزء الثالث ص ۸۴، ۸۹، ۹۴ ۔
الجزء الرابع ص ۱۲۵ ۔ الجزء الخامس ص ۲۱۸ ۔
سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۱۲۳ ۔ صحیح بخاری الجزء الرابع ص ۱۰۶ ۔
صحیح مسلم کتاب العلم الجزء الثامن ص ۵۷ ۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۹۶، ۲۹۷ ۔
مسند ابی داؤد الطیالسی الجزء السادس ص ۱۹۱ ۔ حدیث ۱۳۴۶
الجزء التاسع ص ۲۸۹ ۔ حدیث ۲۱۷۸
مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔
عبدالحق محدث دہلوی :۔ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۴۲ ۔
مستدرک علی الصحیحین الجزء الاول کتاب الایمان ص ۳۷ ۔

آنحضرتؐ نے نزدیک ترین مشابہت بلکہ یگانگت ثابت کرنے کے لئے یہ مثال استعمال فرمائی تھی یعنی ایسی بے حیائی کی بات میں بھی جو عقلاً صریحاً بُری ہے تم لوگ اُن کی مشابہت و پیروی کرو گے۔

اللہ اکبر! ھذا کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اجعل لنا الٰھا کما لھم الھۃ لترکبن سنن من قبلکم۔ حدیث ۲۱۲ اللہ اکبر۔

یہ وہ ہی ہے جو بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک خدا بنادو جیسا کہ کافروں کے پاس خدا ہیں۔ بہ تحقیق تم پچھلی باتوں کی پیروی کرو گے۔

الاما بال اقوام یزعمون ان رحمی لا تنفع، والذی نفسی بیدہ ان رحمی لموصولۃ فی الدنیا والاخرۃ الا وانی فرطکم ایھا الناس علی الحوض الا ویجیئ اقوام یوم القیامۃ فیقول القائل منھم یا رسول اللہ انا فلان بن فلان فاقول اما النسب فقد عرفت و لکنکم ارتددتم بعدی ورجعتم القھقری۔ حدیث ۷۲۶ ۔

ترجمہ :۔ کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو گمان کرتے ہیں کہ میری رشتہ داری سے میرے رشتہ دار کو کچھ فوقیت و فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا رشتہ دنیا و آخرت میں فضیلت پہنچاتا ہے۔ ہاں خبردار۔ اے لوگو۔ میں حوض کوثر پر قیامت کے دن موجود ہونگا۔ وہاں ایک جماعت لائی جاتی گی اس جماعت کا ایک نمائندہ مجھ سے کہے گا کہ اے رسولِ خدا میں فلاں بن فلاں ہوں میں جواب دوں گا کہ میں نے نسب تو پہچان لیا ہے لیکن تم تو میرے بعد اسلام

اس کو ساتھ لے کر تمام قریش کو کعبہ میں لایا۔ اور سب نے حرم کا پردہ تھام کر قسم کھائی کہ جب تک
مسلمانوں سے کشتگان بدر کا بدلہ نہ لے لیں گے آرام سے نہ بیٹھیں گے ابوسفیان نے عمرۃ بن
العاص اور ابو عزہ نے دو شاعروں کو قبائل عرب کے پاس دعوت دے کر بھیجا کہ سب مل کر
محمد (صلعم) اور اسلام کا نام دُنیا سے مٹا دیں۔ اس طرح تین ہزار جوانان جرار کی فوج تیار
ہو گئی۔ اور مکہ سے نکل کر مدینہ کا رُخ کیا۔ ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار تھا۔ اور اس کی
عورت ہندہ جس کا باپ عتبہ اور بھائی ولید جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ انتقام کے جوش
میں زنانِ قریش کے پندرہ کجاوے تیار کر کے لشکر کے ساتھ ہو گئی تاکہ میدان جنگ میں
کشتگان بدر پر نوحے پڑھ کر لڑنے والوں کو جوش اور غیرت دلائیں اور ساتھ ہی قریش
کے بڑے بُت ہبل کو ایک اُونٹ پر ساتھ لے لیا تاکہ کینہ کی آگ کے ساتھ دینی حرارت مل کر
گرمیٔ پیکار کو تیز کرے۔ آنحضرتؐ کو بھی اس کی خبر ہوئی جس وقت لشکر کفار عینین میں جو بطن سبخہ
سے مدینہ کے مقابل ایک پہاڑ ہے پہنچا تو آنحضرتؐ نے دس شوال ۳ھ ہجری مطابق
۶۲۵ء بعد نماز جمعہ شہر سے کُوچ کیا۔ تھوڑی دُور تشریف لے گئے تھے کہ عبداللہ بن ابی
منافق نے عین موقعہ پر دغا دی۔ اور اپنے تین سو رفیقوں کو لشکر اسلام سے الگ کر لیا۔ اور
مدینہ میں واپس آ گیا۔ آنحضرتؐ کے ہمراہ اب کل سات سو جانباز مہاجر و انصار رہ گئے۔ جنہوں
نے تین ہزار کافروں کے مقابلہ میں کوہ احد کی وادی میں شام کے وقت ڈیرے ڈال دیئے
دوسرے دن ہفتہ کو نماز فجر کے بعد آنحضرتؐ نے اس چھوٹی سی فوج کو کفار کے مقابلہ میں لڑائی
کے لئے مرتب کیا۔ کوہ احد پشت پر تھا اور جبل عینین جانب چپ تھا۔ چونکہ جبل عینین میں ایک
درہ تھا۔ جدھر سے کفار کے حملہ کرنے کا امکان ہو سکتا تھا۔ آنحضرتؐ نے عبداللہ بن جبیر
کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ درہ کی حفاظت پر مقرر کر کے تاکید شدید کر دی کہ کسی حالت
میں اپنے مقام کو نہ چھوڑیں۔ اب جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ جس کی تفصیل کی اس جگہ
چنداں ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور انہوں نے کفار کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ان تیر
اندازوں نے لُوٹ میں شامل ہونے کی غرض سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ کافروں کے پہلوان خالد بن
ولید نے موقعہ پا کر درہ میں سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضرت امیر حمزہ
شہید ہوئے تمام مسلمان سوائے دو چار اصحاب کے آنحضرتؐ کو میدان جنگ میں تن تنہا چھوڑ کر
بھاگ گئے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ صرف چودہ اصحاب رہ گئے (تاریخ
الکامل اور تاریخ ابن الوردی) آخر کار ان میں سے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ بھاگ گئے
اور اب صرف حضرت علیؑ ہی آپ کے ساتھ تھے۔ وہ وقت اور وہ منظر بھی عجیب
تھا۔ کفر کی تند ہواؤں نے بزم ایمان کو پراگندہ کر دیا ہے۔ لیکن شمع نور الٰہی اسی طرح صبر و
سکون کے ساتھ روشن ہے۔ اور اس کے اِرد گرد پھرتا ہوا محض ایک فدائی پروانہ نظر

آتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں۔

وکان الذی قتل اصحاب اللواء علیؑ فلما قتلهم ابصر النبی صلعم جماعة من المشرکین فقال لعلی احمل علیهم ففرقهم و قتل فیهم ثم ابصر جماعة اخری فقال له احمل فحمل علیهم وفرقهم وقتل فیهم فقال جبرئیل یا رسول الله هذه المواساة فقال رسول الله صلعم انه منی و انا منه فقال جبرئیل و انا منکما قال فسمعوا صوتا لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علیؑ۔

جب مسلمانوں نے فرار کیا تو علی نے مشرکین کے علمبرداروں پر حملہ کرکے ان کو قتل کردیا۔ پھر جناب رسولِ خدا نے مشرکین کی ایک جماعت دیکھی تو علیؑ سے کہا کہ ان پر حملہ کرو۔ چنانچہ علیؑ نے ان پر حملہ کرکے انہیں متفرق کردیا۔ اور قتل کردیا۔ پھر آنحضرتؐ نے مشرکین کی ایک دوسری جماعت اپنی طرف آتی ہوئی دیکھی۔ پھر علیؑ سے کہا کہ ان پر حملہ کرو۔ چنانچہ پھر علیؑ نے ان پر حملہ کرکے ان کو متفرق و قتل کردیا۔ اس وقت جبرئیل نے رسولؐ خدا سے کہا کہ یہ ہے علیؑ کی محبت و غمخواری۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کیوں نہ ہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں جبرئیل نے کہا کہ میں تم دونوں سے ہوں اس وقت ہاتف غیبی کی آواز سنائی دی کہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔

ابن الاثیر، تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۵۸۔

تاریخ طبری میں بھی یہ واقعہ بعینہ اسی طرح درج ہے۔ تاریخ طبری الجزء الثالث ص۱۷ در ذیل ذکر ۳ھ ہجری۔ نیز ص ۲۰ و ۲۱۔ مولوی عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

درروز اُحد از گروہ مخالف چناں پیکار شدید واقع شد کہ مسلمانان رو بہزیمت آوردند و حضرت رسول صلعم را تنہا گذاشتند۔ حضرت در غضب آمد و عرق از پیشانی ہمایونش متقاطر گشت در آنحالت نظر کرد۔ علی بن ابی طالب را کہ بر پہلوے مبارکش ایستادہ است۔ فرمود کہ چرا بہ برادران خود ملحق نہ گشتی یعنی فرار نہ کردی علی گفت الاکفر بعد الایمان لی بك اسوة یعنی آیا کافر شوم بعد از ایمان۔ بہ تحقیق کہ مرا با تو اقتدار ست۔ بایاران مغرور چہ سر و کار باشد دریں اثنا جمعی از کفار متوجہ آنحضرت صلعم شدند۔ آنحضرتؐ فرمود۔ اے علی مرا ازیں جمعی نگاہ دار دحق خدمت بجا آر کہ وقت نصرت است۔ پس علی متوجہ آں قوم شد و چناں قلع و قمع نمود کہ جمعی کثیر بہ دوزخ رفتند باقی ماندگان متفرق گشتند۔ می گویند کہ دراں روز شانزدہ زخمہا بر تن مبارک جناب امیر رسیدند از اں جملہ چہار زخم بسیار کاری بود ندکہ بوقت رسیدن ہر زخم جناب امیر از فرش زین بزمین آمدند۔ و ہر چہار بار جبرئیل علیہ السلام وے را برداشت و سوار

می کرد و می گفت کہ اے علی جنگ کن کہ خدا و رسول خدا از تو خوشنود ہستند۔ چوں ایں حالی جاں فشانی علی مرتضی جبرئیل امین بحضور ختم المرسلین رسانید آنحضرت فرمود کہ علی چرا جانفشانی نہ نماید کہ وے از من است و من از وے۔ جبرئیل گفت من از شما و علی ہر دو ہستم و منقول است کہ در ہمیں جنگ رضوان بہ منقبت علی قرشی میخواند۔ لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علیؑ بمزید قصہ یقین ناد علیا مظہر العجائب ہم دریں معرکہ واقع باشد۔ مدارج النبوۃ نولکشوری جلد دوم ص ۱۶۷

گروہ اہل حکومت کا خیال ہے کہ جناب رسول خدا حضرت علی کی ان تمام خدمات کو بھول گئے یا انہوں نے عمداً ان خدمات کو نظر انداز کر دیا اور جب جانشین مقرر ہونے کا وقت آیا تو خاموشی اختیار فرمائی۔ تاکہ ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد سے جان چرائی تھی اور جو اکثر آپ کو میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگتے رہے تھے۔ موقع مل جائے کہ اپنی حکمت عملی و حسن تدبیر سے لوگوں کو اپنی طرف کر کے حضرت علیؑ کو خلافت سے محروم کر سکیں۔

پروفیسر ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ جنگ احد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

It appears, too, that at the commencement, events were going on as the Prophet had imagined. The champions of Badr, Ali & Hamza dealt out death as unsparingly as before; the heroism of the Quraish compelled them to meet these champions in series of single Combats in which their own champions were killed, and their even throw spread discomfiture and panic.—D.S. Margoliouth's Life of Mohd.

ترجمہ:۔ شروع جنگ میں واقعات اسی طرح رونما ہوئے جیسا کہ رسول خدا نے خیال کیا ہوا تھا۔ جنگ بدر کے قاتل یعنی علیؑ و حمزہؑ نے قریش کے لشکر میں موت کا بازار اسی طرح گرم کر دیا۔ جس طرح کہ انہوں نے بدر میں کیا تھا۔ قریش کی روایات بہادری نے انہیں مجبور کیا کہ ان بہادروں کے مقابلہ کے لئے ایک ایک فرد کو بھیجیں لیکن ان لڑائیوں میں ان کے سب آدمی مارے گئے اور ان کی موت نے قریش کے لشکر میں خوف و ہراس پھیلا دیا۔

حضرت علیؑ کے بلند و بہتر مرتبہ عمل کا تعلق تو معلوم ہوا البتہ جھیل کر حقیقت ہی ما عدد والے بکام کیا کر رہے تھے۔ علامہ حاکم اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں تحریر کرتے ہیں

حدثنا ابو بکر بن حازم الحاکم بالکوفۃ ثنا [illegible] (اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثنا منجاب بن الحارث حدثنی علی بن ابی بکر الرازی ثنا محمد بن اسحاق بن یحیی بن طلحہ عن موسی بن طلحہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ لما جال الناس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم احد کنت اول من فاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبصرت بہ من بعد فاذا انا برجل قد اعتقنی من خلفی مثل الطیر یرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاذا ھو ابو عبیدہ بن الجراح

حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ فرمایا میرے پدر بزرگوار ابوبکر نے کہ جب روز احد لوگ رسول مقبول کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو سب سے پہلے آنحضرت کی طرف واپس آنے والا میں تھا میں نے دور سے جناب رسول خدا کو دیکھا پھر ایک شخص نے پیچھے سے آن کر مجھے دبایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شخص بھی رسول خدا کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو ابو عبیدہ بن الجراح تھے۔

علامہ حاکم۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث المغازی ص ۲۶ و ۲۷۔

یہ روایت دیگر کتب تاریخ و احادیث میں بھی ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حسین دیار بکری۔ تاریخ الخمیس الجزء الاول ص ۴۸۵۔ علی المتقی۔ کنز العمال الجزء الخامس ص ۲۷۵۔ امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الاول ص ۳۳۔ شاہ ولی اللہ قرۃ العینین ص ۱۴۴۔ فتح الباری الجزء السابع ص ۲۷۹۔ کتاب المغازی باب اذا ہمت لی طائفتان۔ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۱۲۱۔ مولوی محمد مبین۔ وسیلۃ النجاۃ ص ۹۲۔ تاریخ طبری الجزء الثانی ص ۲۹۵۔ الجزء الثالث ص ۲۰۔

علامہ سیوطی کتاب الدر المنثور میں زیر تفسیر آیہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان انما استزلہم الشیطن کی تحریر فرماتے ہیں

اخرج ابن جریر عن کلیب قال خطب عمر یوم الجمعۃ فقرا ال عمران وکان یعجبہ اذا خطب ان یقراھا فلما انتہی الی قولہ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان قال لما کان یوم احد ھزمناھم ففررت حتی صعدت الجبل فلقد رأیتنی انزو کاننی اروی [illegible]

ابن جریر طبری کلیب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کو حضرت عمر نے خطبہ دیا اور خطبہ میں سورہ آل عمران کی تلاوت کی وہ اکثر خطبے میں سورہ آل عمران کی تلاوت کرنا پسند کرتے تھے جب آیہ ان الذین تولوا منکم تک پہنچے تو کہا کہ جب جنگ احد میں ہم کافروں سے شکست کھا گئے تو میں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اس وقت میری یہ حالت تھی کہ میں پہاڑی بکری کی طرح کودتا پھرتا تھا۔ نیز ابن ہشام [illegible]

علامہ سیوطی ؛ کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثانی ص۸۹۔ صحیح بخاری پ ۱۷ ص ۵۰ کتاب المغازی محمد ابن جریر الطبری ؛ تاریخ الامم والملوک ، الجزء الرابع ص ۹۰۔ ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۲۴۹ علی المتقی ؛ کنز العمال ؛ الجزء الاول ص۲۳۸۔ سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۱۰۹۔

اب حضرت عثمان بن عفان کی کارکردگی ملاحظہ ہو اور حضرت عمر کی بہادری فخر الدین رازی کی زبانی سنئے :۔

ومن المنهزمين عمر رضی الله عنه الا انه لم يكن فی اوائل المنهزمين ولم يبعد بل ثبت علی الجبل ومنهم ايضاً عثمان رضی الله عنه انهزم معه رجلين يقال لهما سعد وعقبه انهزموا بعيداً ثم رجعوا بعد ثلاث ايام۔

بھاگنے والوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے لیکن وہ شروع لڑائی میں نہیں بھاگے اور دُور تک نہیں بھاگے۔ بلکہ پہاڑی ہی پر دوڑتے پھرے نیز بھاگنے والوں میں حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ جو سعد اور عقبہ کے ساتھ دُور تک بھاگے اور تین دن کے بعد واپس تشریف لائے۔

فخر الدین رازی۔ تفسیر کبیر مفاتیح الغیب۔

بخاری نے باب غزوۂ اُحد میں لکھا ہے :۔ اذا سئل من عبد الله بن عمر اتعلم ان عثمان بن عفان فر يوم احد قال نعم : یعنی عبداللہ بن عمر سے پُوچھا گیا کہ کیا یوم اُحد عثمان بن عفان بھی بھاگ گئے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں تاریخ طبری سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں :۔

قد كان الناس انهزموا عن رسول الله صلی الله عليه وسلم حتی انتهی بعضهم الی المنقی دون الاعوص وفر عثمان بن عفان وعقبه بن عثمان وسعد بن عثمان رجلان من الانصار حتی بلغوا الجلعب جبلا بناحية المدينة مما يلی الاعوص فاقاموا به ثلاثاً ثم رجعوا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فزعموا ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لهم لقد ذهبتم فيها عريضة۔

جنگِ اُحد میں لوگ رسولِ خدا کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض موضع اعوص تک پہنچ گئے۔ اور ان بھاگنے والوں میں عثمان بن عفان اور انصار میں سے دو شخص عقبہ بن عثمان وسعد بن عثمان بھی تھے یہاں تک کہ یہ لوگ پہاڑ جلعب تک مدینہ کے نواحی میں اعوص سے ملتا تھا پہنچ گئے۔ وہاں تین دن تک چھپے رہے۔ پھر جناب رسولِ خدا کے حضور میں حاضر ہوئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے تو بھاگنے میں بہت لمبی تانی۔

محمد بن جریر الطبری ، تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۲۱۔

علامہ ابن الاثیر تاریخ الکامل میں لکھتے ہیں :۔

وانتهت الهزيمة بجماعة من المسلمين فمنهم عثمان بن عفان وغيره الى الاعوص فاقاموا به ثلاثاً ثم اتوا النبي صلعم فقال لهم حين رآهم لقد ذهبتم فيها عريضه۔

ہزیمت یافتہ مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں عثمان بن عفان تھے موضع اعوص تک بھاگ گئی اور وہاں سے تین دن کے بعد جناب رسول مقبولؐ کی خدمت میں واپس آئے ان کو دیکھتے ہی جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بھاگنے میں بہت لمبی تانی۔

ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزو الثانی۔ص ۷۰۔

تاریخ حبیب السیر میں مسطور ہے:۔

نوبتے زید ابن وہب از عبداللہ بن مسعود پرسید کہ چنین شنیدہ ام کہ در روز اُحد بغیر از علی مرتضیٰ وابو دجانہ وسہیل بن حنیف رضی اللہ عنہم در خدمت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیچکس نماندہ بود۔ این خبر مطابق واقعہ است یانہ جواب داد کہ دراوائل حال کہ سپاہ اسلام روئے بوادی انہزام نہادند۔ بجز مرتضےٰ احدے در نزد مصطفےٰ نماند وبعد از ساعتی عاصم بن ثابت وابو دجانہ وسہیل بن حنیف وطلحہ بن عبداللہ بملازمت خیر البشر شتافتہ کمر محاربت برمیان بستند۔ باز پرسید کہ ابوبکر وعمر کجا بودند گفت ایشان نیز بگوشہ رفتہ بودند وچون از حال عثمان بن عفان استفسار نمود۔ گفت او نیز بطرفے شتافتہ ودر روز سوم از جنگ پیدا شد وبنا برآنکہ مقراد بمنزل عریض بود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود بدرستیکہ دریں واقعہ عریض رفتی۔

حبیب السیر جلد اوّل جزء سوم ص ۲۷۔

ترجمہ:۔ ایک دفعہ زید بن وہب نے عبداللہ بن مسعود سے پُوچھا کہ میں نے اس طرح سُنا ہے کہ روز اُحد سوائے علی مرتضےٰ وابو دجانہ وسہیل بن حنیف کے اور کوئی شخص جناب رسولِ خدا کی خدمت میں باقی نہیں رہا تھا۔ وہ سب بھاگ گئے تھے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے۔ عبداللہ ابن مسعود نے جواب دیا کہ شروع میں کہ جب سپاہ اسلام بھاگ گئی۔ سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی شخص جناب رسول خدا کے پاس نہیں رہ گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد عاصم بن ثابت وابو دجانہ وسہیل بن حنیف وطلحہ بن عبیداللہ آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ اس نے پھر پُوچھا کہ ابوبکر وعمر کہاں تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا کہ وہ بھی ایک گوشہ میں بھاگ گئے تھے۔ جب عثمان کی نسبت دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ بھی ایک طرف بھاگ گئے تھے اور تیسرے روز واپس آئے۔ چونکہ وہ منزل عریض تک بھاگ گئے تھے۔ جناب رسول خدا نے کہا کہ تم تو بہت دُور بھاگے۔

تاریخ کامل ابن اثیر جزری میں ہے کہ حضرت حمزہؑ کے قتل کرنے کے لئے ہندہ زوجہ ابوسفیان نے خاص طور سے اپنے غلام وحشی کو مقرر کیا تھا۔ جب اس نے کمینگاہ میں سے نکل کر حضرت

حمزہ کو شہید کر دیا تو ہندہ اور اس کی سہیلیوں نے حمزہ علیہ السلام اور دیگر شہدائے اسلام کو مثلہ کیا، اور ہندہ نے شہداء کے کان اور ناک بطور زیور پہن کر اپنے بدن کے زیورات وحشی قاتل حمزہ کو انعام میں دیدیئے۔ حضرت حمزہ کا کلیجہ کچا چبا کر نگلنا چاہا مگر نگل نہ سکی تو اگل دیا۔

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں ذکر کیا ہے کہ جب جناب رسول خدا مدینہ میں پہنچ کر زنان بنی عبدالاشہل کا رونا سُنا جو اپنے مقتولین پر رو رہی تھیں تو فرمایا کہ افسوس حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں ہے۔ یہ سُن کر سعد بن معاذ زنان عبدالاشہل کے پاس گئے اور ان کو در دولت نبوی پر لائے اور انہوں نے وہاں حضرت حمزہ پر نوحہ و بکا کیا جسے سُن کر جناب رسولؐ خدا نے ان عورتوں کے لیے دعائے خیر کی اور ان کو ان کے گھروں کو واپس کر دیا۔ بعد ازاں انصار کی عورتوں میں سے کوئی ایسی عورت نہ تھی جو بغیر حضرت حمزہ پر نوحہ کیے ہوئے اپنی میت کے لیے روتی۔

ابن سعد طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۰ ا۔

سیرۃ ابن ہشام سے ہم ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

ومر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدار من دور الانصار من بنی عبد الاشہل فظفر فسمع البکاء والنوائح علی اقتلاھم فذرفت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکی ثم قال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فلما رجع سعد بن معاذ واسید بن حضیر الی دار بنی عبد الاشہل امرا نساءھم ان یتحزمن ثم یذھبن فیبکین علی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جناب رسول خدا انصار کے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے گھروں میں سے ایک گھر کے پاس سے گزرے آپ نے وہاں سُنا کہ ان کی عورتیں اپنے مقتولین پر نوحہ و بکا کر رہی ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے فرمایا کہ حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں۔ جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر محلہ بنی عبدالاشہل کی طرف واپس آئے تو حکم دیا ان دونوں نے کہ ان کی عورتیں سوگ کے کپڑے پہن کر جائیں اور حمزہ عم رسول اللہ پر نوحہ و بکا کریں۔

ابن ہشام السیرۃ النبی الجزء الثالث ص ۔

علامہ شبلی نے بھی اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۴۴۳ نیز ملاحظہ ہو۔ مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد دوم ص ۲۸۳

معلوم نہیں وہ پیروان حضرت عمر جو حضرت امام حسین علیہ السلام پر رونا ناجائز سمجھتے ہیں جناب رسول خدا کے اس طرز عمل کو کس نظر سے دیکھیں گے سوال سنگین پڑ گیا۔ بحث ختم ہو چکی ہوگئے

ابن سعد نے جابر بن عبداللہ سے حدیث کی ہے کہ قتیبہ ... نے اپنے پیارے دوران

حکومت میں شہدائے اُحد کی قبروں کو اکھڑوا کر وہاں سے نہر جاری کرا دی۔ نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں بحوالہ کتاب شفاء الاسقام لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے شہدائے اُحد کی قبروں کو اکھڑوا کر وہاں سے نہر جاری کرا دی۔ یہ باتیں چغلی کھاتی ہیں کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور جنگہائے اسلام کا کینہ ان کے دل میں ہمیشہ موجزن رہا۔

غرضیکہ اُحد کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت کا دن تھا۔ اس دن ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب آنحضرتؐ کے پاس سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی نہ تھا۔ وہ سب لوگ بھاگ گئے تھے۔ حضرت علیؑ بڑھ بڑھ کر بڑھتے ہوئے دشمنوں کو آنحضرتؐ کے پاس سے دفع کرتے تھے۔ اگر حضرت علیؑ بھی امیدواران سقیفہ کی طرح بھاگ جاتے تو پھر جو حال ہوتا وہ عیاں ہے۔ خداوند تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ اپنی مشیت کا اجرا بھی اسباب کے ذریعہ سے کرتا ہے مشیت الٰہی صادر ہو چکی تھی کہ اسلام دنیا میں قائم ہو کر کفر پر غالب آجائے۔ اور اس مشیت کا اجراء ہونا بذریعہ نبی جانشین بلافصل نبی قرار پایا تھا۔ ذوالفقار حیدری نے کفار کے منہ موڑ دیئے۔ ورنہ مسلمانوں کی ہزیمت تو ایسی مکمل تھی کہ کفار مکہ مدینہ تک ان کا پیچھا نہ چھوڑتے۔ اور اسلام کی بیخ و بن اکھاڑ کر رکھ دیتے اگر حضرت علیؑ کا کوئی اور احسان اسلام پر نہ ہوتا۔ تب بھی جنگ بدر کی فتح اور جنگ اُحد کی مدافعت ان کو ہمیشہ کے لئے اسلام کا محسن قرار دینے کے لئے کافی تھی۔ جنگ اُحد کے اس موقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مولوی شبلی نے کافی اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ وہ اپنی بلاغت و جامعیت میں ایک طویل داستان بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں "بادل کا دل ہجوم کر کے بڑھتا تھا۔ لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔" ظاہر ہے کہ یہ بادل اگر یہاں نہ پھٹتا تو مدینہ پر اس طرح گرج کے برستا کہ اپنی رو کے ساتھ اسلام کے درخت کو بہا کر لے جاتا۔ صرف جناب رسولؐ خدا اور حضرت علیؑ کے ثبات قدم نے کفار کی ہمت توڑ دی اور مفرور مسلمانوں کو واپس آنے پر آمادہ کیا۔ اور اسی طرح خدا نے اسلام سے یہ مصیبت دور کر دی۔ لیکن باوجود حضرت علیؑ کی ان خدمات کے گروہ اہل حکومت ہمیں یقین دلانا چاہتا ہے کہ آخر وقت میں جناب رسولؐ خدا یہ سب کچھ بھول گئے۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی بھلا دیا کہ کس طرح اپنی جان پر کھیل کر علیؑ نے آپ کی جان بچائی تھی۔ اور علیؑ کو امت کے رحم پر چھوڑ دیا کہ وہ چاہے تو انہیں خلیفہ بنائے اور چاہے تو نہ بنائے۔ گویا اسلام کے اوپر سے مصیبت کے بادلوں کو ہٹانے والے اور اسلام کے اوپر مصیبت کی گھٹا کو گھیر کر لانے والے سب برابر ہو گئے۔

جنگ احزاب۔ شوال ۵ھ۔ مطابق ۶۲۷ء۔

استقلال و عزم نبی و جرأت و ہمت نفس نبی نے کفار مکہ و یہود مدینہ کے دانت کھٹے کر دیئے اور اسلام کی روز افزوں ترقی نے ان کی آنکھوں میں دنیا سیاہ کر دی تھی آخر کار

قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے اسلام سے ایک آخری فیصلہ کن لڑائی لڑنی چاہی۔ چنانچہ رؤساء بنی نضیر، سلام بن ابی الحقیق۔ حی ابن اخطب اور کنانہ بن الربیع وغیرہم جمع ہو کر اسلام کے مسلمہ دشمن ابوسفیان کے پاس مکہ آئے اور درخواست پیش کی کہ اگر قریش استیصال اسلام میں ان کا ساتھ دیں تو وہ مل کر اسلام کو مٹا دیں۔ اندھا کیا چاہیے دو آنکھیں۔ ابوسفیان کے لئے اس سے زیادہ اور کیا مژدہ جانفزا ہو سکتا تھا۔ فوراً قبول کر لیا۔ تمام سرداران قریش جمع ہو گئے اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر باہم عہد و پیمان کر لئے۔ مکہ سے اٹھ کر رئیسان یہود قبیلہ بنی غطفان میں پہنچے۔ وہ تو آمادہ ہی تھے فوراً ساتھ ہو گئے۔ کوشش کر کے یہود ان بنی قریظہ کو بھی جنہوں نے حال ہی میں آنحضرتؐ سے معاہدہ کیا تھا ملا لیا۔ ادھر ابوسفیان نے قریش کا بکھرا ہوا شیرازہ جمع کیا۔ اس طرح یہ تیس ہزار کا عظیم الشان لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ اسلام کے خلاف قریش و قبائل عرب کی یہ آخری منظم کوشش تھی۔ اس خبر کو سن کر مسلمانوں کے ہوش اڑ گئے بالکل مبہوت ہو گئے۔ اور ان کے اعضاء از کار رفتہ ہو کر رہ گئے۔ ان کی اس حالت کا نقشہ قرآن شریف میں اس طرح کھینچا گیا ہے۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝ قُلْ لَّنْ

(یاد کرو) جس وقت کہ دشمن تم پر تمہارے اوپر کی طرف سے اترے اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور (مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پھری (کی پھری) رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور خدا کی نسبت تم (لوگ طرح طرح کے) گمان کرنے لگے تھے اس موقعہ پر مسلمانوں (کے استقلال وایمان) کی آزمائش کی گئی اور خوب ہی جھڑجھڑائے گئے۔ اور جبکہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کے) روگ تھے (بے اختیار) بول اٹھے کہ خدا اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا پس نرا دھوکہ (ہی دھوکہ) تھا اور جب ان میں سے ایک گروہ کہنے لگا کہ مدینہ کے لوگو! تم سے (اس جگہ دشمن کے مقابلہ میں) نہیں ٹھہرا جائے گا تو (بہتر ہے کہ) لوٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ لگے پیغمبر سے (گھر لوٹ جانے کی) اجازت مانگنے (اور) کہنے لگے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں (بلکہ)

يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا ۚ وَلَا يَأْتُوْنَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيْلًا ۝ أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ تَدُوْرُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ أُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

ان کا ارادہ تو صرف بھاگنے ہی کا ہے اور اگر (ایسے ہی لشکر) مدینہ کے اطراف (جوانب) سے ان پر آگھسیں اور ان سے فساد (برپا کرنے) کو کہا جائے تو (یہ بے تامل) فساد برپا کر دیں اور اپنے گھروں میں بھی یوں ہی سا توقف کریں (تو کریں) حالانکہ (یہی لوگ اس سے) پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ ہم (دشمن کے مقابلہ میں) پیٹھ نہ پھیریں گے اور (ان لوگوں نے جو) خدا کے (ساتھ) عہد (کیا تھا اس) کی (توان سے) باز پرس ہو کر رہے گی۔ (اے پیغمبر تم ان لوگوں سے) کہو اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگتے ہو تو (یہ) بھاگنا تم کو ہرگز (کچھ بھی) فائدہ نہیں دے گا اور اگر بھاگ کر بچ بھی گئے تو بس یہی کہ (دنیا میں) چند روز (اور) رس بس لوگے (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر خدا تمہارے ساتھ برائی (کرنی) چاہے (تو کون ایسا سورما) ہے جو تم کو اس (کی پکڑ) سے بچا سکے یا تم پر (اپنا) فضل کرنا چاہے (تو کون اس کو روک سکتا ہے) اور خدا کے سوا نہ تو (کسی کو) اپنا حمایتی ہی پائیں گے اور نہ (کسی کو اپنا) مددگار (ہی پائیں گے)، (مسلمانو!) خدا تم میں سے ان (منافقوں) کو خوب جانتا ہے (جو دوسروں کو لڑائی میں شریک ہونے سے) روکتے اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ (لڑائی سے الگ ہو کر) ہمارے پاس چلے آؤ اور (وہ خود بھی از بسکہ) تمہارے ساتھ بخیلی رکھتے۔ جنگ میں حاضر نہیں ہوتے۔ مگر (چھدا اتارنے کو) تھوڑی دیر (کیلئے) تو (اے پیغمبر) جب (کوئی) خوف کا (موقعہ) پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ (مایوسانہ) تم کو دیکھتے ہیں۔ ان کی آنکھیں (ہیں کہ چاروں طرف) گھومے چلی جاتی ہے۔ جیسے کسی پر (سکرات) موت کی بے ہوشی (طاری) ہو پھر جب خوف دور ہو جاتا ہے (اور مسلمانوں کی فتح ہو جاتی ہے) تو مال (غنیمت) پر گرے پڑتے (اور) دل خراش باتیں کر کے تم پر طعنے مارتے ہیں۔ یہ لوگ (شروع سے) ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے عمل (جو کچھ بھی تھے) اکارت کر دیئے اور اللہ کے نزدیک یہ (ایک) آسان (سی بات) ہے (ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب)۔

یہ تھے وہ اصحاب رسولؐ جن کی نسبت جماعت حکومت یہ عقیدہ قائم کرنے پر مجبور ہوئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایک درخشندہ ستارہ ہے جس کی بھی تم چاہو پیروی کرو۔ ہدایت

سے ہٹ گئے تھے اور اُلٹے پیر کفر کی طرف رجعت کر گئے۔

اس کو حدیث حوض کہہ سکتے ہیں۔ ہر ایک حدیث کی کتاب میں موجود ہے الفاظ یہ ہیں: عن انس ابن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیردن الحوض علی رجال حتیٰ اذا رأیتہم رفعوا الی فاختلجوا دونی فلاقولن یا رب اصحابی اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً سحقاً۔

حدیث حوض

ترجمہ: انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر چند آدمی میرے پاس وارد ہوں گے۔ جب میں اُن کی طرف دیکھوں گا تو وہ میری طرف بڑھیں گے لیکن روک دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا کہ خداوندا یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملیگا کہ تم نہیں جانتے تمہارے بعد دین میں انہوں نے کتنا فتنہ پیدا کیا تھا۔ اس پر میں کہوں گا کہ دُور ہو، دُور ہو، دُور ہو۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الاول ص ۲۳۵، ۲۵۳، ۳۸۴، ۴۰۲، ۴۰۷، ۴۲۵، ۴۵۳، ۴۵۵۔
الجزء الثانی ص ۳۰۰، ۴۰۸۔
الجزء الثالث ص ۱۸، ۲۸، ۱۴۰، ۲۸۱، ۳۸۴، ۳۴۵۔
الجزء الخامس ص ۴۸، ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۹۳، ۴۰۰، ۴۱۲۔
الجزء السادس ص ۱۲۱۔
امام غزالی: احیاء العلوم الجزء الاول ص ۳۴۲ مطبوعہ مصر۔
صحیح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الرابع کتاب الفتن ص ۱۴۷۔
مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الحوض۔
اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ جلد رابع ص ۳۸۴۔
فتح الباری شرح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی۔ الجزء الثامن ص ۲۱۵۔
الجزء الحادی عشر ص ۳۳۳، ۴۰۸، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴
صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۱۵۰، ۱۵۱۔
شفاء قاضی عیاض ونسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض مطبوعہ مصر۔ الجزء الثالث ص ۳۸۲، ۳۸۳۔
سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹۔
مسند ابی داؤد الطیالسی الجزء التاسع ص ۲۹۴، ۲۹۵ حدیث ۲۲۲۱۔
محمد بن محمد بن سلیمان: جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد الجلد الثانی ص ۲۱۲۔

جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ انک تذودعن حوض یوم القیامۃ رجالاً کما یذاد البعیر۔

یعنی اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تو اے علیؑ یوم قیامت میرے حوض

گیا۔ مسلمان خاموش رہے۔ محدث شیرازی فرماتے ہیں:۔
یارانِ رسول ہمہ ایستادہ بودند ہیچ نے گفتند۔ کانما علیٰ رؤسھم الطیر۔ یعنی اصحاب رسول اس مبارز طلبی کو سُن کھڑے رہ گئے۔ کچھ منہ سے نہیں بولتے تھے بے حس و حرکت ہو گئے۔ گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا تھا۔ کہ اگر ذرا بھی حرکت کی تو وہ اُڑ جائے گا۔ علامہ شبلی اپنی کتاب سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمرو بن عبدود تن تنہا ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ لہٰذا اس کا خوف تمام لشکر اسلام پر طاری ہو گیا۔ معارج النبوۃ اور حبیب السیر کی مرویات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمر نے عمرو بن عبدود کی آواز پہچان کر کہا کہ یہ تو عمرو بن عبدود ہے۔ مجھے اس دیو عرب کی بے نظیر شجاعت و دلیری کا خود تجربہ ہو چکا ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ ایک بار سفر میں میرا اور اس کا ساتھ ہو گیا۔ اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اس شخص نے قزاقوں کی جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ اثنائے مقابلہ میں اس کی سپر ٹوٹ گئی۔ تو فوراً ایک اُونٹ کے بچے کی ٹانگ تھام کر اس کو اپنی سپر بنا لیا۔ اور قزاقوں کے وار روکتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام قزاقوں کو اُسی نے مار بھگایا۔ میں اس کی عظیم الشان طاقت و شجاعت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ ایک تو تمام فوج اسلامی پر پہلے ہی سے خوف طاری تھا۔ اس چشم دید واقعہ کی نقل نے اور انہیں حواس باختہ کر دیا۔ معارج النبوۃ رُکن چہارم۔ باب ہشتم در بیان وقائع سال پنجم ص ۱۰۶۔

جب حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کی مبارز طلبی پر مسلمانوں کی خاموشی اور ہراس کو مطالعہ و معائنہ فرمایا تو خود آنحضرت سے اجازتِ جنگ طلب کی۔ لیکن جواب ملا کہ علیؑ تم ٹھہر جاؤ۔ تم نہیں جانتے کہ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ اُس نے پھر مغرورانہ لہجے میں مبارز طلبی کی۔ سب خاموش رہے۔ پھر حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے اجازت چاہی۔ پھر جناب رسولِ خدا نے وہی جواب دیا۔ اب حضرت علیؑ نے عرض کی کہ واقعی وہ عمرو بن عبدود ہے۔ لیکن مجھے اجازت عطا فرمائی جائے۔ تین دفعہ کے تجربہ سے جناب رسول مقبولؐ کو معلوم ہو چکا تھا۔ کہ مسلمانوں میں سے کوئی اور شخص اُس کے مقابلہ کو نہیں نکلے گا۔ آپ نے بار بار علی مرتضیٰؑ کو روک کر یہ امر اچھی طرح واضح کر دیا تھا کہ علی کے سوائے کسی اور میں عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنے کی جرأت و ہمت نہیں ہے۔ اس تاخیر اجازت میں خاص مصلحت تھی جو ظاہر کرنا مقصود تھا کہ خلافت و جانشینیٔ رسولؐ کا مستحق کون تھا۔ میراثِ پدر خواہی علم پدر آموز۔ کافی موقع دیا جا چکا تھا۔ اُس حکومت کے حصول و حفاظت کے لئے سوائے حضرت علی بن ابی طالب کے اب اور کوئی نہ نکلا جس کی مسند نشینی کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں ہر کس و ناکس اپنے تئیں مستحق ظاہر کرتا تھا۔ اجازت جنگ دینے کا نقشہ تاریخ حبیب السیر میں ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔

پس حضرت شمشیر خود را بوئے داد و زرۂ خود را در وے پوشانید و دستار خود را بر سر وے بنہاد و روایتے آنکہ عمامہ از برائے وے بیست و گفت اللھم اعنہ علیہ بار خدایا یاری دہ علی را بر عمرو بن عبدود در روایتے کہ دست ہائے خود را برداشت بسوئے آسمان و گفت۔ الٰہی عبیدہ را در روز بدر از من گرفتی و حمزہ را در روز اُحد از من جدا ساختی و ایں علی است برادر من و پسر عم من فلا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین۔

ترجمہ:۔ اجازت جنگ دینے کے بعد جناب رسولؐ خدا نے اپنی تلوار علیؑ کو دی۔ اپنی زرہ ان کو پہنائی۔ اور اپنی دستار علیؑ کے سر پر رکھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے عمامہ علیؑ کے سر پر باندھا اور دعا فرمائی کہ بارالٰہا علیؑ کو عمرو بن عبدود پر فتح عطا کر۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے التجا کی کہ اے خدا تو نے عبیدہ کو روز بدر اور حمزہ کو روز اُحد مجھ سے لے لیا۔ اب یہ علی بن ابی طالب باقی ہے۔ پس تو مجھ کو بغیر وارث کے نہ کر۔ تو ہی سب کا وارث ہے۔

کیا سقیفہ میں دعویٰ نیابت رسول کرنے والے اس واقعہ کو بھول گئے تھے۔ یا وہ اس کو جمہوریتی انصاف کے مطابق سمجھتے تھے کہ خوف و خطرہ و جاں نثاری کے وقت تو زرہ و عمامہ و تلوار رسول کوئی اور لے۔ لیکن جب سارے خطرے دُور ہو کر یہ حکومت محفوظ ہو جائے تو قبضہ اس پر وہ کر لیں۔ جو خطرے کے وقت خاموش گوشے میں چھپے ہوئے یا میدان جنگ سے بالکل بھاگ ہی گئے۔ جماعتِ اہل حکومت کا خیال ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے اپنی جانشینی کی نسبت بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ اور اپنے جاں نثار صادق اور اسلام کے خادم ازلی کو جہلاء کی رایوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ تاکہ وہ لوگ جن کی زبانیں اُن کی تلواروں سے زیادہ تیز تھیں۔ مسند حکومت کو اُچک لیں۔ اور اس خاموشی میں جو ناانصافی اور ظلم مضمر تھا اس کا مطلق آپ کو احساس نہ ہوا۔

غرضیکہ اس شان سے آراستہ ہو کر یہ مجاہد فی سبیل اللہ عمرو بن عبدود کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ اس وقت جناب رسول خدا نے فرمایا۔ برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ یعنی ایمان مجسم کفر مجسم کی طرف بڑھا ہے:۔

شیخ سلیمان حنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ، ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والعشرون ص ۹۴ و ۹۵ شیخ کمال الدین الدمیری، الحیٰوۃ الحیوان الکبرٰے۔ الجزء الاول ص ۲۷۴۔ عبید اللہ امرتسری؛ ارجح المطالب باب سوئم ص ۲۴۷۔

قال فضل اللہ بن روزبہان فی کشف الغمہ روی الجمہور ان علیا لما برز الی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم برز الایمان کلہ الی الکفر کلہ۔

یعنی فضل بن روزبہان کشف الغمہ میں ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام عمرو بن عبدود کے مقابلے کے لئے نکلے۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے۔

کتب تواریخ میں جنگ احزاب کا حال اس طرح لکھا ہے :۔

وكان عمرو بن عبدود من مشاهير الابطال وشجعان العرب وكانوا يعدلونه بالف رجل وقد كان قاتل يوم بدر حتى اثبته الجراحة فلم يشهد احداً فلما كان يوم الخندق خرج معلما ليرى مكانه فجال وطلب المبارزة والاصحاب ساكنون كانما على رؤسهم الطير لانهم كانوا يعلمون شجاعته وفي الاكتفاء ذكر ابن اسحاق في غير رواية البكائي ان عمرو بن عبدود لما نادى يطلب من يبارزه قام علي وهو مقنع بالحديد فقال انا له يا رسول الله فقال له اجلس انه عمرو ثم نادى عمرو وجعل يونجهم ويقول اين جنتكم التي تزعمون انه من قتل منكم دخلها افلا تبرزون الي رجلا فقام علي فقال انا له يا رسول الله فقال له اجلس انه عمرو ثم نادى الثالثة وقال ...... فقام علي وقال انا له يا رسول الله فقال انه عمرو فقال و ان كان عمرا فاذن له رسول الله صلى الله عليه وسلم فمشى اليه علي وهو يقول ...... وفي رواية لما اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي اعطاه سيفه ذو الفقار والبسه درعه

اور عمرو بن عبدود عرب کے مشہور بہادروں میں سے تھا۔ وہ لوگ اس ایک اکیلے کو ایکہزار سوار کے برابر سمجھتے تھے۔ جنگ بدر میں لڑا تھا اور اس کو زخم پہنچا تھا۔ اس وجہ سے اُحد کی لڑائی میں شامل نہ ہو سکا۔ پس یوم خندق فوج میں سے جوش و خروش کے ساتھ نکلا تاکہ اپنی شجاعت کا درجہ لوگوں کو دکھلائے۔ گھوڑے کو جولان کرکے مبارز طلب کرنے لگا۔ اصحاب رسولؐ ڈر کے مارے ایسے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندہ بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اس کی شجاعت سے واقف تھے۔ الاکتفاء میں ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن عبدود نے للکار کر اپنے لڑنے والے کو بلایا تو علی سلاح پہنے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اس کے مقابلہ کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو ہے۔ پھر عمرو بن عبدود نے للکار کر مبارز طلب کیا اور طعنہ دینے لگا کہ وہ تمہاری جنت کہاں ہے جس کی نسبت تم کو گمان ہے کہ وہ جہاد کے شہید کو ملتی ہے کیا تم میرے مقابلہ میں ایک آدمی بھی نہیں بھیج سکتے پھر حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اس کے مقابل جانا چاہتا ہوں۔ آنحضرت نے پھر فرمایا تم بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ پھر تیسری دفعہ عمرو نے ندا کی اور اشعار

الحدید وعممه عمامته وقال اللّٰهم اعنه علیه ورفع عمامته الی السماء وقال الٰهی اخذت عبیدة منی یوم بدر وحمزة یوم احد وهٰذا علی اخی وابن عمی فلا تذرنی فردًا و انت خیر الوارثین .... فتنازلا و تجادلا فقتله علی وخرجت خیلهم منهزمة حتی اقتحمت الخندق هاربة وفی روایة حمل ضرار بن الخطاب وهبیرة ابن ابی وهب علی علی وهو اقبل فاما ضرار فلما نظر الی وجه علی ولی هاربًا وبعد ذلك سئل عن سبب فراره قال خیل لی ان الموت یرینی صورته واما هبیرة ثبت فی مقاتلته حتی اصاب اثر السیف فعند ذلك القی درعه وهرب۔

فخریہ پڑھے .... پھر حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ اس کے مقابلہ کے لئے مجھ کو اجازت عطا کریں۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود ہے اس پر حضرت علیؑ نے کہا کہ اگرچہ عمرو بن عبدود ہے آپ مجھے اجازت عطا کریں اب جناب رسولؐ خدا نے اجازت دی۔ حضرت علیؑ یہ اشعار پڑھتے ہوئے چلے جب جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اجازت دی تو اپنی ہی تلوار اور اپنی ہی زرہ اور اپنا ہی عمامہ حضرت علیؑ کو خود اپنے دست مبارک سے پہنا کر درگاہ باری تعالیٰ میں اپنے ہاتھوں پر اپنا عمامہ لے کر اس طرح دعا مانگی کہ میرے خدا تو نے بدر میں عبیدہ کو اور اُحد میں حمزہ کو مجھ سے لے لیا اب یہ علیؑ میرا بھائی اور ابن عم باقی ہے پس تو مجھ کو بے وارث کا نہ بنا دیجیو۔ سب سے بہتر تو ہی وارث ہے۔ علیؑ و عمرو بن عبدود آپس میں لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھی گھوڑے سوار بھاگ کر خندق میں گر پڑے ایک روایت میں ہے کہ پھر ضرار بن الخطاب و ہبیرہ ابن ابی وہب نے حضرت علیؑ پر حملہ کیا۔ آپ بھی ان کی طرف لپکے۔ ضرار تو حضرت علیؑ کے چہرے کو دیکھتے ہی بھاگ پڑا جب اس کے بعد اس سے بھاگنے کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت مجھے اپنی صورت دکھا رہی ہے۔ اور ہبیرہ نے کچھ دیر ٹھہر کر علیؑ کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک زخم تلوار کا اس کو لگا تو وہ بھی اپنی زرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔

حسین دیار بکری، تاریخ الخمیس الجزء الاوّل ص ۴۸۷ و ۴۸۸۔ ابن الاثیر، تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۶۸۔ میرزا محمد معتمد خاں، نزل الابرار ص ۳۹۔ علی المتقی، کنز العمال، الجزء الخامس ص ۲۸۲ حدیث ۵۴۸۹۔ الجزء السادس ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۵۳ و حدیث ۲۶۵۴۔ الحاکم، مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب المغازی ص ۳۲۔ عبید اللہ امرتسری، ارجح المطالب باب سوم ص ۲۴۵ و ۲۴۶۔ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی روض الانف الجزء الثانی ص ۱۹۱۔ حبیب السیر جلد اوّل جزو سوم۔ ذکر جنگ احزاب۔ علی بن برہان الدین، سیرۃ الحلبیہ

الجزء الثانی ص ۲۳۹ و ۲۴۰۔ کمال الدین الدمیری، حیوۃ الحیوان۔ الجزء الاول ص ۲۷۴۔ بذیل ذکر حیدرہ۔

عمرو بن عبدود کا سر لے کر حضرت علیؑ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اُس کے سر کو آنحضرتؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ آنحضرتؐ اپنے داماد و وصی و وزیر و ابن عم و قوتِ بازو کی فتح سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ اسلام کی موت و زندگی کا سوال تھا۔ اسس حامل وحی خدا نے جس کی نسبت ارشاد خداوندی ہے کہ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ امر واقعہ بیان کیا جب فرمایا کہ المبارذۃ علی لعمرو بن عبدود یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ۔ کیونکہ اُمت محمدیہ جو قیامت تک ہوگی۔ اور اعمال و عبادت بجالائے گی۔ اسس کی ہست و بود کا موجب وہی قتال علی بن ابی طالب تھا۔ اگر اوروں کی طرح آپ بھی خاموش بیٹھے رہتے تو بس اسلام کا خاتمہ تھا۔ علامہ حاکم تحریر کرتے ہیں:۔

ثنا لولوء بن عبد اللہ المقتدری فی قصر الخلیفہ ببغداد ثنا ابو الطیب احمد بن ابراھیم ابن عبد الوھاب المصری بدمشق ثنا احمد بن عیسیٰ الخشاب بتینس ثنا عمرو بن ابی سلمہ ثنا سفیان الثوری عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبارذۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں دیکھو) قصر خلیفہ بغداد میں یہ حدیث بیان کی گئی کہ

فرمایا جناب رسول خدا نے کہ روز خندق علیؑ کا عمرو بن عبدود کی جنگ کے لئے نکلنا میری تمام اُمت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے

افضل من اعمال امتی

الحاکم، مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث۔ کتاب المغازی ص ۳۲۔

نیز ملاحظہ ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۳۴۔ ملا معین الہروی، معارج النبوۃ رکن چہارم باب ہشتم ص ۱۰۸۔ حبیب السیر جلد اول۔ جز سوم ص ۱۴۔ میرزا محمد معتمد خاں۔ نزل الابرار ص ۲۹۔ شیخ سلیمان ابن ابراہیم بلخی الحنفی مفتی اعظم قسطنطنیہ، ینابیع المودۃ۔ ص ۹۴ و ۱۲۷ و ۱۳۷ علی بن برہان الدین، سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثانی ص ۳۴۴۔

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ صعب ترین جنگ تھی۔ اس میں اگر شکست ہو جاتی تو پھر اسلام باقی نہ رہتا یہ بھی امر واقعہ ہے کہ یہ لڑائی محض حضرت علیؑ نے فتح کی۔ عمرو بن عبدود کی موت اور اسس کے

ساتھیوں کی شکست نے کفار عرب کی ہمت توڑدی اور وہ بھاگ گئے۔ برعکس اس کے اگر عمرو بن عبدود کے مقابلہ کو کوئی نہ نکلتا تو وہ سب شیر ہوجاتے اور مسلمانوں کے دل ٹوٹ جاتے اور شکست فاش ہوتی۔ چنانچہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :۔

از علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ دریں غزا مبارزہا و مقاتلہا واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون چنانکہ در اخبار وارد شدہ است لمبارزۃ علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ کذا فی روضۃ الاحباب و آنحضرت دُعا کرد درحق علی مرتضیٰ و شمشیر خود راکہ ذوالفقار نام داشت بوے عطا نمود و آں مقدار مشقت و محنت کہ بحال شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تعب و رنج بہ مسلمانان دریں غزوہ راہ یافت در ہیچ غزوہ نبود۔ اگرچہ در احد ہم شد تہادکر بہا و کوفہتا راہ یافت اما ہمہ دریک روز بود و با قریش تنہا بود ایں جا قبائل عرب ہمہ جمع شدہ در مقام اہلاکی و استیصال خود ایستادند۔

مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۲۳ و ۲۲۴۔

ایک اور امر بھی قابل ذکر ہے۔ جناب علی مرتضیٰ کا شوق جاں نثاری تو ظاہر ہے۔ حضرت عمرؓ کا طرز عمل بھی ملاحظہ ہو۔ غزوۂ حدیبیہ کے ذکر میں مؤرخین لکھتے ہیں :۔

ثم دعا عمر بن الخطاب لیبعثہ الی مکۃ فیبلغ عنہ اشراف قریش ما جاء لہ فقال یا رسول اللہ انی اخاف قریشا علی نفسی و لیس بمکۃ من بنی عدی بن کعب احد یمنعنی وقد تعلم قریش عداوتی ایاھا و غلظتی علیھا ولکنی ادلک علی رجل اعز بھا منی عثمان بن عفان۔

جناب رسول خدا نے حضرت عمرؓ کو بلایا تاکہ ان کو اپنا پیغام دے کر قریش کے پاس بھیجیں۔ لیکن حضرت عمر نے عذر کیا اور کہا کہ مجھے قریش سے اپنے نفس کے لیے ڈر لگتا ہے اور مکہ میں بنی عدی سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کرے گا۔ اور قریش کو معلوم ہے کہ مجھے ان سے کتنی عداوت ہے۔ لیکن میں آپ کو ایسا آدمی بتاؤں جس کو کفار قریش عزیز رکھتے ہیں اور وہ عثمان بن عفان ہیں۔

ابن ہشام، سیرۃ النبی۔ الجزء الثالث ص ۲۶۳۔

حضرت علیؑ کا شب ہجرت قریش کے مسلح مجمع کے سامنے جناب رسول خدا کی نیابت ان کے بستر پر اطمینان کے ساتھ کرنا۔ اور جناب عمر کا یہ اضطراب دونوں بزرگوں کے درجہ ایمان کا پتہ دیتے ہیں۔ سفیر تو ہر جگہ محفوظ ہے۔ لیکن کچھ تھوڑا سا احتمال خطرہ کا بھی تھا۔ اس احتمال ہی نے حضرت عمر کو ایسا ڈرا دیا کہ جناب رسول خدا کے حکم کی اطاعت نہ کی۔

غزوۂ خیبر۔ محرم ۷ھ ہجری۔ مطابق مئی ۶۲۸ء

خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۸۰ یا ۹۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر واقع ہے۔

عربی مورخین نے مدینہ سے ۸ برید کا فاصلہ لکھا ہے۔ ایک برید چار فرسخ کا ہوتا ہے۔ ایک فرسخ تین میل کا۔ ایک میل چار ہزار خطوہ کا اور ایک خطوہ تین قدم کا ہوتا ہے۔ خیبر کا ماخذ عبرانی لفظ خبر ہے۔ جو محض قلعوں کے معنی میں آتا ہے۔ تمام مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہودی معہ اپنی دولت و ثروت و حرفت و تجارت کے یہاں آن کر جمع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اس جگہ بہت عالی شان عمارتیں بن گئیں۔ تجارت خوب ہوگئی اور خیبر کی بستی اچھا خاصہ شہر بن گیا۔ تجارتی منڈیاں قائم ہوگئیں۔ اور دولت و ثروت کے نشانات [illegible] ہو گئے اس میں کئی مضبوط اور مستحکم قلعے تھے۔ یہودیوں کے قبائل جو اطراف و نواح مدینہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ یہیں آن کر پناہ گزین ہو گئے تھے اور اس وقت ہی سے اسلام کی بیخ کنی کی تجاویز سوچا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک بنی نضیر کا قبیلہ تھا۔ ان ایام میں ان یہودیوں کا سردار اسیر بن زرام تھا۔ یہ شخص بہت حیلہ ساز و فتنہ پرداز تھا اور اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھا۔ خیبر اُن تمام سازشوں کا صدر مقام بن گیا۔ جو اسلام کے استیصال کے لئے کی جارہی تھیں۔ تمام یہودیوں نے خیبر سے اسلام کے خلاف ایک منظم سازش شروع کر دی تھی۔ بنی نضیر اور بنی قینقاع کی جلاوطنی نے اس سازش کو اور مستحکم بنا دیا۔ جنگ احزاب اسی سازش کا نتیجہ تھی۔ اس کی ناکامیابی نے ان لوگوں کی آتش غیظ و غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اس لڑائی میں بنو قریظہ نے آنحضرتؐ سے بد عہدی کی تھی۔ اور معاہدۂ باہمی کی خلاف ورزی کر کے ابوسفیان اور یہودیوں سے مل کر ان کی مدد کی تھی۔ اس بد عہدی کی وجہ سے آنحضرتؐ نے بغرض سزا دہی ان کے حصار کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے اطاعت قبول نہ کی۔ بلکہ سعد بن معاذ کو اپنا ثالث مقرر کر لیا۔ ان کے اس ثالث نے توراۃ کے احکام کے مطابق فیصلہ صادر کیا کہ یہودانِ قریظہ کے جنگجو مرد قتل کر دیئے جائیں۔ اُن کے اہل و عیال اسیر ہوں اور مال و متاع غنیمت میں لے لیا جائے۔

اس زمانہ میں جب کسی خاص امر کے لئے کوئی آیت قرآنی نہیں ہوا کرتی تھی تو توراۃ کے مطابق حکم صادر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سعد ابن معاذ کا یہ فیصلہ توراۃ کے مطابق تھا۔ توراۃ کتاب ثنیہ اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے:۔

"جب تو کسی شہر میں حملہ کرنے کے لئے جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کریں اور تیرے۔ لئے دروازہ کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں گے۔ تیرے غلام ہو جائیں گے لیکن اگر صلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب قتل کر دے اور باقی بچے عورتیں جانور جو چیز میں شہر میں موجود ہوں۔ سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے۔

بنو قریظہ یہودی تھے۔ ان پر توراۃ کے مطابق حکم صادر کرنا بالکل صحیح و جائز تھا۔ ان کو نقض عہد و غداری و فتنہ و فساد اپنے اسلاف سے میراث میں ملے تھے۔ لہٰذا سزا بھی وہی ملنی

چاہیئے تھی جواُن کے اسلاف کو مل چکی تھی۔ بنو قریظہ حضرت شعیب نبی اللہ کی اولاد سے تھے اور حضرت شعیب حضرت موسیٰ کے خسر تھے۔ ان کی اولاد عرب کے علاقہ مدین میں آباد تھی۔ جو توریت میں مدیان کے نام سے مذکور ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ نے باوجود اس قرابت کے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا اور ان کے اعمال کی کیا سزا دی۔ توراۃ کتاب الاعداد باب ۳۱ از آیت ۹ تا ۳۵ میں اس طرح لکھا ہے:۔

بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا۔ ان کے مویشی بھیڑ، بکری اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے۔ اور ان کے تمام قلعوں کو پھونک دیا۔ موسیٰ اُن پر غصہ ہوا کہ کیا تم نے اُن کی ساری عورتوں کو زندہ رکھا اُن کے تمام بچوں کو جو نادان ہیں قتل کر ڈالو۔ اس طرح ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہے قتل کر ڈالو۔ لیکن وہ لڑکیاں جو مردوں کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لئے زندہ رکھو۔"

سعد بن معاذ کا فیصلہ حضرت موسیٰؑ کے حکم سے کہیں نرم تھا۔ انگریزی مستشرق مؤرخ مسٹر مارگولیتھ کا یہ اعتراض کہ یہ فیصلہ قصاص پر مبنی تھا۔ کیونکہ جنگ احزاب میں سعد ابن معاذ کو ایک یہودی نے تیر مارا تھا جس کا زخم اُنہیں تکلیف دے رہا تھا غلط ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد ہی اکھڑ جاتی ہے۔ جب ہم معلوم کرتے ہیں کہ سعد ابن معاذ کو ایک یہودی نے نہیں بلکہ ایک قریشی نے تیر مارا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اس تیر انداز کا نام اور اس کی قومیت درج ہے۔ وھو حبان ابن العرقۃ القرشی۔ بخاری کتاب المغازی باب رجع النبی من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظہ ومحاصرتہ ایاھم۔

اس بیان سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہودیوں کا طرزِ عمل آنحضرتؐ کے ساتھ کیسا تھا اور کیونکر مارِ آستین کی طرح ہر وقت ڈنگ مارنے کے لئے تیار رہتے تھے اگر ان کا بس چلتا تو اسلام اور بانیٔ اسلام کی بیخ کنی واستیصال فوراً کر دیتے لیکن آنحضرت کی فراست ومعاملہ فہمی اور امور سیاسیہ کی واقفیت نے انہیں کوئی موقعہ نہ دیا۔ باوجود اس کے آنحضرتؐ کی ہر ایک کوشش ان کے خلاف دفاعی تھی۔ آنحضرتؐ نے کبھی حملہ کرنے میں پہل نہیں کی۔ کہہ سکتے ہیں کہ خیبر پر آنحضرتؐ نے حملہ کیا۔ لیکن وہ حملہ بھی دفاعی تھا۔ حرص یا شوقِ فتوحات پر مبنی نہ تھا۔ یہ ایک کوشش تھی اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے تمام عرب کے یہود اُٹھ کر خیبر میں آباد ہوگئے تھے اور خیبر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا کر وہاں سے چاروں طرف آنحضرتؐ کے خلاف سازش پھیلانے میں مصروف تھے جنگِ احزاب بھی ان ہی خیبریوں کی سازش کا نتیجہ تھی۔

دیکھو امیر علی، سپرٹ آف اسلام ص ۷۷۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل۔ الجزء الثانی۔

اگر آنحضرت خیبر پر حملہ نہ کرتے یا جنگ خیبر میں فتح نہ ہوتی تو پھر یہودیوں کا غلبہ سارے

سے چند آدمیوں کو اس طرح ہنکا کر دُور کرے گا۔ جس طرح اُونٹ کو ہنکایا جاتا ہے۔ دیکھو۔
ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ الباب السادس ص ۵۱۔
مستدرک علی الصحیحین الحاکم الجزء الثالث ص ۱۳۸۔
اخطب خوارزم :۔ کتاب المناقب ص ۴۷۔

اس حدیث حوض کو غور سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیا ایسے لوگوں کے درمیان میں آنحضرتؐ اپنے خلیفہ و اُمت کے ہادی کے انتخاب کو چھوڑ کر چلے جاتے ایک اور بات بھی ہے حدیث حوض پر آپ نے غور کیا۔ اب فرمایئے حدیث نجوم کہاں گئی۔ اور مسئلہ تصویب کیا ہوا۔ ہر ایک صحابی ستارۂ ہدایت ہے جس کی جی چاہے پیروی کرو۔ مسئلہ تصویب یہ ہے کہ اگر مختلف صحابی متضاد حکم صادر کریں تو سب صواب پر ہیں۔

دیکھا حضرت علیؑ کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لیے کس طرح قرابتِ رسولؐ کی توہین کی گئی یہاں تک کہ جناب رسولِ خدا کو کہنا پڑا کہ میری قرابت سے دنیا و آخرت دونوں جگہ فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ قرابت والی حدیث ہمارے دعوے کی پوری تائید کرتی ہے۔

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس ایک گہری سازش کا آخری نتیجہ تھا وہ سازش یہ تھی کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس مقصد کے حاصل کرنے کی پہلی ترکیب و تدبیر یہ تھی کہ حضرت علیؑ کی افضلیت و فوقیت کو لوگوں کی نظروں میں گرایا جائے۔ اس تدبیر کو اس اصول پر قائم کیا تھا کہ رسولِ خدا کی رشتہ داری سے حضرت علیؑ کو ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہونی چاہیئے۔ اس حدیث میں آنحضرتؐ نے اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔

ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جناب رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد مسجدِ نبوی میں اور حضرت عائشہ کے گھر میں لوگ بیٹھ کر حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کو خلافت سے دُور رکھنے کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کی مخالفت کے لیئے منصوبے باندھے جاتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کی تائید میں آنحضرتؐ کی ایک حدیث پہلے گزری جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قسم بخدا اس مسجد سے فتنے اس طرح اُٹھیں گے جس طرح گائے کے لیئے لوگ گھر بناتے ہیں۔ حضرت عائشہ کے گھر کی نسبت آنحضرتؐ کی حدیث ملاحظہ ہو :۔

عن ابن عمر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیت عائشۃ فقال راس الکفر من ھھنا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

مسند احمد حنبل جزء الثانی ص ۲۳ و ۲۶۔ الجزء الخامس ص ۱۶۔
صحیح بخاری کتاب الخمس باب ما جآء فی بیوت ازواج النبی۔ مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۲۷۔
صحیح مسلم۔ مطبوعہ مصر۔ الجزء الثامن ص ۱۸۱۔

ترجمہ :۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسولِ خدا حضرت عائشہ کے گھر سے نکلے اور اس

حضرت عائشہ کے گھر سے فتنے اٹھیں گے

عرب پر یقینی تھا۔ واقعات و تجربات سابقہ اچھی طرح واضح کر چکے تھے کہ ان کی طبیعت ان کو نچلا نہیں بیٹھنے دے گی۔

قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر کی آبادی سے ملی ہوئی تھی اور یہ دونوں آپس میں حلیف تھے۔ ابو رافع سلام بن الحقیق نے ۵ھ میں تمام یہودیوں اور دیگر قبائل کو اسلام کے خلاف برانگیختہ کیا۔ جب اس کی شرانگیزی بہت بڑھ گئی تو عبداللہ بن عتیک نے اس کو اس کے قلعہ کے اندر ہی باجازت رسول صلعم قتل کر دیا۔ اس کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زرام کو اپنا سردار بنالیا۔ اس نے تمام یہودیوں کو جمع کر کے آنحضرت کے مقابلہ کی تجویزیں سوچنی شروع کیں۔ جب یہ خبریں آنحضرت کو پہنچیں تو انہوں نے پھر بھی جنگ میں ابتداء کرنی مناسب نہ سمجھی۔ بلکہ عبداللہ بن رواحہ کو ۳۰ آدمی دے کر خیبر کو روانہ کیا۔ تاکہ معاملہ صلح و آشتی کے ساتھ طے ہو جائے۔ ان لوگوں نے خیبر پہنچ کر اسیر بن زرام کو پیغام بھیجا کہ جناب رسول خدا فرماتے ہیں کہ اگر تم حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تم کو دے دی جائے گی۔ چنانچہ وہ بھی تیس ۳۰ آدمی لے کر باہر نکلا۔ حزم و احتیاط کی بناء پر یہ تجویز ہوئی کہ اس قافلہ میں مدینہ تک دو دو شخص ہم رکاب چلیں۔ جن میں ایک مسلمان اور ایک یہودی ہو۔ بمقام قرقرہ پہنچ کر اسیر کے دل میں بد عہدی کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے عبداللہ کی تلوار چھیننی چاہی انہوں نے مقابلہ کیا۔ آخر کار لڑائی ہوئی۔ مسلمان فتح یاب ہوئے۔ صرف ایک یہودی بچا۔ یہ واقعہ آخر ۶ھ ہجری یا محرم ۷ھ کا ہے۔

ابن ابی الحقیق یہودان بنی نضیر کا رئیس مدینہ سے نکل کر خیبر میں آباد ہوا تھا۔ اور یہاں کے مشہور قلعہ القموص پر قبضہ کر لیا تھا۔ سلام بن ابی الحقیق یہاں کا سردار مقرر ہوا تھا اس کے قتل کے بعد اس کا بھتیجا کنانہ ابن الربیع بن ابی الحقیق سردار بن گیا۔ اسلام سے عناد وراثت میں پایا تھا۔ چنانچہ کنانہ نے بھی اس مخالفت میں بہت سرگرمی دکھائی۔ غطفان سے لے کر بنو فزارہ تک کی تمام قوموں کو اس سازش میں شامل کر لیا۔ اور منافقین مدینہ اس کو مسلمانوں کی تنگی و عسرت کے حالات بتا کر اپنی جاسوسی سے یہودیان خیبر کو کافی مدد پہنچاتے تھے۔ دربار رسالت میں یہ ساری خبریں پہنچتی تھیں۔ لیکن آنحضرت خاموش تھے اور معاملہ کو صلح و آشتی سے طے کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے پھر عبداللہ بن رواحہ کو بطور سفیر یہودیان خیبر کے پاس بھیجا۔ جب وہ خیبر پہنچا اسی وقت راس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا قاصد یہ خبر لایا کہ اگرچہ مسلمان خیبر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کی حالت بہت خراب اور ان کی تعداد بہت کم ہے۔ تم پر فتح پانی ناممکن ہے۔ اس پیغام سے یہودی شیر ہو گئے اور سفیر رسول اللہ کو ناکام واپس آنا پڑا۔ ادھر سردار خیبر نے بنی غطفان سے سازش کر کے ان کو آنحضرت کی مخالفت پر آمادہ کر دیا اور ان سے

ایک تحریری معاہدہ کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے بنی فزارہ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ آنحضرتؐ نے بھی صلح کا پیغام دے کر بنو فزارہ کے پاس بھیجا۔ لیکن مذہب اور قومیت غالب آگئی اور بنو فزارہ، بنو غطفان و یہودیانِ خیبر سے مل گئے۔

اب بارود سارا تیار تھا۔ اس میں چنگاری بھی یہودیوں ہی نے لگائی اور انُ کی طرف سے سبقت ہوئی۔ واقعہ ذی قرد جنگ خیبر کا پیش خیمہ تھا اور وہ اس طرح ہوا کہ ذی قرد آنحضرتؐ کی ایک خاص چراگاہ تھی۔ وہاں آپ کی اونٹنیاں ہمیشہ چرا کرتی تھیں۔ اور حضرت ابو ذر غفاری کے صاحبزادے انُ اونٹنیوں کے محافظ تھے اور انُ کی والدہ بھی انُ کے ہمراہ تھیں۔ بنی غطفان کے ایک دستۂ فوج نے اپنے سردار عبدالرحمٰن بن عینیہ کی سرکردگی میں انُ پر حملہ کر کے حضرت ابوذر غفاری کے صاحبزادے کو وہیں قتل کر دیا۔ انُ کی والدہ کو قید کر لیا اور تیس اونٹنیاں ہنکا کر لے گئے۔ نزدیک ہی مسلمانوں کا بھی ایک فوجی دستہ تھا۔ انہیں خبر ہوئی تو یہودیوں پر حملہ کر کے اونٹنیوں کو چھڑا لیا۔ اور زوجۂ ابوذر غفاری کی رہائی کرائی اب تامل و تاخیر خودکشی تھی۔ آنحضرتؐ نے خیبر پر چڑھائی کر دی۔ دشمن کو حملۂ اوّل کرنے سے روکنا ایسا ہی حفاظت خود اختیاری میں داخل ہے۔ جیسا کہ اس کے حملہ کے بعد اپنے تئیں بچانا۔

اس جنگ کی تفصیلات ہمارے موضوع سے باہر ہیں۔ لیکن اس کی اہمیت ذہن نشین کر لینی چاہیئے تاکہ اس شخص کی خدماتِ اسلامی کا اندازہ ہو سکے۔ جس نے اس جنگ کو فتح کیا تھا۔ یہ جنگ دفاعی تھی اور یہی بات اس کی اہمیت و عظمت کے اندازہ کے لئے کافی ہے۔ اگر دشمن دفع نہ ہو سکے تو مغلوبیت اس کا پہلا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں اسلام کا مغلوب ہونا اور یہودیوں کا غالب آجانا اسلام کے کلی استیصال کے مترادف تھا۔ اس کے علاوہ اس جنگ میں ایک امتیاز بھی تھا۔ برخلاف دیگر دفاعی لڑائیوں کے اس سے اسلام کے نظامِ تسلط و تصرف کی بنیاد پڑی۔ اسلامی سلطنت کا قیام اس کی فتح سے شمار ہوتا ہے۔ مولوی شبلی صاحب اس کی امتیازی خصوصیت ان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں :-

اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں وہ محض دفاعی تھیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے۔ جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے اور طرزِ حکومت کی بنیاد قائم ہوئی۔ اسلام کا اصلی مقصد دعوت و تبلیغ ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سدِراہ نہ ہو تو اسلام کی نہ تو اس سے جنگ ہے۔ نہ اس کو اپنی رعایا بنا لینے کی ضرورت ہے صرف معاہدہ صلح کافی ہے۔ جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں موجود ہیں۔ لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو اور اس کو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کے لئے تلوار ہاتھ میں لینی پڑتی ہے۔ اور اس کو اپنے

زیراثر رکھنا پڑتا ہے۔ خیبر اس قاعدہ کے موافق اسلام کا پہلا غزوہ ہے"۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۵۲۔
ماہ محرم ۷ھ ہجری کا آغاز تھا کہ جناب رسولؐ خدا مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں یہودیوں کے کل چھ قلعے تھے۔ ان سب میں بڑا اور مضبوط قلعہ قموص تھا۔ اس میں یہودیوں نے اپنی تمام فوج کو مجتمع کر لیا تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان جو مدینہ منورہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آ گیا تھا۔ اس ہی قلعہ میں رہتا تھا۔ اسی قلعہ کا سردار مرحب تھا۔ جس کو مورخ یعقوبی نے ہزار جوانوں کے برابر شمار کیا ہے۔ اس قلعہ کی حفاظت و استحکام کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے قلعے تو یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے۔ لیکن قلعۂ قموص کی مہم مسلمانوں سے سر نہ ہو سکی۔ بہت سے سر برآوردہ صحابی یکے بعد دیگرے اس مہم پر گئے اور ناکام واپس آئے۔ حضرت ابوبکر گئے وہ ناکام آئے۔ حضرت عمر گئے وہ شکست کھا کر واپس آ گئے۔ علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں:۔
"ناعم کے بعد اور قلعے بآسانی فتح ہو گئے۔ لیکن قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعے سے نکلے۔ تو حضرت عمر کے پاؤں نہ جم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی نسبت بھی یہی شکایت کی"۔ سیرۃ النبی تقطیع کلاں جلد اول صفحہ ۴۵۶۔
اس بزدلی و نامردی کے قصوں کو سن کر آنحضرتؐ کو طیش آ گیا۔ فرمایا لاعطین الرایۃ غدًا رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدیہ کرار الیس بفرار۔ یعنی تحقیق کل میں یہ علم ایسے شخص کو دوں گا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا وہ بہت جری و دلیر ہے بھگوڑا نہیں ہے۔
ان دنوں میں حضرت علیؑ کی آنکھیں پرآشوب تھیں۔ اتنی دکھتی تھیں کہ اپنے آگے دو قدم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لہٰذا لشکریوں میں سے ہر ایک کے دل میں امید پیدا ہو گئی کہ علیؑ تو بیمار ہیں۔ اب شاید یہ علم کل مجھے ملے۔ یہاں تک کہ جو اب تک شکست کھا چکے تھے اور فرار کر چکے تھے وہ بھی امید کرنے لگے اور ساری رات اسی امید میں گزاری۔ حضرت علیؑ نے جو آنحضرتؐ کا یہ قول سنا تو قاضی الحاجات کی درگاہ میں دعا کی کہ بار الہا! اللھم لامعطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت۔ لیکن جو اپنی تدبیروں پر بھروسہ کرتے تھے۔ وہ صبح ہوتے ہی آنحضرتؐ کے خیمہ کے دروازے کے آگے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ان میں سے جو ذرا سی بھی نمایاں حیثیت رکھتا تھا اونچا ہو ہو کر اپنا چہرہ آنحضرت کو دکھاتا تھا۔ سعد ابن ابی وقاص نے تو حد ہی کر دی۔ آنحضرتؐ کے کپڑوں سے رگڑ کر چلے

تاکہ آنحضرتؐ کی توجہ اُن کی طرف منعطف ہو جائے۔ یہ بزرگوار نبوت کی شان و کیفیت کو بس اتنا ہی سمجھ سکے تھے۔ غرض آنحضرتؐ باہر تشریف لائے۔ حضرت علیؑ کو طلب کیا۔ لعاب دہن آنکھوں میں لگایا آشوب چشم دُور ہوا۔ علم حضرت علیؑ کو عطا ہوا۔ وُہ گئے اور جاتے ہی مرحب و عنتر کو قتل کر کے مسلمانوں کی مشکل کشائی کی اور قلعہ فتح کر دیا۔ دوران جنگ میں سپر ہاتھوں سے گر پڑی۔ تو خیبر کا درِ آہنی اُکھیڑ کر اس کو سپر بنا لیا اور لڑا کیے۔ یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔ فتح کے بعد جب اُس دروازۂ آہنی کو آپ نے پھینکا ہے تو ستر آدمی مل کر اس کو ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر پلٹ نہ سکے۔ ان تمام واقعات کو ہم نے تفصیل و حوالہ جات سے اس کتاب کے صفحات ۳۲۶ لغایت ۳۳۶ میں بیان کیا ہے۔ ناظرین ورق پلٹ کر دیکھ لیں۔

ابوسفیان کی مجبوری اور ان کا ایمان لانا

قبل اس کے کہ ہم جنگ حنین کا ذکر کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین پر واضح کریں کہ ابوسفیان کس مجبوری کی حالت میں ایمان لائے۔ فتح خیبر نے قریش کے دل توڑ دیئے اور ۸ھ ہجری میں خالد بن ولید و عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ حضور نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ دسویں ماہ رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ عشا کے وقت مراج الظہران میں لشکر اسلام اُترا۔ آپ نے ایک ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے ہر ایک کو آگ روشن کرنے کو فرمایا۔ عباس ابن عبدالمطلب اس لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہوئی۔ عباس اس کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوسفیان اس وقت نہتا تھا۔ اور حضرت عباس کی امان میں تھا۔ اس کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف لپکے کہ قتل کر دیں۔ عباس نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ حضرت عمر پیادہ تھے۔ یہ دونوں سوار تھے۔ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پیچھے پیچھے حضرت عمر بھی لگے آ رہے تھے۔ حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ اس وقت موقعہ ہے ایسا دشمن ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو قتل کر دوں۔ عباس نے کہا کہ اے رسولؐ اللہ میں نے اس کو اپنی امان میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر کچھ ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور قتل ابوسفیان پر اصرار کیے رہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ اے عمر اگر یہ بنی عدی میں سے ہوتا تو تم اتنا اصرار اس کے قتل پر نہ کرتے۔ اتنے میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو شب بھر کے لئے مہلت دے دی اور عباس کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی عباس ابوسفیان کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آنحضرتؐ نے ابوسفیان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اس کا وقت نہیں آیا کہ تو اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو۔ ابوسفیان

نے عرض کی کہ واللہ کل سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اگر سوائے اللہ کے کوئی اور معبود ہوتا تو مجھ کو ضرور آپ کی امداد سے مستغنی کر دیتا۔ پھر رسول مقبولؐ نے ارشاد کیا۔ شرم کی بات ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ مجھے اللہ کا رسول سمجھے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اس امر میں مجھ کو پس و پیش ہے۔ عباس نے کہا تف ہو۔ تو اپنے قتل سے پہلے اسلام قبول کر۔ ابوسفیان یہ سُن کر عباس کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا۔ عباس نے کہا دیکھ وہ عمر آرہا ہے۔ اشھد ان محمداً رسول اللہ کہہ دے ورنہ آتے ہی تیری گردن اُڑا دے گا۔ ابوسفیان نے یہ سُنتے ہی گھبرا کر اشھد ان محمداً رسول اللہ کہہ دیا اور مسلمانوں میں داخل ہوا۔

اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص۱۸۵۔ حسین دیار بکری، تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۸۹ ابن الاثیر، تاریخ الکامل الجزء الثانی ص۹۳۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی الجزء الرابع ص۲۲۔ ابن کثیر دمشقی، البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔ الجزء الرابع ص ۲۹۰۔ تاریخ حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص۶۲۔ ابوسفیان طوعاً وکرہاً کلمۂ توحید بزبان آورد۔

جنگ حُنین ۶ شوال ۸ھ مطابق ۲۷۔ جنوری ۶۳۰ء

جب مکہ فتح ہوگیا تو قبیلہ ہوازن کے لوگ پیغمبر علیہ السلام سے جنگ کے لئے مجتمع ہوئے ان کا سردار مالک بن عوف تھا اور ثقیف اہل طائف اور بنی سعد بن بکر بھی ان کے ساتھ ہوئے۔ جب یہ خبر رسالت مآب کو پہنچی تو آنحضرتؐ بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ ۶ شوال ۸ھ مطابق ۲۷ جنوری ۶۳۰ء کو باہر نکلے۔ جب دونوں جانب کی فوجیں باہم ملاقی ہوئیں۔ تو مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور وہ ایسے بدحواس ہوکر بھاگے کہ کوئی کسی کی طرف ملتفت نہیں ہوتا تھا۔ جناب رسولؐ خدا لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ لیکن کوئی آپ کی نہیں سنتا تھا۔ اس پر آنحضرتؐ نے عباس سے کہا کہ تم آواز دیتے رہو۔ اور لوگوں کو بلاتے رہو۔

محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۰۰۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزء الرابع ص ۷۳۔ تاریخ ابی الفداء، الجزء الاول ص۱۴۶ حسین دیار بکری، تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۱۱۳۔

صحیح بخاری میں ہے۔

عن ابی قتادہ۔ قال انھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس۔

ابوقتادہ سے مروی ہے کہ بروز حنین مسلمان پسپا ہوکر بھاگے تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا۔ تو دیکھتا ہوں کہ عمر بن الخطاب بھی بھاگنے والوں میں ہیں۔

صحیح بخاری۔ کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم الجزء الثالث ص ۴۵۔ تاریخ ابن کثیر دمشقی۔ الجزء الرابع ص۳۲۹۔

جنگ حنین ۲۷ جنوری ۶۳۰ء

شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں تحریر کرتے ہیں۔
"در غزوۂ حنین چون ہزیمت بہ مسلمین روداد علی رضی اللہ عنہ از جماعت ثابتان بود۔"
کنز العمال علی متقی میں ہے۔

قال الزبیر بکار حدثنی ابراھیم بن حمزہ حدثنی محمد بن عثمان بن ابی حرملہ مولی بنی عثمان عن حسین بن علی قال کان ممن ثبت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم حنین العباس وعلی بن ابی طالب وابوسفیان بن الحارث وعقیل بن ابی طالب وعبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب والزبیر بن العوام و اسامہ بن زید عن انس قال لما کان یوم حنین قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الان حمی الوطیس وکان علی بن ابی طالب اشد الناس قتالا بین یدیہ۔

(اسمائے راویان عربی عبارت میں)

جنگِ حنین کے دن آنحضرتؐ کے ساتھ جو لوگ رہ گئے تھے وہ یہ تھے۔ عباس علی بن ابی طالب ابوسفیان بن الحارث۔ عقیل بن ابی طالب عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب زبیر بن العوام واسامہ بن زید باقی سب بھاگ گئے تھے انس سے مروی ہے کہ جنگِ حنین کے دن آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب آتش حرب تیز ہوگئی اور اس دن جناب علی مرتضیٰ نے آنحضرت صلعم کی حضوری میں نہایت شدید قتال کیا۔

کنز العمال الجزء الخامس ص ۳۰۴ حدیث ۵۵۹۷ و ۵۵۹۸ ص ۳۰۶ حدیث ۵۶۰۷
امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ۲۰۷ و ۴۵۳ ۔ الجزء الرابع ص ۲۸۱ و ۳۰۴ - روضۃ الندیہ ص ۲۰ و ۲۱۔

سیرۃ الحلبیہ وغیرہ میں ہے۔

لما فر الناس یوم حنین عن النبی صلعم لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی ہاشم ورجل من غیرھم علی بن ابی طالب العباس وابوسفیان بن الحارث وابن مسعود۔

جب بروز حنین لوگوں نے جناب رسولِ خدا کو چھوڑ کر فرار کیا تو آنحضرتؐ کے ساتھ صرف چار شخص باقی رہ گئے تھے۔ تین بنی ہاشم اور ایک غیر بنی ہاشم یعنی علی بن ابی طالب وعباس و ابوسفیان بن الحارث اور ابن مسعود۔

برہان الدین الحلبی۔ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۱۲۵۔ حسین دیار بکری، تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۱۳۔

لما انہزم المسلمون اظھر اہل

جنگِ حنین میں جب مسلمانوں نے راہ فرار اختیار

مکہ ما فی نفوسھم من الحقد فقال ابو سفیان بن حرب لا تنتھی ھزیمتھم دون البحر وکانت الازلام فی کنانتہ وصرخ کلدۃ الان بطل السحر۔

کی تو اہل مکہ کے دلوں میں جو کینہ اور حسد مخفی تھا وہ ظاہر ہوا۔ چنانچہ مسلمانوں کے بھاگنے پر ابوسفیان بن حرب کہنے لگا کہ ان کا بھاگنا سمندر سے ورے ختم نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح کے طعنے بھی مار رہا تھا۔ اور چلا کر کہا کہ اب یہ جادو باطل ہوگیا۔

تاریخ ابو الفداء: الجزء الاول ص ۱۴۶۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۰۱ حسین دیار بکری۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۱۳۔ ابن ہشام: سیرۃ النبی۔ الجزء الرابع ص ۲۷۔ محمد بن جریر الطبری تاریخ الامم والملوک۔ الجزء الثالث ص ۱۲۸۔ ابن کثیر شامی: البدایۃ والنہایۃ۔ فی التاریخ الجزء الرابع ص ۳۲۷۔ سید احمد زینی المشہور بر حلان۔ السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ بر حاشیہ سیرۃ الحلبیہ مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ ہجری۔ الجزء الثانی ص ۳۴۹ و ۳۵۰۔

ہم نے ان پانچوں بڑی لڑائیوں کے حال ہدیۂ ناظرین کر دیئے ہیں جتنا ان پر ناظرین غور کریں گے۔ ہم چند نتائج کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں:۔

(۱) ان پانچوں لڑائیوں کی فتح حضرت علی علیہ السّلام کی جدوجہد و اثبات قدم پر مبنی تھی۔ اگر وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے تو اسلام کی تاریخ بلکہ دُنیا کی تاریخ دوسری طرح لکھی جاتی۔

(۲) جہاد سے فرار کرنا نقص ایمان کی وجہ سے ہوتا ہے اور جہاد میں ثباتِ کمال ایمان کی دلیل ہے۔

(۳) عقل سلیم کا کیا فتویٰ ہے۔ خلافتِ رسولؐ کا کون مستحق تھا۔ وہ جو مصیبت و جہاد کے وقت جناب رسولِ خداؐ کو تنہا چھوڑ کر بھاگتے رہے۔ یا وہ جو ہمیشہ جناب رسولِ خدا کے پہلو بہ پہلو کھڑا رہا اور جہاد سے بھاگنے کا خیال تک نہ کیا۔ کس میں خلیفۂ رسولؐ کی شان پائی جاتی ہے؟

(۴) جب جہاد کی کسوٹی پر اصحاب رسولؐ کسے گئے تو جناب رسولؐ خدا کو معلوم ہوا یا نہیں۔ کہ انکا خلیفہ و جانشین بننے کی اہلیت و استعداد کس میں ہے اور کون اُن کا مثیل و نظیر ہو سکتا ہے۔

(۵) اتنا معلوم ہونے کے بعد کیا جناب رسولِ خدا کے لئے یہ موزوں و مناسب تھا کہ آپ اپنی جانشینی کے مسئلہ پر بالکل خاموش رہتے۔ اور اس جاں نثار ایمان کامل رکھنے والے شخص کو ان ناقص ایمان والوں کے رحم پر چھوڑ جاتے۔ جن کے دلوں میں اس شخص کی طرف سے حسد و عناد پیدا ہو چکا تھا۔ جس کا علم جناب رسولؐ خدا کو اچھی طرح تھا۔

(۶) ان جنگوں کی وجہ سے ابوسفیان و معاویہ و دیگر بنو اُمیہ کی دشمنی میں جو اُن کو علی سے تھی بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔

(۷) ابوسفیان و معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہوتے۔ جان کے خوف سے کلمۂ اسلام پڑھ لیا۔
اب ہم ان کی روحوں کو مخاطب کرتے ہیں جنہوں نے اس گئے گزرے ہوئے زمانہ میں صرف

مسجد شہید گنج کی خاطر سینے ننگے کر کے گولیاں کھائیں جو خوشی خوشی تختہ دار پر چڑھ گئے۔ صرف اس وجہ سے کہ انہیں یہ گوارا نہ ہوا کہ کوئی ان کے پیارے رسول کی توہین کرے اگرچہ وہ محض زبان ہی سے ہو اور ان سے پوچھتے ہیں کہ اگر آج رسولِ خدا موجود ہوتے تو کیا تم ان کو مسلح سکھوں اور ہندوؤں کی فوج میں تن تنہا چھوڑ کر صرف اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ جاتے؟

علامہ عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ پر جناب امیر علیہ السلام کا جہاد بالسیف" کے نیچے لکھتے ہیں :-

"جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت سے جس قدر کہ دینِ اسلام کو نفع پہنچا ہے وہ کسی سے نہیں پہنچا۔ اربعین میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

قد کان فی الصحابۃ جماعۃ کابی دجانہ وخالد بن ولید وکانت شجاعتہ اکثر نفعاً من شجاعۃ الکل الاتری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم الاحزاب لضربۃ علی خیر من عبادۃ الثقلین۔

یعنی صحابہ میں مثل ابو دجانہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کے ایک جماعت ایسی تھی جو شجاعت میں مشہور تھی۔ لیکن سب کی شجاعت سے جناب امیر علیہ السلام کی شجاعت زیادہ تر نفع رساں تھی۔ تم نہیں دیکھتے ہو کہ جنگ احزاب کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی ایک ضرب جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔ پروردگار نے اپنے کلام پاک میں حضرت امیرؑ کے جہاد کو دوسرے صحابہ کے اعمال پر ترجیح دی ہے۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستوون عند اللہ۔ یعنی کیا گردانتے ہو تم حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر اس شخص کی مانند جو اللہ اور بر قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ نہیں ہیں وہ لوگ برابر اللہ کے نزدیک۔ اخرج ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن مندہ والثعلبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ المسمی باسباب النزول والقرطبی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی فی سننہ والسیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابو نعیم فی فضائل الصحابہ قالوا ان علیاً والعباس وطلحہ بن ابی شیبہ افتخروا وقال طلحۃ انا صاحب البیت مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایہ والقائم علیھا فقال علی لا ادری لقد صلیت ستۃ اشھر قبل الناس وانا صاحب الجہاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ اجعلتم سقایۃ الحاج۔ الخ ابو حاتم اور ابو الشیخ اور عبد الرزاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ علیؑ و عباس اور طلحہ بن ابی شیبہ باہم فخر کرنے لگے۔ طلحہ نے کہا میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اس کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے میں چاہوں تو اسی میں رہوں۔ عباس کہنے لگے کہ میں زمزم کا

مالک ہوں۔ اور اس کا نگہبان ہوں۔ علی نے کہا میں نہیں جانتا۔ لیکن میں نے چھ مہینے پیشتر سب لوگوں سے نماز پڑھی اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا ہوں۔ پس پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی کہ کیا گردانتے ہو تم حاجیوں کو پانی پلانا الخ

کتب سیر کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر سوائے تبوک کے کل مشاہدیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علمدار رہے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں :۔

عن ابن عباس قال لعلی اربع خصائل لیست لاحد غیرہ ھو اول عربی و عجمی صلے مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الذی کان لوائہ معہ فی کل زحف وھو الذی صبر معہ یوم فرعنہ غیرہ وھو الذی غسلہ و ادخلہ فی القبر۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ علی کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ ان کے سوا کسی دوسرے میں نہیں ہیں وہ سب عربی و عجمی لوگوں سے ایسے پہلے شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور وہ وہ شخص ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک لشکر میں علمدار تھے۔ اور وہ وہ شخص ہیں کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے سب لوگ بھاگ گئے تھے تو وہ آپ کے ساتھ صبر کئے رہے۔ اور وہ وہ شخص ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

اور اس بات پر بھی سب محدثین کا اتفاق ہے کہ تبوک کے سوا حضرت امیر علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

واجمعوا علی انہ صلی القبلتین و ھاجر وشھد بدرا و الحدیبیہ وسائر المشاھد وابلی ببدر و اُحد وخندق وذکر السراج فی تاریخہ انہ لم یتخلف عن مشھد شھدہ الا تبوک فانہ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المدینتہ علی عیالہ۔

یعنی سب محدثین نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جناب علی علیہ السلام ایسے شخص ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہے اور بدر اور حدیبیہ اور تمام غزوات میں حاضر رہے ہیں اور بدر و اُحد اور خندق میں آپ نے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ اور سراج اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ آپ کسی مشہد سے غیر حاضر نہیں رہے مگر تبوک میں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے عیال کی حفاظت کے لئے مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

تمام مشاہد میں جو حیرت انگیز کارروائیاں حضرت امیر سے ظاہر ہوئی ہیں تمام کتب سیر اس سے بھری پڑی ہیں۔

(۱۷) ہدایت و رہنمائی کی قابلیت

۱۷۔ ہدایت و رہنمائی کی قابلیت

قابلیت ہدایت و رہنمائی کا علیحدہ عنوان قائم کرنا تسلسل کلام کے لئے ضروری تھا ورنہ جو احادیث پہلے گزر چکی ہیں ان سے یہ امر اچھی طرح ثابت ہے کہ صحابہ کرام میں سے محض حضرت علیؑ ہی آنحضرتؐ کے مثیل و نظیر اس فضیلت میں بھی تھے۔ جس طرح دیگر فضائل میں تھے اُن سب احادیث کا یہاں دوہرانا باعث طوالت بیجا ہوگا۔ سلسلہ بیان قائم رکھنے کے لئے ایک دو کا ذکر کر دیتے ہیں:-

عن ابی ذر غفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر والفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق والباطل۔

ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو حضرت علیؑ سے کہتے ہوئے سنا کہ اے علیؑ تم صدیق اکبر و فاروق اعظم ہو جو حق و باطل کو جُدا کرتا ہے۔

محب الدین الطبری، ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل الثانی ص ۱۵۳ و ۱۵۵ و ۱۵۷ و ۱۵۸۔ حسین دیار بکری، تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۳۰۶ و ۳۰۷۔ شیخ سلیمان منتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ الباب الثالث والاربعون صـ۱۲۹۔ باب الحادی والخمسون، ص ۱۵۱۔ الباب الثانی عشر ص ۷۰۔ الباب الخامس عشر ۸۲۔ الباب الثانی والاربعون صـ۱۲۴۔ روضۃ الندیہ ص ۴۔ سنن ابن ماجہ الجزء الاول ص ۵۶۔ ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی الحدیث ثلاثون ص ۷۴، وحدیث حادی الثلاثون ص ۷۵۔ علی المتقی: عن سلمان فارسی کنز العمال الجزء السادس صـ۱۵۶ حدیث ۲۶۰۸ ص ۳۹۴ حدیث ۶۰۲۶ ص ۴۰۵ حدیث ۶۱۳۴ ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۱۵۔

عن ابی یعلی الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستکون من بعدی فتنۃ فاذا کان ذالک فالزموا علی بن ابی طالب فانہ اول من امن بی واول من یصافحنی یوم القیامۃ وھو الصدیق الاکبر وھو فاروق ھذہ الامۃ وھو یعسوب المومنین والمال یعسوب المنافقین۔

ابو یعلی غفاری کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو کہتے ہوئے سُنا کہ میرے بعد فوراً ہی فتنے کھڑے ہو جائیں گے۔ جب ایسا ہو تو تم علی بن ابی طالب کی اطاعت کرنا۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے میرے اُوپر ایمان لایا اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا اور وہ صدیق اکبر ہے۔ اور اس اُمّت کا فاروق ہے۔ وہ مومنین کا حاکم ہے اور مال منافقین کا حاکم ہوتا ہے۔

ابن عبد البر: الاستیعاب ترجمہ ابو یعلی الغفاری ۲۹۶۹ صـ۶۷۶ الجزء الثانی۔ ابن حجر عسقلانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ۔ ترجمہ ابو یعلی الغفاری۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم

کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ کفر کا سر یہاں سے نکلے گا۔ جس طرح شیطان کے سینگ نکلتے ہیں۔

حدثنا محمد بن عبد العزیز قال حدثنا ابو عمر الصنعانی من الیمن عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرا شبرا وذراعا ذراعا حتیٰ لو دخلوا جحر ضب تبعتموہم قلنا یا رسول اللہ الیہود والنصاریٰ قال فمن صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الجزء الرابع ص ۱۷۶ طبع مصری۔

(اسمائی رواۃ عربی میں دیکھو) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ البتہ تم چلو گے اگلے لوگوں کی چالوں پر بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے ہم نے عرض کی کہ یا حضرت کیا یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو پھر کون یعنی یہود و نصاریٰ ہی مراد ہیں۔ ان کی چال پر چلو گے۔

یہ حدیث دیگر کتب احادیث مثلاً صحیح مسلم و کنز العمال اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی درج ہے۔ حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔

ان احادیث میں فتنہ کے وہ ہی معنی ہیں جو قرآن شریف کی آیات مندرجہ ذیل میں اس لفظ کے معنی ہیں۔

(۱) فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ (پارہ ۳ سورہ آل عمران ع ۱)

(۲) وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ (پارہ نمبر ۲ سورۃ البقرع ۲۴)

(۳) وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۴)

(۴) وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی تھی وہ فتنہ و فساد پھیلانے کی غرض سے قرآن شریف کی آیات کی غلط تاویل کیا کرتے تھے۔ جبتک ملک میں فتنہ ہے۔ اور فتنہ والے لوگ موجود ہیں خدا کا دین قائم نہیں ہو سکتا لہٰذا اُن سے لڑو اور ان کو مغلوب کرو تاکہ فساد باقی نہ رہے اور ملک میں خالص دین خدا کا رہ جائے فتنہ و فساد قتل سے زیادہ سخت اور گناہ میں اس سے زیادہ عظیم ہے اُن لوگوں کو غلط تاویل کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ صحیح تاویل سے خلافت بلافصل علی ابن ابی طالبؑ ثابت ہوتی ہے۔

ان احادیث سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ ان لوگوں کو کیسا خیال فرماتے تھے جو آپ کے بعد رہنے والے تھے آپ کو یقین تھا کہ وہ فتنہ و فساد پیدا کریں گے۔ سارا ملک فتنہ و فساد سے مملو ہو جائے گا۔ اسلام اور ایمان والوں کی کیا بری حالت ہوگی آپ نے صاف صاف فرما دیا کہ اس زمانہ میں ہادی کی سخت ضرورت ہوگی وہ ہی اس عام کفر کے خلاف واحد سپر ہوگی۔

مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ، ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری ۔ الباب الثالث والاربعون ص۱۲۹ والباب السادس والخمسون ص۲۵۱ ۔ علی المتقی، کنز العمال ۔ الجزء السادس ص ۱۵۵ ۔ حدیث ۲۵۸۲ ۔ الحاکم، مستدرک الجزء الثالث ص ۱۱۲

عن ابن عباس قال لما نزل قولہ تعالیٰ انما انت منذر ولکل قوم ھادٍ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا المنذر وعلیؑ ھاد وبک یا علی یھتدی المھتدون من بعدی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت انما انت منذر ولکل قوم ھادٍ نازل ہوئی تو آنحضرت نے تفسیر فرمائی کہ منذر سے میں مراد ہوں اور ہادی سے علیؑ مراد ہیں ۔ اور اے علی میرے بعد تم سے ہدایت لینے والے ہدایت پائیں گے۔

ابو نعیم، فیما نزل فی القرآن فی علی ۔ شبلنجی، نور الابصار ص۷۱ علی المتقی، کنز العمال ۔ الجزء السادس ص۱۵۷ حدیث ۲۶۳۱ وحدیث ۲۶۳۵ ۔ ابن کثیر دمشقی ۔ البدایہ والنہایۃ فی التاریخ ۔ الجزء السابع ص ۳۵۷ و ۳۵۸ ۔ الحاکم ۔ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۹ و ۱۳۰ ۔ سیوطی ؛ در المنثور فی تفسیر قولہ تعالیٰ ۔ انما انت منذر ولکل قوم ھاد ۔ الجزء الرابع ص۴۵ ۔ شیخ سلیمان ۔ ینابیع المودۃ ۔ الباب الرابع والاربعون ص ۔ والباب السادس والعشرون ص ۹۹ و ۱۰۰ ۔ روضۃ الندیہ شرح تحفۂ علویہ ص ۵ ۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال علی بن ابیطالب باب حطۃ من دخل فیہ کان مومناً ومن خرج منہ کان کافراً۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علیؑ باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہو گیا وہ مومن ہوا ۔ اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہو گیا۔

علی المتقی، کنز العمال ۔ الجزء السادس ص۱۵۳ ۔ روضۃ الندیہ ص۱۵۲ و ۱۵۳ ۔ ابن حجر مکی ۔ صواعق محرقہ باب التاسع ۔ فصل الثانی ۔ حدیث الرابع والثلاثون ص ۷۵ ۔ شیخ سلیمان ؛ ینابیع المودۃ ۔ الباب الرابع ص ۲۸ ۔

۱۸ ۔ عدالت وقابلیت قضاء

عن علی قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن قاضیاً وانا حدیث السن فقلت یا رسول اللہ تبعثنی الی قوم یکون بینھم احداث ولا علم لی بالقضاء قال ان اللہ عزوجل لیھدی لسانک ویثبت قلبک قال فما شککت فی قضا بین

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے مجھے یمن کی طرف قاضی مقرر کر کے روانہ فرمایا اس وقت میرا سن بہت کم تھا ۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھے ایسی قوم میں بھیجتے کہ جن میں اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور مجھے قضا کا تجربہ نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پروردگار تیری زبان کو ہدایت کرے گا اور

(۱۸) عدالت و قابلیت قضاء

اشنتی۔ تیرے دل کو ثابت رکھے گا۔ جناب امیر فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی دو آدمیوں کے تنازعات فیصلہ کرنے میں شک نہ ہوا۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۱۲۹ و ۱۵۶ ۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی۔ الباب الرابع الفصل السادس ص ۱۹۸ ۔ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۳۵ سلیمان بلخی۔ ینابیع المودۃ۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقضی امتی بعدی علی بن ابی طالب۔

ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ عادل اور تنازعات صحیح فیصلہ کرنے والے علی بن ابیطالب ہیں۔

شبلنجی: نورالابصار ص ۷۱ و ۷۳ : الحاکم: مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۳۵ ۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ باب التاسع۔ فصل الثانی۔ حدیث العاشر ص ۷۳ ۔ باب التاسع۔ فصل الثالث ص ۷۶ ۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ۔ باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۸ و ۱۹۹ ۔ ابن عبدالبر۔ الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ص ۴۷۳ و ۴۷۴۔ شیخ سلیمان: ینابیع المودۃ۔ الباب الرابع عشر ص ۷۰ ۔ شمس الدین الجزری: برسنی المطالب ص ۱۴ ۔ میرزا محمد ابن معتمد خاں: نزل الابرار ص ۱۸ روضۃ الندیہ ص ۱۳ و ۸۲ و ۹۱ حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۲۲ ۔ اقسمھم بالسویہ واعدلھم فی الرعیۃ وابصرھم بالقضیۃ واعظمھم عند اللہ مزیۃ علی بن ابی طالب۔ حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی الجلد الاول ص ۶۶۔

باب نہم

اقوال وافعالِ رسول صلعم کی مطابقت قرآن شریف سے

جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد بہت سے کذاب اور وضاعین جھوٹی احادیث وضع کر کے میری طرف منسوب کریں گے۔ تم کو چاہیئے کہ جو میری حدیث بیان کی جاوے اس کی مطابقت قرآن شریف سے کرلو۔ جو حدیث قرآن شریف کے مطابق ہوگی وہ میری ہے اور جو اس کے مخالف ہو اس کو سمجھو کہ جھوٹی وضع

کی گئی ہے۔ احادیث رسول کی اصلیت اور موضوعیت معلوم کرنے کے لئے اور بھی بہت سے دلائل عقلی و نقلی ہیں۔ اُن میں سے چند کا ذکر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں کیا ہے یہاں اُن کا بیان کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ احادیث رسول کا آخری محک صحت و صداقت قرآن شریف ہے۔ ہم نے اس کتاب کے ابواب ہفتم و ہشتم میں جناب رسولِ خدا کے وہ اقوال و افعال بیان کئے ہیں۔ جو جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل پر دلیل قاطع ہیں۔ اب ہم ان احادیث و روایات کو قرآن شریف کی کسوٹی پر چڑھاتے ہیں۔ اگر وہ قرآن شریف کے مطابق ہیں تو ان کی صحت میں کچھ شک نہیں۔ اور اگر قرآن شریف اُن کی تردید کرتا ہے یا جس کے اس قدر فضائل آنحضرتؐ نے بیان فرمائے ہیں۔ اس شخص کے متعلق قرآن شریف بالکل خاموش ہے تو ہم سمجھیں گے کہ یہ احادیث و روایات موضوعہ ہیں اور کسی سیاسی غرض کے لئے مسلمانوں میں شائع کی گئی تھیں۔

قرآن شریف میں جیسا کہ حکومت کا مرتب کیا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔ بہت سے صحابہ رسول کی مذمت کی گئی ہے اور کسی کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا اس قاعدہ کو یہاں تک ملحوظ رکھا گیا ہے کہ مشہور واقعہ افک کی تردید کر دی اور ایک زوجۂ رسول کو غلط اتہام سے بری کر دیا۔ لیکن ان کا نام آیت میں نہیں آیا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ اس جھوٹے الزام سے بری کی گئی تھیں۔ سورۂ التحریم ساری اس رمز و کنایہ کی مثال ہے، لیکن سب جانتے ہیں کہ آیہ کریمہ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۔ (اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو تو بہتر ہے۔ کیونکہ تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں) میں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ کی طرف اشارہ ہے (مسند امام احمد حنبل مجلد اول ص ۳۳ و ۴۸۔ کنز العمال مجلد اول ص ۲۶۹ حدیث ۴۶۷۲) اسی طرح وہ آیات جو جناب امیرؑ کی شان میں ہیں اُن میں آپ کا نام نہیں ہے۔ لیکن وہ ایسی مشہور و معروف ہیں کہ شک کی کچھ گنجائش نہیں۔ چار وجوہات سے وہ شک سے بالاتر ہیں۔ یعنی (۱) شہرت و تواتر (۲) اُن کی تفسیر خود رسولِ خدا کے قول و فعل و عمل سے (۳) اُن کا سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کو حق بجانب سمجھنے والے علماء و محدثین و مؤرخین کی کتابوں میں توثیق و تصدیق کے ساتھ پایا جانا۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ کبھی ایسی جھوٹی روایتیں و تاویلیں اپنی طرف سے وضع کر کے شائع نہ کریں گے۔ جو ان کے اعتقادات کے خلاف دلائل ہو کر پیش ہو سکیں۔ ان کو ایسی روایتیں جھوٹی وضع کرنے سے کیا فائدہ (۴) حضرت علیؑ کے سوانح حیات اور یہ آیات ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

یہاں ایک اور انتباہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ متفقہ اُمت ہے کہ قرآن شریف کی آیات کی تفسیر و تاویل میں اپنے قیاس کو دخل نہیں دینا چاہیئے بلکہ کسی امر دین میں قیاس کو دخل

نہیں دینا چاہیئے ورنہ سارے کا سارا مذہب انسان کے قیاس کی جولانگاہ بن جاوے گا۔ مرکزیت واصلیت قائم نہیں رہے گی۔ اسلام میں افتراق کی وجہ یہی قیاس ہے ہر ایک نے سمجھا کہ میری تاویل درست ہے۔ اور بہتر فرقے بن گئے۔ اسی وجہ سے امور مذہب میں قیاس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی درست وبہترین تفسیر وہی ہوگی جو جناب پیغمبر علیہ السلام نے کی ہوگی۔ اور پھر ہمارے لئے جائز نہیں کہ اس تفسیر کو چھوڑ کر ہم اپنے دماغ سے اس کے اور معانی ومطالب نکالیں۔ ایسا کرنا جناب رسولؐ خدا کی توہین ہے اور گمراہی وضلالت کی بدیہی نشانی امور دین میں قیاس کا ناجائز ہونا مسلمہ امت ہے۔ شاہ ولی اللہ حجت اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

مذمت قیاس فی امور دین تاویل قرآن

عن ابن سیرین قال اول من قاس ابلیس وما عبدت الشمس والقمر الا بالمقائیس وعن الحسن انہ تلا ھذہ الآیۃ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین وقال قاس ابلیس وھو اول من قاس وعن الشعبی قال واللہ لئن اخذ تم بالمقائیس لتحرمن الحلال ولتحلن الحرام۔

ابن سیرین سے مروی ہے کہ جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اور شمس وقمر کی پرستش بھی اسی کی بناء پر کی گئی ہے۔ حسن بصری نے یہ آیت پڑھی۔ خلقتنی من نار الخ اور کہا کہ ابلیس نے قیاس کیا اور سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ علامہ شعبی کہتے ہیں کہ قسم بخدا اگر تم قیاس کرنا شروع کرو گے۔ تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دو گے۔

ابن سیرین کے اس قول کی تائید سیوطی نے کتاب الوسائل الی معرفۃ الوسائل میں کی ہے نیز تفسیر در منثور میں علامہ لکھتے ہیں :-

اخرج ابونعیم فی الحلیۃ والدیلمی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ قال اول من قاس امر الدین برائہ ابلیس۔ قال اللہ لہ اسجد لآدم فقال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ قال جعفر فمن قاس امر الدین برائہ قرنہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بابلیس لانہ تبعہ بالقیاس (سیوطی، کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص۷۲)

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور دیلمی نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے جد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے امر دین میں سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا خداوند تعالیٰ نے حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر اور اس نے حجت پیش کی کہ میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔ جعفر فرماتے ہیں کہ جو امر دین میں قیاس کرے گا۔ خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ابلیس کے پاس جگہ دے گا۔ کیونکہ قیاس کرنے میں اس نے ابلیس کی پیروی کی۔

کنز العمال میں علی متقی لکھتے ہیں :-

من قال فی الدین برائه فقد اتهمنی ابو نعیم عن جابر لا تقیسوا الدین فان الدین لا یقاس اول من قاس ابلیس الدیلمی عن علی۔

ابونعیم حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ جس نے امر دین میں اپنی رائے سے کام لیا اس نے مجھ پر اتہام باندھا اور دیلمی حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ امر دین میں قیاس سے کام نہیں لیا جاتا۔ جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔

صحیح بخاری میں ایک مستقل باب مذمت رائے وقیاس پر قائم کیا گیا ہے۔ نیز کنز العمال میں ہے۔

تعمل هذه الامة برهة بکتاب الله ثم تعمل برهة بسنة رسول الله ثم تعمل بالرای فاذا عملوا بالرای فقد ضلوا واضلوا عن ابی هریرة۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ امت پہلے کتاب اللہ سے عمل کرے گی اس کے بعد سنتِ رسولؐ اللہ کے مطابق عمل کرے گی اور پھر اپنی رائے کے مطابق عمل کرے گی۔ پس جب اپنی رائے کے مطابق عمل کریں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ از ابو ہریرہ

علی المتقی، کنز العمال۔ الجزء الاول ص۴۶ حدیث ۹۱۶ و ۹۱۹۔

آنحضرتؐ کے متعدد اقوال و افعال جو ہم نے باب ہفتم و ہشتم میں بیان کئے ہیں مندرجہ ذیل عنوانوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔

ا۔ حضرت موسیٰ کی طرح آنحضرتؐ کا اپنے لئے امور رسالت میں وزیر و معاون طلب کرنا اور بارگاہ ایزدی سے وہ دعا مستجاب ہوئی۔

ب۔ حدیث منزلت۔

ج۔ بالائے عرش حضور خداوندی میں حضرت علیؑ کو جناب رسولِ خدا کا خلیفہ و وزیر مقرر کرنا۔ اور خداوند تعالیٰ کا حضرت علیؑ کو نصرت و تائید رسالت محمدیہ کے لئے منتخب فرمانا۔

د۔ جناب محمد مصطفےٰ اور علیؑ مرتضیٰ ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں اور ایک ہی شجر کی دو شاخیں۔ یہ دونوں حضرات ہر ایک فضل و صفت میں مشترک ہیں۔ اُمت محمدیہ کے اوپر جو حقوق آنحضرتؐ کے ہیں وہی علی مرتضیٰ کے ہیں۔ جس طرح آنحضرت کے احکام کی اطاعت امت محمدیہ پر واجب ہے اسی طرح حضرت علیؑ کے احکام کی اطاعت اس اُمت پر واجب ہے جسطرح حضرت علیؑ آنحضرتؐ سے مشابہ ہیں اسی طرح دیگر پیغمبران اُولوالعزم سے مشابہت رکھتے ہیں۔

ہ۔ تاکید وجوب حب علی و آلِ رسول۔ بغیر علی کی محبت کے کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا چاہے کتنا ہی عابد و زاہد کیوں نہ ہو۔ آپ کے بغض سے منافقین کی شناخت ہوتی ہے۔ حضرت علیؑ

قسیم النار والجنتہ ہیں۔
د۔ آنحضرتؐ کے بعد حضرت علی مومنین کے حاکم و والی ہیں۔
ہ۔ اعلمیت حضرت علیؑ۔
ح۔ حضرت علیؑ کا کمال ایمان وعبادت وریاضت۔
ط۔ معصومیت حضرت علیؑ۔
ی۔ خدا علیؑ کو اور علی خدا کو دوست رکھتے ہیں۔ اور خدا آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ علی کا مرتبہ اور درجہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں۔
ک۔ راز گوئی آنحضرتؐ با علیؑ۔
ل۔ علی کی سبقت اسلامی۔
م۔ حضرت علیؑ جنت میں آنحضرتؐ کے آمنے سامنے ہوں گے۔ اور قیامت کے دن لواء حمد حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہوگا۔
ن۔ تبلیغ سورۂ برأت۔
س۔ حضرت علیؑ سے لوگ حسد کرتے تھے۔
ع۔ حضرت علیؑ امت محمدیہ کے ہادی ہیں۔
اب ہم ان کی مطابقت آیات قرآنی سے ظاہر کرتے ہیں:۔

عنوانہائے:۔ الف۔ ب۔ ج۔

یہ غور کرنے والی بات ہے کہ قرآن شریف میں جو انبیاء سلف کے قصے وحکایتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کسی مطلب ومقصد کے لیئے ہیں۔ ورنہ کفار کا اعتراض کہ ان ھذا الا اساطیر الاولین پورا ہوتا ہے۔ یہ مختلف قسم کے واقعات وقصص ہیں۔ جن سے مختلف نتائج نکلتے ہیں۔ اور جو متعدد اعراض کے لیئے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک تو یہ غرض تھی کہ اُمتہائے سابقہ نے جو غلطیاں کی ہیں اور جن کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا ہے۔ اُن سے اُمت محمدیہ اپنے تئیں بچائے۔ انبیائے سابق کی نافرمانی اور ان کے احکام سے اعراض ازمنہ گذشتہ میں نزول عذاب کا بہت بڑا سبب ہوا ہے۔ اُن کے بیان کرنے کی یہ غرض تھی کہ اس سے اُمت محمدیہ پرہیز کرے۔ دوسری غرض یہ تھی کہ خود آنحضرت انبیاء اولوالعزم کے اطوار و اقوال پر غور کریں۔ اور اسی طرح عمل کریں۔ چنانچہ آپ نے ایسا کیا مثلاً جب حضرت موسیٰ کو احکام رسالت ملے تو انھوں نے اس کام کی عظمت پر غور کیا۔ اور اس کے لیئے خدا سے مدد چاہی۔ چنانچہ ان کی دُعا قرآن شریف میں اس طرح مسطور ہے۔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝ وَأَشْرِكْهُ

فِیْ اَمْرِیْ ۙ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ۙ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ؕ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ۝ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ)

نتیجہ نکلا کہ امر نبوت و رسالت میں اپنے اہل میں سے کسی کو شریک کرنے کی دعا مانگنی نبی ورسول کیلئے جائز ہے اگر سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا تو وہ شریک خود بھی نبی یا رسول ہو سکتا ہے اور اگر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا تو وہ شریک جانشین امام ہوگا۔ نبی نہیں ہو سکتا قرآن شریف بتاتا ہے کہ سلسلۂ امامت قیامت تک رہے گا۔ وَیَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (پارہ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۸) لہذا آنحضرتؐ نے بھی حضرت علیؑ کے لئے اس قسم کی دعا مانگی اور وہ قبول ہوئی۔ اس طرح حضرت علیؑ کی نسبت و منزلت جناب رسولخدا سے وہی ہوئی جو ہارونؑ کی حضرت موسیٰؑ سے تھی باستثنائے نبوت۔ ہم اس دعا کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ اور حدیث منزلت کو بھی ثابت کر چکے ہیں۔

آیاتِ ذیل بتاتی ہیں کہ جناب رسولِ خدا کی دعا قبول ہوئی اور حضرت علیؑ کو آپ کی تائید و نصرت کے لئے منتخب کیا گیا۔

(۱) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (پارہ ۱۲ سورہ ہود ع ۲) ترجمہ:۔ وہ جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ایک گواہ بھی خدا کی طرف سے آیا۔

اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابونعیم فی المعرفة عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال ما من رجل من قریش الا نزل فیہ طائفة من القرآن فقال لہ رجل ما نزل فیک قال اما تقرء سورہ ہود افمن کان علی بینة من ربہ و یتلوہ شاھد منہ واخرج ابن مردویہ و ابن عساکر عن علی رضی اللہ عنہ فی الآیة قال رسول اللہ علی بینة من ربہ وانا شاھدٌ منہ۔ واخرج ابن مردویہ من وجہ اخر عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افمن کان علی بینة من ربہ انا ویتلوہ شاھدٌ منہ قال علی۔

ابن ابی حاتم و ابن مردویہ وابونعیم حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن حضرت علیؑ نے کہا کہ قریش میں سے کوئی آدمی نہیں ہے جسکے متعلق قرآن کی کوئی آیت نہ اُتری ہو۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کی کہ آپکے حق میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے سورہ ہود میں نہیں پڑھا افمن کان علی بینة من ربہ ویتلوہ شاھد منہ جناب رسولخدا علی بینة من ربہ ہیں اور میں ان کے ساتھ آنے والا گواہ ہوں۔ ابن مردویہ اور ابن عساکر نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ فرمایا کہ اس آیت میں علی بینة من ربہ تو جناب رسولِ خدا ہیں اور میں شاھد منہ ہوں۔ ابن مردویہ نے دوسرے اسناد سے جناب علیؑ سے روایت کی کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ علی بینة من ربہ تو میں ہوں اور

شاہد مِنہ علیؑ ہیں۔

علامہ سیوطی، کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص۳۲۴ علی المتقی، کنز العمال الجزء الاول ص ۲۵۰۔ حدیث نمبر ۲۴۴۰۔ شیخ سلیمان مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ، ینابیع المودۃ۔ الباب السادس والعشرون ص ۹۹۔ سبط ابن الجوزی، تذکرہ خواص الامۃ۔ باب الثانی ص ۱۰۔

غور کرنے والی بات ہے۔ جناب رسولؐ خدا کے ساتھ ساتھ ہی حضرت علیؑ کا تقرر ہوتا ہے۔ لفظ یتلوہ کو دیکھو۔ آنحضرت سے لگے لگے حضرت علیؑ بھی پہنچے۔ ادھر دعویٰ نازل فرمایا۔ اُدھر دعویٰ کے ساتھ ساتھ ہی اس کی صداقت کی گواہی دینے کے لئے ایک گواہ کو بھیجا۔ جناب رسولؐ خدا کی نبوت کی تصدیق حضرت علیؑ کی ہستی سے ہوتی ہے۔ یہ ہے اصلی صدیق اکبر اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا صدیق اکبر۔ اگر حضرت علیؑ کی ہستی نہ ہوتی تو یہ دعویٰ بلا تصدیق رہ جاتا اس کو کہتے ہیں۔ خلیفہ ونائب۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ خلیفہ یا نائب رسول بھی رسولؐ کے ساتھ ہی خداوند تعالےٰ کی بارگاہ سے مقرر ہو کر آتا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کی فیکٹری میں تیار نہیں ہوسکتا۔

(۲) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (پ ۲۴۔ سورہ زمر ع۴) ترجمہ: اور وہ شخص جو آیا صدق کے ساتھ اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی متقی ہیں۔

اخرجہ ابن عساکر والحافظ ابو نعیم فی الحلیتہ والفقیہ ابن المغازلی فی المناقب عن مجاھد فی قولہ تعالیٰ الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ علی واخرج ابن مردویہ والسیوطی فی الدر المنثور عن ابی ھریرہ والذی جاء بالصدق قال رسول اللہ وصدق بہ قال علی۔

ابن عساکر نے وحافظ ابو نعیم نے حلیتہ الاولیاء میں اور ابن المغازلی نے مناقب میں مجاہد سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ الذی جاء بالصدق سے رسولِ خدا مراد ہیں اور صدق بہ سے علی مراد ہیں۔ اسی طرح ابوہریرہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق سے رسول اللہ صلعم اور صدق بہ سے علی مراد ہیں۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص۳۲۸۔ حافظ ابو نعیم: حلیتہ الاولیاء۔

(۳) فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰىہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ پ ۲۸ سورہ تحریم ع ۱۔

اخرج ابن مردویہ عن اسماء بنت عمیس قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صالح المومنین قال

اسماء بنت عمیس سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا کو کہتے ہوئے سُنا صالح المومنین سے مراد علی بن

(۲) والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولٰئک ھم المتقون

(۳) فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین

علی بن ابی طالب واخرج ابن مردویه وابن عساکر عن ابن عباس فی قوله وصالح المومنین قال هو علی بن ابیطالب۔

ابی طالب ہیں۔ اور نیز ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں صالح المومنین سے علی بن ابی طالب مراد ہیں

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص ۲۴۴۔ علی المتقی عن علی۔ کنز العمال؛ الجزء الاول ص ۲۷۳ حدیث ۴۶۸۴ محمد صالح کشفی۔ مناقب مرتضوی ص ۲۹۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم۔ ینابیع المودۃ باب الثانی والعشرون ص ۹۲۔

(۴) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پارہ ۱۰ سورہ انفال ع ۸)

محدث حنبلی گوید جمیع مفسران متفق اند براینکه مراد از من اتبعک علی ابن ابی طالب است مناقب مرتضوی محمد صالح کشفی ص ۳۱۔

نیز ملاحظہ ہو۔

النطری، خصائص العلویہ۔

(۵) هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۱۰ سورہ انفال ع ۸)

اخرج ابن عساکر عن ابی هریره رضی الله عنه قال مکتوب علی العرش لا اله الا انا وحدی لا شریك لی محمد عبدی ورسولی ایدته بعلی و ذلك قوله هوالذی ایدك بنصره وبالمومنین۔

ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ کوئی خدا نہیں سوائے میرے میں واحد ہوں۔ میرا کوئی شریک نہیں۔ محمد میرا بندہ و رسول ہے۔ میں نے علی کے ذریعہ سے اس کی مدد کی۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہی مطلب ہے آیہ ھوالذی ایدک بنصرہ و بالمومنین کا۔

سیوطی؛ کتاب الدر المنثور۔ الجزء الثالث ص ۱۹۹۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم؛ ینابیع المودۃ الباب الثالث والعشرون ص ۹۴۔ ابونعیم؛ حلیۃ الاولیاء۔

(۶) وَكَفَی اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا۔ پارہ ۲۱ سورہ احزاب ع ۲)

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویه و ابن عساکر عن ابن مسعود رضی الله عنه انه کان یقرء هذا الحرف وکفی الله المومنین القتال بعلی بن ابی طالب۔

ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کفایت کی مومنوں کو لڑائی میں علی کے ساتھ اور اللہ ہی ہے قوی و بزرگ۔

سیوطی، کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص۱۹۲۔ شیخ سلیمان، ینابیع المودۃ۔ الباب الثالث والعشرون ص ۹۴۔

عنوان د۔

(۱) آیہ مباہلہ۔ جناب علی مرتضیٰ کا مثیل و نظیر و نفس رسول ہونا آیۂ مباہلہ سے ثابت ہے جس کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحہ ۱۷۶ لغایت ۱۸۲ پر زیر عنوان افعال رسول کر چکے ہیں۔

(۲) وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ۔ (پارہ ۱۳ سورہ رعد ع ۱)

ترجمہ :۔ انگوروں کے باغ اور کھیتیاں اور کھجوریں ہیں۔ (ان میں سے کچھ) ایک جڑ سے ملی ہوئی ہیں اور علیحدہ بھی ہیں۔ سب ایک پانی سے سیراب کی جاتی ہیں۔

ظاہراً یہ آیت درختوں کے متعلق معلوم ہوتی ہے لیکن اس کو محض درختوں میں محدود رکھنا قرآن شریف کی بلاغت و جامعیت کے منافی ہے اور بحث کا پورا منطق بھی برآمد نہیں ہوتا جسطرح ایک ہی پانی سے سیراب ہو کر درخت مختلف ثمر لاتے ہیں۔ کوئی میٹھا کوئی کڑوا۔ کوئی خوشبودار اسی طرح ایک ہی دنیا و احوال دنیا تمام انسانوں کو درس عبرت دیتے ہیں۔ لیکن کوئی ان میں سے کافر ہوتا ہے کوئی مسلمان۔ کوئی عیسائی۔ کوئی یہودی۔ کوئی دہریہ وغیرہ وغیرہ۔ وجہ یہ ہے کہ درختوں میں اختلاف ان کے بیج کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور انسانوں میں اختلاف ان کی طینت کی وجہ سے۔ جس طرح ایک ہی نوع کے بیج ایک ہی طاقت رکھنے والے ایک ہی قسم کا ثمر لاتے ہیں۔ اسی طرح ایک ہی طینت کے لوگ، قبل پیدائش ظاہری اور بعد پیدائش ظاہری یکساں حالات و واقعات میں نشو و نما پانے والے ایک دوسرے کے نظیر و مثیل اور ہم صفت ہوتے ہیں۔ اتنا معلوم کرنے کے بعد اب وہ تفسیر ان آیات کی جو جناب رسول خدا نے کی ہے۔ ناظرین کی سمجھ میں آجائے گی۔

اخرج ابن مردویہ والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ انہ سمع النبی یقول الناس من اشجار شتیٰ وانا وانت یا علی من شجرۃ واحدۃ ثم قرء النبی ھذہ الآیۃ۔

ابن مردویہ و حاکم نے روایت کی ہے اور اس کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ مختلف درختوں سے اور میں اور تم اے علی ایک درخت سے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

سیوطی، کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص۴۴۔ سیرۃ العلویہ سوم ص ۴۹۔ عبید اللہ امرتسری، ارجح المطالب۔ باب دوم ص ۹۲۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ (پارہ ۵ سورۃ النساء ع ۸)

عنوان د (۱) آیہ مباہلہ

(۲) وجنات من اعناب وزرع ونخیل صنوان وغیر صنوان یسقی بماء واحد۔

(۳) یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

آپ کو اپنے صحابہ کے دلوں کی کیفیت سے یقین تھا کہ آپ کے اہل بیت کو سخت تکالیف و مصائب کا سامنا ہوگا لوگ اُن کے مخالف ہو جائیں گے۔ اور ان کی مخالفت کی وجہ سے اسلام سے گروہ در گروہ خارج ہو جائیں گے اپنے بعد کے حاکموں کی ن‍ـ ت فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اہلبیت سے مخالف کرکے ضلالت و گمراہی کی طرف لے جائیں گے اور اگر اس بات میں لوگ اُن کی اطاعت نہ کریں گے تو وہ اُن کو قتل کر دیں گے اس ہی مسجد میں بیٹھ کر فساد کے منصوبے باندھے جائیں گے۔ بنو اسرائیل اور اُمت موسوی کی تشبیہہ کس طرح ہر ایک مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے صرف چالیس راتوں کی غیر حاضری کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی تقریباً ساری اُمت کافر ہوگئی۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ موسیٰ صرف میقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ ابھی واپس آجائیں گے۔ آنحضرتؐ کو یقین تھا کہ اسی طرح میرے بعد میری اُمت کی اکثریت رجعت قہقری کرے گی اور میرے احکام کی نافرمانی کرکے کفر کی طرف عود کر جائے گی۔

کیا عقل سلیم یہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ اُمور جانتے ہوئے آنحضرتؐ نے اپنا جانشین اور اُمت کا ہادی مقرر نہ کیا۔ کیا آنحضرتؐ کو یہ منظور تھا کہ اس آنے والے گمراہی و ضلالت کی سیاہی اور بڑھ جائے اور اُس ضلالت و گمراہی کی ذمہ داری آپ پر براہ راست عائد ہو جائے جیسی اُمت آپ چھوڑیں گے اس کا نقشہ تو آپ نے کھینچ دیا۔ کیا اس اُمت کے ایمان و عدل و اسلام پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا اور آپ اس پر بھروسہ کرکے اپنا جانشین اور اُمت کا ہادی مقرر نہ فرماتے۔

آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتة جاھلیة۔ یعنی جو شخص اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی ہے یعنی وہ کافر مرا۔ اس حدیث کی صحت پر تمام اُمت اسلامیہ کا اجماع ہے۔ مسند امام احمد حنبل۔ الجزء۔ الرابع ص ۹۶۔

نواب محمد صدیق حسن خان:۔ الکلیل الکرامۃ فی تبیان مقصد الامامۃ ص ۴ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال۔

کیا یہ محال عقلی نہیں ہے کہ جناب رسول خداؐ اُمت پر تو اتنی سختی کریں کہ جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا اس نے گویا خدا کو نہ پہچانا اور وہ کافر مرا۔ اور خود اُمت کو یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد کون امام و ہادیٔ اُمت ہوگا۔ اور یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد جو زمانہ آئے گا اس زمانہ کے اور اس کے بعد زمانوں کے اماموں کی شناخت کیا ہے اگر وہ امام لوگوں کی رائے سے منتخب ہونا تھا یا اُس سے دنیاوی بادشاہ مقصود تھا تو پھر شناخت کو اتنی اہمیت دینی بے سود تھی جو جس کے لئے رائے دے گا اس کو پہلے معلوم کر لے گا اور بادشاہ کی تلوار خود ہی شناخت کرا لے گی۔ معرفت کا لفظ بتا رہا ہے کہ لوگ جھوٹے اماموں کو نصب کرکے اصلی اور سچے اماموں کے ساتھ مخلوط کر دیں گے اس وقت صحیح امام کی معرفت کے لئے جزا ہے اور عدم معرفت کی سزا۔ اندریں صورت ان کا نام و نشان بتانا نہایت ضروری تھا ورنہ اُمت پر حجت قائم نہ ہوتی۔ بلکہ خداوند تعالیٰ پر بندوں کی حجت باقی رہ جاتی کہ پیغمبرؐ رسول نے تو ہم کو بتایا نہیں کہ وہ امام کون ہونگے لہٰذا جو ہم کو خوش کر سکا اس کو ہی ہم نے امام مان لیا اور جب

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہو۔

فی المناقب فی تفسیر مجاهد ان هذه الآیة نزلت فی امیر المومنین علی علیه السلام حین خلفه رسول الله فی المدینة و فی المناقب بالسند عن عیسیٰ بن السری قال قلت لجعفر الصادق حدثنی عما قال الله عزوجل اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فکان علی ثم صار من بعده حسن ثم حسین ثم من بعده علی ابن الحسین ثم من بعده محمد بن علی۔

مناقب میں تفسیر مجاہد کے حوالہ سے یہ ہے کہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔ جبکہ آنحضرتؐ نے ان کو مدینہ پر والی مقرر کیا تھا۔ اور مناقب میں اسناد کے ساتھ عیسیٰ بن اسری سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ مجھ سے بیان کیجئے جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت اطیعوا اللہ الآیہ کے متعلق فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ اولی الامر یہ ہیں۔ علیؑ ان کے بعد حسن پھر حسین پھر علی بن حسین پھر محمد بن علیؑ۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ، ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری الباب الثامن والثلاثون ص ۱۱۴۔

شیخ محمد صالح کشفی مناقب مرتضوی میں لکھتے ہیں:۔

"در تفسیر فخر الدین رازی می آرد کہ مفسرین در اولی الامر دو قول ایراد نمودہ اند فرقہ گویند مراد امرا یند و زمرۂ گویند علماء۔ از امام جعفر منقول است کہ مراد آئمہ اثنا عشر اند کہ حق تعالیٰ اطاعت ایشان را قرین اطاعت خود و رسول داشتہ۔ زیرا کہ جائز نیست کہ حق سبحانہ واجب گرداند اطاعت احدے را علی الاطلاق تا ثابت نشود عصمت او کہ داند ظاہر او مثل باطن او ست و ایمن بود از غلط و سہو۔ ایں صفات حاصل نیست در امراء و علماء پس متعین ائمہ ہدیٰ باشند۔"

یہ نکتہ قابل غور ہے جو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں اطاعت مطلق و تامہ کا حکم دیا ہے اس کو کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ ایسا ہوگا کہ اس سے کبھی سہو و خطا و معصیت سرزد ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر اس سے معصیت سرزد ہو گئی تو معصیت کی اطاعت لازم آئے گی۔ جو خلاف عقل و خلاف شان خداوندی ہے۔ علماء تو اکثر غلطی کر جاتے ہیں اور امراء اکثر جاہل ہوا کرتے ہیں۔ اگر ان کے احکام کی پابندی اس آیت میں واجب سمجھی جائے تو پھر خطا و سہو ثواب ہو جائیں گے۔ اور یہ نتیجہ نکلے گا کہ خداوند تعالیٰ نے گناہ کے ارتکاب کا حکم دیا ہے جو صریحاً ناجائز ہے۔ گروہ اہل حکومت نے اپنے اغراض کے واسطے اولی الامر سے مراد

ہر ایک حاکم لیا ہے چاہے وہ غضب و ظلم ہی سے غلبہ و حکومت حاصل کرے۔ امراء کے احکام تو اکثر گناہ و ظلم پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر وہ احکام قابل اطاعت ہو گئے تو بس مذہب ختم ہے۔ نتیجہ نکلا کہ اولی الامر سے مراد معصوم ہیں۔ یہاں امر وہ امر ہے جو تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ میں مقصود ہے۔

عنوان ۵۔

حُبِّ علیؑ و آلِ رسول جس میں علیؑ شامل ہیں۔

(۱) تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ پارہ ۲۵ سورہ شوریٰ ع ۳۔

ترجمہ:۔ تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں اس سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کا وبال ان پر پڑنے والا ہے (موت کے وقت ان لوگوں کی حالت بہت خراب ہوتی ہے۔ اور وہ "ھول المطلع" سے بہت مضطر ہوتے ہیں) اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ بہشت کے چمنوں میں ہوں گے۔ ان کے لئے جو جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے پروردگار کے پاس مہیا ہے۔ یہی تو وہ بڑا فضل ہے۔ یہی تو وہ ہے جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے خوشخبری دی ہے (حضرت علیؑ نے موت کو دیکھ کر فرمایا۔ فزت ورب الکعبۃ) تم یہ کہہ دو کہ میں تو اس (تبلیغ رسالت) کا تم سے کچھ اجر سوائے اس کے طلب نہیں کرتا کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ اور جو اس کے بارے میں کوئی نیکی بھی کرے گا۔ اس کی خاطر ہم اس کی نیکی کو بہت بڑھا دیں گے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھا ہے۔ پس اگر اللہ چاہے تو اے نبی تیرے دل پر مہر لگا دے۔ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے۔ اور اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت کرتا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی حالت سے پورا پورا آگاہ ہے۔

ان آیات کے معانی و مطالب صاف ہیں۔ اور محتاج تشریح و تاویل نہیں۔ چند ہٹ دھرمی کرنے والوں نے لفظ قربیٰ میں کھینچ تان کی ہے۔ لیکن اس کی تشریح و تفسیر خود جناب رسول خدا نے اس وضاحت کے ساتھ کر دی کہ شک کی گنجائش ہی نہیں رہی۔

عنوان ۵ حب علی (۱) قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

جب آیہ تطہیر نازل ہوئی تب رسولؐ خدا نے ان پر چادر ڈال کر بتلایا کہ ان کے اہلبیت اور اُس آیت کے مقصود کون ہیں۔ آیہ مباہلہ کے وقت اس تشریح کا اعادہ کیا گیا۔ آیہ صلوات کے نازل ہونے پر جناب رسولؐ خدا نے صاف طور پر بتلا دیا کہ اس کے مصداق حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ یہ بھی امر ظاہر ہے کہ ان بزرگواروں سے زیادہ قریب تر کوئی اور رشتہ دار آنحضرتؐ کے نہ تھے۔ آنحضرتؐ کی اس تشریح پر پھر آنحضرتؐ کے معترضین اور حضرت علیؑ کے مخالفین کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ دیکھو جناب رسولؐ خدا اپنے خاندان خصوصاً علیؑ کی محبت میں اس طرح سرشار ہیں کہ خدا پر بھی بہتان باندھنے لگے کہ اس آیت میں ان کے یہ اولاد اور داماد مقصود ہیں۔ ان آیات میں معترضین کی اس نکتہ چینی کی طرف بھی اشارہ ہے۔ ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذبا اور ان کو جواب بھی دے دیا گیا کہ یہ اعتراض غلط ہے بلکہ خداوند تعالیٰ اپنے کلمات کے ذریعہ سے باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو ظاہر کرتا ہے اور وہ کلمات یہی قرابت داران محمدؐ ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اپنے قیاس سے یہ تفسیر ان آیات کی کر رہے ہیں۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:۔

ونقل الثعلبی والبغوی عن ابن عباس انه لما نزل قوله تعالیٰ قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ قال قومٌ فی نفوسهم ما یرید الا ان یحثنا علی قرابته من بعده فاخبر جبرئیل النبی صلی اللہ علیه وسلم انهم اتهموه فانزل ام یقولون علی اللہ کذبا الایة۔

ثعلبی و بغوی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیہ مودۃ القربیٰ نازل ہوئی تو ایک جماعت نے اپنے دل میں کہا کہ رسولؐ خدا کا اس سے یہ منشاء ہے کہ ان کے بعد ہم ان کے ان قرابت داروں کے ساتھ تمسک کریں پس جبرئیل نے اس اعتراض کی اطلاع آنحضرتؐ کو دی کہ وہ آپ پر یہ تہمت رکھتے ہیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ام یقولون علی اللہ کذبا۔ الایہ۔

ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص ۱۰۲۔

عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الایة قل لا اسئلکم الایة قالوا یا رسول اللہ من هولاء الذی امرنا اللہ تعالیٰ بمودتهم قال علی وفاطمة وابناهما۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیہ مودۃ القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ اے رسولؐ مقبول وہ کون سے آپ کے قرابتدار ہیں جن کی محبت کا حکم خداوند تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے آپ نے فرمایا کہ علیؑ فاطمہؑ اور ان کے دونوں پسران۔

جلال الدین سیوطی: احیاء المیت فی الاحادیث الواردة فی اهل البیت۔
برحاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔ ابن حجر مکی، صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر الفصل

الاول ص ۱۰۱۔ سید علی ہمدانی: مودۃ القربیٰ۔ شیخ عبید اللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۔ شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم: ینابیع المودۃ۔ میرزا محمد معتمد خاں: نزل الابرار ص۵۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر: کتاب الاتحاف ص۵۔ روضۃ الندیہ ص ۱۰۴۔ شیخ یوسف بن اسمٰعیل الشرف المویدلآل محمدؐ ص۔

شیخ علی ہمدانی نے جو گروہ اہل حکومت کے بہت بڑے عالم ہیں اس موضوع پر ایک کتاب مودۃ القربیٰ لکھی ہے۔ اس کتاب کی تشریح وتفصیل شیخ سلیمان قندوزی بلخی مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ نے کی ہے اور اپنی کتاب کا نام ینابیع المودۃ لکھا ہے۔ جو اصحاب اس موضوع پر تفصیلات کے شائق ہیں ان کو چاہیئے کہ یہ دونوں کتابیں پڑھیں۔

اب ان احادیث کی طرف غور کرو جن میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کی محبت کی تاکید فرمائی ہے بغیر حُبِ علی کے جنت حرام ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی عابد وزاہد ہو اگر اس کے دل میں حُبِ علی نہیں ہے تو اس کی عبادت و اعمال اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے اور وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھے گا۔ حبِ علیؑ علامتِ ایمان اور بغضِ علی علامتِ کفر و نفاق ہے۔ یہ معیار ہے جنت والوں کو دوزخ والوں سے علیحدہ کرنے کا۔ جب ان احادیث پر غور کر لیا تو اب آیۂ مودۃ القربیٰ کی طرف توجہ کرو۔ حُبِ علیؑ اجر ہے رسالت محمدیہ کا۔ رسالتِ محمدیہ کا مقصد اسلام ہے۔ حُبِ علیؑ اجر و بدل وعوض ہوا اسلام کی نعمت کا۔ جس شے کے لئے کوئی اجر یا عوض یا بدل مقرر ہو چکا ہے تو وہ ہمارے لئے حلال وجائز نہیں جب تک ہم اس کا عوض بدل نہ دے دیں ہم اپنی ساری عمر کے رات اور دن عبادتِ الٰہی میں اس مکان کے اندر گزار دیں۔ جس کو ہم نے قیمت و بدل دے کر نہیں لیا بلکہ غصب کر لیا ہے تو ہماری ساری عبادت بیکار جائے گی۔ اور ہم غصب کرنے کے جرم میں معذب کئے جائیں گے۔ اسی طرح ہم اسلام کے فوائد کے حقدار نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم اس کا اجر وعوض وبدل جو مقرر کیا گیا ہے نہ ادا کر دیں۔ اسلام کے فوائد یہ ہیں کہ ہم کو صحیح عبادت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی شانِ غفاری کے دامنِ عاطفت میں ہم لے لئے جاتے ہیں اور ہم کو جنت ملتی ہے۔ لیکن اگر ہم نے اسلام کا اجر و عوض و بدل ادا نہیں کیا تو ہم ان فوائد کے مستحق نہیں اور خواہ ہم کتنی ہی عبادت کریں تو ہم کو جنت نہیں مل سکتی۔ نتیجہ نکلا کہ خواہ ہم کتنی ہی عبادت کریں اگر حُبِ علیؑ نہیں ہے تو ہمارے لئے جنت حرام ہے۔ ملاحظہ ہو آیت شریف وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ۔ اس میں اقتراف حسنات سے مراد مودۃ اہلبیتِ رسولؐ ہے۔ صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر فصل الاول ص۱۰۱۔

آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ بغضِ علیؑ علامتِ نفاق ہے۔ اس کے لئے ہم آیۂ ذیل پیش کرتے ہیں:-

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ

نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝ پارہ ۲۶ سورہ محمد ع ۴۔

ترجمہ:۔ کیا اُن لوگوں نے جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ اُن کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ہم ان لوگوں کو تم کو اے محمدؐ دکھا دیں اور پھر تم اے محمدؐ ان لوگوں کو ان کی علامتوں سے پہچان لو اور تم اب بھی ان کو ان کی باتوں کے لہجے (طرزِ گفتگو) سے ضرور پہچانتے ہو۔ اور خداوند تعالیٰ تم لوگوں کے اعمال سے واقف ہے۔

عن ابی سعید الخدری فی قولہ تعالٰی ولتعرفنہم فی لحن القول ببغضہم علی ابن ابی طالب۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں۔ کہ اس آیہ لتعرفنہم فی لحن القول کے یہ معنی ہیں کہ تم اے محمد ان کو پہچان لو گے اس نشانی سے کہ اُن کی طرزِ گفتگو سے بغض علی ابن ابی طالب ٹپکتا ہے۔

جلال الدین سیوطی، کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۶۶۔ عبید اللہ امرتسری۔ ارجح المطالب باب دوم ص ۱۰۷۔

(۲) وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ۔ (پارہ ۸ سورہ اعراف ع ۵)

ترجمہ:۔ اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے جو سب کو (اہلِ جنت و اہلِ دوزخ کو) ان کی صورتوں سے پہچان لیں گے۔

الحاکم بسندہ عن الاصبغ بن نباتہ قال کنت عند علی فاتاہ ابن الکواء فسئلہ عن ھذہ الآیۃ فقال ویحک یا ابن الکواء نحن نقف یوم القیامۃ بین الجنۃ والنار فمن احبنا عرفناہ بسیماہ فادخلناہ الجنۃ ومن ابغضنا عرفناہ بسیماہ فادخلناہ النار۔

حاکم باسناد خود اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ابن الکواء آیا اور اس آیت کے معنی آپ سے دریافت کئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن الکواء ہم بروز قیامت بلندی اعراف پر کھڑے ہوں گے۔ دوزخ و جنت کے درمیان پس ہم اپنے محبوں کو ان کے منہ کی سفیدی سے پہچان کر جنت میں داخل کریں گے۔ اور اپنے دشمنوں کو ان کی پیشانی سے شناخت کر کے دوزخ کی طرف بھیج دیں گے۔

شیخ عبد اللہ امرتسری۔ ارجح المطالب باب دوم ص ۱۰۶۔ ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص ۱۰۱۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب التاسع والعشرون ص۱۰۱۔

عنوان و۔

آنحضرتؐ کے بعد علیؑ مومنین و مسلمین کے والی و حاکم ہیں۔

(۱) یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ٥ پارہ ۶ سورہ مائدہ۔ ع ۱۰۔

ترجمہ:۔ اے رسولؐ جو کچھ پیغام تمہارے رب کی طرف سے (علیؑ کے بارے میں) نازل کیا گیا ہے اُسے (اُمت تک) پہنچا دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے خدا کی پوری رسالت ادا نہ کی۔ اور اُمت تک نہ پہنچائی۔ اور اللہ لوگوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھے گا۔ بیشک خداوند تعالےٰ منکر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

(۲) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۱)

ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔ اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند و منتخب کیا۔

ان آیات پر تفصیل کے ساتھ ہم نے باب یازدہم کتاب ہذا میں بحث کی ہے۔ اور علماءؑ و محدثین و مؤرخین و مفسرین جماعت حکومت کے اقوال و روایات و تحریرات سے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں آیات بروز غدیر خم علیؑ کی خلافت بلافصل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ یہاں صرف اُس تحریف قرآنی کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جس کے علماء جماعت حکومت قائل ہیں۔ اُن کی بلائے میں ان آیات میں دو تحریفات ہوئی ہیں۔ ایک تو لفظی اور ایک مقامی یعنی وہ جو یحرفون الکلم عن مواضعہ کی مصداق ہے۔ لفظی تحریف یہ ہے کہ آیت (۱) میں سے پیغام یعنی ان علیاً مولی المومنین کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مقامی تحریف یہ ہے کہ سورہ مائدہ میں آیت (۲) کے بعد رکھا ہے۔ حالانکہ ترتیب نزول اس طرح ہے کہ آیت (۱) پہلے نازل ہوئی اور جب آنحضرتؐ پیغام اُمت کو پہنچا چکے تو آیت (۲) نازل ہوئی اس ترتیب نزول کو ہم نے باب یازدہم میں بیان کیا ہے۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرؤ علی عھد رسول اللہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول خدا کے زمانہ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے ترجمہ:۔ اے رسول پہنچا دے اپنی اُمت تک یہ پیغام کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو گویا اپنی پوری رسالت ادا نہیں کی اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

جلال الدین سیوطی، کتاب الدرالمنثور الجزء الثانی ص ۲۹۸۔ عبیداللہ امرتسری، ارجح

المطالب باب دوم صـ۵۳ - میرزا محمد بن محمد خاں ۔ مفتاح النجا۔
سیاق کلام بھی عبداللہ ابن مسعود کے قول کی تائید کرتا ہے۔ موجودہ قرآن شریف میں اُس خاص پیغام کے نہ پہنچانے کی سزا تو اس قدر عظیم الشان درج ہے۔ لیکن خود پیغام درج ہی نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آیۂ کریمہ کفی اللہ المومنین القتال میں سے بعلی بن ابی طالب کا فقرہ گرا دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ کتاب الدر المنثور الجزء الخامس ص ۱۹۲ - عبداللہ ابن مسعود کی اس صاف گوئی ہی کی وجہ سے تو اُن کا ترتیب دیا ہوا قرآن شریف نہ لیا گیا۔ اُن کو کمیٹی جمع قرآن میں نہ رکھا گیا۔ ان کو خوب زجر و توبیخ کی۔ اور جب وہ اس پر بھی فضائل علیؑ و اہلبیت بیان کرنے سے باز نہ آئے تو اُن کو خوب مارا گیا۔ محبانِ علیؑ پر ظلم کرنے کی سنّت تو جب سے ہی شروع ہوگئی۔

(۳) إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ ع ۸ ۔

ترجمہ :۔ بہ تحقیق کہ تمہارا مولا و حاکم خدا اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے لوگ ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور بحالت رکوع زکوٰۃ دیتے ہیں۔

یہ آیۂ شریفہ جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل پر نص قرآنی ہے۔ اور نہایت صریح و صاف ہے۔ جس میں کسی تاویل یا توجیہ کی گنجائش نہیں۔ کسی آیہ یا سورہ کا شانِ نزول اس کے معنی و مقصد کے اظہار کی بیّن دلیل ہوتا ہے۔ جمہور اعلام اُمت اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیہ شریفہ خاص جناب امیر علیہ السلام کے واقعہ خیرات بحالت رکوع سے متعلق ہے۔ منجملہ اُن کے سدی و مجاہد و قتادہ و مقاتل و ضحاک و ابن جریر و شعبی ابن عیینہ و ابن سیرین و کلبی و طبری و قرطبی و واحدی و ثعلبی و حاکم و ابو القاسم رمانی و ابن مردویہ و ابوبکر رازی و فخرالدین رازی و نیشا پوری و ابوالحسن مغربی و خوارزمی و ابن مغازلی و زمخشری و غزالی و بیضاوی و عمر نسفی بغوی و سیوطی و غیرھم۔ قطع نظر از محدثین و آئمہ اہل بیت اس امر پر یک زبان ہیں اگر کسی کو اس کی تفصیل دیکھنی مطلوب ہو تو علامہ جلال الدین کی کتاب الدرالمنثور کی طرف رجوع کرے۔ یہ آیت اس دعا کے جواب میں نازل ہوئی تھی۔ جو جناب رسول خدا نے حضرت موسیٰ کی طرح حضرت علیؑ کے حق میں مانگی تھی۔ کہ خداوند تعالیٰ علیؑ کو ان کا خلیفہ و وزیر مقرر فرما دے۔ اور یہ اس خاص موقعہ کے اوپر تھا۔ کہ جب حضرت علیؑ نے سائل کو مسجد میں انگشتری بحالت رکوع عطا کی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لئے صفحات ۲۴۵ ، ۲۴۶ ملاحظہ ہوں۔ یہ روایت ابوذر غفاری سے مروی ہے اور اس کو بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے ملاحظہ ہوں :۔
جلال الدین سیوطی، کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۳ - ابوبکر رازی۔ احکام القرآن

(۳) انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون

نظام الدین نیساپوری غرائب القرآن۔ واحدی، اسباب النزول۔ فخر الدین رازی؛ تفسیر کبیر۔
اس کو نقل کرنے کے بعد شیخ المشائخ ابو المفتوح رازی و علامہ طبرسی وغیرہما فرماتے ہیں کہ یہی قول عطاء و مجاہد و سدی کا بحوالہ حضرت محمد باقر و امام جعفر صادق و جمیع آئمہ اہل بیت ہے۔
مولوی سید صدر الدین احمد روائح المصطفیٰ میں لکھتے ہیں:۔
در روضۃ الاحباب گفتہ کہ بسبب تصدق نمودن حضرت علی خاتم را در حالت صلوٰۃ ایں آیہ نازل شدہ و در تفسیر معالم گفتہ اراد بہ علی بن ابی طالب مربہ سائل وھو راکع فی المسجد فاعطاہ خاتمہ، در کشاف و تفسیر کبیر و اکلیل سیوطی و نیساپوری و جامع البیان سید معین الدین بروایت ابن عباس و ابو ذر و عبد اللہ بن سلام آمدہ کہ انہا نزلت لعلی رضی اللہ عنہ للسبب من کور۔ درمیان سجود جو داد کرد در روضۃ الاحباب گفتہ کہ ایں آیہ در حق مرتضیٰ نازل گشتہ۔ در معنی ایں آیت شیعہ و سنی باہم اختلاف بسیار دارند۔ در تفسیر کبیر و صواعق محرقہ تحقیق آں بودہ است۔ اگرچہ در معنی آں اختلاف دارند۔ مگر در نزول آں در حق وے قول مرجح است۔

ومنہا فی المائدہ قولہ تعالیٰ انما ولیکم اللہ الآیہ ذکر الثعلبی فی تفسیرہ عن السدی وعتبہ بن ابی الحکم وغالب بن عبد اللہ قالوا نزلت ھٰذہ الآیۃ فی علی مربہ سائل وھو فی المسجد راکع فاعطاہ خاتمہ وذکر الثعلبی القصہ مسندۃ الی ابی ذر۔

سورۂ مائدہ میں آیہ انما ولیکم اللہ الآیہ جیساکہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سدی و عتبہ بن ابی الحکم و غالب بن عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر کے حق میں نازل ہوئی ایک سائل آپ کے پاس سے گزرا۔ درآنحالیکہ آپ رکوع میں تھے آپ نے اسے انگشتری عطا کی۔ یہ روایت ثعلبی نے ابوذر سے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کی ہے۔

سبط ابن الجوزی؛ تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص۹۔ علی المتقی؛ کنز العمال، الجزء السادس ص۳۹۱ حدیث ۵۹۹۱۔ جلال الدین سیوطی؛ کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص۲۹۳۔ شیخ محمد صالح کشفی؛ مناقب مرتضوی۔ کمال الدین محمد بن طلحہ؛ مطالب السؤل۔ ابن الاثیر؛ جامع الاصول۔ علامہ رافعی؛ تاریخ قزوین۔ محمود بن عمر الزمخشری؛ تفسیر کشاف الجزء الاول۔ ص ۴۲۲۔ محب الدین الطبری؛ ریاض النضرۃ۔ الجزء الثانی الباب الرابع۔ فصل التاسع ص ۲۲۷۔

مولانا جامی اپنے ہشت بند میں فرماتے ہیں:۔

گر معز گشت انفاس مسیحا در کلام　　در یقیمون الصلوٰۃ آمد ترا اعزاز ہا
گر بہ عزت مصطفیٰ را درید اللہ بر کشید　　گشت منزل بہر اعزاز تو نص انما

در اطاعت گفت عیسیٰ را او صافے ترا — در یقیمون الصلوٰۃ آمد ولایت از خدا

معترض کہہ سکتا ہے کہ آیت میں صیغۂ جمع ہے۔ حضرت علی ایک شخص واحد اس کا مقصود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب تفسیر کشاف میں بہت اچھا دیا گیا ہے۔

وان قلت کیف صح ان یکون لعلی واللفظ لفظ الجمع قلت جیٔ بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجلا واحدا لیرغب الناس فی مثل فعلہ فینالوا مثل ثوابہ ولنبیہ علی سبجیۃ المومنین یجب ان یکون علی ہذہ الغایۃ من الحرص علی المبر والاحسان و تفقد الفقراء حتیٰ ان الزمہم امر لایقبل التاخیر ہم فی الصلوٰۃ لم یوخروہ۔

اور اگر تو یہ کہے کہ یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ یہ آیۃ علیؑ کیلئے ہے۔ حالانکہ لفظ جمع کا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اگرچہ ضمیر جمع کی استعمال ہوئی ہے۔ لیکن اصل سبب اس کا ایک ہی آدمی ہے یعنی علیؑ۔ اور یہ جمع اس لئے ہے۔ کہ لوگ حضرت علیؑ کی طرح کا فعل کر کے ثواب حاصل کریں۔ کیونکہ مومنین کی خصلت ایسے ہی درجہ کی ہونی چاہیئے۔ اور ان کو احسان کرنے اور فقراء کے حال پر غمخواری کرنے میں اسی قدر شوق ہونا چاہیئے کہ وہ نماز کی حالت میں بھی اس میں تاخیر نہ کریں۔

ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۲۸ : الکشاف الجزء الاول ص۴۲۲۔

واقعہ ایک شخص کا بیان ہوتا ہے۔ اصلاح ساری امت کی منظور ہے۔ لہٰذا صیغہ جمع استعمال کیا۔ بوجہ تعظیم کے بھی ایسا کرتے ہیں اور جب جناب رسولؐ خدا امین وحی اللہ لوگوں میں تمام رموز و اسرار و معانی قرآن بتانے کے لئے موجود تھے تو پھر ایسا ہی کرنا درست تھا تاکہ لوگوں کو تحریص و ترغیب بھی ہو۔ اصلاح بھی ہو۔ اور اس شخص کی جس کا خاص واقعہ یہ ہے توقیر و عزت بھی لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ مستزاد برآں یہ کہ مسلمانوں کے لئے وجہ امتحان بھی ہو جائے۔ اصلی مومن و منافق میں تمیز ہو سکے۔ جو منافق ہوگا وہ جناب رسولؐ خدا کے بیان کردہ معنی سے اعراض کر کے اپنی علیحدہ منطق قائم کرے گا۔ اور جو مومن خالص ہوگا وہ اس کو بے چون و چرا تسلیم کر لے گا۔

(۳) وقفوھم انھم مسئولون۔ پارہ ۲۳ سورۂ والصافات ع ۲۔

(۳) وقفوھم انھم مسئولون

ترجمہ :۔ ذرا انہیں ٹھہراؤ۔ ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔

الدیلمی فی کتابہ الفردوس اخرج بسندہ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی ہذہ الآیۃ انھم مسئولون عن

دیلمی اپنی کتاب فردوس الاخبار میں اپنے اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے اور وہ آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس آیت میں یہ مراد ہے کہ ان لوگوں سے ولایت

ولایۃ علی بن ابی طالب وابونعیم اخرج بسندہ عن الشعبی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ الایۃ قال ولایۃ علی بن ابی طالب۔

علی بن ابی طالب کی نسبت سوال کیا جائے گا۔ ابونعیم اپنے اسناد سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ جناب رسولؐ خدا سے کہ فرمایا جناب رسولِ خداؐ نے کہ اس آیت میں ولایت علی بن ابی طالب مراد ہے۔

دیلمی، فردوس الاخبار۔ عبید اللہ امرت سری، ارجح المطالب باب دوم ص۔
سبط ابن الجوزی، تذکرہ خواص الامۃ باب الثانی ص۔ ابن حجر مکی، صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص ۸۹۔

عنوان۔ ن

اعلمیت حضرت علی علیہ السلام

(۱) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔ پارہ ۱۳ سورہ رعد آخر آیت۔

ترجمہ:- اور جو لوگ کافر ہیں کہتے ہیں کہ تم خدا کے بھیجے ہوئے نہیں ہو۔ تم اے محمدؐ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو (ایک تو) اللہ کافی ہے اور (دوسرا) وہ جس کے پاس کتاب کا پورا علم ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس کتاب کے متعلق اقوال رسولؐ کی طرف رجوع کریں۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے مضمون پر خود بھی غور کریں۔ رسولِ خداؐ کی رسالت پر گواہی مطلوب ہے۔ ایک شہادت دینے والا تو خدا ہوا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ غور کریں کہ وہ دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ جو شہادت دینے کے قابل ہے اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ وہ فرشتوں میں سے تو کوئی ہو نہیں سکتا۔ کفار کے سامنے شہادت دینے کے لئے فرشتے نہیں آسکتے۔ اور نہ کبھی آئے معترض کہہ سکتا ہے کہ خدا بھی تو کفار کے سامنے شہادت دینے کے لئے نہیں آتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کا ذکر اس آیت میں اس وجہ سے کیا گیا کہ وہ تو آخری حجت ہر ایک بحث میں ہوا کرتا ہے علاوہ اس کے اس کی شہادت اس کی نشانیاں ہیں جو پیغمبروں کو معجزوں کی صورت میں دی جاتی ہیں۔ اب رہے صحابہ تو صحابہ میں سوائے علیؑ کے اور کوئی ایسا نہ تھا۔ کہ جس کی نسبت کہا جا سکے کہ اس کے پاس کتاب الٰہی کا سارا علم تھا۔ کہنے میں بات آتی ہے۔ اس سے ہمارا مدعا کسی کی توہین کرنا نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر خود بہت سے مسائل سے ناواقف تھے اور انہیں حل مشکلات کے لئے حلالِ مشکلات یعنی جناب امیر علیہ السلام کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ حضرت ابوبکر کا پہلا خطبہ مشہور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں ہوں۔ جب میں ٹیڑھا ہو جایا کروں تو تم مجھ کو سیدھا کر دیا کرو۔ بسا اوقات میرے اوپر

قیامت کے دن میزان عدل قائم ہوتا تو جناب رسولِ خدا اپنے خدا کو کیا جواب دیتے اور اپنی اُمت کو یہ کیوں کہتے کہ میں حوضِ کوثر پر سے نافرمان صحابہ کو ہنکا دوں گا۔

آگے چلیئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس کی وجہ ہست و بود ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اکابر صحابہ کو جانشین رسولؐ کے تقرر کی اہمیت کا اتنا زبردست احساس تھا کہ انہوں نے جسدِ اطہرِ رسولؐ کو بے غسل و کفن چھوڑ کر خلافت کی گیند پکنے جانا، مناسب سمجھا۔ صواعقِ محرقہ جماعت حکومت کی نہایت مستند کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۵ پر مقدمہ ثانیہ کے عنوان کے تحت میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے:-

المقدمة الثانية۔ اعلم ایضاً ان الصحابه رضوان الله علیهم اجمعوا علیٰ ان نصب الامام بعد انقراض زمن النبوة واجب بل جعلوه اهم الواجبات حیث استغلوا به عن دفن رسول الله صلی الله علیه وسلم واختلافهم فی التعین لا یقدح فی الاجماع المذکور ولتلك الاهمية لما توفی رسول الله صلی الله قام ابوبکر خطیباً کما سیاتی فقال ایها الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد الله فان الله حیٌّ لا یموت لابد لهذا الامر ممن یقوم به فانظروا وهاتوا اراء کم فقالوا صدقت ننظر فیه ثم ذلك الوجوب عندنا معشر اهل السنة والجماعة وعند اکثر المعتزله بالسمع ای من جهت التواتر والاجماع المذکور وقال کثیر بالعقل ووجهه ذلك الوجوب انه صلی الله علیه وسلم امر باقامة الحدود وسد الثغور تجهیز الجیوش للجهاد وحفظ بیضة الاسلام۔

مقدمہ ثانیہ۔ یہ بھی سمجھے جاننا چاہیئے کہ تمام صحابہ رسول اللہ نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد امام کا مقرر کرنا واجب ہے بلکہ ان اصحابِ رسولؐ نے اس امر کو اہم واجبات سے شمار کیا جب ہی تو وہ دفن و کفن رسولؐ کو چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہو گئے۔ امام کے تعین میں جو ان کا اختلاف ہوا وہ اختلاف اس اجماع کو ناقص نہیں کرتا اور اسی اہمیت کی وجہ سے جب جناب رسولِ خدا نے وفات پائی تو حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جیسا کہ آگے تحریر ہے پس انہوں نے کہا کہ اے لوگو! تم میں سے جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اسے جاننا چاہیئے کہ محمدؐ مر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے وہ معلوم کرے کہ خدا زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا یہ ضروری ہے کہ اپنا امام قائم کرو پس اپنی رایوں کو جمع کرو اور پیش کرو لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے یہ درست کہا ہم اس میں صلاح کرتے ہیں ہم اہلسنت و جماعت و معتزلہ کے نزدیک نصب امام کا وجوب بذریعہ سمع تواتر و اجماعِ مذکور کے بھی ثابت ہے اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ عقلاً بھی واجب ہے۔ کیونکہ جناب رسولِ خدا نے حدود یعنی سزائیں قائم کیں۔ ملک کی حفاظت کے لیئے احکام صادر فرمائے لشکر کی تیاری بغرض جہاد اور مذہب اسلام کی حفاظت کے لیئے بھی حکم دیا۔

اصحاب رسولؐ جنازۂ رسولؐ چھوڑ کر حکومت کی تلاش میں جاتے ہیں

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور ان لوگوں کو تقرر حاکم و خلیفہ کی اہمیت کا بہت

شیطان سوار ہوجاتا ہے۔ جب ایسا ہو تو تم میرے پاس اُس وقت نہ آنا۔ یہ اُس کی شان نہیں ہے جو رسالت محمدیہ کی شہادت دینے کے لئے خلق کیا گیا ہے اور جس کے پاس علم الکتاب ہو۔ حضرت عمر نے ۷۰ موقعوں پر حضرت علیؑ کی طرف اپنی مشکلات لے جاکر رجوع کیا اور ہر دفعہ جواب شافی پاکر فرمایا کہ لولا علی لھلک عمر اس کی تفصیل ہم نے باب دوازدھم میں زیر ضمن افضلیت علی بن ابی طالب کی ہے۔ ناظرین اُسس کو اس موقعہ پر ملاحظہ کریں۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو رسالت محمدیہ کی شہادت دینے کے لئے مامور فرمایا تھا۔ لہٰذا آپ بار بار اعلان فرمایا کرتے تھے۔ سلونی عما شئتم قبل ان تفقدونی۔ یعنی پُوچھ لو مجھ سے جو تم پُوچھنا چاہتے ہو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ آپ کے سوائے کسی اور صحابی نے یہ دعوٰے سلونی نہیں کیا۔ اس کی تفصیل بھی باب دوازدہم میں ملاحظہ ہو۔

کتاب کا علم بھی معمولی علم نہ تھا۔ آصف بن برخیا وصی سلیمانؑ کو اس کتاب کا ذرا سا علم دیا گیا تھا۔ اس علم کا صرف ایک حرف کافی تھا۔ کہ سبا سے تخت بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کے سامنے پلک جھپکنے سے پہلے لاکر حاضر کر دیا۔ جس شخص کا ذکر اس آیت شہادت میں کیا گیا ہے۔ اس کا علم آصف بن برخیا کے علم سے کہیں زیادہ تھا۔ کیونکہ ان کے پاس تو اس کتاب میں سے کچھ حصّہ کا علم تھا۔ علمٌ من الکتاب۔ اور اس شاہد رسالت محمدیہ کے پاس تو ساری کتاب کا علم تھا۔ علم الکتاب صحابہ میں سے علیؑ کے سوا اور کس کی شان یہ ہوسکتی ہے۔ یہ ایسا شاہد ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ ہی آیا ہے۔ وَیَتۡلُوۡہُ شَاھِدٌ مِّنۡہُ یہ آئتیں ایک دُوسرے کی توثیق و تصدیق کرتی ہیں۔ یہی قرآن شریف کی شان ہے۔ کہ اس کی ایک آیت دوسری کی تائید کرتی ہے یہ دونوں آئتیں ایک دُوسرے کی شاہد ہیں۔ اور آپس میں مل کر ایک ہی مضمون کو بتاتی ہیں اور ایک ہی ہستی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ وہی معزز و موقر کتاب ہے جس کی نسبت ارشاد ہوُا ہے۔ ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡکِتٰبَ الَّذِیۡنَ اصۡطَفَیۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا۔ (پارہ ۲۲ سورہ فاطر ع ۴۔ آیت ۳۲۔

عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عن ھذہ الآیۃ الذی عندہ علم من الکتاب قال ذالک وزیر اخی سلیمان بن داود علیھما السلام وسئلتہ عن قول اللہ عزوجل قل کفیٰ باللہ

ابو سعید الخدری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا سے اس آیت الذی عندہ علم من الکتاب کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی سلیمان ابن داودؑ کے وزیر کا ذکر ہے۔ پھر میں نے آنحضرتؐ سے آیہ قل کفیٰ باللہ شھیدا بینی و بینکم ومن عندہ

شهيدا بيني وبينكم ومن عنده علم الكتاب قال ذالك اخي علي بن ابي طالب۔

علم الکتاب کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مقصود میرا بھائی علی بن ابی طالب ہے۔

شیخ سلیمان ابن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول۔ الباب الثلاثون ص ۱۰۲۔ عبید اللہ امرت سری: ارجح المطالب باب دوم ص۱۱۔ تفسیر ثعلبی ابن المغازلی، کتاب المناقب۔

جماعت مخالفین علی بن ابی طالب کی منجملہ دیگر تدابیر کے ایک یہ تدبیر بھی تھی کہ حضرت علیؑ کے فضائل کے مقابل میں کسی نہ کسی کو کھڑا کر دیتے تھے یہ فضیلت بھی جو اس آیت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس تدبیر سے مستثنیٰ نہ رہی چونکہ حکام سقیفہ بنی ساعدہ کو تو وہ کسی صورت میں یہ فضیلت عطا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کی کم علمی اتنی واضح تھی کہ جھوٹے منہ بھی یہ آیت ان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا اب انہوں نے ایک دوسرا آدمی اس کے لئے تلاش کیا اور عبداللہ بن سلام ان کو مل گیا۔ چند جاہل علماء کہنے لگے کہ یہ آیت اُس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ لیکن وہ بھی اپنے اس قول کی تائید میں جناب رسولِ خدا کی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے۔ صرف اپنا ہی خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اس تحریک کو امیر معاویہ نے زور دینا چاہا لیکن جب اس کو جواب دیا گیا تو اپنا سا منہ لے کر خاموش ہو گیا۔ شیخ سلیمان بن ابراہیم قندوزی بلخی مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ۔ الباب الثلاثون ص۱۰۲۔ اور اس کا جواب بھی بہت اچھا دیا ہے وہ کہتے ہیں:۔

وقال بعض المحققين ان الله تبارك وتعالى بعث خاتم انبيائه واشرف رسله واكرم خلقه بمنه وتحيته وفضله العظيم بسابق علمه ولطفه بعد اخذه العهد والميثاق على انبيائه وعباده بمحمد صلى الله عليه واله بقوله لتؤمنن به ولتنصرنه ولما فتح الله ابواب السعادة الكبرى والهداية العظمى برسالة حبيبه على العرب وقريش وخصوصًا على بني هاشم بقوله تعالى وانذر عشيرتك الاقربين ورهطك المخلصين

اور محققین کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے انبیاء میں سے آخری اور ان سب سے بہترین اور افضل ترین نبی کو اپنے لطف و فضل عظیم کے ساتھ مبعوث کیا بعد اس کے کہ اس کے متعلق تمام انبیاء اور تمام مخلوق سے عہد لے لیا کہ محمد مصطفیٰ پر ایمان لائیں اور اس کی نصرت کریں بمطابق قولہ تعالیٰ لتؤمنن به ولتنصرنه اور جب خداوند تعالیٰ نے سعادت اور ہدایت کے دروازے عرب و قریش اور خصوصاً بنی ہاشم پر رسالت محمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ سے کھول دیئے چنانچہ قولہ تعالیٰ ہے وانذر عشيرتك الاقربين تو اب عقل کا مقتضیٰ

اقتضى العقل ان يكون العالم بجميع
اسرار كتاب الله لابد ان يكون رجلا
من بني هاشم بعد النبي صلى الله
عليه وسلم لانه اقربه من سائر قريش و
ان يكون اسلامه اولا ليكون ذا وقفا
اسرار الرسالة وبدأ الوحي وان يكون
جميع الاوقات عنده بحسن المتابعة
ليكون خبيرا عن جميع اعماله واقواله
وان يكون من طفوليته منزها
من اعمال الجاهلية ليكون متخلقا
باخلاقه ومؤدبا بادابه ونظيرا
بالرشد من اولاده فلم يوجد
هذه الشروط لاحد الا في علي
عليه السلام واما عبد الله بن
سلام لم يسلم الا بعد الهجرة
فلم يعرف سبب نزول السور التي
نزلت قبل الهجرة ولما كان حاله
هذا لم يعرف حق تاويلها بعد
اسلامه مع ان سلمان الفارسي
الذي صرف عمره الطويل ثلثمائة
وخمسين سنة في تعلم اسرار الانجيل
والتوراة والزبور وكتب الانبياء
السابقين والقرآن لم يكن من
عنده علم الكتاب لفقده الشروط
المذكورة فكيف يكون من عنده علم
الكتاب ابن سلام الذي لم يقرء
الانجيل ولم يوجد فيه الشروط ولم
يصدر منه مثل ما صدر من علي
يعسوب الدين من الاسرار والحقائق

یہ ہے۔ کہ کتاب خدا کے تمام اسرار کا جاننے
والا بنی ہاشم میں سے ہو کیونکہ وہ تمام قریش
میں آنحضرتؐ سے قریب تر ہوگا۔ اور یہ کہ اس
کا اسلام سب سے پہلے ہونا چاہیئے تاکہ وہ
اسرار رسالت اور ابتدائی وحی کے سارے
رموز سے واقف ہو اور یہ کہ وہ تمام اوقات
آنحضرتؐ کے ساتھ رہ کر ان کی متابعت کرے
تاکہ آنحضرتؐ کے تمام اقوال و افعال سے
خبردار ہو۔ اور یہ کہ طفولیت ہی سے وہ افعال
جاہلیت سے پاک ہو تاکہ وہ آنحضرتؐ کے
اخلاق سے متصف اور آپ کے آداب سے
تادیب شدہ ہو اور وہ آنحضرتؐ کا نظیر ہدایت
میں مثل اولاد کے ہو اور یہ تمام شرائط سوائے
حضرت علی علیہ السلام کے اور کسی میں نہیں
پائے جاتے۔ اور عبداللہ بن سلام تو ہجرت
کے بعد ایمان لایا۔ وہ تمام سورتیں جو اس
سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔ ان کا شان و موقعہ
نزول اس کو معلوم نہ تھا۔ اور جب یہ حالت
تھی تو وہ اس کی صحیح تاویل سے واقف بھی
نہ تھا۔ حالانکہ سلمان فارسی نے اپنی تین سو
پچاس برس کی ساری طویل عمر انجیل و تورات
و زبور و دیگر کتب الٰہیہ کی تعلیم میں گزاری تھی
اور پھر بھی وہ شخص مقصود آیہ مبارکہ من
عندہ علم الکتاب کے نہیں تھے۔ کیونکہ
ان میں شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ تو پھر عبداللہ
بن سلام کیونکر وہ شخص کہے جا سکتے ہیں جس
کے پاس علم کتاب تھا۔ انہوں نے تو انجیل
بھی نہیں پڑھی تھی۔ ان میں ان شرطوں میں سے
ایک شرط بھی نہ تھی اور جو اسرار الٰہی اور حقائق

فی الخطبات مثل قوله سلونی قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علومًا کالبحار الزواخر ومثل ما صدر من اولاد الائمه الهداة علیهم سلام الله و برکاته من المعارف والحکم فی تاویلات کتاب الله واسراره -

حضرت علی (علیہ السلام) نے لوگوں میں بیان کیے مثل سلونی وغیرہ اور جو جو علوم کے بحر مواج اُن کی اولاد نے بہا دیئے - وہ ابن سلام میں نہیں تھے -

شیخ سلیمان: ینابیع المودة الباب الثلاثون ص ۱۰۲ و ۱۰۳ -

(۲) فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ - (پارہ ۱۴ سورۃ النحل ع ۶)

ترجمہ :- (آیات محکمات کی صحیح تاویل) اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو)

عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال قال علی بن ابی طالب نحن اهل الذکر -

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے معنی میں جناب امیر نے فرمایا - کہ ہم وہ اہل الذکر ہیں -

تفسیر ثعلبی - عبداللہ امرت سری: ارجح المطالب باب دوم ص ۱۰۸ -

(۳) وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ - (پارہ ۲۹ سورۃ الحاقہ ع ۱)

ترجمہ :- اور یاد رکھتا ہے اس کو محفوظ رکھنے والا کان -

عن بریدة الاسلمی رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لعلی ان الله امرنی ان اعلمك لتعی وحق علی الله ان تعی نزلت وتعیها اذن واعیة -

بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا کو حضرت علیؑ سے کہتے ہوئے سنا کہ خداوند تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اے علیؑ تم کو علم سکھاؤں تاکہ تم اس کو محفوظ رکھو اور خدا پر حق ہے کہ تم کو یاد رکھائے - پس یہ آیت نازل ہوئی -

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء السادس ص ۲۶۰ - تفسیر ثعلبی - دیلمی: فردوس الاخبار واحدی: اسباب النزول - عبیداللہ امرت سری: ارجح المطالب باب دوم ص ۷۸ - حافظ ابونعیم فی ما نزل من القرآن فی علی وحلیة الاولیاء - علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۸ حدیث ۶۱۶۰ و ۶۱۹۱ ، زمخشری: تفسیر کشاف فی تفسیر قوله تعالےٰ وتعیها اذن واعیة -

عنوان - ح

کمال ایمان وعبادت

(۱) اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ - (پارہ ۲۱ سورہ سجدہ ع ۲)

ترجمہ:۔ جو شخص کہ مومن ہے کیا وہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کافر نہیں۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

عن ابن عباس قال ان الولید قال لعلی انا احد منك سنانا وابسط لسانا واملا الکتیبه فقال له علی اسکت انت فاسق فانزل الله تعالیٰ تصدیقا لعلی افمن کان مومنا کمن کان فاسقا قال قتادہ ما استودا فی الدنیا ولا عند الله ولا فی الاخرۃ ثم اخبر منازل الفریقین فقال تعالیٰ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الآیہ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ولید جناب امیر سے کہنے لگا کہ میں تم سے زیادہ تیز نیزہ وسنان والا ہوں۔ زبان میں تم سے زیادہ کھلا ہوا ہوں۔ اور بھاری تلوار والا ہوں۔ جناب امیرؑ نے اس سے فرمایا کہ خاموش رہ تُو تو فاسق ہے۔ پس خداوند تعالیٰ نے جناب امیرؑ کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل کی! افمن کان مومنا الآیہ قتادہ کہتے ہیں وہ دونوں ہرگز نہ دنیا میں نہ خدا کے نزدیک نہ آخرت میں برابر ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد کی آیت میں خدا نے فریقین کے رُتبہ سے خبردار کیا۔

واحدی: اسباب النزول۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع ص۲۰۶ زمخشری: تفسیر کشاف الجزء الثانی ص۲۰۳۔ عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب باب دوم ص۷۹۔

واحدی وابن عساکر وابن جریر وابن عدی اور خطیب نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی تصدیق کے لئے نازل ہوئی ہے نیز ملاحظہ ہو لباب المنقول فی اسباب النزول علامہ سیوطی۔ چنانچہ حسان بن ثابت کہتے ہیں: ؎

انزل الله الکتاب العزیز فی	علی وفی الولید قرانا
فتبوالولید من ذاك فسقا	وعلی بتوء ایمانا
لیس من کان مومنا عرف الله	کمن کان فاسقا خوانا
سوف یجزی الولید خزیا نارا	وعلی لاشك یجزی جنانا
فعلی یلقی لدی الله عزا	والولید یلقی هناك هوانا

منقول از ارجح المطالب باب دوم ص۵۸۔

(۳) اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ پارہ ۱۰ سورہ توبہ ع ۳۔

ترجمہ:۔ کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا آباد رکھنا اس شخص کے (اعمال کے)

برابر کر دیا جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور جس نے راہ خدا میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں ہیں۔ اور اللہ ظالم لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔

اخرج ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن مندہ والثعلبی فی تفسیرہ والواحدی فی کتابہ المسمی باسباب النزول والقرطبی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی فی سننہ والسیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابونعیم فی فضائل الصحابہ قالوا ان علیا والعباس وطلحہ ابن ابی شیبہ افتخروا فقال طلحہ انا صاحب البیت مفتاحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایہ والقائم علیہا فقال علی لا ادری صلیت ستۃ اشھر قبل الناس وانا صاحب الجہاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ تعالیٰ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیہ۔

ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن مندہ وثعلبی اپنی تفسیر میں واحدی اپنی کتاب اسباب النزول میں نسائی اپنے سنن میں، سیوطی در منثور میں، حافظ ابو نعیم فضائل الصحابہ میں کہتے ہیں کہ ایک دن علیؑ و عباس و طلحہ بن ابی شیبہ نے ایک دوسرے پر فخر کیا۔ طلحہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں میرے پاس ہیں۔ میں اگر چاہوں تو میں اس میں رہوں۔ عباس نے کہا کہ میں حاجیوں کے پانی پلانے پر مامور ہوں۔ علیؑ نے کہا کہ اور تو میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے تمام لوگوں سے چھ مہینے پہلے سے رسول خدا کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی ہے اور میں جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہوں۔ پس یہ آیہ آپ کی تصدیق میں نازل ہوا۔ اجعلتم سقایۃ الحاج الآیہ۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثالث ص ۲۱۹ عبید اللہ امرت سری۔
ارجح المطالب باب دوم ص ۸۔

عنوان۔ ط۔

طہارت و معصومیت حضرت علیؑ

آیہ تطہیر۔ اس آیت پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۳۷۵ لغایت ۳۹۲۔
باب ہشتم۔

عنوان۔ ی

محبوبیت خداوندی۔ خدا کے نزدیک حضرت علیؑ کی منزلت اور خدا کا آپ پر سلام بھیجنا۔

(۱) یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۔ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۔ پارہ ۲۹ سورہ الدہر ع ۱۔

ترجمہ:۔ وہ منتوں کو پورا کرتے ہیں، اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف

عنوان ط۔ طہارت و معصومیت کی آیہ تطہیر عنوان ی محبوبیت خداوندی یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا

پھیلی ہوگی۔ اور مسکین و یتیم و قیدی کو باوجود اس (کھانے) کی خواہش کے کھانا کھلاتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں کہ) ہم تو تم کو محض خدا کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔ نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

عن ابن عباس ان الحسن والحسين مرضا فعادهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فی ناس معه فقالوا یا ابا الحسن لو نذرت علی ولدك فنذر علی وفاطمه وفضة جاريه لهما ان برأعما بهما ان يصوموا ثلاثة ايام فشفيا ء ما معهم شئ فاستقرض علی من شمعون اليهودی الخيبری ثلاثة اصوع من الشعير فطحنت فاطمه صاعا واخبزت خمسة اقراص علی عددهم ووضعتها بين ايديهم ليفطروا فوقف عليهم سائل فقال السلام عليكم اهل بيت محمد مسكين من مساكين المسلمين اطعمونی اطعمكم الله موائد الجنة فاثروه وباتوا لم يذوقوا الا الماء واصبحوا صياما فلما امسوا ووضعوا الطعام بين ايديهم فوقف عليهم يتيم فاثروه ووقف عليهم اسير فی الثلاثة ففعلوا مثل ذالك فلما اصبحوا اخذ علی بيد الحسن والحسين واقبلوا علی رسول الله صلی الله عليه وسلم فلما ابصرهم وهم يرتعشون كالفراخ من شدة الجوع قال ما اشد ما يسوئنی ما اراکم فقام فانطلق معهم فرای

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہوگئے اور جناب رسولِ خدا عیادت کو تشریف لائے ان کے ہمراہ اور لوگ بھی تھے انہوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ بہتر ہوتا اگر تم اپنے فرزندوں کے لئے نذر مانتے پس جناب امیرؑ و جناب سیدہ و فضہ ان کی لونڈی نے ان دونوں کی تندرستی کے لئے تین تین روزے رکھنے کی منت مانی پس جب دونوں صاحبزادے صحت یاب ہوگئے تو سب نے مل کر روزے رکھے لیکن اس وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا جو افطار کے لئے کام آتا لہٰذا جناب امیرؑ نے شمعون یہودی سے جو کے تین پیمانے قرض لئے اس میں سے ایک پیمانہ کو جناب سیدہ علیہا السلام نے پیس کر پانچ روٹیاں تعداد کے مطابق تیار کیں جب افطار کے لئے ان کے آگے رکھیں تو ایک سائل نے آن کر آواز دی۔ کہ السلام علیکم اے اہلبیت محمدؐ۔ میں مسلمان مساکین میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ خدا تم کو جنت کی نعمتوں سے سیر کرے سب نے اپنا کھانا اس کو بخش دیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور جب افطار کے لئے انہوں نے اپنے آگے کھانا رکھا تو ایک سائل نے آن کر آواز دی کہ میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا اس کو دے دیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے پس اسی طرح تیسرے دن کی

فاطمه فی محرابها قد التصق ظهرها ببطنها وغارت عيناها فساءه ذالك فنزل جبرئيل وقال خذها يا محمد هناك الله فی اهل بيتك فاقرء السورة۔

افطاری ایک قیدی کو بخشدی۔ صبح کو جناب امیرؑ حضرت حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسولؐ خدا کے حضور میں لے گئے وہ سب بھوک سے چوزہ مرغ کی طرح کانپ رہے تھے آنحضرتؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا حالت ہے جس سے مجھ کو بہت رنج ہوتا ہے۔ پھر آپؐ جناب امیرؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جناب سیدہ علیہا السلام کو محراب عبادت میں کھڑا ہوا دیکھا۔ درآنحالیکہ ان کی کمر ان کے پیٹ سے لگ گئی تھی۔ اور ضعف سے ان کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے آنحضرتؐ کو یہ دیکھ کر بہت ملال ہوا اتنے میں جناب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ یہ لیجئے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو آپکے اہلبیت پر مبارکباد دیتا ہے اور یہ سورہ پڑھی۔

زمخشری؛ تفسیر کشاف الجزء الثانی ص ۵۱۱ و ۵۱۲۔ واحدی: اسباب النزول۔ عبید اللہ امرت سری: ارجح المطالب۔ باب دوم ص۲۔

یہ تھے وہ لوگ جن کو جناب رسولؐ خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی اُمت نے پس پشت ڈال دیا۔ اور اُن کے خاندان میں سے حکومت کو نکال کر زید عمر بکر کو اپنا حاکم بنالیا۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلبیت رسولؐ کون ہیں۔ خدا کس کو اہلبیتِ محمدؐ کہہ کر مبارکباد دیتا ہے۔ عوام الناس کن کو اہل بیت محمدؐ سمجھ کر عطا و بخشش طلب کرنے کے لئے جاتے ہیں۔

(۲) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔ پارہ ۲ سورۂ بقرع ۲۵۔

اِس آیت کا ذکر اور اُس کا شانِ نزول ہم باب ہشتم صفحات ۱۳۸ لغایت ۱۴۷ میں کر چکے ہیں۔

(۳) سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ۔ پارہ ۲۳ سورہ الصافات ع ۴۔ آیت ۱۳۰

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال فی قولہ تعالیٰ سلام علیٰ الیاسین ای علی آل محمد صلعم۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیہ کریمہ سلام علیٰ الیاسین میں آلِ محمدؐ مراد ہیں۔

جلال الدین سیوطی؛ کتاب الدر المنثور۔ الجزء الخامس ص۲۸۶۔ ابن حجر مکی؛ صواعق محرقہ الباب الحادی عشر۔ الفصل الاول ص۹۰۔ فخر الدین رازی؛ الاربعین۔ عبید اللہ امرت سری: ارجح المطالب باب دوم ص۱۹۔ السمہودی؛ فضل الشرفین۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۶۔

ترجمہ:۔ بہ تحقیق اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو درود بھیجو اس پر اور سلام۔ جیسا کہ درود اور سلام بھیجنے کا طریقہ ہے۔

(۲) ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله والله رءوف بالعباد۔ (۳) سلام علی الیاسین۔ (۴) ان اللہ وملئکتہ يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا علیہ

عن کعب بن عجزہ قال لما نزلت ھذہ الاٰیۃ قلنا یا رسول اللہ کیف نصلی وکیف نسلم علیک قال قولوا اللھم صل علےٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلےٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علےٰ محمد وعلےٰ اٰل محمد کما بارکت علےٰ ابراھیم وعلےٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔

کعب ابن عجزہ (وابن عباس وابن مسعود وعمار یاسر وغیرہم) سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو ہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر صلوٰۃ وسلام کس طریقہ پر بھیجیں آپ نے فرمایا کہ کہو یا اللہ درود وصلوٰۃ بھیج محمد وآل محمد پر جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیم وآل ابراہیم پر یا اللہ برکت دے محمدؐ وآل محمد کو جس طرح تو نے برکت دی ابراہیم وآلِ ابراہیم کو۔ یا اللہ تو ستودہ و بزرگ ہے۔

صحیح بخاری: الجزء الثالث ص ۱۱۹ کتاب التفسیر۔ صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۶۔ امام احمد حنبل: الجزء الثالث ص ۴۷ والجزء الرابع ص ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۲۴۱ و ۲۴۳ و ۲۴۴۔ الجزء الخامس ص ۴۲۴۔ علی المتقی، کنز العمال الجزء الاول ص ۲۲۳ احدیث ۲۱۵۶۔ ص ۱۲۴ احدیث ۲۱۷۵ و ۲۱۸۹۔ ص ۱۲۵۔ حدیث ۲۱۹۰ لغایت حدیث ۲۱۹۳۔ شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص ۲۱۔ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر روضۃ الندیہ ص ۴۷۔ ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول ص ۸۷۔

جماعت اہل حکومت کی ضد وہٹ دھرمی بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ سب کچھ مانتے ہیں اور جانتے ہیں۔ لیکن جب آنحضرتؐ پر درود بھیجیں گے بغیر آل کے دم بریدہ ہی بھیجیں گے۔ ان میں سے کوئی ہوگا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا ہوگا۔ ورنہ بغیر آلہ ہی کے کہتے ہیں۔

عنوان۔ لٹ

رازگوئی آنحضرتؐ با علی مرتضےٰؑ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَۃً ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ پارہ ۲۸ سورہ مجادلہ ع ۲۔

ترجمہ:- اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ تم لوگ رسولؐ سے راز کی باتیں کرو تو اس سے پہلے صدقہ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

عن علی علیہ السلام انہ قال اٰیۃ فی کتاب اللہ عزوجل لم یعمل بھا احد بعدی اٰیۃ النجوی کان لی دینار فبعتہ بعشرۃ دراھم فلما اردت ان اناجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدمت

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی اس آیت پر میرے سوا کسی اور نے عمل نہیں کیا میرے پاس ایک دینار تھا۔ میں نے اسے بھنا کر دس درہم لئے پس جب میں چاہتا تھا کہ آنحضرتؐ سے راز کی باتیں کروں ایک درہم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَۃً ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ

درهما فنسختها الاية الاخرى ءاشفقتم الآیہ اخرجہ ابن الجوزی فی اسباب النزول۔

صدقہ دے دیتا تھا پھر اس آیت کو دوسری آیت ءاشفقتم الآیہ نے منسوخ کردیا ابن الجوزی نے اسباب النزول میں بیان کیا ہے۔

محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الباب الرابع الفصل السادس ص ۲۰۰۔

ومنها فی المجادلہ قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجواکم الصدقۃ قال علماء التاویل نزلت فی علی علیہ السلام حکی الثعلبی عن مجاھد قال نھوا عن مناجاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی یتصدقوا فلم یناجہ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام قدم دینار افتصدق بہ وکان عمر یقول کانت لعلی علیہ السلام ثلاثٌ لو کانت لی واحدۃ منھن کانت احب الی من حمر النعم تزویجہ فاطمہ واعطاءہ الرایۃ یوم خیبر وایۃ النجوی۔

حضرت علیؑ کی شان میں جو آیات ہیں ان میں سے سورۃ مجادلہ کی آیت یا ایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الآیہ ہے۔ علماء تاویل کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی ..... علامہ ثعلبی مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کو جناب رسولؐ خدا سے راز میں گفتگو کرنے سے منع کیا گیا جب تک کہ وہ صدقہ نہ دے دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے علی بن ابی طالب کے کسی نے آنحضرتؐ سے راز میں گفتگو ہی نہ کی حضرت علیؑ ہر دفعہ ایک دینار صدقہ کرتے تھے ..... حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؑ کے تین ایسے فضائل ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ میں ہوتی تو مجھ کو سرخ چشم اونٹوں سے زیادہ عزیز ہوتی۔ ایک تو تزویج فاطمہؑ۔ دوسرے خیبر میں ان کو علم ملنا۔ تیسرے آیۃ نجوے۔

سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۱۔ زمخشری، تفسیر کشاف الجزء الثانی ص ۴۴۳۔ جلال الدین سیوطی، کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص ۱۸۵۔ محمد بن طلحۃ الشافعی۔ کتاب مطالب السئول الفصل السابع ص ۳۱۔ عبید اللہ امرت سری، ارجح المطالب باب دوم ص ۱۰۱۔

عنوان۔ ل

عنوان۔ ل سبقت اسلامی

حضرت علیؑ کی سبقت اسلامی

سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ یہ امر واقعہ ہے جس کے لئے کسی قرآنی تصدیق کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سب لوگ جانتے تھے۔ لیکن پھر بھی حضرت علیؑ کے اس شرف کا ذکر قرآن شریف میں کئی جگہ کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو بحث سبقت الی الاسلام۔

عنوان۔ م لواء حمد اور جنت میں آنحضرتؐ کے ساتھ ہونا۔

احساس تھا۔ یہ کیوں ضروری تھا؟ اس وجہ سے کہ جناب رسولِ خدا نے احکامِ سیاسی و تمدنی جاری کیے ہوئے تھے۔ ملک کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا۔ اسلام کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا۔ لشکر اور فوجیں جہاد کے لیے تیار کرنے کے احکام دیئے ہوئے تھے ان احکام کا نافذ کرانے والا ضرور کوئی ہونا چاہیئے ہم بھی کہتے ہیں ضرور ہونا چاہیئے لیکن قربان جایئے اس منطق کے حضرت ابوبکر کو اور ان لوگوں کو تو ان احکام کے نافذ کرانے کی ضرورت کا خیال آگیا لیکن خود انُ احکام کے صادر کرنے والے کو اس ضرورت کا احساس نہ ہوا اگر احساس ہوتا تو وہ اپنا جانشین ہی نہ مقرر کر دیتے جس طرح حضرت ابوبکر نے کرنے کی کوشش کی یہ محال عقلی ہے یا نہیں۔

یہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ حضرات شیخین تجہیز و تکفین رسولؐ کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں معرکہ آرائی کے لیے چلے گئے۔

فلما فرغ ابوبکر من البیعة رجع إلی المسجد فقعد علی المنبر فبایعہ الناس حتّٰی امسیٰ وشغلوا عن دفن رسول اللہ صلعم حتّٰی کان اخر اللیل من لیلة الثلثاء من الصبح۔

جب حضرت ابوبکر کو بیعت سے فراغت ہوئی تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ سے واپس ہوتے اور مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لے گئے اور وہاں بھی لوگ انکی بیعت کرتے رہے حتیٰ کہ دن گذر گیا اور اس مشغولیت نے لوگوں کو دفن رسولؐ میں شریک ہونے سے محروم رکھا آخر شب سہ شنبہ و صبح تک حضرت ابوبکر اخذ بیعت میں مشغول رہے۔

حسین دیار بکری :- تاریخ خمیس الجزء الثانی ص ۱۸۸
الفاروق حصہ اول ص ۶۵ - ابن حجر مکی صواعق محرقہ مقدمہ ثانیہ ص۸ ۔

عن عروة قال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما لم یشہد ادفن النبی صلعم وکانا فی الانصار فدفن قبل ان یرجعا۔

عروہ سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے وقت حضرات ابوبکر و عمر موجود نہ تھے بلکہ اس وقت وہ دونوں مجمع انصار میں خلافت کے لیے جھگڑ رہے تھے اور ان دونوں حضرات کے وہاں سے آنے سے پہلے جناب رسولِ خدا دفن ہو چکے تھے۔

علی التقی - کنز العمال الجزء الثالث حرف الخا کتاب الخلافت ص - ۱۴۰ حدیث ۲۳۲۸ - سیرة الحلبیہ - الجزء الثالث ص ۳۹۲ و ۳۹۴ -

محمد بن جریر الطبری :- تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۹۸ و ۲۰۱ - ابن الاثیر و تاریخ کامل الجزء الثانی ص ۱۲۳ -

اما وجوبہ (ای الامام) علینا سمعاً فلو جھین انہ تواتر اجماع المسلمین فی الصدر الاول بعد وفات النبی علی امتناع خلو الوقت عن خلیفہ وامام حق حتّٰی قال ابوبکر فی خطبة المشھورة الا

امام کا ہمارے لیے نقلاً و سمعاً واجب ہونا دو وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ اس پر اجماع مسلمین کا یہ تواتر ثابت ہے کہ زمانہ اولیٰ یعنی بعد وفات نبی صلعم سے کوئی وقت خلیفہ اور امام حق سے خالی نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا تھا کہ خبردار! محمدؐ تو وفات پا گئے مگر اُمت کے لیے

حضرات شیخین تجہیز و تکفین رسولؐ کو چھوڑ کر بیعت کی دھن میں مشغول رہے۔

اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ پارہ ۱۴۔ سورۃ الحجر ع ۴۔

ترجمہ:۔ بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

عن زید بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت معی فی قصری فی الجنۃ مع فاطمۃ ابنتی وانت اخی ورفیق ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخوانًا علی سرر متقابلین۔

زید ابن اوفی سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ تم قصر جنت میں میرے اور میری لڑکی فاطمہؑ کے ہمراہ ہو گے تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

عبیداللہ امرتسری: ارجح المطالب۔

عنوان۔ ن

تبلیغ سورۃ برأت

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖۤ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ۔ پارہ ۱۰ سورۃ توبہ ع ۱۔

اس کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحات ۱۷۲ لغایت ۱۷۶ میں کر چکے ہیں۔

عنوان۔ س

حضرت علیؑ کے خلاف ایک مخالف پارٹی جو اُن سے حسد کرتی تھی۔

(۱) اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ پارہ ۵۔ سورۃ النساء ع ۸۔

ترجمہ:۔ کیا لوگ حسد کرتے ہیں ان پر جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل میں سے حصہ دیا ہے۔

عن محمد الباقر فی قولہ ام یحسدون الناس الآیۃ انہ قال اللہ نحن اھل البیت ھم الناس۔

امام محمد باقرؑ کہتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں کہ واللہ وہ لوگ ہم اہلبیت ہیں جن پر لوگ ہماری فضیلت کی وجہ سے حسد کرتے ہیں۔

ابوالحسن المغازلی: کتاب المناقب۔ ابن حجر مکی و صواعق محرقہ۔ الباب الحادی عشر صفحہ ۹۱
شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ الباب التاسع والثلاثون صفحہ ۱۲۱۔

(۲) اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ط وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَعْمَالَکُمْ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰی۔ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ط وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ۔ پارہ ۲۶ سورہ محمد ع ۴۔

ترجمہ:۔ کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کے

کینوں کو ظاہر نہ کرے گا۔ اگر ہم چاہیں اے رسولؐ تو ہم تم کو ان لوگوں کو دکھا دیں اور تم ان کو ان کی پیشانی سے پہچان لوگے اور تم ان کو ان کی باتوں سے پہچان لوگے اور خداوند تعالیٰ تم لوگوں کے اعمال کو جانتا ہے۔... (۱) وہ لوگ جو کافر ہیں اور (۲) وہ لوگ جو راہ خدا سے لوگوں کو روکتے ہیں (۳) اور وہ لوگ جو رسولؐ خدا کو ایذا پہنچاتے ہیں بعد اس کے کہ ہدایت ظاہر ہو چکی ہے۔ خداوند تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اور ان کے اعمال ناکارہ ہو جائیں گے۔

واخرج ابن مردویہ وابن عساکر بن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ فی قولہ ولتعرفنہم فی لحن القول قال ببغضہم علی بن ابی طالب۔

ابن مردویہ وابن عساکر روایت کرتے ہیں۔ ابوسعید الخدری سے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ان کے قول کے لحن سے معلوم کر لوگے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قول میں بغض علیؑ بن ابی طالب ظاہر ہوتا ہے اس بغض سے تم ان کی شناخت کر لو گے۔

جلال الدین السیوطی، کتاب الدر المنثور۔ الجزء السادس ص۶۶

(۳) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ پارہ ۲۲ سورہ احزاب ع ۷۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ کہ اذیت دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کسی قصور کے پس وہ لوگ اٹھاتے ہیں بہتان اور گناہ ظاہر۔

عن مقاتل بن سلیمان قال انہ نزلت فی علی وذکر ان نفرمن المنافقین کانوا یوذونہ ویکذبون علیہ۔

مقاتل ابن سلمان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے چند لوگ منافقین میں سے حضرت علیؑ کو ایذا دیتے تھے اور جھٹلایا کرتے تھے۔

عبیداللہ امرتسری، ارجح المطالب باب دوم ص ۱۰۴۔

(۴) سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ۔ پارہ ۲۹ سورۃ المعارج ع ۱۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جس کو تفصیل کے ساتھ مع حوالہ جات کے ہم نے اس کتاب کے باب یازدہم میں لکھا ہے۔

عنوان۔ ع

حضرت علیؑ امت محمدیہ کے ہادی ہیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پارہ ۱۳ سورہ رعد ع ۱۔

ترجمہ:۔ اے محمدؐ بتحقیق کہ تم ڈرانے والے ہو اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی ہوتا ہے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ

قال لما انزل قوله تعالیٰ انما انت منذر
ولکل قوم ھاد وضع صلی اللہ علیہ وسلم
یدہ علی صدرہ وقال انا المنذر و علی
الھادی وبك یا علی یھتدی المھتدون
الثعلبی عن السدی عن عبد خیر عن علی
قال المنذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
والھادی رجل من بنی ھاشم یعنی
نفسہ ایضا الحموینی اخرجہ بسندہ
عن ابی ھریرہ - اخرجہ صاحب المناقب
عن الباقر والصادق نحوہ ایضاً الحاکم
ابو القاسم الحسکانی بسندہ عن الحکم
بن جبیر عن بریدہ الاسلمی قال
دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ماء الطھور فاخذ بید علی بعد
تطھیر فالصق یدہ بصدرہ فقال
انا المنذر ثم رد یدہ الی صدر
علی فقال انت لکل قوم ھاد
ثم قال لہ انت منار الامام وغایۃ
الھدی وامیر الغر المحجلین اشھد
علی ذلك انك کذلك ایضاً المالکی
اخرجہ عن ابن عباس ایضاً کتبہ السید
علی الھمدانی الذی ھو جامع الانساب
الثلاثۃ فی کتابہ مشارب الاذواق
نفعنا اللہ برکاتہ وعلومہ امین یا علی
انا المنذر وانت الھادی وبك یھتدی
المھتدون ایضاً سمع ابو حمزۃ الثمالی
عن الباقر علیہ السلام ما حدثہ الحاکم
ابو القاسم الحسکانی فی المناقب عن
محمد بن مسلم قال سئلت ھذہ الایۃ

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ الآیہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ
نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ میں
منذر ہوں اور علیؑ ہادی ہے اور اے علیؑ تم
سے ہدایت لینے والے ہدایت پائیں گے۔
ثعلبی عبد خیر سے اور وہ حضرت علیؑ سے
روایت کرتے ہیں کہ منذر جناب رسولؐ خدا
ہیں اور بنی ہاشم میں سے ایک شخص یعنی علیؑ
ہادی ہے۔ حموینی نے بھی اپنی سند سے اس
حدیث کی تخریج ابو ہریرہ سے کی ہے اور صاحب
مناقب نے بھی امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ
سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔ حاکم ابو القاسم
حسکانی نے بھی اپنی سند سے حکم بن جبیر سے
انہوں نے بریدہ اسلمی سے روایت کیا ہے
کہ آنحضرتؐ نے وضو کے لئے پانی مانگا۔ بعد
وضو حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنا ہاتھ اپنے سینے
پر رکھ کر فرمایا میں منذر ہوں۔ پھر وہی ہاتھ
علیؑ کے سینہ پر رکھ کر فرمایا تم فقرہ لِكُلِّ قَوْمٍ
ھَادٍ سے مراد ہو۔ پھر فرمایا اے علیؑ تم دنیا
میں لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلانے والے
ہدایت کی غایت ہو اور روشن پیشانی والوں
کے امیر ہو۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ تم
ایسے ہی ہو مالکی نے بھی ابن عباس سے
اس کو روایت کیا ہے اور سیّد علی ہمدانی نے
جو جامع انساب ثلاثہ ہیں اپنی کتاب مشارب
الاذواق میں اس کو لکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ
ان کے علوم و برکات سے ہم کو متمتع کرے
اور وہ یہ ہے اے علیؑ میں منذر ہوں
تم ہادی ہو اور تم سے ہدایت لینے والے
ہدایت پائیں گے اور ابو حمزہ ثمالی

عن جعفر الصادق قال کل امام هاد لکل قوم فی زمانهم و فی المناقب عن عبد الرحیم عن الباقر علیه السلام قال فی تفسیر هذه الاٰیة رسول الله انا المنذر و علی الهادی والله مازالت فینا الی الساعة۔

نے بھی امام محمد باقرؑ سے وہی سُنا جس کو حاکم ابوالقاسم حسکانی نے بیان کیا ہے۔ مناقب میں محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ اس آیت کے بارے میں مَیں نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر امام اپنے زمانہ کی ساری قوم کا ہادی ہوتا ہے اور

مناقب میں عبدالرحیم سے امام محمد باقرؑ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں منذر ہوں اور علیؑ ہادی۔ آگاہ رہو۔ یہ امامت و ہدایت ہم اہل بیت میں قیامت تک رہے گی۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ؛ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب السادس والعشرون ص ۹۹ و ۱۰۰۔ علی المتقی؛ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۷ حدیث نمبر ۲۶۳۱ جلال الدین سیوطی؛ کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص ۴۵۔ شبلنجی؛ نور الابصار ص ۷۰۔ حاکم المستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۲۹ و ۱۳۰۔ ابن کثیر دمشقی؛ البدایة والنهایة فی التاریخ۔ الجزء السابع ص ۳۵۷ و ۳۵۸ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر؛ روضة الندیہ ص ۵ و ۹۳ - بہ تشریح شعر اول سہ

تحفة تهدی لمن یهدی علیا　من رقی شادا من المجد علیا

شیخ محمد صالح کشفی، مناقب مرتضوی۔ سید صدر الدین احمد؛ رواجع المصطفےٰ۔ دیلمی:۔ فردوس الاخبار:۔

باب دہم

اہلبیتِ رسولؐ۔ آلِ رسولؐ۔ عترتِ رسولؐ والقربےٰ

آیۂ تطہیر میں اہل بیت، آیہ مودۃ القربےٰ وحدیث ثقلین میں عترت و اہل بیت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار احادیث آل رسولؐ عربی و اہلبیت نبی مکی و مدنی کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ان الفاظ کی تحقیقات کی جائے اور ان کے معانی پر غور کیا جائے۔ کہ کون کون ان میں شامل ہیں۔ اور کون کون ان سے باہر ہیں۔ حضرت علیؑ ان میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر شامل ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ ان کے رئیس ہوسکے۔

اور جو احادیث ان بزرگواروں کی شان میں وارد ہیں ان سب کی فضیلت کے آپ بدرجہ اتم حامل ہوئے۔

لفظ اہل بیت مرکب ہے دو لفظوں سے اہل اور بیت۔ لغت میں اہل کے چار معنی ہیں (ل) قریبی رشتہ دار و اقربا و ذو عشیرہ۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ اھل الرجل عشیرۃ۔ (ب) کسی شخص کا ولی و جانشین۔ چنانچہ کہتے ہیں اھل الامر ولاتہ (ج) سکان بیت چنانچہ کہتے ہیں اھل السفینۃ (د) اھل بمعنی قابلیت ولیاقت واہلیت چنانچہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس بات کا اہل ہے۔ الحمد للہ کما اھلہ یعنی ایسی حمد خدا کے لئے کہ جس کا وہ لائق اور اہل ہے۔ بیت کے بھی تین معنی ہیں (ل) رہنے کی جگہ۔ مکان (ب) شرف و شریف (ج) ایسی جگہ جو کسی شے مخصوص کے لائق ہو۔

عترت کے معنی لغت میں اولاد و قریب ترین اقارب ہیں۔ ابو نصر اسماعیل بن حماد جوہری صحاح اللغۃ میں کہتے ہیں: عترۃ الرجل نسلہ و رھطہ الادنون یعنی عترت ایک شخص کی اولاد اور اس کے قریب ترین اقارب ہوتے ہیں۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اللغوی المعروف بابن سیدہ کتاب المخصص میں لکھتے ہیں۔ ابو عبیدہ اُسرۃ الرجل رھطہ الادنون وکذالک فصیلۃ و عترۃ یعنی کسی آدمی کے نزدیک ترین اقارب کو اسرۃ الرجل کہتے ہیں۔ اسی طرح ان کو یعنی قریب ترین اقارب کو اس کی عترت بھی کہتے ہیں۔ مجد الدین مبارک بن محمد المعروف ابن الاثیر الجزری نہایۃ اللغۃ میں لکھتے ہیں :۔ (عتر) فیہ خلفت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی، عترۃ الرجل اخص اقاربہ۔ یعنی لفظ عتر۔ اس میں جناب رسول خدا کا یہ قول ہے۔ کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت۔ ایک شخص کی عترت اس کے نزدیک ترین اقارب کو کہتے ہیں۔

جمال الدین بن مکرم الانصاری الافریقی لسان العرب :۔

وقال الازھری رحمہ اللہ و فی حدیث زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارکٌ فیکم الثقلین خلفی کتاب اللہ و عترتی فانھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض وقال قال محمد بن اسحاق ھذا حدیث صحیح و رفعہ نحوہ زید بن ارقم وابو سعید الخدری و فی بعضھا انی تارکٌ فیکم الثقلین کتاب

ازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زید ابن ثابت سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ میں تمہارے درمیان اپنے بعد دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت بتحقیق کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس قیامت کے دن حوض کوثر پر وارد ہوں۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اسی طرح کی حدیث زید ابن ارقم و ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے

الله وعترتی اهل بیتی فجعل العترة اهل البیت وقال ابوعبید وغیره عترة الرجل واسرته وفصیلته رهطه الادنون ابن الاثیر عترة الرجل احص اقاربه وقال ابن الاعرابی العترة ولد الرجل وذریته وعقبه من صلبه قال فعترة النبی صلی الله علیه وسلم ولد فاطمة البتول علیها السلام۔

اور بعض کے الفاظ ہیں کہ میں تم میں چھوڑے جاتا ہوں دو بزرگ چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہلبیت آپ نے اپنی عترت کو اپنے اہلبیت کہا اور ابوعبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ کسی شخص کی عترت واسرۃ وفصیلہ اس کے نزدیک ترین اقارب ہوتے ہیں۔ ابن الاثیر کہتے ہیں کہ عترت اقارب خاصہ سے مطلب ہے ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ عترت اولاد وذریت وصلبی بچوں کو کہتے ہیں۔ لہٰذا عترت رسول اولاد فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہوئی۔

مجدالدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی قاموس محیط میں لکھتے ہیں۔

والعترة بالکسرة قلادة تعجن بالمسك والافاویه ونسل الرجل ورهطه وعشیرته الادنون۔

عترۃ اس گلو بند کو کہتے ہیں جو مشک وعنبر وغیرہ کو معجون کرکے بناتے ہیں نیز ایک آدمی کی اولاد اور اس کے نزدیک ترین رشتہ داران کو بھی کہتے ہیں۔

علامہ سیوطی در نثیر میں کہتے ہیں:۔ عترة الرجل اخص اقاربه یعنی کسی شخص کی عترت اس کے خاص نزدیک ترین رشتہ داران ہوتے ہیں۔

القربیٰ کا ذکر آیہ مودۃ میں آچکا ہے۔

عترت واہلبیت وآل والقربیٰ کے لغوی معنوں کا جہاں تک تعلق ہے ان سے ثابت ہوا کہ ان الفاظ کی تعریف میں حضرت علیؑ آتے ہیں۔ ازواج اور دور کے رشتہ داران ان میں نہیں آتے۔ زیادہ سے زیادہ اہلبیت کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ازواج شامل ہو سکتی ہیں۔ جب ایک لفظ کے کئی معنی ہوتے ہیں۔ تو یہ دیکھنے کے لئے کہ کسی خاص موقعہ پر کونسا معنی مقصود ہے۔ مندرجہ ذیل امور پر غور کیا جانا ضروری ہے۔

(۱) اگر متکلم خود بتا دے کہ اس کے ذہن میں اس کلام کے کرنے کے وقت کون سے معنی تھے۔ اور اس کا مقصد کن معنوں سے ہے تو پھر اس کا یہ قول قطعی ہوتا ہے اس کے بعد کسی بحث یا منطق کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر متکلم خود نہیں بتاتا تو پھر یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ:۔

(۲) سیاق کلام سے کون سے معنی چسپاں ہوتے ہیں:۔

(۳) موقع ومحل کس معنی کا مقتضی ہے۔

(۴) عقلاً کون سے معنی درست بیٹھتے ہیں۔

ان بدیہی امور کو مدِ نظر رکھ کر ہم بحث کرتے ہیں۔ آیۂ تطہیر نازل ہوئی آنحضرتؐ کے توسل

سے اور آپ کی زبانی نازل ہوئی۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب آنحضرت سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔ آپ نے نہایت موثر طریقے سے بتا دیا کہ آیۂ تطہیر میں لفظ اہلبیت سے کون حضرات مقصود ہیں۔ اس زمانہ میں بلکہ ہر زمانہ میں معنی کو افعال سے ظاہر کرنا زیادہ مؤثر ہوتا ہے آپ نے اہلبیت کو جو آیۂ تطہیر کے مقصد تھے اپنی چادر کے اندر جمع کر کے بتا دیا کہ اس لفظ کے تحت میں صرف آپ خود و علیؑ و فاطمہؑ و حسنین علیہم السلام آتے ہیں۔ اور سب اس سے باہر ہیں۔ حضرت ام سلمہ نے چادر میں داخل ہونا چاہا تو آپ نے باوجود اپنے خلق عظیم کے ان کو منع کر دیا کیونکہ یہ معاملہ تبلیغ رسالت کا تھا۔ اس کے بعد برابر نو مہینے تک آپ روزانہ علی الصباح خانۂ فاطمہ زہراؑ پر جاتے رہے اور باآواز بلند اعلان فرماتے رہے کہ اہلبیتِ رسول اور اس آیۂ تطہیر کے مقصود کون حضرات ہیں۔ یہ اعلان کا عملی طریقہ تھا۔ اس سے زیادہ مؤثر طریقہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ جانتے تھے کہ لوگ اس میں شبہ کی گنجائش پیدا کریں گے۔ لہٰذا ایسے طریقے سے اس شبہ کو رفع کیا کہ کوئی ایماندار آدمی تو اس میں شک نہیں کر سکتا جب رسولؐ نے خود اہلبیت کے معنی ایسے واضح طریقے سے بتا دیئے تو اب اُمت کے کسی فرد کے لیے چاہے وہ امام رازی ہو یا امام تیمیہ مناسب نہیں کہ اس میں بحث کو جگہ دے اور کہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اپنے رسولؐ کی تکذیب کرتا ہے اور یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ معاذ اللہ وہ خود جناب رسولؐ خدا سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ ایک موقع پر نہیں بار بار آپ نے واضح کر دیا کہ اہلبیت سے مُراد محض علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور یہی آپ کی عترت میں داخل ہیں۔ چنانچہ بمقام غدیر خم آپ نے حدیث ثقلین ارشاد فرماتے وقت اہلبیتی عترتی کہا یعنی اہلبیت کو عترت سے مرادف رکھا۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علیؑ مولیٰ ہے۔ عترت کی اطاعت اور ان سے تمسک کرنے کا حکم دیا اور علیؑ کو پیش کیا کہ یہ تمہارا سردار و مولا ہے۔ صاف ظاہر ہوا کہ عترت میں علیؑ شامل ہیں۔

سیاق کلام و موقعہ و محل کی رو سے بھی یہی معنی نکلتے ہیں۔ آپ امت کے سامنے اپنا جانشین اور امت کا آقا و سردار پیش کر رہے تھے۔ لہٰذا اُسکے اوصاف و مکارم بیان فرمانے کا یہ موقعہ تھا چنانچہ کئی طریقوں سے اسکے اوصاف بیان فرمائے چونکہ وہ شخص اہلبیت اور عترت میں شامل تھا لہٰذا اہلبیت کے اوصاف بھی بیان فرمائے۔ قیامت تک کی ہدایت مطلوب تھی لہذا بیان فرمایا کہ وہ میری عترت میں سے ہونگے اگر تمام بنو ہاشم یا تمام قریش مطلوب ہوتے تو پھر بنو ہاشم یا قریش کا لفظ استعمال کیا جاتا۔ اس صورت میں وہ بہترین لفظ ہوتا۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ تعریف تو کی جائے تمام بنو ہاشم یا سارے قریش کی اور صاف و صریح لفظ چھوڑ کر اہلبیت کا لفظ استعمال کیا جاوے۔ جس سے مغالطہ پیدا ہونے کا احتمال ہو۔ اگر تمام بنو ہاشم یا قریش کہہ دیتے تو ان میں اہلبیت و عترت سب شامل تھے۔ زیادہ تصریح کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ آیۂ تطہیر کے لفظ اہلبیت میں ازواج شامل نہیں ہیں۔ اس پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں صفحات ۳۸۸ لغایت ۳۹۳ کتاب ہذا۔

اب یہ دیکھنا باقی رہ گیا۔ کہ عقلاً کون سے معنی درست بیٹھتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ اگر تم کتاب اللہ اور میرے اہلبیت عترت سے تمسک رکھو گے تو قیامت تک گمراہ نہ ہو گے۔ میرے اہلبیت عترت اور قرآن شریف قیامت تک ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے۔ اُمت محمدیہ و قرآن شریف کا قیامت تک رہنا تو مسلّم۔ عترت رسول میں سے بھی ایک نہ ایک علم رکھنے والے فرد کا قیامت تک رہنا ممکن۔ لیکن اگر اہلبیت سے مطلب ازواج ہے تو وہ قیامت تک قائم نہیں رہ سکتی تھیں۔ بلکہ ان کے رشتہ کا انقطاع تو دوران حیات رسولؐ خدا میں بھی زبان کے چند الفاظ طلاقیہ سے ممکن تھا۔ دوسری بات قابلِ غور ہے کہ وہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں۔ جن کی صفت یہ ہے کہ وہ کبھی قرآن سے جُدا نہ ہوئے ہیں اور نہ قیامت تک جُدا ہوں گے۔ اور ان سے تمسک و اعتصام کرنا اُمت کو قیامت تک گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ازواجِ رسول میں ہر قسم کی عورتیں تھیں۔ ان میں سے تو کسی کے لئے کسی نے کبھی یہ دعوٰے ہی نہیں کیا اور نہ خود انہوں نے دعویٰ کیا۔ رہے تمام بنو ہاشم ان کے لئے بھی یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عباس بہت دیر میں ایمان لائے تھے۔ ابوجہل و ابولہب مرتے مرگئے۔ ایمان نہ لائے۔ ان کے خاندان کے جو چند افراد بعد میں بحالت مجبوری ایمان لائے۔ ان کے لئے بھی کبھی یہ دعوٰے پیش نہیں ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ وہ لوگ تو یہ دعوٰے نہیں کرتے کہ ہم آیۂ تطہیر میں شامل ہیں۔ اُمت کو کئی صدیوں کے بعد کہاں سے یہ حق حاصل ہوا کہ ان کو ان کی مرضی کے خلاف چادر تطہیر میں داخل کریں۔ غیر معصوم کی اطاعت کا حکم جناب رسولؐ خدا نہیں دے سکتے تھے۔ اس سے غلطی ہونی ممکن بلکہ لازمی ہے۔ کیونکہ اس کا علم کامل نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ یہاں وہ خاص افراد مقصود ہیں جو معصوم ہوں جن کا علم ہمہ گیر ہو اور جن کا ہر ایک حکم صحیح ہو اور بالاجماع یہ ثابت ہے کہ یہ معصومیت اور علم ہمہ گیر سوائے باب مدینۂ علم نبی کے اور کسی صحابی میں نہ تھا۔ اور یہ چادر تطہیر سوائے دوش جناب سیدہ اور ان کی اولاد خاص کے اور کسی عورت کے شانہ پر موزوں نہ تھی۔ اور ان ہی بحرین کے وہ لولوء والمرجان تھے۔ جن کے ساتھ تمسک کرنا اُمت کو قیامت تک گمراہی سے بچا سکتا تھا۔

ثابت ہوا کہ اہلبیت نبی اولاد اور نزدیک ترین اقارب رسول میں سے وہ بزرگوار ہیں۔ جو بیت الشرف نبوت کے اہل ہوں۔ جو معصوم اور اعلم ترین امت ہوں۔ جن سے تمسک کرنا اُمت کا فرض ہو اور جن کی پیروی و اطاعت اُمت کو گمراہی سے ہمیشہ کے لئے بچائے اور جو دنیا میں قیامت تک اپنی معصومیت کے ساتھ باقی رہنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

اب ہم اپنے ان معانی کو بزرگان دین و علماء اُمت کے اقوال سے بھی ثابت کرتے ہیں سب سے پہلے خود آنحضرتؐ کے اقوال کی طرف ہم ناظرین کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ لیکن یہاں سلسلہ بیان کو قائم رکھنے کی غرض سے آنحضرتؐ کے مزید اقوال کی طرف ناظرین

کی توجہ دلاتے ہیں۔ یہ ان کے علاوہ ہیں جو پہلے نقل کئے گئے ہیں۔

حافظ صدر الدین ابو المجامع ابراہیم بن محمد بن المؤید الحموینی اپنی کتاب فرائد السمطین میں حدیث مناشدہ از حضرت امیر المومنین کے تحت میں لکھتے ہیں۔

قال انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ قام خطیبا لم یخطب بعد ذالک فقال یا ایھا الناس انی تارک فیکم کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فتمسکوا بھما لن تضلوا فان اللطیف الخبیر اخبرنی وعھد الیّ انھما لن یفترقا حتیٰ یردا علیّ الحوض فقام عمر بن الخطاب اشد المغضب فقال یا رسول اللہ اکل اھل بیتک فقال لا ولکن اوصیائی منھم اولھم علی اخی ووزیری ووارثی وخلیفتی فی امتی وولی کل مومن بعدی ھو اولھم ثم ابنی الحسن والحسین ثم تسعۃ من ولد الحسین واحد بعد واحد حتیٰ یردوا علی الحوض شھداء اللہ فی ارضہ وحججہ علیٰ خلقہ وخزان علمہ ومعدن حکمتہ من اطاعھم فقد اطاع اللہ ومن عصاھم فقد عصی اللہ فقالوا کلھم نشھد ان رسول اللہ قال ذالک۔

جناب علی مرتضےٰ نے (مجلس شوریٰ) لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ جناب رسولؐ خدا خطبہ آخری ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے جس کے بعد آپ نے کوئی اور خطبہ نہیں دیا، اور فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیت چھوڑے جاتا ہوں تم کو چاہیئے کہ ان سے تمسک کرو تاکہ گمراہ نہ ہو۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ پس عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے درآنحالیکہ ان کے چہرے پر غصہ کے آثار تھے۔ اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا تمام آپ کے گھر میں رہنے والے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ میرے اوصیاء جن میں کا پہلا علیؑ ہے جو میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرا وارث اور میری امت میں میرا خلیفہ اور جو میرے بعد تمام امت کا والی اور حاکم ہے وہ ان کا اول ہے۔ پھر میرے دونوں بیٹے حسنؑ وحسینؑ اور ان کے بعد اولاد حسینؑ میں سے نو ایک دوسرے کے بعد یہاں تک کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے۔ یہ لوگ خدا کی زمین میں اس کے شہدا ہیں اور اس کی مخلوق پر حجت ہیں۔ اس کے علم کے خزینہ دار اس کی حکمت کے معدن ہیں جس نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے خدا کی اطاعت کی جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ حضرت علیؑ کے اس استفسار پر سب نے متفق اللفظ ہو کر شہادت دی کہ واقعی ہم گواہی دیتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے اسی طرح فرمایا تھا۔

ابوسعید عبدالملک بن محمد النیشاپوری الجزء کوشی اپنی کتاب شرف المصطفےٰ میں لکھتے ہیں

کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنی وفات کے نزدیک لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

فیکم من یخلف من بنیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا وهم الدعاة وهم النجاة وهم ارکان الارض هم النجوم بهم یستضاء من شجرة طاب فرعها وزیتونة بورك اصلها نبتت فی الحرم وسقیت من کرم من خیر مستقر الی خیر مستودع من مبارك الی مبارك صفت من الاقذار والادناس ومن قبیح ما نبتته شرار الناس لها فروع طوال لاتنال حسرت عن صفاتها الالسن وقصرت عن بلوغها الاعناق فهم الدعاة وبهم النجاة وبالناس الیهم حاجة فاخلفوا رسول الله باحسن الخلافة فقد اخبرکم انهم والقرآن الثقلان وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فالزموهم تهتدوا وترشدوا ولا تتفرقوا عنهم ولا تترکوهم فتفرقوا وتمرقوا۔

تمہارے درمیان میں تمہارے نبی کی اولاد ہے۔ جب تک تم ان سے تمسک رکھو گے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ داعیان الی الحق ہیں۔ وہ ذریعہ نجات ہیں۔ وہ ارکان الارض ہیں۔ وہ درخشندہ ستارے ہیں جن سے روشنی لی جاتی ہے۔ وہ ایسے درخت سے ہیں جس کی شاخیں پاک و پاکیزہ ہیں۔ وہ ایسے زیتون سے ہیں جس کی جڑ مبارک ہے۔ وہ درخت ایسا ہے جو حرم میں اُگا ہے اور جس کو کرم کے پانی سے سیراب کیا گیا ہے۔ خیر و نیکی پر اس کا قرار ہے اور خیر و نیکی کی طرف وہ رجوع ہوتا ہے اس کا نشو و نما برکت سے مزید برکت تک ہے وہ پاک و مبرا ہے خس و خاشاک و قبیح و ادنیٰ اخصلتوں سے۔ اُس کی شاخوں کی بلندی تک پہنچنا ممکن ہے اس کی صفت کما حقہٗ کرنے سے زبانیں عاجز ہیں، اور اس تک پہنچنے سے لوگوں کی گردنیں معذور ہیں۔ پس وہ لوگ داعیان حق ہیں۔ اُن کے ذریعہ سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ اُن کی طرف لوگوں کی حاجت ہے۔ انہوں نے جناب رسولِ خدا کی خلافت کا حق بہت اچھی طرح ادا کیا۔ چنانچہ رسول خدا نے تمہیں خبر دی کہ وہ اور قرآن دو بزرگ چیزیں ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر رسولِ خدا کے حضور میں حاضر ہوں۔ رسولِ خدا نے فرمایا کہ تم ان کو پکڑو تاکہ ہدایت پاؤ۔ ان سے جدا نہ ہو اور نہ ان کو چھوڑو۔ ورنہ تم متفرق ہو جاؤ گے اور دین سے نکل جاؤ گے۔

یہی ارشاد اور یہی معنی جناب امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں بیان فرمائے جب معاویہ کے کہنے سے آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ ادا فرمایا۔ علامہ شمس الدین ابو المظفر یوسف البغدادی المعروف سبط ابن الجوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں:۔

سار معویه فدخل الکوفة فاشار علیه

پھر معاویہ کوفہ میں داخل ہوا۔ عمرو بن العاص

ان محمدؐ! قد مات ولا بد لهذا الدين ممن يقوم به فيها فبادر الكل الى قبوله ولم يقل احد لاحاجة الى ذلك بل اتفقوا عليه ديكروا في سقيفه بني ساعده وتركوا اهم الاشياء وهو دفن رسول الله۔ شرح مواقف۔

ضروری ہے کہ اس دین کا قائم رکھنے والا ایک نہ ایک موجود ہو تو سب نے قبول کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سب اس پر متفق ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور اس کام کے آگے سب سے زیادہ اہم کام یعنی دفن رسولؐ کو بھی صحابہ نے ترک کر دیا۔

ان بزرگواروں کی منطق ایسی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ بھی ہم کو اپنا جملہ معترضہ بیچ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ جناب رسولِ خدا کی رحلت کے بعد تو یک لخت حضرت ابوبکر کو امام کی ضرورت کا خیال پیدا ہو گیا جب یہی بات جناب رسولؐ خدا نے اپنے مرض الموت میں فرمائی تھی اور اپنے جانشین کی بابت وصیت تحریر کرنی چاہی تو کیوں یہ بزرگوار مانع ہوئے اور حسبنا کتاب اللہ کہہ کر مخالفت کی۔ جناب رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد کتاب اللہ کہاں گئی اور فقرہ حسبنا کتاب اللہ کیوں یاد نہ رہا بجائے سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر اپنی تعریف کرنے کے مسجد نبوی میں قرآن لے کر بیٹھ جاتے کہ آؤ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔

غرضیکہ معلوم ہوا کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ تقرر جانشین رسولؐ بہت اہم فریضہ تھا اور اس کا احساس تمام امت کو تھا اب حضرت ابوبکر کا انتقال ہوتا ہے۔ وہ ضرورتِ امام کو محسوس کر کے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ یہی نہیں کہ ان کو اس ضرورت کا احساس تھا بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کے یہاں اس کی باز پرس ہو گی کہ تم نے میری مخلوق پر کیسے آدمی کو حاکم مقرر کیا تھا۔

حدثنا ابن حميد قال حدثنا سلمه عن ابن اسحاق عن الزهري عن القاسم بن محمد عن اسماء بنت عميس قالت دخل طلحة بن عبيد الله على ابي بكر فقال استخلفت على الناس عمر وقد رايت مايلقى الناس منه وانت معه فكيف به اذا خلا بهم وانت لاق ربك فسائلك عن رعيتك فقال ابوبكر وكان مضجعا اجلسوني فاجلسوه فقال لطلحه ابا لله تخوفني اذا لقيت الله ربي فسائلني قلت استخلفت على اهلك خير اهلك۔

اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر کہتی ہیں کہ طلحہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے عمر کو لوگوں پر حاکم بنا دیا ہے۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ جب تم موجود تھے تب بھی لوگوں نے ان سے کیا دکھ اٹھائے اور اب کیا ہو گا کہ تم موجود نہ ہو گے اور وہ خود مختار ہوں گے تم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہاری رعایا کے متعلق سوال کریگا ابوبکر اس وقت لیٹے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو لوگوں نے انہیں اٹھا کر بٹھا دیا تو انہوں نے طلحہ سے کہا کہ تو مجھ کو خدا سے ڈراتا ہے جب میں اپنے خدا سے ملوں گا تو

عمرو بن العاص ان یامر الحسن ان یخطب لیظهر عیه فقال له قم فاخطب فقام وخطب فقال ایها الناس ان الله هدا کم باولنا وحقن دمائکم باخرنا ونحن اهل بیت نبیکم اذهب الله عنا الرجس وطهرنا تطهیرا وان لهذا الامر عدة والدنیا دول وقد قال الله لنبیه وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ فضج الناس بالبکاء فالتفت معاویه الی عمرو وقال هذا رایك ثم قال للحسن حسبك یا ابا محمد وفی روایة انه قال نحن حزب الله المفلحون وعترة رسوله المطهرون واهل بیته الطیبون الطاهرون واحد الثقلین الذین خلفها رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فیکم فطاعتنا مقرونته بطاعة الله فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول وان معاویه دعانا الی امر لیس فیه عز ولا نصفة فان وافقتم رددناه علیه وخاصمنا الی الله تعالیٰ بظبی السیوف وان ابیتم قبلناه فناداه الناس من کل جانب۔ البقیة البقیة۔

نے اس سے اشارہ کیا کہ امام حسنؑ کو حکم دے کہ وہ لوگوں کے سامنے خطبہ دیں تاکہ لوگوں پر اُن کا عجز آشکار ہو جائے لہٰذا معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا کہ آپ اُٹھ کر خطبہ دیں۔ پس آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ فرمایا کہ اے لوگو خداوند تعالیٰ نے تم کو ہمارے پہلے بزرگوں کے ذریعہ سے ہدایت دی اور ہمارے آخر کے لوگوں سے تم کو قتل سے بچایا ہم تمہارے نبیؐ کے اہلبیت ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ہم سے ہر ایک قسم کی ناپاکی دُور کی ہے اور ہم کو پاک و پاکیزہ کر دیا ہے۔ تحقیق کہ موجودہ حالت کے لئے بھی ایک مدت ہے اور دنیا پھرتی پھراتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی سے ارشاد فرمایا ہے کہدے اے نبی کہ اور میں نہیں جانتا کہ شاید (تاخیر) تمہارے لئے آزمائش ہو اور چند روز کا نفع پہنچانا۔ یہ سُنکر لوگ بہت روئے اور غوغا برپا ہو گیا۔ معاویہ نے عمرو بن کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ تیری رائے کا نتیجہ ہے اور امام حسنؑ سے کہا کہ بس اتنا ہی کافی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم حزب الله المفلحون ہیں اور اس کے رسولؐ کی عترت مطہرہ ہیں اور اس کے پاک و طاہر اہلبیت ہیں اور دو ثقلین میں کے ایک ثقل ہیں۔ جن کو رسولؐ نے تمہارے درمیان میں چھوڑا اور فرمایا کہ ہماری اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اگر آپس میں تم کسی امر میں جھگڑا کرو تو خدا و رسولؐ کے پاس تصفیہ کے لئے لے جاؤ۔ بہ تحقیق معاویہ نے ہمیں ایک ایسے امر کی طرف بُلایا ہے کہ جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف ہے۔ پس اگر تم ہماری موافقت کرو تو ہم اس سے انکار کر دیں۔ اور تلواروں سے اس کی مخاصمت کریں اور اگر تم ہماری مدد سے انکار کرو تو ہم اس کے امر کو قبول کریں۔ اس پر چاروں طرف سے لوگوں نے ندا دی البقیہ البقیہ

سبط ابن الجوزی، تذکرہ خواص الامۃ الباب الثامن فی ذکر الحسن علیہ السلام ص ۱۱۳-۱۱۴۔

علامہ محمد بن یوسف الکنجی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں اس خیال کی تردید میں کہ اہل بیت آل جعفر و آل عقیل و آل عباس بھی ہمراہ آل علی کے شامل ہیں اپنی رائے کو اسطرح ثابت کرتے ہیں۔

بل الصحیح ان اهل البیت علی و فاطمه والحسنان علیهم السلام کما رواه مسلم باسناده عن عائشة ان رسول الله خرج ذات غداة وعلیه مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فادخله ثم جاءت فاطمه فادخلها ثم جاء علیؑ فادخله ثم قال انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا هذا دلیل علی ان اهل البیت هو الذین ناداهم الله بقوله اهل البیت و ادخلهم الرسول فی المرط والقبا ر وی باسناده انه لما نزلت اية المباهله دعا رسول الله علیا وفاطمه وحسنا وحسینا علیهم السلام وقال اللهم هؤلاء اهل بیتی۔

بلکہ صحیح یہ ہے کہ اہلبیت رسولؐ خدا صرف علیؑ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام ہیں جیسا کہ مسلم نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔ ایک دن جناب رسولؐ خدا اپنے گھر سے نکلے اور اس وقت آپ چادر کالی بالوں کی اوڑھے ہوئے تھے اتنے میں جناب امام حسنؑ آئے۔ انہیں چادر میں داخل کر لیا پھر امام حسینؑ آئے۔ انہیں بھی چادر کے اندر کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہؑ آئیں۔ انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علیؑ آئے انہیں بھی چادر میں داخل کر لیا۔ اور پھر یہ آیۂ تطہیر تلاوت فرمائی۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ صرف یہی وہ لوگ ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے اس آیۂ تطہیر میں اہلبیت کے نام سے یاد کیا ہے اور جن کو جناب رسولؐ خدا نے اپنی چادر میں داخل کر لیا۔ اسی طرح سے مسلم نے اپنے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو جناب رسولؐ خدا نے علیؑ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو بلایا اور کہا اے خداوند تعالیٰ یہ ہیں میرے اہلبیت۔

کیا اچھے دلائل ہیں۔ غور کرنے کے قابل ہیں جن کو خود جناب رسولِ خدا اس طریقہ سے اپنا اہل بیت کہیں اور ان کے غیر کو اس زمرہ سے علیحدہ رکھیں تو پھر امت میں سے کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہے کہ ان کے علاوہ اور بھی اہلبیت میں داخل ہیں۔ علامہ سعید الدین محمد بن مسعود الکازرونی نے اپنی کتاب المنتقی میں بھی اسی بحث پر انحصار کیا ہے اور آیہ مباہلہ کے نزول کے بعد آنحضرتؐ کا اس طرح ان چار بزرگوں پر اپنے اہلبیت کو منحصر کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور نیز حدیث ثقلین کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ اولاد فاطمہ قرآن شریف کے ہمراہ تا قیامت باقی رہے گی۔ اسی طرح ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی نے حتماً و جزماً تحریر کیا ہے کہ عترت سے مراد اولاد فاطمہؑ ہیں اور ان کے سوائے کوئی اور نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم ان کی کتاب ہدایۃ السعداء سے چند عبارات

ذیل میں نقل کرتے ہیں جن سے یہ امر صاف روشن ہو جائے گا۔

حضرت رسالت صلعم چوں از حجۃ الوداع بازگشت یعنی چوں مصطفےٰ صلعم در حج حاجیاں را وداع کرد و فرمود سلام من برکسیکہ دریں مقام بیاید۔ در حاجیاں نوحہ و غلغلہ شد و خلق را ہرچند بازی گردانید ایشاں تا خم کہ منزل است رسیدہ پس مصطفےٰ صلعم فرمود کہ پالا ہائے اشتران انباز کنند و بطریق منبر سازند پس مصطفےٰ صلعم برآمد یاران گفتند یا رسول اللہ قائم مقام بجائے تو کرا بینم۔ فرمود قرآن و فرزندان من بجائے من بعد من ببینید و اگر چنگ بریں ہر دو زنید بعد من تا قیامت ہرگز گمراہ نگردید پس بدیں حدیث ثابت شد کہ بقائے ایشاں تا قیام قیامت باشد و از ایشاں راہ نمایاں بحق اند۔

پس ہر کہ یکے ازیں ہر دو ترک دہد یا قرآن یا فرزندان رسول را یا تمسک نکند ہدایت نیابد و گمراہ تواند خواند .....

یعنی ہر کہ بعد من تمسک بہ قرآن و اولاد من کند ہرگز گمراہ نشود حسبکم کتاب اللہ و عترتی بعد رسول بسند ہست تمسک بکتاب و فرزندان رسول کہ تا دین سلامت ماند از ہلاکی اُمت را بسندہے بسند است کتاب خدا و فرزند رسول و لہٰذا مصطفےٰ فرمود چگونہ ہلاک شود اُمتے کہ اول او من باشم و میانہ او اولاد من باشد و آخر او عیسےٰ باشد.....

در جمع ضمائر مذکورہ قرآن و فرزندان رسول جمع کرد تا اشارت باشد کہ تعظیم مجموع یعنی قرآن و فرزندان برابر است .....

قوله۔ عترتی فی الصحاح عترۃ الرجل نسلہ و فی تاج الاسامی العترۃ فرزندان و فرزندانِ فرزندان **قوله۔** اهل بیتی فی المنکات اهل بیت الرجل ولدہ وولد ولدہ۔

یعنی یاد میدہانم شمارا خدائے در دوستی فرزندان خود و یاد میدہانم شمارا خدائے در دوستی فرزندان خود تا فراموش نکنید.....

یعنی پس عبرت گیرید و اندیشہ کنید کہ بعد من با قرآن و فرزندانِ من چگونہ خواہید بود .....

و فی کتاب الشفاء اوصیکم بکتاب اللہ و عترتی یعنی وصیت می کنم شمارا بتمسک کتاب خدا و فرزندان اگر چنگ در زنید بدیں ہر دو بعد از من ہرگز گمراہ و تباہ نشوید و فی بحر الانساب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسبکم کتاب اللہ و عترتی یعنی بسندہ و کافی است شما را از برائے ہدایت چنگ در زدن کتاب خدا و فرزندان من ......

یعنی دیگر می دہانم عہدے و وعدہ کہ در دوستی فرزندانِ من کردہ اید زیرا چہ حب اولادِ رسول شرط ایمان است پس یاد می دہانم آں شرط را۔

عزیز من دوستی و تمسک باولادِ رسول بفعل و قول مصطفےٰ و بنص ثابت است ....

پس ہر کہ تمسک بقرآن و اولادِ رسول نہ کند اگرچہ ظاہر خود را مومن گوید ایمان او سود مند

نباشد- فردا سیاہ رو گردد.....
مصطفیٰ فرمود صلعم در حدیث سابق ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض یعنی قرآن وفرزندان من یکجا بر حوض حاضر شوند تا شاہد باشند کہ دوست ایشاں کہ بودہ کہ دشمن بودہ وبعد من فرمان تمسک من کہ بجا آوردہ وکہ ترک دادہ ومن بر حوض ایستادہ باشم می بینم ہر کہ خواہد آمد برمن با دوستی جملہ قرآن وفرزندان من وہر کہ بایشاں تمسک نہ کردہ وخلاف من امر کردہ بخدا کہ او را فرشتگان برانند راندن غضب چنانچہ اشتر واسپ دیلہ را برانند از حوض۔ پس من ندا کنم بیارید ایں از امت من است وازاں من است فرمان آید اے محمدؐ تو نمی دانی بعد تو ایشاں با قرآن وفرزندان تو خلاف فرمان تو کردہ اند وبجائے ودّ ومودت بغض وعداوت کردہ اند پس بگویم من اے فرشتگان از من ایں مردود را دور برید......
پس ہر کہ با قرآن وفرزندان رسولؐ تمسک ندارد اگرچہ علم اولین وآخریں بخواند، چوں کتابے ہست واگر زہد کند مانند راہب است۔ فردائے قیامت اورا برانداز ندر دوزخ......
حسین بن علی الکاشفی اپنے رسالہ علیہ فی الاحادیث النبویہ میں حدیث ثقلین وثقل اول کتاب اللہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-
دوئم اہلبیت من بیاد میدہم شمارا حضرت خداوند تعالیٰ وگواہ میگیرم درنیکو داشت اہلبیت من وو تکرار ایں سخن سہ بار دلیلے واضح قائم می شود در تعظیم اہلبیت ومحبت ومتابعت ایشاں و اہلبیت رسول اللہ صلعم علی وفاطمہ وحسن وحسین اند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بدلیل ایں حدیث کہ در صحیحین وارد است کہ آنگاہ کہ ایں آیہ فرود آمد کہ ندع ابنائنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم حضرت رسالت پناہ صلعم علی وفاطمہ وحسن وحسین را بخواند وگفت اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی۔
علامہ نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی اپنی کتاب جواہر العقدین میں حدیث ثقلین کے متعدد طرق بیان کرنے کے بعد چند تنبیہات لکھتے ہیں۔ ان میں سے ہم ذیل کی عبارات نقل کرتے ہیں۔

ثانیھا الذین وقع الحث علی التمسک بھم من اھل البیت النبوی والعترۃ الطاھرۃ ھم العلماء بکتاب اللہ عزوجل اذلا یحث صلی اللہ علیہ وسلم علی التمسک بغیرھم وھم الذین لایقع بینھم وبین الکتاب افتراق حتی یردا الحوض قال لا تقدموھما فتھلکوا وقال فی الطریق الاُخریٰ فی عترتہ لاتسبقوھم

دوم۔ وہ لوگ اہلبیت نبوی وعترت رسول ہیں جن کے ساتھ تمسک کرنے کی ترغیب دی گئی ہے وہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والے ہیں کیونکہ جناب رسولخدا نے انکے علاوہ کسی اور سے تمسک کرنیکا حکم نہیں دیا اور یہ وہ لوگ ہیں جن میں اور کتاب خدا میں قیامت تک جدائی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ دونوں حوضِ کوثر پر وارد ہوں اسی وجہ سے جناب رسولخدا نے فرمایا کہ ان سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور

فتهلكوا ولا تعلموهم فهم اعلم منكم
واختصوا بمزيد الحث عن غيرهم
من العلماء لما تضمنته الاحاديث
المتقدمه والحديث احمد ذكر عند
النبي صلى الله عليه وسلم قضاء قضى
به على رضى الله عنه فاعجب النبي
صلى الله عليه وسلم وقال الحمد لله
الذى جعل الحكمة فينا اهل البيت
ثالثها ان ذالك يفهم وجود من يكون
اهل للتمسك به من اهل البيت و
العترة الطاهرة فى كل زمان وجدوا
فيه الى قيام الساعة حتىّ يتوجه
الحث المذكور الى التمسك به كما
ان الكتاب العزيز ولهذا كانوا كما
سياتى امانا لاهل الارض واذا ذهبوا ذهب
اهل الارض واخرج ابوالحسن بن المغازلى
من طريق موسى بن قاسم عن على بن جعفر
سالت الحسن عن قول الله تعالى كمشكوة
فيها مصباح قال المشكوٰة فاطمة و
الشجرة المباركه ابراهيم لا شرقية و
لا غربية لا يهودية ولا نصرانية يكاد
زيتها يضيئ ولو لم تمسه نارٌ نورٌ
على نور قال منها امام بعد امام يهدى
الله لنوره من يشآء وقوله منها
امام بعد امام يعنى ائمة يقتدى بهم
فى الدين ويتمسك بهم فيه ويرجع اليهم۔
واخرج الثعلبى فى تفسير قوله تعالیٰ واعتصموا
بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا۔ عن جعفر
بن محمد رحمهما الله تعالى نحن حبل الله

نہ ان کی پیروی کرنے میں قاصر ہو ورنہ ہلاک ہو
جاؤ گے دوسری روایت میں عترت کا لفظ صاف
طور سے ہے کہ ان سے یعنی عترت سے آگے نہ
بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ان کو سکھانے
کی کوشش کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں
اور خصوصاً عترت نبی کے ہوتے ہوئے علماء کے
ساتھ خاص طور سے تمسک کرنے کی اجازت نہیں
جیساکہ احادیث سابقہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جیسا
کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے جسکو امام احمد
حنبل نے نقل کیا ہے کہ جب جناب رسول خدا کے
حضور میں حضرت علیؑ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو
آپ بہت خوش ہوتے اور فرمایا کہ خدا کا شکر
ہے کہ جس نے حکمت کو ہم اہلبیت میں ودیعت
فرمایا۔ تیسرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل
بیت وعترت طاہرہ میں سے وہ لوگ جو اس
تمسک کے اہل ہیں ہر زمانہ میں قیامت تک موجود
رہیں گے کیونکہ ان کے ساتھ تمسک کا حکم دیا گیا ہے
جس طرح کہ کتاب اللہ قیامت تک موجود رہے گی
اور اسی وجہ سے جیسا کہ ذکر کیا جائے گا۔ یہ لوگ
اہل زمین کے لئے امان ہیں جب یہ نہ رہیں گے تو
اہل دنیا نہ رہیں گے۔ ابوالحسن بن مغازلی بطریق موسی
بن قاسم علی بن جعفر علیہ السلام سے روایت
کرتے ہیں۔ موسی بن قاسم کہتا ہے کہ میں نے حسن
سے قول خدا کمشکوۃ فیہا مصباح کی
نسبت سوال کیا انہوں نے کہا کہ مشکوۃ تو فاطمہؑ
ہیں اور شجرۂ مبارکہ سے حضرت ابراہیم مقصود
ہیں اور ولو لم تمسہ نار نور علی نور
سے مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ایک امام کے
بعد دوسرا امام ہوگا اور جس کو خدا چاہے گا ان

الذی قال الله واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا واخرج ابوالحسن بن المغازلی عن ابی جعفر هوالباقر فی قوله تعالٰی ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله قال نحن الناس والله ..... رابعها هذا الحث شامل للتمسك بمن سلف من ائمة اهل البیت والعترة الطاهرة والاحد یهدیهم واحق من تمسك به منهم امامهم وعالمهم علی بن ابی طالب رضی الله عنه من فضله وعلمه ودقائق مستنبطاته وفهم وحسن شیمه ورسوخ قدمه ویشیر الی هذا ما اخرج الدار قطنی فی الفضائل عن معقل بن یسار قال سمعت ابابکر رضی الله عنه یقول علی بن ابی طالب رضی الله عنه عترة رسول الله صلی الله علیه وسلم ای الذین حث علی التمسك بهم فخصه ابوبکر رضی الله عنه بذلك لما اشرنا الیه و لهذا خصه صلی الله علیه وسلم من بینهم یوم غدیر خم بما سبق من قوله من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وهذا حدیث صحیح لا ریب فیه وفی روایة عقب قوله وعاد من عاداه واحب من احبه وابغض من ابغضه وانصر من نصره واخذل من خذله وفی روایة اخرجه الدار قطنی عن سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه فقال ابوبکر

سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق دے گا۔ اور یہ ائمہ وہ ہوں گے جن کی امور دین میں پیروی کی جاسکے ان سے تمسک کیا جاسکے اور مشکلات میں ان کی طرف رجوع کر سکیں۔ ثعلبی اپنی تفسیر میں بہ تفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ الآیہ جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ حبل اللہ بخدا ہم ہیں اور ابوالحسن بن المغازلی امام محمد باقر سے بتفسیر آیہ ام یحسدون الناس الآیہ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ محسود لوگ ہم ہیں جن پر خدا نے اپنا فضل کیا ہے جس کی وجہ سے لوگ حسد کرتے ہیں چوتھے یہ کہ یہ ارشاد تمسک کا اہلبیت عترۃ طاہرہ کے سلف کے متعلق تھا لہٰذا تمسک وہدایت کے لئے ان سب میں ان کا امام وعالم ترین شخص یعنی علی بن ابی طالب مستحق ہے بوجہ اپنے علم و فضل اور فہم و ذکاء کے اور علم کی باریکیاں جاننے کی وجہ سے اور ان معانی کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ روایت جو دارقطنی نے فضائل میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ علیؑ بن ابی طالب عترت رسول اللہ ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے جن سے تمسک کرنے کا ارشاد ہے ابوبکر نے علیؑ کو مخصوص کر لیا اور اسی طرح جناب رسولؐ خدا نے ان میں سے علی کو مخصوص کر لیا۔ جب روز غدیر خم فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ بار الہٰا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

وعمر رضی اللہ عنہما امسيت يابن ابی طالب مولی کل مومن ومومنة۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد فرمایا کہ محبوب رکھ اس کو جو علیؑ کو محبوب رکھے بغض رکھ اس سے جو علیؑ سے بغض رکھے۔ مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑ دے اور ایک روایت میں ہے جس کو دارقطنی نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ اس پر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے علیؑ کو مخاطب کرکے کہا کہ اے علیؑ تم تمام مومنین اور مومنات کے مولا و آقا ہو گئے۔

اور تو اور علامہ ابن حجر مکی۔ جیسے متعصب شیخ طائفہ بھی اپنی کتاب **صواعق محرقہ میں تسلیم کرتے** ہیں کہ حدیث ثقلین اور ایسی ہی دیگر احادیث میں اہلبیت سے مراد صرف عترت اقربین ہیں۔ اور ان سب کے سرگروہ و امام حضرت علیؑ ہیں۔ چنانچہ آیۂ کریمہ وقفوا هم انهم مسئولون کی تفسیر میں حدیث ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد تنبیہ میں اس طرح لکھتے ہیں۔

تنبیہ۔ سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن وعترة وهی بالمثناة الفوقیه الاهل والنسل والرهط الادنون ثقلین لان الثقل کل نفیس خطیر مصئون و هذان کذالك اذ کل منهما معدن العلوم اللدنیه والاسرار والحکم العلیه والاحکام الشرعیه والذالحث صلی اللہ علیه وسلم علی الاقتداء والتمسك بهم والتعلم منهم وقال الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت وقیل سمی ثقلین وجوب رعایة حقوقها ثم الذین دقع الحث علیهم منهم ای هم العارفون بکتاب اللہ وسنة رسوله اذهم الذین لا یفارقون الکتاب الی الحوض ویویده الخبر السابق ولا تعلموهم فانهم اعلم منکم و تمیزوا بذلك عن بقیة العلماء لان اللہ اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا وشرفهم بالکرامات الباهرة والمزایا المتکاثرة وقد مر بعضها وسیاتی الخبر الذی فی قریش وتعلموا منهم فانهم اعلم منکم

تنبیہ۔ جناب رسولِ خدا نے قرآن و عترت خود کو کہ یعنی اہل و نسل و قریب ترین رشتہ داران ہے ثقلین سے نامزد کیا۔ کیونکہ ہر ایک نفیس و محفوظ شے کو ثقل کہتے ہیں ایسے ہی یہ دونوں یعنی قرآن و عترت ہیں کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک معدن علوم لدنی و اسرار و مخزن حکم علیہ و احکام شرعیہ ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسولِ خدا نے لوگوں کو ترغیب دی کہ ان کی پیروی کریں ان سے تمسک کریں اور ان سے علم حاصل کریں اور (جناب علی مرتضٰے کے فیصلے کا ذکر سُن کر) فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم اہلبیت میں حکمت کو ودیعت فرمایا اور کہا گیا ہے کہ ان کو ثقلین اس وجہ سے فرمایا کہ ان کے حقوق کی رعایت اُمت پر واجب کر دی جن لوگوں کی پیروی کی ترغیب دی ہے وہ کتاب اللہ وسنت رسولؐ اللہ کے معارف سے آگاہ ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو کتاب خدا سے کبھی جُدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں اور اس کی تائید کرتی ہے۔ ایک روایت سابق کہ فرمایا آنحضرت نے کہ تم ان لوگوں کو نہ سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور اس طرح وہ تمام دیگر علماء اُمت

فاذا ثبت هذا العموم لقريش فاهل البيت اولى منهم بذالك لانهم امتازوا عنهم بخصوصيات لا يشاركهم فيها بقية قريش وفي احاديث الحث على التمسك باهلبيت اشارة الى عدم انقطاع متاهل منهم الى التمسك القيامة كما ان الكتاب العزيز كذالك ولهذا كانوا امانا لاهل الارض كما ياتي ويشهد لذالك الخبر السابق في كل خلف من امتي عدول من اهل بيتي الى اخره ثم احق من يتمسك به منهم امامهم وعالمهم علي بن ابي طالب كرم الله وجهه لما قدمناه من مزيد علمه ودقائق مستنبطاته ومن ثم قال ابوبكر علي عترة رسول الله صلى الله عليه وسلم اي الذين حث على التمسك بهم فخصه لما قلناه ولذالك خصه صلى الله عليه وسلم بما مر يوم غدير خم (صواعق محرقہ۔ باب الحادی عشر فصل الاول فی الآیات الواردہ فی اهل البیت النبوی)۔

سے تمیز ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دُور کیا اور ان کو ہر ایک رجس سے پاک کر دیا ہے اور ان کو کرامات عظیمہ والطاف علیہ سے مشرف فرمایا ہے۔ بعض ایسی روایات کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور ایک روایت قریش کی نسبت بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم قریش سے سیکھو وہ تم سے زیادہ عالم ہیں اور جب عام قریش کے لیئے یہ ثابت ہوا تو اہلبیت تو ان سے اولیٰ و بہتر ہیں اور اس کے زیادہ اہل ہیں، کیونکہ ان میں ایسی خصوصیات ہیں جن میں کوئی اور ان کا شریک نہیں ہے۔ ان احادیث سے جن میں تمسک اہلبیت کا حکم دیا گیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے ایسے لوگ جو تمسک کے اہل ہیں قیامت تک باقی رہیں گے۔ جس طرح کہ کتاب خدا قیامت تک باقی رہے گی۔ اسی وجہ سے حدیث وارد ہوئی ہے کہ اہلبیت امان ہیں اہل زمین کے لیئے اور اس پر دلالت کرتی ہے روایت گذشتہ کہ ہر ایک زمانہ میں میری اُمت میں میرے اہلبیت کے عادل افراد ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے سب سے زیادہ اہل و حقدار جن سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے ان کے امام و عالم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں کیونکہ ان کا علم و دقائق مستنباط ان سب سے زیادہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر فرمایا کرتے تھے۔ علی عترت رسول ہے یعنی ان لوگوں میں سے جن سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے علیؑ کو اہلبیت و عترت میں سے مخصوص کر لیا اور اسی طرح جناب رسولِ خدا نے غدیر خم کے دن حضرت علیؑ کو ان سب میں سے مخصوص کر لیا۔

ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؑ اہلبیت و عترت رسولؐ میں سے ہیں اور ان سب میں زیادہ عالم و افضل ہیں۔ جناب رسولِ خداؐ نے ان سب میں سے علیؑ ہی کو مخصوص کر لیا جیسا کہ غدیر خم کے خطبہ سے ظاہر ہے۔ عیاں ہے کہ قریش والی روایت موضوعہ ہے کیونکہ ان پر چسپاں نہیں ہوتی۔ قریش میں تو ہر قسم کے لوگ تھے۔ زانی بھی تھے۔ شرابخور بھی تھے۔ قاتل عثمان بھی تھے۔ حضرت عثمان بھی تھے۔ قاتل و مقتول دونوں تو حق پر نہیں ہو سکتے۔

شرف الدین حسن طیبی اپنی کتاب کاشف شرح مشکوٰۃ میں بشرح حدیث ثانی فصل ثانی باب مناقب اہل بیت میں کہتے ہیں۔

ومعنی التمسك بالقرآن العمل بما فیه وهو الایتماد باوامره والانتهاء عن نواهیه والتمسك بالعترة محبتهم والاهتداء بهدیهم وسیرتهم۔

قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اُس پر عمل کیا جاوے یعنی اس کے اوامر کی پیروی اور اطاعت اور اس کے نہی سے اعراض کیا جائے اور عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان سے محبت کی جائے اور ان سے ہدایت حاصل کی جائے اور انکی سیرت کی پیروی کی جائے۔

ظاہر ہوا کہ عترت طاہرہ سے جو لوگ یہاں مُراد ہیں وہ ہیں جن کی پیروی کرنا موجب ہدایت ہے۔ اور چونکہ تمام اقربائے رسول ایسے نہ تھے۔ لہٰذا عترت سے تمام اقرباء رسولؐ مراد نہیں ہوسکتے۔

بدرالدین محمود بن احمد الرومی نے تاج الدرہ بشرح قصیدہ بردہ میں بشرح شعر ؎

دعا الی الله فالمستمسکون به مستمسکون بحبل غیر منفصم

لکھا ہے۔

المعنی یقول ذالك الحبیب هو الذی دعا اهل التکلیف قاطبة من جن و انس وعرب وعجم فی زمانه وبعده الی یوم القیامة الی دین الله ومافیه رضاه اذ ترجی شفاعته داعیا الی الله باذنه فالمعتصمون بدینه والمجیبون لدعوة اعتصام حق واجاته صدق معتصمون بسبب من الله تعالے متصل الی رضوانه الاکبر من غیر ان یطرء علیه انفصام اصلا وذالك السبب لیس الاکتاب الله تعالی و عترة بنیه من اهل العصمة والطهارة الواجب علے غیرهم مودتهم بعد معرفتهم ایمانا بقوله تعالی قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ وتصدیقا لقوله صلی الله

شاعر کہتا ہے کہ یہ حبیب وہ ہے جس نے اہل دنیا جن وانس وعرب وعجم کو اپنے زمانہ اور اپنے بعد قیامت تک خدا کے دین اور اس کی خوشنودی کی طرف دعوت دی تاکہ خدا کے حکم سے اس کی شفاعت کی امید رکھی جاوے پس اس کے دین کو پکڑنے والے اور اس کی دعوت پر لبیک کہنے والے خدا کی خوشنودیٔ عظیم کے ایسے سبب و ذریعہ کو پکڑے ہوئے ہیں جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور یہ سبب ذریعہ فقط دو ہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں۔ یعنی قرآن شریف اور نبی کی عترت کے وہ لوگ۔ جو صاحب عصمت وطہارت ہیں اور ان کے سوائے تمام لوگوں پر ان کی محبت واجب ہے۔ بعد اس کے کہ ان لوگوں نے ایمان کے ساتھ خداوند تعالیٰ کے اس قول کو معلوم کرلیا کہ قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ اور جناب رسولِ خداؐ کے اس قول

علیہ وسلم ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی وفی روایۃ ترکت فیکوما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض وھذا نص فی المقصود فمن تمسك بکتاب اللہ تمسك بھم ومن عدل عنہم عدل عن کتاب اللہ حیث لا یدری وھو یقول امنت باللہ وبکل ماثبت مجی رسول اللہ بہ من عند اللہ فلا وربك لا یومنون حتیٰ یحکموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ھذا ھو الایمان الکامل وعن امیر المومنین وامام المسلمین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الایمان عشرۃ اجزاء ولسلمان منھا تسعۃ اجزاء وللمقداد ثمانیۃ الی اخر الکلام۔

کی تصدیق کردی کہ ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ ایک روایت میں ہے کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جب تک تم ان دونوں کے ساتھ تمسک کرتے رہوگے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ کتاب اللہ اور میری عترت ہیں۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں یہ نص قاطع ہے ہمارے اس مدعا پر کہ جس نے کتاب اللہ کو پکڑا اس نے عترت کے دامن کو پکڑا اور جس نے عترت سے روگردانی کی۔ اس نے قرآن شریف سے روگردانی کی۔ حالانکہ وہ خود اس بات کو نہ جانے اور زبان سے کہے جائے کہ میں خدا پر ایمان لایا ہوں اور اس پر جو جناب رسول خدا خداوند تعالیٰ کی طرف سے لائے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے رب کی قسم یہ لوگ نہیں ایمان لائے جب تک یہ تجھ کو اپنے جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلہ کرنے کے لئے حکم نہ بنائیں اور پھر جب تو فیصلہ کر دے تو اس کو بغیر شکایت ورنج کے قبول کرلیں یہ ہے ایمان کامل۔ جناب امیر المومنین وامام المسلمین علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ ایمان کے دس اجزاء ہیں جن میں سے نو سلمان فارسی کو حاصل ہیں اور مقداد کو آٹھ حصے۔

ملا علی قاری نے شرح شفائے قاضی عیاض میں بشرح حدیث ثقلین لکھا ہے ثم المراد بعترۃ اخص قرابتہ یعنی آپ کی عترت سے آپ کے خاص وقریب ترین اقارب مراد ہیں۔

نیز ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بشرح حدیث ثقلین لکھتے ہیں:۔

قال ابن الملك التمسك بالکتاب العمل بما فیہ وھو الایتمار باوامرہ والانتھاء عن نواھیہ ومعنی التمسك بالعترۃ محبتھم والاھتداء بھدیھم و

ابن الملک (وہ عبداللطیف بن عبدالعزیز الحنفی صاحب شرح المشارق وشرح المنار وغیرہم ہے) کہتے ہیں کتاب خدا سے تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے یعنی

کہوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیرے بہترین بندے کو حاکم بنا دیا ہے۔

محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع صـ۵۲۔

حسین دیار بکری :۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۶۹۔

دخل علیه المهاجرون والانصار حین بلغهم انه استخلف عمر فقالوا نراك استخلفت علینا عمر وقد عرفته و علمت بوائقه فینا وانت بین اظهرنا فکیف اذا ولیت علینا وانت لاق الله فسائلك فما انت قائل۔

جب مہاجرین و انصار نے سنا کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمرؓ کو حاکم مقرر کر دیا ہے حالانکہ آپ عمرؓ کو جانتے ہیں اور ان مظالم و فتنہ و فساد سے بھی آگاہ ہیں جو عمرؓ نے ہمارے اوپر کئے ہیں۔ یہ تو جب تھا کہ تم ہم میں تھے۔ جب تم نہ ہو گے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالیں گے۔ تم اب خدا سے ملاقات کرنے والے ہو جب خدا تم سے پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟

ابن قتیبہ :۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ص ۱۹۔

جماعت اہل حکومت کے ہندی مورخوں میں سے مولوی شبلی مرحوم بہت پایہ کے مورخ سمجھے گئے ہیں جنہوں نے تاریخ و مناظرہ کو اچھی طرح خلط ملط کر کے دونوں کو خوب مسخ کیا ہے انہوں نے الفاروق میں لکھا ہے :"حضرت ابوبکرؓ کو مدتوں کے تجربہ سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بار گراں حضرت عمرؓ کے سوا اور کسی سے اٹھ نہیں سکتا" الفاروق حصہ اول۔ مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ص ۷۲۔

ان کی پوری عبارت پر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں تنقید کی ہے۔ یہاں اتنا ہی ضروری تھا۔ مدتوں کے تجربہ کی بجائے اگر سقیفہ بنی ساعدہ کا تجربہ کہتے تو زیادہ صحیح تھا۔ بہر حال مدت خلافت ہی کو لے لو۔ حضرت ابو بکرؓ کو اپنی ڈھائی سال کی خلافت کے تجربہ سے تو حضرت عمر کی لیاقت معلوم ہو گئی لیکن جناب رسولِ خداؐ کو اپنے عمر بھر کے تعلقات سے حضرت علیؑ کی لیاقت نہ معلوم ہوئی۔ کاش حضرت عمرؓ ہی کی لیاقت معلوم ہو جاتی کسی کو خلیفہ تو مقرر کر جاتے۔

اب حضرت عمرؓ کا وقت آتا ہے۔ اُن کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ وہ تو ہر وقت اپنے جانشین کے انتخاب کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے۔ مولوی شبلی کہتے ہیں :۔

"اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیں۔ حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملے پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں"۔ الفاروق حصہ اول صـ۲۰۳۔

مولوی شبلی کی پوری عبارت پر جس کا انتخاب مندرجہ بالا ایک ٹکڑا ہے اس کتاب کے باب

سیرتهم زاد السید جمال اذا لم یکن مخالفا للدین قلت فی اطلاقه صلی الله علیه وسلم اشعار بان من یکون عترته فی الحقیقة لایکون هدیه وسیرته الا مطابقاً للشریعة والطریقة۔

اس کے اوامر کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اعراض کیا جائے۔ عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے ساتھ محبت کی جائے اور ان کی اطاعت و پیروی کی جائے اور ان کی سیرت کی تقلید کی جائے۔ سید جمال الدین نے اس پر یہ زیادہ کیا ہے کہ جب اُن کی ہدایت و سیرۃ دین کے مخالف نہ ہو لیکن میں کہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کے قول کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی عترت خاصہ و مخصوصہ کی ہدایت و سیرت ہمیشہ شریعت و طریقت کے مطابق ہی ہوا کرے گی۔ لہٰذا اس میں کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔

نیز ملا علی قاری نے مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں بشرح حدیث ثقلین منقول از زید بن ارقم طیبی کا کلام کرنے کے بعد اس طرح لکھا ہے۔

واقول الاظهر هوان اهل البیت غالباً یکونون اعرف بصاحب البیت واحواله فالمراد بهم اهل العلم منهم المطلعون علی سیرة الواقفون علی طریقته العارفون بحکمه وحکمته وبهذا یصلح ان یکونوا مقابلا لکتاب الله سبحانه کما قال ویعلمهم الکتاب والحکمة ویؤیده ما اخرجه احمد فی المناقب عن حمید بن عبد الله بن زید ان النبی صلی الله علیه وسلم ذکر عنده قضاء قضی به علی بن ابی طالب فاعجبه وقال الحمد لله الذی جعل فینا الحکمة اهل البیت۔

میں یہ کہتا ہوں کہ ظاہر ہے کہ اہل البیت تمام لوگوں سے زیادہ اپنے صاحب خانہ کے احوال سے آگاہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہاں اہلبیت میں سے وہ افراد مُراد ہیں جو ان میں سے سب سے زیادہ آنحضرتؐ کی سیرۃ سے واقف ہیں اور ان کے طریقہ سے آگاہ ہیں اور آپکے حکم و حکمت کے عارف ہیں وہی وجہ سے وہ اس بات کے اہل ہوئے کہ کتاب اللہ کے مقابل قرار دیئے گئے جیسا کہ خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ خدا سکھاتا ہے انہیں کتاب کا علم اور اس تشریح کی تائید کرتا ہے۔ آنحضرتؐ کا قول جس کو امام احمد حنبل نے روایت کیا ہے کہ جب آنحضرتؐ کے پاس جناب علی مرتضےٰ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا۔ تو آپ اس سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے۔ جس نے ہم اہل بیت کے درمیان حکمت کو قرار دیا ہے۔

عبدالرؤف مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر میں بشرح حدیث ثقلین مروی عن زید بن ثابت لکھا ہے:۔

قال الحکیم والمراد بعترته هنا العلماء العاملون منهم اذ هم الذین لایفارقون

حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ عترت سے یہاں اقربائے وہ افراد مُراد ہیں جو علم رکھتے ہیں اور علم کے

القرآن۔ ساتھ اس کے عمل کرنے والے بھی ہیں۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو قرآن سے جدا نہ ہوں گے۔

نیز عبد الرؤف مناوی آگے چل کر لکھتے ہیں۔

وعترتی اھل بیتی تفصیل بعد اجمال بدلا او بیانا وھم اصحاب الکساء الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

عترتی اجمال ہے اس کی تفصیل اھل بیتی ہے بطور بدل کے یا بیان کے۔ یعنی اقرباء میں سے وہ جو آپ کے اہل بیت ہیں یہ لوگ وہ اصحاب کساء ہیں جن سے خداوند تعالیٰ نے ہر قسم کی ناپاکی کو دُور کیا ہے اور ان کو پاک و طاہر کر دیا ہے۔

نیز عبد الرؤف مناوی فیض القدیر میں بشرح حدیث ثقلین مروی عن زید ابن ثابت لکھتے ہیں:۔

تنبیہ :۔ قال الشریف السمھودی ھذا لخبر یفھم عنہ وجود من یکون اھلا للتمسک من اھل البیت والعترۃ الطاھرۃ فی کل زمان الی قیام الساعۃ حتی یتوجہ الحث المذکور الی التمسک بہ کما ان الکتاب کذالک فلذلک کانوا امانا لاھل الارض فاذا ذھبوا ذھب اھل الارض۔

تنبیہ :۔ علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ آشکارا ہوتا ہے کہ اہلبیت و عترت طاہرہ میں سے وہ لوگ جو تمسک کے اہل ہیں انکا وجود ہر ایک زمانہ میں قیام قیامت تک رہے گا۔ اسی صورت میں ان کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم موزوں رہتا ہے جس طرح کہ کتاب اللہ تا قیامت باقی رہے گی۔ اسی وجہ سے دوسری یہ حدیث ہے کہ یہ لوگ اہل ارض کے لئے اماں ہیں۔ جب یہ دُنیا پر سے اُٹھ جائیں گے تو ان کے ساتھ ہی اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

یہی عبارت محمد بن عبد الباقی زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں بشرح حدیث ثقلین منقول از ابو سعید الخدری لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ شرح زرقانی علی مواہب اللدنیہ۔ الجزء السابع ص۶۔

شیخ عبد الحق دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں بشرح حدیث ثقلین مروی عن جابر لکھتے ہیں۔

قولہ کتاب اللہ بالنصب بدل من ما وعترتی عطف علیہ اھل بیتی بیان عترتی عترۃ الرجل نسلہ ورھطہ وعشیرتہ الادنون ممن مضی وغبر وبینہ صلی اللہ علیہ وسلم باھل بیتی

آنحضرتؐ کا قول کتاب اللہ بالنصب بدل ہے ما کے ساتھ اور عترتی اس پر علت ہے اھل بیتی بیان و تفصیل ہے عترۃ کی اور کسی شخص کی عترت اس کی نسل اور قریب ترین اولاد ہوتی ہے اور آنحضرتؐ نے اہل بیتی کے لفظ سے

تشریفا وتکریمًا لهم بکونهم اهل بیته ومخالطین ومقتبلین من انواره فائزین باسراره والظاهران المراد باهل البیت ههنا اخص من اولاد الجد القریب وهم بنوهاشم بل اولاده وذریته والعترة اعم من ذالك فافهم۔

اُن کو اُن کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ آپکے گھر والے تھے آپ سے شیر و شکر کی طرح ملے ہوئے تھے آپ کے انوار سے حصّہ لیتے ہوتے تھے۔ آپ کے اسرار کے حامل تھے اور ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت سے مُراد جد قریب کی خاص اولاد ہے وہ بنوہاشم ہوسکتے ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ مُراد آپ کی ذریت و اولاد سے ہے اور لفظ عترت زیادہ عام ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں بشرح حدیث ثقلین منقول از جابر لکھتے ہیں۔

فسمعته یقول یا ایها الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا۔ پس شنیدم آنحضرتؐ راکہ می گفت آگاہ باشید اے مردمان بدرستی من گذاشتہ ام درشما چیزے راکہ اگر بگیر دآنرا دعمل کنید بآں ہرگز گمراہ نمی شوید کتاب اللہ و عترتی کتاب خدارا و اہل بیت خود را دعترت قوم و خویشاں و نزدیکاں مرد واہل بیت وے تفسیر کرد آنرا بقول خود و اہل بیتی بجہت اشارت کردن بانکہ مراد اینجا از عترت اخص از قوم و اقرباست کہ اولاد جد قریب باشند یعنی اولاد و زینت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اشعۃ اللمعات مطبوعہ نولکشور جلد چہارم ص ۶۹۰۔

یہ امر مسلم ہے کہ اہلبیت رسولؐ کا اطلاق صرف علیؑ و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السّلام پر ہوتا ہے۔ جیساکہ عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں۔

"بالجملہ اطلاق اہلبیت بریں چہارتن پاک شائع و مشہور است" اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۸۱۔

محمود قادری شیخانی اپنی کتاب صراط سوی میں ثقلین کے معنی اور حدیث اهل البیت النبوی امان لاهل الارض ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

واعلم ان اهل البیت هم الذریة الطیبه وفروع الشجرة المبارکه وبقایا الصفوة الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا وبراهم من الآفات وافترض مودتهم في الکتاب والسنة وهم العروة الوثقیٰ

جان لو کہ اہلبیت ذریۃ طیبہ اور مبارک درخت کی شاخیں ہیں اور بقایا ہیں ان لوگوں میں کے کہ جن سے خداوند تعالیٰ نے ہر قسم کی ناپاکی کو دُور کر کے ان کو پاکیزہ کردیا ہے اور تمام آفات و نقصانات سے بری فرمایا ہے اور اُن کی محبت کو قرآن شریف میں اور احادیث و سنّت میں

وهم معدن التقى وخير حبال العالمين ويثقها وكان جعفر بن محمد يقول في تفسير قوله تعالى واعتصموا بحبل الله جميعاً نحن حبل الله فاعتصموا بحبل الله ولا تفرقوا. وكان محمد الباقرؑ يقول في قوله تعالى ام يحسدون الناس على ما آتاهم الله من فضله. نحو الناس والله قلت وهم الناس حقاً واعداءهم النسناس حقاً حقاً.

اُمت محمدیہ پر فرض کر دیا ہے وہ ہیں مضبوط رسی وہ ہیں معدن تقویٰ وطہارت اور تمام عالم کے لوگوں سے بہتر ہیں جناب امام جعفر صادقؑ خداوند تعالیٰ کے قول واعتصموا بحبل الله جميعا کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہیں وہ خدا کی رسی۔ پس ہم کو پکڑو اور متفرق نہ ہو جاؤ۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام خداوند تعالیٰ کے قول ام يحسدون الناس على ما آتاهم الله من فضله کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے ہم ہیں وہ لوگ جن پر خدا نے فضل کیا ہے اور جن پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ واقعی وہ یہ ہی لوگ ہیں اور اُن کے دشمن نسناس ہیں۔

وعن معقل بن يسار سمعت ابابكر يقول علي بن ابي طالب عترة رسول الله اي الذي حث على التمسك بهم۔

معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کو کہتے ہوئے سُنا کہ علی ابن ابی طالب عترتِ رسولؐ ہیں جن سے تمسک کرنے کا حکم آنحضرتؐ نے دیا ہے۔

محمد معین بن محمد امین سندھی اپنی کتاب دراسات اللبيب في الاسوة الحسنة بالحبيب میں حدیث الثقلین کے ذکر کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

ولما كان هذا بطريق دلالة النص انتظرنا نصاً فيهم يدلنا على امامتهم في العلم فوجدنا قوله صلى الله تعالى عليه وسلم الحمد لله الذي جعل فينا الحكمة اهل البيت فعلمنا انهم الحكماء العارفون العلماء الوارثون الذين وقع الحث على التمسك بهم في دين الله تعالى واخذ العلوم عنهم وايدنا في ذلك ما اخرج الثعلبي في تفسير قوله واعتصموا بحبل الله جميعا عن جعفر الصادقؑ قال نحن حبل الله الذي قال الله تعالى واعتصموا بحبل

اور جب یہ بطور دلیل کے ایک نص ہوئی تو ہم اُن میں ایسے نص کی تلاش کرتے ہیں جو علم میں ان کے امام ہونے پر دلالت کرے پس ہم کو آنحضرتؐ کا قول ملتا ہے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت میں حکمت کو قرار دیا۔ پس ہم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ عارفان وعالمان ہیں جنکے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان سے علم حاصل کرنے کا ارشاد ہوا ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو علامہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں آیہ کریمہ واعتصموا بحبل الله جميعاً کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ سے بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ ہم وہ حبل اللہ ہیں جس سے

الله جميعا ولا تفرقوا۔ انتهى وكيف
لا وهم احد الثقلين فكما ان القرآن حبل
الله الممدود من السماء فكذلك اهل
هذا البيت المقدس صلوات الله تعالى
وتسليماته عليهم اجمعين وقد قال
قائلهم عليه السلام مخبرا عن نفسه
القدسي وسائر رهطه المطهرين ؎

وفينا كتاب الله انزل صادقا
وفينا الهدى والوحي والخير يذكر

وما نزل فيهم من الكتاب الاية المتقدمة
وقد ذكر جملة ما نزلت فيهم من
الايات الشيخ ابو العباس ابن حجر في
الصواعق فليطلب منه وكذلك
ايدنا فيه ما ثبت عن سيد الساجدين
عليه وآبائه وابنائه التسليمات الناميات
المباركات والتحيات الطيبات الزاكيات
انه كان اذا تلى قوله تعالى يا ايها الذين
آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين
يقرئ دعاء طويلا يشتمل على طلب اللحوق
بدرجة الصادقين والدرجات العلية
وعلى وصف المحن وما انتحله المبتدعة
المفارقون لائمة الدين والشجرة النبوية
ثم يقول ذهب آخرون الى التقصير
في امرنا واحتجوا بمتشابه القرآن
فتأولوا بآرائهم واتهموا مأثور الخبر
الى ان قال فالى من يفزع خلف هذه
الامة وقد درست اعلام الملة
ودانت الامة بالفرقة والاختلاف يكفر
بعضهم بعضا والله تعالى يقول ولا

اس آیہ کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً
ولا تفرقوا میں مراد ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ وہ
ثقلین میں کے ایک ثقل ہیں جس طرح کہ دوسرا
ثقل قرآن ایک حبل اللہ ہے۔ آسمان سے زمین
تک اسی طرح اس خاندان نبوت کے افراد ایک
ثقل ہیں چنانچہ ان میں سے ایک کہنے والا علیہ
السلام (حضرت علی) اپنے اور اپنی اولاد کی نسبت
اس طرح کہتا ہے ؎

ہم میں کتاب اللہ اتری اور ہم میں
ہی وحی و ذکر الٰہی و خیر ہے۔

کتاب الٰہی میں جو آیات اہلبیت علیہم السلام کی
شان میں اتری ہیں ان میں سے ایک وہ ہے
جس کا ذکر کیا گیا اور ایسی تمام آیات کا ذکر علامہ
ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں کیا ہے پس ان کو
وہاں دیکھو اسی طرح اس کی تائید اس روایت
سے ہوتی ہے جو سید الساجدین امام زین العابدین
علیہ وعلی آبائہ و اولادہ السلام سے منقول ہے
کہ جب آپ آیۂ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا
اللہ وکونوا مع الصادقین تلاوت فرماتے تھے
تو ایک دعا طویل پڑھا کرتے تھے جس میں طلب
درجات عالیہ و درجۂ صادقین اور ان تکالیف
کا ذکر ہوتا تھا جو بے دینوں کے ہاتھ سے خاندان
نبوت کے آئمہ دین کو پہنچتی تھیں۔ اس کے بعد
آپ فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے ہمارے حق میں
کمی کی اور قرآن شریف کے معنی میں جھگڑا کیا اور
اس کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور جو تفسیر احادیث
سے ثابت ہوتی تھی اس کو چھوڑ دیا۔ اس اُمت
کے ناخلف لوگ کس درجہ کو پہنچے ہیں اور ملت
کے ارکان منہدم ہوگئے اور اُمت میں تفرقہ و

تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءتھم البینات فمن الموثوق بہ علےٰ ابلاغ الحجۃ وتاویل الحکم الا اھل الکتاب وابناء ائمۃ الھدیٰ ومصابیح الدجیٰ الذین احتج اللہ تعالیٰ بھم علی عبادہ ولم یدع الخلق سدی من غیر حجۃ ھل تعرفوا انھم او تجدونھم الامن فروع الشجرۃ المبارکۃ و بقایا الصفوۃ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم وبرأھم من الآفات وافترض مودتھم فی الکتاب انتہی۔

اختلاف پڑ گیا ہے یہاں تک کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگا ہے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور تفرقہ ڈال دیا در آنحالیکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں۔ پس اہلبیت نبوت و آئمہ ہدیٰ سے زیادہ اور کون ابلاغ حجت و تاویل قرآن کیلئے اہل ہو سکتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنکے ساتھ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت پکڑی ہے اور بغیر حجت الٰہی کے ساری مخلوق شتر بے مہار کی طرح ہوتی ہے ایسے ائمہ ہدیٰ و حجج الٰہیہ سوائے شجرۂ مبارکہ کی شاخوں کے اور کہیں نہیں ملتے یہ وہ لوگ ہیں جن سے خداوند تعالیٰ نے ہر ایک آلائش کو دُور کر دیا ہے اور آفات و نقصانات سے بری کیا ہے اور ان کی محبت کو اُمت پر فرض کر دیا ہے۔ انتہی۔ (ختم ہوا قول ثعلبی)۔

ذکرہ ابن حجر فی الصواعق فعلمنا من کلام الائمۃ علیھم رضوان اللہ معنی التمسک بھم بما لا ریبتہ فیہ الا لمن ارتابت قلوبھم فھم فی ریبھم یترددون۔۔۔۔ ھذا لتحقیق فی تفسیر اھل البیت بالحدیث الصحیح یعین المراد منھم فی آیۃ التطھیر مع نصوص کثیرۃ من الاحادیث الصحیح المنادیہ علےٰ ان المراد منھم الخمسۃ الطاھرۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ولنا دریقات فی تحقیق ذالک مجلد فی دفترنا یجب علی طالب الحق الرجوع الیہ ولما وجدنا ھذا فی صحیح مسلم علمنا انھم ابناءہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاذا انضم الیٰ ذالک ما ورد من الاخبار فی الائمۃ

یہی بیان ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں کیا ہے پس ائمہ دین کے کلام سے ہمیں تمسک کے معنے معلوم ہوئے اس طرح کہ اب کوئی شک باقی نہ رہا۔

۔۔۔۔۔ یہ تحقیق اہل بیت کی تفسیر میں احادیث صیحہ سے ثابت ہے اور آیۂ تطہیر میں بھی ان سے مُراد ہے اس کے علاوہ بہت سی احادیث صیحہ کی متعدد و کثیر نصوص سے ثابت ہے کہ اہلبیت سے یہی پنجتن پاک مُراد ہیں۔ اور ہمارے دفتر میں اس تحقیق کے بہت سے مجلدات ہیں۔ طالب حق پر واجب ہے کہ ان کی طرف رجوع کرے پس جب ہم کو یہ سب صیح مسلم میں ملا تو ہم نے معلوم کیا کہ یہ لوگ آنحضرتؐ کی اولاد ہیں جو احادیث ائمہ اثنا عشر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کو ہم نے اپنی کتاب

الاثنی عشر مما بسطنا اکثرها فی
المقامات الاربعة من کتابنا المسمّیٰ
بمواهب سید البشر فی حدیث الائمة
الاثنی عشر بالترتیب بسطناها وما
اجتمع علیه السلف والخلف من غزارة
علوم هذا العدد المبارك وخرقهم
العوائد وما اختصوا به من المزایا
الباهرة من بین سائر الرجال الابطال
من هذه الفئة الفائقة علی معاصریها
فی کل عصر بتیقن بانهم الاولی بصدق
احادیث التمسك علیهم من غیرهم ....
واذا قد ثبت صحة هذا الحدیث ومامر
علیك مما ینوط به لفظا ومعنی ودلالة
وانضمت الیه ایة التطهیر بتفسیرها التی یدل
علیه الصحیح فلا وجه لان یمتری من له
ادنی انصاف فی ان من صدق علیهم هذا
الحدیث والایة من غیر شائبة وهم
الائمة الاثنی عشر من اهل البیت
وسیدة نساء العلمین بضعة رسول
الله صلی الله تعالی علیه وسلم ام الائمة
الزهرا الطاهره علی ابیها وعلیها الصلوٰة
والسلام لا شائبة فی کونهم معصومین
کالمهدی منهم علیه السلام بما یخصه
من حدیث قفو الاثر وعدم الخطاء علی
ما تمسك به الشیخ الاکبر بالمعنی الذی
بیناه سوالاً وجواباً فیما تقدیم بل هذا
الحدیث اوثق عروة من حیث الصحة
بالسند القوی من ذالك الحدیث والکشف
یؤید ما شاء الله سبحانه ان یؤیده۔

مواہب سید البشر فی حدیث الائمہ الاثنی عشر
میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے اور ان کی
صحت اور تعداد پر اس علم کے علماء سلف و
خلف نے اجتماع کیا ہے۔ اور یہ آئمہ اپنے
زمانہ کے تمام لوگوں پر ان خصوصیات کی وجہ
سے فوقیت رکھتے تھے۔ لہذا یقین ہوگیا کہ
تمام احادیث تمسک کے مصداق یہی لوگ ہیں
اور ان کے سوا اور کوئی ان احادیث کے اطلاق
کا اہل نہیں ہے ...... اور جب اس
حدیث ثقلین کی صحت ثابت ہوگئی اور جب
تم کو معلوم ہوگیا کہ اس کے الفاظ اور اس کے
معانی کیا دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان
کیا اور جب آیۃ تطہیر کی تفسیر و معانی بھی اس
کے مطابق ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ جس میں
ذرا سا بھی انصاف کا شائبہ ہے وہ شک کرے
کہ کن لوگوں پر یہ حدیث اور یہ آیہ صادق آتی
ہیں۔ کون لوگ اس حدیث اور اس آیت
کے مصداق ہیں۔ اور کن پر اس حدیث اور
آیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ یقیناً بارہ
امام اہل بیت ہیں سے اور ام الائمہ جناب
فاطمہ زہرا بنت رسول خدا علیہا و علیٰ
ابیہا صلوٰۃ و سلام ہیں اور ان کے
معصوم ہونے میں مطلقاً شک نہیں جس طرح
کہ ان میں سے جناب امام محمد مہدی علیہ السلام
معصوم اور عدم الخطاء ہیں۔ یہی معنی جناب
شیخ الاکبر نے لئے ہیں۔ جو ہم نے بیان کئے
بلکہ یہ حدیث اپنی قوی اسناد و صحت کے
لحاظ سے معتبر تر ہے بہ نسبت دوسری
احادیث کے۔

مولوی ثناء اللہ پانی پتی نے خاتمہ سیف مسلول میں آیۂ مودۃ کے وجہ نزول پر ایک عمدہ نوٹ لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔

وایں مدعا بکشف و الہام ثابت شدہ واستنباط ایں مدعا از کتاب واز حدیث سرور پیغمبر ان صلی اللہ علیہ وسلم نیز میتوانیم کرد۔ قال اللہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ۔ یعنی سوال نمی کنم از شما ہیچ اجرت ونمی خواہم چیزے۔ لیکن می خواہم از شما دوستی اقرباء من وجہ استنباط آنست کہ انبیاء سابق لا اسئلکم علیہ اجرًا ان اجری الا علی اللہ گفتہ اند۔ اصلا اجرت بر فریضۂ تبلیغ رسالت درخواست نہ کردہ اند۔ چہ احتمال درخواست اُجرت بود پیغمبر ما راصلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ بتغیر اسلوب کلام امر فرمودہ حکمت دراں آں است کہ شرائع انبیاء سابق بعد وفات آنہا منسوخ می شد وایں شریعت موبدہ است۔ پس امتیاں را باید کہ بعد رحلت پیغمبر بنائب پیغمبر رجوع آرند۔ لہٰذا آں سرور علیہ السلام برائے شفقت بر اُمت خود رہنموئی کرد بمحبت آل خود واشارت فرمود بہ تشبث وامان پاک آنہا کہ وارثان پیغمبر و دروازہ علوم وے اند و لہٰذا قال علیہ السلام ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی الحدیث یعنی گذاشتم درشما دو وسیلہ محکم قرآن مجید وآل خود را۔ انتہیٰ۔

اس تحریر سے علاوہ اس امر کے کہ آیۂ مودۃ میں القربیٰ سے مُراد اولاد رسول ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ محبت کی غرض وغایت پیروی وتابعداری ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کیسی اچھی بحث کی ہے۔ کہتے ہیں کہ انبیاء سابق نے تو اپنے فریضۂ تبلیغ کی کوئی اُجرت نہیں مانگی۔ یہی کہہ دیا کہ ہمارا اجر ہمارے خدا کے نزدیک ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے کیوں اُجرت طلب کی۔ اس میں کیا مصلحت تھی۔ مصلحت یہ تھی کہ انبیائے سابق کی شریعت تو ان کی زندگی تک تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی شریعت ختم ہوگئی لہٰذا انہیں اپنی اولاد کے لئے اپنی اُمت سے عہدِ محبت واطاعت لینے کی ضرورت نہ ہوئی۔ مگر پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شریعت ابد تک قائم رہنی تھی۔ لہٰذا انہیں نائب بنانے اور ان کے لئے اپنی اُمت سے عہدِ محبت واطاعت لینے کی ضرورت ہوئی۔ ان کے نائب یہی ان کی عترت واہل بیت تھے جن کی محبت خداوند تعالیٰ نے اُمت پر واجب کردی۔ محبت وپیروی عشق واطاعت لازم وملزوم ہیں۔ خدا کے ساتھ محبت کرنے کے کیا معنی۔ یہی کہ اس کے اوامر ونواہی کی اطاعت شوق وخوش دلی کے ساتھ کریں۔ لہٰذا آنحضرتؐ نے اس شفقت ومہربانی کی وجہ سے جو ان کو اپنی اُمت کے اوپر تھی۔ اپنی اُمت کو اپنی آل کی محبت کی طرف رہنمائی کی۔ اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ میرے علم کے وارث اور میرے نائب ہیں۔ ان کی طرف رجوع کرتے ہی تم کو ہدایت ملے گی۔ یہی وجہ تھی کہ حدیث ثقلین کتنے صاف وصریح الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمائی۔ مولوی ثناء اللہ نے خود آلِ رسول کے لئے نائبِ رسول کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ نہایت مفید بحث ہے۔ وہ لوگ جو سقیفہ بنی ساعدہ

کی دھینگا مشتی میں فلتۃً اور اچانک خلیفہ بن گئے۔ وہ حقیقتاً خدا کی طرف سے نائب رسول نہ تھے خداوند تعالیٰ نے اُن کی محبت یعنی اطاعت و پیروی اُمت پر فرض نہیں کی تھی۔ بارہ ائمہ والی حدیث آنحضرتؐ کی مسلمہ اُمت ہے۔ اگرچہ آخری الفاظ میں اختلاف ہے۔ جماعت اہل حکومت کے چند افراد آخری الفاظ کلھم من قریش سمجھتے ہیں۔ دوسرا فرقہ کلھم من عترتی کا قائل ہے۔

عن جابر بن سمرہ قال دخلت مع ابی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ یقول ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ ثم تکلم بکلام خفی علی قال فقلت لابی ما قال قال کلھم من قریش۔

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے جناب رسولِ خدا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اسلام ختم نہیں ہوگا جب تک اس میں بارہ خلیفہ نہ ہوجائیں۔ جابر کہتے ہیں پھر جناب رسولِ خدا نے کچھ کہا جو میں نہ سُن سکا میں نے اپنے باپ سے پُوچھا کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا تو اس نے کہا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کلھم من قریش یعنی وہ سب بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے۔

صحیح مسلم، کتاب الامارۃ۔ الجزء السادس ص ۳ و ۴۔ امام احمد حنبل، مسند۔ الجزء الاول ص ۳۹۸ و ۴۰۶۔ الجزء الخامس ص ۸۶ لغایت ص ۱۰۱ و ۱۰۶ لغایت ۱۰۸۔ صحیح بخاری کتاب الاحکام ب ۵۱۔ سنن ابی داؤد کتاب المہدی ج ۱۔ ابوداؤد الطیاسی؛ مسند الجزء السادس ص۱۸۰ حدیث ۱۲۷۸۔ الجزء الثالث ص۱۰۵ حدیث ۷۶۷۔ ابن حجر عسقلانی؛ فتح الباری؛ الجزء الثالث عشر ص۱۸۱ و ۱۸۴ و ۱۸۵۔ سنن الترمذی؛ کتاب الفتن باب ۴۶۔ عبدالحق محدث دہلوی۔ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۳۴۱۔

امام احمد حنبل نے ایک دوسرے سلسلۂ روات کے ذریعہ سے جابر بن سمرۃ سے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے۔

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یکون لھذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ۔

جابر بن سمرۃ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا کو کہتے ہوئے سُنا کہ اس اُمت کے بارہ خلیفہ ہوں گے۔

امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الخامس ص۱۰۶۔

عبداللہ ابن مسعود سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

عن مسروق قال جلوسًا عبد اللہ بن مسعود وھو یقرئنا القرآن فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمٰن ھل سألتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم تملک ھذہ الامۃ من خلیفۃ فقال عبد اللہ بن مسعود ما سألنی

مسروق کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوتے تھے۔ اور وہ ہم کو قرآن شریف پڑھ کر سُناتے تھے کہ اتنے میں ایک شخص نے ان سے پُوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے کبھی آنحضرتؐ سے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ اس اُمت میں کتنے خلیفہ ہوں گے۔ عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ جب

اثنا عشر خلیفہ

عنها احد منذ قدمت العراق قبلك ثم قال نعم ولقد سألنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اثنا عشر كعدة نقباء بني اسرائيل -	سے میں عراق آیا ہوں تیرے سوائے کسی اور نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا پھر عبداللہ ابن مسعود نے کہا کہ ہاں ہم نے جناب رسولِ خدا سے یہ دریافت کیا تھا اور آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ نقباء بنی اسرائیل

کی تعداد کے موافق بارہ ہوں گے۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الاول ص ۳۹۸۔

آگے چل کر یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ امام احمد حنبل کی مرویات سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ بارہ ائمہ والی حدیث حجۃ الوداع والے سفر میں بیان فرمائی تھی۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس ہی سفر میں حدیث ثقلین و حدیث غدیر بھی ارشاد فرمائی تھی۔ نتیجہ نکلا کہ غالباً یہ حدیث بھی اسی خطبہ کا جزو ہوگی۔

مسند احمد حنبل۔ الجزء الخامس ص ۸۷ و ۸۸ و ۹۰ و ۹۹۔

آخر کار صراحت اتنی ہو گئی کہ کچھ شبہہ ہی نہیں رہا۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم الساعة حتى تملئ الارض ظلماً وعدواناً قال ثم يخرج رجل من عترتي او من اهل بيتي يملؤها قسطاً وعدلاً كما ملئت ظلماً وعدواناً -	ابو سعید الخدری سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی۔ جب تک زمین ظلم وجور سے نہ بھر جائے اور پھر میری عترت اہلبیت سے ایک شخص ظہور کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر گئی تھی۔
عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابشركم بالمهدي يبعث في امتي على اختلاف من الناس وزلازل فيملأ الارض قسطاً او عدلاً كما ملئت جوراً وظلماً يرضى عنه ساكن السماء وساكن الارض -	ابو سعید الخدری کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں جو میری امت میں اختلاف و مصائب عظمیٰ کے وقت ظاہر ہوگا۔ پس وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جس طرح کہ وہ اس سے پہلے ظلم وجور سے بھر گئی تھی۔ اس سے ساکنان آسمان و زمین راضی ہوں گے۔

امام احمد حنبل: مسند الجزء الثالث ص ۳۶ و ۳۷ و ۱۷۔

اب حقیقت کھل گئی کہ جناب رسولِ خدا نے کیا لفظ کہا تھا۔ کلھم من قریش یا کلھم من عترتی ابو سعید الخدری کی روایت میں بالکل صراحت ہے اور عترت و اہل بیت کا لفظ موجود ہے۔ جابر ابن سمرہ نے خود تو کلھم من قریش کا فقرہ سنا نہیں۔ ان کے باپ نے ان کو بتایا۔ اور ان کے باپ اس حدیث کے راوی ہی نہیں ہیں۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقباء بنی اسرائیل کی طرح ہوں گے۔ یعنی مثل ان کے خدا کے مقرر کردہ ہوں گے۔ وہ ایسے ہوں گے کہ ان سے سکان سموات والارض

کلھم من بنی ہاشم، کلھم من عترتی

میں دہم میں تنقید کی گئی ہے۔

فلما احس بالموت قال لابنه اذهب الى عائشه واقرئها منى السلام واستاذنها ان اقبرفى بيتها مع رسول الله ومع ابى بكر فاتاها عبد الله بن عمر فاعلمها فقالت نعم وكرامة ثم قال يبنى ابلغ عمر سلامى وقل له لا تدع امة محمد بلا راع استخلف عليهم ولا تدعهم بعدك هملا فانى اخشى عليهم الفتنة فاتى عبد الله فاعلمه فقال ومن تامرنى ان استخلف لو ادركت ابا عبيدة بن الجراح باقيا استخلفته ووليته فاذا قدمت على ربى فسالنى وقال من وليت على امة محمد قلت اى ربى سمعت عبدك ونبيك يقول لكل امة امين وامين هذه الامة ابو عبيدة بن الجراح ولو ادركت معاذ بن جبل استخلفته فاذا قدمت على ربى فسالنى من وليت على امة محمد قلت اى رب سمعت عبدك ونبيك يقول ان معاذ بن جبل ياتى بين يدى العلماء يوم القيامة ولو ادركت خالد بن الوليد لوليته فاذا قدمت على ربى فسالنى من وليت على امة محمد قلت اى ربى سمعت عبدك ونبيك يقول خالد بن الوليد سيف من سيوف الله سله على المشركين۔

جب حضرت عمر نے موت کو قریب دیکھا تو اپنے لڑکے سے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ۔ میرا سلام کہو اور اُن سے اجازت مانگو کہ میں ان کے گھر میں جناب رسولِ خدا اور ابوبکرؓ کے پاس دفن کر دیا جاؤں پس عبداللہ بن عمر حضرت عائشہ کے پاس گئے اور یہ پیغام پہنچایا۔ اُنہوں نے کہا سر آنکھوں سے بڑی خوشی سے اور کہا کہ اے بیٹے عمر کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ اُمتِ محمدیہ کو بغیر محافظ کے نہ چھوڑ جاؤ اپنا جانشین ان پر مقرر کر دو۔ اپنے بعد ان کو حیران اور بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا۔ مجھے ڈر ہے کہ فتنہ نہ پیدا ہو۔ پس عبداللہ آئے اور حضرت عمرؓ کو یہ پیغام پہنچایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کس کو خلیفہ مقرر کرنے کا حکم عائشہ نے دیا ہے۔ اگر ابو عبیدہ بن الجراح میرے زمانہ میں ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا اور جب اپنے خدا کے پاس میں جاتا اور خدا مجھ سے پوچھتا کہ اُمتِ محمد پر تم نے کس کو حاکم مقرر کیا تو میں کہتا کہ اے میرے خدا اس شخص کو جس کی بابت تیرے بندہ اور رسول کو میں نے یہ کہتے سُنا تھا کہ ہر ایک اُمت کیلئے ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے یا اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتے تو میں ان کو مقرر کرتا اور جب میں اپنے خدا کے دربار میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے پوچھتا کہ تم نے محمد کی اُمت پر کس کو حاکم مقرر کیا تو میں جواب دیتا کہ اے میرے رب اس کو مقرر کیا ہے جس کی بابت تیرے بندہ اور رسول کو میں نے یہ کہتے سُنا تھا کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء کے گروہ میں ہوگا۔ یا اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا اور جب میں خدا کے حضور میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے دریافت کرتا محمد کی اُمت پر کس کو حاکم مقرر کیا ہے تو میں جواب دیتا کہ اے میرے خدا اس کو جس کی بابت میں نے تیرے بندہ اور رسول کو یہ کہتے ہوئے سُنا تھا کہ خالد بن ولید خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو خدا نے مشرکین پر کھینچ رکھا ہے۔

ابن قتیبہ۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ صفحہ ۲۲۔ تاریخ طبری الجزء الخامس صفحہ ۳۴۔

راضی ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ یہ صفات کلھم من قریش میں نہیں ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث جماعت اہل حکومت کے لئے بہت مصائب و مشکلات پیدا کرتی ہے ان کے دو علماء ایک جماعت خلیفہ اثناء عشر پر متفق نہیں ہیں جتنے علماء ہیں اتنے ہی انتخابات ان خلفاء کے ہیں۔ اگر ہمیں خوف طوالت نہ ہوتا تو ہم ان تمام انتخابات کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے۔ کسی نے حضرت ابوبکر سے لے کر بارہ خلفاء گن لیئے ان میں یزید و ولید تو آگئے لیکن خلفاء عباسیہ نکل گئے علامہ سیوطی نے چار خلفاء راشدہ لے لئے اور سارے خلفاء بنوامیہ میں سے صرف آٹھ چن کر بارہ بنا لیئے۔ علامہ سیوطی یزید و ولید کو ان بارہ میں رکھتے ہیں۔ نواسۂ رسول اور اولادِ رسول کو بے جرم و خطا قتل کرنا تو یزید کی سُنّت ہے اور اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کرنا ولید کی سنّت ہے لیکن باوجود ان باتوں کے حکومتِ الٰہیہ کے خلفاء ہیں (تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۱۱) صفحہ ۱۲ پر تو ان خلفاء کی یہ عزّت افزائی ہو رہی ہے اور ص۱۲ پر ایک فصل ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ فصلٌ فی الاحادیث المنذرة بخلافت بنی اُمیّہ۔ اس فصل کے نیچے وہ تمام احادیث رسولِ خدا کی جمع ہیں جن میں بنو اُمیہ اور اُن کی حکومت کی مذمّت کی گئی ہے۔ بنو عباس میں سے کوئی خلیفہ ان بارہ خلفاء میں نہیں رکھا۔ آخر کار اس کی کچھ وجہ تو درج کرتے۔ وجہ یہ لکھی ہے کہ بنو عباس کے زمانہ میں ہسپانیہ میں ان کا خطبہ نہیں ہوتا تھا اور تمام مملکت اسلامیہ ان کو خلیفہ واحد نہیں مانتی تھی۔ لہٰذا وہ جناب رسول خدا کے بارہ خلفاء میں نہیں آسکتے۔ کیا اچھی دلیل ہے۔ خلیفہ خود چاہے کتنا ہی نیک ہو لیکن اگر ایک صوبہ یا ملک کے مسلمان اس کو خلیفہ نہیں مانتے تو بس اس کی خلافت غتر بود ہو گئی۔ ان بزرگواروں کے نزدیک محض وسعت سلطنت دنیاوی ہی دلیل عزّت ہے۔ کوئی صاحب یہ کہتے ہیں کہ بنو عباس میں وہ بارہ خلفاء ہیں غرضکہ جتنے مُنہ اتنی باتیں اور سب حق سے دُور۔ ہم نے باب سیزدہم کتاب ہذا میں ثابت کیا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ نے جناب رسولِ خدا کے اسلام کے مقابلہ میں ایک جدید مذہب پیدا کر دیا۔ اور جماعت اہل حکومت اس جدید مذہب کی مؤید ہے۔ موجودہ بحث ہمارے اس دعوے کی بیّن دلیل ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ والی حکومت میں انتخاب خلیفہ کے لیئے نہ افضلیت معیار ہوتی ہے نہ زہد و عبادت نہ قرابت رسول اور نہ سبقت اسلامی اس نے تو ایک سبق پڑھا دیا وہ یہ کہ جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس۔ لہٰذا ان بزرگواروں کو بارہ خلفاء منتخب کرنے کے لئے کوئی معقول اصول نہیں ملتا۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے اصُول کے مطابق خلفاء کی تعداد بارہ سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔ اگر جناب رسولِ خدا کے اسلام کے اصُول کو مدِّنظر رکھیں تو کوئی مشکل نہ ہو وہ اصُول یہ ہے ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم اس اصُول کے لئے ظاہری حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور صرف ایک ہی جماعت ان بارہ خلفاء کی ہوتی ہے۔ کوئی اختلاف ہی نہیں۔ اب حالت یہ ہے کہ ایک فریق تو معلوم ہی نہ کر سکا کہ وہ بارہ خلفاء اسلام کون ہیں۔ اور اندھیرے میں ٹپے ٹوئیاں مار رہا ہے دوسرا فریق یقین و دلیل

کے ساتھ شروع ہی سے ان بارہ خلفاء کے نام و پتہ بتا رہا ہے۔ فریق اول مانتا بھی ہے نہیں بھی مانتا۔ کچھ تشریحات کرتا ہے کچھ ہچکچاتا ہے۔ غرضیکہ سقیفہ بنی ساعدہ کا تصور اسے کچھ نہیں کرنے دیتا۔ ان کے لئے تو صرف تین ہی راستے کھُلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک کو اختیار کر سکتے ہیں۔

(۱) یا تو کہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اور مان لیں کہ ان کی بڑی بڑی صحاح ستہ جن پر اُن کے ایمان کا دار و مدار ہے۔ ایسی ہی جھوٹی خرافات سے بھری ہوئی ہیں جیسی کہ یہ حدیث ہے۔ لیکن اس صورت میں انہیں اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ یا

(۲) مان لیں کہ تمام خلفاء بنو امیہ و بنو عباس اس حدیث کے دامن میں آتے ہیں۔ اس صورت میں تعداد ۱۲ سے زیادہ ہو جائے گی۔ یا

(۳) تسلیم کر لیں کہ اس حدیث کے بارہ خلیفہ وہی ائمہ اثنا عشر ہیں۔ جن کو فریق ثانی اس حدیث کا مقصود و مطلوب سمجھتا ہے لیکن اس صورت میں حمیت جاہلیت کو چھوڑنا پڑے گا۔ ان کے کئی علماء نے اس تیسرے راستے کو اپنی عاقبت کے لئے مفید سمجھ کر اصلی خلفاء اثنا عشر کو شناخت کر لیا ہے چنانچہ علامہ شیخ سلیمان بلخی القندوزی مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ اپنی مشہور عالم کتاب ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں۔

وقال بعض المحققین ان الاحادیث الدالة علی کون الخلفاء بعدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثنا عشر قد اشتهرت من طرق کثیرة فبشرح الزمان وتعریف الکون والمکان علم ان مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حدیث هذا الائمة الاثنا عشر من اهل بیته وعترته اذ لا یمکن ان یحمل هذا الحدیث علی الخلفاء بعدہ من اصحابه لقلتهم عن اثنا عشر ولا یمکن ان یحمله علی الملوك الامویه لزیادتهم علی اثنا عشر ولظلمهم الفاحش الا عمر بن عبد العزیز ولکونهم غیر بنی هاشم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کلهم من بنی هاشم فی روایة عبد الملك عن جابر واخفا صوته صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا القول یرجح هذه الروایة لانهم

بہت سے محققین کہتے ہیں کہ احادیث مشتمل اس خبر کہ آنحضرتؐ کے بعد آپ کے بارہ نائب و خلفاء ہونگے طرق کثیرہ کے ساتھ شہرت پکڑ گئی ہے اور اُن خلفاء کے زمانے اور ان کی صفت اور اُن کے مقام کی تشریح آنحضرتؐ نے کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی مراد اس حدیث سے آنحضرتؐ کی ذریت و عترت کے بارہ امام ہیں کیونکہ آپ کے اصحاب ثلاثہ جو آپ کے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے ہیں وہ اپنے قلت تعداد کی وجہ سے اس حدیث کے مصداق نہیں ہیں اور یہ حدیث بنو امیہ کے بادشاہوں پر بھی حاوی نہیں ہوتی کیونکہ ان کی تعداد بارہ سے زیادہ ہے اور سوائے عمر بن عبد العزیز کے وہ سب ظلم فاحش کے مرتکب ہوتے تھے اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہ بنو ہاشم میں سے نہ تھے کیونکہ جناب رسولؐ خدا کی اس حدیث میں جو جابر سے مروی ہے یہ شرط ہے کہ وہ سب

يحسبون خلافة بني هاشم ولا يمكن ان
يحمله على الملوك العباسية لزيادتهم على
العدد المذكور ولقلة رعايتهم الاية
قل لا اسئلكم عليه اجرًا الا المودة في
القربى وحديث الكساء فلابد من ان
يحمل هذا الحديث على الائمة الاثنا
عشر من اهل بيته وعترته صلى الله عليه
وسلم لانهم كانوا اعلم اهل زمانهم
واجلهم واورعهم واتقاهم واعلاهم
نسبا وافضلهم حسبًا وكان علومهم عن
ابائهم متصل بجدهم صلى الله عليه
واله وسلم وبالوراثة واللدينة كذا
عرفهم اهل العلم والتحقيق واهل الكشف
والتوفيق ويؤيد هذا المعنى اى ان
مراد النبي صلى الله عليه وسلم الائمة
الاثنا عشر من اهل بيته ويشهده و
يرجحه حديث الثقلين والاحاديث
المتكثرة المذكورة في هذا الكتاب وغيرها
واما قوله صلى الله عليه وسلم كلهم تجتمع
عليه الامة في رواية عن جابر سمره
فمراده صلى الله عليه وسلم ان الامة
يجتمع على الاقرار بامامة كلهم وقت
ظهور قائمهم المهدي رضي الله عنهم۔

بنو ہاشم ہوں گے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اس حدیث
کا اطلاق شاہان بنی عباس پر ہو سکے۔ کیونکہ وہ
بارہ سے زیادہ تھے اور آئمہ مودۃ میں وہ شریک
نہ تھے اور نہ حدیث کساء ان پر حاوی تھی۔ لہٰذا
اب لابدی امر یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرتؐ کی عترت
اہلبیت کے بارہ اماموں پر ہی منطبق ہوتی ہے۔
کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے
زیادہ عالم زیادہ بزرگی والے زیادہ پرہیزگار اور
زیادہ متقی تھے اور نسب و حسب میں ان سب
سے زیادہ بڑھ کر تھے اور خدا کے نزدیک سب
سے زیادہ مکرم۔ اور ان کے علوم اپنے آباؤ
اجداد کے سلسلہ سے براہ راست ان کے جد معظم
جناب رسول خدا سے ان تک پہنچے ہوئے تھے
یہ علوم ان کو وراثتاً بھی حاصل ہوئے اور لدنی
بھی تھے۔ یہ سب واقعات اس امر کے موید ہیں
کہ آنحضرتؐ کی مراد اپنے اہل بیت و ذریت و
عترت کے بارہ اماموں سے تھی اور اس کی تائید
تقویت حدیث ثقلین اور دیگر احادیث سے جو اس
کتاب میں مذکور ہیں ہوتی ہے۔ اور جابر ابن سمرہ کی
روایت میں جو یہ الفاظ مزید ہیں کہ تمام امت ان پر
مجتمع ہو جائے گی تو اس سے آنحضرتؐ کی مراد یہ تھی
کہ جناب قائم آل محمد امام مہدی علیہ السلام کے
ظہور کے وقت تمام اُمت ان سب کی امامت
کی قائل ہو جائے گی۔

ینابیع المودۃ الباب السابع والسبعون فی تحقیق حدیث بعدی اثنا عشر خلیفہ۔

اس فاضلانہ تحریر سے بہت سے مفید نتائج برآمد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔
حدیث ائمہ اثناء عشر۔ حدیث ثقلین و آیہ مودۃ میں صرف آنحضرتؐ کی عترت اہلبیت کے
بارہ امام ہی مراد ہیں۔ خلفاء ثلاثہ پر اس وجہ سے عاید نہیں ہوتی کہ وہ بارہ سے کم تھے یہاں فاضل
مؤلف نے اپنے مذہب کی لاج رکھی ہے ورنہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہات تھیں۔ جن

کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرات ثلاثہ پر یہ حدیث ائمہ اثناء عشر حاوی نہیں ہوتی۔ چنانچہ بنو امیہ و بنو عباس کے بادشاہوں کے متعلق چونکہ مذہب نے ان کا منہ بند نہیں کیا تھا۔ لہٰذا وجوہات پوری دی گئیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) وہ بنو ہاشم میں سے نہ تھے۔

(۲) ان کے مظالم فاحش اور اظہر من الشمس ہیں۔

(۳) آیۂ مودۃ میں وہ شامل نہیں۔

(۴) حدیث کساء میں وہ داخل نہیں۔

(۵) ان کا علم و ورع و زہد و اتقاء آنحضرتؐ کی عترت کے بارہ اماموں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھا

(۶) وہ لوگ حسب و نسب میں ان ائمہ عترت طاہرہ سے بہت کم تھے۔

(۷) وہ لوگ معصوم نہ تھے۔ لہٰذا قابلِ اطاعت نہ تھے۔ برخلاف ان کے عترتِ طاہرہ کے بارہ امام معصوم تھے۔ لہٰذا قابلِ اطاعت تھے۔

(۸) ائمہ عترت طاہرہ کا علم براہ راست آنحضرتؐ سے ماخوذ تھا۔ اور ان کو خود بھی علم لدنی حاصل تھا۔ یہ صفات ان کے غیر میں نہ تھیں۔

اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ افضل کی موجودگی میں مفضول امام و پیشوا نہیں ہو سکتا۔ ہے تو یہ بالکل بدیہی امر اور عقل اس کی ہی مقتضی ہے۔ لیکن علمائے حکومت سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کو جائز کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ نائب رسول و خلیفۂ نبی سب سے افضل ہو، خلیفۂ رسول اور لوگوں کی نسبت علم و فضل و زہد و عقل و ذکاوت ذہانت و اتقاء و پرہیزگاری ایمان و عبادت میں بہت کم ہو سکتا ہے، صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو غلبہ حاصل ہو۔ ان بزرگوں نے اپنی ضد میں اس مسئلہ کو یہاں تک اس کے منطقی درجہ پر پہنچایا ہے کہ ہر ایک عامی دھنیا جولاہا امامت نماز کر سکتا ہے اور متقی و پرہیزگار و عالم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ حسام الدین سہارنپوری اپنی کتاب مرافض میں، احمد بن عبدالقادر عجیلی اپنی کتاب ذخیرۃ المآل میں، مولوی محمد مبین لکھنوی وسیلۃ النجاۃ میں، ولی اللہ لکھنوی مراۃ المومنین میں، اور مولوی حسن الزمان قول مستحسن میں اس امر کے مقر ہیں کہ اہل بیت سے مراد عترت نبوی ہیں۔ جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اور ان میں حضرت علی علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

علامہ عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب میں الفاظ آل و اہل بیت و عترۃ و ذوی القربیٰ کی تحقیق میں مقالات لکھے ہیں۔ ہم ان میں سے چند اقتباسات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

آل کی تحقیق۔ لغت میں آل کا لفظ خاص قرابت داروں اور گھر کے لوگوں کے لئے وضع ہوا ہے بعض کے نزدیک آل اصل وضع میں اہل تھا۔ (ہ) ہمزہ سے بدل گیا جیساکہ ہیہات

اور ایہات میں ہا ہمزہ سے بدلا ہے۔ پھر توالی ہمزتین کی وجہ سے ایک ہمزہ الف سے بدل گیا اس لیے اس کی تصغیر (اہیل) مستعمل ہے۔ کسائی امام نحو کے نزدیک اس کی تصغیر (اویل) بھی آئی ہے"......

"ابن عرفہ کہتے ہیں کہ آل سے وہ قریبی رشتہ دار مراد ہیں جو کسی شخص کی طرف قرابت میں رجوع کریں اور یہ ماخوذ ہے لفظ اویل سے کہ اس کے معنی رجوع کے ہیں (کتاب الغریبین لابی عبید احمد محمد بن ابی عبید العبدی) ابن درید جمہرہ میں لکھتا ہے کہ آل سے قریبی رشتہ دار مراد ہیں۔

"اس بات کے مبین کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کون ذوات مقدسہ ہیں۔ علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک ازواج مطہرات اور جناب علی مرتضٰے اور جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل امجاد ہیں۔ اور ایک گروہ نے وہ اشخاص مراد لیے ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے۔ یعنی اولاد عبدالمطلب، تیسرے گروہ نے پیروان دین کو بھی آل میں داخل کیا ہے اور ایک گروہ نے آل سے صرف ذاتِ جناب علی و جناب سیدہ اور حسنین علیہم السلام کو مراد لیا ہے"

پھر ایک فصیح اعرابی کا یہ مقولہ کہ کسی آدمی کے گھر کے لوگوں کو خاص کر اس کی آل کہا جاتا ہے اور کمال الدین بن طلحہ شافعی کے حوالہ سے علامہ موصوف لکھتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل آپ کے اہلبیت ہیں اور اہل بیت آل ہیں۔ پس یہ دونوں معنی میں متحد ہیں۔ اور اس کی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے۔ کہ آل اصل میں اہل ہے۔ اس تقریر سے یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ آل سے مراد اہل بیت ہے۔ اب رہا یہ امر کہ آل اور اہل بیت سے کون کون ذواتِ مقدسہ مراد ہیں۔ پس حدیث مندرجہ ذیل اس کی تعین کے لیے کافی ثبوت ہے۔

عن شهر بن حوشب عن ام سلمه قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لفاطمه ائتني بزوجك وابنيك فجاءت بهم فالقى عليهم رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كساء ثم قال اللهم هؤلاء آل محمد فاجعل صلوٰتك وبركاتك عليهم جعلت صلوٰتك وبركاتك على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد۔

(اخرجہ البیہقی)

شہر بن حوشب جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ بہ تحقیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ سے کہا کہ اپنے خاوند اور دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لے آؤ اور جب وہ اپنے ہمراہ لائیں تو آنحضرتؐ نے ان پر اپنی چادر اڑھا دی اور فرمایا اے میرے پروردگار یہ آل محمد ہے تو اپنی رحمت اور برکت ان پر نازل کر جیسے کہ تو نے ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر نازل کی ہے۔ بے شک تو ہے ستودہ اور برگزیدہ۔

ان تمام امور میں کمال الدین بن طلحہ شافعی مطالب السئول میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

فالمعانی کلہا مجتمعۃ فیہم علیہم السلام فانہم اہلبیتہ وقوم علیہم الصدقۃ وہم داشون بدینہ والمتبعون منہاجہ وسبیلہ فاطلاق اسم الآل علیہم حقیقۃ وعلیٰ غیرہم مجازاً بالاتفاق۔

یعنی آل کے تمام معانی ان چار ذوات مقدسہ یعنی علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام میں مجتمع ہیں کیونکہ یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت ہیں اور ان ہی پر صدقہ حرام ہے اور یہی حضورؐ کے دین کے پورے پیرو ہیں اور یہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔ پس آل کے نام کا حقیقت میں ان ہی پر اطلاق ہوسکتا ہے اور ان کے غیر پر صرف مجازاً ہی بولا جاسکتا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہل بیت میں جس قدر کہ احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان میں کسی جگہ لفظ آل کا اور کسی جگہ لفظ ذریت کا اور کسی جگہ لفظ عترت کا استعمال ہوا ہے۔ پس ان تمام الفاظ کا مفہوم خاص اہل بیت ہی ہوسکتے ہیں۔ تمام مومنین پر آل کا حمل ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس کے ماسوا باتفاق اہل سنت وجماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص متبع سنتِ نبوی نہیں گذرا۔ پس اگر آل کا لفظ عام ہوتا اور اس سے متبعین مُراد ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ سے برأت واپس لے کر جناب علیؑ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہل میں سے ایک آدمی لے جائے گا۔

عن ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکر بسورۃ التوبۃ وبعث علیاً خلفہ فاخذہا منہ وقال لا یذہب بہا الا انا او رجل من اہلبیتی ہو منی وانا منہ۔ (اخرجہ احمد والنسائی)

یعنی ابن عباس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورہ توبہ دے کر بھیجا اور پھر ان کے پیچھے جناب علی کو روانہ کیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر سے اس سورت کو لے لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوئی نہیں لے جائے گا مگر میں یا میرے گھر کا کوئی آدمی جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔

اہل بیت کی تحقیق..... اس امر کے متعین کرنے میں کہ اہلبیت نبوی کون کون ذوات مقدسہ تھے۔ متقدمین نے اختلاف کیا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف بنو ہاشم مراد ہیں۔ بعض نے بنی قصی اور بعض نے تمام قریش کو شامل کیا ہے۔ زید ابن ارقم کے نزدیک صرف بنی عبدالمطلب ہیں۔ سعید بن جبیر کے نزدیک ازواج مطہرات اور اولاد اہل بیت ہیں۔ مقاتل اور ابوسعید خدری اور انس بن مالک اور ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے نزدیک صرف اہل عبا مُراد ہیں اور آیہ تطہیر صرف ان ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور قتادہ وغیرہ تابعین بھی اسی کے قائل ہیں.........

عترت کی تحقیق...... پس اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت یعنی اولاد جناب

امیر علیہ السلام کی جو جناب سیدہؑ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت کہلاتی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مہذب میں لکھتے ہیں۔

عترۃ الذین ینسبون الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو اولاد فاطمہ۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت وہ لوگ ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اور وہ جناب سیدہ کی اولاد ہیں۔

بعض اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ اولاد بنت ذریت میں داخل نہیں۔ باوجودیکہ بیٹی کی اولاد کا ذریت میں داخل ہونا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ جس کی بحث ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔

"یہ لفظ بھی اہل عبا کے سوا دوسروں کی شان میں وارد نہیں ہوا۔

ذی القربٰی کی تحقیق۔ ذی القربٰی سے بھی یہی ذوات مقدسہ مُراد ہیں۔ چنانچہ امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الآیۃ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ قالوا من قرابتك ھؤلاء الذین وجبت علینا مودتھم قال علی وفاطمہ وابناھما (اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم والدیلمی والثعلبی)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا کہ ترجمہ یہ ہے کہ کہدے یارسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اپنی رسالت کی اُجرت مگر قریبیوں کی مودّت تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی مودّت کو خدا نے ہم پر واجب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

عن زاذان عن علی قال فینا اھل البیت فی حم ایت لا یحفظ مودتنا الا کل مومن ثم قرء قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ (اخرجہ ابو الشیخ)۔

مروی ہے زاذان سے کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ سورہ حٰم میں ہم اہلبیت کی شان میں ایک آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم اہل بیت کی مودۃ کو محفوظ نہیں رکھے گا مگر ہر مومن پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا کہ کہدے یارسول اللہ نہیں مانگتا میں تم سے اس کی اُجرت مگر قریبیوں کی مودّت۔

ختم ہوئی عبارت منقول از ارجح المطالب صفحات ۳۹۴ لغایت ۳۲۴ باب سوم مولوی محمد علی حیدر اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۱۱۹ میں آنحضرتؐ کے اقوال اس بارہ میں نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

"متعدد حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؑ کی نسل کو اپنی نسل اور اپنی ذریت کو صلب جناب امیرؑ سے ظاہر ہونا بیان فرمایا اور متعدد مرتبہ جناب امیر کو ابوولدی

یعنی میرے بچوں کے باپ فرمایا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں وہ خطبہ نقل کریں جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے حضرت علیؑ واہل بیت علیہم السلام کی شان میں فرمایا تھا۔ اس خطبہ کو تاج المحدثین ابو احمد بن عبداللہ الاصبہانی نے کتاب منقبۃ المطہرین میں مع اسناد کے درج کیا ہے۔

عن جابر بن عبد الله قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما ومعه علی والحسن والحسین فخطبنا فقال ایها النّاس ان هؤلاء اهل بیت نبیکم قد شرفهم الله بکرامته واستحفظهم سره واستودعهم علمه فهم عماد الدین وشهداء علی امته براهم قبل خلقه اذهم اظلة تحت عرشه نجباء فی علمه ارتضاهم واصطفاهم فجعلهم علماء وفقهاء لعباده ودلهم علی صراطه فهم الائمة المهدیة والقادة الداعیه والامة الوسطی والرحم الموصوله هم الکهف الحصین للمومنین ونور ابصار المهتدین وعصمة من لجا الیهم ونجاة لمن احترز بهم یغتبط من والاهم ویهلك من عاداهم ویفوز من تمسك بهم الراغب عنهم مارق من الدین والمقصر عنهم زاهق واللازق بهم لاحق فهم الباب المبتلی به من اتاهم نجی ومن اباهم هوی هم حطة لمن دخله وحجة الله علی من جهله الی الله یدعون وبامر الله یعملون وبآیاته یرشدون فیهم نزلت الرسالة وعلیهم هبطت ملائکة الرّحمة والیهم بعث الروح الامین تفضلا من الله ورحمة

جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسولِ خدا مجلسِ صحابہ میں برآمد ہوئے اور آپ کے ساتھ علیؑ وحسنؑ وحسینؑ تھے پس آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے لوگو یہ جو میرے ساتھ ہیں تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اُن کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اپنا راز ان میں محفوظ فرمایا ہے۔ اپنا علم ان میں ودیعت کیا ہے یہ دین کے ستون ہیں نبی کی امت پر شاہد ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان کے نور کو اپنی مخلوق سے پہلے خلق فرمایا۔ چنانچہ وہ اس کے عرش کے نیچے موجود تھے اور اس کے علم سے منتخب تھے۔ ان کو برگزیدہ کیا اور منتخب کیا ان لوگوں کو اپنی مخلوق کے لئے عالم وفقیہ مقرر کیا۔ اور اپنے راستہ پر انہیں چلایا۔ پس وہ ہادیٔ دین اور ائمہ وسطیٰ ہیں یہ ہی لوگ مومنین کے لئے مضبوط قلعہ ہیں اور ہدایت تلاش کرنے والوں کی آنکھوں کے نور ہیں یہ گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں اس کو جو ان کی طرف اپنی التجا لے جاتا ہے اس کے لئے نجات ہیں جو ان کے سایہ میں پناہ لیتا ہے سرفراز ہوتا ہے وہ جو ان سے محبت رکھتا ہے۔ ہلاک ہوتا ہے جو ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ جو ان سے تمسک کرتا ہے وہ اپنا مقصد پاتا ہے جو اُن سے علیٰحدگی اختیار کرتا ہے۔ وہ دین سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے یہ باب مبتلیٰ ہیں جو ان کے پاس آیا اس نے نجات پائی جس نے ان کے حق سے انکار کیا

وانا ھم مالو یوت احد امن العالمین فعندھم بحمد اللہ مایلتمس و یحتاج من العلم والھدی فی الدین وھم النور من الضلالۃ عند دخول الظلم وھم الفروع الطیبۃ من الشجرۃ المبارکۃ وھم معدن العلم واھل بیۃ الرحمۃ وموضوع الرسالۃ ومختلف الملائکۃ الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

وہ گمراہ ہوا۔ یہ باب امن ہیں ان کے لئے جوان میں داخل ہوا یہ اس کے لئے حجت خدا ہیں جس نے خدا کو بھلا دیا۔ یہ لوگوں کو خدا کی طرف لے جاتے ہیں خدا کے حکم سے کام کرتے ہیں اور اس کی آیات سے ہدایت کرتے ہیں اور ان کے درمیان رسالت نازل ہوئی اور ان کے اوپر ملائکہ رحمت اُترے ان کی طرف روح الامین آئے اور فضل و برکت لائے اور وہ چیز ان کو پہنچائی جو عالمین میں سے کسی تک نہیں پہنچی تھی خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کے پاس وہ شے ہے جس کی لوگ خواہش کرتے ہیں اور جس کے محتاج ہیں یہ دین کی ہدایت ہیں یہ نور ہیں تاریکی سے بچانے کے لئے جب دنیا پر تاریکی چھا جائے گی۔ یہ مبارک درخت کی مبارک اور طیب شاخیں ہیں۔ یہ معدن علم ہیں اہل بیت رحمت ہیں جن سے خداوند تعالیٰ نے رجس کو دُور کر کے انہیں پاک و پاکیزہ بنا دیا۔"

غرضیکہ ثابت ہوا کہ آل و عترت و اہل بیت ذوی القربیٰ سے ایک ہی جماعت ذواتِ مقدسہ مراد ہیں اور وہ حضرت علی و جناب فاطمہ، جناب حسن و جناب حسین علیہم السلام اور نو فرزندان امام حسینؑ تا حضرت محمد مہدی قائم آل عبا ہیں۔ ان وجوہات کا خلاصہ جن کی بناء پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں یہ ہے۔

(۱) خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تشریح فرما دی کہ اہلبیت و آل و عترت و ذوی القربیٰ سے یہی بزرگوار مُراد ہیں اور یہ کہ آپ کی عترت میں جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام شامل ہیں۔

(۲) آنحضرتؐ کی یہ تفسیر و تشریح لغت عرب کے مطابق ہے۔

(۳) اب اُمت میں سے کسی کا حق نہیں کہ آنحضرتؐ کے قول کی تردید کر کے کسی اور کو اس میں شامل کرے۔

(۴) خود حضرات ابو بکر و عمر کے ارشادات کے مطابق حضرت علی عترت رسولؐ ہیں۔

(۵) جو فضائل و صفات اہل بیت رسول و عترت نبی ذوی القربیٰ کے نص قرآنی و حدیث رسول سے ثابت ہیں اور جو عترتِ رسول میں ہونے چاہئیں ان کا اطلاق سوائے ان حضرات کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

ناظرین کو تعجب ہوگا کہ ایسی بدیہی بات میں چند علماء کا اختلاف کیسا اور پھر اُن کے اختلاف کی بنیاد ایسی کمزور۔ شاعر کہتا ہے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج تا ثریا مے رود دیوار کج

سقیفہ بنی ساعدہ میں جو خلافت اسلامیہ کی بنیادی اینٹ رکھی گئی وہ ہی ٹیڑھی تھی آخر تک وہ کج باقی ہی رہا۔ اور اس کج کے اوپر جو عمارت بنی وہ بھی ٹیڑھی۔ لہٰذا اس ٹیڑھی عمارت کو سیدھا ثابت کرنے کے لیے جو بحث کی جائے گی وہ بھی ٹیڑھی ہی ہوگی۔ اس بنیادی کج کو چھپانے کے لیے یہ بحثیں کرنی پڑی۔ قولِ رسولؐ کو توڑتے ہیں مروڑتے ہیں اور اپنے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جناب رسولِ خدا نے اقوال و افعال کی تصریح اس خوبی سے اُمت کے سامنے کر دی ہے کہ یہ کج ظاہر ہی ہو جاتا ہے اور حکم خداوندی ہو چکا ہے :-

نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون۔

بابِ یازدہم

جناب محمدؐ مصطفےٰ اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرماتے ہیں اور اُمّت کے سامنے اسکا اعلان کر کے رسُوم جانشینی ادا کرتے ہیں۔

آفتابِ رسالت کا رُخ مغرب کی طرف ہو چکا ہے اور حبیب کی طرف سے محبوب کو پیغامِ ملاقات مل چکا ہے۔ وصل کی تیاریاں شروع ہو رہی ہیں اور جو کام رفیق اعلیٰ کی طرف سے سپرد ہوا تھا اُس کی پابندگی و استقلال و اجراء کا انتظام آپ فرما رہے ہیں اس کے لئے سب سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ اُمّت کو بلا کسی شبہ کے معلوم ہو جائے کہ آپ کے بعد کون اس کام کو بوجہ احسن چلانے کے لئے موزوں ہے۔ اور کس کو آپ نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ نے بحکم خداوندی اپنے خلیفہ و جانشین کا اعلان بمقام غدیر خم تمام اُمت کے روبرو اس طریقہ سے کر دیا کہ پھر کسی کو جائے انکار نہ رہے۔ ہمارے اس مضمون کی ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

(۱) حکم اعلان منجانب خداوند تعالےٰ۔ آنحضرتؐ نے شروع زمانہ نبوت سے اب تک بار بار اور نہایت صحیح طریقے سے لوگوں کو جتا دیا تھا کہ میرے بعد اس کارِ ہدایت کو انجام دینے کے لئے خداوند تعالیٰ نے علیؑ کو مقرر کر دیا ہے اور وہی میرے خلیفہ و جانشین ہوں گے۔ اس بار بار کی فہمائش نے کسی کے دل میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی تھی۔ بہت سے لوگ تھے جو بوجوہات چند در چند اس انتظام سے خوش نہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ علیؑ اس حکومت و مسندِ ہدایت کے ولی و وارث ہوں۔ لہٰذا آنحضرتؐ اُس ہی فہمائش و اظہار متواترہ کو جواب تک

(۱) حکم اعلان منجانب خداوند تعالےٰ۔

عقیدہ عدم استخلاف کا خلاف عقل ہونا

اس عبارت پر ہم نے اس کتاب کے باب سیزدہم میں بحث کی ہے یہاں صرف چند امور کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں :-

جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی حضرت ابوبکرؓ کو بھی خیال آگیا۔ حضرت عمرؓ کو بھی خیال آگیا۔ انصار کو بھی خیال آگیا۔ غرض کہ اُمت کے بچے بچے کو یقین ہوگیا کہ تقرر جانشین رسول و والی امور مسلمین ضروری ہے۔ بغیر کسی یاد کے جاننے کے یہ خیال آگیا۔ جناب رسول خدا نے اپنے مرض الموت میں اسی ضرورت کی طرف توجہ دلاکر اپنی وصیت لکھنی چاہی تو فرمادیا گیا کہ یہ تو مرض کے ہذیان کی وجہ سے آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ ہمارے لئے محض کتاب خدا ہی کافی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو سب کو یک لخت خیال آگیا کہ اُمت کے لئے تو ایک ہادی و حاکم کی ضرورت ہے۔ پھر ان بزرگوں میں سے کسی نے نہ کہا کہ حسبنا کتاب اللہ اور نہ ہی اپنے اس قضیہ کے طے کرنے کے لئے کتاب خدا کی طرف رجوع کیا۔ اب تو حضرت عائشہ نے حضرت عمرؓ کو صلاح دی کہ محمدؐ کی اُمت کو بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا چاہیئے ورنہ فتنہ وفساد پیدا ہوگا۔ اپنے شوہر بزرگوار سے یہ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دو اور دو چار کی طرح نتیجہ نکلا کہ آنحضرتؐ سے یہ کسی نے اس وجہ سے عرض نہ کیا کہ سب کو معلوم تھا کہ آنحضرتؐ علیؑ کو اپنا جانشین مقرر فرما چکے ہیں ابھی دو مہینہ کے قریب ہی عرصہ گذرا کہ اس کا اعلان بھی کردیا ہے۔ اب ان سے کیا پوچھیں اور ان کو کیا صلاح دیں۔ اب تو اس جماعت کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی تدبیر سے حضرت علیؑ کو حکومت نہ ملے۔ فقرہ حسبنا کتاب اللہ اپنے وقت پر کام کرچکا تھا۔ اب اُس کی نہ تو ضرورت تھی اور نہ ہی اس سے اس مقصد میں کچھ نفع حاصل ہوسکتا تھا یا دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آنحضرتؐ پر بھروسہ نہیں تھا کہ صحیح انتخاب فرمائیں گے لہٰذا اُن سے یہ عرض نہ کی۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پر بھروسہ تھا لہٰذا ان سے اُمت کے لوگوں نے بھی اور حضرت عائشہ نے بھی عرض کی کہ آپ اپنا جانشین مقرر کردیں۔ یہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کونسی صحیح و درست وجہ تھی ایک اور بات بھی ملاحظہ ہو۔ جو کل کے مسلمان تھے ان کو تو یہ ڈر اور خیال پیدا ہوا کہ مرنے کے بعد ہم سے خداوند تعالیٰ دریافت کرے گا کہ تم نے محمدؐ کی اُمت پر کس کو حاکم اور والی مقرر کیا لیکن خود محمدؐ کو نہ یہ ڈر ہوا اور نہ یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے یہ سوال خداوند تعالیٰ کے دربار میں کیا جائے گا کیا آپ اس کو مانتے ہیں اور اگر جناب رسول خدا کا خیال ادھر نہ گیا تھا تو خداوند تعالیٰ کو بھی یاد نہ آیا اور اپنے نبی کے جانشین کا انتظام نہ کیا۔ معراج میں اپنے پاس بلایا۔ اتنا نزدیک کہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ۔ راز و نیاز کی باتیں کیں۔ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ۔ اور یہی بتانا بھول گئے حالانکہ اپنے پہلے سب انبیاء کے لئے اُن کے جانشین کا انتظام کرالیا تھا۔ اب فرمایئے عدم استخلاف کا عقیدہ محال عقلی ہے یا نہیں۔ غور کیجئے کیا اس کے برخلاف یہ عقیدہ مطابق عقل و واقعات ہے یا نہیں کہ جناب رسول خدا کا تعلق خداوند تعالیٰ سے براہ راست بذریعہ وحی تھا اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رسول مقرر کرکے بھیجا تھا۔ اس رسول کی جتنی عمر ہونی تھی وہ بھی اسے معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم تھا کہ دس یا بیس سال

ہو چکا تھا کافی سمجھ کر خاموش تھے لیکن مشیت ایزدی نے چاہا کہ حجت کا شائبہ بھی باقی نہ رہے اور کسی کے لئے اس عذر کی گنجائش نہ رہے کہ ہم تک یہ فرمان آنحضرتؐ کا نہیں پہنچا تھا۔ تمام اُمت کے سامنے باقاعدہ طریقے سے اس کا اعلان ہو جائے لہٰذا تاکیدی حکم اعلان ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط

پارہ ۶ سورۃ المائدہ ع ۱۰۔

اے رسول (اُمت تک پہنچا دو (وہ پیغام) جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا کی رسالت ہی ادا نہ کی۔ (تم ڈرو نہیں) خداوند تعالیٰ تم کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

(۲) موزونیت وقت ومقام وادائیگی رسوم جانشینی۔ موقعہ و وقت ومقام وطریقہ ایسا اختیار کیا گیا تھا جو اس کام کے لئے نہایت موزوں تھا۔ تمام اُمت کو ایک وقت اور ایک مقام پر یہ پیغام پہنچ گیا۔ سب کے سامنے آنحضرتؐ نے جناب علیؑ مرتضےٰ کے سر پر عمامہ باندھ کر رسم دستار بندی ادا فرمائی۔

(۳) الفاظ اعلان :۔ آنحضرتؐ نے نہایت بلیغ اور طولانی خطبہ موقعہ کے مطابق ادا فرمایا۔ اس اعلان میں منجملہ دیگر الفاظ کے یہ دو ارشادات نہایت صریح اور بہت مشہور ہیں۔

(الف) قال کان دعیت فاجبت انی تارك فیکم الثقلین احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا۔

آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے میری طلبی ہوئی ہے اور میں نے لبیک کہی ہے میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ خدا کی کتاب اور میری عترت پس دیکھو کہ تم ان سے میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو، وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔

(ب) ثم قال یا ایھا الناس ان اللہ مولای وانا مولی المومنین وانا اولیٰ بھم من انفسھم فمن کنت مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔

پھر فرمایا اے لوگو! خداوند تعالیٰ میرا مولا یعنی آقا ومالک ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور ان کی جانوں کا مالک ہوں۔ پس جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے چھوڑ دے اس کو جو علیؑ کو چھوڑ دے۔

(۴) بیعت علیؑ۔ اس کے بعد آپ نے ایک خاص خیمہ نصب کرا دیا جس میں حضرت علیؑ نے

(۲) موزونیت وقت ومقام وادائیگی رسوم جانشینی
(۳) الفاظ اعلان
(۴) بیعت علیؑ

بیٹھ کر جناب رسول خدا کے حکم سے تمام اُمت سے بیعت لی اور تمام اُمت نے آپ کو مبارکباد دی اس میں مرد و عورت سب شامل تھے۔

(۵) نزول آیت تکمیل :- جب آنحضرتؐ کا خطبہ ختم ہوا اور اعلان سُنا دیا گیا۔ تو ابھی منبر سے نہیں اُترے تھے کہ یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

(۵) نزول آیت تکمیل

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ پارہ ۶ سورۃ المائدہ ع ۱۔

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لئے اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو بطور دین کے تمہارے لئے میں نے پسند کیا۔

(۶) جماعت مخالف کا اضطراب :- اس اعلان سے منافقین و دشمنان علی کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ ان کی ساری اُمیدوں پر پانی پھرتا ہوا نظر آنے لگا۔ ان میں کی ایک جماعت نے جناب رسول خدا کے اُوپر وادی عقبہ میں حملہ کیا جب آپ وہاں سے گزر رہے تھے اور جب آنحضرتؐ مدینہ میں پہنچے تو اس گروہ کا ایک نمائندہ آنحضرتؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ تم نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ ہم نے قبول کیا۔ تم نے کہا کہ تمہارے اُوپر آسمان سے قرآن نازل ہوا ہے۔ ہم نے قبول کیا۔ تم نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم دیا وہ ہم نے مان لیا اب تم اپنے ابن عم کو ہماری گردنوں پر سوار کرتے ہو۔ کیا یہ بھی خدا کی طرف سے ہے۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی خدا کی طرف سے ہے، اس پر وہ اعرابی یہ کہہ کر چلنے لگا کہ خداوندا اگر یہ تیری طرف سے ہے جو محمدؐ نے کہا ہے تو میرے اُوپر آسمان سے ابھی عذاب نازل کر۔ ورنہ محمد صلعم کو اپنے عتاب میں لے، ابھی اپنے ناقہ تک نہیں پہنچا تھا کہ آسمان سے پتھر اس کے سر پر گرا اور وہیں مر گیا اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(۶) جماعت مخالف کا اضطراب

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ۔ (پارہ ۲۹ سورۃ المعارج ع ۱)

یعنی مانگنے والے نے اُوپر سے گرنے والے پتھر کے عذاب کو مانگا جس سے کافرین کو کوئی بچا نہیں سکتا خدائی درجات والے کی طرف سے نازل ہونے والا عذاب۔

لغت وَقَعَ بالتحریک۔ سنگ یعنی پتھر۔ وَقِیْع شمشیر تیز کردہ بسنگ۔ پتھر سے تیز کی ہوئی تلوار۔ وَاقِع مرغ فرود آیندا ز ہوا۔

(۷) ترتیب واقعات۔ یہ واقعات اور ان کے واقع ہونے کی ترتیب بتا رہی ہے کہ یہ خلافت بلافصل علی ابن ابی طالب کا اعلان تھا جو اس طرح کیا گیا۔

(۷) ترتیب واقعات

اس باب میں ان سات امُور پر بحث کی جائے گی۔

امر اوّل۔ تاکیدی حکم اعلان منجانب خدا

امر اوّل۔ تاکیدی حکم اعلان منجانب خدا

محدثین جلیل الشان نے جن کے اسماء گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ثابت کیا ہے کہ آیۂ کریمہ

یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ الآیہ روز غدیر خم آنحضرت کے خطبہ سے قبل نازل ہوئی تھی۔

(۱) ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد المعروف ابن ابی حاتم (۲) احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی (۳) احمد بن موسیٰ بن مردویہ (۴) احمد بن محمد الثعلبی (۵) ابونعیم احمد بن عبداللہ (۶) علی بن احمد الواحدی (۷) مسعود بن ناصر السجستانی (۸) عبداللہ بن عبید الحسکانی (۹) ابن عساکر علی بن الحسن (۱۰) محمد بن عمر الرازی (۱۱) محمد بن طلحۃ الشافعی (۱۲) عبدالرزاق بن رزق اللہ (۱۳) حسن بن محمد النیسابوری (۱۴) علی بن شہاب الدین الہمدانی (۱۵) علی بن محمد المعروف ابن الصباغ (۱۶) محمود بن احمد العینی (۱۷) عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۱۸) محمد محبوب بن صفی السیدیہ (۱۹) حاجی عبدالوہاب بن محمد (۲۰) جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی (۲۱) شہاب الدین احمد (۲۲) میرزا محمد بن معتمد خان۔

روایت ابو محمد عبدالرحمٰن بن محمد المعروف ابن ابی حاتم

اس آیہ کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی درمنثور میں لکھتے ہیں۔

واخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر عن ابی سعید الخدری قال نزلت ھذہ الایۃ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم فی علی بن ابیطالب

ابن ابی حاتم وابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیہ یاایہا الرسول بلغ الآیۃ رسولؐ خدا پر غدیر خم کے روز علی بن ابی طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

جلال الدین سیوطی کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۸۔

روایت ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن شیرازی

الواحدی فی اسباب نزول القرآن باسناد عن الاعمش وابی الحجاف عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری وابوبکر الشیرازی ما نزل من القرآن فی علی بالاسناد عن ابن عباس المرزبانی فی کتابہ عن ابن عباس قال نزلت ھذہ الایۃ یاایھا الرسول بلغ الایۃ یوم غدیر خم فی علی ابیطالب۔

واحدی نے اپنی کتاب اسباب نزول القرآن میں اعمش وابوسعید الخدری سے اور ابوبکر شیرازی نے اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی میں ابن عباس سے اور مرزبانی نے اپنی کتاب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت یاایہا الرسول بلغ الآیہ بروز غدیر خم حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی۔

واحدی۔ اسباب نزول القرآن۔ ابن شہر آشوب کتاب المناقب۔

روایت ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی

ابن مردویہ کا اس آیۂ شریفہ کا روز غدیر خم حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہونے کا ذکر کرنا جلال الدین سیوطی کی عبارت ماسبق سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہی درمنثور میں اس طرح

لکھا ہے۔

اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ان علیاً مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس۔

ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم اس آیہ شریفہ کو زمانہ رسولؐ خدا میں اس طرح پڑھا کرتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے رسولؐ تم تک جو پیغام پہنچا ہے کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے اس کو تم (اپنی امت تک پہنچا دو) تبلیغ کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے ساری رسالت کی تبلیغ نہیں کی اور خداوند تعالےٰ تم کو لوگوں کے شر سے بچائے گا۔

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۸۔

روایت ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی

اپنی تفسیر کشف البیان عن علوم القرآن میں ثعلبی تحریر کرتے ہیں:۔

قال ابو جعفر محمد بن علی معناه بلغ ما انزل الیك من ربك فی فضل علی بن ابی طالب فلما نزلت هذه الآیة اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید علی فقال من کنت مولاه فعلی مولاه اخبرنا ابو القاسم یعقوب بن احمد بن السری انا ابوبکر محمد بن عبد اللہ بن محمد نا ابو مسلم ابراهیم بن عبد اللہ الکجی نا حجاج بن منهال نا حماد عن علی بن زید عن عدی بن ثابت عن البراء قال لما نزل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع کنا بغدیر خم فنادی ان الصلوٰة جامعة وکسح للنبی صلی اللہ علیہ وسلم تحت شجرتین فاخذ بید علی فقال الست اولی بالمؤمنین من انفسهم قالوا بلی یا رسول اللہ قال الست اولی بکل مومن من نفسه قالوا بلیٰ قال هذا مولا من انا مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

ابو جعفر محمد بن علی فرماتے ہیں کہ یہ آیہ بلغ ما انزل الایہ حضرت علی بن ابیطالب کی فضیلت میں نازل ہوئی تو جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولیٰ ہے۔ ہمیں خبر دی ابو القاسم یعقوب بن احمد السری نے (اسمائے رواۃ چھوڑ کر) کہ براء بن عازب کہتے ہیں۔ کہ جب ہم جناب رسولِ خدا کے ساتھ حجۃ الوداع میں غدیر خم پر آئے تو آنحضرتؐ نے صلوٰۃ جامعہ کا حکم فرمایا۔ آنحضرتؐ کے لئے دو درختوں کے نیچے منبر بنایا گیا آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کیا میں مومنین کا حاکم اور ان کے نفسوں کی والی نہیں ہوں سب نے جواب دیا کہ آپ ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں مومنین کی جانوں کا مالک نہیں ہوں سب نے کہا کہ آپ ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے۔ خداوندا دوستی رکھ اس سے جو علیؑ سے دوستی رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو علیؑ سے دشمنی رکھے

قال فلقیه عمر فقال هنیئاً لك یابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولیٰ کل مومن ومومنة اخبرنی ابو محمد عبداللہ بن القایتی نا ابو الحسین محمد بن عثمان النصیبی نا ابو بکر محمد بن الحسن السبیعی نا علی بن محمد الدهان والحسین بن ابراهیم الحصاص نا حسین بن حکم نا حسن بن حسین عن حبان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك الآیة قال نزلت فی علی امر النبی صلی اللہ علیه وسلم ان یبلغ فیه فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

پس حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابن ابی طالب تم کو مبارک ہو کہ تم نے صبح کی اور شام کی اس حالت میں کہ تم مولا ہوئے تمام مومنین و مومنات کے۔ خبر دی مجھ کو ابو محمد عبداللہ بن محمد القایتی نے (اسماء رواۃ چھوڑ کر) کہ مروی ہے ابن عباس سے۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت یا ایها الرسول بلغ الآیہ شان علی بن ابی طالب میں نازل ہوئی ہے۔ رسول خدا کو حکم دیا گیا ہے کہ اس پیغام کی تبلیغ کر دی جائے چنانچہ جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے۔

روایت ابو سعید مسعود بن ناصر السجستانی

کتاب درایة فی حدیث الولایت میں کہتے ہیں۔

عن ابن عباس قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یبلغ بولایة علی فانزل اللہ عزوجل یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك الآیة فلما کان یوم غدیر خم قام فحمد اللہ واثنی علیه وقال صلی اللہ علیه وسلم الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال صلی اللہ علیه فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واحب من احبه وابغض من ابغضه وانصر من نصرہ واعز من اعزہ واعن من اعانه۔

حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب جناب رسول خدا کو حکم دیا گیا منجانب اللہ کہ حضرت علی کی ولایت کی تبلیغ کریں۔ تو آیہ یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك الخ نازل ہوئی اسی وقت آنحضرتؐ نے غدیر خم کے مقام پر خطبہ دیا اور بعد حمد و ثناء باری تعالیٰ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم سب کی جانوں پر والی و حاکم نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ آپ ہیں تو اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ اے بار الٰہا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ محبت کر اس سے جو علیؑ سے محبت کرے۔

بغض رکھ اس سے جو علیؑ سے بغض رکھے۔ مدد کر اس کی جو علیؑ کی مدد کرے۔ یا عزیز رکھ اس کو جو علیؑ کو عزیز رکھے اور اعانت کر اس کی جو علیؑ کی اعانت کرے۔

روایت ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ الحسکانی

تفسیر مجمع البیان میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں عیاشی کہتے ہیں۔

عن ابن ابی عمیر عن ابن اذینہ عن الکلبی عن ابی صالح عن عبد اللہ بن عباس وجابر ابن عبد اللہ قالا امر اللہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان ینصب علیًا علمًا للناس فیخبرھم ولایتہ فتخوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان یقولوا حابی ابن عمہ وان یطعنوا فی ذلک علیہ فاوحی اللہ الیہ ھذہ الایۃ فقام علیہ السلام بولایتہ یوم غدیر خم و ھذا الخبر بعینہ قد حدثناہ السید ابوالحمد عن الحاکم ابی القاسم الحکانی باسنادہ عن ابن ابی عمیر فی کتاب شواھد التنزیل۔

(اسماء رواۃ چھوڑ کر) عبداللہ ابن عباس و جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے یہ دونوں کہتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ نے جناب رسولخدا کو حکم دیا کہ تمام اُمّت کے سامنے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ نصب کر دیں اور ان کی ولایت عامہ کا اعلان کر دیں۔ اس پر جناب رسول خدا صلعم کو خوف ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ سب کچھ اپنے ابن عم کی محبت کی وجہ سے کر رہے ہیں ابن عم کو بڑھاتے ہیں اور اس کا طعنہ دیں گے۔ پس اس وقت یہ آیت یا ایھا الرسول بلغ الخ نازل ہوئی فوراً جناب رسولؐ خدا نے غدیر خم پر حضرت علیؑ کی ولایت کا اعلان فرما دیا یہ روایت بالکل وہی ہے۔ جو شواھد التنزیل میں ابن ابی عمیر سے سید ابوالحمد نے ابوالقاسم سے نقل کی ہے۔

روایت ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف ابن عساکر

دیکھو جلال الدین سیوطی کی کتاب الدر المنثور الجزء الثانی صفحہ ۲۹۸ جسکی عبارت نقل ہو چکی ہے۔

روایت فخر الدین محمد بن عمر الرازی

تفسیر کبیر مفاتیح الغیب میں اس آیۂ کریمہ کی شان نزول میں لکھتے ہیں۔

العاشر نزلت ھذہ الایۃ فی فضل علیؑ ولما نزلت ھذہ الایۃ اخذ بیدہ و قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمرؓ فقال ھنیئا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولیٰ کل مومن ومومنۃ وھو قول ابن عباس والبراء

(ترجمہ) دسویں یہ آیت فضیلت علی ابن ابی طالب میں ہے اور جب وہ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ بارالٰہا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمنی رکھ اس سے جو اس سے دشمنی رکھے۔ پس حضرت عمرؓ جناب علی مرتضےٰؑ کے پاس آئے اور

بن عازب و محمد بن علی۔ کہا کہ مبارک ہو تم کو اے علی بن ابی طالب کہ تم نے
صبح کی در آنحالیکہ تم میرے اور کل مومنین و مومنات کے مولا ہوئے یہ ہی قول ابن عباس و براء بن
عازب و محمد بن علی کا ہے۔

روایت محمد بن طلحۃ القرشی والشافعی

دیکھو کتاب مطالب السئول فی مناقب آل رسول۔

روایت نظام الدین حسن بن محمد بن حسین القمی

دیکھو تفسیر غرائب القرآن در غائب الفرقان۔

سید علی بن شہاب الدین الہمدانی

ملاحظہ ہو کتاب المودۃ فی القربے جس میں اس آیۂ کریمہ کا بھی شان نزول لکھا ہے۔

شیخ نورالدین علی بن محمد المعروف ابن الصباغ

ملاحظہ ہو ان کی کتاب فصول مہمہ فی معرفۃ الآئمہ۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی

ملاحظہ ہو کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔

جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر کمال الدین سیوطی

ان کی کتاب درمنثور کے حوالے ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔

محمد محبوب عالم بن صفی الدین جعفر المعروف بدر عالم

ملاحظہ ہو تفسیر شاہی در تفسیر آیۂ مذکور۔

حاجی عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین احمد

اپنی تفسیر میں بہ تفسیر آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرًا اِلّا المودّۃ فی القربٰے
لکھتے ہیں۔

عن البراء بن عازب رضی اللّٰہ عنہ قال فی قولہ تعالٰے یا ایّھا الرّسول بلّغ ما اُنزل الیك من ربك ای بلّغ من فضائل علی نزلت فی غدیر خم فخطب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم قال من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ فقال عمر رضی اللّٰہ عنہ بخٍ بخٍ یا علی اصبحت مولای و مولٰی کل مومن و مومنۃ۔ رواہ ابو نعیم و ذکر ایضاً الثعالبی فی کتابہ۔

براء بن عازب آیۂ یا ایہا الرسول بلغ کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کی شان میں روز غدیر خم نازل ہوئی اس کے بعد فوراً جناب رسولؐ خدا نے خطبہ ادا فرمایا جس میں فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں پس اس کا یہ علی مولا ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ مبارک ہو اے علی تم کو کہ تم تمام مومنین اور مومنات کے مولا ہوئے۔ اس کو ابو نعیم و ثعالبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی المعروف بجمال الدین المحدث

اپنی کتاب اربعین فضائل جناب امیر علیہ السلام میں لکھتے ہیں۔

اقول اصل ھذا الحدیث سوی قصۃ الحارث تواتر عن امیر المومنین وھو متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایضاً رواہ جمعٌ کثیرٌ وجمّ غفیر من الصحابہ فرواہ ابن عباس ولفظہ قال لما امر النبی ان یقوم بعلی بن ابی طالب المقام الذی قام بہ فانطلق النبی الی مکۃ فقال رایت الناس حدیثی عھد بکفر ومتی افعل ھذا بہ یقولون صنع ھذا بابن عمہ ثم مضیٰ قضی حجۃ الوداع ثم رجع حتیٰ اذا کان بغدیر خم انزل اللہ عزوجل یا ایّھا الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک الآیۃ فقام منادٍ فنادی الصّلوٰۃ جامعۃ ثم قام واخذ بید علی فقال من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ اللّھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اس حدیث غدیر کی اصل سوائے قصہ حارث کے حضرت علیؑ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے جناب رسولِ خدا سے بھی تواتر کے ساتھ مروی ہے صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے اس کو روایت کیا ہے۔ ابن عباس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے رسولؐ خدا کو حکم دیا کہ علی کو اپنی جگہ جانشین مقرر کریں تو آں حضرت مکہ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ لوگ میری باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جب میں یہ اعلان کروں گا تو کہیں گے کہ اپنے ابن عم کو حکومت سپرد کر دی۔ پھر آپ گئے اور حجۃ الوداع کو ادا کیا پھر واپس ہوئے جب غدیر خم پر پہنچے تو یہ آیہ یاایّھا الرسول بلّغ ما اُنزل الیک الآیہ خداوند تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ پس آپ نے صلوٰۃ جامعہ کی منادی کرادی اور پھر خطبہ ادا کیا اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔

روایت شہاب الدین احمد

ملاحظہ ہو۔ توضیح الدلائل علےٰ ترجیح الفضائل اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دراصل اس آیۃ میں انّ علیاً مولی المومنین بھی تھا۔

روایت مرزا محمد بن معتمد خاں الحارثی البدخشی

اپنی کتاب مفتاح النجا فی مناقب آل العباء میں لکھتے ہیں:۔

واخرج ای ابن مردویہ عن زر عن عبد اللہؓ قال کنا نقرا۔ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایّھا الرّسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک انّ علیاً

ابن مردویہ نے زر سے اور انہوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم زمانۂ رسول خدا میں اس آیت میں انّ علیاً مولی المومنین پڑھا کرتے تھے۔ اور عبد الرزاق نے ابن عباس سے

مولی المومنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس واخرج عبد الرزاق الرسعنی عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الایۃ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك اخذ النبی بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخرج ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری مثلہ وفی اخرہ فنزلت الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ فقال النبی اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی والولایۃ لعلی بن ابیطالب عن ابن مسعود قال کنا نقراء علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك ان علیًا مولی المومنین فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔

روایت کی ہے کہ جب یہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الخ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے بار الٰہا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے عداوت رکھے اور ابن مردویہ نے ابوسعید خدری سے بھی یہی روایت کی ہے اور اس کے اعلان کے بعد آیۂ اکملت لکم دینکم۔ الآیہ نازل ہوئی پس آنحضرتؐ نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے اکمال دین اور اتمام نعمت پر اور اس پر کہ خداوند تعالیٰ راضی ہوا میری رسالت سے اور علی ابن ابی طالب کی ولایت سے۔

ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم زمانہ رسولؐ خدا میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ اے رسول پہنچا دے اُمت تک اس پیغام کو جو تیرے خدا کی طرف سے تجھ کو ملا ہے کہ علیؑ مومنین کا مولا ہے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا خدا کی ساری رسالت کو نہیں پہنچایا

جلال الدین سیوطی: کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۸۔ واحدی، اسباب النزول۔ ابونعیم، حلیتہ الاولیاء۔ عینی، شرح صحیح بخاری۔ فخر الدین رازی۔ مفاتیح الغیب تفسیر کبیر۔

جب اول مرتبہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ علیؑ کی خلافت کا اعلان عام کر دیا جائے تو آنحضرتؐ فتنہ وفساد وطعن کے خیال سے ذرا دل تنگ ہوتے آپ جانتے تھے کہ آپ کی امت میں اس وقت کیسے عناصر موجود تھے۔ لیکن چونکہ مشیت الٰہی میں قرار پا چکا تھا اور حجت پوری کرنی ضروری تھی اس سے ہی تکمیل رسالت ہوتی تھی لہٰذا آپ نے ارشاد کی تکمیل کی اول تو خود آیہ کریمہ کے الفاظ پر غور کرنا ضروری ہے۔ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم پہلے بھی نازل ہوا تھا لیکن اس کی تعمیل میں تاخیر ہو رہی تھی۔ لہٰذا اب ذرا تاکید و تہدید کی ضرورت ہوئی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حکم دینے والے کو معلوم ہے کہ کیوں ابھی اس کے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی۔ تعمیل کرنے والے کو لوگوں کے فتنہ وفساد کا ڈر ہے لہٰذا ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ تم کو اس فتنہ وفساد سے بچا لے گا۔ جس سے تم ڈر رہے ہو۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ اندیشہ فتنہ وفساد کس کی طرف سے تھا اور کن لوگوں سے آنحضرتؐ کی حفاظت مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے ہی فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ جن کو اس اعلان کی اطاعت نہ کرنی تھی۔ یہ آیۂ کریمہ حجۃ الوداع کے بعد غدیر خم کے روز نازل ہوئی۔ اس وقت تک تمام یہودی و نصاریٰ و کفاران مکہ مغلوب ہو چکے تھے۔ آنحضرت نے تبلیغ کا مشکل کام مکہ میں شروع کیا۔ اس وقت آپ تقریباً تن تنہا تھے۔ ہر وقت آپ کی جان خطرے میں تھی۔ کام نیا تھا۔ دشمن زیادہ تھے۔ لیکن اس وقت اس حفاظت کا ذکر نہ آیا۔ جنگہائے بدر و اُحد و احزاب وحنین ہوئیں اور اس طرح کی کوئی بات در پیش نہ آئی۔ سورہ توبہ کے تہدیدی و اشتعال انگیز احکام کفار کے مجمع کو سنائے گئے اور ان سے کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہوا وہ سب مشکل زمانے تو گذر گئے وہ کون لوگ تھے جن کے فتنہ وفساد کا اندیشہ آنحضرتؐ کو اپنے اس زمانہ فتح و عروج میں ہو سکتا تھا۔ بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ لوگ خود آنحضرتؐ کی اُمت کے لوگ تھے جن کا فتنہ وفساد نہایت مضر اور مہلک تھا اس سے اسلام میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ تھا ان سے خطرہ تھا کہ جب سب راہ چارہ و تدبیر مسدود دیکھیں گے تو آنحضرتؐ پر حملہ کرنے سے باز نہ آئیں گے اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچے گا آنحضرتؐ جانتے تھے کہ یہ لوگ اس آخری وقت کا اعلان جانشینی ٹھنڈے دل سے نہ سنیں گے۔ آپ کی اُمت میں اس وقت کئی قسم کے عناصر موجود تھے۔ منافقین، مؤلفۃ القلوب اور پشتینی دشمن، بنو امیہ۔ سب موقعہ کی تاک میں تھے کہ کسی طرح آپ کو زک دیں، ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جو بظاہر مسلمان تھے، روزہ و نماز کو مانتے تھے۔ لیکن حضرت علیؑ کے سخت دشمن تھے اور ایک ایسی جماعت بھی موجود تھی جو مسند حکومت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اور چونکہ عداوتِ علیؑ ان ساری جماعتوں کا جزوِ مشترک تھا لہٰذا اندیشہ تھا کہ اس اعلان سے وہ سب متحد ہو جائیں گے اور سب مل کر آنحضرتؐ کے خلاف عوام الناس کے اندر ایک ہیجان اور آپ کی نبوت کے خلاف لوگوں میں سلوک پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح اُمت میں ایک عظیم الشان فتنہ رونما ہو جائے گا۔ خداوند تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں آپ کی جان کی حفاظت کا یقین تو دلا دیا لیکن قضائے الٰہی صادر ہو چکی تھی کہ ایمان کے کمال اور جنت کے حصول کے لیے امتحان کی شرط ہے وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء ع ۳) لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (پارہ ۱۵ سورہ کہف ع ۱) دیکھنا یہ تھا کہ رسولِ خدا کے بعد کون ہے جو احکام خدا و رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے اور کون دُنیا کی زینت کو عاقبت پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر ان لوگوں کو ان کے فعل کی آزادی نہ دی جاتی تو امتحان بے معنی تھا رسولؐ کو تخریب و تفریق اسلام کا فکر ہو تو ہو۔ لیکن وہ ذات بے نیاز ہے۔ اسلام کامل ہمیشہ دنیا میں رہتا تو اس کی ذات کو کیا نفع پہنچتا اور اب اسلام برباد ہو گیا تو اسے کونسا نقصان پہنچا، راہ مستقیم دکھانی ضروری تھی اسلام کی تکمیل ضروری تھی۔ لہٰذا اعلان خلافت ناگزیر تھا۔ بغیر اس کے حجت نہ پوری ہوئی جب

کی تعلیم میں ان لوگوں کی قلب ماہیت ناممکن ہے اس رسول کے بعد بھی ہدایت کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا اس نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ تمہارے بعد تمہارا جانشین علیؑ ہوگا اس کا اعلان کر دو۔ آنحضرتؐ نے بمقام غدیر خم اس حکم کی تعمیل نہایت عمدہ طریقہ پر کر دی اور بری الذمہ ہو گئے۔ اُمت کی اکثریت نے بوجوہات چند در چند جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے اس حکم سے سرتابی کی۔ قرآن حکیم کا تو یہ دعویٰ ہے کہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۵ (پارہ ۷ سورۃ الانعام ع ۷) لیکن قرآن شریف کو الہامی کتاب ماننے والے اُس کو کتاب اللہ جاننے والے۔ اُس کی جامعیت کے قائل حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کہتے ہیں کہ نہیں۔ اس میں جانشینی رسولؐ کا تذکرہ کہیں نہیں ہے رطب و یابس اس میں ہے ہوا کرے۔ جانشینی اس قابل نہیں کہ اس میں جگہ پائے اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ کیسا۔ جانشینی رسولؐ کا تو وہ مسئلہ تھا جس نے شجر اسلام کی جڑ کو ہلا دیا۔ اس کی وجہ سے ایسا افتراق دین میں پڑا کہ قیامت تک یہ رخنہ اس میں قائم رہے گا اتنا کُشت وخون ہوا کہ دُنیائے اسلام کے ایک ایک گھر سے اب تک رونے کی صدا آتی ہے۔ مُسلمانوں کے لئے اتنے عظیم الشان اور دُوررس نتائج اپنے میں مضمر رکھنے والا مسئلہ اور مسلمانوں کی اس الہامی کتاب میں اس پر کوئی حکم نہ صادر کیا گیا ہو جس کتاب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر ایک رطب و یابس کا ذکر اس میں ہے اور اس کتاب کی بیجا خاموشی کا ادعا وہ فرقہ کرے جس کا مرشد اعظم جناب رسول خداؐ کے بستر مرگ پر یہ کہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔ یہی نہیں کہ صرف اس جماعت ہی کا یہ ادعا ہے کہ جانشینی رسولؐ کا تذکرہ کتاب اللہ و احادیث رسولؐ میں نہیں ہے بلکہ خود حسبنا کتاب اللہ کہنے والا کہہ گیا کہ جانشینی رسولؐ کا ذکر نہ تو قرآن میں ہے اور نہ اقوال رسولؐ میں۔ اس ہی وجہ سے تو ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر اس کا تصفیہ کیا عقلِ انسانی حیران ہے کہ کس کو زیادہ نظر استعجاب و حیرت سے دیکھے۔ آیا آنحضرتؐ کے اس مزعومہ فعل اور قرآن شریف کی اس مفروضہ خاموشی کو، یا مسلمانوں کی اس دیدہ دلیری کو کہ اپنے رسول اور اپنے خدا کے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں۔ چونکہ جماعت اہل حکومت نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام کی اطاعت کو اپنا مذہب بنا لیا ہے لہٰذا سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کی جوازیت کو برقرار رکھنا اپنا ایمان سمجھتے ہیں یا تو جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں یا جوش مذہب سقیفہ سے مغلوب ہو کر ان کی عقل اس الزام کو دیکھ ہی نہیں سکتی جو آنحضرتؐ پر اس بے توجہی و غفلت کی وجہ سے عائد ہوتا ہے۔ کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ (معاذ اللہ) محمد (صلعم) تو فقط دُنیا کی وجاہت اور اپنے عیش و آرام کے طالب ہیں۔ کس کا دین۔ کس کی وحی۔ کیسا جبرئیل۔ یہ تو ساری کہانی ہے۔ سقیفہ کے مسلمانوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر نے محبت اسلام کی وجہ سے جناب رسول خدا کے جانشین مقرر کرنے کی طرف توجہ کی۔ اس ہی وجہ سے اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت عمر اس ہی فکر میں ہمیشہ غلطان و پیچاں رہے کہ کس کو اُمت محمدؐ کا والی و حاکم اپنے بعد مقرر کریں حضرت عائشہ کو بھی پہلا خیال یہ آیا کہ اُمت محمدؐ بغیر نگہبان و محافظ کے نہ چھوڑی جائے لیکن جناب رسول خداؐ نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی۔

حجت پوری ہوگئی تو اب اختیار ہے جس کا جی چاہے جدھر جائے رسول کے اس حکم کی اطاعت کرے یا نہ کرے۔ بے نیازی ملاحظہ ہو۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدٰی ۙ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَہُمۡ ﴿﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ لَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَکُمۡ ؕ

(پارہ ۲۶ سورۂ محمد ع ۳)

جو لوگ کہ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور رسولؐ خدا کو (ان کے احکام کی اطاعت نہ کرکے) تکلیف دیتے ہیں بعد اس کے کہ ان کے لئے ہدایت ظاہر ہوگئی ہے تو وہ خدا کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور نہ پہنچائیں گے بلکہ خدا ہی ان کے (نیک) اعمالوں کو بھی ضائع کر دے گا۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور (نافرمانی کرکے) اپنے اعمالوں کو باطل نہ کرو۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ ۚ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۠ئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انۡقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤی اَعۡقَابِکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّنۡقَلِبۡ عَلٰی عَقِبَیۡہِ فَلَنۡ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیَجۡزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیۡنَ ﴿﴾

(پارہ ۴ سورۂ آل عمران ع ۱۵)

محمد (صلعم) فقط ایک رسول ہیں اور ان سے پہلے بہت سے رسول گزرے ہیں پس اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کی طرف (پیچھے) مڑ جاؤ گے۔ اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پیچھے پھر جاوے گا تو وہ خدا کا کچھ نقصان نہیں کرے گا۔ اور خدا تو شکر کرنے والوں کو جزا دیگا۔

اس مصلحت و مشیت خداوندی کی موجودگی میں اس بات کی پروا نہ تھی۔ کہ لوگ اس اعلان کو سن کر اسلام میں رخنہ پیدا کر دیں گے۔ لہٰذا محض آنحضرتؐ کی ذات کی حفاظت ہی کا وعدہ کیا گیا۔ اب غور طلب یہ امر باقی رہتا ہے کہ وہ کیا پیغام ہو سکتا تھا۔ جو بنواُمیہ و منافقین و امیدواران حکومت کو آپ کے خلاف عوام الناس کو بھڑکانے کے لئے ایک بہانہ پیدا کر دیتا درست نتیجہ پر پہنچنے کے لئے اس خطبہ پر غور کرنا ہوگا۔ جو آنحضرتؐ نے اس موقعہ پر ادا فرمایا۔ پھر مطلب حل ہو جائے گا اس خطبہ میں اوامر و نواہی دین جو پہلے بھی فرداً فرداً بیان کئے گئے تھے دوہرا لئے گئے ہیں اور پھر یہ ارشاد نہایت تاکید سے کیا گیا ہے کہ علی مرتضٰےؑ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ ان اوامر و نواہی میں تو کوئی ایسی بات نہ تھی۔ جس کو بہانہ بنا کر لوگوں کو اُکسایا اور بھڑکایا جاتا، کوئی حلال چیز حرام نہیں کی گئی تھی کوئی نیا سخت حکم نہیں دیا گیا تھا۔ سوائے اعلان جانشینی علی بن ابی طالبؑ کے اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جو لوگوں کو بُری معلوم ہوتی۔ ہاں اس کے ذریعہ سے لوگوں کو بھڑکایا جا سکتا تھا کہ دیکھو تنزیل وحی و تبلیغ رسالت الٰہی فقط بہانہ تھا۔ ہم نہ کہتے تھے کہ محمدؐ تو حکومت کے خواہش مند ہیں۔ انہوں نے وہ حکومت حاصل کرلی اور اپنے خاندان کے لئے بھی بنیاد رکھ دی قرآن و عترت

کو ملا دیا، قیامت تک ان کے ہی خاندان کی غلامی کئے جاؤ۔ اشراف قریش کیا تم اس کو گوارا کرتے ہو؟ یہ بات تھی جس کا آنحضرتؐ کو خطرہ تھا۔ لیکن ارادۂ الٰہی یہ تھا کہ حجت پوری کی جائے۔

غرض کہ بغیر مزید ثبوت و شہادت کے صرف اس آیۂ کریمہ پر نظر غائر ڈالنے ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امر جس کی تبلیغ کا اس آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے وہ اعلان جانشینی و خلافتِ علی مرتضیٰؑ تھا اور آنحضرتؐ کا خیال تھا کہ کہیں منافقین و معاندین فتنہ نہ پیدا کردیں۔

اب ہم جماعت اہل حکومت ہی کی کتابوں سے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ بہت سی روایات تو اس مضمون کی پہلے ہی گزر گئی ہیں۔ ایک وہ ہے۔ جو جمال الدین محدث نے اپنی کتاب اربعین میں درج کی ہے اور جو ہم نے اوپر نقل کی ہے۔ کئی روایات وہ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود اس روایت میں ان علیًا مولی المومنین تھا۔ ابن مردویہ کتاب المناقب میں تحریر کرتے ہیں۔

عن زید بن علی قال لما جاء جبریل علیہ السلام بامر الولایۃ ضاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک ذرعًا وقال قومی حدیثو عھد بجاھلیتہ فنزلت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الایۃ۔

زید ابن علی کہتے ہیں کہ جب جبرئیل علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی جانب سے ولایت و خلافت علی بن ابی طالب کا حکم لائے تو آنحضرت کو خدشہ ذرا سا ہوا اور کہا کہ میری قوم تو ابھی زمانۂ جاہلیت کے نزدیک ہے تو یہ آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الآیۃ نازل ہوئی۔

دوسری جگہ اسی کتاب میں ابن مردویہ لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس قال لما امر اللہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم بعلی فیقول لہ ما قال فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا رب ان قومی حدیثو عھد بالجاھلیۃ ثم مضی بحجہ فلما اقبل راجعًا نزل بغدیر خم انزل اللہ علیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الایۃ فاخذ بعضد علی ثم خرج الی الناس فقال یا ایھا الناس الست اولی بکم من انفسکم قالوا بلی یا رسول اللہ قال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ واحب من احبہ وابغض من ابغضہ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ علیؑ کی خلافت کا اعلان کردیں تو آنحضرتؐ نے عرض کیا کہ خداوندا میری قوم ابھی جاہلیت کے اثر کے اندر ہے۔ پھر آپ حجۃ الوداع پر چلے گئے جب واپسی پر غدیر خم پہنچے تو آیۂ یا ایھا الرسول بلغ الآیہ نازل ہوئی۔ پس آپ نے حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر لوگوں کے سامنے کیا اور کہا کہ میں تمہاری جانوں کا مالک نہیں ہوں۔ سب نے کہا کہ آپ ہیں تو آپ نے فرمایا بس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو الخ

جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:۔

اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مجاھد قال لما نزلت بلغ ما انزل الیک من ربک قال یا رب انما انا واحد کیف اصنع یجتمع علی الناس فنزلت وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔

عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ روایت کرتے ہیں مجاہد سے مجاہد کہتے ہیں کہ جب یہ آیۂ بلغ ما انزل الیک من ربک نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوندا میں اکیلا ہوں کس طرح کروں کہ یہ لوگ میرے اس پیغام کو ٹھنڈے دل سے قبول کرلیں۔ تو پھر یہ نازل ہوا کہ ان لم تفعل فما بلغت رسالته۔

امر دوم

موقعہ و وقت و مقام کی اہمیت و موزونیت اور رسم دستار بندی

جب سے جناب رسول خدا نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی۔ اس وقت تک کوئی حج ادا نہیں ہوا تھا، اب مکہ معظمہ فتح ہو چکا ہے۔ یہودی مغلوب ہو چکے ہیں۔ کفار عرب کی امیدیں خاک میں مل چکی ہیں۔ تقریباً تمام عرب میں اسلام کا پیغام پھیل چکا ہے اور چاروں طرف سے فراغت حاصل ہوگئی ہے اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت بھی قریب آچکا ہے۔ لہٰذا ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرتؐ نے عام منادی اپنی اُمت میں کرادی کہ لوگ حج کے لئے تیار ہو جائیں اور رسولؐ خدا کی معیت میں آخری حج ادا کرنے کا شرف حاصل کریں یہ سُننا تھا کہ لوگ جوق در جوق مدینہ منورہ میں آنے شروع ہوگئے۔ آپ نے ۲۵ تاریخ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ کو مدینہ سے بارادہ حج کوچ فرمایا (تاریخ ابو الفداء جزو اول ص ۱۵۰ طبع مصری۔ اور سپرٹ آف اسلام مصنفہ امیر علی ص ۱۱۲) آپ کے ہمراہ اس وقت ایک عظیم الشان مجمع تھا جس کی کم سے کم تعداد نوّے ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ ۴۰ ہزار بیان کی گئی ہے۔ (اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۲۔ تاریخ کامل ابن اثیر۔ سیرت ابن ہشام) لیکن راستہ میں یہ مجمع بڑھتا گیا۔ کیونکہ جو لوگ بوجہ طوالت سفر مدینہ منورہ نہ آسکتے تھے وہ آپ سے راہ میں شامل ہوتے جاتے تھے حج کے موقعہ پر تو یہ مجمع کئی گنا ہوگیا۔ مکہ تشریف لاکر بمقام عرفات حج سے پہلے آپ نے ایک نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ارکان اسلام بتلائے گئے اور اسلام کے متعلق بہت سی وصیتیں کی گئیں (اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۳) حج کے خاتمہ پر آپ واپس ہوتے ہیں سارا مجمع اسی طرح آپ کے ساتھ ہے۔ بمقام جحفہ متصل خم غدیر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ اور اس وقت کوئی منزل نہ تھی آیۂ کریمہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ نازل ہوتی ہے یہ وہ جگہ تھی کہ جہاں سے مختلف راستے کی طرف پھٹتے تھے۔ اور اس کے آگے وہ سارا مجمع مختلف گروہوں میں بٹ جاتا۔ یہی ایک ایسا مقام تھا کہ جہاں

تقریباً ساری اُمت ایک جگہ تھی۔ اگر کوئی اہم اعلان ساری اُمت کے لئے کرنا تھا تو اس سے بہتر وقت و مقام نہیں ہو سکتا تھا، لہٰذا مشیت ایزدی نے یہ ہی مقام و موقعہ اس اعلان کے لئے موزوں سمجھا اور تاکیدی حکم نازل ہوا۔ اگرچہ یہ کوئی اُترنے کی جگہ نہ تھی۔ یہاں کوئی منزل نہ تھی۔ مگر اس تاکیدی حکم کی وجہ سے آنحضرتؐ کو اترنا پڑا۔ جگہ یہاں کی بالکل ناہموار کانٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ کانٹوں سے زمین صاف کی جائے۔ ببول کے درختوں کی شاخیں تراشی جائیں تاکہ لوگوں کے سر میں پر نہ لگیں، اُونٹوں کے کجادوں کو جمع کر کے ایک منبر بنایا جائے، یہ امر کہ آپ نے یہ سارا اہتمام اس تاکیدی حکم کے ماتحت کیا ان ساری باتوں سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہاں کوئی منزل نہ تھی۔ لق و دق چٹیل میدان جہاں اس دن نہایت سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ اور ظہر کا وقت ایسا خوش آئندہ نظارہ پیش نہیں کر رہے تھے کہ جناب رسولؐ خدا کو وہاں اُترنے کی خواہش پیدا ہوتی، اگر آگے آنے والی منزل کا انتظار کرتے تو یہاں بہت سے لوگ دوسرے راستوں پر چلے گئے ہوتے لہٰذا فوراً آپ نے حکم دیا کہ جو لوگ پیچھے ہیں انہیں روکا جائے اور جو آگے ہیں انہیں پیچھے بلایا جائے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے نماز جامع کا حکم دیا۔ اس کے بعد پالانہائے شتر سے بنے ہوئے منبر پر خطبہ دینے تشریف لے گئے مگر خطبہ سے پہلے آپ نے رسم دستار بندی پوری کی اپنے جانشین و ولیعہد علی بن ابی طالب کے فرق اقدس پر خود عمامہ باندھا۔ اس موقعہ پر اس رسم دستار بندی کی ادائیگی کا ذکر مندرجہ ذیل محدثین و علماء نے کیا ہے۔

سلیمان بن داؤد بن الجارود۔ ابو داؤد الطیالسی البصری، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبی۔ احمد بن منیع البغوی، احمد بن الحسین بن علی البیہقی، محب الدین احمد بن عبداللہ الطبری سید شہاب الدین احمد ابراہیم بن محمد الحموینی، محمد بن یوسف الرزندی، علی بن محمد المعروف ابن الصباغ، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی۔ جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ محدث۔ علاء الدین علی بن حسام الدین المعروف متقی محمود بن علی الشیخانی القادری اور احمد بن محمد قاشی وغیرہم۔

عن علی قال عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم بعمامۃ فدلہا خلفی وفی لفظ فدل طرفیہا علی منکبی ثم قال ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملائکۃ یعتمون ہذہ العمامۃ وقال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان وفی لفظ بین المسلمین والمشرکین (ش، ط، ابن منیع ق) علی المتقی، کنز العمال الجزء الثامن ص۶۰ حدیث ۱۲۰۹ و حدیث ۱۲۱۳۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ غدیر خم کے دن آنحضرتؐ نے میرے سر پر عمامہ باندھا اور ایک سرا میرے پیچھے ڈال دیا۔ ایک روایت میں لفظ ہیں کہ ایک ایک سرا دونوں کندھوں پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جنگہائے بدر و حنین میں جن ملائکہ سے میری مدد کی تھی وہ اسی طرح عمامے باندھے ہوئے تھے۔ اور فرمایا کہ عمامہ پردہ ہے درمیان کفر و ایمان کے یا درمیان مسلمانوں و مشرکین کے۔

اس روایت کو بیہقی و ابن شیبہ اور ابوداؤد الطیالسی نے بھی نقل کیا ہے۔

عن عبدالاعلی بن عدی البھرانی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا علیا یوم غدیرخم فعممہ وارخی عذبہ من خلفہ۔

عبدالاعلے بن عدی البھری لکھتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو روز غدیر خم بلایا اور ان کے سر اقدس پر خود عمامہ باندھا اور اس کا سرا پیچھے ڈال دیا۔

محب الدین احمد طبری، ریاض النضرۃ الجزء الثانی الرابع الفصل التاسع فی فضائلہ ص۲۱۷ ابراہیم بن محمد الحموینی: کتاب فرائد السمطین۔

نرجع الی حدیث غدیرخم فنقول ورواہ جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ علیہم السلام وقبلہ من زیادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عمم علی بن ابی طالب عمامۃ السحابہ ارخاھا بین یدیہ ومن خلفہ ثم قال اقبل فاقبل ثم قال ادبر فادبر فقال ھکذا جائتنی الملائکۃ یوم بدر ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

اب ہم حدیث غدیرخم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس حدیث کو امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے اپنے دادا سے بیان کی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جناب رسولخداؐ نے علی بن ابی طالب کے فرق مبارک پر اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا اور اس کو ان کے آگے اور پیچھے لٹکایا پھر فرمایا آگے آؤ وہ آگے آئے پھر فرمایا پیچھے ہٹو وہ پیچھے ہٹے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسی طرح میرے پاس ملائکہ آیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔۔۔ سید شہاب الدین احمد، توضیح الدلائل علی ترجیح الفضائل۔ محمد بن یوسف الزرندی نظم درالسمطین نورالدین علی بن محمد المعروف ابن صباغ: فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔ محمود بن محمد علی الشیخانی القادری صراط سوی: جمال الدین محدث: کتاب الاربعین۔ جلال الدین سیوطی جامع الکبیر۔ ابوداؤد الطیالسی۔ مسند ص۲۳۔ حدیث ۱۵۴۔ بیہقی: سنن الکبیر۔ ابن ابی شیبہ، مسند۔

امر سوم

خطبۂ جلیلہ مشتمل بر اعلان خلافت و جانشینی

امر سوم اعلان خلافت و جانشینی

۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ ہجری مطابق ۲۲ فروری ۶۳۲ء کو جناب رسولؐ خدا مدینہ منورہ سے سفر حجۃ الوداع کے لئے روانہ ہوئے۔ چونکہ ہجرت کے بعد آپ نے اب تک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ اور اب اسلام اپنی پوری طاقت و عروج میں تھا لہٰذا منادی حج سنتے ہی لوگ کثرت سے آپ کے ساتھ شامل ہوگئے۔ فریضۂ حج ادا ہوا۔ واپسی پر بمقام غدیرخم تاکیدی حکم یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ نازل ہوا۔ غدیرخم مکہ معظمہ سے مدینہ کی راہ پر تیسری منزل جحفہ کے پاس واقع ہے۔ یہاں سے مدینہ منورہ

پانچ مراحل رہ جاتا ہے۔ ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری روز پنجشنبہ مطابق ۱۷ مارچ سنہ ۶۳۲ء تھا کہ آپ کو یہ حکم پہنچا۔ یہاں ہم تاریخ حبیب السیر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

حضرت شفیع الامۃ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصول بغدیر خم دراں موضع کہ بسبب فقدان آب و علف قابلیت نزول نداشت فرود آمد و اہل اسلام لوازم متابعت بتقدیم رسانیدند و سبب نزول دراں منزل آں بود کہ قبل ازاں حضرت مقدس نبوی بحسب وحی سماوی مامور شدہ بود کہ جناب ولایت مآب مرتضوی را بخلافت خویش نصب فرمائید و آنحضرتؐ اظہار ایں صورت را جہت دریافت وقتی کہ از اختلاف مامون باشد در عقدۂ تاخیر انداختہ بود و چوں بموضع غدیر خم رسید و معلوم گردید کہ پس از تجاوز ازاں مکان طوائف انسان از موکب ہمایوں جدا شدہ بطرف منازل خود خواہند رفت و ارادۂ ازلی مقتضی آں بود کہ تمامی آں مردم ازایں معنی باخبر باشند ایں آیہ نازل شد کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک یعنی فی استخلاف علی والنص علیہ بالامامۃ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس وچوں بنا بر مدلول کریمہ مذکورۂ وجوب نصب امیر المومنین بخلافت محقق گشت حضرت رسالت دراں موضع منزل گزند و فرمود تا سایہ بعضے از اشجار آں حوالی را اسفادہ و پالانہائے شتراں را جمع ساختہ بر زبر یک دیگر نہادند و بلال باشارت آنحضرت ندا کرد کہ الصلوٰۃ جامعہ و بروایتے آواز برآورد حی علی خیر العمل خلائق مجتمع گشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر بالائے آں پالانہا برآمد علی مرتضےٰ نیز بفرمودہ آنحضرتؐ بالا رفتہ بر یمین سید المرسلین بایستاد و آں سرور بعد از ادائے حمد و ثنائے باری تعالیٰ از انتقال خویش بعالم بقا مردم را آگاہ گردانید و فرمود کہ من درمیان شما دو امر عظیم می گذارم کہ اگر دست دراں زنید گمراہ نشوید و یکے ازاں دو بزرگ تراست از دیگری و آں دو چیز گراں مایہ قرآن است و اہل بیت من و ایں ہر دو از یک دیگر جدا نشوند تا در لب حوض کوثر بمن رسند پس فرمود کہ یا ایہا الناس الست اولیٰ بکم من انفسکم آیا نیستم من اولیٰ بشما از نفسہائے شما از اطراف و جوانب آواز برآمد کہ بلے آنحضرت فرمود کہ ہر کہ من اولیٰ ام باو از نفس او علی ید و اولیٰ است از نفس او آنگاہ دست شاہ ولایت پناہ را گرفتہ گفت من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیثما دار۔ پس امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بموجب فرمودۂ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق بملازمتش رفتہ لوازم تہنیت بتقدیم رسانند و از جملہ اصحاب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جناب ولایت مآب را گفت بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ یعنی خوشحال تو ای پسر ابوطالب بامداد کردی در وقتی کہ مولائے من و مولائے ہر مومن و مومنۃ بودی بعد ازاں امہات مومنین بہ حسب اشارت سید المرسلین بخیمۂ امیر المومنین رفتہ شرط تہنیت بجائے آوردند۔

تاریخ حبیب السیر طبع قدیمی چھاپ بمبئی جلد اول جزء سوم ص ۷۶ و ۷۷۔

جو لوگ حق کی تلاش میں ہیں ان کو چاہیئے کہ اس عبارت مندرجہ بالا کو غور سے پڑھیں اس میں صاف درج ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا تھا۔ اب کیا باقی رہتا ہے۔

مسٹر امیر علی نے اپنی مشہور کتاب سپرٹ آف اسلام میں باب ہشتم عنوان۔

THE POLITICAL DIVISIONS AND SCHISMS OF ISLAM.—

کے تحت میں نہایت محققانہ عبارت لکھی ہے جس کا بالکل لفظی ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فلسفۂ تاریخ مذاہب پر ہر ایک غور کرنے والے کو اس باب کے عنوان سے رنج ہوگا۔ کم سے کم تعجب تو ضرور ہوگا ہر ایک مسلمان کو جو اپنے پیغمبر کا فدائی ہے رنج بھی ہوگا اور شرم بھی آئیگی۔ افسوس۔ وہ بنی نوع انسان کا آخری اور مکمل مذہب جو اخوت انسانیہ پر مبنی تھا اندسونی فتنہ و فساد و تفرقہ سے نہ بچ سکا۔ وہ مذہب جو دنیا کو امن و راحت دینے کے لئے آیا تھا خود لوگوں کی خواہشات نفسانی اور لالچ سلامت کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ مذہب عیسائیت کی جو خرابیاں ہم نے بیان کی ہیں وہ تو خود اس مذہب کے نامکمل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئیں اور اس وجہ سے پیدا ہوئیں کہ اس مذہب کے اصول انسانی فطرت و ضروریات کے مخالف تھے۔ لیکن اسلام کی وہ خرابیاں جن کا ذکر ہم کریں گے۔ خود مسلمانوں کے حرص و وجاہت دنیادیہ کے لالچ سے اور نیز چند اشخاص کی انقلاب پسند طبیعتوں اور چند جماعتوں کے اخلاقی قانون اور نظام کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔

اسلام کی تفریق و تقسیم بہت حد تک سیاسی و خاندانی اسباب اور پرانے قبائلی جھگڑوں اور اس حسد و عناد پر مبنی ہے جو دیگر قبائل قریش کو خاندان ہاشم کے ساتھ تھا۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ نے اپنی دنیاوی حکومت اور مذہبی ریاست کے لئے کوئی اپنا جانشین خود مقرر نہیں کیا۔ لیکن یہ خیال واقعات کی غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ کثرت سے شہادت اس امر کی موجود ہے کہ پیغمبر اسلام نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا اور اس کا اعلان بہت موقعوں پر فرما دیا تھا۔ خاص طور سے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقعہ پر بمقام غدیر خم قیام فرما کر اس وقت کی اپنی تمام امت کے سامنے جو آپ کے ہمراہ تھی۔ اس امر کا اعلان ایسے الفاظ میں فرمایا تھا کہ کسی کو بھی آپ کے تقرری جانشین کے اس مفہوم کے متعلق شک و شبہ نہیں رہ سکتا۔

AMIR ALI: THE SPIRIT OF ISLAM,

CHAPTER VIII, P.P. 290, 292, 293.

امیر علی بالقابہ مسلمانوں کے مسلم راہنما تھے اور علم تاریخ میں ان کا نظیر ملنا مشکل ہے۔ مذہباً یہ شیعہ نہ تھے بلکہ معتزلہ تھے جو اہل سنت و جماعت کا ایک فرقہ ہے انہوں نے تصنیفات و تالیفات میں معتزلہ خیالات کی جابجا تائید کی ہے۔ آنحضرتؐ نے اس موقعہ پر ایک طولانی خطبہ ادا

فرمایا جس میں آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و محاسن اور ان کی خدمات اسلامی کا ذکر شرح و بسط کے ساتھ کیا۔ یہ مکمل خطبہ کتب شیعہ میں پایا جاتا ہے۔ ناسخ التواریخ میں بھی تفصیل کے ساتھ دیا ہوا ہے۔ مگر چونکہ جماعت اہل حکومت کے لئے یہ بہت تکلیف دہ ہے لہٰذا ان کی کتابوں میں ایک جگہ سارا خطبہ تلاش کرنا بے سود ہے علامہ شہاب الدین احمد نے اپنی کتاب توضیح الدلائل میں اس خطبہ کو علماء سنیہ میں سے سب سے زیادہ لکھا ہے بہرصورت اس خطبہ کے جستہ جستہ فقرے علماء سنیہ کی کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ اس کے دو بڑے مشہور حصے وہ ہیں جو حدیث ثقلین اور حدیث غدیر کے نام سے مشہور ہیں۔ اب ہم ان دونوں کی توثیق و تصدیق کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

الف۔ حدیث ثقلین

قال کانی دعیت فاجبت انی ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما لن یفترقا حتیٰ یردا علیَّ الحوض ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابدا۔

میری طلبی بارگاہ الٰہی میں ہوئی ہے اور میں نے لبیک کہدی ہے میں تمہارے درمیان دو عظیم الشان گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے قرآن کریم و میرے اہلبیت یعنی میری عترت خیال رکھو تم ان دونوں سے میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر قیامت کے دن وارد ہوں۔ اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہے تو میرے بعد قیامت تک گمراہ نہ ہوگے۔

اس حدیث شریف کی توثیق و تصدیق سواد اعظم کے تقریباً جملہ علماء نے کی ہے اور یہ حدیث متواترات میں سے ہے۔ ذیل کے نقشے سے ظاہر ہوگا کہ کتنے علماء کرام و محققین عظام نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق کی ہے۔ اور اس کی صحت کو تسلیم کرکے اس کو نقل کیا ہے:۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱	سعید بن مسروق الثوری	۱۲۶	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۲	رکن بن الربیع بن عمیلہ	۱۳۱	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل
۳	ابوحیان یحییٰ بن سعید بن حیان	۱۴۵		مسند احمد حنبل و صحیح مسلم
۴	عبدالملک بن ابی سلیمان	۱۴۵	ابوسعید الخدری	مسند احمد حنبل
۵	سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش	۱۴۸	زید بن ارقم	سنن ترمذی
۶	محمد بن اسحٰق بن یسار المدنی	۱۵۱	زید بن ارقم و ابوسعید	لسان العرب علامہ ابن منظور انصاری۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۷۔	اسرائیل بن یونس ابو یوسف الکوفی	۱۶۰	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۸۔	عبدالرحمن بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الکفعی	۱۶۰		معجم صغیر
۹۔	محمد بن طلحہ بن مصر الیانی الکوفی	۱۶۷		مسند احمد حنبل، کتاب المناقب، مغازلی، فرائد السمطین حموینی۔
۱۰۔	ابو عوانہ وضاح بن عبداللہ الیشکری	۱۷۶	زید بن ارقم	خصائص نسائی مستدرک علی الصحیحین کتاب المناقب اخطب خوارزم۔
۱۱۔	شریک بن عبداللہ القاضی	۱۷۷	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل۔
۱۲۔	حسان بن ابراہیم بن عبداللہ الکرمانی۔	۱۸۶	زید بن ثابت و زید بن ارقم	صحیح مسلم
۱۳۔	جریر بن عبدالحمید بن قرط الضبی	۱۸۸	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۱۴۔	ابو بشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم المعروف ابن علیہ	۱۹۳	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل و صحیح مسلم
۱۵۔	ابو عبدالرحمن محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی	۱۹۴		صحیح مسلم و سنن ترمذی
۱۶۔	عبداللہ بن نمیر الہمدانی	۱۹۹		مسند احمد حنبل
۱۷۔	محمد بن عبداللہ ابو احمد الزبیری	۲۰۳	زید بن ثابت	مسند احمد حنبل
۱۸	ابو عامر عبدالملک بن عمرو العقدی			کتاب المناقب ابن المغازلی۔
۱۹	اسود بن عامر شاذان الشامی	۲۰۸		مسند احمد حنبل
۲۰	یحییٰ بن حماد بن ابی زیاد	۲۱۵	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین۔ کتاب المناقب اخطب خوارزم
۲۱	ابو جعفر بن حبیب الہاشمی البغدادی	۲۱۵		کتاب المنمق
۲۲	ابو عبداللہ محمد بن سعد الزہری	۲۳۰	ابو سعید الخدری	کتاب الدر المنثور سیوطی
۲۳	ابو محمد خلف بن سالم المخرمی	۲۳۱	زید بن ارقم	مستدرک، کتاب المناقب اخطب خوارزم
۲۴	زہیر بن حرب بن شداد ابو خیثمہ النسائی	۲۳۴	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۲۵	شجاع بن مخلد الفلاس	۲۳۵	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۲۶	ابو بکر بن عبداللہ بن محمد المعروف ابن ابی شیبہ	۲۳۵	زید بن ارقم	مفتاح النجا میرزا محمد بدخشانی۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۲۷	محمد بن بکار بن الریان الہاشمی	۲۳۸	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۲۸	ابو یعقوب اسحٰق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم الحنظلی المعروف ابن راہویہ	۲۳۸	حضرت علیؑ و زید بن ارقم	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
۲۹	ابو محمد وہبان بن بقیہ بن عثمان الواسطی	۲۳۹		کتاب المناقب ابن المغازلی
۳۰	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	۲۴۱	ابو سعید الخدری زید بن ارقم زید بن ثابت	مسند خود
۳۱	نصر بن عبد الرحمٰن بن بکار الناجی الکوفی	۲۴۸	جابر بن عبد اللہ	سنن ترمذی
۳۲	ابو محمد عبد بن حمید الکشی	۲۴۹	زید بن ثابت	مسند خود احیاء المیت جلال الدین سیوطی
۳۳	عباد بن یعقوب الرواجنی الاسدی	۲۵۰	ابو سعید الخدری	معجم صغیر طبرانی۔
۳۴	نصر بن علی بن نصر بن علی	۲۵۰	حذیفہ بن اسید الغفاری	نوادر الاصول حکیم ترمذی
۳۵	محمد بن المثنیٰ ابو موسیٰ العنزی	۲۵۲		کتاب الخصائص نسائی
۳۶	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن بہرام الدارمی	۲۵۵	زید بن ارقم	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی و صحیح مسلم
۳۷	علی بن منذر الطریقی الکوفی	۲۵۶		سنن ترمذی
۳۸	مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری	۲۶۱	زید بن ارقم	صحیح مسلم
۳۹	ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی			کفایت الطالب محمد بن یوسف الکنجی۔
۴۰	ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵		خواص الامت سبط ابن الجوزی کفایت الطالب محمد بن یوسف۔
۴۱	ابو قلابہ عبد الملک بن محمد الرقاشی البصری	۲۷۶	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین علامہ حاکم
۴۲	ابو بکر محمد بن احمد بن ابی العوام الریاحی	۲۷۶		کتاب المناقب ابن المغازلی
۴۳	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی	۲۷۹	جابر بن عبد اللہ	سنن ترمذی
۴۴	ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان المعروف ابن ابی الدنیا	۲۸۱		کتاب فضائل القرآن خود
۴۵	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۸۵	جابر بن عبد اللہ و حذیفہ بن اسید	کتاب نوادر الاصول
۴۶	ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم المعروف	۲۸۷	زید بن ثابت و علی	کتاب السنۃ و کتاب البدور۔

نہ تو خود اپنا جانشین مقرر کیا اور نہ اُمت کو بتایا کہ کس کو یا کس طرح یا کن اصول کو مدِ نظر رکھ کر اپنا والی و حاکم مقرر کرنا۔ کفار و منافقین کی اس الزام کی تائید کرتا ہے۔

علاوہ اس کے اسلام کا متعدد فرقوں میں منقسم و متفرق ہو کر کمزور ہو جانے اور قرآن شریف کے صحیح معانی کا بہت سی تاویلوں میں دب کر مفقود ہو جانے کا الزام بھی اس بے توجہی کی وجہ سے آنحضرتؐ پر عائد ہوتا ہے جب رسولؐ خدا نے اپنا اصلی جانشین نہ منتخب کیا اور قرآن شریف کی صحیح تاویل جاننے اور علم کامل رکھنے والے شخص کا نشان اپنی اُمت کو نہ بتایا تو اُمت کا ہر شخص حق بجانب تھا کہ خلیفۂ رسولؐ ہونے کا دعوے اور قرآن حکیم کے صحیح علم رکھنے کا ادعا کرے اور لوگ حق بجانب تھے کہ جس کو جی چاہے اپنا خلیفہ مانیں اور جس کو جی چاہے اپنا خلیفہ نہ مانیں۔ قرآن حکیم کی جو تاویل ان کے وقتی اور دنیاوی فوائد کی ممد و معاون ہو اس کو قبول کریں اور جو تاویل ان کے مقاصد کے خلاف ہو اس کو رد کریں۔ چنانچہ عدم استخلاف کے مغالطہ کے عام ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہی ہوا اور اسلام صدہا فرقوں میں منقسم ہو گیا۔ یہاں تک کہ جن اصولوں پر ہر ایک شخص کو خلیفۂ رسولؐ بننے کا مجاز سمجھا گیا۔ ان ہی اصولوں پر زیادہ ہمت و جرات رکھنے والے انسانوں کے دل میں نبی بننے کا شوق پیدا ہونے لگا۔

عوام الناس عقیدۂ استخلاف کے خلاف عام طور سے دو اعتراض کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں :

(۱) یہ مان لینے سے کہ جناب رسولِ خدا کی رحلت کے بعد اُمت کی اکثریت نے حضرت علیؑ کی حکومت سے اعتراض کر کے عصیان خدا اور رسول کیا۔ جناب رسولِ خدا کی تعلیم پر الزام لازم آتا ہے کیا آپ کی تعلیم کا اتنا ہی اثر تھا کہ ادھر آپ کی آنکھ بند ہوئی ادھر اُمت کی اکثریت نے رجعت قہقری کی ؟

(۲) اگر خدا اور رسولؐ نے حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب فرما دیا تھا تو کیا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ان سے بھی زیادہ طاقت و قدرت والے تھے کہ مشیت ایزدی کو چلنے نہ دیا اور خود خلیفہ بن گئے۔

یہ دونوں اعتراضات جہلا کے ہیں۔ علماء کبھی ایسے اعتراض نہیں کریں گے چونکہ آج کل کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں لہٰذا ہم اُن کا جواب دیتے ہیں :

اعتراض اوّل آنحضرتؐ کو اپنی نبوت کے تیئس سال میں سے صرف دس سال آزادی سے کام کرنے کے ملے تھے اور ابھی صرف دو سال ہی ہوئے تھے کہ مکہ فتح ہوا تھا۔ اس قلیل عرصہ میں عرب قوم کی فطرت کی قلب ماہیت ناممکن تھی اور نہ یہ آپ کا ارادہ تھا اور نہ ہی یہ مشیت الٰہی تھی علامہ مشرقی اپنی معرکتہ الآراء تصنیف یعنی تذکرہ میں قرآن کریم اور جناب رسولؐ خدا کی تعلیم نے جو عرب کی حالت میں تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں اُن کا مختصر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابلِ انکار معجزہ تھا۔ مگر عرب کی جبلت اور طبیعت کو کون بدل سکتا تھا وہ عادتیں اور خاصیتیں جو اُن کی فطرت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح

عقیدۂ استخلاف پر دو اعتراضات

اعتراض اوّل کا جواب۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
	ابن ابی عاصم الشیبانی			السافرہ عن امور الآخرۃ
۴۷	ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن احمد بن حنبل الشیبانی	۲۹۰	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین للحاکم۔
۴۸	ابو العباس احمد بن یحییٰ الشیبانی المعروف ثعلب	۲۹۱		تہذیب اللغۃ ازہری
۴۹	ابو بکر احمد بن عمر بن عبدالخالق البزار	۲۹۲	ابو ہریرہ حضرت علیؑ	مسند خود، احیاء المیت سیوطی جواہر العقدین سمہودی۔ صراط سوی محمود شیمالی۔
۵۰	ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ القبانی	۲۹۲	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم
۵۱	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی	۳۰۳	زید بن ارقم	کتاب الخصائص
۵۲	ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ بن المثنیٰ بن یحییٰ التیمی	۳۰۷	ابو سعید الخدری	احیاء المیت۔ سیوطی استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
۵۳	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری	۳۱۰	زید بن ارقم و ابو سعید الخدری	کنز العمال علی متقی
۵۴	محمد بن اسحٰق بن خزیمہ النیسابوری	۳۱۱	زید بن ارقم	صحیح خود، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
۵۵	ابو بکر محمد بن محمد بن سلیمان بن الحارث الباغندی	۳۱۱	زید بن ارقم	کتاب المناقب ابن المغازلی
۵۶	ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم الاسفرائینی	۳۱۶	زید بن ارقم	کتاب المسند الصحیح، صراط سوی محمود شیخانی قادری
۵۷	ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی	۳۱۷	ابو سعید الخدری	
۵۸	ابو عمر احمد بن محمد بن عبدربہ القرطبی	۳۲۸		عقد الفرید
۵۹	ابو بکر محمد بن القسم بن محمد بن بشار المعروف ابن الانباری	۳۲۸	زید بن ارقم و زید بن ثابت	کتاب المصاحف، در منثور سیوطی۔
۶۰	ابو عبداللہ حسین بن اسمٰعیل بن محمد المحاملی	۳۳۰	حضرت علیؑ	کتاب الامالی، کنز العمال علی متقی
۶۱	احمد بن محمد بن سعید الکوفی المعروف ابن عقدہ	۳۳۰	حضرت علی، جابر بن عبداللہ، حذیفہ بن اسید	کتاب الولایۃ استجلاب ارتقاء الغرف۔ سخاوی۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سن وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
			عامر بن لیلیٰ بن حمزہ ابوذر، ابو رافع، ام سلمہ ام ہانی	
۶۲	ابو محمد دعلج بن احمد بن دعلج السجزی	۳۵۱	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین
۶۳	ابو بکر محمد بن عمر بن محمد بن مسلم التمیمی المعروف ابن الجعابی	۳۵۵	حضرت علی	استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی
۶۴	ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰	ابو سعید الخدری زید بن ارقم زید بن ثابت	معاجم ثلاثہ خود، جواہر العقدین سمہودی، صواعق محرقہ ابن حجر مکی وسیلۃ المآل احمد بن الفضل باکثیر، سیرۃ الحلبیہ نورالدین حلبی صراط سوی محمد… یمانی مفتاح النجاح بن محمد، احیاء المیت سیوطی
۶۵	ابو بکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک القطیعی	۳۶۰	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم۔
۶۶	ابو منصور محمد بن احمد بن طلحہ الازہری اللغوی	۳۷۰	زید بن ثابت	تہذیب اللغۃ
۶۷	ابو الحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ البغدادی	۳۷۹	زید بن ارقم	کتاب المناقب ابن المغازلی
۶۸	ابو الحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی	۳۸۵	ام سلمہ	وسیلۃ المآل احمد بن الفضل باکثیر
۶۹	ابو طاہر محمد بن عبدالرحمن المخلص الذہبی	۳۹۳	ابو سعید الخدری	فرائد السمطین حموینی
۷۰	محمد بن سلیمان بن داؤد البغدادی		جابر بن عبداللہ	کتاب مناقب اہلبیتؑ
۷۱	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری	۴۰۵	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین
۷۲	ابو سعد عبدالملک بن محمد الواعظ الخرکوشی	۴۰۷		شرف النبوۃ مناقب السادات ملک العلماء دولت آبادی
۷۳	ابو اسحٰق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی	۴۲۷	ابو سعید الخدری	تفسیر
۷۴	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰	علی، جبیر بن مطعم، ابو سعید الخدری، زید بن ارقم، انس بن مالک، البراء بن عازب	منقبۃ المطہرین، حلیۃ الاولیاء

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
			حذیفہ بن اسید تاریخ یمینی	
۷۵	ابو نصر محمد بن عبد الجبار			
۷۶	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی	۴۵۸	زید بن ارقم	کتاب المناقب اخطب خوارزم فرائد السمطین حموینی۔
۷۷	ابو غالب محمد بن احمد بن سہیل المعروف	۴۶۲		کتاب المناقب ابن المغازلی
۷۸	ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی	۴۶۳		مفتاح النجا میرزا محمد
۷۹	ابو محمد الحسن بن احمد بن موسیٰ الغندجانی	۴۶۷	ابو سعید الخدری	کتاب المناقب ابن المغازلی
۸۰	ابو الحسن علی بن محمد الطیب الجلابی المعروف ابن المغازلی	۴۸۳	ابو سعید الخدری زید بن ارقم	کتاب المناقب
۸۱	ابو عبد اللہ محمد بن فتوح بن عبد اللہ حمیدی	۴۸۸	زید بن ارقم	کتاب الجمع بین الصحیحین
۸۲	ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی	۴۸۹	ابو سعید الخدری	رسالہ قوامیہ
۸۳	ابو علی سمیعل بن احمد بن الحسین البیہقی	۵۰۷	زید بن ارقم	کتاب المناقب اخطب خوارزم
۸۴	ابو الفضل محمد بن طاہر بن احمد بن علی الشیبانی المقدسی المعروف بابن القیسرانی	۵۰۷		تاریخ مقفیٰ تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر المقریزی
۸۵	ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی الہمدانی۔	۵۰۹	زید بن ارقم	کتاب فردوس الاخبار
۸۶	ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی المعروف محی السنۃ	۵۱۶	زید بن ارقم، جابر بن عبد اللہ	کتاب مصابیح
۸۷	ابو الحسین رزین بن معاویہ العبدری	۵۳۵	زید بن ارقم	کتاب الجمع بین الصحاح
۸۸	ابو البرکات عبد الوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی البغدادی	۵۳۸		تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی۔
۸۹	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی	۵۴۴		کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ
۹۰	ابو محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی		ابو ذر غفاری	زین الفتی فی تفسیر سورہ ہل اتی
۹۱	ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم	۵۶۸	زید بن ارقم	کتاب المناقب
۹۲	ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر	۵۷۱	حذیفہ بن اسید الغفاری زید بن ارقم	تاریخ ابن کثیر، کفایت الطالب حافظ گنجی، التاریخ الکبیر ابن عساکر

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۹۳	محمد بن عمر بن احمد بن عمر الاصبہانی المعروف ابو موسیٰ المدینی	۵۸۱	عامر بن لیلی بن ضمرہ حذیفہ بن اسید	تتمہ معرفۃ الصحابہ ذیل کتاب ابی نعیم اصفہانی، جواہر العقدین نور الدین سمہودی، استجلاب ارتقاء الغرف السخاوی
۹۴	محمد بن مسلم بن ابی الفوارس الرازی			اربعین فضائل جناب امیر المومنین
۹۵	سراج الدین ابو الحسن علی بن عثمان بن محمد الدوشی الفرغانی			نصاب الاخبار، ہدایۃ السعداء ملک العلماء دولت آبادی۔
۹۶	ابو الفتوح اسعد بن محمود بن خلف العجلی الاصبہانی۔	۶۰۰	عامر بن لیلی بن ضمرہ حذیفہ بن اسید	کتاب فضائل الخلفاء جواہر العقدین سمہودی وسیلۃ المآل احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی۔
۹۷	مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم المعروف ابن الاثیر الجزری	۶۰۶	زید بن ارقم جابر بن عبد اللہ	جامع الاصول
۹۸	فخر الدین محمد بن عمر الرازی	۶۰۶	ابو سعید الخدری	مفاتیح الغیب
۹۹	ابو محمد عبد العزیز بن مسعود بن المبارک المعروف ابن الاخضر	۶۱۱	ابو سعید الخدری	معالم العترۃ النبویہ، جواہر العقدین سمہودی
۱۰۰	ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بن عبد الکریم المعروف ابن الاثیر	۶۳۰	زید بن ارقم عبد اللہ بن حنطب	اسد الغابہ ترجمہ امام حسنؑ
۱۰۱	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی	۶۴۳	حذیفہ بن اسید زید بن ارقم زید بن ثابت	کتاب المختارہ، استجلاب ارتقاء الغرف سخاوی، جواہر العقدین سمہودی وسیلۃ المآل احمد باکثیر
۱۰۲	ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن النجار	۶۴۳	زید بن ارقم	کفایت المطالب الکنجی
۱۰۳	ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی النصیبی	۶۵۲	زید بن ارقم	مطالب السئول فی مناقب آل الرسول
۱۰۴	رضی الدین حسن بن محمد الصنعانی	۶۵۰	زید بن ارقم	مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ
۱۰۵	شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزعلی المعروف سبط ابن الجوزی	۶۵۴	زید بن ارقم	تذکرہ خواص الامۃ
۱۰۶	ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی۔	۶۵۸	زید بن ارقم	کفایت الطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سن وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱	ابوالفتح محمد بن محمد بن ابی بکر	۶۶۷	ابوسعید الخدری	احیاء المیت سیوطی
۱۰۸	ابوذکریا یحییٰ بن شرف النوری	۶۷۶	زید بن ارقم	تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ امیر المومنین علی بن ابی طالب
۱۰۹	محب الدین ابوالعباس احمد بن عبداللہ الطبری	۶۹۴	زید بن ارقم	ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ریاض النضرۃ
۱۱۰	نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی المعروف نظام الاعرج		ابوسعید الخدری	غرائب القرآن بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔
۱۱۱	سعید الدین محمد بن احمد الفرغانی	۶۹۹		شرح فارسی قصیدہ تائیہ ابن الفارض بشرح شعر ہ واضح بالتاویل ما کان مشکلا علی بعلم نالہ بالوصیۃ
۱۱۲	جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم الانصاری	۷۱۱		لسان العرب
۱۱۳	صدر الدین ابوالمجامع ابراہیم بن المؤید حموینی	۷۲۲	زید بن ارقم ابوسعید الخدری	فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین
۱۱۴	نجم الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن مکی بن یاسین القمولی	۷۲۷		تکملہ تفسیر مفاتیح الغیب بہ تفسیر آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۱۵	فخر الدین ہانسوی	۷۲۷		دستور الحقائق، ہدایت السعداء ملک العلماء دولت آبادی
۱۱۶	علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف خازن	۷۴۱	زید بن ارقم	لباب التاویل فی معانی التنزیل بہ تفسیر آیہ مودۃ القربیٰ و آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۱۷	ولی الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ التبریزی		زید بن ارقم جابر بن عبداللہ	مشکوٰۃ المصابیح
۱۱۸	ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف المزی	۷۴۲	زید بن ارقم و جابر بن عبداللہ	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف
۱۱۹	شرف الدین حسن بن محمد عبداللہ الطیبی	۷۴۳	زید بن ارقم جابر بن عبداللہ	کاشف شرح مشکوٰۃ

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱۲۰	شمس الدین محمد بن المظفر الشاہ دووی الخلخانی	۷۴۵		مفاتیح شرح مصابیح
۱۲۱	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸	زید بن ارقم	صراط سوی شیخانی قادری
۱۲۲	جمال الدین محمد بن یوسف بن الحسن بن محمود الزرندی	۷۵۲	زید بن ارقم عبدالرحمٰن بن عوف جابر بن عبداللہ	نظم درر السمطین
۱۲۳	سعیدالدین محمد بن مسعود بن محمد بن مسعود الکازرانی	۷۵۸	زید بن ارقم	کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفےٰ
۱۲۴	اسمٰعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی	۷۷۴	زید بن ارقم	تفسیر بذیل آیہ تطہیر
۱۲۵	سید علی بن شہاب الدین بن محمد الہمدانی	۷۸۶	ابوسعید الخدری جبیر بن مطعم	مودۃ فی القربےٰ
۱۲۶	سید محمد طالقانی			قیافہ نامہ، جامع السلاسل مجدالدین۔
۱۲۷	سعدالدین مسعود بن عمر بن عبداللہ التفتازانی۔	۷۹۱		شرح مقاصد۔
۱۲۸	حسام الدین ابی عبداللہ حمید بن احمد المعلی۔		زید بن ارقم	محاسن الازہار، روضۃ الندیہ محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر
۱۲۹	نورالدین علی بن ابی بکر سلیمان الہیثمی	۸۰۷		فیض القدیر عبدالرؤف مناوی
۱۳۰	مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی	۸۱۷		قاموس در لغت ثقل
۱۳۱	محمد بن محمود المعروف خواجہ پارسا	۸۲۲	جابر ابن عبداللہ حذیفہ بن اسید زید بن ارقم	فصل الخطاب
۱۳۲	ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی	۸۴۹	زید بن ارقم	ہدایت السعداء
۱۳۳	نورالدین علی بن محمد المکی المالکی المعروف ابن الصباغ۔	۸۵۵	زید بن ارقم	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ
۱۳۴	شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن بن السخاوی۔	۹۰۲	زید بن ارقم۔ ابوسعید الخدری جابر بن عبداللہ حذیفہ بن اسید خزیمہ بن ثابت سہل بن سعد	کتاب استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
			عامر بن لیلیٰ، عبدالرحمٰن بن عوف، ابن عباس، عبداللہ ابن عمر، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، حضرت علی، ابوذر، ابورافع، ابوالشریح الخزاعی، ابو قدامہ، ابوہریرہ، ہیثم بن التیہان، ام سلمہ، ام ہانی۔	
۱۳۵	حسین بن علی الکاشفی	۹۱۰		مواہب علیہ معروف تفسیر حسینی بہ تفسیر آیہ سنفرغ لکم ایہا الثقلان
۱۳۶	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین ابی بکر السیوطی	۹۱۱	زید بن ارقم، ابوسعید الخدری، ابوہریرہ، حضرت علی، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن حنطب، زید بن ثابت۔	احیاء المیت، نہایۃ الافضال فی تشریف الآل۔ انافہ فی رتبۃ الخلافہ، بدور سافرہ من امور الآخرہ، در منثور تفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و آیہ مودۃ جامع صغیر، در نثیر مختصر نہایہ ابن الاثیر
۱۳۷	نور الدین علی بن عبداللہ السمہودی		زید بن ارقم، ابوسعید الخدری، جابر بن عبداللہ، ابوالطفیل، حذیفہ، ابوایوب الانصاری، زید بن ثابت، حضرت علی، ابوذر، ابورافع، عامر بن لیلیٰ، ضمیرۃ الاسلمی، ابوہریرہ، ام ہانی، ام سلمہ	جواہر العقدین فی فضل الشرقین۔
۱۳۸	فضل اللہ بن روزبہان		رسالہ اعتقادیہ۔	
۱۳۹	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳	زید بن ارقم، ابوسعید الخدری	مواہب لدنیہ۔
۱۴۰	شمس الدین محمد العلقمی	۹۲۹	زید بن ارقم	کوکب منیر شرح جامع صغیر
۱۴۱	عبدالوہاب بن محمد رفیع الدین البخاری	۹۳۲	ابوسعید الخدری	تفسیر انوری بہ تفسیر آیہ مودۃ

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱۴۲	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف الشامی	۹۴۲		سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد معروف سیرۃ شامیہ
۱۴۳	محمد بن احمد الخطیب	۹۶۸	زید بن ارقم	سراج منیر بتفسیر آیہ مودۃ
۱۴۴	شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی۔	۹۷۳		صواعق محرقہ فصل آیات واردہ فی شان اہلبیت
۱۴۵	نورالدین علی بن حسام الدین عبدالملک المعروف علی متقی	۹۷۵		کنز العمال
۱۴۶	محمد طاہر گجراتی	۹۸۶		مجمع البحار در لغت ثقل و لغت عترۃ
۱۴۷	عباس بن معین الدین المعروف مرزا مخدوم جانی	۹۸۸	زید بن ارقم	نواقض
۱۴۸	شیخ بن عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس	۹۹۰	عبدالرحمن بن عوف	کتاب العقد النبوی
۱۴۹	کمال الدین بن برہان الدین جہرمی			براہین قاطعہ
۱۵۰	بدرالدین محمود بن احمد بن مصطفیٰ بن ابراہیم			تاج الدرہ شرح قصیدہ بردہ
۵۱	عطاء اللہ بن فضل اللہ الشیرازی	۱۰۰۰	حذیفہ بن اسید	اربعین
۱۵۲	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف علی قاری۔	۱۰۱۴	زید بن ارقم	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ شرح شفاء قاضی عیاض
۱۵۳	عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی	۱۰۳۱	زید بن ارقم، زید بن ثابت	فیض القدیر شرح جامع صغیر تیسیر شرح جامع صغیر
۱۵۴	ملا یعقوب لاہوری			رسالہ عقائد
۱۵۵	نورالدین علی بن ابراہیم بن احمد بن علی الحلبی	۱۰۴۴		انسان العیون فی سیرۃ المامون
۱۵۶	احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی	۱۰۴۷	ابو سعید الخدری، زید بن ارقم، زید بن ثابت، جابر بن عبداللہ، ضمیرۃ الاسلمی، حضرت علی، ابوذر، ابو رافع، ابوہریرہ، ام ہانی، ام سلمہ، حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلی۔	وسیلۃ المآل فی عدد مناقب الآل۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱۵۷	محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری		زید بن ارقم، ابوسعید الخدری، جابر بن عبداللہ، زید بن ثابت، عبدالرحمن بن عوف، حضرت علی، ابوہریرہ، ام سلمہ، ابوالطفیل۔	صراط سوی فی مناقب آل النبی
۱۵۸	سید محمد بن جلال ماہ بخاری			تذکرۃ الابرار
۱۵۹	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲	زید بن ارقم	مدارج النبوۃ
۱۶۰	شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی	۱۰۶۹	زید بن ارقم	نسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض
۱۶۱	علی بن احمد بن محمد بن ابراہیم العزیزی بالبولاتی۔	۱۰۷۰		سراج منیر بشرح جامع صغیر
۱۶۲	صالح بن مہدی بن علی المقبلی الصنعانی	۱۱۰۸		لمحات ابحاث مسددہ
۱۶۳	احمد آفندی المعروف منجم باشی	۱۱۱۳		تنقید العقود السنیہ رضی الدین حسینی
۱۶۴	محمد بن عبدالباقی بن یوسف الازہری الزرقانی۔	۱۱۲۲	زید بن ارقم	شرح مواہب لدنیہ
۱۶۵	حسام الدین بن محمد بن بایزید سہارنپوری		زید بن ارقم	مرافض
۱۶۶	میرزا محمد بن معتمد خاں البدخشی		زید بن ارقم، زید بن ثابت، حذیفہ بن اسید جابر بن عبداللہ۔	مفتاح النجاء، نزل الابرار
۱۶۷	رضی الدین بن محمد بن علی بن حیدر الحسینی۔			تنقید العقود السنیہ بہ تمہید الدولت الحسینہ
۱۶۸	محمد صدر عالم			معارج العلی
۱۶۹	ولی اللہ بن عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۶	زید بن ارقم	ازالۃ الخفا، قرۃ العینین
۱۷۰	محمد معین بن محمد امین السندی			دراسات اللبیب
۱۷۱	محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر	۱۱۸۲	زید بن ارقم، ابوسعید الخدری، ایاس بن سلمہ، حضرت علی۔	روضۃ الہدایہ شرح تحفۃ العلویہ۔
۱۷۲	محمد بن علی الصبان		زید بن ارقم	اسعاف الراغبین
۱۷۳	ابوالفیض محب الدین محمد مرتضیٰ الواسطی			تاج العروس من جواہر القاموس

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث ثقلین	سنہ وفات	صحابی راوی	حوالہ جات
۱۷۴	احمد بن القادر العجیلی			ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل
۱۷۵	محمد مبین بن محب اللہ لکھنوی	۱۲۲۵	زید بن ارقم	وسیلۃ النجاۃ
۱۷۶	محمد اکرام الدین بن محمد نظام الدین			سعادۃ الکونین فی بیان فضائل الحسنین
۱۷۷	جمال الدین معروف مرزا حسن علی محدث۔		زید بن ارقم	تفریح الاحباب فی مناقب الآل والاصحاب
۱۷۸	عبدالرحیم بن عبدالکریم الصفی پوری			منتہی الارب
۱۷۹	ولی اللہ بن حبیب اللہ بن محب اللہ لکھنوی۔		زید بن ارقم	مراۃ المومنین
۱۸۰	مولوی محمد رشید الدین خاں			رسالۃ الحق المبین فی فضائل اہلبیت سید المرسلین
۱۸۱	عاشق علی خاں			ذخیرۃ العقبیٰ فی ذکر فضائل ائمۃ الہدیٰ۔
۱۸۲	شیخ حسن عدوی حمزادی			مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار
۱۸۳	سلیمان بن ابراہیم مفتی اعظم قسطنطنیہ		زید بن ارقم، جابر بن عبداللہ، ابوذر، ابوسعید الخدری، حذیفہ بن اسید، حذیفہ بن الیمانی، عبداللہ بن عباس، حضرت علی، امام حسن، زید بن ثابت، جبیر بن المطعم، سلمان فارسی، ابو قدامہ، خزیمہ بن ثابت، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابو شریح الخزاعی، ابو ایوب انصاری، عامر بن ابی لیلی، ابو رافع، ام ہانی، ام سلمہ، فاطمۃ الزہرا، عبدالرحمٰن بن عوف	
۱۸۴	صدیق حسن خاں		زید بن ارقم	سراج وہاج شرح صحیح مسلم
۱۸۵	مولوی حسن زماں۔		زید بن ثابت	قول مستحسن فی فخر الحسن

چشم زدن میں اُن سے رخصت ہو کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں وہ ملی اوصاف جو قرآن اور صدیاں پہلے اُن کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے۔ اُن کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے قرآن کی قاطع الظن اور متحد الاعمال تعلیم کی فدایانہ تعمیل میں عرب اپنی ظاہری عبادات و رسومات کو بدل سکتے تھے اپنے آبائی روایات و اعتقادات کو بادی النظر میں چھوڑ سکتے تھے۔ اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علیٰ رؤس الاشہاد محو کر سکتے تھے۔ بلاغت و فصاحت کے ذاتی ادعا کو بھی طوعاً و کرہاً خیر باد کہہ سکتے تھے مگر طبائع کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے وہ دراصل اس مٹی میں اپنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اس ہی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر اس کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی"۔
تذکرہ مقدمہ ص ۶۷ ۔ ۶۸

جن الفاظ کے نیچے ہم نے لکیر کھینچ دی ہے اُن پر غور کرنے سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔ کہ جتنی بھی تبدیلیاں عرب میں ہوئیں وہ بھی صرف ظاہری تھیں۔ اصل و اندرونی و ذاتی تبدیلیاں نہ تھیں۔ جو کچھ بھی انہوں نے چھوڑا تھا اکراہ و اجبار کے ساتھ چھوڑا تھا اپنی مرضی کے خلاف چھوڑا تھا۔ حضرت موسیٰ کی مثیل تشریح کرتی ہے کہ ذرا سا دباؤ ہٹنے کے بعد جو کچھ چھوڑا تھا وہ پھر عود کر آیا۔ جناب رسولِ خدا کی تعلیم کا تو اتنا عظیم الشان اثر ہوا کہ یک لخت دس برس کے قلیل عرصہ میں تقریباً سارے عرب نے اپنے قدیمی خداؤں کو چھوڑ دیا اور ایک خدا کو ماننے لگے اور اس تعلیم کا اثر تو آخر تک رہا۔ یہ تو زائل نہیں ہوا۔ مسلمان تو وہ رہے۔ اس بات کا ٹھیکہ جناب رسولِ خدا نے نہیں لیا تھا کہ اُن کو کبھی شیطان بہکا بھی نہ سکے دنیا کی زینت انہیں اپنی طرف کھینچ ہی نہ سکے۔ وہ فرشتہ بن جائیں صدیوں کی آلائش صرف دس یا بیس سال کے اندر جاتی رہے ایسی ذمہ داری کسی پیغمبر نے نہیں لی اور نہ لے سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی حضوری میں صدیوں رہنے کے باوجود ابلیس کی اپنی ابلیسی فطرت باقی ہی رہی قرآن شریف وجہ بتا رہا ہے کان من الجن۔ جن کی نافرمان اور متکبر فطرت نے اسے سجدہ کرنے سے باز رکھا یہ لوگ خدا کو ایک تو مانتے رہے پھر بتوں کی پرستش تو شروع نہیں کر دی اور اگر یہ بھی کر دیتے تو آنحضرتؐ کا کیا قصور تھا۔ محض چالیس راتوں کی غیر حاضری سے ساری اُمت موسوی بچھڑے کو پوجنے لگی اور موسیٰ کے خدا کو چھوڑ دیا۔ جب خطرہ محسوس ہوا تو حضرت عیسےٰ کے حواریوں تک نے اُن کو چھوڑ دیا۔ بہت سے ایسے اولوالعزم انبیاء و مرسلین ہوئے ہیں کہ اُن کی مدتوں کی تعلیم کے باوجود صرف معدودے چند لوگ ایمان لائے اور آخر کار تنگ آکر عذاب الٰہی کے نزول کی دعا کی۔ اور عذاب الٰہی نازل ہوا ان تمام باتوں سے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ یا اُن انبیاء و مرسلین کے اوپر تو کوئی الزام عاید نہیں۔

یہ نقشہ بہت واضح اور مفصل ہے جس کا جی چاہے اصل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ اس نقشہ کو ہم نے کئی کتب خصوصاً کتاب مستطاب عبقات الانوار حدیث ثقلین سے مرتب کیا ہے۔ ان اصحاب کی سہولت کے لئے جو عربی زبان سے ناواقف ہیں۔ ہم چند مشہور علماء و محدثین و محققین کی کتابوں سے اقتباسات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں اس حدیث کو متعدد طرق و اسانید کے ساتھ لکھا ہے۔ کم سے کم دس موقعوں پر مسند میں مختلف طرق کے ساتھ یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

ثنا ابن نمیر ثنا عبد الملك بن ابی سلیمان عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد ترکت فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلوا بعدی الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھلبیتی الا وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو) ابو سعید الخدری سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ میں تمہارے درمیان دو نہایت عظیم الشان چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑا ہے ایک کتاب اللہ زمین سے آسمان تک حبل متین اور دوسرے میری عترت اہلبیت خبردار وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس روز قیامت حوضِ کوثر پر حاضر ہوں۔

امام احمد بن حنبل مسند الجزء الثالث ص ۱۴ و ۱۷ و ۲۶۔

نیز ملاحظہ ہو۔ الجزء الرابع ص ۳۶۷ و ۳۷۱ و الجزء الخامس ص ۱۸۲ و ۱۸۹ ترمذی سنن ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر۔ تاریخ الکبیر الجلد الخامس حصۃ تہذیب ترجمہ زید بن ارقم ص ۴۳۶۔ نسائی۔ کتاب الخصائص۔ علی المتقی، کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰ حدیث ۵۹۶۷ لغایت ۵۹۷۲۔ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸۔

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد سخاوی اپنی کتاب ارتقاء الغرف بحُبّ اقربا الرسول ذوی الشرف میں بعد بیان تفسیر آیۂ مودۃ کے لکھتے ہیں۔

واذ قد بان لك الصحیح فی تفسیر ھذہ الایۃ فاقول قد جاءت الوصیۃ الصریحۃ باھل بیت فی غیرھا من الاحادیث فعن سلیمان بن مھران الاعمش عن عطیۃ بن سعد العوفی و حبیب بن ابی ثابت اولھما عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ وثانیھما عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول

اور جب تم کو اس آیۃ کی یہ صحیح تفسیر معلوم ہو گئی تو میں تم سے کہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا اپنے اہل بیت کے حق میں وصیت کرنا ان کے علاوہ دیگر احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ سلیمان بن مہران الاعمش روایت کرتے ہیں ابو سعید الخدری سے بتوسط عطیۃ بن سعد الکوفی اور زید بن ارقم سے بتوسط حبیب بن ابی ثابت کہ فرمایا جناب رسولِ خدا

الله صلی الله علیه وسلم انی تارك فیكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الاخر كتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهلبیتی ولن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض فانظروا كیف تخلفونی فیهما اخرجه الترمذی فی جامعه وحدیث ابی سعید عند احمد فی مسنده من حدیث الاعمش وكذا من حدیث ابی اسرائیل الملائی اسماعیل بن خلیفه وعبد الملك بن ابی سلیمان ورواه الطبرانی فی الاوسط من حدیث كثیر النواء ادبعتهم عن عطیه ورواه ابو یعلی واخرون وتعجبت من ابراز ابن الجوزی له فی العلل المتناهیه بل اعجب من ذالك قوله انه حدیث لا یصح مع ما سیاتی من طرقه التی بعضها فی صحیح مسلم۔

نے کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے ان کو پکڑے رکھا تو تم کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوں گے وہ دونوں عظمت میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک حبل متین ہے اور میرے عترت اہل بیت اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے یہاں تک کہ قیامت کے روز میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔ دیکھو تم ان سے میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو۔ اس حدیث کو ترمذی نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابو سعید خدری کی روایت مسند احمد حنبل بن اعمش کے توسل سے درج ہے اور اسی طرح روایت ابو اسرائیل الملائی اسمٰعیل بن خلیفہ و عبد الملک بن ابی سلیمان پائی جاتی ہے۔ اس ہی حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بہت طرق سے مروی ہے اور بہت مشہور ہے ابو یعلی نے اور دوسرے علماء نے اس حدیث کی تصدیق و توثیق کی ہے مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب علل المتناہیہ میں اس حدیث پر کیوں شبہ وارد کیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب انگیز اس کا یہ قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے حالانکہ اتنے صدہا طرق کے ساتھ مروی ہے۔ جن کا ذکر اب ہم کرتے ہیں۔ چند طرق ان میں سے صحیح مسلم میں درج ہیں۔

اس کے بعد علامہ موصوف ان طرق کو بیان کرتے ہیں۔

واخرجه الحاكم فی المستدرك من حدیث الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عامر بن واثله عن زید بن ارقم ولفظه لما رجع رسول الله صلی الله علیه وسلم من حجة الوداع ونزل غدیر خم امر بدوحات فقمت ثم قام فقال كانی قد دعیت فاجبت انی قد تركت فیكم الثقلین احدهما اكبر من الاخر كتاب الله عزوجل وعترتی فانظروا كیف تخلفونی

علامہ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں حدیث ثقلین کو زید بن ارقم سے بواسطہ الاعمش و ابو الطفیل و عامر بن واثلہ ان الفاظ میں لکھا ہے کہ جب جناب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم تشریف لائے تو حکم دیا کہ درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کی جائے اور خیمے نصب کئے جائیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ عنقریب میں اس دنیا سے رحلت کر جاؤں گا۔ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے

فیهما فانهما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض ثم قال ان الله عزوجل مولای وانا ولی کل مومن ومومنة من کنت مولاه فعلی مولاه ومن حدیث سلمه بن کہیل عن ابیه عن ابی الطفیل ایضا بلفظ نزل رسول الله صلی الله علیه وسلم بین مکة والمدینة عند سمرات خمس دوحات عظام فکنس الناس ما تحت السمرات ثم راح رسول الله صلی الله علیه وسلم عشیة فصلی ثم قام خطیباً فحمد الله تعالیٰ عزوجل واثنی علیه وذکر ووعظ فقال ما شاء الله ان یقول ثم قال ایها الناس انی تارك فیکم امرین لن تضلوا ان اتبعتموها وهما کتاب الله واهل بیتی عترتی وحدیث ابی الضحی مسلم بن صبیح عن زید بن ارقم مقتصرا علی قوله انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله واهل بیتی وانهما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض وقال عقب کل طرق من الثلاثه انه صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه وکذا اخرجه من طریق یحیی بن جعده عن زید ابن ارقم روافقه علی تخریج هذه الطریق الطبرانی فی الکبیر وفیها وصف ذلك الیوم بانه ما اتا علینا یوم کان اشد حرا منه واخرجه الطبرانی ایضا من حدیث حکیم بن جبیر عن ابی الطفیل عن زید وفیه من الزیادة عقب قوله وانهما لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض سالت ربی ذالك

جاتا ہوں وہ دونوں عظمت میں مساوی ہیں۔ کتاب اللہ و میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گے یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے اور میں تمام مومنین و مومنات کا ولی ہوں۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے سلمہ بن کہیل کی روایت لڑکے اپنے باپ سے ہے جس نے ابو الطفیل سے روایت کی، الفاظ یہ ہیں کہ جناب رسولخدا درمیان مکہ و مدینہ بڑے درختوں کے پاس ٹھہرے لوگوں نے درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کی، تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد جناب رسولخدا نے نماز پڑھی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔ حمد و ثنا باری تعالیٰ کے بعد نصائح و عظ فرمائے۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم ان کی پیروی کروگے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت ہیں۔ ابوالضحیٰ مسلم بن صبیح کی روایت زید بن ارقم سے اس طرح ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا نے میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب اللہ و میرے اہل بیت بتحقیق کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں تمام طرق کے بیان کرنے کے بعد حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث شرائط شیخین یعنی بخاری و مسلم کے مطابق صحیح ہے۔ اگرچہ ان دونوں نے اس مکمل حدیث کو بیان نہیں کیا، اور اسی طرح حاکم

لهما فلا تقدموهما فتهلكوا ولا تقصروا
عنهما فتهلكوا ولا تعلموهم فانهم اعلم
منكم وفي الباب عن جابر وحذيفه
بن اسيد وخزيمه بن ثابت وسهل
بن سعد وضمير وعامر بن ليلى وعبد
الرحمٰن بن عوف وعبد الله بن
عباس وعبد الله بن عمرو وعدى
بن حاتم وعقبه بن عامر وعلى بن ابى
طالب وابى ذر وابى رافع وابى الشريح
الخزاعى وابى قدامة الانصارى وابى
هريرة وابى الهيثم بن التيهان ورجال
من قريش ام سلمه وام هانى ابنته
الطالب الصحابية رضوان الله عليهم الخ۔

نے اس حدیث کو یحییٰ بن جعدہ کے ذریعہ سے زید
بن ارقم سے روایت کیا ہے۔ اور اسی طرح روایت
کرنے میں حاکم کی موافقت طبرانی نے بھی معجم کبیر
میں کی ہے اور اس میں اس دن کی یہ صفت
بیان کی ہے کہ اس سے زیادہ گرم دن ہمارے
اوپر نہیں آیا، طبرانی نے اس حدیث کو حکیم بن
جبیر عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم کی روایت
سے لکھا ہے اور اس میں آنحضرتؐ کے اس
قول کے بعد کہ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے۔ یہاں
تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں یہ
بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم ان سے سبقت
نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور نہ ان کی پیروی
میں کوتاہی کرو ورنہ ہلاک و گمراہ ہو جاؤ گے۔ تم
میری عترت اہل بیت کو سکھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم والے ہیں، اور یہی جابر
بن عبداللہ وحذیفہ بن السید وخزیمہ بن ثابت وسہل بن سعد وضمیرہ وعامر بن لیلی وعبدالرحمٰن بن عوف
وعبداللہ ابن عباس وعبداللہ بن عمر وعدی بن حاتم وعقبہ بن عامر وعلی بن ابی طالب وابوذر وابو رافع
وابو الشریح الخزاعی وابو خدامۃ الانصاری وابوہریرہ وابوالہیثم بن التیہان وقریش کے دیگر مردم و
ام سلمہ وام ہانی بنت ابی طالب صحابیہ سے مروی ہے۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے اس حدیث ثقلین کو ان تمام اصحاب کی روایات کے ساتھ
بیان کیا ہے۔ ہم نے بخوف طوالت اس کو چھوڑ دیا ہے۔

نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی نے اپنی کتاب جواہر العقدین میں حدیث ثقلین کی صحت
کو بہت اچھی طرح ثابت کیا ہے۔ ساری بحث کو نقل کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اس کے چند جملے
ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

الذكر الرابع. ذكر حثه صلى الله عليه
وسلم الامة على التمسك بعده بكتاب
ربهم واهلبيت نبيهم وان يخلفوه
فيهما بخير وسواله صلى الله عليه وسلم
من يرد عليه الحوض عنهما وسوال ربه
عزوجل الامة كيف خلفوا نبيهم صلى الله

(ترجمہ) ذکر چہارم۔ بیان اس امر کا کہ جناب رسولخداؐ
نے امت کو تمسک کتاب اللہ وعترت رسولؐ
اللہ کی طرف بلایا اور حکم دیا کہ ان دونوں کے
ساتھ آپ کے بعد حسن سلوک سے پیش آویں یہ
کہ آپ روز قیامت ہر ایک سے جو حوض کوثر پر
آئے گا سوال کریں گے کہ آپ کے بعد ان دونوں

عليه وسلم فيهما ووصية صلى الله عليه
وسلم باهل بيته وان الله تعالى اوصاه
بهم وقوله استوصوا باهل بيتي خيرًا
فاني اخاصمكم عنهم غدا ومن اكن
خصيمه اخصمه ومن اخصمه دخل
النار وحثه صلى الله عليه وسلم على
حفظهم والتجاوز عن مسيئهم عن زيد
ابن ارقم رضي الله عنه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم اني تاركٌ
فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلوا بعدي
احدهما اعظم من الاخر كتاب الله حبل
ممدود من السماء الى الارض وعترتي
اهل بيتي ولن يفترقا حتّى يردا على الحوض
فانظروا بما تخلفوني فيهما اخرجه الترمذي
في جامعه وقال حسن غريب واخرج
احمد معناه في مسنده عن ابن سعيد الخدري
ولفظه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال اني اوشك ان ادعى فاجيب واني
تارك فيكم الثقلين كتاب الله حبل
ممدود من السماء الى الارض وعترتي
اهل بيتي وان اللطيف الخبير اخبرني
انهما لن يفترقا حتّى يردا على الحوض
فانظروا بما تخلفوني فيهما واخرجه
ايضًا الطبراني في الاوسط وابو يعلى وغير
هما وسنده لا بأس به واخرجه الحافظ
ابو محمد عبد العزيز بن الاخضر في معالم
العترة النبوية الخ

سے ■ کس طرح پیش آیا اور خداوند تعالیٰ امت
محمدیہ سے سوال کرے گا کہ انہوں نے اپنے نبی کے
بعد ان دونوں سے کیسا سلوک کیا۔ آپ نے
وصیت فرمائی کہ آپ کے اہل بیت کی پیروی آپ
کے بعد کریں اور خداوند تعالیٰ نے بھی اپنے رسولؐ
کو وصیت کی کہ وہ اپنی عترت کے متعلق اپنی امت
کو وصیت کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت
کے ساتھ نیکی کرو کیونکہ روز قیامت میں تم سے
ان کے متعلق خصومت کروں گا۔ جس سے میں
مخاصمت کروں گا۔ اس کا میں دشمن ہوں گا۔
اور جس سے میں نے مخاصمت کی وہ دوزخ میں
ڈالا جائے گا۔ اور آنحضرت نے حکم دیا کہ اہل
بیت رسولؐ کے حقوق کی حفاظت کرو اور ان
کی سختیوں سے درگزر کرو زید ابن ارقم سے
مروی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں
تم میں دو بزرگ وعظیم الشان چیزیں چھوڑے
جاتا ہوں۔ اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو تم کبھی
میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے وہ دونوں عظمت
میں برابر ہیں۔ کتاب اللہ جو ایک مضبوط ذریعہ
ہے آسمان سے زمین تک اور میری عترت اہل
بیت یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا
نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت حوض کوثر
پر وہ دونوں میرے سامنے آئیں گے پس دیکھو تم ان
دونوں کے ساتھ میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو اس
حدیث کو ترمذی نے اپنی جامع میں بیان کیا ہے اور اس
کی تصدیق کی ہے اور امام احمد حنبل نے اس کو اپنی مسند
میں بیان کیا ہے اور اسکو ابو سعید الخدری سے روایت
کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ عنقریب میں تم میں سے
رحلت کر جاؤں میں اپنے پیچھے تمہارے درمیان دو بزرگ وعظیم القدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔

ایک تو کتاب اللہ جو ایک مضبوط رسی ہے۔ آسمان سے زمین تک اور دوسرے میری عترت اہل بیت تحقیق کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ پس دیکھو تم ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو طبرانی نے اس حدیث کو اپنی معجم اوسط میں اور ابو یعلیٰ اور ان کے علاوہ اور بہت سے علماء نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور اس کے اسناد نہایت ثقہ اور معتبر ہیں جن پر بلا خوف و خطر اعتبار کیا جا سکتا ہے اس حدیث کو حافظ ابو محمد عبدالعزیز بن الاخضر نے اپنی کتاب معالم العترۃ النبویہ میں بیان کیا ہے الخ

اتنا لکھنے کے بعد فاضل مؤلف نے ابن الجوزی کے اعتراضات کا جواب دیا ہے اور حدیث ثقلین کو کئی طرق سے نقل کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ اس کی صحت میں کچھ کلام نہیں ہے۔ اس ہی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

ولفظ الطریق الثالثه انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ واهل بیتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض واخرجه الطبرانی وزاد فیه عقب قوله انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض سألت ربی ذالك لهما فلا تقدموهما فتهلکوا ولا تقصروا عنهما فتهلکوا ولا تعلموهم فانهم اعلم منکم۔

تیسرا سلسلہ رواۃ یہ ہے فرمایا آنحضرتؐ نے کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم القدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت وہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں۔ طبرانی نے بھی یہی حدیث بیان کی ہے کہ اس جملہ کے بعد کہ یہ ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر میرے پاس آویں۔ یہ الفاظ مزید بیان کئے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم ان دونوں سے پیش قدمی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور نہ ان کی پیروی میں کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور میری عترت اہل بیت کو تم سکھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

ابن حجر مکی نے اس حدیث کی توثیق و تصدیق میں کوشش بلیغ کی ہے اور لکھا ہے کہ ابن الجوزی کا اعتراض بالکل لغو ہے کیونکہ اس نے صرف ایک سلسلہ کو لے لیا ہے اور دیگر طرق پر غور نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو۔

ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص ۸۹۔

جناب رسول خدا کی یہ تاکید کہ میرے اہلبیت سے سبقت نہ کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور ان کو سکھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں بہ نہایت غور [illegible] ہے اسلام میں ساری خرابیاں اس ارشاد پر نہ عمل کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ آنحضرتؐ کے اس تاکیدی ارشاد کو ان حوالجات کے علاوہ کہ جن کا اُوپر ذکر ہو لیا ہے۔

احمد بن الفضل بن محمد باکثیر نے اپنی کتاب وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل میں، اور محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری نے صراط سوی فی مناقب آل النبی میں، اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بیان کیا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو۔

شیخ سلیمان بن ابراہیم: ینابیع المودۃ الباب الثالث والباب الرابع ۲۰ و ۳۹ و ۲۷ و ۲۹ لغایت ۴۱۔ ابو عبداللہ الحاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث۔ کتاب معرفۃ الصحابہ ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸۔ الثعلبی: تفسیر کشف البیان عن تفسیر القرآن بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ جلال الدین سیوطی، کتاب الدر المنثور بتفسیر آیہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و آیہ مودۃ۔

احیاء المیت برحاشیہ کتاب الاتحاف ص ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۴ و ۱۱۶۔

محمد بن علی الصبان: اسعاف الراغبین۔ برحاشیہ نور الابصار ص ۱۰۱ و ۱۰۲۔

محمد بن عبدالباقی الزرقانی۔ شرح مواہب لدنیہ الجزء السابع ص ۵۔

یوسف بن اسمٰعیل، شرف المؤبد ص ۱۷ و ۱۸۔

نور الدین علی الحلبی: سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۳۰۸۔

شیخ عبداللہ بن محمد: کتاب الاتحاف ص ۶۔

علامہ بغوی۔ مصابیح السنۃ الجزء الثانی ص ۲۷۸ و ۲۷۹۔

آنحضرتؐ کے اس ارشاد پر جتنا بھی غور کیا جائے کم ہے۔ آپ کا یہ خطبہ بہت پُرمعنی اور پیشین گوئیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ لوگ کیا جواب دیں گے جنہوں نے خلافت حاصل کرنے میں علی ابن ابی طالبؑ پر سبقت کی۔ سبقت تو کر گئے۔ مگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی بھی کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس بیجا سبقت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام میں فرقہ بندی پیدا ہو گئی، دنیاوی وجاہت اور سرداری حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر بے جا سبقت کرنے کی مثال قائم ہو گئی، اور چونکہ یہ لوگ دور اوّل کے مسلمان تھے۔ ان کے بعد کی آنے والی نسلوں نے اُن کے اس طرزِ عمل کو اپنی وجاہت پسندی اور ہوس ملک گیری کے لئے ایک بہانہ بنالیا۔ مرکزیت جاتی رہی۔ اطاعت کا مادّہ نہ رہا ہر ایک شخص اپنے تئیں امام فقہ اور صاحب ولایت سمجھنے لگا۔ جب استحقاق اہلیت واعلمیت وقرابت رسولؐ کی تخصیص ہی جاتی رہے اور جو شخص اپنے تئیں مسند حکومت پر دراز کرسکا۔ وہ ہی امام مفترض الطاعت سمجھا جانے لگا۔ تو پھر ہر ایک شخص نے جس کی لاٹھی اس ہی کی بھینس کے اصول پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ لہٰذا ہر ایک شخص کے دل میں خلافت کی خواہش پیدا ہو گئی کئی اُمیدواران خلافت ہوتے رہے اور فتنہ وفساد پیدا کرتے رہے جس طرح خلافت کے اُمیدوار پیدا ہو گئے اسی طرح امامت کے امیدوار برسات کے مینڈکوں کی طرح نکل آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے امام اتنے فرقے ہر ایک کا مصلّٰے الگ، گوشہ الگ، عین خانہ کعبہ میں چار فرقے بن گئے۔ یہی نہیں کہ فرقے بن گئے

بلکہ اُمت میں تسلیم کئے جانے لگا۔ اور اب تو چار سے بھی زائد ہو گئے۔ یہ فرقہ بندی ان ہی اصُول وعقائد کا تو نتیجہ ہے مگر جب اس فرقہ بندی سے اسلام میں کمزوری وگمراہی پیدا ہوئی مرکزیت نہ رہی۔ اطاعت کا جوہر نہ رہا۔ سارا شیرازہ بکھر گیا تو اب لگے ڈاڑھیں مار کے رونے ہائے ہائے۔

سہ
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

لیکن اس ہائے ہائے کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے، جناب رسولؐ خدا نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر اہل بیت وعترت کو چھوڑ دو گے۔ اُن سے سبقت کرو گے۔ تو تم متفرق ہو جاؤ گے، گمراہ ہو جاؤ گے۔ تم نے سبقت کی گمراہ ہو گئے اب رونا کیسا، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عترت رسول سے اختلاف کرنا گمراہی وضلالت ہے اور یہ سارے امام جو ہوئے ہیں ان سے اختلاف کرتے رہے ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اختلاف کیا اور اپنا علیحدہ مصلّے بچھا لیا۔ امام بخاری کی رائے میں ان کے بہت سے علماء نقل کفر کفر نہ باشد۔ حضرت امامین عسکرئین علیہما السلام سے اعلم وافضل تھے۔ بقول پیغمبر علیہ السلام یہ گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔

اس حدیث کو آنحضرتؐ نے بستر مرگ پر بھی ارشاد فرمایا اور آخر وقت تک امت کو تمسک ثقلین کی ہدایت فرماتے رہے۔ چنانچہ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر اپنی کتاب وسیلۃ المآل میں لکھتے ہیں۔

واخرجہ محمد بن جعفر البزاد عنہا (ام سلمہ) بلفظ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی قبض فیہ وقد امتلاءت الحجرۃ من اصحابہ قال ایھا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعا فینطلق بی وقد قدمت القول معذرۃ الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب اللہ عزوجل وعترتی اھل بیتی ثم اخذ بید علی فقال علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتّٰی یردا علیّ الحوض فاسالھما عن ما خلفت فیھما اخرجہ الدار قطنی۔

محمد بن جعفر نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا کو اپنے مرض الموت میں یہ کہتے ہوئے سُنا ہے جب کہ اُن کا کمرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا کہ اے لوگو! بہت جلد میں تم سے رخصت ہونے والا ہوں اب میں رحلت کر جاؤں گا میں پہلے بھی تم سے کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت پھر آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ہرگز کبھی ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر قیامت کے دن میرے پاس وارد ہوں۔ اور میں ان دونوں سے سوال کروں گا۔ کہ میرے

بعد ان سے کیسا سلوک کیا گیا۔ دار قطنی نے یہ روایت اسناد کے ساتھ ام سلمہ سے نقل کی ہے۔
ابن حجر مکی نے بھی اپنی کتاب صواعق محرقہ میں یہی بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اعلم ان الحديث التمسك بذلك طرقا كثيرة وردت عن نيف وعشرين صحابيا ومولہ طرق مبسوط فی حادی عشر الشبه وفی بعض تلك الطرق انه قال ذالك بحجة الوداع بعرفه وفی اخرى انه قال له بالمدينة فی مرضه وقد امتلاءت الحجرة باصحابه وفی اخرى انه قال ذلك بغدير خم وفی اخرى انه قال لما قام خطيبا بعد انصرانه من الطائف كما مر ولا تنافی اذلا مانع من انه كرر عليهم ذالك فی تلك المواطن وغيرها اهتماما لشان الكتاب العزيز والعترة الطاهرة وفی رواية عند الطبرانی عن ابن عمران اخر ما تكلم به النبی صلی الله عليه وسلم اخلفونی فی اهل بيتی۔

تو جان لے کہ حدیث ثقلین بہت کثیر طرق کے ساتھ تقریباً ۲۰ صحابیوں سے مروی ہے۔ اور ان طرق کا ذکر شبہ گیارہ میں گزر چکا ہے ان میں سے چند طرق میں ہے کہ یہ حدیث حجۃ الوداع میں بیان کی اور بعض میں یہ ہے کہ مدینہ میں بھی آنحضرتؐ نے اپنے مرض موت میں بیان کیا جبکہ آپ کا حجرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا غدیر خم کے موقع پر بھی بیان کی گئی اور بوقت واپسی از طائف بھی آنحضرتؐ نے اس کو بیان کیا اور امر واقعہ یہ ہے کہ ان سب موقعوں پر اس حدیث کی تکرار آنحضرتؐ نے کی اور ان کے علاوہ بھی تاکہ قرآن شریف و عترۃ طاہرہ کی عظمت لوگوں پر واضح ہو جائے طبرانی نے ابن عمر سے اپنے اسناد سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ موت کے وقت آخری فقرہ جو آنحضرتؐ نے کہا وہ یہ تھا۔ کہ میرے بعد میری عترت اہلبیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الحادی عشر ص ۸۹ و ۹۰ و ۱۳۵۔

یہ تھی جناب رسول خدا کی آخری وصیت، اُمت نے اس پر کس طرح عمل کیا سقیفہ بنی ساعدہ کے جلسے، جمل وصفین کے معرکے اور کربلا کے خونیں نقشے بتا رہے ہیں، اور قیامت تک بتائیں گے، اُمت نے اپنے پیارے رسولؐ کی اس وصیت و آخری خواہش کو کس طرح پورا کیا ہمارے قلم میں طاقت نہیں کہ لکھ سکے۔ نہ ہماری زبان کو یارا کہ بیان کر سکے۔ تاریخ کے صفحے پڑھیے۔ اور آنکھوں سے خون جگر بہایئے۔

(ب) حدیث غدیر

ثم قال یا ایها الناس ان الله مولائی وانا مولی المومنین وانا اولی بهم من انفسهم فمن كنت مولاه فهذا

حدیث ثقلین کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! خدا میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور انکی جانوں پر تصرف رکھتا ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہوں اس

علی مولاہ اللّٰہم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔

کا یہ علیؑ مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے۔ اور چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑ دے۔

یہ حدیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اور اس کی صحت شبہ سے بالاتر ہے حدیث ثقلین کے ساتھ ساتھ ہی اس کے بعد یہ حدیث آپؐ نے ارشاد فرمائی اور جس نے حدیث ثقلین کی توثیق و تصدیق کی ہے وہ ہی اس کی صحت سے بھی اقبال کرتا ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث ہمارے سوال زیر بحث پر براہ راست حاوی ہے۔ اور ہمارا دعویٰ تقرری خلیفہ و جانشین کو بغیر کسی شک و شبہ کے بہت اچھی طرح ثابت کرتی ہے، لہٰذا مزید تسلی کے لئے ہم ان تمام محققین و محدثین و مؤرخین و علماء و فقہاء کی تصنیفات و تالیفات کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس حدیث غدیر کی صحت کی تصدیق و توثیق کی ہے۔ نقشہ ذیل ملاحظہ ہو۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالجات
۱	محمد بن اسحاق سنہ ۱۵۱ھ	زید بن ارقم۔	تاریخ ابن کثیر شامی، صواعق محرقہ ابن حجر، نواقض الروافض محمد بن عبدالرسول۔
۲	معمر بن راشد ابو عروۃ الازدی سنہ ۱۵۳ھ	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
۳	اسرائیل بن یونس السبیعی ابو یوسف الکوفی سنہ ۱۶۲ ہجری۔	حضرت علیؑ	تاریخ ابن کثیر
۴	شریک بن عبداللہ القاضی سنہ ۱۷۷ھ	ابو ایوب انصاری	تاریخ ابن کثیر
۵	محمد بن جعفر المدنی المعروف غندر سنہ ۱۹۳ھ		مسند احمد حنبل
۶	ابو کیع بن الجراح بن ملیح الرواسی سنہ ۱۹۷ھ	بریدۃ الاسلمی	مناقب تالیف احمد حنبل۔
۷	عبداللہ بن نمیر الہمدانی سنہ ۱۹۹ھ	حضرت علیؑ	مسند احمد حنبل
۸	محمد بن عبداللہ ابو احمد الزبیری سنہ ۲۰۳ھ	حضرت علیؑ	مسند احمد حنبل
۹	یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی سنہ ۲۰۳ھ	ابو ایوب انصاری	مسند احمد حنبل
۱۰	محمد بن ادریس الشافعی سنہ ۲۰۴ھ		نہایت اللغت ابن الاثیر، مجمع البحار محمد طاہر گجراتی
۱۱	اسود بن عامر شاذان الشافعی سنہ ۲۰۸ھ	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۱۲	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی سنہ ۲۱۱ھ	براء بن عازب، حضرت علیؑ	تاریخ ابن کثیر شامی، کتاب المناقب احمد حنبل
۱۳	حسین بن محمد المروزی سنہ ۲۱۳ھ	حضرت علیؑ، زید بن ارقم	مسند احمد حنبل

ہوتا۔ ان کی تعلیم کا تو کچھ نقص نہ تھا زمین شور تھی سنبل نہ پیدا کر سکی۔

اعتراض دوم۔ خداوند تعالیٰ کی مشیت ہمیشہ اپنے بندوں کے ساتھ نیک رہی ہے۔ نیک رہتی ہے نیک رہے گی۔ جب حضرت آدمؑ و حواؑ کو پیدا کیا تو مشیت الٰہی یہی تھی کہ وہ دونوں بااطمینان بہشت میں خوش و خرم رہیں خداوند تعالیٰ کی مشیت یہ ہرگز نہ تھی کہ شیطان اُن کو ورغلا کر معصیت کا مرتکب کرے اور وہ دونوں مصیبت میں گرفتار ہوں۔ شیطان آیا اور ان کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ شیطان قدرت میں خداوند تعالیٰ سے زیادہ تھا۔ خداوند تعالیٰ انبیاء و مرسلین بھیجتا ہے تاکہ لوگ ہدایت پائیں لیکن باوجود اس کے بہت سے کافر رہتے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ خدا پر غالب آ گئے خداوند تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ دنیا معصیت میں گرفتار رہے لیکن وہ رہتی ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ گنہگار خداوند تعالیٰ سے بازی لے گئے۔ قضائے الٰہی صادر ہو چکی ہے کہ اس کی مخلوق اپنے افعال میں آزاد رہے گی تاکہ سزا و جزا کا جائز ہونا قائم رہے بمشیتِ ایزدی میں چون و چرا کرنا ابلیس کی میراث ہے اور یہ اعتراض کہ حضرت علیؑ کی حکومت پر لوگ کیوں متفق نہ ہوئے اسی قسم سے ہے اگر یہ اعتراض جائز ہے تو پھر یہ اعتراض بھی جائز ہو گا کہ حضرت ذکریاؑ کو کیوں آرے سے چیرا جانے دیا۔ آرہ کشوں کے ہاتھ اُسی وقت شل کیوں نہ ہو گئے کیوں حضرت عیسیٰؑ کو سولی کی نوبت آئی بجائے اُن کو آسمان پر اُٹھانے کے اُن لوگوں ہی کو کیوں نہ مسلمان بنا دیا یا غارت نہ کر دیا۔ پیغمبروں کو کیوں ایذائیں پہنچائی گئیں قصہ مختصر کیوں خداوند تعالیٰ نے پیغمبروں کے بھیجنے کا طولانی اور غیر یقینی طریقہ اختیار کیا کیوں نہ کُنْ فَیَکُوْنُ کی طرح سارے کافروں کو یک لخت مومن بنا دیا اور آگے بڑھو تو یہ سوال نکلے گا کہ کیوں لوگوں کو کفر کرنے کا اختیار دیا گیا۔ شروع سے کوئی کافر ہی نہ ہوتا۔ کیوں ابلیس کو موقع دیا گیا کہ آدم و حوا کو بہکائے امر واقعہ یہ ہے کہ قضائے ربانی جاری ہو چکی ہے کہ انسان کو لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے اصول کے مطابق مذہب کے معاملہ میں بالکل اور اس کے دیگر افعال میں ایک حد تک صاحب اختیار رکھا جائے۔ جب ہی تو سزا و جزا ہے ورنہ جبر ہی منظور ہوتا تو کفر ایک لمحہ کے لئے بھی دُنیا میں نہ ٹھہرتا۔ پھر ابتلا و آزمائش بے معنی ہو جاتے۔ جب لوگ رسالت محمدیہ کے ماننے کے لئے مجبور نہ کئے گئے تو خلافت علی بن ابی طالبؑ کیوں اُن سے جبراً منوائی جاتی۔

لوگوں نے اس غلط خیال و عقیدہ کو کیوں ایجاد کیا اور جاری رکھا؟ کچھ تو ہم بتا چکے ہیں اور کچھ آگے چل کر بتائیں گے۔

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ جات
۱۴	الفضل بن دکین ابو نعیم الکوفی سنہ ۲۱۸ھ	بریدۃ الاسلمی	مسند احمد حنبل
۱۵	عفان بن مسلم الصفار سنہ ۲۲۰ھ	زید بن ارقم	مسند احمد حنبل
۱۶	سعید بن منصور الخراسانی سنہ ۲۲۷ھ	ابو ایوب انصاری ابو ہریرہ، ابن عمر، علی طلحہ، انس، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص	کنز العمال علی متقی، کتاب الاکتفاء وصابی
۱۷	ابراہیم بن الحجاج الشامی سنہ ۲۳۱ھ	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر شامی
۱۸	علی بن حکیم الاودی سنہ ۲۳۱ھ		مسند احمد حنبل
۱۹	علی بن محمد الطنافسی سنہ ۲۳۳ھ	سعد بن ابی وقاص	سنن ابن ماجہ
۲۰	ہدبہ بن خالد البصری سنہ ۲۳۵ھ	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر
۲۱	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ سنہ ۲۳۵ھ	براء بن عازب	مسند احمد حنبل
۲۲	عبیداللہ بن عمر القواریری سنہ ۲۳۵ھ		تاریخ ابن کثیر۔ مسند احمد حنبل۔
۲۳	اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی المعروف بن راہویہ سنہ ۲۳۸ھ	حضرت علی	کنز العمال علی متقی
۲۴	عثمان بن محمد ابو الحسن بن ابی شیبہ سنہ ۲۳۹ھ	ابن عمر	کتاب الاکتفاء تالیف ابراہیم وصابی
۲۵	قتیبہ بن سعید البلخی سنہ ۲۴۰ھ	زید بن ارقم	خصائص نسائی
۲۶	احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی سنہ ۲۴۱ھ	زید بن ارقم، براء بن عازب۔ ابن عباس ابو ایوب۔ بریدۃ الاسلمی	مسند
۲۷	ہارون بن عبداللہ ابو موسیٰ الحمال سنہ ۲۴۳ھ	زید بن ارقم ابو الطفیل عامر بن واثلہ	خصائص نسائی
۲۸	محمد بن بشار العبدی سنہ ۲۵۱ھ	زید بن ارقم	صحیح ترمذی
۲۹	محمد بن المثنیٰ ابو موسیٰ العنزی سنہ ۲۵۲ھ		خصائص نسائی
۳۰	الحسن بن عرفہ العبدی سنہ ۲۵۷ھ	سعد بن ابی وقاص	تاریخ ابن کثیر
۳۱	محمد بن یحییٰ الذہلی سنہ ۲۵۸ھ	حضرت علیؑ	خصائص نسائی
۳۲	حجاج بن یوسف الشاعر البغدادی سنہ ۲۵۹ھ	حضرت علیؑ	زوائد مسند احمد حنبل
۳۳	اسمٰعیل بن عبداللہ الاصبہانی	بریدۃ الاسلمی	مفتاح النجا میرزا محمد ابن معتمد خاں کنز العمال علی متقی

نمبر شمار	اسمائے مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ جات
۳۴	حسن بن علی بن عفان العامری ۲۷۰ھ	ابوہریرہ، ابوسعید الخدری انس بن مالک	تاریخ ابن کثیر
۳۵	محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ۲۷۳ھ	براء بن عازب	سنن خود
۳۶	عبداللہ بن مسلم الدینوری المعروف ابن قتیبہ ۲۷۶ھ	عمرو بن العاص	کتاب الامامت والسیاست
۳۷	محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی ۲۷۹ھ	بریدۃ الاسلمی زید بن ارقم	صحیح ترمذی، جامع صغیر سیوطی
۳۸	احمد بن عمرو بن ابی عاصم المعروف ابن ابی عاصم ۲۸۷ھ	حضرت علیؑ	کتاب السنۃ، کنز العمال علی متقی
۳۹	ذکریا بن یحییٰ السجزی الخیاط ۲۸۹ھ	سعد بن ابی وقاص	خصائص نسائی
۴۰	عبداللہ بن احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی ۲۹۰ھ	حضرت علی، مالک بن الحویرث براء بن عازب، زید بن ارقم سعد بن ابی وقاص	زوائد مسند، کنز العمال علی متقی۔ تاریخ ابن کثیر شامی۔
۴۱	علی بن محمد الحبیص		خصائص نسائی
۴۲	ابراہیم بن یونس البغدادی المعروف جری	سعد بن ابی وقاص	خصائص نسائی
۴۳	احمد بن عمرو بن الخالق البزار ۲۹۲ھ		کنز العمال علی متقی
۴۴	احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳ھ	بریدۃ الاسلمی، زید بن ارقم	خصائص، جامع صغیر سیوطی، تاریخ ابن کثیر شامی
۴۵	حسن بن سفیان النسوی ۳۰۳ھ	براء بن عازب	تاریخ ابن کثیر شامی
۴۶	احمد بن علی ابویعلی ۳۰۷ھ		تاریخ ابن کثیر شامی، کنز العمال علی متقی
۴۷	محمد بن جریر الطبری ۳۱۰ھ	ابوالطفیل عامر، ابوسعید الخدری، زید بن ارقم سعد بن ابی وقاص	کنز العمال علی متقی
۴۸	عبداللہ بن محمد ابوالقاسم البغوی ۳۱۷ھ		ریاض النضرۃ محب طبری
۴۹	محمد بن علی بن الحسین بن بشیر ابوعبداللہ الزاہدی حکیم ترمذی	حذیفہ بن اسید	مفتاح النجا میرزا محمد نوادر الاصول
۵۰	احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی ۳۲۱ھ		مشکلات الآثار

نمبر شمار	اسماء محدثین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	حوالہ جات
۵۱	احمد بن محمد بن عبدربہ القرطبی سنہ ۳۲۸ھ		کتاب العقد
۵۲	حسین بن اسمٰعیل المحاملی سنہ ۳۳۰ھ	ابن عباس	جامع صغیر سیوطی، کنز العمال علی متقی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ملا علی قاری
۵۳	احمد بن محمد بن سعید ابوالعباس المعروف ابن عقدہ سنہ ۳۳۲ھ	ابوالطفیل عامر، خزیمہ بن ثابت، سہل بن سعد عدی بن حاتم۔ عقبہ بن عامر، ابوایوب، ابولیلی ابوالہیثم	کتاب خاص در طرق حدیث غدیر، منہاج السنۃ ابن تیمیہ فتح الباری ابن حجر عسقلانی، صراط سوی شیخانی القادری۔ جواہر العقدین سمہودی، فیض القدیر مناوی۔ مفتاح النجا مرزا محمد بن معتمد خاں۔
۵۴	یحییٰ بن عبداللہ العنبری سنہ ۳۴۴ھ	سعد بن ابی وقاص	مستدرک علی الصحیحین حاکم
۵۵	دعلج بن احمد السجزی سنہ ۳۵۱ھ	زید بن ارقم	مستدرک علی الصحیحین حاکم
۵۶	محمد بن عبداللہ البزاز الشافعی سنہ ۳۵۴ھ	زید بن ارقم	تاریخ ابن کثیر شامی
۵۷	محمد بن حبان البستی سنہ ۳۵۴ھ	ابوالطفیل عامر	ریاض النضرۃ محب طبری مفتاح النجا۔ مرزا محمد بن معتمد خاں۔
۵۸	سلیمان بن احمد الطبرانی سنہ ۳۶۰ھ	عمرو بن مرہ، زید بن ارقم۔ حبشی بن جنادہ ابوہریرہ، انس بن مالک، ابوسعید الخدری بریدہ بن حصیب۔	کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی
۵۹	محمد بن جعفر القطبی سنہ ۳۶۸	ابن عباس	مستدرک علی الصحیحین للحاکم
۶۰	علی بن عمر الدارقطنی سنہ ۳۸۵ھ	حضرت علیؑ	کنز العمال علی متقی
۶۱	عبیداللہ بن عبداللہ المعروف ابن بطہ سنہ ۳۸۷ھ	براء بن عازب	مناقب ابن شہر آشوب
۶۲	محمد بن عبدالرحمٰن المخلص الذہبی ۳۹۳ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ	ریاض النضرۃ محب الدین الطبری
۶۳	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم سنہ ۴۰۵ھ	بریدۃ الاسلمی، زید بن ارقم، طلحہ	مستدرک علی الصحیحین
۶۴	عبدالملک بن محمد بن ابراہیم الخرکوشی سنہ ۴۰۷ ہجری۔	براء بن عازب	مناقب ابن شہر آشوب۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالہ جات
۶۵	احمد بن عبد الرحمٰن بن احمد الفارسی سنہ ۴۲۰ھ	ابن عباس	مفتاح النجا میرزا محمد
۶۶	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی سنہ ۴۱۰ ہجری		
۶۷	احمد بن محمد بن یعقوب ابو علی مسکور سنہ ۴۲۱ھ		یدیم الفرید
۶۸	احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی سنہ ۴۲۷ھ	براء بن عازب	تفسیر کشف البیان
۶۹	احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الاصبہانی سنہ ۴۳۰ھ	زید بن ارقم، براء بن عازب	کنز العمال علی متقی
۷۰	اسمٰعیل بن علی بن الحسین المعروف ابن سمان سنہ ۴۴۵ھ	ابو ایوب انصاری براء بن عازب عمر بن الخطاب	ریاض النضرۃ محب طبری
۷۱	احمد بن الحسین بن علی البیہقی سنہ ۴۵۸ھ	براء بن عازب	فصول مہمہ ابن الصباغ مالکی
۷۲	یوسف بن عبد اللہ المعروف ابن عبد البر سنہ ۴۶۳ھ	بریدہ، ابو ہریرہ براء بن عازب زید بن ارقم	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
۷۳	احمد بن علی المعروف خطیب بغدادی سنہ ۴۶۳ھ	حضرت علی	کنز العمال علی متقی
۷۴	علی بن احمد ابو الحسن الواحدی سنہ ۴۶۸ھ	ابو سعید الخدری	اسباب نزول القرآن فی تفسیر آیہ یا ایہا الرسول بلغ الآیہ
۷۵	مسعود بن ناصر الجستانی سنہ ۴۷۷ھ	عبد اللہ بن عباس	درایۃ فی حدیث الولایۃ
۷۶	علی بن محمد الجلابی المعروف ابن المغازلی سنہ ۴۸۳ھ	ابو ہریرہ	کتاب المناقب
۷۷	عبید اللہ بن عبد اللہ الحکانی		دعاء الہداۃ الی اداء حق الموالاۃ
۷۸	علی بن الحسن بن الحسین الخلعی سنہ ۴۹۲ھ	حضرت علیؑ	کنز العمال علی متقی
۷۹	محمد بن محمد ابو حامد الغزالی سنہ ۵۰۵ھ		سر العالمین
۸۰	حسین بن مسعود البغوی سنہ ۵۱۶ھ	زید بن ارقم	مصابیح السنۃ
۸۱	رزین بن معاویہ العبدری سنہ ۵۲۵ھ	زید بن ارقم	جمع بین الصحاح الستۃ
۸۲	احمد بن محمد العاصمی	حضرت علیؑ براء بن عازب زید بن ارقم سعد بن ابی وقاص	زین الفتیٰ فی شرح سورہ ہل اتیٰ

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالجات
		طلحہ بن عبیداللہ	
۸۳	محمود بن عمر الزمخشری ۵۳۸ھ		ربیع الابرار، نصوص الاخبار
۸۴	محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی		کتاب خصائص علویہ
۸۵	عبدالکریم بن محمد ابوسعد المروزی السمعانی ۵۶۲ھ	براء بن عازب ابوہریرہ، عمر بن الخطاب	غایۃ المرام، فضائل الصحابہ
۸۶	موفق بن احمد ابوالموید المعروف اخطب خوارزم ۵۶۸ھ	براء بن عازب عمرو بن عاص	کتاب المناقب
۸۷	عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی المعروف ملا	براء بن عازب	وسیلۃ المتعبدین
۸۸	علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف ابن عساکر ۵۷۱ھ	حذیفہ بن اسید طلحہ	کنز العمال علی متقی، تاریخ ابن کثیر شامی۔
۸۹	محمد بن عمر بن احمد ابوموسی ۵۸۱ھ	عامر بن لیلی، حذیفہ بن اسید	اسد الغابہ ابن الاثیر، فضائل الصحابہ
۹۰	فضل اللہ بن ابی سعید الحسن بن الحسین		کتاب المعتمد فی المعتقد
۹۱	اسعد بن محمود بن خلف ابوالفتح العجلی ۶۰۰ھ	حذیفہ بن اسید، عامر بن لیلی ابن حمزہ	موجز فی فضل الخلفاء الاربعہ، فصول مہمہ ابن الصباغ
۹۲	فخر الدین محمد بن عمر الرازی ۶۰۶ھ	براء بن عازب ابن عباس	کتاب اربعین فی اصول الدین مفاتیح الغیب
۹۳	مبارک بن محمد بن محمد ابوالسعادات المعروف ابن الاثیر ۶۰۶ھ	زید بن ارقم	جامع الاصول فی احادیث الرسول
۹۴	علی بن محمد بن محمد الجزری المعروف ابن الاثیر ۶۳۰ھ	عامر بن لیلیٰ، حذیفہ بن اسید، عبداللہ بن یامیل	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ
۹۵	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی ۶۴۳ھ	حذیفہ بن اسید زید بن ارقم	کتاب مختار، جواہر العقدین سمہودی، جامع صغیر سیوطی
۹۶	ابوسالم محمد بن طلحۃ النصیبی ۶۵۲ھ	زید بن ارقم	کتاب مطالب السئول
۹۷	یوسف بن محمد ابوالحجاج البلوی المعروف شیخ۔		کتاب الف باء
۹۸	یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی	بریدہ، حضرت علیؑ	تذکرہ خواص الامۃ

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر مع سنہ وفات	صحابی راوی حدیث	حوالجات
	سنہ ۶۵۴ھ	براء بن عازب، ابوایوب	
۹۹	محمد بن یوسف الکنجی سنہ ۶۵۸ھ		کفایت الطالب
۱۰۰	عبدالرزاق بن رزق اللہ الرسعنی سنہ ۶۶۱ھ		مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خاں
۱۰۱	یحییٰ بن شرف النووی سنہ ۶۷۶ھ	زید بن ارقم	تہذیب الاسماء واللغات
۱۰۲	احمد بن عبداللہ محب الدین الطبری سنہ ۶۹۴ھ	ابوایوب انصاری، حبشی بن جنادہ، حضرت علی، زید بن ارقم، بریدہ، عمر بن الخطاب، براء بن عازب۔	ریاض النضرۃ، ذخائر العقبیٰ
۱۰۳	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی	زید بن ارقم، حبشی بن جنادہ، ابن عباس، ابوایوب، ابن عمر، ابوہریرہ، مالک بن حویرث، سعد بن ابی وقاص، حضرت علی، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، طلحہ، عمرو بن مرہ۔	کتاب الاکتفاء
۱۰۴	محمد بن احمد الفرغانی سنہ ۶۹۹ھ		شرح قصیدہ تائیہ ابن فارض
۱۰۵	ابراہیم بن محمد الحموینی سنہ ۷۲۲ھ	براء بن عازب	فرائد السمطین۔
۱۰۶	احمد بن محمد بن احمد علاء الدولہ السمنانی سنہ ۷۳۶ھ		
۱۰۷	جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن المزی سنہ ۷۴۲ھ	زید بن ارقم	تحفۃ الاشراف، معرفۃ الاطراف
۱۰۸	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی سنہ ۷۴۸ھ		تذکرۃ الحفاظ
۱۰۹	ولی الدین محمد بن عبداللہ ولی الدین الخطیب	زید بن ارقم، براء بن عازب	مشکوٰۃ المصابیح
۱۱۰	عمر بن مظفر بن عمر ابوحفص المعروف		تتمۃ المختصر فی اخبار البشر۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	حوالہ جات
	ابن الوردی سنہ ۷۴۹ھ		
۱۱۱	احمد بن عبدالقادر بن مکتوم تاج الدین سنہ ۷۴۹ھ		رسالہ اذہار جلال الدین سیوطی
۱۱۲	جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی سنہ ۷۵۲ھ	براء بن عازب	درر السمطین
۱۱۳	سعید الدین محمد بن مسعود الکازرونی سنہ ۷۵۵ھ		کتاب المنتقی فی سیرۃ المصطفیٰ
۱۱۴	عبداللہ بن اسعد بن علی الیمنی الیافعی سنہ ۷۶۸ھ		مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقظان
۱۱۵	اسمٰعیل بن عمر المعروف بن کثیر سنہ ۷۷۴ھ	حضرت علیؑ زید بن ارقم حذیفہ بن اسید جابر بن عبداللہ ابوہریرہ	النہایۃ والبدایۃ فی التاریخ
۱۱۶	عمر بن الحسن ابوالحفص المراعی سنہ ۷۷۶ھ	حضرت علیؑ	اسنی المطالب شمس الدین محمد الجزری
۱۱۷	علی بن شہاب الدین الہمدانی سنہ ۷۸۶ھ	زید بن ارقم عمر بن الخطاب براء بن عازب	کتاب مودۃ القربےٰ
۱۱۸	محمد بن عبداللہ بن احمد المقدسی سنہ ۷۸۹ھ	حضرت فاطمہ بنت رسولخداؐ	اسنی المطالب شمس الدین محمد الجزری
۱۱۹	محمد بن محمد المعروف خواجہ پارسا سنہ ۸۲۲ھ	عمر بن الخطاب	فصل الخطاب
۱۲۰	محمد بن شمس الدین الجزری سنہ ۸۳۳ھ	حضرت فاطمہ، حضرت علیؑ، حضرت ابوبکر، عمر، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس، زید بن ارقم، براء بن عازب، بریدہ بن الحصیب، ابوہریرہ، زید بن ثابت، ابوسعید الخدری، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، حبشی بن جنادہ، عبداللہ ابن مسعود، عمران بن حصین، عبداللہ بن عمر، عمار بن یاسر، ابوذر غفاری، سلمان، اسعد بن زرارہ، خزیمہ بن ثابت، ابوایوب انصاری، سہیل بن حنیف، حذیفہ بن الیمان، سمرۃ بن الجندب	اسنی المطالب
۱۲۱	احمد بن علی بن عبدالقادر المقریزی سنہ ۸۴۵ھ	براء بن عازب	مواعظ الاعتبار بذکر الخطط والآثار

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر معہ سنہ وفات	صحابی راوی حدیث غدیر	حوالہ جات
۱۲۲	شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی سنہ ۸۴۹ھ		ہدایت السعداء
۱۲۳	احمد بن علی بن محمد المعروف ابن حجر عسقلانی سنہ ۸۵۲ھ	بریدہ، براء بن عازب، جابر بن عبداللہ، زید بن ارقم	تہذیب التہذیب، اصابہ فی تمیز اصحابہ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔
۱۲۴	علی بن محمد بن احمد المعروف ابن الصباغ سنہ ۸۵۵ھ	زید بن ارقم، براء بن عازب حذیفہ بن اسید، عامر بن بلجلی	فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ
۱۲۵	حسین بن معین الدین الیزدی المنبدی سنہ ۸۷۰ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم	فواتح شرح دیوان علی
۱۲۶	عبداللہ بن عبدالرحمٰن المعروف اصیل الدین سنہ ۸۸۳ھ		درج الدرر و درج الغرر فی میلاد و سید البشر
۱۲۷	علی بن عبداللہ، نور الدین السمہودی سنہ ۹۱۱ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم	جواہر العقدین، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفٰی
۱۲۸	عبدالرحمٰن بن ابی بکر المعروف جلال الدین سنہ ۹۱۱ھ	زید بن ارقم، حضرت علی، ابوبکر، عمر، ابوہریرہ، ابن عمر، مالک بن حویرث، حبشی بن جنادہ، سعد بن ابی وقاص، ابوسعید الخدری، انس بن مالک، ابن عباس، عمار، بریدہ۔	تاریخ الخلفاء و رسالہ ازہار جامع صغیر
۱۲۹	عطاء اللہ بن فضل اللہ المعروف جلال الدین محدث سنہ ۱۰۰۰ھ	ابن عباس، حذیفہ بن اسید حضرت علی، خالد بن زید	اربعین، روضۃ الاحباب
۱۳۰	احمد بن محمد بن علی بن حجر المکی سنہ ۹۷۳ھ	ابوایوب، خزیمہ بن ثابت، ثابت بن قیس، عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، ابوالہیثم بن التیہان، ہاشم بن عتبہ۔ حبیب بن بدیل بن ورق	صواعق محرقہ، منح مکیہ شرح قصیدہ ہمزیہ
۱۳۱	علی بن حسام الدین المتقی سنہ ۹۷۵ھ	ابوسعید الخدری، زید بن ارقم، سعد بن ابی وقاص، ابوالطفیل عامر، ابوایوب، ابوہریرہ۔	کنز العمال

نمبر شمار	اسمائے محدثین حدیث غدیر	صحابی راوی حدیث	حوالہ جات
۱۳۲	محمد طاہر الفتنی سنہ ۹۸۱ھ	ابن عمر، حضرت علی، طلحہ، انس، ابن عباس۔	مجمع البحار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار
۱۳۳	علی بن سلطان محمد الہروی المعروف قاری سنہ ۱۰۱۴ھ		مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
۱۳۴	محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوری سنہ ۱۰۳۱ھ		کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق، فیض القدیر۔
۱۳۵	محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری	حضرت علیؑ، ابو الطفیل، زید بن ارقم براء بن عازب	صراط سوی فی مناقب آل النبی
۱۳۶	علی بن ابراہیم بن احمد بن علی نور الدین سنہ ۱۰۴۴ھ	زید بن ارقم	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون
۱۳۷	احمد بن الفضل بن محمد بن باکثیر سنہ ۱۰۴۷ھ	عامر بن لیلی، حذیفہ بن اسید، ام سلمہ زید بن ارقم، براء بن عازب، سعد بن ابی وقاص، ابو بکر، خزیمہ بن ثابت۔	وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل
۱۳۸	عبدالحق بن سیف الدین البخاری دہلوی سنہ ۱۰۵۲ھ	سہل بن سعد، عدی بن حاتم، عقبہ بن عامر، ابو ایوب، ابو سعید الخدری ابو شریح الخزاعی، ابو قدامہ ابو یعلی ابو الہیثم بن التیہان۔	رجال مشکوٰۃ لمعات شرح مشکوٰۃ مدارج النبوۃ
۱۳۹	محمد بن محمد المصری		کتاب الدرر العوال بحل الفاظ بدء المال
۱۴۰	صالح بن مہدی المقبلی		الجاث مسدہ فی فنون متعددہ وحدیث متواترہ
۱۴۱	محمد بن عبدالرسول البرزنجی سنہ ۱۱۰۳ھ		نواقض
۱۴۲	حسام الدین بن محمد السہارن پوری	براء بن عازب، زید بن ارقم	کتاب مرافض
۱۴۳	میرزا محمد بن معتمد خان البدخشانی	حذیفہ بن اسید، براء بن عازب زید بن ارقم	مفتاح النجا فی مناقب آل العبا نزل الابرار
۱۴۴	محمد صدر عالم	حضرت علی، ابو ایوب، عمرو بن مرۃ ابو ہریرۃ، ابن عباس، عمار بن یاسر	معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ۔

نمبر شمار	اسماء مخرجین حدیث غدیر	صحابی راوی حدیث	حوالہ جات
		بریدہ، ابن عمر، مالک بن الحویرث، سعد بن ابی وقاص، ابوسعید الخدری، انس، طلحہ۔	
۱۴۵	ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دہلی سنہ ۱۱۷۶ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم، بریدہ۔	قرة العینین ازالة الخفاء
۱۴۶	محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی سنہ ۱۱۸۲ھ	براء بن عازب، زید بن ارقم، عمر بن الخطاب، سعد بن ابی وقاص	روضة الندیه شرح تحفة العلویه
۱۴۷	محمد بن علی الصبان		اسعاف الراغبین
۱۴۸	احمد بن عبدالقادر العجیلی		ذخیرة الاعمال فی شرح عقد جواهر اللآل
۱۴۹	رشید الدین خاں دہلوی	ابن عمر	فتح مبین
۱۵۰	مولوی محمد مبین	زید بن ارقم، براء بن عازب، ابن عباس، حذیفہ بن اسید، حضرت علی	وسیلة النجات
۱۵۱	محمد سالم دہلوی	عمران بن حصین، براء بن عازب، زید بن ارقم۔	اصول الایمان
۱۵۲	مولوی ولی اللہ لکھنوی		مراة المومنین

نقشہ مندرجہ بالا کے مطالعہ سے حدیث غدیر کا متواتر و صحیح ہونا ثابت ہے۔ اب ہم چند کتابوں کی عبارات بھی نقل کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کے ذہن میں اس کی صحت عین الیقین کے درجہ تک پہنچ جائے۔

امام احمد حنبل

امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں حدیث غدیر کو کئی طرق کے ساتھ نقل کیا ہے ان میں سے ایک روایت یہ ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا عفان ثنا ابو عوانہ عن المغیرہ عن ابی عبیدہ عن میمون ابی عبد اللہ قال قال زید بن ارقم وانا اسمع نزلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براد یقال لہ خم فامر بالصلوٰة فصلھا بھجیر قال فخطبنا وظلل لرسول

(اسماء رواۃ عربی عبارت میں) میمون ابی عبداللہ نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ زید بن ارقم نے بیان کیا اور میں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم جناب رسول خدا کے ساتھ وادی خم میں آئے آنحضرت م نے نماز کا حکم دیا چنانچہ نماز پڑھی گئی پھر آپ نے خطبہ ادا فرمایا اور آپ کے لئے درخت پر

باب سوم

تقرر خلیفہ و جانشین رسولِ اکرمؐ کی ضرورت و اہمیت

ضرورتِ امام، سردار، ہادی، راہنما یا لیڈر اُس وقت سے مسلّم چلی آتی ہے کہ جب سے بنی نوع انسان نے اجتماعی معاشرت کی منزل میں قدم رکھا۔ دماغ انسان نے ابھی پوری طرح سے نشو و نما بھی نہیں پایا تھا اور عقلِ انسانی ابھی اپنے ابتدائی مراحل ہی طے کر رہی تھی کہ اُسے ایک ایسے سردار و ہادی کی ضرورت محسوس ہوئی جو اُسے حوادثِ روزگار میں صحیح راستے پر اس طرح چلائے کہ وہ اپنی زندگی امن و امان و عزّت و حفاظت کے ساتھ بسر کر سکے۔ جوں جوں بنی نوع انسان ارتقائی مراحل طے کرتی گئی۔ یہ ضرورت معاملات کی پیچیدگی کے ساتھ ساتھ زیادہ اہم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کسی جماعت کے لئے ناممکن ہو گیا کہ وہ بغیر سردار و راہنما کے زندہ رہ سکے۔ آپس کے اندرونی قضایا اور غیروں سے بیرونی معاملات کے صحیح حل کے لئے سردار و رہنما کا ہونا جماعتی زندگی اور انفرادی حفاظت کے لئے ناگزیر تھا۔ انسان تو انسان وہ حیوانات بھی جن کے لئے ایک جماعت بنا کر رہنا مشیت ایزدی نے مقرر کر دیا ہے ایک ہادی و سردار کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی ایک علیحدہ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ شہد کی مکھیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جماعت بنا کر رہیں اُس صورت ہی میں شہد اکٹھا کر سکتی ہیں اور جاڑے کے ایام گزار سکتی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی ایک سردار کی ماتحتی میں رہنا قبول کرتی ہیں اور وہ سردار اُن کی جماعتی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے جو مکھی شہد جمع کرنے کی محنت نہیں اُٹھانا چاہتی۔ اُس کے لئے وہ سردار حکم دیتا ہے کہ اسے مار کر نکال دو اور ساری مکھیاں اُس کی اطاعت کرتی ہیں۔ انگریزی میں اس سردار کو کوئن اور عربی میں یعسوب کہتے ہیں۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ جس نوع حیوانات کے لئے خداوند تعالیٰ جماعت بنا کر رہنا ضروری قرار دیتا ہے اُس کے لئے اصلی سردار بھی خدا ہی پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ یعسوب کی ترکیب و ساخت ساری مکھیوں سے علیحدہ ہوتی ہے۔ ان کی سرداری کے لئے خداوند تعالیٰ ایک ممیز مکھی پیدا کرتا ہے وہ خود بیٹھ کر اپنی ہی جیسی مکھیوں میں سے سردار مقرر نہیں کرتیں۔ بنی نوع انسان کی زندگی کے ابتدائی مراحل میں اُس کی تعلیم کے لئے خداوند تعالیٰ نے یہی طریقہ مقرر کیا تھا کہ وہ جانوروں سے عقل سیکھے جانوروں میں INSTINCT یا پیدائشی شعور پیدا کر دیا۔ جو جانور اور انسان دونوں کے لئے موجب ہدایت ہوا ایسے بہت سے موقعے ہوتے ہیں۔ جب جانوروں نے انسان کی رہنمائی کی ہے۔ زمانۂ ماضی میں قابیل کا قصہ اس تعلیم کی ایک مثال ہے جس کو کوے نے مُردے دفن کرنا سکھایا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثرب علے شجرۃ سمرۃ من الشمس فقال الستم تعلمون اوالستم تشهدون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالوا بلیٰ قال فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰهم و ال من والاہ وعاد من عاداہ۔	کپڑا ڈال کر سایہ کیا گیا تھا، آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے یا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر ایک مومن کی جان پر تصرف رکھتا ہوں سب نے عرض کی کہ ہاں اے رسول اللہ آپ ہم سب کی جانوں پر متصرف ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ خداوندا

دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

امام احمد حنبل۔ مسند الجزء الرابع ص ۲۷۲۔ یوسف ابن قزعلی سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الامۃ بالباب الثانی ص ۱۷، ۱۸۔

محمد بن جریر الطبری نے حدیث غدیر کو نہایت تفصیل کے ساتھ بہ طرق متعددہ بیان کیا ہے۔ چنانچہ ملا علی المتقی کنز العمال میں لکھتے ہیں:-

محمد بن جریر طبری

(مسند زید بن ارقم) عن ابی الطفیل عامر بن واثلہ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع فنزل غدیر خم امر بدوحات فقمن ثم قام فقال کان قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین احدهما اکبر من الاخر کتاب اللہ ممدود من السمآء الی الارض وعترتی اهل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیهما فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان اللہ مولای وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰهم وال من والاہ وعاد من عاداہ فقلت لزید انت سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ماکان فی الدوحات احد الا قد راہ بعینہ و سمعہ باذنیہ۔ ابن جریر عن عطیۃ العوفی	محمد بن جریر الطبری نے روایت کی ہے کہ ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے وہ کہتے ہیں کہ کہا زید بن ارقم نے کہ جب رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوئے اور غدیر خم پر تشریف لائے تو حکم دیا کہ زمین کو صاف کیا جائے۔ پس یہ خیمے نصب کئے گئے اور آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ادا فرمایا اور ارشاد کیا کہ عنقریب میں رحلت کر جاؤں گا۔ پس میں تمہارے درمیان دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جو عظمت میں ایک دوسرے سے مساوی ہیں ایک کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک ایک سلسلہ ہے اور دوسرے میری عترت اہل بیت پس دیکھو تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک کرتے ہو، وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ساتھ ساتھ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں پھر فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہوں۔ اس کا یہ علی مولا ہے۔ اور علی کا ہاتھ

عن ابی سعید الخدری مثل ذالک۔
(ابن جریر)

پکڑ کر انہیں اٹھایا اور فرمایا خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسکو جو علی کو دشمن رکھے ابوالفضیل عامر کہتے ہیں کہ میں نے زید سے کہا کہ کیا تم نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ خیموں میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے اپنی دونوں آنکھوں سے آنحضرت کو نہ دیکھا ہو۔ اور اپنے دونوں کانوں سے آنحضرتؐ کو یہ کلمات کہتے نہ سنا ہو۔

علی المتقی؛ کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۰۔ حدیث ۵۹۶۷ و ۵۹۶۸ و ۵۹۶۹ و ۵۹۷۰ و ۵۹۷۱۔ الجزء الثالث ص ۶۱ حدیث ۱۰۸۶۔ الحاکم؛ مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۴۸۔

شیخ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر المکی الشافعی کی کتاب وسیلۃ المآل سے ہم چند عبارتیں نقل کرتے ہیں:۔

وسیلۃ المآل

عن عامر بن لیلیٰ بن ضمرہ و حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہما قالوا لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ولم یحج غیرہا اقبل حتیٰ اذا کان بالجحفہ نہیٰ عن السمرات بالبطحا وسقاربات لاتنزلوا تحتہن حتیٰ اذا نزل القوم واخذوا منازلہم سواہن ارسل الیہن فقم ما تحتہن وشذ بن عن رؤس القوم حتیٰ اذا نودی الصلوٰۃ غدا الیہن فصلے تحتہن ثم انصرف الی الناس وذالک یوم غدیر خم وخم من الجحفہ ولہ بہا مسجد معروف و فی بعض الروایات انہ کان یوماً شدید الحر وکان ثامن عشر ذی الحجۃ و اقبل علیہم فقال ایہا الناس انہ قد نبأنی اللطیف الخبیر وانہ لن یعمر نبی الا نصف عمر الذی یلیہ من قبلہ وانی لاظن ان ادعی فاجیب وانی مسئول وانتم مسئولون ہل بلغت

عامر بن لیلےٰ و حذیفہ بن اسید کہتے ہیں کہ جب جناب رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوئے (آپ نے اس سے پہلے حج نہیں کیا تھا) اور جحفہ تک آئے تو درختوں کے نیچے خیمے لگانے سے منع فرمایا، جب تمام لوگ درختوں کو چھوڑ کر خیمے لگا چکے تو ان درختوں کو صاف کرنے کے لئے آدمی بھیجے اور لوگوں کے سروں کے اوپر سے انہیں چھانٹ دیا۔ پھر نماز کی منادی کی گئی۔ آپ نے ظہر کے وقت ان درختوں کے نیچے نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کی طرف تشریف لاکر خطبہ ادا فرمایا۔ یہ روز غدیر خم تھا جحفہ کے نزدیک جہاں اب مشہور مسجد ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ دن نہایت سخت گرم تھا اور ۱۸ ذی الحجہ کی تاریخ تھی۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ بہ تحقیق مجھے خداوند تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ ہر ایک نبی کی عمر اس کے پہلے نبی کی عمر سے نصف ہوتی ہے عنقریب مجھے پیغام اجل ملنے والا ہے اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ مجھ سے بھی سوال کیا جائیگا

فما انتم قائلون قالوا نقول قد بلغت
وجهدت ونصحت فجزاك الله خيرا
قال الستم تشهدون ان لا اله الا الله
وان محمدًا عبده ورسوله وان
جنت حقٌ وان ناره حقٌ والبعث
بعد الموت حقٌ قالوا بلى نشهد قال
اللهم اشهد ثم قال ايها الناس الا
تسمعون الا فان الله مولاى وانا اولى
بكم من انفسكم الا من كنت مولاه فهذا
على مولاه واخذ بيد على فرفعها حتى
عرفه القول اجمعون ثم قال اللهم
وال من والاه وعاد من عاداه۔

اور تم سے بھی سوال کیا جائے گا کہ میں نے پیغام
رسالت پہنچا دیا، تم کیا جواب دو گے۔
انہوں نے جواب دیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے
پیغام پہنچا دیا، کوشش تبلیغ کی اور ہمیں نصیحت
کی خداوند تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، پھر
فرمایا کہ کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ خدا ایک ہے
محمد اس کا بندہ اور رسول ہے جنت و دوزخ
اور نشر بعد موت حق ہیں۔ سب نے کہا کہ ہم
گواہی دیتے ہیں کہ یہ سب حق ہے۔ آپ نے
کہا کہ خداوندا گواہ رہیو، پھر آپ نے فرمایا کہ
لوگو! خوب اچھی طرح سنو خداوند تعالیٰ میرا
مولا ہے اور میں تمہارا مولا ہوں اور تمہاری جانوں
پر متصرف ہوں خبردار جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے پھر آپ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔
یہاں تک کہ سب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا اور پھر فرمایا کہ اے خدا دوست رکھ اس کو جو علی کو
دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

عن ام سلمه رضی الله عنها قالت اخذ
رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غدیر
خم بید علی رضی الله عنه حتی راینا
بیاض ابطه فقال من کنت مولاه فعلی
مولاه الحدیث۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ غدیر خم کے روز
جناب رسول خدا نے علی کو ہاتھ پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ
آپ کے بغل کی سفیدی ہم سب نے دیکھی پھر
آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ
علی مولا ہے آخر حدیث تک۔

عن سالم بن جعد قال قیل لعمر ابن
الخطاب رضی الله عنه انك تصنع
بعلی شیئًا لا تصنعه باحد من
اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم
فقال انه مولای وعن سعد بن ابی
وقاص رضی الله عنه ان ابا بکر وعمر
رضی الله عنهما قالا امسیت یا ابن
ابی طالب مولی کل مومن ومومنة و
اخرج الدار قطنی فی الفضائل عن معقل

سالم بن جعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر سے کہا گیا کہ
آپ جو حسن سلوک علی کے ساتھ کرتے ہیں وہ
کسی اور صحابی رسول کے ساتھ نہیں کرتے حضرت
عمر نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ علی
میرے مولا ہیں۔ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں
کہ ابو بکر و عمر نے حضرت علی کو مبارک باد دی
کہ اے ابن ابی طالب آپ نے صبح و شام
کی درآنحالیکہ آپ تمام مومنین و مومنات
کے مولا ہیں۔ علامہ دار قطنی نے کتاب الفضائل

بن یسار رضی اللہ عنہ قال سمعت ابابکر رضی اللہ عنہ یقول علی بن ابی طالب عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الذین حث النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی التمسک بھم والاخذ بھدیھم فانھم نجوم الھدیٰ من اقتدی بھم اھتدی وخصتہ ابوبکر بذلک رضی اللہ عنہ لانہ الامام فی ھذا الشان و باب مدینۃ العلم والعرفان فھو امام الائمہ عالم الامۃ وکانہ اخذ ذلک من تخصیصہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ من بینھم یوم غدیرخم بماسبق و ھذا حدیث صحیح لامریۃ فیہ ولا شک نیافیہ وروی عن الجم الغفیر من الصحابۃ وشاع واشتھر وناھیک بمجمع حجۃ الوداع قال شیخ الاسلام الحافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اخرجہ الترمذی والنسائیؒ وھوکثیرالطرق جدا وقد استوعبھا ابن عقدہ فی کتاب مفرد وکثیر من اسانیدھا صحاح وحسان۔

میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ علی عترت رسول ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہیں۔ جن کے ساتھ تمسک اور جن کی اطاعت کی ہدایت رسول خدا نے امت کو کی ہے۔ اور اُمّت سے ان کے لئے اقرار لیا ہے کیونکہ وہ لوگ یعنی عترت رسول ہدایت کے ستارے ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی ہدایت پائی۔ ابوبکر نے علی کو اس وجہ سے مخصوص کیا کہ وہ اس امر میں امام ہیں اور دروازہ ہیں شہر علم و عرفان کے وہ اماموں کے امام اور امّت کے عالم ہیں۔ جناب رسول خدا نے علی کو روز غدیر خم اسس امر کے لئے مخصوص کر لیا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا یہ امر واقعہ ہے کہ حدیث غدیر خم بالکل صحیح ہے۔ اس کی صحت میں کچھ شک و شبہ کی گنجائش نہیں، اسس حدیث کو صحابہ کی ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے اور وہ شائع و مشہور ہو گئی ہے۔ خاص کر لوجہ مجمع حجۃ الوداع۔ شیخ الاسلام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو ترمذی و نسائی نے مع اسانید بیان کیا ہے۔ اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں ابن عقدہ نے اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کیا ہے۔ اور ایک خاص کتاب اس موضوع پر لکھی ہے۔ اس کے بہت اسانید صحیح و حسن ہیں۔

حضرت عمر کا حضرت علیؑ کو مولائے مومنین ہونے پر مبارک باد دینا۔ چونکہ جانشینی رسول کا واقعہ بہت عظیم الشان تھا۔ لہٰذا تمام صحابہ نے حضرت علیؑ کو مبارک باد دی، حضرت عمر و حضرت ابوبکر کا مبارک باد دینا ایک خاص اہمیت اپنے میں مضمر رکھتا ہے۔ حضرت عمر و حضرت ابوبکر کے مبارک باد دینے کو عبارت وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل سے ہم نے اوپر نقل کیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب قرۃ العینین میں لکھتے ہیں۔

عن البراء بن عازب و زید بن ارقم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولیٰ بالمومنین من انفسہم قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون انی اولیٰ بکل مومن من نفسہ قالوا بلیٰ فقال اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال ھنیا یابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولیٰ کل مومن و مومنۃ۔ اخرجہ احمد۔

براء بن عازب و زید بن ارقم سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا غدیر خم پر تشریف لائے تو آپ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں پر متصرف ہوں۔ سب نے کہا کہ ہاں آپ ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر ایک مومن کی جان پر علیحدہ علیحدہ بھی متصرف ہوں۔ سب نے کہا کہ ہاں آپ ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے حضرت علی سے ملاقات کی اور کہا کہ مبارک ہو اے ابن ابی طالب تم کو کہ تم نے صبح و شام اس حال میں کی کہ تم مومنین و مومنات کے مولا ہوئے۔ اس روایت کو امام احمد حنبل نے بھی اخراج کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی: قرۃ العینین ص ۲۰۷۔ امام احمد حنبل، کتاب المناقب۔
سبط ابن الجوزی، تذکرۃ خواص الامت الباب الثانی ص ۱۸
شیخ احمد بن الفضل باکثیر، وسیلۃ المآل فی مناقب الآل۔
شاہ عبدالحق محدث دہلوی، رجال مشکوٰۃ۔
امام احمد حنبل، مسند الجزء الرابع ص ۲۸۱۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۵۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۳۷۱۔
مولوی محمد سالم دہلوی، اصول الایمان۔

حدیث غدیر کو کئی اسناد کے ساتھ بیان کرنے کے بعد علی بن شہاب الدین ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھتے ہیں:۔

عن الامام الباقرؑ عن ابائہ علیہم السلام مثل ذلک بل یروی عن کثیر من الصحابہ فی اماکن مختلفۃ ھذا الخبر عن عمر بن الخطاب قال نصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیًا علمًا فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من

اور امام محمد باقر علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے حدیث غدیر نقل کرتے ہیں بلکہ بہت سے صحابہ حدیث غدیر کو حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں حضرت عمر کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو سب کے سامنے خلیفہ مقرر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست

خذ له وانصر من نصره اللّٰهم انت شہیدی علیهم قال وکان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح فقال یا عمر لقد عقد رسول الله صلی الله علیه وسلم عقدا لا یحله الا منافق فاحذر ان تحله قال عمر فقلت یا رسول الله انك حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح قال کذا وکذا قال نعم یا عمر انه لیس من ولد آدم لکنه جبرئیل اراد ان یوکد علیکم ما قلته فی علی وعن البراء بن عازب رضی الله عنه قال اقبلت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجة الوداع فلما کان بغدیر خم نودی الصلوٰة جامعة فجلس رسول الله صلی الله علیه وسلم تحت شجرة واخذ بید علی وقال الست اولی بالمومنین من انفسهم قالوا بلی یا رسول الله فقال الا من انا مولاه فعلی مولاه اللّٰهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقیه عمر فقال هنیئاً لك یا علی بن ابی طالب اصبحت مولی کل مومن ومومنة وفیه نزلت یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك الآیة۔

رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے، چھوڑ دے اس کو جو علی کو چھوڑ دے مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے، خداوندا تو میرا گواہ ان لوگوں پر ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس وقت میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان کھڑا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اے عمر آج کے دن رسول خدا نے ایک ایسی گرہ باندھی ہے کہ جس کو کوئی شخص سوائے منافق کے نہیں کھولے گا پس ڈرا ے عمر تو اس بات سے کہ اس کو کھولے حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا سے عرض کی کہ جب آپ علیؑ کے بارے میں فرما رہے تھے تو اس وقت میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان کھڑا تھا اس نے مجھ سے ایسا کہا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ بنی آدم نہ تھا بلکہ جبرئیل تھے۔ انہوں نے چاہا کہ میرے اس قول کی تاکید تم سے کر دیں براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم رسول خدا کے ساتھ حجۃ الوداع سے واپس آرہے تھے۔ جب غدیر خم پر پہنچے تو نماز جامع کی منادی کرائی گئی۔ جناب رسول خدا صلعم ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر آپ نے فرمایا کہ کیا میں مومنین کی جانوں پر متصرف نہیں ہوں سب نے جواب دیا کہ ہاں آپ ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ خداوندا! دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے، اس کے بعد حضرت عمر حضرت علی سے ملے اور کہا کہ اے علی تم کو مبارک ہو کہ تم نے صبح کی در آنحالیکہ تم تمام مومنین اور مومنات کے مولا و آقا ہو گئے اس واقعہ ہی کے متعلق یہ آیت کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ نازل ہوئی۔

احتجاج ومناشدۂ جناب امیر المومنین واہلبیت رسول وشیعان علی بحدیث غدیر۔

امامت وخلافت بلا فصل امیر المومنین علیہ السلام کے اثبات میں حدیث غدیر جس کی

تائید آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ دلیل قاطع ہے۔ آیات قرآنی کی تائید کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں اس ضمن میں یہ سوال بہت اہم ہے کہ آیا جناب امیر علیہ السلام اور ان کے خاندان کے افراد اور ان کے شیعوں نے یہی اس حدیث کے یہ معنی لئے ہیں اور اس پر استدلال قائم کیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جناب امیر نے ہر مناسب موقعہ پر اپنے حقوق کا اظہار اور اپنے فضائل کا بیان کیا ہے اور ان میں حدیث غدیر کا بہت نمایاں مقام ہے۔ جناب رسول خدا کی وفات کے بعد مسجد رسول میں حضرت علی نے اس حدیث پر احتجاج کیا ہے۔ جیسا کہ سلیم بن قیس الہلالی نے اپنی کتاب السقیفہ میں درج کیا ہے۔ یہ کتاب اب طبع ہو چکی ہے اور ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام کے اس احتجاج کے متعلق ہم نے اپنی کتاب البلاغ المبین حصہ دوم میں علیحدہ باب یعنی باب پنجدہم قائم کیا ہے۔ اس میں یوم شوریٰ کے جناب امیر کے اس احتجاج کو ابوالطفیل عامر بن واثلہ کی زبانی نقل کیا ہے دیکھو ص ۱۴۱ یہ بزرگوار اس دن اس مکان کے دروازہ پر متعین تھے۔ جہاں ارباب شوریٰ کی مجلس ہو رہی تھی۔ اور جناب امیر نے احتجاج کیا تھا۔ ان کی پوری روایت ہم نے نقل کی ہے۔ اور اس کی توثیق و تصدیق بھی کی ہے۔ دوران خلافت عثمانی میں بھی یہ احتجاج فرماتے رہے۔ سلیم ابن قیس الہلالی لکھتے ہیں کہ ایک موقعہ پر خلافت عثمانی کے زمانہ میں بہت سے صحابہ کرام مسجد نبوی میں جمع تھے اور ہر قبیلہ کے لوگ اپنے اور اپنے قبیلہ کے متعلق کلمات فخر سے بیان کر رہے تھے۔ وہاں سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ و زبیر و مقداد، ہاشم ابن عتبہ، عبداللہ ابن عمر، حسن و حسین، ابن عباس، محمد بن ابی بکر، زید بن ثابت، ابوایوب انصاری، قیس بن سعد بن عبادہ، انس بن مالک، زید بن ارقم، محمد بن سلمہ، ابی ابن کعب و ابویعلی اور بہت سے اعیان و اکابر قوم جمع تھے۔ حضرت علی بھی وہاں تھے یہ مجمع صبح سے عصر کے وقت تک رہا۔ لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ کیوں نہیں کچھ بیان کرتے آپ نے پھر بیان کرنا شروع کیا اور اس بیان میں حدیث غدیر پر بھی استدلال فرمایا۔ ینابیع المودۃ اور فرائد السمطین میں یہ گفتگو نقل ہوئی ہے۔ اور ہم نے البلاغ المبین حصہ دوم کے صفحات ۴۲۶ لغایت ۴۲۲ پر نقل کیا ہے۔ یہ بہت ہی عمدہ کلام ہے اور اس کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔ حضرت علی کے بہت سے فضائل کا اس میں ذکر ہے۔

استشہاد درجہ ۳۵

علی بن برہان الدین الحلبی اپنی کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں حدیث غدیر کو کئی اسناد طرق کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ (سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۳۰۸)

هذا اقوی ما تمسکت به الشیعة والامامیة والرافضة علی ان علیا

یہ حدیث غدیر سب سے زیادہ قوی دلیل ہے جس پر شیعہ و امامیہ و روافض یہ ثابت کرنے کے

کرم اللہ وجھہ اولی بالامامة من
کل احد وقالوا ھذا نص صریح علی
خلافة سمعة ثلاثون صحابیا وشھدوا
بہ قالوا فلعلی علیھم من الولایة ما کان
لہ صلی اللہ علیہ وسلم علیھم بدلیل
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الست اولی
بکم وھذا حدیث صحیح ورد باسانید
صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح
فی صحتہ کابی داؤد وابی حاتم الرازی
وقول بعضھم ان زیادة اللھم وال
من والاہ الی اخرة موضوعة مردود
فقد ورد ذلک من طرق صحیح النحد
کثیرا منھا وقد جاء ان علیا کرم اللہ
وجہہ قام خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ
ثم قال انشد اللہ من شھد یوم
غدیر خم الاقام ولا یقوم رجل یقول
نبئت او بلغنی الا رجل سمعت اذناہ
ووعی قلبہ فقام سبعة عشر صحابیاً
وفی روایة ثلاثون صحابیاً وفی
المعجم الکبیر ستة عشر وفی
روایة اثنا عشر فقال ھاتوا ما سمعتم
فذکروا الحدیث ومن جملتہ
من کنت مولاہ فعلی مولاہ وفی
روایة فھذا مولاہ وعن زید بن
ارقم رضی اللہ عنہ وکنت
ممن کتم فذھب بصری وکان علی
کرم اللہ وجہہ دعا علی من کتم۔

لئے انحصار کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ امامت کے
لئے سب سے زیادہ مستحق تھے اور کہتے ہیں
کہ یہ حدیث حضرت علی کی خلافت بلافصل
کے لئے نص صریح ہے جن کی سماعت تیس
صحابیوں سے مروی ہے۔ اور وہ اس کی
شہادت دیتے ہیں یہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب
رسول خداؐ کے اس قول الست اولی بکم کے
مطابق حضرت علی کو اُمت کے اُوپر وہ ہی حقوق
حاصل تھے جو آنحضرتؐ کو تھے۔ امر واقعہ یہ ہے
کہ یہ حدیث غدیر صحیح ہے اسکی تمام رواۃ واسانید
ثقہ و صحیح ہیں چند لوگوں کا قول مثل ابوداؤد
ابو حاتم الرازی کے جو اس حدیث کی صحت میں قدح
کرتے ہیں مطلقاً قابل التفات نہیں ان میں سے
بعض کا یہ قول کہ جملہ اللھم وآل من والاہ الخ موضوع
ہے بالکل مردود ہے یہ حدیث مع اس جملہ کے
بہت سے طرق سے مروی ہے جن کی صحت
کی توثیق علامہ ذہبی کرتے ہیں امر واقعہ یہ ہے کہ
ایک دفعہ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا اور حمد و ثنا
الٰہی کے بعد لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ وہ لوگ
کھڑے ہو جائیں جو غدیر خم کے روز خود موجود
تھے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص نہ کھڑا ہو جو
صرف یہ کہہ سکے کہ میں نے سُنا ہے یا مجھ تک یہ
خبر پہنچی ہے۔ بلکہ وہ کھڑا ہو خود جس کے کانوں
نے سُنا ہو اور دل نے محفوظ رکھا ہو پس سترہ
صحابی کھڑے ہوئے۔ ایک روایت میں ہے
کہ تیس صحابی کھڑے ہوئے۔ معجم الکبیر میں ہے
کہ سولہ صحابی کھڑے ہوئے اور ایک روایت میں
ہے کہ بارہ صحابی کھڑے ہوئے پھر حضرت علی نے فرمایا کہ اب بیان کرو جو تم نے دیکھا تھا اور سنا
تھا۔ پس ان لوگوں نے حدیث غدیر بیان کی اس کے جملوں میں سے ایک یہ بھی جملہ تھا کہ جس کا

میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے ایک روایت میں ہے کہ اس کا یہ علی مولا ہے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اس شہادت کو چھپایا تھا۔ لہٰذا خداوند تعالیٰ نے مجھے اندھا کر دیا۔ کیونکہ یہ حضرت علی کی بددعا ان لوگوں کے لئے تھی جو اس حدیث کو چھپائیں۔

نیز ملاحظہ ہو۔ اسد الغابہ عن الاصبغ بن نباتہ ج ۳ ص ۷، ۳۰۷، ۳۲۱، ۳۳۱؛ ج ۵ ص ۲۷۶۔
ابن حجر عسقلانی: الاصابہ ج ۲ ص ۴۰۸، ۲۱۰ ھ فی ترجمہ عبدالرحمٰن بن بدلج۔ مناقب ابن المغازلی۔
میرزا محمد ابن معتمد خاں: نزل الابرار ص ۲۱ و ۲۲۔
امام احمد حنبل: مسند الجزء الخامس ص ۳۶۶ و ۳۷۰ الجزء الرابع ص ۳۷۰۔ مسند الجزء الاول ص ۸۴ و ۱۱۸ و ۱۱۹۔
علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۷ و ۶۱۲۱ و ۶۱۲۲ و ۶۱۲۳ ص ۴۰۷ حدیث ۶۱۴۹ و ۶۱۵۰۔ علی بن برہان الدین الحلبی: انسان العیون فی سیرۃ امین المامون الجزء الثالث ص ۳۰۸۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ الجزء السابع ص ۱۳۔
علامہ جلال الدین سیوطی: رسالۃ الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ۔ حافظ ابونعیم احمد حلیۃ الاولیاء الجزء الخامس ص ۲۶، ۲۷۔
شمس الدین الجزری: اسنی المطالب ص ۳ و ۴۔ خطیب محمد ہادی۔ تاریخ الجزء الرابع عشر ص ۲۳۶۔
روضۃ الندیہ: ص ۶۸۔ ابن کثیر شامی البدایۃ و النہایۃ فی التاریخ الجزء الخامس ص ۲۱۰، ۲۱۱۔ الجزء السابع ص ۳۴۰، ۳۴۸۔
سبط ابن الجوزی: تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۱۷۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی ص ۱۷۰۔
حسن علی محدث: تفریح الاحباب ص ۳۴۹۔ اس مناشدہ کے اور بہت سے حوالے جمع کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے فقط مندرجہ بالا حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ جن لوگوں نے اس دن حدیث غدیر کی گواہی دی تھی۔ ان کی تعداد ۳۰ تھی۔ لیکن تاریخ میں صرف ۲۴ کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ وہ یہ ہیں:- (۱) ابوزینب بن عوف انصاری (۲) ابوایوب انصاری (۳) خزیمہ بن ثابت الانصاری ذوالشہادتین جو حضرت علی کی طرف سے لڑتے ہوئے صفین میں شہید ہوئے (۴) زید بن شراحیل انصاری (۵) سہل بن حنیف انصاری (۶) سعد بن مالک الخدری انصاری (۷) ثابت بن ودلیعہ انصاری (۸) ابولیلیٰ انصاری (۹) ابوقدامہ انصاری (۱۰) ابوفضالہ انصاری (۱۱) ابوعمرۃ بن عمرو انصاری (۱۲) سہل بن سعد انصاری (۱۳) عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری (۱۴) عبداللہ بن ثابت انصاری، خادم رسول (۱۵) عبید بن عازب انصاری (۱۶) نعمان بن عجلان انصاری (۱۷) ابوالہیثم ابن التیہان (۱۸) حبشی بن جنادہ السلولی (۱۹) ابوشریح خویلد بن عمرو

الخزاعی (۲۰) ابوہریرہ الدوسی (۲۱) عامر بن لیلی غفاری (۲۲) عدی بن حاتم (۲۳) عقبہ بن عامر (۲۴) ناجیہ بن عمرو الخزاعی۔ حدیث الرکبان فی الکوفہ سنہ ۳۷ھ ۲۶۰ء۔

جناب علی مرتضےٰ رحبہ ہی میں تھے کہ ایک دن سواروں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی۔ جب آپ اپنے اصحاب کے درمیان تھے۔ اور آن کر آپ کو مولانا کہہ کر سلام کیا۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ ہم مولا اس وجہ سے کہتے ہیں۔ غدیر خم کے موقعہ پر آپ کو رسول خدا نے فرمایا تھا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ یہ جماعت انصار کی تھی۔ جن میں ابو ایوب انصاری بھی تھے۔ اس روایت کو ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں ابن عقدہ کی کتاب الوالاۃ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

نیز ملاحظہ ہوں۔ الاصابۃ جلد ا ص ۳۰۵۔ محب الدین طبری، الریاض النضرۃ، الجزء الثانی ص ۱۶۹۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الخامس ص ۲۱۲۔

یوم الرکبان کی جماعت کے آدمیوں کے نام یہ تھے۔

(۱) ابوالہیثم بن التیہان (۲) ابوایوب الانصاری (۳) حبیب بن بدیل بن ورقاء الخزاعی (۴) خزیمہ بن ثابت (۵) عبداللہ بن بدیل بن ورقاء (۶) عمار بن یاسر (۷) قیس ابن ثابت انصاری (۸) قیس ابن سعد بن عبادہ الخزرجی (۹) ہاشم المرقال بن عقبہ صاحب رایۃ علی والشہید بصفین۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رحبہ و رکبان کے موقعوں پر کئی ایسے اصحاب رسول موجود تھے جنہوں نے حدیث غدیر کو خود اپنے کانوں سے سُنا تھا۔ لیکن شہادت نہ دی۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے ایک ایک کے حق میں دعاء بددی جو قبول ہوئی۔ ان لوگوں کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) انس بن مالک۔

(۲) براء بن عازب الانصاری۔

(۳) جریر بن عبداللہ البجلی۔

(۴) زید بن ارقم۔

(۵) عبدالرحمٰن بن بدیح۔

(۶) یزید بن ودیعہ۔

انس بن مالک کو برص ہوگئی۔ جس کو وہ چھپا نہ سکتے تھے۔ براء بن عازب اور زید بن ارقم اندھے ہوگئے۔ جریر پاگل ہوگئے۔ دیکھو ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ الجلد الاوّل ص ۳۶۱، اور المجلد الرابع ص ۴۸۸۔ اور ابو محمد ابن قتیبہ کی المعارف طبع قدیم اور احمد بن جابر البلاذری کی انساب الاشراف الجزء الاوّل۔

اور زمانۂ حال میں نمایاں مثالیں ہوائی جہازوں اور آبدوز کشتیوں کی ہیں جو علی الترتیب چیل کے طریقۂ پرواز اور مچھلی کے طرزِ پیراکی پر مبنی ہیں ضرورتِ امام کا ایک ایسا مسئلہ ہے جو تمام بنی نوع انسان کا متفق علیہ ہے۔ اس پر زیادہ بحث و تمحیص و ثبوت کی ضرورت نہیں قرآن حکیم میں بھی ہر ایک قوم کے لیے ایک ہادی کا ہونا ان صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ بہرصورت ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی و امام کی ضرورت مسلّم ہے مسلمانوں کی جماعت کے لئے اس ضرورت کی اہمیت دو بالا ہو گئی کیونکہ اس نظام کو جناب رسولِ خداؐ نے قائم کیا تھا۔ حاکمِ دین و شریعت اور والیِ امورِ مملکت ایک ہی شخص تھا۔

باب چہارم

رسولِ خدا کو اپنے خلیفہ و جانشین کے تقرّر کی ضرورت واہمیّت کا احساس تھا یا نہیں

کتاب ہذا کے باب دوم میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عائشہؓ بلکہ اُمت کے عوام الناس تک کو بغیر کسی استثناء کے جناب رسولِ خدا کے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس بہت زیادہ تھا۔ جب صورت حال یہ ہے تو بارِ ثبوت اپنے دعوے کے ثابت کرنے کا اس پر ہو گا جو کہتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا کو اپنے جانشین کے تقرر کی ضرورت واہمیت کا احساس نہ تھا اگرچہ عقیدہ عدم استخلاف اس ہی قیاس پر مبنی ہے کہ جناب رسولؐ خدا کو اس ضرورت کا علم نہ تھا پھر بھی کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو علانیہ اور بالصراحت یہ کہے کہ آنحضرتؐ کے لائے ہوئے قرآن میں تو اس ضرورت کو صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے لیکن معاذ اللہ رسولؐ خدا ایسے غبی تھے کہ ان کو اس ضرورت کا علم نہ ہوا۔ چونکہ عقیدۂ عدم استخلاف کو صحیح ماننے سے ایسے ایسے نتیجے نکلتے ہیں جو صریحاً غلط ہیں لہٰذا ہم یہ قرار دینے میں حق بجانب ہیں کہ خود یہ عقیدہ ہی غلط ہے۔ جو قرآن شریف آپ کے ذریعہ سے اُمت تک پہنچا تھا وُہ خود بتا رہا ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا ہے لیکن ہدایت کے دروازے بند نہیں ہوئے ابھی اس اُمت میں ہادی ہوتے رہیں گے احکامِ قرآنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے نافذ کرنے کے لئے حاکم و والی کی ضرورت ہے۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (پارہ ۱۳ سورۃ الرعد ع ۱) نے

احتجاج امیر المومنین بحدیث غدیر یوم الجمل ۳۶ھ ہجری

جنگ جمل میں حضرت علی نے طلحہ کو بلایا اور ان سے حدیث غدیر پر مناشدہ کیا۔ انہوں نے اقبال کیا۔ اور واپس چلے گئے اور اُن کو مروان نے قتل کر دیا۔ ابو عبد اللہ الحاکم: المستدرک جلد ۳ ص ۳۷۱ ۔ مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد: مروج الذہب مسعودی: الجزء الثانی ۔ ص ۲۴۸، ۲۴۷ ۔ ابن عساکر، تاریخ الشام: جلد ۷، ص ۸۳ ۔ سبط ابن الجوزی تذکرہ ص ۴۲ ۔ ابو بکر الہیثمی، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۷ وغیرہ وغیرہ۔

مناشدہ امیر المومنین یوم صفین ۳۷ھ

جنگ صفین میں دونوں صفوں کے سامنے ایک منبر پر تشریف لے جاکر حضرت علی نے لوگوں کو اپنے فضائل بتائے۔ منجملہ دیگر احادیث و واقعات کے آپ نے حدیث غدیر بیان کر کے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ حدیث غدیر صحیح ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کانوں سے سُنا تھا اور وہ تعداد میں ۱۲ تھے۔ سب نے کہا کہ ہاں یہ حدیث ہم نے اپنے کانوں سے رسول خدا سے سُنی ہے۔ دیکھو کتاب سلیم ابن قیس الہلالی۔

احتجاج جناب فاطمہ الصدیقہ بنت رسول اللہ

شمس الدین الجزری اپنی کتاب اسنی المطالب میں بیان کرتے ہیں کہ جناب فاطمہ نے خلافت ابو بکر کے بعد اپنے مشہور خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم بھول گئے ہو کہ یوم غدیر خم رسول خدا نے فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

احتجاج جناب امام حسن علیہ السلام ۴۱ھ

جب صلح معاویہ کے لئے جمع ہوئے تو امام حسن نے ایک طویل خطبہ میں بیان فرمایا کہ یوم غدیر خم آنحضرت نے علی کے متعلق فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اس کو شیخ سلیمان قندوزی نے اپنی ینابیع المودۃ میں اور ابن عقدہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

مناشدہ امام حسین علیہ السلام ۵۸-۵۹ھ ہجری بحدیث غدیر خم

سلیم بن قیس الہلالی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب معاویہ نے شیعان علی پر ظلم کئے تو اس کے مرنے سے ایک یا دو سال قبل جب امام حسین حج کرنے تشریف لے گئے تو وہاں اپنے خاندان کے افراد اور اصحاب رسول و تابعین کو انصار میں سے جمع کیا۔ یہ سات سو سے زائد تھے جن میں تقریباً دو صد اصحاب رسول تھے۔ ان کے سامنے آپ نے ایک طویل خطبہ دیا اور فرمایا کہ دیکھو یہ طاغی ہم پر اور ہمارے شیعوں پر کتنا ظلم کر رہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں احادیث رسول بیان کرتا ہوں۔ اگر میں سچ کہتا ہوں تو میری تصدیق کرو۔ اگر جھوٹ کہتا ہوں تو کہہ دو کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ پھر آپ نے وہ احادیث بیان کرنی شروع کیں،

جن میں سے ایک حدیث غدیر خم بھی۔
اسی طرح بہت لوگوں نے اس حدیث پر احتجاج کیا ہے۔ اور برملا معاویہ کے سامنے اس کو بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب معاویہ نے عمرو بن العاص کو اپنی مدد کے لئے بلایا تو اس نے معاویہ کو لکھا کہ آنحضرتؐ نے علی کے متعلق یہ احادیث بیان فرمائیں۔ ان میں ایک حدیث غدیر خم بھی تھی۔ یہ سب جانتے تھے لیکن مصر کی حکومت کی طمع نے عقل و ذہن پر قفل لگا دیئے تھے اس کا ذکر اخطب خوارزم نے اپنے کتاب المناقب میں لکھا ہے۔
عمر بن عبدالعزیز اموی بادشاہ نے بھی حدیث غدیر کو بیان کیا اور اس پر احتجاج کیا دیکھو ابونعیم، حلیتہ الاولیاء ج ۵ ص ۳۶۴ : ابن عساکر فی تاریخہ ج ۵ ص ۳۲۰۔ حموینی؛ فرائد السمطین الباب العاشر، جمال الدین زرندی و نظم درر السمطین۔ سمہودی ؛جواہر العقدین۔
مامون شہنشاہ عباسیہ کا مذہب یہ تھا کہ بعد رسول اللہ افضل الناس حضرت علیؑ تھے۔ اور وہ ہی سب سے زیادہ حقدار خلافت تھے۔ اس پر اس نے مناظرہ بھی کیا تھا۔ جس میں چالیس علماء اہل سنت جماعت موجود تھے اور سب قائل ہو گئے۔ اس میں حدیث غدیر پر احتجاج کیا تھا۔ دیکھو ابن عبدربہ، عقد الفرید ج ۳ ص ۴۲۔
ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عبدالرحمن المعروف ابن عقدہ نے ایک خاص کتاب میں حدیث غدیر و حدیث ثقلین کے طرق و اسناد جمع کئے ہیں اور ان کی صحت کی توثیق و تصدیق کی ہے۔ ان کی اس کتاب کا ذکر احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں، محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری نے صراط سوی میں علامہ سمہودی نے جواہر العقدین میں عبدالرؤف منادی نے فیض القدیر میں اور میرزا محمد بن معتمد خاں نے مفتاح النجا میں کیا ہے۔
لمعات شرح مشکوٰۃ میں عبدالحق محدث دہلوی حدیث غدیر کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔
(یہ اُن کی فارسی کا ترجمہ ہے)

ھذا حدیث صحیح لامریۃ فیہ وقد اخرجہ جماعۃ کالترمذی والنسائی و احمد وطرقہ کثیرۃ جدا رواہ ستۃ عشر صحابیا وفی روایۃ لاحمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثون صحابیا وشھدوا بہ بعلی رضی اللہ عنہ لما نوزع ایام خلافتہ وکثیر من اسانیدہ صحاح وحسان ولاالتفات	حدیث غدیر بالکل صحیح ہے اس کی صحت میں کچھ شک نہیں اور تحقیق کہ اخراج کیا اس حدیث کو ایک جماعت کثیر نے مثل ترمذی و نسائی و احمد کے اور اس کے طرق و اسناد بہت ہیں۔ اس حدیث کو سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے۔ امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو آنحضرتؐ سے تیس صحابیوں نے روایت کیا ہے اور حضرت علیؑ کے ایام خلافت

لمن قدح فی صحته ولا الی قول بعضهم ان زیادة اللهم وال من والاه الی آخره موضوع فقد ورد ذلك من طرق صحیح الذهبی کثیرامنها کذا قال الشیخ ابن حجر فی الصواعق المحرقه۔

میں جب آپ کی خلافت کے متعلق تنازعہ ہوا تو انہوں نے شہادت دی اس حدیث کے بہت سے اسانید صحیح وحسن ہیں اور وہ شخص قابل التفات نہیں ہے جو اس حدیث کی قدح کرتا ہے اور نہ ان میں سے بعض کا یہ قول قابل التفات ہے اور الفاظ اللھم وال من والاہ الخ موضوع ہیں۔ یہ الفاظ ان صحیح روایات میں ہیں جن میں سے ایک کثیر تعداد کی تصدیق و توثیق ذہبی نے کی ہے۔ اور یہی قول شیخ الاسلام ابن حجر کا صواعق محرقہ میں ہے۔

اصل صواعق محرقہ کی عبارت بھی ہمارے سامنے ہے اس کا فارسی ترجمہ براہین قاطعہ میں کمال الدین بن فخر الدین جہرمی نے اس طرح کیا ہے۔

"بیان آں کہ حدیث (غدیر) صحیح ست، وشک دراں نیست وجمعی کثیر از محدثین مثل ترمذی ونسائی واحمد بنا برین روایت کردہ اند۔ شانزدہ صحابہ دو ریک روایت از احمد منقول کہ سی صحابہ این حدیث را از رسول صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ اند و گواہی دادہ اند در ایام خلافت علی کرم اللہ وجہہ زمانے کہ نوزع فی خلافتہ و بسیار از اسانید ایں حدیث صحیح است وحسن و قول آں کس کہ می گوید کہ ایں حدیث صحیح نیست وآں کسے کہ روایت ایں حدیث می کند بایں طریق کہ حضرت علیؑ دراں وقت دریمن بود ملتفت الیہ نیست۔ زیرا کہ ثابت شدہ کہ حضرت علی از یمن بازگشتہ بود دراں وقت و حج با رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذاردو ہم چنیں قول دیگر کہ گفتہ اند اللھم وال من والاہ دریں حدیث زیادتی است از قول مردود و موضوع است۔

براہین قاطعہ :۔ باب اول فصل پنجم شبہ یازدہم ص ۶۲۔

میرزا محمد بن معتمد خاں نے اپنی دونوں کتابوں یعنی مفتاح النجا فی مناقب آل العبا اور نزل الابرار بما صح فی مناقب اہلبیت الاطہار میں حدیث غدیر کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق روایت کو بیان کیا ہے اور جملہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ کی صحت کی بھی تصدیق کی ہے۔ اور جن جن علماء محدثین و مورخین مثلاً امام احمد، حاکم و ابونعیم اصبہانی وطبرانی وابن مردویہ وابن حبان وترمذی وذہبی وابن عقدہ نے حدیث غدیر کا اخراج کیا ہے اور اس کے اسانید وطرق بیان کیے ہیں۔ ان کا ذکر مع ان کی عبارات کے لکھا ہے۔ واقعہ غدیر خم کے بعد حضرت عمر کا حضرت علیؑ کو مبارک باد دینا بھی بیان کیا ہے۔ اور ان تمام صحابہ کا نام لکھا ہے جن سے یہ حدیث مروی ہے، حدیث غدیر کو اس تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد مفتاح النجاء میں لکھتے ہیں۔

اقول هذا حدیث صحیح مشهور نص — میں کہتا ہوں کہ حدیث غدیر صحیح ومشہور ہے۔

الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی الترکمانی الفارقی ثم الدمشقی علی کثیرة من طرقه بالصحة وهو کثیر الطرق جدا وقد استوعبها الحافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید الکوفی المعروف بابن عقدة فی کتاب مفرد۔

علامہ ذہبی نے اس کے بہت سے طرق کی صحت کو ثابت کیا ہے اور تحقیق حافظ ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب اس حدیث کے طرق واسانید کے بیان میں لکھی ہے۔ جس میں اس کے تمام طرق کو جمع کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طرق بالکل صحیح ہیں۔

اسی طرح نزل الابرار میں حدیث غدیر کو ذکر کرنے کے بعد میرزا محمد ابن معتمد خاں لکھتے ہیں۔

هذا حدیث صحیح مشهور لم یتکلم فی صحته الا متعصبٌ جاحد لا اعتبار بقوله۔

یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ہے۔ اس کی صحت میں سوائے متعصب منکر کے اور کسی نے کلام نہیں کیا اور ایسے شخص کا اعتبار نہیں۔

نزل الابرار ص ۲۱۔

محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی اپنی کتاب روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلوی میں لکھتے ہیں۔

وحدیث الغدیر متواتر عند اکثر ائمة الحدیث قال الحافظ الذهبی فی تذکرة الحفاظ فی ترجمة الطبری من کنت مولاه الف محمد بن جریر فیه کتابًا قال الذهبی وقفت علیه فاندهشت لکثرة طرقه انتهی وقال الذهبی فی ترجمه الحاکم ابی عبد اللہ بن البیع واما حدیث من کنت مولاه فله طرق جیدة افردتها بمصنف انتهی قلت عده الشیخ المجتهد نزیل حرم اللہ ضیاء الدین صالح بن مهدی المقبلی فی الاحادیث المتواترة التی جمعها فی ابحاثه اعنی لفظ من کنت مولاه فعلی مولاه هو من ائمة العلم والتقوی

حدیث غدیر آئمہ حدیث کی اکثریت کے نزدیک متواترات سے ہے۔ علامہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں طبری کے ذکر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے حدیث من کنت مولاہ الخ کے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کتاب کو دیکھا تو اس کے کثرت طرق روایات کو دیکھ کر میں بہت متحیر ہوگیا، اور علامہ ذہبی نے حاکم ابو عبد اللہ بن البیع کے ذکر میں لکھا ہے کہ حدیث من کنت مولاہ کے طرق بہت صحیح ہیں جن کو میں نے ایک تصنیف میں جمع کیا ہے میں کہتا ہوں کہ مجتہد ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی مقیم حرم نے حدیث غدیر کو احادیث متواترہ میں رکھا ہے جن کو انہوں نے اپنی ابحاث میں جمع کیا ہے۔ علامہ مقبلی

والانصاف ومع انصاف الائمة متواترة فلا یمل بایراد طرقه بل یتبرک ببعض منها۔

ائمہ علم وتقویٰ وانصاف میں سے ہے اس کے تمام طرق بیان کرنے مشکل ہیں ان میں سے چند کا ذکر تبرکاً کیا جاتا ہے۔

روضة الندیہ ص ۶۷، فی تشریح اشعار۔

ونجم قام فیهم خاطباً — تحت اشجار بها کان تقیاً
قایلا من کنت مولا فقد — صار مولاه کما کنت علیاً

مولوی محمد مبین لکھنوی اپنی کتاب وسیلة النجاة میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ وان کثیرا من طرقه صحیحه یعنی اس کے بہت سے طرق روایات بالکل صحیح ہیں۔ مولوی محمد سالم دہلوی اپنے رسالہ اصول الایمان میں حدیث غدیر کے بیان میں لکھتے ہیں۔

بدرستیکہ تہنیت داد عمر بروز غدیر خم مبارک باد لے علی کہ صبح کردی بولایت مسلمین و مسلمات وبود عمر رضی اللہ عنہ بوقتیکہ می گفتند کہ تقدیم وتکریم وے زیادہ از دیگراں می کنی فرمودکیف لا افضل وہو مولائی یعنی چگونہ تعظیم نکنم وایں فضل را بجا نیارم کہ علی صاحب من است۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب سیف مسلول میں لکھتے ہیں۔

حدیث بریدہ بن حصیب وغیرہ جماعتی از صحابہ روایت می کنند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در غدیر خم کہ جائی ست میاں مکہ ومدینہ خطبہ خواندند وگفت یا ایها الناس ان الله مولای وانا مولی المومنین وانا اولی بهم من انفسهم فمن کنت مولاه فهذا مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه یعنی علیاً ایں حدیث بدرجہ صحت بلکہ بدرجہ تواتر رسیدہ۔ وسی کس از اصحاب منہم علیؑ بن ابی طالب، ابوایوب وزید بن ارقم، براء بن عازب، عمرو بن مرہ وابوہریرہ وابن عباس وعمارہ بن بریدہ وسعد بن ابی وقاص ابن عمر، وانس، جریر بن عبداللہ البجلی ومالک بن حویرث وابو سعید خدری وابو الطفیل وحذیفہ بن اسید وغیرہم مروی گشتہ وجمہور محدثین ایں حدیث را در صحاح سنن ومسانید روایت کردہ اند۔

محمد صدر عالم اپنی کتاب معارج العلی فی مناقب المرتضیٰ میں لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان حدیث الموالاة متواتر عند السیوطی رحمة الله کما ذکر فی قطف الازهار وقاردت ان اسوق طرقه لیتطح التواتر فاقول اخرج احمد و الحاکم عن ابن عباس وابن ابی شیبه واحمد عنه عن بریده واحمد و

جان تو کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ متواترات میں سے ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے قطف الازہار میں ذکر کیا ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کے طرق بیان کروں کہ حدیث غدیر کا تواتر ظاہر ہو پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد وحاکم نے ابن عباس سے اس حدیث

ابن ماجہ عن البراء والطبرانی عن
جریر وابونعیم عن جندب الانصاری
وابن قانع عن حبشی بن جنادہ و
الترمذی وقال حسن غریب والنسائی
والطبرانی والضیاء المقدسی عن ابی
الطفیل عن زید بن ارقم وحذیفہ
بن اسید الغفاری وابن ابی شیبہ و
ابن ابی عاصم والضیاء عن سعد بن ابی
وقاص والشیرازی فی الالقاب عن عمر
والطبرانی عن مالک بن حویرث وابونعیم
فی فضائل الصحابہ عن یحییٰ بن جعدہ
عن زید بن ارقم وابن عقدہ فی
کتاب الموالات عن حبیب
بن بدیل بن ورقاء وقیس بن
ثابت وزید بن شراجیل الانصاری
واحمد عن علی وثلاثۃ عشر رجلا
وابن ابی شیبہ عن جابر قالوا قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
کنت مولاہ فعلی مولاہ الی آخر
ما افادوا جاد۔

کو روایت کیا ہے۔ ابن ابی شیبہ اور اس سے
امام احمد نے بروایت بریدہ بیان کیا ہے، امام
احمد و ابن ماجہ نے براء سے طبرانی نے جریر سے
ابونعیم نے جندب الانصاری سے ابن قانع نے
حبشی بن جنادہ سے روایت کیا ہے نیز ترمذی نے
بیان کیا ہے اور حسن کہا ہے۔ نسائی و طبرانی و
ضیاء المقدسی نے ابوالطفیل کے ذریعے سے زید
بن ارقم و حذیفہ بن اسید الغفاری سے روایت
کیا ہے ابن ابی شیبہ و طبرانی نے ابوایوب سے
ابن ابی شیبہ و ابن ابی عاصم و الضیاء نے سعد
بن ابی وقاص سے شیرازی نے کتاب الالقاب
میں عمر بن الخطاب سے طبرانی نے مالک بن
الحویرث سے و ابونعیم نے کتاب الفضائل
الصحابہ میں یحییٰ بن جعدہ کے ذریعے سے زید ابن
ارقم سے، ابن عقدہ نے کتاب الموالاۃ میں حبیب
بن بدیل بن ورقاء و قیس بن ثابت و زید بن
شراجیل الانصاری سے اور امام احمد نے حضرت
علیؑ و تیرہ صحابیوں سے اور ابن شیبہ نے جابر
سے بیان کیا وہ سب کہتے ہیں کہ فرمایا جناب
رسول خدا نے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی
مولا ہے آخر حدیث تک۔

ابن المغازلی کتاب المناقب میں حدیث غدیر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد
لکھتے ہیں۔

قال ابوالقاسم الفضل بن محمد ہذا
حدیث صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وقد روی حدیث غدیر خم
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نحو مائۃ نفس منہم العشرۃ وھو حدیث
ثابت لا اعرف لہ علۃ تفرد علی رضی

ابوالقاسم الفضل بن محمد کہتے ہیں کہ یہ حدیث
آنحضرتؐ سے بالکل صحیح ہے جناب رسولؐ
خدا سے اس حدیث غدیر کو تقریباً ایک صد
صحابہ نے روایت کیا ہے۔ جن میں عشرہ مبشرہ
بھی شامل ہیں۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس
میں ایک نقص بھی نہیں ہے۔ جناب علی مرتضےٰ

الله عنه بهذه الفضيلة لم يشركه احد۔

اس حدیث کی وجہ سے سب صحابیوں سے ممتاز ہیں اور اس فضیلت میں ان کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں۔

ابن عقدہ وطبری وعلامہ حسکانی ومسعود وسجستانی اور علامہ ذہبی ہر ایک نے ایک ایک مستقل کتاب حدیث غدیر کے طرق اور اس کی صحت کی اثبات میں لکھی ہے جیسا کہ ناظرین کو عبارات سابقہ سے ظاہر ہو گیا ہوگا بلکہ اٹھائیس سے زیادہ مجلدات صرف حدیث غدیر کے طرق پر لکھے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی تاریخ میں ابوالمعالی جوینی کے قول کو ان الفاظ میں لکھے ہیں۔

انه كان يتعجب ويقول شاهدت مجلدًا ببغداد في يد صحاف فيه روايات هذا الخبر مكتوبًا عليه المجلد الثامنة والعشرون من طرق من كنت مولاه فعلي مولاه ويتلوه المجلد التاسع والعشرون۔

وہ یعنی ابوالمعالی جوینی تعجب کے ساتھ کہتے تھے کہ میں نے بغداد میں کتب فروشوں کے پاس ایک کتاب دیکھی جس میں حدیث غدیر کے طرق روایات بیان کئے گئے تھے اور اس پر لکھا ہوا تھا اٹھائیسویں جلد متضمن بر طرق حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس کے بعد اب اُنتیسویں جلد شروع ہوتی ہے۔

علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء الخامس میں حدیث غدیر کے بہت سے طرق بیان کئے ہیں اکثروں کے متعلق لکھا ہے۔ ہذا اسناد جید قوی رجالہ ثقات علی شرط السنن ریہ اسناد بہت قوی ہیں۔ اُن کے سب راوی ثقہ ہیں۔ بموجب ان شرائط کے جو علم سنن میں رائج ہیں۔

الجزء الخامس ص ۲۰۸ لغایت ۲۱۴۔

شمس الدین ابوالخیر محمد بن علی اپنی کتاب اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابیطالبؑ میں واقعہ رحبہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذا حديث حسن من هذا الوجه صحيح من وجوه كثيرة متواتر عن اميرالمومنين علی رضی الله وهو متواتر ايضًا عن النبی صلی الله عليه وسلم رواه الجمّ الغفير عن الجمّ الغفير ولا عبرة بمن حاول تضعيفه ممن لا اطلاع له في هذا

حدیث غدیر حسن ہے اور کئی وجوہ سے اس کا صحیح ہونا ثابت ہے۔ امیرالمومنین علیؑ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے اور نیز جناب رسولؐ خدا سے بھی اس کی روایت متواتر ہے اس کو علماء ومحققین کے جم غفیر نے صحابہ کے ایک جم غفیر سے روایت کیا ہے۔ اور جو شخص اس کی تضعیف کرے۔ وہ قابل اعتبار نہیں ہے

العلم فقد ورد عن ابی بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وطلحہ بن عبداللہ والزبیر بن العوام وسعد بن ابی وقاص وعبد الرحمٰن بن عوف والعباس بن عبدالمطلب وزید بن ارقم والبراء بن عازب وبریدہ بن الحصیب وابی ہریرہ وابی سعید الخدری وجابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس وحبشی بن جنادہ وعبداللہ بن مسعود وعمران بن حصین وعبداللہ بن عمر وعمار بن یاسر وابی ذر الغفاری وسلمان الفارسی واسعد بن زرارہ وخزیمہ بن ثابت وابی ایوب الانصاری سہل بن حنیف وحذیفہ بن الیمان وسمرہ بن جندب وزید بن ثابت وانس بن مالک وغیرہم من الصحابہ رضوان اللہ علیہم وصح عن جماعۃ منہم ممن یحصل القطع بخبرہم وثبت ایضاً ان ھذا القول کان منہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم -

اسنی المطالب ص ۳ و ۴ -

کیونکہ اس کا ایسا کرنا اس کی کم علمی کی وجہ سے ہوگا۔ یہ حدیث مروی ہے (ان صحابہ کے نام جن سے یہ حدیث مروی ہے عربی عبارت میں دیکھو) اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔ اصحاب رسولؐ کی وہ جماعت اس کی صحت کی تصدیق کرتی ہے جن کی روایت کی صحت قطعی ہوتی ہے اور یہ قطعاً ثابت ہے کہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روز غدیر خم بیان فرمایا گیا تھا۔

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے رسالہ الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں جس میں صرف متواتر احادیث جمع کی گئی ہیں اس حدیث کو متواترہ احادیث میں لکھا ہے اور اس کے راویوں کے نام لکھے ہیں۔ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر سیوطی میں اور علی بن احمد نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی نے سراج منیر شرح جامع صغیر میں حدیث غدیر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔ قال المؤلف حدیث متواتر یعنی مؤلف جامع صغیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی نے علامہ سیوطی کی قطف الازہار کا مختصر قطف الازہار کی شروع کی عبارت یہ ہے۔

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فیقول الفقیر الی اللہ تعالیٰ علی بن حسام الدین الشہیر بالمتقی ھذہ احادیث متواترہ نحو اثنین وثمانین حدیثاً التی جمعہا

بعد حمد خدا وصلوٰۃ بر رسول خدا وند تعالیٰ کا فقیر علی بن حسام الدین المعروف متقی کہتا ہے کہ یہ تقریباً بیاسی احادیث متواترہ ہیں۔ جن کو علامہ سیوطی نے ایک جگہ جمع کیا ہے اور اس رسالہ کا نام قطف الازہار رکھا ہے۔

العلامہ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ وسمہا قطف الازھار والمتناثرہ و ذکر فیہا رواتہا من الصحابہ عشر فصاعد الکنی حذفت الرواۃ وذکرت المتن الاحادیث یسھل حفظھا وھی ھذہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ واما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔

اور اس میں عشرہ مبشرہ کے صحابی راوی ہیں۔ میں نے اسمار رواۃ کو حذف کردیا ہے صرف تین احادیث کو تحریر کیا ہے۔ تاکہ ان کے حفظ کرنے میں آسانی ہو وہ احادیث یہ ہیں ...... حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ وحدیث اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔

جمال الدین محدث اپنی کتاب اربعین میں حدیث غدیر و قصہ حارث لکھنے کے بعد لکھتے ہیں

اقول اصل ھذا الحدیث تواتر عن امیر المومنین علیہ السلام وھو متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایضاً رواہ جمع کثیر وجم غفیر من الصحابہ۔

یعنی میں کہتا ہوں کہ حدیث غدیر حضرت علیؑ و جناب رسولِ خدا دونوں سے تواتر کے ساتھ مروی ہے اور اس کو صحابہ کی ایک کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔

علی بن محمد سلطان الہروی القاری نے اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں حدیث غدیر کی تشریح کے ذیل میں اس حدیث کو بہت سے علماء محدثین سے متعدد طریقوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

الحاصل ان ھذا حدیث صحیح لامریۃ فیہ بل بعض الحافظ عدہ متواتراً اذفی روایۃ احمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثون صحابیا وشھدوا بہ لعلی لما توزع ایام خلافتہ وسیاتی زیادۃ تحقیق فی الفصل الثالث عند حدیث البراء۔

نتیجہ ساری تحریر کا اور امر واقعہ یہ ہے کہ حدیث غدیر بالکل صحیح ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں بہت سے حفاظ کے نزدیک حدیث غدیر متواتر ہے۔ چنانچہ امام احمد حنبل کی ایک روایت میں ہے کہ تیس صحابیوں نے اس حدیث کو جناب رسول خدا سے خود سننے کی گواہی حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں دی اس کی زیادہ تحقیق فصلِ ثالث میں حدیثِ براء کے تحت میں لکھی جائے گی۔

علامہ ضیاء الدین صالح بن مہدی المقبلی اپنی کتاب ابحاث مسددہ فی فنون متعددہ میں احادیث نبویہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جناب حسنین علیہما السلام کے متعلق جو احادیث ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ومن شواھد ذٰلك ما ورد فی حق علی کرم اللہ وجہہ وھو علی حدتہ متواتر ومن اوضحہ معنیً واشھرہ روایۃً حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ .... طرقہ کثیرۃ جداً ولذا ذھب بعضھم الی انہ متواتر لفظاً فضلاً عن المعنی .... فان کان مثل ھذا معلوماً والا فما فی الدنیا معلوم۔

اسی طرح جناب علی مرتضیٰ کے حق میں بہت سی احادیث ہیں جو حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جو معناً سب سے زیادہ واضح اور لفظاً سب سے زیادہ مشہور ہے وہ حدیث مَن کُنتُ مولاہ فعلیٌّ مولا ہے۔ (اس کے بعد فاضل مؤلف اس کے کئی طرق بیان کرتے ہیں) اس کے طرق روایت بہت ہی زیادہ ہیں اس وجہ سے بہت سے علمائ کہتے ہیں کہ قطع نظر معنی ومطلب میں متواتر ہونے کے یہ حدیث الفاظاً بھی متواتر ہے ..... اگر اس طرح کی حدیث کو بھی ایک واقعہ معلوم اور امر قطعی نہیں کہہ سکتے تو پھر دنیا میں کوئی امر قطعی و واقعہ معلوم نہیں ہے۔

ناظرین نے ملاحظہ کیا کن واضح اور زور دار الفاظ میں علامہ مقبلی حدیث غدیر کے متواتر اور واقعہ معلوم ہونے کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ امر بھی معلوم و واقعہ قطعی نہیں کہا جا سکتا تو دنیا میں کوئی واقعہ معلوم کی تعریف میں آ ہی نہیں سکتا۔ مولوی محمد مبین جو فرنگی محل لکھنؤ کے علماء کبار میں سے ہیں۔ حدیث غدیر کے بہت سے طرق بیان کرنے کے بعد اپنی کتاب وسیلۃ النجات میں لکھتے ہیں۔

واکثر احادیث کہ دریں باب مذکور گشتہ از جملہ متواتر آں ست چنانچہ حدیث اَنتَ مِنّی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ وحدیث انا من علی وعلی منی وحدیث من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وحدیث لاعطین الرایۃ رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہٗ وغیرہا"۔

احمد بن محمد العاصمی اپنی کتاب زین الفتیٰ میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں۔ ہذا الحدیث تلقتہ الامۃ بالقبول وھو موافق الاصول یعنی حدیث غدیر کی صحت کو اُمّت نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث اصول و قواعد کے مطابق بالکل صحیح ہے۔

حافظ محمود بن علی الشیخانی القادری اپنی کتاب صراط سوی میں حدیث غدیر کے متعلق لکھتے ہیں۔ قال حافظ الذھبی ہذا حدیث حسن اتفق علی ما ذکرنا جمہور اہل سنۃ والجماعۃ یعنی حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اس پر جمہور اہل سنت والجماعۃ کا اتفاق ہے۔

روایت بریدہ اسلمی۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت علی کو روز غدیر خم ہی خلیفہ مقرر کیا گیا تھا غلط ہوگا۔ اس دن تو تمام امت کے روبرو باقاعدہ اعلان ہوا تھا۔ ورنہ یہ وزارت ونیابت وخلافت تو نبوت کے ساتھ ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی۔ ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں کہ آنحضرت نے

صاف بتا دیا کہ تم تو فقط ڈرانے والے ہو۔ ہادیوں کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ اولوالامر کی اطاعت کا حکم دے کر ظاہر کر دیا کہ اسلام میں صاحبانِ امر ہوں گے اور ان کی اطاعت تم پر واجب ہے۔ آنحضرتؐ اچھی طرح جانتے تھے کہ میں نے معصیت الٰہی کے عذاب سے تو ڈرا دیا ہے اور کفر و شرک کے بُرے عواقب سے اُن کو آگاہ کر دیا ہے۔ صراطِ مستقیم اچھی طرح واضح کر دی ہے۔ لیکن صراطِ مستقیم پر قائم رہنا اور اس پر چلنا اس کے معلوم کر لینے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ صدیوں کی عادت چند سالوں میں نہیں جاتی۔ صحیح وحدانیت کا وجدان۔ صفات الٰہی کا عین الیقین حق اللہ۔ حق العباد وغیرہ یہ ایسے مشکل راستے تھے کہ جن میں سے بغیر ہادی کے گزرنا ناممکن تھا۔ ایسے ہادی کی ضرورت کا آپ کو اچھی طرح احساس تھا۔ جو ان پُرانی عادت والے گنہگاروں کو اپنا صحیح نمونہ عمل دکھا کر صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور عرصہ تک چلائے تاکہ یہ نئی تعلیم طبیعت ثانیہ ہو کر مزاجِ انسانی میں مستقل ہو جائے۔ قرآن شریف کی تنزیل ابھی ابھی ختم ہوئی تھی ابھی اُس کی صحیح تاویل کی تعلیم باقی تھی آپ جانتے تھے کہ تنزیل منوانے کے لئے تو مجھے کفار سے جنگ کرنی پڑی۔ میرے جانشین کو اس کی صحیح تاویل کے لئے جنگ کرنی ہو گی۔ تاویل پر اُن سے جنگ کرنی ہوتی ہے۔ جو تنزیل کو تو ظاہرا مانتے ہیں لیکن اپنے خواہشات نفس کی اطاعت میں اُس کی غلط تاویل کرتے ہیں اور وہ منافقین ہوتے ہیں جو ظاہرا رسالت کو مانتے ہیں۔ تبلیغ مکمل جب ہی ہوتی ہے کہ جب تنزیل پر ایمان ہو اور تاویل صحیح ہو۔ اس ہی وجہ سے حکم ایزدی صادر ہوا کہ یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ط کفار سے تو آپ جنگ کر چکے تھے ابھی منافقین سے جہاد کرنا باقی تھا اور یہ اہم کام جانشین کے سپرد ہونا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ اس تبلیغی کام کو میرا جانشین مکمل کرے گا۔

باب پنجم

کیا آنحضرتؐ نے اپنے جانشین مقرر کرنے کا فرض اُمّت کے ذمّہ لگایا تھا؟

آنحضرتؐ کے جانشین کا تقرر ضروری تھا۔ آنحضرتؐ کو اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس بھی تھا۔ حضورؐ نے خود کوئی اپنا جانشین مقرر و منتخب بھی نہیں کیا تو پھر ایک ہی قیاس باقی رہ جاتا ہے کہ شاید آنحضرتؐ نے اپنے جانشین کے انتخاب و تقرر کا فرض اُمّت کے ذمّہ لگا دیا ہو

آنحضرتؐ نے اپنے جانشین کے تقرر کا حق امت کو نہیں دیا تھا

حضرت موسیٰ کی طرح حضرت علیؑ کے لئے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں شروع نبوت کے وقت ہی دعا کی تھی کہ علیؑ کو اس امر عظیم میں آپ کا شریک دوزیر وخلیفہ مقرر کیا جائے اور وہ دعا قبول ہوچکی تھی۔ دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر بھی آپ نے فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان میں علیؑ میرا وزیر وخلیفہ ہے تم کو چاہیئے کہ اس کی اطاعت کرو۔ اور اکثر آپ ایسا فرماتے ہی رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ یمن کے جہاد سے واپس آئے تو بریدۃ الاسلمی نے جو آپ کے ہمراہ تھا۔ جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر آن کر حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ اس پر آنحضرتؐ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کیا تم کو نہیں معلوم کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے اور وہ میرے بعد تم سب کا حاکم ہے۔ ہم نے کچھ حوالہ جات حدیث ولایت کے بیان میں اس کتاب کے صفحات ۲۵۹، ۲۶۰ پر دیئے ہیں کچھ یہاں لکھتے ہیں۔

حدثنی محمد بن صالح بن ھانی ثنا احمد بن نصر واخبرنا محمد بن علی الشیبانی بالکوفہ ثنا احمد حازم الغفاری و ابنا محمد بن عبد اللہ العمری ثنا محمد بن اسحٰق ثنا محمد بن یحیےٰ واحمد بن یوسف قالوا ثنا ابونعیم ثنا ابن ابی عتبہ عن الحکم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال غزوت مع علی الی الیمن فرایت منہ جفوۃ وقدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتغیر فقال یا بریدہ الست اولی بالمومنین من انفسھم قلت بلیٰ یا رسول اللہ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔

(اسمائے راویاں عربی میں دیکھو) بریدۃ الاسلمی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں یمن کے جہاد میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ مجھے ان سے کچھ تکلیف پہنچی، جب میں واپس آیا تو میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیؑ کی شکایت کی، اس پر آپؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں مومنین کی جانوں پر متصرف نہیں ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ ضرور ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور شرائط بخاری ومسلم کے مطابق صحیح ہے۔

الحاکم :۔ مستدرک علی الصحیحین۔ الجزء الثالث ص ۱۱۰ ۔ ۱۱۱ ۔
امام احمد :۔ مسند الجزء الخامس ص ۳۵۶ و ۳۵۸ و ۳۶۱ ۔
علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۵ ۔ حدیث ۲۵۷۹ تا ۲۵۸۱ ۔
محب الدین الطبرانی :۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۲۰۴ ۔

میرزا محمد ابن معتمد خاں :۔ نزل الابرار ص ۲۲۔
مرزا حسن علی محدث لکھنوی :۔ تفریح الاحباب ص ۳۱۹ و ۳۲۰۔
ابراہیم بن عبد اللہ الوصابی :۔ کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء۔
امام نسائیؒ :۔ خصائص علویہ۔

روز غدیر خم و بریدہ کی واپسی از یمن کے علاوہ اور موقعوں پر بھی آنحضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:۔

اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن عمار بن یاسر قال وقف بعلی سائلٌ وھو راکعٌ فی صلاۃ تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلمہ ذٰلک فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الآیۃ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ نقراھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحابہ ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

ابن مردویہ نے اور طبرانی نے معجم الاوسط میں عمار بن یاسر سے روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نماز پڑھ رہے تھے، اور رکوع میں تھے تو ایک سائل آپ کے پاس آیا آپ نے اپنی انگوٹھی اس کو عطا کردی۔ جناب رسولخدا آئے اور ان کو اس واقعہ سے آگاہ کیا گیا۔ پس فوراً آنحضرتؐ پر آیہ انما ولیکم و رسولہ الآیۃ نازل ہوا۔ آنحضرتؐ نے لوگوں پر اس آیہ کو پڑھا اور پھر فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

جلال الدین سیوطی۔ کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۹۳ و ۲۹۴۔

علامہ عبید اللہ امرتسری نے ان تمام روایات کو جو حدیث غدیر خم کے اثبات صحت میں مذکور ہیں۔ ایک جگہ جمع کر کے ان پر اچھی بحث کی ہے۔ اور ایک صد و یک صحابیوں کے نام نقل کئے ہیں۔ جن سے یہ حدیث مروی ہے۔ ان بڑی بڑی اور ضخیم مجلدات کا ذکر کیا ہے۔ جو محض اس ایک حدیث کی اسناد و روایات میں لکھی گئی ہیں۔ آخر کار فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواترات سے ہے۔ اور اس کی صحت بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت ہے ارجح المطالب فی عد مناقب اسد اللہ الغالب یعنی سوانح عمری حضرت علیؑ بن ابی طالب ایڈیشن چہارم۔ باب چہارم صفحات ۶۴۷ لغایت ۶۵۰۔

امر چہارم رسم دستاربندی۔ جناب رسول خدا کا حضرت علیؑ کے فرق مبارک پر عمامہ باندھنا اور بموجب حکم رسولؐ حضرت علیؑ کا خیمۂ خاص میں بیٹھ کر تمام امت سے مبارکباد قبول کرنا اور تمام امت کا آپ کو مبارکباد دینے پر مامور ہونا۔

تاریخ حبیب السیر میں بعد نقل حدیث غدیر مسطور ہے۔

پس امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بموجب فرمودۂ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم در خیمہ نشست تا طوائف خلائق بملازمتش رفتہ لوازم تہنیت بتقدیم رسانیدند و از جملہ اصحاب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جناب ولایت مآب را گفت بخ بخ یا ابن ابی طالب اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنۃ یعنی خوشحال تو اے پسر ابوطالب بامداد کردی در وقتے کہ مولائی من و مولائی ہر مومن و مومنہ بودی بعد ازاں اُمہات مومنین بر حسب اشارۂ سید المرسلین بخیمۂ امیر المومنین رفتہ شرط تہنیت بجا آوردند۔

تاریخ حبیب السیر۔ جلد اوّل جزو سوم ص ۷۷۔

یہ واقعہ اسی طرح بہت سی کتب تواریخ و سیر میں درج ہے ملاحظہ ہو۔

ملا معین :۔ معارج النبوۃ رکن چہارم باب سیزدہم ص ۲۲۰۔

علی المتقی :۔ کنز العمال، الجزء الثامن ص ۶۰ حدیث ۱۰۲۹ یا ۱۲۰۹۔

محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ، الجزء الثانی باب الرابع الفصل التاسع ص ۲۱۷۔

نور الدین علی بن محمد المعروف ابن صباغ :۔ فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ۔

محمود بن محمد بن علی الشیخانی :۔ صراط سوی۔

ابراہیم بن محمد الحموینی :۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ والبتول والسبطین۔

محمد بن یوسف الزرندی :۔ نظم درر السمطین۔

جمال الدین محدث۔ کتاب اربعین۔

جلال الدین السیوطی :۔ جامع الکبیر۔

ابو داؤد طیالسی۔ مسند۔

حضرت عمر کا جناب علی مرتضیٰ کو روز غدیر خم اس موقعہ پر مبارک باد دینا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ حضرت عمر کی اس مبارک باد کو بہت سے علماء کرام اور محدثین عظام نے لکھا ہے۔ حضرت عمر کے ساتھ مبارکباد دینے میں حضرت ابوبکر بھی شامل تھے جیسا کہ عبارات سابقہ میں گزرا، اور جیسا کہ روایت دار قطنی مندرجہ صواعق محرقہ میں ذکر ہے۔ علامہ عاصمی نے زین الفتیٰ میں بھی لکھا ہے۔

یہ معاملہ یہیں نہیں ختم ہو گیا۔ بلکہ دربار نبوت کے شاعر حسان بن ثابت کو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس واقعہ کے متعلق نظم انشا کرے اور جب حسان بن ثابت نے اشعار لکھ کر آنحضرت کی خدمت میں پیش کئے تو آپ ان سے بہت خوش ہوئے جن علماء کبار و محققین باوقار نے حسان بن ثابت کے ان اشعار کو نقل کیا ہے ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ کتب تواریخ مثلاً حبیب السیر روضۃ الاحباب وغیرہم میں بھی درج ہیں۔ حسان بن ثابت کے وہ اشعار یہ ہیں :۔

(۱) ینادیھم یوم الغدیر خم نبیھم   بخم واسمع بالرسول منادیا

(۲) یقول فمن مولاکم و ولیکم — فقالوا و لم یبدوا هناك التعامیا
(۳) الٰهك مولانا و انت ولینا — و لم ترمنا فی الولایة عاصیا
(۴) فقال قم یا علی فاننی — رضیتك من بعدی اماما و هادیا
(۵) فمن کنت مولاہ فهذا ولیه — فکونوا له انصار صدق موالیا
(۶) هناك دعا اللّٰهمّ وال ولیه — وکن للذی عادا علیا معادیا

ترجمہ

(۱) روز غدیر خم ان کے نبی نے منادی کی۔ پس سنو رسول کیا کہتے ہیں خم کے مقام پر۔
(۲) وہ کہتے ہیں کہ تمہارا کون مولا و آقا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اور کچھ دیر نہ لگائی۔
(۳) کہ اے رسول تمہارا خدا ہمارا مولا ہے اور تم ہمارے آقا ہو اور تم ہم سے اطاعت میں کوتاہی نہ دیکھو گے۔
(۴) پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علی اُٹھو، کیونکہ میں نے تم کو اپنے بعد امام و ہادی منتخب کر لیا ہے۔
(۵) پس جس کا میں مولا ہوں۔ اس کا یہ علی مولا ہے۔ صدق دل سے اس کی اطاعت کرو۔
(۶) پھر دعا کی کہ بارالہا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

علاوہ حسان بن ثابت کے اور صحابۂ رسولؐ نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا تھا۔ قیس بن سعد بن عبادہ ایک جلیل القدر صحابی اور صحابی کے فرزند تھے۔ انہوں نے بھی اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوالمظفر یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ الباب الثانی ص ۲۰ پر تحریر کرتے ہیں۔

قال قیس بن سعد بن عبادة الانصاری وانشد ها بین یدی علی بصفین۔

(۱) قلت لما بغی العدو علینا — حسبنا ربنا و نعم الوکیل
(۲) وعلی امامنا و امام — لسوانا به اتی التنزیل
(۳) یوم قال النبی من کنت مولاہ — فهذا مولاہ خطب جلیل
(۴) انما قاله النبی علی الامة — ختم ما فیه قال و قیل

ترجمہ

قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری نے یہ اشعار تصنیف کر کے صفین کے روز حضرت علیؑ کے سامنے پڑھے تھے۔

(۱) جب دشمن نے ہمارے اوپر بغاوت کی تو میں نے کہا کہ ہمارے لئے ہمارا خدا کافی ہے۔
(۲) اور کافی ہے ہمارے لئے علیؑ ہمارا امام اور ہادی جس کی صفت و مدح میں قرآن شریف نازل ہوا ہے۔

(۳) اس دن کہ جب رسولِ خدا نے فرمایا کہ جس کا میں مالک و آقا ہوں اس کا یہ علیؑ مالک و آقا ہے۔

تحقیق کہ نبی صلعم نے یہ بات تمام اُمت کو سنائی اور تمام اُمت کو یہ حکم دیا۔ یہ قطعی ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

خود جناب امیر علیہ السلام نے اپنے اشعار میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس پر احتجاج کیا ہے۔ ان اشعار کو ہم نے اس کتاب کے باب چہاردہم میں نقل کیا ہے۔

مولوی حسن الزمان نے اپنی کتاب قول مستحسن فی فخر الحسن میں حدیث غدیر و حدیث ثقلین پر بہت اچھی بحث کی ہے۔ یہ بحث ص ۲۰۲ سے شروع ہوتی ہے۔ ان کی صحت کو ہر ایک شک و شبہ سے بالاتر ثابت کر کے کہتے ہیں کہ یہ وہ اقوال رسول ہیں جن کی صحت پر اجماع اُمت ہے، واقعہ دستار بندی کو خاص اہمیت دی ہے صفحہ ۲۷۵ - ۲۷۶ پر لکھتے ہیں۔

ولا یخفی ان ذلك کان بعد ان امر فنودی فی القافلة الصلوٰة جامعة وکان ینادی بذلك فی غیر الصلوٰة المکتوبة فاجتمع المهاجرون والانصار کما فی روایة الطبرانی وغیره وناس من جهینه ومزینه وغفار کما فی روایة النسائی وغیره فخطب رسول الله صلی الله علیه وسلم وذکروا شهدوا استشهد قولی علیا المرتضی کرم الله وجه علی الباطن آخذا یده مستشهداً الصحابه مبالغة فی اعلام العاملة ودعا دعاء الموالاة والمعاداة ووصی الامة بمتابعة الثقلین کتاب الله الاکبر والعترة اهلبیت المنبوة الاظهر ومنهم سیدنا علی المرتضی فنقول من قال ان ایاس الخرقة بهذه الهیئة التی یعتمد ها

آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کے سر مبارک پر عمامہ باندھنا بعد نماز و خطبہ کے تھا۔ پس قافلہ میں نماز جامعہ کی منادی کرائی گئی۔ یہ منادی ان نمازوں کے لئے ہوا کرتی تھی۔ جو مقررہ واجب نمازوں کے علاوہ ہوتی تھیں پس تمام مہاجر و انصار جمع ہوئے۔ جیسا کہ طبرانی اور اس کے علاوہ دیگر محققین نے لکھا ہے۔ اور نیز جہینہ و مزینہ و غفار بھی جمع ہوئے جیسا کہ روایت نسائی وغیرہ میں ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے خطبہ ادا فرمایا۔ ذکر خدا و شہادت وحدانیت کے بعد علی مرتضیٰؑ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اٹھایا اور تمام صحابہ کو دکھانے میں مبالغہ فرمایا پھر فرمایا۔ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اور تمام امت کو حکم دیا کہ ثقلین یعنی کتاب اللہ و عترت اہل بیت رسولؐ کی متابعت کریں۔ اور اس عترت میں حضرت علیؑ شامل ہیں۔ پس اس شخص

الصوفیۃ من الاجتماع لھا والاعتدال ولبھا لیس بمرفوع مدفوع فانہ مقطوع الرقوع فی السنتہ السنیہ ۔

کا یہ قول درست ہے کہ جماعت صوفیہ جو اس قسم کا عمامہ باندھتے ہیں۔ اس ہی واقعہ کی پیروی کرتے ہیں۔

امر پنجم :۔ اکمال دین واتمام نعمت الٰہی بعد اور بوجہ اعلان جانشینی امیر المومنین ؑ:

امر پنجم اکمال دین و اتمام نعمت

جب آنحضرت ؐ حکم خداوندی یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کی تعمیل کر چکے اور جناب علی ؑ مرتضےٰ کی خلافت بلافصل کا اعلان ہو چکا تو پھر فوراً ہی آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ نازل ہوئی اب بحث کے وقت نہ مانیں تو ان کی مرضی ورنہ علماء گروہ حکومت نے جابجا اپنی تصنیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ الآیہ اس ہی روز فوراً بعد اسی اعلان کے نازل ہوئی ہم علماء ذیل کی تحریرات و تصنیفات و تالیفات اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ :۔ ملاحظہ ہو عبارت جو پہلے نقل کی گئی۔

(۲) ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی اپنی کتاب ما نزل من القرآن فی علی ؑ میں لکھتے ہیں :۔

عن قیس بن الربیع عن ابی ھارون العبدی عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا الناس الی علی فی غدیر خم وامر بما تحت الشجرۃ من شوك فقم وذلك فی یوم الخمیس ندعا علیا فاخذ بضبعیہ فرفعھما حتی نظر الناس بیاض ابطی رسول اللہ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ ثم لم یفترقوا حتی نزلت ھذہ الایۃ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فقال رسول اللہ اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضی الرب برسالتی وبالولایۃ لعلی من بعدی

(اسمائے رواۃ عربی میں دیکھو) ابوسعید الخدری سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ روز غدیر خم جناب رسول خدا نے تمام اُمت کو حضرت علی ؑ کی اطاعت کی طرف بُلایا اور حکم دیا کہ درخت کے نیچے کی جگہ کانٹوں وغیرہ سے صاف کی جائے۔ یہ جمعرات کا دن تھا پس آپ کھڑے ہوئے حضرت علی ؑ کو بُلایا اور ان کے دونوں بازو پکڑ کے ان کو اتنا اٹھایا کہ جناب رسول خدا کی دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور فرمایا خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی ؑ کو دوست رکھے دشمن رکھ اس کو جو علی ؑ سے دشمنی کرے مدد کر اس کی جو علی ؑ کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو علی ؑ کو چھوڑ دے اس کے بعد ابھی لوگ وہیں جمع تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت الآیہ پس جناب رسول خدا نے فرمایا اللہ اکبر تکمیل دین پر و اتمام نعمت پر اور اس بات پر کہ خداوند تعالیٰ میری رسالت اور میرے

بعد علیؑ کی ولایت سے خوش ہے۔

(۳) علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر کتاب الدر المنثور الجزء الثانی ص ۲۵۹ بذیل تفسیر آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ لکھتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال لما کان یوم غدیر خم وھو یوم ثمانی عشر من ذی الحجہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ فانزل اللہ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یوم غدیر خم اور وہ ۱۸ ذی الحجہ تھا۔ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اس اعلان کے بعد یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی۔

(۴) ابوالحسن علی بن محمد بن الخطیب الجلالی المعروف ابن المغازلی :۔ کتاب المناقب۔

(۵) ابوالفتح محمد بن علی بن ابراہیم النطنزی :۔ کتاب الخصائص العلویہ۔

(۶) موفق بن احمد بن ابی سعید اسحٰق ابوالموید المعروف اخطب خوارزم ۔ اپنی کتاب المناقب میں ابوسعید الخدری سے حدیث غدیر خم نقل کرتے ہیں اور اس کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ثم دعا الناس الی علی فاخذ بضبعیہ ثم رفعھما حتی نظر الناس الی بیاض ابطہ ثم لم یفترقا حتی نزلت ھذہ الایۃ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر علے اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضا الرب برسالتی والولایۃ لعلی بن ابی طالب ثم قال اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔

پھر جناب رسول خدا نے تمام لوگوں کو حضرت علیؑ کی اطاعت کی طرف بلایا آپ نے حضرت علیؑ کے دونوں بازو پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ لوگوں نے آپ کی بغل کی سفیدی ملاحظہ کی۔ پھر ابھی آنحضرتؐ نے علیؑ کو نیچے نہیں چھوڑا تھا آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم الایۃ نازل ہوئی اس پر آنحضرتؐ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا کہ شکر ہے اکمال دین واتمام نعمت پر اور نیز اس امر پر کہ خداوند تعالیٰ میری رسالت اور علیؑ کی خلافت پر راضی ہوا پھر فرمایا۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو الخ

(۷) ابراہیم بن المؤید بن عبداللہ الحموینی ...... فرائد السمطین۔

(۸) ابوخالد محمد بن محمد بن حسین بن یحییٰ صالحانی کا قول کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ روز غدیر خم بعد اعلان خلافت جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نازل ہوئی شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں نقل کیا ہے۔

امر ششم :۔ اعلان جانشینی سے جماعت مخالفین میں اضطراب۔

واقعہ عقبہ: - اس کتاب میں کہیں دوسری جگہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ صحابۂ رسولؐ میں بہت جلد ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی۔ جو خصوصاً حضرت علیؑ سے بغض و عداوت رکھتی تھی اور رفتہ رفتہ اس جماعت نے اپنے تئیں اتنا منظم و بارسوخ بنا لیا کہ اس کے سر برآوردہ لوگوں کے دل میں حکومت پر قبضہ کرنے کے ارادے پیدا ہونے لگے۔ اس جماعت نے جب آنحضرتؐ کا یہ اعلان سنا تو ان کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آنے لگیں، سب سے پہلے جو ان کے دل میں خیال گزرا وہ یہ تھا کہ جناب رسولؐ خدا کو قتل کر دیں۔ چنانچہ اس جماعت کے پندرہ نمائندوں نے وادیٔ عقبہ میں آنحضرتؐ کے اونٹ کو بھڑکا کر آپ کو قتل کرنا چاہا۔ چہروں کو نقابوں سے چھپا کر حملہ آور ہوئے مگر عمار یاسرؓ اور ابوذر غفاریؓ جو آنحضرتؐ کے ناقے کے پاس تھے مزاحم ہوئے اور یہ لوگ بھاگ گئے اس واقعہ کو بہت سے مورخین نے لکھا ہے۔ چند مورخین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع کی واپسی پر ہوا بعض کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کی واپسی پر ہوا۔ اس اختلاف سے ہمارے مدعا پر اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ جنگ تبوک بھی ۹ھ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت تک اس جماعت کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ آنحضرتؐ کا مدعا حضرت علیؑ کو جانشین مقرر کرنا ہے اور اس وقت بھی آپ نے ایک ایسا ہی ارشاد بیان فرمایا تھا۔ جس کا مفہوم بھی وہ ہی تھا۔ جو حدیث غدیر کا۔ یعنی یا علی اَنتَ مِنّی بِمَنزِلَۃِ ہَارُونَ مِن مُوسیٰ اِلّا لَا نَبِیَّ بَعدِی۔ محدث شیرازی روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔

شبے دراثناء مراجعت عقبہ پیش آمد، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم منادی را فرمود تا ندا کرد کہ ہیچ کس بر ایں عقبہ بالا نرود تا زمانیکہ رسول اللہ ازیں عقبہ نہ گذارد۔ پس آنحضرتؐ با حذیفہ بن الیمان و عمار یاسر برآں عقبہ برآمدند و حذیفہ مہار شتر را گرفتہ بود و می کشید و عمار از عقب شتر را می راند، حذیفہ گوید ناگاہ دیدم دوازدہ سوار بر رویتے چہاردہ سوار را دیدم کہ متوجہ باکِ شدند، آں سرور را ازاں حال متنبہ کردم۔ بانگے بر ایشاں زد ہمہ ہا گریختند و روایتے آں کہ عمار پیش رفت و بر روئے شتر ایشاں را می زد و بعد ازاں فرمود شناختند ایں قوم را گفتیم نا یا رسولؐ اللہ رویہائے خود را بستہ بودند، گفت ایں ہا جماعتی ہستند کہ دریں عقبہ مزاحم من گشتند و شتر مرا رم دہند تا ہمتم و مرا قتل آورند، گفتیم یا رسول اللہ پس چرا نمی فرستی العشر و قبیلہ ہر یکے از ایشاں تا سر وے را بریدہ نبرد تو لفرستند، فرمود خوشم نمی آید کہ عرب گویند محمد بمرافقت قومی با دشمناں خویش مقاتلہ نمود تا بر ایشاں ظفر یافت آنگاہ آں قوم را بقتل آورد بعد ازاں فرمود بار خدایا ایشاں را بہ رحمت دبیلہ گرفتار کن گفتیم یا رسول اللہ دبیلہ چیست، فرمود شعلہ آتش کہ در دل ایشاں افتد و ہلاک سازد، آنگاہ نامہائے ایشاں و نامہائے پدر ایشاں با حذیفہ و عمار گفت و امر فرمود ایشاں را کہ از مردم پوشیدہ دارند و آں قوم را رسوا نسازند بیہقی رحمۃ اللہ گوید۔ گواہی می دہد بصحت ایں واقعہ آں چہ مسلم روایت

کردہ از طریق ابو الطفیل کہ گفت میاں مردی از اہل عقبہ و میاں حذیفہ ابن الیمان گفتگوئی واقع شد۔ آں مرد گفت سوگند می دہم ترا بخدا کہ بگو کہ اصحاب عقبہ چند کس بودند۔ حضار مجلس گفتند اے حذیفہ بگو چوں ترا سوگند می دہد، گفت مارا خبر دارند کہ ایشاں چہاردہ کس بودند اگر تو از جملہ ایشاں بودہ پانزدہ نفر بودہ باشند۔ سوگند می خورم بخدا کہ دوازدہ کس از ایشاں دشمن خدا و رسول خدا اند در دنیا و در روز قیامت و سہ کس از انجملہ اعتذار نمودند کہ ندائی منادی آنحضرت ؐ بسمع اند رسید و از آنچہ آں جماعت منافق ارادہ کردہ بودند خبر نداشتیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایشاں را معذور داشت وایضاً مسلم از طریق عمار یاسر روایت می کند کہ گفت حذیفہ مرا خبردار گردانیدہ کہ حضرت صلعم فرمودہ کہ درمیاں اصحاب من دوازدہ منافق اند کہ روئے بہشت نخواہند دید و بوئی آں نخواہند شمید تا زمانے کہ شتر در سوراخ سوزن در رود۔ ہشت کس از ایشاں بزحمت دبیلہ گرفتار خواہند شد شعلہ از آتش درمیان شانہہائی ایشاں ظاہر بشود واز سینہ ہائے ایشاں سر برزند واز یں جہت اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درشان حذیفہ می گفتند صاحب اسرالذی لا اہلہ غیرہ حضرت صلعم گاہے کہ فضائل اصحاب بیان فرمودے گفتے اعلمہم بشان المنافقین حذیفہ۔ گویند بعد از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گاہے کہ جنازہ حاضر شدے عمر بن خطاب ناظر حذیفہ بودے اگر وے برآں جنازہ نماز گزاردے عمر نیز گزاردے، اگر حذیفہ نہ شدے یا نماز نہ گزاردے عمر نیز نماز نہ گزاردے۔

یہ واقعہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے چونکہ حذیفہ اس بھید سے آگاہ تھے۔ اور ان لوگوں کے نام جانتے تھے جنہوں نے اس رات کو آنحضرت ؐ پر حملہ کیا تھا اور جناب رسول خدا نے حذیفہ کو حکم دیا تھا کہ ان مشرکین کے ناموں سے لوگوں کو آگاہ نہ کریں اس وجہ سے حذیفہ کو صاحب سر رسول ؐ خدا کہتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔

بخاری الجزء الثانی کتاب ۶۲ باب فضائل اصحاب النبی صلعم مناقب عمار و حذیفہ۔ ابو عمر یوسف بن عبداللہ المعروف ابن عبدالبر۔ کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الجزء الاول باب حذیفہ، ذکر حذیفہ بن الیمان ص ۱۰۵ ۔ مسند احمد حنبل الجزء السادس ص ۴۴۹۔

واقعہ عقبہ کو فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ الکرار سے نقل کرتے ہیں۔

منافقین نے قتل رسول ؐ کا قصد کیا جب کہ حضرت جنگ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے وہ پندرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اس بات پر عہد کیا کہ حضرت جس وقت شب کو وادی میں عقبہ پر چڑھیں۔ اس وقت آپ کو سواری سے گرا دیں، عمار یاسر ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے، اور حذیفہ پیچھے سے ہنکا رہے تھے، حذیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور ہتھیاروں کی جھنکار سنی۔ مڑ کر دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے منہ چھپائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا

دُور ہو، دُور ہو اے دشمنانِ خدا۔ پس وہ بھاگ گئے۔
ان اصحاب عقبہ کا ذکر امام احمد حنبل نے اپنے مسند میں بھی کیا ہے۔ مسند جزء الخامس صفحہ ۳۹۰۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ کون تھے۔ وہ لوگ ایسے بااثر تھے کہ اگر علانیہ خلاف ہو جاتے تو اسلام کو نقصان پہنچا سکتے تھے، اس ہی وجہ سے جناب رسول خدا نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے نام علانیہ لوگوں میں مشتہر کئے جائیں۔ اگر نام مشتہر ہو جاتے تو تنگ آمد بجنگ آمد، ان کو خواہ مخواہ اپنی مخالفت کو ظاہر کرنا پڑتا۔ جماعت اہل حکومت کے مؤرخین نے منافقین کا گول مول لفظ لکھ کر پیچھا چھڑایا۔ لیکن اس سے ہماری واقفیت میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو شخص اسلام کا لباس پہن کر جناب رسولِ خداؐ کو قتل کرنے کا تہیہ کرلے۔ وہ منافق تو ہوگا ہی۔ عرفِ عام میں منافق اُن کو کہتے تھے جو دل سے مسلمان نہیں ہوتے تھے۔ دل سے تو کافر ہی تھے لیکن محض ظاہرہ طور پر اسلام قبول کرلیا تھا۔ لیکن جناب رسول خداؐ کے انتقال سے ان کو کیا فائدہ ہوتا۔ یہ سنہ ۹ یا سنہ ۱۰ ہجری تھا اس وقت تک اسلام کافی مضبوط ہو گیا تھا، اگر جناب رسولِ خداؐ نہ بھی رہتے اور انتقال فرما جاتے تو پھر بھی یہ گروہ منافقین کچھ نہ کرسکتا تھا، یہ کام تو ان لوگوں کا تھا جن کو جناب رسول خداؐ کے انتقال سے فائدہ مقصود تھا۔ تاکہ جلدی سے آنحضرتؐ کا انتقال ہو تو وہ اپنا کام شروع کردیں یقیناً یہ اس بااثر جماعت کے نمائندے تھے جن کی آنکھیں سریر حکومت کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اس کی شناخت کا ایک اور معیار یہی ہے۔ یہ وہی جناب رسول خدا کی موت کا انتظار کرنے والی جماعت تھی۔ جس نے فوراً آنحضرت کی رحلت کے بعد اپنا کام شروع کردیا تھا اور اس میں اتنی جلدی کی کہ آنحضرتؐ کے دفن و کفن کا بھی انتظار نہ کیا۔ یقیناً یہ وہ لوگ تھے جو آنحضرتؐ کی موت کے لئے بے صبری کے ساتھ منتظر تھے۔ اور انہوں نے آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد خود اپنے اس انتظار اور بے صبری کا ثبوت دے دیا۔

حضرت عمرؓ کے دل میں کچھ بات تھی، اکثر حذیفہؓ سے پوچھتے رہتے تھے کہ کیا میں تو ان پندرہ منافقین میں سے نہ تھا۔ چنانچہ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں۔

كان عمر يسأل حذيفة يقول له انت صاحب سر رسول الله في المنافقين فهل ترى علىّ شيئاً من اثار النفاق ؟

حضرت عمرؓ اکثر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ اے حذیفہ تم جناب رسولخداؐ کے اس بھید سے واقف ہو جو منافقین عقبہ کے متعلق تھا۔ کیا تم میرے اندر اُن منافقین کی علامتیں دیکھتے ہو۔

نیز ملاحظہ ہو معارج النبوۃ ملا معین باب دوازدہم رکن چہارم ص ۲۰۱ ملا معین نے معارج النبوۃ میں حضرت عمرؓ کا فقرہ بہت پُر معنی لکھا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے هل ذكر فی رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم یعنی اے حذیفہ کیا جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ

لیکن وکلاء و اہل حکومت یعنی علماء اہل سنّت وجماعت یہ بھی نہیں کہتے۔ تمام صحاح ستہ کو چھان ڈالو کہیں آنحضرتؐ کا یہ ارشاد نہ پاؤ گے کہ میں تو اپنا جانشین مقرر نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا یا مقرر کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہ تمہارا فرض ہوگا کہ میرے بعد تم خود میرا جانشین مقرر کرلینا۔ یا سب سے بہتر یہ ہوتا کہ اپنی حیات ہی میں اُمّت سے اپنا جانشین مقرر کرالیتے اور کچھ نہیں تو طریقہ انتخاب ہی بتا دیتے۔ خلیفۂ رسولؐ میں جو صفات ہونی چاہئیں اور جن کو مدِنظر رکھ کر خلیفہ کا انتخاب کرنا ضروری تھا۔ ان کو ہی بیان فرما دیتے۔ حضرت عمرؓ نے تو شوریٰ کے سارے ضوابط و قواعد بنا دیئے۔ انتخابی کمیٹی کے ممبر بھی مقرر کر دیئے لیکن آنحضرتؐ کی عقل معاذ اللہ وہاں تک بھی نہ پہنچی یہ تو فرما دیا کہ میرے بعد کوئی اور رسول و نبی نہ آئے گا۔ لیکن یہ نہ فرمایا کہ پھر اُمت کس سے ہدایت حاصل کرے یہ فروگذاشت رسولؐ ہی تک ختم نہیں ہوتی خداوند تعالیٰ بھی معاذ اللہ اس فروگذاشت کا مرتکب ہے کیونکہ ان حضرات کی بحث کے مطابق تو قرآن شریف میں بھی کوئی حکم و اشارہ جانشینِ رسُولؐ کی طرف نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اتنا تو فرما دیا کہ تمہارا رسول فقط ڈرانے والا ہے اس کے علاوہ تمہیں ہادی کی بھی ضرورت ہے یہ بھی فرمادیا کہ اگر قرآن کے معنی تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اہل الذکر سے پُوچھو یہ بھی ظاہر کردیا کہ دیکھو آیات متشابہات بھی قرآن شریف میں ہیں تم میں سے ہر ایک ان کی صحیح تاویل سے آگاہ نہیں۔ صرف راسخون فی العلم ہی اُن کی صحیح تاویل جانتے ہیں۔ اتنا تو سب کچھ بتا دیا۔ لیکن آگے فروگذاشت ہوگئی یہ نہ بتایا کہ تمہارا ہادی کون ہے۔ وہ اہل الذکر کون ہیں۔ راسخون فی العلم کون ہیں۔ اُن کی شناخت کیا ہے خود بھی نہ بتایا اور نہ اپنے رسولؐ کو بتایا کہ وُہ ہی اُمت تک یہ خبر پہنچا دیتے۔ عقیدۂ عدم استخلاف کو مان کر انسان کتنی مشکلوں میں پڑ جاتا ہے۔

باب ششم

جانشین رسُول مقرر کرنا رسُولِ خدا کا فرض تھا، یا اُمّت کا حق

اس سوال پر غور کرنے کے لئے کہ آیا جانشینِ رسُول مقرر کرنا رسولؐ خدا کا فرض تھا یا اُمّت کا حق ہم کو پہلے یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ جانشینِ رسُول کے جملہ کے کیا معنی ہیں جانشین کی

امور غور طلب

نے مجھے بھی منافقین عقبہ میں سے بتایا تھا۔
لفظ" کان یسئل" بتا رہا ہے کہ حضرت عمرؓ اکثر حذیفہ سے یہ سوال کیا کرتے تھے نتیجہ نکلا کہ حضرت حذیفہ نے انہیں اس سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ ٹالتے رہے۔ اگر حضرت عمر ان منافقین میں سے نہ تھے تو جناب حذیفہ کیلئے یہ جواب بہت آسان تھا اور باعث تسکین حضرت عمر بھی ہوتا کہ نہیں خدانہ کرے آپ ان میں کیوں ہونے لگے۔ حضرت حذیفہ کی خاموشی بہت فصیح اور پرمعنی ہے۔ آخرکار حضرت عمر سے نہ رہا گیا اور خود ہی کہہ دیا کہ میں بھی منافقین میں سے ہوں۔ چنانچہ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں بترجمہ زید بن وہب یہ قول زید بن وہب کا نقل کرتے ہیں :۔
من روایتہ قول عمر یا حذیفہ باﷲ انا من المنافقین۔ یعنی زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عمر قسم کھا کر حذیفہ سے کہا کرتے تھے کہ حذیفہ بخدا میں منافقین میں سے ہوں۔ میزان الاعتدال الجلد الاول۔ ص ۳۶۵۔

شیخ عبدالحق محقق دہلوی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں۔

قال لحذیفہ کیف عرفت امر المنافقین ولم یعرفہ ابوبکر ولا عمر قال انی کنت اسیر خلف رسول اللہ فنام علی راحلتہ فسمعت اناسا منہم یقولون لو طرحناہ عن راحلتہ فاندقت عنقہ فاسترحنا منہ فسرت بینہم وبینہ و جعلت ارفع صوتی فانبتہ فقال من ھذا فقلت حذیفہ قال من اولئک قلت فلان وفلان حتیٰ عدد اسمائہم قال ھم منافقون لاتخبرن احدا وجاء عن نافع بن جبیر قال لم یخبر رسول اللہ باسماء المنافقین الذین صبوا لیلۃ العقبۃ غیر حذیفہ وکان عمر یسئل حذیفہ عن حدیث العقبہ ویسئلہ عن علامات النفاق ھل یری فیہ شیئاً منہ۔

لوگوں نے حذیفہ سے کہا کہ تم نے منافقوں کا یہ امر کیونکر معلوم کرلیا۔ حالانکہ ابوبکر و عمر اس سے واقف نہ ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آنحضرتؐ کی سواری کے پیچھے جارہا تھا۔ آنحضرتؐ کو غنودگی آگئی۔ اتنے میں میں نے چند لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کہہ رہے تھے کہ آؤ ہم آنحضرتؐ کو ان کے شتر پر سے گرادیں۔ تاکہ ان کی گردن ٹوٹ جائے اور ہم کو راحت ہوجائے۔ پس میں آنحضرتؐ کے اور ان لوگوں کے درمیان میں حائل ہوگیا۔ اور زور زور سے بولنے لگا۔ پس آنحضرتؐ جاگ اٹھے اور کہا کون ؟ میں نے کہا حذیفہ۔ پھر آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون تھے میں نے جواب دیا کہ فلاں فلاں سب کے نام لے دیئے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ منافقین ہیں۔ کبھی کو ان کے نام نہ بتانا۔ نافع بن جبیر کہتے تھے کہ جناب رسولِ خدا نے حذیفہ کے سوائے کسی اور صحابی کو ان منافقین کے ناموں سے آگاہ نہ کیا تھا۔ جنہوں نے اس رات کو آنحضرتؐ کو قتل کرنا چاہا تھا۔ حضرت عمر جناب حذیفہ سے اکثر سوال کیا کرتے تھے۔ کہ حذیفہ کیا مجھ میں بھی تم نفاق کی علامت پاتے ہو۔ اور عقبہ کی رات والے لوگوں کا نام دریافت کرتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر حذیفہ سے ان منافقین کے نام پوچھنے میں اس بے چینی کے ساتھ کیوں اصرار کرتے تھے۔ اس کی وجہ صاف ہے۔ اوّل تو یہ آپ لوگوں پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ وہ خود ان میں سے ایک نہ تھے، دوسرے یہ کہ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کہیں حذیفہ نے ان کے نام تو لوگوں کو نہیں بتا دیئے۔ حذیفہ سے براہِ راست تو یہ سوال نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ تو انکار ہی کرتے۔ لہٰذا انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کہیں حذیفہ نے اس طرح میرے اصرار پر ان کے نام بتا دیئے تو میں سمجھوں گا کہ انہوں نے اوروں کو بھی بتا دیا ہوگا اور پھر میں ان کا بندوبست کرلوں گا۔ اور اگر انہوں نے مجھے نہ بتایا تو مجھے تسلی ہو جائے گی کہ انہوں نے کسی کو بھی نہ بتایا ہوگا۔

واقعہ حارث ابن نعمان

اعلان غدیر خم کے بعد جماعت مخالفین کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اور جناب رسولِ خداؐ کی طرف سے بالکل ناامید ہو گئے، ان کو یقین کامل ہو گیا کہ اب جناب رسولِ خدا کسی طرح اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں گے۔ اب ہمارے پاس صرف ایک ہی آلۂ کار رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیں کہ یہ اعلان خلافت خدا کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ رسول خدا اپنے خاندان میں ہمیشہ کے لئے حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب لوگوں کے دلوں میں یہ خیال اچھی طرح جاگزیں ہو جائے تو رسولِ خدا کے انتقال پر ہم لوگوں کے سامنے اپنا ایک خلیفہ و حاکم اعلیٰ پیش کر دیں۔ حارث ابن نعمان نے اس جماعت کے خیالات کی اچھی ترجمانی کی اور ان کی نمائندگی کا اچھا حق ادا کیا۔ جب اس نے آنحضرتؐ کے مدینہ پہنچتے ہی پہلے یہ اعتراض پیش کر دیا اس نے مسجد میں آن کر تمام صحابیوں کے مواجہ میں آنحضرتؐ سے اعتراض آمیز گفتگو کی۔ آیت سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ واقع للکافرین لیس له دافع کی شان نزول میں جماعت حکومت کے مفسرین و محققین و علماء نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ہم علامہ ثعلبی کی تفسیر سے عبارت نقل کرتے ہیں۔

ان سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سئل عن قول اللہ عزوجل سال سائلٌ بعذاب واقع فی من نزلت۔ فقال لقد سألتنی عن مسئلة ما سألنی عنها احد قبلك حدثنی ابی عن جعفر ابن محمد عن آبائه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لما کان بغدیر خم نادی الناس فاجتمعوا فاخذ بید علی وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فشاع ذلك وطار فی البلاد فبلغ ذلك الحارث بن النعمان الظهری فاتی

سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ آیۂ کریمہ سَاَلَ سَائِلٌ بعذاب واقع کس کی شان میں نازل ہوا ہے۔ سفیان نے جواب دیا کہ تو نے مجھ سے وہ سوال کیا جو اب تک کسی نے نہیں کیا تھا۔ مجھ سے بیان کیا میرے باپ نے اور اس نے سنا تھا حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقرؑ سے جنہوں نے روایت کی اپنے آباؤ اجداد سے کہ جب جناب رسول خداؐ غدیر خم پر پہنچے تو لوگوں کو ندا دی اور وہ سب جمع ہو گئے پھر آنحضرت نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے یہ خبر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ناقۃ
لہ فنزل بالابطح عن ناقتہ وانا خہا فقال
یا محمد امرتنا عن اللہ عزّ وجل ان
نشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول
اللہ فقبلناہ منک وامرتنا ان نصلی
خمسا فقبلناہ منک وامرتنا ان نصوم
رمضان فقبلنا وامرتنا بالحج فقبلنا
ثم لم ترض بھذا رفعت بضبعی ابن
عمک ففضلتہ علینا وقلت من کنت
مولاہ فعلی مولاہ فھذا شیءٌ منک
ام من اللہ عزّ وجل فقال النبی صلی
اللہ علیہ وسلم والذی لا الہ الا ھو
انّ ھذا من اللہ عزوجل فولی الحارث
بن النعمان یرید راحلتہ وھو یقول
اللّٰھم ان کان ما یقولہ محمد حقا فامطر
علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب
الیم فما وصل الی راحلتہ حتّٰی رماہ
اللہ عزوجل بحجر فسقط علی ھامتہ
وخرج من دبرہ فقتلہ وانزل اللہ
عزّ وجل سأل سائل بعذاب واقع
للکافرین لیس لہ دافع من اللہ ذی
المعارج۔

اطراف عالم میں شائع ہوئی اور شہروں میں پھیلی
اور حارث بن نعمان تک پہنچی پس حارث بن نعمان
جناب رسول خدا کے پاس ایک ناقہ پر سوار ہو
کر آیا اور ناقہ کو ایک طرف باندھ دیا اور آنحضرت
کے نزدیک آن کر کہا کہ اے محمد تم نے ہمیں حکم دیا
کہ ہم خدا کو ایک اور تم کو اس کا رسول مانیں ہم
نے مان لیا۔ تم نے ہم کو حکم دیا کہ ہم پانچ وقت
نماز پڑھیں وہ بھی ہم نے منظور کیا حکم دیا کہ ہم
رمضان میں روزے رکھیں۔ وہ بھی تسلیم کیا حکم
دیا کہ حج کریں وہ بھی ہم نے مان لیا۔ اس پر بھی
راضی نہ ہوئے اور اب اپنے ابن عم کو بازو سے
پکڑ کر اٹھایا اور ہم پر فضیلت دی کہ جس کا میں مولا
ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ اب فرمایئے کہ یہ
علیؑ کی مولائیت آپ کی اپنی طبیعت سے ہے
یا یہ بھی خدا کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے جناب
رسول خداؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس خدا کی جس
کے سوائے کوئی اور خدا نہیں کہ یہ امر بھی خدا ہی
کی طرف سے ہے پس حارث ابن نعمان یہ کہتا
ہوا اپنے ناقہ کی طرف چلا کہ اے خدا اگر یہ بات
جو محمدؐ نے کہی ہے حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر
گرا یا کوئی اور عذاب دردناک بھیج ابھی اپنے ناقہ
تک نہیں پہنچا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے اس پر
آسمان سے پتھر نازل کیا جو اس کے سر میں ہوتا ہوا اس کی مقعد سے نکل گیا اور وہ مر گیا اس وقت
یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ سأل سائلٌ بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع
من اللہ۔

ذیل میں ان مفسرین و محققین کے نام معہ ان کی تالیفات کے لکھے جاتے ہیں جنہوں نے
اس آیۂ کریمہ کی شان نزول اسی طرح بیان کی ہے اور اس قصہ کو مفصل لکھا۔

(۱)۔ احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی " " تفسیر القرآن۔

۲۔ یوسف بن قزعلی سبط ابن الجوزی " " تذکرہ خواص الامۃ فی معرفۃ الائمۃ الباب الثانی ص ۱۸-۱۹

۳۔ ابراہیم بن عبداللہ الیمینی الوصابی ...... کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء
۴۔ محمد بن یوسف زرندی .... معارج الوصول و درر السمطین۔
۵۔ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ... ہدایت السعداء
۶۔ سید نورالدین علی بن عبداللہ الحسنی السمہودی ... جواہر العقدین۔
۷۔ سید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المحدث۔ کتاب اربعین
۸۔ شیخ شمس الدین عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر
۹۔ شیخ بن عبداللہ بن شیخ عبداللہ العیدروس .... عقد نبوی و سر مصطفوی
۱۰۔ محمود بن محمد القاری .... صراط سوی۔
۱۱۔ نورالدین علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی ..... انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون
۱۲۔ احمد بن الفضل بن محمد باکثیر .... وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل۔
۱۳۔ محبوب عالم .... تفسیر شاہی
۱۴۔ محمد صدر عالم سبط شیخ ابوالرضا .... معارج العلیٰ فی مناقب الآل
۱۵۔ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر صنعانی ..... روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ
۱۶۔ احمد بن عبدالقادر الحفظی .... ذخیرۃ المآل۔
۱۷۔ سید مومن بن حسن بن مومن الشبلنجی ..... نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار

منتہی الارب میں ہے دقع بالتحریک سنگ اسی لئے دقیع اس کا رد یا تلوار کو کہتے ہیں جو پتھر سے تیز کی گئی ہو۔ دقع بالفتح۔ آسیب رزدگی چیزے بچیزے از جائے بلند از کوہ۔

واقعہ غدیر خم ایک مہتم بالشان واقعہ تھا کہ جس نے ان مخالفوں کے دلوں میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اور ان کو معلوم ہوگیا کہ جناب رسول خدا کے بعد حکومت و سلطنت حضرت علیؑ کے پاس منتقل ہو جائے گی۔ اور یہی نہیں کہ صرف علیؑ تک ہی محدود رہے بلکہ ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ اس کے مستقل استحکام و استقرار کا امکان معلوم ہوتا تھا۔ حارث بن نعمان جماعت مخالفین کا بھیجا ہوا نمائندہ تھا۔

ممکن ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ تین اعتراض کریں۔

۱۔ اکثر روایات میں پایا جاتا ہے کہ حارث بن نعمان وادی ابطح میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہاں یہ واقعہ ہوا۔ یہ وادی مکہ کے قریب ہے اور یہ مسلمہ ہے کہ آنحضرت حجۃ الوداع بعد مدینہ منورہ تشریف لائے۔

۲۔ سورۃ المعارج جس میں یہ آیات شامل ہیں مکیہ ہے اور یہ واقعہ مدینہ کا بیان کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آیہ شریفہ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ قرآن شریف کی آخری آیت ہے پھر اس کے بعد یہ سئال سائل کیسا۔

ہم ان تینوں اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔

اعتراض اول :۔ بطحا کسی خاص جگہ کا نام نہیں بلکہ اس زمین فراخ کو کہتے ہیں۔ جو سیل آب کا گذرگاہ ہو اور جس میں باریک سنگریزے بکثرت ہوں۔ غیاث اللغات میں ہے۔ دراصل لغت بطحا بمعنی زمین فراخ کہ گذرگاہ آب سیل باشد و دراں سنگریزہا بسیار باشد۔ از منتخب وکنز ولطائف بطائح جمع۔ قاموس میں ہے :۔ والبطح ککتف والبطیحہ والبطحا والابطح سیل واسع فیہ دقاق الحصی، ج اباطح وبطاح وبطائح وتبطح السیل اتسع فی البطحاء۔

ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد المدعو بجمال القرشی۔ کتاب صراح میں لکھتے ہیں۔ ابطح آب رود درسنگلاخ اباطح بطاح۔ جمع والثانی علی غیر قیاس ویقال بطاح بطح کما یقال عام عوم بطیحہ بطحاء مثلاً ومنہ بطحاء مکہ وبطائح النبط بین العراقین وتبطح السیل ای اتسع فی البطحا۔

ابن الاثیر نہایہ میں کہتا ہے :۔ وفی حدیث عمر انہ اول من بطح المسجد وقال البطوہ من الوادی المبارک ای القی فیہ البطحاء وہوالحصی الصغار وبطحاء الوادی والبطحہ حصاہ اللین فی بطن المیل ومنہ الحدیث انہ صلے بالابطح یعنی ابطح مکہ مسیل وادیہاہ یجمع علی البطاح والاباطح ومنہ قیل قریش البطاح ہم الذین نیزلون اباطح کہ وبطحاجا۔

اس سے ظاہر ہے کہ ابطح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ گذرگاہ آب ہے۔ اور قریش البطاح کے کہنے سے ظاہر ہے کہ ایک بطحاء نہیں بلکہ کئی ابطح ہیں۔ دیوان عمر بن علی ابن الفارض کے شعرہ

اسعد اخی وغنی بحدیث من ۔۔۔ حل الا باطح ان رعیت اخائی

کی شرح میں شیخ حسن بورینی کہتے ہیں :۔ والاباطح جمع الابطح وہو مسیل واسع فیہ دقاق الحصی۔ نیز اس شعر کی تشریح میں :۔

یا ساکنی البطحاء ھل من عودۃ ۔۔۔ احیی بھا یا ساکنی البطحاء

کہتے ہیں :۔ البطحاء والابطح میل واسع فیہ دقاق الحصی جمعہ اباطح وبطاح وبطائح وتبطح السیل اتسع فی البطحاء وقریش البطاح الذین نیزلون بین اخیشی مکہ۔

ابطح کا اطلاق صرف بطحاء مکہ ہی پر نہیں ہے بلکہ ہر ایک ایسی فراخ جگہ کو کہتے ہیں جو گزرگاہ آب ہو اور جس میں سنگریزے بہت ہوں۔ چنانچہ ابن خلکان شافعی اپنی کتاب وفیات الاعیان میں بترجمہ ابن الصیفی (ابو الفوارس سعد بن محمد بن سعد الصیفی التیمی) لکھتے ہیں کہ نصر اللہ بن مجلی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دن خواب میں حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا اور عرض کی کہ فتح مکہ کے دن آپ نے تو فرمایا تھا کہ جو ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے گا وہ امن پائیگا اور آپ کے فرزند حسینؑ کے اوپر جو گزرا وہ اسی ہی خاندان سے گذرا۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا تم نے ابن الصیفی شاعر کے شعر نہیں سُنے۔ نصر اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ نہیں حضرت نے فرمایا کہ اب ہی چلے جاؤ اور سُن لو۔ چنانچہ نصر اللہ بن مجلی اس وقت دوڑتے ہوئے ابن الصیفی

کے گھر آئے، خواب کا واقعہ سنایا ان پر شدت گریۂ وبکا طاری ہوگئی اور کہنے لگے آج رات ہی کو میں نے یہ شعر کہے تھے ابھی تک کسی نے نہیں سنے اور نہ لکھے دیکھے پھر انہوں نے وہ شعر سنائے وہ یہ تھے

(۱) ملکنا فکان العفو منا سجیۃ — فلما ملکتم سال بالدم ابطح

(۲) وحللتم قتل الاساری وطالما — غدونا علی الاسری تعفو ونصفح

(۳) فحسبکم ھذا التفاوت بیننا — وکل اناء بالذی فیہ ینضح

ترجمہ (۱) جب ہم نے سلطنت حاصل کی تو عفو کرنا ہماری خصلت میں داخل تھا۔ اور جب تم نے ملک حاصل کیا تو ابطح میں خون کا دریا بہا۔

(۲) اور تم نے قیدیوں کو قتل کرنا حلال سمجھا اور ہم قیدیوں سے ہمیشہ درگذر کیا کرتے تھے۔

(۳) پس تمہاری جبلت وفطرت کو ظاہر کرنے کے لئے یہی فرق جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے کافی ہے۔ ہر ایک برتن میں سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔

شاعر نے میدان کربلا کو جہاں امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تھے۔ ابطح کہا ہے۔ وہ وادیٔ فرات تھی اور وہاں سنگریزے بہت تھے۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں کہ مدینہ میں ابطح وبطحا موجود ہے اور معروف ہے چنانچہ سید نورالدین سمہودی اپنی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ میں لکھتے ہیں۔

البطحاء۔ یدفع فیھا طرف عظم الشامی وبادیرن الصلصلین وتدفع ہی من بین الجبلین فی العقیق کما سبق وبعلہا بطحان ازہر۔

ملاحظہ ہو وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ۔ جزء الثانی۔ باب السابع۔ فصل الثامن فی بقالع المدینۃ واعراضہا واعمالہا ومضافاتہا واندیتہا وجبالہا وتلاعہا علی ترتیب حروف الہجاء درحرف ب ص ۲۶۰۔

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں بھی ایک مقام مشہور ومعروف ہے جس کو بطحاء کہتے ہیں۔ بطحاء وابطح ایک ہی شے ہے۔ چنانچہ منتہی الادب میں ہے بطح کتف وبطیحا وبطحا وابطح جوئے درسنگلاخ۔

اعتراض دوم

اعتراض دوم:۔ صاحبان بصیرت سے مخفی نہیں ہے کہ قرآن شریف میں بہت سی آیات ہیں جو بار بار نازل ہوئیں ایک ہی آیت مکہ میں نازل ہوئی اور پھر وہ ہی آیت مدینہ میں حالات کے مطابق نازل ہوئی یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ ایک سورہ میں مکی ومدنی آیات مجتمع ہیں کثرت آیات کے لحاظ سے اس سورہ کو مکی یا مدنی کہا گیا ہے کئی سورتیں بار بار نازل ہوئیں۔ چنانچہ سورہ الحمد کئی دفعہ نازل ہوئی۔ سورۃ المعارج مکیہ ہے اور یہ خاص آیت مکیہ بھی ہے اور پھر مدینہ میں بھی نازل ہوئی۔ پہلے غالباً نضر بن حارث کے لئے اور اب حارث ابن نعمان کے لئے جب ایک ہی قسم کا واقعہ دو یا تین دفعہ ہو جائے تو اگر اس کے متعلق کی آیت اتنی ہی

دفعہ اس واقعہ کے ساتھ نازل ہو جانے ترین مناسب ہے۔ بلکہ یہ تکرار ضروری اور لازمی ہے اس وقت علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن ہمارے زیر نظر ہے اس میں النوع الحادی عشر ما تکرر نزولہ ص ۳۵ سے ہم یہ ذیل کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

صرح جماعة من المتقدمين والمتاخرين بان من القرآن ما تكرر نزوله وقال ابن الحصار قد يتكرر نزول الآية تذكيرا وموعظة وذكر من ذلك خواتيم سورة النحل واول سورة روم (وذكر) ابن كثير منه اية الروح وذكر قوم منه الفاتحة وذكر بعضهم منه قوله ما كان للنبي والذين آمنوا الآية وقال الزركشي في البرهان قد ينزل الشيء مرتين تعظيما لشانه وتذكيرا عند حدوث سببه خوف نسيانه ثم ذكر منه اية الروح وقوله اقم الصلوة طرفي النهار الآية قال ان سورة الاسراء وهود مكيتان وسبب نزولهما يدل على انهما نزلتا بالمدينة ولهذا اشكل ذلك على بعضهم ولا اشكال لانها نزلت مرة بعد مرة قال وكذلك ما ورد في سورة الاخلاص من انها جواب للمشركين بمكة وجواب لاهل الكتاب بالمدينة وكذلك قوله ما كان للنبي والذين آمنوا الآية وقال والحكمة في ذلك كله انه قد يحدث سبب من سوال او حادثة تقتضي نزول اية وقد نزل قبل ذلك ما يتضمنها فيوحى الى النبي صلى الله عليه وسلم تلك الآية بعينها تذكيرا لهم بها وبانها تتضمن هذا۔

متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت کثیر نے تصریح کی ہے کہ قرآن شریف میں کئی جگہ مکرر نازل شدہ آیات ہیں ابن الحصار کہتا ہے کہ آیات کا بار بار نازل ہونا وعظ و نصیحت کی تاکید کے لئے تھا مثال کے طور پر اس نے آخر آیات سورۃ النحل اور اول آیات سورۃ الروم بیان کیں۔ ابن کثیر نے مکرر آیات میں سے آیۃ الروح کو ذکر کیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے سورۃ فاتحہ کو مکرر نازل شدہ بیان کیا ہے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ آیت مَا کَانَ لِلنَّبِی بھی مکرر نازل ہوئی۔ علامہ زرکشی برہان میں کہتے ہیں کہ ایک آیت کے کئی دفعہ نازل ہونے کے کئی سبب ہیں۔ کبھی تو اس آیت کی شان کی تعظیم مطلوب ہوتی تھی۔ کبھی ایک ہی قسم کا واقعہ جو اس کا سبب ہوتا تھا کئی دفعہ ظہور پذیر ہو جایا کرتا تھا لہٰذا وہ آیت بھی کئی دفعہ نازل ہوئی تھی کبھی اس کو بھول جانے کے خوف سے کئی دفعہ نزول ہوتا تھا مثال کے طور پر اس نے آیۃ الروح اور آیہ اقم الصلوۃ طرفی النہار کا ذکر کیا اور پھر کہا کہ سورۃ الاسرائیل و ہُود مکی ہیں لیکن ان کا شان نزول دلالت کرتا ہے کہ ان کو مدنی ہونا چاہیئے اسی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اس میں شبہ ہوا ہے مگر شبہ کی وجہ کوئی نہیں کیونکہ وہ مکہ میں بھی نازل ہوئی اور مدینہ میں بھی۔ پھر اس نے کہا اسی طرح سورہ اخلاص کے متعلق ہے کہ وہ مشرکین مکہ کا بھی جواب ہے اور مدینہ کے اہل کتاب کا بھی جواب ہے

اسی طرح یہ آیہ ماکان للنبی ہے۔ اس تکرار نزول میں یہ حکمت تھی کہ کسی کافر یا اہل کتاب کے سوال یا کسی

واقعہ کی وجہ سے ایک آیۃ نازل ہوئی ہے۔ پھر اس کے بعد تقریباً ویسا ہی سوال کیا گیا یا اسی طرح کا واقعہ درپیش آیا تو خداوند تعالیٰ نے اس پہلے واقعہ پر نازل شدہ آیت کو پھر آنحضرتؐ کی طرف وحی کر دیتا تھا تاکہ یاد دلایا جائے کہ تمہارے اس سوال یا اس واقعہ کا جواب پہلے بھی نازل ہو چکا ہے۔

لاکھ لاکھ شکر ہے اس قادر مطلق کا جو ان لوگوں کا منہ ان کی ہی زبان سے بند کر دیتا ہے۔ جو بحث علامہ سیوطی نے کی ہے وہ اس اعتراض کا جواب شافی ہے بہت سی مدنی سورتوں میں مکی آیات ہیں اور مکیہ سورتوں میں مدنی آیات رکھ دی گئی ہیں۔ موجودہ ترتیب قرآن مجید میں نہ شان نزول کا خیال رکھا گیا ہے اور نہ ترتیب نزول کا، سورۂ بنی اسرائیل میں کم سے کم پانچ آیات مدنی ہیں۔ اور یہ سورہ خود مکی شمار ہوتا ہے۔ وہ پانچ مدنی آیات یہ ہیں:۔

(۱) ولا تقتلوا النفس الآیۃ (۲) لا تقربوا الزنا الآیۃ

(۳) اولٰئک الذین یدعون الآیۃ (۴) واقم الصلوٰۃ الآیۃ

(۵) وات ذی القربیٰ حقہ

سورہ رعد ساری مکی ہے مگر اس کی دو آیتیں ولا یزال الذین کفروا تصیبھم بما صنعوا قارعۃ اور ویقول الذین کفروا لست مرسلا مدنی ہیں اسی طرح سورہ ابراہیم مکی ہے۔ لیکن اس کی دو آیتیں الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا الآیۃ وبئس القرار الآیۃ مدنی ہیں۔ سورہ انفال مدنی ہے۔ لیکن اس کی سات آیات مکی ہیں۔ سورۃ الاعراف مکیہ ہے لیکن اس کی آٹھ آیات مدنی ہیں سورۃ النحل کے متعلق کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری مدنی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری مکی ہے۔ بعض کہتے ہیں کچھ مکی ہے اور کچھ مدنی ہے۔ غرضیکہ ہر ایک سورۃ کی نسبت ایسا ہی ہے۔ تمام سورتوں کو بیان کرنے سے طوالت ہوگی۔

اعتراض سوم۔ چونکہ آیت سَئَلَ سَائِلٌ صرف دوہرائی گئی ہے۔ جدید تنزیل نہیں ہے۔ لہٰذا کہا گیا ہے کہ آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ کے بعد کوئی جدید آیت نازل نہیں ہوئی۔

(اعتراض سوم)

اب ہم اس بحث کو امام غزالی کی عبارت پر ختم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

اجمع الجماھیر علی متن الحدیث عن خطبتہ یوم غدیر خم باتفاق الجمیع وھو یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال عمر بخ بخ لک یا ابا الحسن لقد اصبحت مولائی ومولا کل مومن ومومنۃ ھذہ تسلیم ورضی وتحکیم ثم بعد ھذا غلب الھوی لحب الریاست وحمل عمود الخلافۃ وعقود البنود وخفقان الھوی فی قعقعۃ الرایات واشتباک ازدحام الخیل وفتح الامصار سقاھم کاس الھوی فعادوا الی الخلاف الاول فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون [۱]

[۱] سر العالمین امام ابی حامد محمد الغزالی ص ۹ مطبوعہ سی پی پریس بمبئی۔ یہ اس نسخہ کی نقل ہے جو خود امام غزالی کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ، خدیویہ مصر میں ہے۔ اس کو عبدالعظیم دقانی نے ۱۳۱۴ھ میں نقل کیا تھا۔

ترجمہ :- آنحضرتؐ کے خم غدیر کے خطبہ کے اس متن پر جمہور کا اتفاق ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ حضرت عمر نے مبارک باد دی کہ اے علیؑ مبارک ہو کہ تم میرے اور تمام مومنوں اور مومنات کے مولا ہوئے۔ اس طرح حضرت عمر نے علیؑ کی امارت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن اس کے بعد حکومت کی محبت، امارت کے عمود، بڑے بڑے علموں کے پرچموں کی لہران گھوڑوں کے اژدھام اور فتح ممالک کے نمود نے ان لوگوں کو ہوا و ہوس کا جام پلایا پس انہوں نے اپنے اقرار کی خلاف ورزی کی اور اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس سے نہایت کم مایہ شے خریدی اور وہ بری شے ہے جو انہوں نے خریدی ؟

باب دوازدہم

افضلیت حضرت علیؑ بن ابیطالبؑ

کیا انتخاب علی بن ابی طالبؑ اُن کی افضلیت پر مبنی تھا یا محض جناب رسول خداؐ کی محبت و خاندانی جانبداری کا نتیجہ تھا اور اُن سے بہتر و افضل اصحاب ذاتی میلان و قرابت کی وجہ سے نظر انداز کر دیئے گئے۔

ما علیؑ بشرٌ کیف بشر	ربّہ فیہ تجلّٰی و ظہر
علیؑ حُبّہ الجنّۃ	قسیم النّار و الجنّۃ
وصیّ مصطفےٰ حقّہ	امام الانس و الجنّۃ (امام شافعی)
ہو النباء العظیم و فلک نوح	و باب اللہ و انقطع الکلام
اے رونق ارض و سما زینت دہ عرشِ علی	خورشیدِ قدرت راضیا نورِ جنابِ کبریا
شاہِ سریرِ کن فکاں مالکِ قابِ قوسین و جلال	جانِ جہاں روحِ رواں محبوبِ محبوبِ خدا مشکل کشا
بدرالدجیٰ فرخ لقا شمس الضحیٰ نور الہدیٰ	بحرِ سخا کانِ عطا معجز نما
اے رونقِ ایں شہ چمن وے مظہرِ خلقِ حسن	زیبِ زمین شاہِ زمن صاحبِ سریر لافتیٰ
استادِ جبریلِ امیں علّامِ علم اوّلیں	تفسیرِ قرآنِ مبیں کشاف رازِ کبریا
عالی نسب والا حسب ماہِ عجم شاہِ عرب	ضرغامِ دیں حیدر لقب عالم سبب مشکل کشا
ماہِ فروغِ معرفت مہرِ سپہر مکرمت	سلطانِ عالی مرتبت مسند نشیں قل کفیٰ

منشئ آیات مبین فتویٰ دہ حبل المتین ، برآسماں کرسی نشین برعرش اعظم متکا
حاجت روائے مومناں مشکل کشائے دو جہاں روشن چراغ عز و شاں شاہنشہ روز جزا
مفتاح قفل معنوی آگاہ اسرار خفی ، دروازۂ علم نبی گنجینۂ صدق و صفا
نفس رسول مصطفیٰ موصوف از وصف ثنا سردفتر اہل صفا سرکردۂ عیش عزا
گلدستۂ گلزار دیں سرو چراغان یقین ساقیٔ فردوس بریں ساغر دۂ اہل صفا
خورشید اوج برتری مہر سپہر داوری فرمان برایت مشتری اے نیر برج سما
اے باعث امن و اماں وے خسرو کون و مکاں فخر جہاں شاہ زماں زیب سریر ہل اتیٰ
قرآں ہمہ در شان تو نہ آسماں فرماں تو عالم ہمہ مہمان تو اے منعم شاہ و گدا
اے دستگیر بیکساں وے رہنمائے مومناں اے واقف راز نہاں آگاہ از راز خدا
نور اللہ العالمین ہم نفس خیر المرسلین یعسوب دیں حبل المتیں اے صاحب مشکلکشا
معجز نما عیسیٰ نفس شیر خدا فریاد رس مشکل کشا مثلث نہ کس اے دستگیر دوسرا
نور تو نفس احمدی جسم تو نور سرمدی اوّل ز عالم تو بدی بعد از تو خلق ارض و سما
در شان پاکت اے ولی نازل شدہ ناد علی جبریل باصوت جلی خواندہ بشانت لافتیٰ
پیچید نہ از حکم تو سر حور و ملک جن و بشر انجم فلک شمس و قمر برق و مطر آب و ہوا
باشد مطیع حکم تو در ہر دو عالم ہرچہ ہست در تحت فرمانت بود از عرش تا تحت سرا
برگردن ہر کس بود حکم سجود بندگی سر بر خط امرت نہدا شجار و احجار و گیا
اعلیٰ بیت قصر شان تو روح القدس دربان تو نا رفتہ تا ایوان تو شہباز فکر انبیاء
نور تو شمع بزم حق زیر سپہر نہ طبق گیرد ملک از تو سبق اے پیشوائے انبیاء
اے بستر آرائے نبی ہمراز ہم نفس و وصی حامیٔ وقت بیکسی اے دست حق روز جزاء
برج امامت را شرف فخر رسولان سلف ذاتت گہر کعبہ صدف ایں آبرو حاصل کرا
حیدر توئی صفدر توئی علم نبی را در توئی سرور توئی لنگر توئی اے مفخر آل عبا
اے شہ سوار لافتیٰ وے تاجدار ہل اتیٰ فرماں روائے قل کفا شاہنشہ عز و علا
اے رونق ہر انجمن نور خدائے ذوالمنن دریائے رحمت موجزن بر بندگان لطف خدا
اے نائب ختم رسل حاجت روائے جزو کل رد و قدت سرو است گل در باغ دیں اے پیشوا
سر بیت نظم کن فکاں سر دفتر ہر دو جہاں سر مطیع کون و مکاں سر منشئ عز و علا
اے پیشوائے متقیں دے خسرو روز پسیں بر درگہت مالد جبیں بنگر تو حال خستہ را
جز تو ندارد ہیچ کس در بیکسی فریاد رس لطف و عنایات تو بس اور ابو و درد دوسرا
دارو ز ذات پاک تو امید ایں غمناک تو مدحت سرائے پاک تو گو ہست سرتا پا خطا
گرچہ سیہ رو گردہ است در معصیت گمرہ است لیکن بتو بسپردہ است کار خود اے دست خدا

کیا صفات ہونی چاہییں اور اس کے کیا فرائض تھے اُن لوگوں نے جو یورپ کے تخیلات اور تصورات سے متاثر ہیں اس کے یہ معنی لیئے ہیں کہ حکومت مملکت مسلمانان میں رسول کا جانشین انہوں نے اس امرِ واقعہ کو نظر انداز کرنا اپنے معتقدات کے مطابق سمجھا کہ محمد مصطفیٰؐ رسول و نبی بھی تھے یہ تو آنحضرت بار بار فرما چکے تھے کہ میں خداوند تعالیٰ کا آخری نبی ہوں اور ایک نبی دوسرے نبی کا جانشین نہیں ہوتا اگر وہ جدید شریعت لے کر آیا ہے تو وہ خود ہی مستقل رسول یا نبی ہے۔ اور اگر وہ اپنے پیشرو رسول کی شریعت کا تتبع کرتا ہے تو اُس کا پیرو ہے بہر صورت وہ کسی حالت میں جانشین نہ ہوا۔ شریعت میں واقعات و حالاتِ زمانہ کے مطابق تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ لیکن جس کو عرفِ عام میں مذہب یا (RELIGION) کہتے ہیں وہ تو ابتدائے عالم سے اب تک ایک ہی رہا ہے اور جب تک بنی نوع انسان دنیا میں موجود ہے ایک ہی رہے گا کیونکہ وہ اُن مستقل اور دائمی اصُول پر مبنی ہے جو فطرتِ انسانی کی بنا ہیں۔ حضرتِ ابراہیمؑ کے زمانہ میں اُس مذہب کا نام اسلام رکھا گیا۔ اور وہ اب تک جاری ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اب جانشینی کے سوال کو حل کرنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ خداوند تعالیٰ سے پیغام لینے اور اُس کو لوگوں تک پہنچانے کے علاوہ نبوت و رسالت کے اور کیا کام تھے اور یہ اُمور رسول و جانشینِ رسول یعنی رسول و خلیفہ (نائب) میں مشترک ہونے چاہییں۔ اور ان کو پُورا کرنے کے لئے رسول و نائب رسول کے صفات اور طاقت میں ہمسری و یگانگت ہونی چاہیئے تاکہ خلیفہ و نائب کو شریک رسول اور نفس رسول کہہ سکیں۔ اس ہی وجہ سے جناب رسُولِ خدا حضرت علیؑ کے متعلق حضرت موسیٰؑ کی طرح دُعا مانگا کرتے تھے کہ واشرکہ فی امری۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ علی منی وانا منہ۔ (دیکھو ص ۲۸۵ کتاب ہذا) اور بہت سی ایسی احادیث ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں آگے چل کر ہوگا۔ رسول بھی سردار تھا اور اس کا جانشین بھی سردار ہوا لیکن اس سرداری یعنی ولایت امور مسلمین کی وجہ ہست و بود ہدایت اُمت تھی جناب رسولؐ خدا نے اپنے وداعی خطبہ میں فرمایا تھا کہ من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ۔ مولا کے معنی یہاں صریحاً سیاقاً اور سباقاً والی امور مسلمین تھے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ حسبنا کتاب اللہ غالباً یہ بات صرف مُنہ سے کہتے ہیں۔ دل سے نہیں کہتے۔ کیونکہ اُن کا اعتقاد ہے کہ قرآن شریف میں جانشین رسول کی نسبت کوئی حکم باتشریح نہیں ہے۔ جب ایسے امر میں جس نے اُمت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا قرآن شریف کافی نہ ہوا تو پھر حسبنا کتاب اللہ کیسا۔ ان سیاسی اور ملکی معتقدات نے ہی تو اسلام کو مسخ کر دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن شریف نے اس والی امُورِ مسلمین کا نظریہ بھی قائم کیا۔ اُس کی صفات بھی بیان کیں اور اُس کے تقرر کا طریقہ بھی بتایا اس کی تفصیل آگے آتی ہے لیکن اُن لوگوں نے جو بغیر استحقاق کے یہ سرداری حاصل کرنا چاہتے تھے اب قرآن شریف کے احکام کو نظر انداز کرنا مناسب سمجھا اور یہ کہا کہ

ہر کس کہ دستِ خالئ در دامن پاک تو زد پُر یافت جیب و آستیں از گوہر ہر مدعا
تو بو علی را کے کنی محروم لطف عام خویش
ہرگہ ترا باشد عطا بر دشمنانِ خود شہا

شاہ شرف الدین بو علی قلندر

شاہے کہ وصی بود و ولی بود علیؑ بود سلطان سخاو کرم و جود علیؑ بود
آں قلعہ کشائی کہ در قلعۂ خیبر برکند بیک حملہ و بکشود علیؑ بود
آں شیر دلاور کہ زبہر طمع نفس، در خوانِ جہاں پنجہ نیالود علیؑ بود
سرِ دو جہاں پرتو انوار الٰہی ! از عرش بفرش آمد و بنمود علیؑ بود
فرزند خلف در صدف نکتۂ توحید کادم بجمالش نگراں بود علیؑ بود

سر دو جہاں جملہ ز پیدا وز پنہاں
شمس الحق تبریز کہ بنمود علیؑ بود

شیخ سعدی کے مشہور و معروف وطویل قصیدہ کے چند اشعار اس قصیدہ میں عظیم الشان قسموں کی ضمانت سے شیخ سعدی حضرت علیؑ کی افضلیت کا اظہار فرماتے ہیں۔

منم کز جاں شدم مولائی حیدر امیر المومنین آں شاہ صفدر
علی کورا خدا بیشک ولی خواند بامرِ حق وصی گردش پیمبرؐ
حسام او نجات اہل ایماں سنان او ہلاک جانِ کافر
بحق بادشاہ ہر دو عالم خدائے بے نیاز و فرد اکبر
بحق خالق دارائی بے چوں بحق صانع دادار داور !
بحق مصطفےٰ و اہل بیتش، بحق جعفر طیار سرور
بہ رنج اہل بیت و آہ زہرا بخون ناحق و شبیرؑ و شبرؑ
بحق کرسی و وحی الٰہی ! کزاں جانیست دیگر جائے بہتر
کہ بعد از مصطفےٰ در کل عالم نہ بُد فاضل تر و بہتر ز حیدر
پس از احمد امام حق علیؑ داں کہ او بد نفس معصوم و برادر
مسلم شد سلونی گفتن او را کہ علم مصطفےٰ را بود او در
چہ گویم مدح آں شاہے کہ جبرئیل گہے مداح بودش گاہ چاکر

ازاں گفتم کہ تا خلقاں بدانند
کہ سعدی زیں سعادت نیست بے بر

(سعدی شیرازی)

شعرائے اسلام نے اپنی عمریں جناب علی مرتضیٰ کی مدح و ثنا میں گزاریں اور اس کو اپنے لئے سعادت دارین سمجھا اس میں شیعہ وسنی کی تخصیص نہیں اور یہ بھی جناب امیر المومنین کا ایک معجزہ سمجھنا چاہیئے بہت سے قادر الکلام نامی گرامی شعراء ہر ایک اسلامی ملک میں گزرے ہیں لیکن کسی نے کسی اور صحابی کے لئے ایسی شان کے قصیدے نہیں لکھے۔ وجہ مضمون کی قلت تھی۔ شاعر اپنے دماغ سے الفاظ اور ان کی بندشیں پیدا کر سکتا ہے واقعات تو اختراع نہیں کر سکتا۔ اگر واقعات نہ ہونگے تو الفاظ کہاں سے آئیں گے۔ حضرت غالب مرحوم پیدائشی سنی تھے۔ ان سے ان کے ہمعصر بزرگوں نے شکایت کی کہ آپ نے امیر خیبر گیر کی شان میں تو بہت سے قصیدے لکھے ہیں۔ اوّل کے تین خلفائے راشدین کے لئے کچھ نہ کہا۔ مرزا نوشہ نے جواب دیا کہ ان کی شان کے واقعات مجھے بتا دو میں نظم کر دوں گا۔ یہ بالکل امر واقعہ ہے ہاں کوئی ہٹ دھرمی کی مدح صحابہ کہے تو بات دوسری ہے۔ مجھے اگر کوئی رستم دوراں اور شہنشاہ ہفت اقلیم کہدے تو میں تو اس کو اپنی مدح نہیں بلکہ مذمت سمجھوں گا کہ دیکھو میرا مذاق اڑاتا ہے معلوم نہیں ان بزرگواروں کی روحیں اپنے نادان دوستوں کے منہ سے یہ بے جوڑی بے پر کی داستانیں سُن کر کیا کہتی ہوں گی، بہت ہی شرماتی ہوں گی۔ یہ نادانی کی بدعت اسی جہالت کے زمانہ ہی میں شروع ہو سکتی تھی۔ علماء تو کبھی اس کو پسند نہیں کریں گے۔ ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے یہ حضرت علیؑ ہی جیسے ممدوح کی صورت میں ممکن ہے کہ شاعر کا تخیل چاہے کتنا ہی آسمان مبالغہ کی بلندیوں کی طرف پرواز کرے لیکن پھر بھی وہ واقعیت کی حدود کے اندر ہی رہے گا۔ جناب رسول خدا نے حضرت علی کی شان میں بہت کچھ کہا۔ اور ان کے بہت سے فضائل بیان کیئے مگر پھر بھی یہ ہی کہا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ علیؑ کی نسبت وہ ہی کہنے لگیں گے جو نصاریٰ عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں۔ تو میں اس کی ایسی صفات بیان کرتا کہ لوگ اس کے پیر کے نیچے کی مٹی لے جاتے۔ یعنی جو کچھ ارشاد ہوا ہے وہ علیؑ کی پوری توصیف و تعریف نہیں ہے۔ ایسے شخص کی مدح کرنے میں شاعر کا مبالغہ واقعیت کی حدود سے کیونکر باہر نکل سکتا ہے اگر سنی شعراء کے منقبت کے قصائد کو جمع کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مداحان علی ابن ابی طالبؑ عوام الناس سے ڈرتے رہتے تھے کوئی طعنوں سے کوئی زجر و توبیخ سے جب شافعی جیسے مستند امام حب علیؑ کی وجہ سے طعن و تشنیع سے نہ بچ سکے اور امام نسائیؒ جیسے عالم و محدث کو عین مسجد دمشق میں اس وجہ سے زدوکوب کیا گیا کہ انہوں نے فضائل علیؑ بیان کیئے تھے۔ تو عام لوگوں کی کیا حالت ہو گی ایسی فضا اور ایسی سرزمین میں حب علیؑ کا نشو و نما پانا اور ان اشعار کا شائع ہونا جناب علیؑ مرتضٰے کی احقیت کی دلیل اور آیۂ وانی ہدایہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ الحافِظُونَ کی تفسیر ہے۔

زمانہ کی بد ذوقی کہیئے یا جہالت کی فراوانی کہ حضرت علیؓ کی افضلیت ثابت کرنے کی بھی ضرورت پڑے، گویا ان کا غیر بھی اس قابل سمجھا جانے لگا کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اس کا ذکر ہو سکے اس میں بھی شیعہ وسُنّی کی تخصیص نہیں۔ اُمت محمدیہ کی اکثریت اس پر متفق ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے اتنی عظیم الشان قسمیں کھا کر کہا ہے کہ:۔

بعد از مصطفےٰ در کل عالم نہ بُد فاضل تر و بہتر زحیدر

اب بھی بہت سے اہل سنّت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ زمانۂ ماضی میں چونکہ علم حدیث وقرآن عام تھا۔ لہٰذا ان لوگوں کی کثرت تھی، ان لوگوں میں اور غالی شیعوں میں صرف یہ فرق تھا کہ وہ حضرت علیؓ کو بہترین ماننے کے ساتھ ہی خلفاء ثلاثہ کو آنحضرت کا جائز خلیفہ سمجھتے تھے اور غالی شیعہ ان کو غاصب جانتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں کہ جب خارجیت و وہابیت کا زور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور علم حدیث و تاریخ لوگوں میں سے مفقود ہو گیا ہے۔ یہ عقیدہ اہل سنّت والجماعت میں سے کم ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ جو کچھ جناب گرامی مرحوم ہوشیار پوری نے حضرت علیؓ کی نسبت لکھا ہے اس سے زیادہ اور کیا کوئی شیعہ لکھے گا اب ان لوگوں میں ایک نئی پود اُٹھ رہی ہے۔ جو کہتی ہے کہ کیوں حضرت ابوبکر وحضرت عمر کو حضرت علیؓ سے افضل نہ سمجھا جاوے۔ لیکن یہ اب بھی نہیں بتا سکتے کہ حضرت علیؓ ان بزرگواروں سے کیونکر اور کس صفت میں کم تر تھے۔ اس انقلاب کی یہ وجہ ہوئی کہ علم حدیث دفعۃً تو جاتا رہا۔ اگر علم الرجال کا فقرہ کسی بی۔اے یا ایم۔اے کے سامنے کہا جائے تو وہ یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ اس کے کیا معنی ہوئے، اگر اس نے اپنی کسی جماعت میں فارسی یا عربی کا کورس لیا ہے تو رجال کے معنی آدمیوں کے سمجھ کر یہ کہے گا کہ غالباً ETHNOLGY ہوگی۔ اب کتب احادیث وسیر کے مطالعہ کی جگہ تعصّب نے لے لی ہے۔ اور یہ بات پکڑ لی ہے کہ جس ترتیب سے خلیفہ ہوئے اس ہی ترتیب سے فضیلت کا درجہ ہونا چاہیئے۔ اگر کہیں امیر معاویہ میں مکاری کے ساتھ جرأت کا مادّہ بھی ہوتا اور وہ قتل عثمان کے دن مدینہ میں آن کر لوگوں کو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں کیسۂ زر دکھا کر ان سے اپنی بیعت لے لیتے تو پھر توان ہو خوراروں کی رائے میں حضرت علیؓ کی فضیلت کہیں بھی نہ رہتی۔ جو لوگ فضیلت دین کو ثروت دنیا کے ساتھ مشروط سمجھتے ہیں۔ ان بزرگواروں سے ہم کیا بحث کریں۔ سوائے اس کے کہ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ۔ آج کل ساری دنیا میں انصاف کی جگہ تعصب نے لے لی ہے اور مذہب کی وطنیت نے مذہبی تخیل میں سے اصلی انصاف تو پہلے ہی مفقود تھا۔ اب جہالت کی زیادتی نے ظاہری انصاف کی شکل کو بھی زائل کر دیا اور حق گوئی اور حق فہمی معدوم ہو گئی۔

افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص کو دوسرے پر باعتبار کسی خاص صفت کے یا وجہ

مجموعہ صفات مختلفہ کے ترجیح دی جائے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ عمر افضل ہے بکر سے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ عمر کو ہر طرح سے ہر صفت میں بکر کے اوپر ترجیح حاصل ہے۔ لہٰذا عام طور سے افضل کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ الاجمع لمزایا الفضل والخلال الحمیدہ یعنی افضل وہ ہے جس میں دوسروں کی نسبت صفات و کمالات ذاتی و نسبی زیادہ ہوں۔ اور جب کسی حاکم و سردار کے انتخاب کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہاں یہی فضیلت جامع مراد ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ایک صفت میں دوسرے سے افضل ہو اور دوسرا کسی اور صفت میں اس سے افضل ہو مثلاً زید عمر سے زیادہ شجاع ہے مگر عمر اس سے زیادہ سخی ہے۔ بکر بہت اچھا عالم ہے مگر اس میں شجاعت نہیں۔ جب ہم کسی خاص شخص کی جانشینی کے لئے کسی شخص کو منتخب کرتے ہیں تو یہ بات سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ شخص مستخلف کی صفات کس امیدوار میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہاں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا سوال ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے اور صحیح عقیدہ ہے واقعات کے مطابق ہے کہ آپ میں ہر ایک عمدہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ شجاعت بھی سخاوت بھی عبادت بھی ریاضت بھی عصمت بھی غرضیکہ آپ انسانیت کے فضائل و خصائل حمیدہ کے اجتماع کے کامل ترین نمونہ تھے۔ لہٰذا آپ کے جانشین کے لئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے بعد بہترین اور کامل ترین انسان ہو اور کامل فضیلت وہی ہے جس میں ہر ایک خصلت حمیدہ اور صفات حسنہ اپنے آخری درجۂ کمال میں پائی جائے کسی ایک صفت میں بھی اس کے غیر کی نسبت یہ نہ کہا جا سکے کہ وہ اس سے بہتر ہے حکام سقیفہ کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ لہٰذا اوّل تو فضیلت کے سوال کو بحث کے درمیان آنے ہی نہ دیا۔ بحث کا رُخ قبیلہ کی طرف کر دیا اور جب اس ہنگامہ کے بعد اس سوال نے خود بخود اپنے تئیں غور کرنے والے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کو بھی دیگر امور مشکلہ کی طرح پریشان کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ لوگوں کی نظروں کے سامنے حقیقت کے اوپر پردہ پڑا رہے۔ کبھی فضیلت کی تعریف و حدود پر ایک منطقیانہ و فلسفیانہ بحث کی جاتی ہے اور کبھی فضیلت کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور جب کسی طریقے سے کام بنتا ہوا نظر نہیں آتا تو اقلیدس کے اصول موضوعہ کے نمونہ پر ایک اصل موضوعہ قائم کیا جاتا ہے کہ حاکم کے لئے افضل ہونا ضروری نہیں۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم ہو سکتا ہے اوّل تو یہ اصل موضوعہ ہی غلط اور خلاف فطرت ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ جس سرزمین کی وہ پیدائش ہے وہاں حکومت استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ ظلم و جور کی وجہ سے قائم ہوئی تھی اور اس کے قیام کے ناجوازیت کو جوازیت کا جامہ پہنانے کے لئے یہ ناجائز اصل موضوعہ مقرر کیا گیا اس اصل موضوعہ کی فطرت میں ظلم مرکوز ہے۔ جب بہتر اور افضل موجود ہے تو کیوں اس کے اوپر اس کا ادنیٰ حکومت کرے یہ کسی ہندوستانی صوبہ کی وزارت تو نہیں ہے۔ یہ تو حکومت الٰہیہ ہے اور ختم المرسلین کی

جانشینی کا سوال ہے اس کے اندر تو ظلم کا شائبہ بھی نہ ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ اصول موضوعہ ایک مستثنیٰ کی صورت میں ہے۔ اصل اور مطابق فطرت قاعدہ تو یہ ہے کہ جو بہترین اور افضل ترین شخص ہو وہ ہی منتخب کیا جائے اور وہ حکومت کیونکہ اگر اس میں استثنا قائم کی جاتی ہے تو پھر یہ بتانا چاہیئے کہ کن صورتوں میں افضل کے اوپر مفضول حکومت کے لئے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ وہ صورتیں اس اصول موضوعہ میں مذکور نہیں، لہٰذا یہ ناقص ہوا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کسی شخص سے کسی صفت میں کم نہ تھے جو کسی فلسفیانہ منطق کی ضرورت ہو، ایسی کوئی صفت حمیدہ نہیں۔ جس میں علیؑ پر ان کے غیر کو ترجیح دی جاسکے۔ مولانا روم کہتے ہیں ؎

تو کہ بتاریکی علی را دیدہ زیں سبب غیرے بمد بگزیدد

جماعتِ مقلدان اہل حکومت کی یہ کج بحثی اس کلیہ کی تشریح ہے کہ پیران نمی پرند مریدان می پرانند۔ ان بیچاروں نے کبھی یہ دعوےٰ ہی نہیں کیا کہ ہم کس قابل ہیں یا علیؑ کے برابر ہیں۔ ہمیشہ حضرت علیؑ کو اپنے سے بہتر و افضل ہی بتاتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ۔ اب چودھویں صدی کے ملاؤں کے لئے کہاں جائز ہے۔ کہ اس کے خلاف کہیں۔ ہماری رائے میں تو افضلیت کا قضیہ بالکل مختصر ہے خواہ مخواہ اس کو طول دیا گیا ہے۔ صحابہؓ رسول کی فضیلت کے سوال کو طے کرنے والی یہ تین چیزیں ہو سکتی ہیں، یعنی :-

۱- ان کی سوانح حیات
۲- ان کے متعلق اقوال رسولؐ۔
۳- آیات قرآنی۔

اور پھر ضمنی سوال یہ پیدا ہوں گے کہ حضرت علیؑ نے اپنے متعلق کیا دعویٰ کیا۔ اور ان بزرگواروں نے اپنے قول و فعل سے کیا اقبال کیا۔ افضلیت کا سارا قضیہ ان پانچ باتوں سے طے ہو سکتا ہے۔ ہم ان پانچوں امور پر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کچھ پیش کرتے ہیں۔

۱- سوانح حیات۔ ان بزرگواروں کے واقعات زندگی پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ یاد دہانی کے لئے ایک سرسری نظر کافی ہوگی۔ ص۶۴۵ پر ہم نے ایک نقشہ تیار کر دیا ہے جس پر ایک نظر ڈالنے سے ان حضرات کے سوانح حیات آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں، یہ نقشہ جام جم کا کام کرتا ہے۔

افضلیت کے ارکان پانچ

سوانح حیات

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
۱۔ آپ خاندان بنی ہاشم میں سے تھے جس کی فضیلت تمام قریش پر مسلّم تھی۔	آپ خاندان بنی تیم میں سے تھے۔ تیم کے معنی غلام کے ہیں (منتہی الارب)	آپ خاندان عدی سے تھے۔ عدی تیم کے حقیقی چچا تھے۔	آپ خاندان بنو امیہ سے تھے جس کی دشمنی آنحضرتؐ سے مسلّم ہے انکے بزرگ خاندان ابوسفیان جناب رسولِ خدا کے دشمن جانی تھے اور ایمان لانے کے بعد ہمیشہ مؤلفۃ القلوب میں رہے۔
۲۔ آپکے اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی دادا ایک تھے۔	اگر داستانی نسب نامہ درست ہے تو آپ جناب رسولخدا سے آٹھویں پشت میں ملتے ہیں لیکن یہ تاریخی حدود سے باہر ہے	بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جناب رسولخدا سے نویں پشت میں ملتے ہیں لیکن یہ داستان تاریخی حدود سے باہر ہے۔	آپ کے دادا اور ابوسفیان عدوِ رسول کے والد حقیقی بھائی تھے۔
۳۔ آپ عین خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔	خاندانی بُت خانہ میں پیدا ہوئے۔	خاندانی بُت خانہ میں پیدا ہوئے۔	خاندانی بُت خانہ میں پیدا ہوئے۔
۴۔ پیدا ہوتے ہی چہرۂ رسول دیکھا اور لعاب رسول نوش کیا۔	خاندانی بُت کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔	خاندانی بُت کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔	خاندانی بُت کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔
۵۔ آپ نے ایک لمحہ بھی بُت پرستی نہیں کی۔	چالیس برس کی عمر تک بتوں کو خدا سمجھتے رہے اور انکی عبادت کرتے رہے۔	۳۵ برس تک پتھر کے بُتوں کو اپنا معبود بنایا۔	اپنی عمر کے بڑے حصہ تک بُت پرستی کی۔
۶۔ شروع سے آپکی تعلیم و تربیت آغوش رسالت میں ہوئی۔	مکہ کے بازاروں میں عمر کے چالیس سال گذارے۔	اُونٹ چرائے۔	خاندان بنی امیہ میں تعلیم ہوئی۔
۷۔ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور اسلام کی پہلی نماز تمام لوگوں سے سات سال قبل آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھی۔	آپ کا ایمان لانیوالوں میں ساتواں نمبر ہے زید بن حارثہ کے بعد ایمان لائے۔	ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت پیچھے ہے اور اسلام لانے سے پہلے اسلام و پیغمبرِ اسلام کے سخت ترین دشمن تھے۔	ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت دُور ہے۔

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
۸۔ آپ شب ہجرت بستر رسولؐ پر کفاروں کے نرغے میں اطمینان سے سوتے رہے۔ جس کی تعریف میں آیت قرآنی نازل ہوئی۔	آپ آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں چھپے رہے اور قرآن شاہد ہے کہ خوف جان خوب گریہ کیا جس کی مذمت میں آیت قرآنی نازل ہوئی	آپ چھپ کر مدینہ میں چلے گئے۔	وہیں کہیں ہوں گے شاید مدینہ میں تھے۔
۹۔ آپ کے ساتھ بحکم خداوندی فاطمہ دختر رسول کا نکاح ہوا اور حسنین علیہما السلام آپ کے فرزندان ہیں۔	بہت سی بیویاں اور بہت سے لڑکے ہوئے لیکن جا فاطمہؑ و حسنینؑ اور کجا وہ۔	حضرت ابوبکرؓ کی طرح	حضرت خدیجہ کی یا انکی بہن کی دو لڑکیاں جو کافر خاوند سے تھیں آپکے ساتھ منکوحہ ہوئیں نہ ان لڑکیوں میں کچھ فضیلت تھی اور نہ انکے نکاح میں
۱۰۔ عقد مواخات کے وقعہ پر آنحضرتؐ نے یہ کہہ کر آپ کو اپنا بھائی بنایا کہ انتَ اَخی فی الدنیا والآخرۃ۔	آپ کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا آپ تو حضرت عمرؓ کے بھائی بنائے گئے۔	آپ کو حضرت ابوبکرؓ کی اخوت کا شرف حاصل ہوا۔	کسی اپنے ہی جیسے کے بھائی بنے ہوں گے۔
۱۱۔ جنگ بدر کی فتح آپ کی کوشش کا نتیجہ تھی کل جنگ کے کفار مقتولین میں سے نصف آپ نے مارے۔	آپ جنگ بدر میں عریش کے محفوظ مقام میں بیٹھے ہوئے تھے۔	آپ بھی ادھر ادھر ہو گئے لڑائی میں نہیں گئے۔	جنگ بدر میں شریک ہی نہ ہوئے۔
۱۲۔ جنگ احد میں سب مسلمان آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ کر بخوف جان بھاگ گئے لیکن حضرت علیؑ بدستور ثابت قدم رہے اور جنگ کرتے رہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انہ منی وانا منہ اور جبرئیل نے کہا انا منکما اور ہاتف غیبی نے کہا لا فتیٰ الا علی لا سیف الا	جنگ احد میں آپ جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بخوف جان بھاگ گئے۔	آپ بے حواس ہو کر بھاگے اور پہاڑوں پر بکری کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اچھلتے پھرے۔	ایسے بے حواس ہو کر بھاگے کہ تیسرے دن واپس آئے۔

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
ذُوالفقار۔			
۱۳۔ جنگ احزاب میں آپ نے عمر بن عبدوُد کو قتل کر کے مُسلمانوں کی جان بچائی جس پر جناب رسولِ خدا نے فرمایا روزِ خندق علیؑ کی ایک ضرب میری اُمت کے قیامت تک کے اعمالوں سے بہتر ہے	آپ نے اس جنگ میں کچھ بھی نہیں کیا ایک کافر کو بھی نہیں مارا۔ آنحضرت نے ایک رات کو کہا کہ کافروں کی خبر لے آؤ۔ آپ نے انکار کر دیا۔	مسلمانوں کو عمر بن عبدوُد کی شجاعت و دلیری کے کارنامے سُنا کر مسلمانوں کو خوب ڈرایا۔ حضرت ابوبکر کی طرح آپ نے بھی خبر لانے سے انکار کر دیا۔	جنگ احزاب میں آپ کا ذکر تک نہیں آیا۔
۱۴۔ جنگ خیبر میں جب سب شکست کھا کر بھاگ آئے تو جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو علم ملا مرحب و عنتر کو مارا۔ درِ خیبر اکھاڑا، اور فتح کر کے واپس ہوئے۔	آپ سے یہ قلعہ فتح نہ ہو سکا دو دفعہ گئے شکست کھا کر بھاگے۔	شکست کھا کر واپس ہوئے آپ کے لشکریوں نے آپ پر بزدلی کا الزام لگایا۔	آپ نے کچھ نہیں کیا شاید شامل ہی نہیں ہوئے۔
۱۵۔ صُلح حدیبیہ میں ایمان کامل کے ساتھ آپ نے صلحنامہ لکھا۔	ناراضی کے ساتھ خاموش رہے۔	صُلح حدیبیہ کی مصلحت کو سمجھنے سے قاصر رہے اور نبوّت میں شک کیا	چونکہ ابوسفیان کے نورِ نظر تھے مکہ میں بطور سفیر بھیجے گئے۔ حضرت ابوبکر و عمر نے انکار کر دیا تھا۔
۱۶۔ فتح مکّہ میں آپ نے جناب رسولِ خدا کے کندھوں پر سوار ہو کر بُت توڑے	مکہ میں سارا وقت اپنے پُرانے دوستوں سے ملنے میں گزارا۔	آپ نے بھی یہی کیا۔	بہت سے کافر دوستوں کی جان بخشی کرائی۔
۱۷۔ جنگ حنین میں جب	آپ بھاگنے والوں	آپ بھاگنے والوں	آپ بھی بھاگنے والوں

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
تمام لوگ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ ثابت قدم رہے اور کافروں سے لڑتے رہے۔	میں تھے۔	میں تھے۔	میں تھے۔
۱۸۔ جناب رسولخداؐ کی طرح آپ کو ہر حالت میں مسجد میں آنے کی اجازت تھی جن جن اصحاب کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے وہ سب بند کرا دیئے گئے حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا	آپکے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا بند کیا گیا۔	آپکے مکان کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا بند کیا گیا۔	آپ کو بھی مسجد کے اندر دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت نہیں ملی۔
۱۹۔ اکثر جناب رسولؐ خدا آپ سے راز کی باتیں کیا کرتے تھے اور لوگوں کو حسد ہوتا تھا۔	آپ سے کبھی اس قسم کی راز کی باتیں نہیں ہوئیں۔	آپ نے حضرت علیؑ و آنحضرتؐ کے آپس میں راز گوئی پر اعتراض کیا جواب ملا کہ خدا راز کی باتیں حضرت علیؑ سے کرتا ہے اور اس کے حکم سے یہ راز گوئی ہوتی ہے۔	کجا آپ اور کجا راز کی باتیں۔
۲۰۔ جناب رسولؐ خدا کے ساتھ آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ اور آپ کے دو فرزندان آیہ تطہیر میں شامل ہیں۔	یہ درجہ کہاں۔	یہ درجہ کہاں۔	یہ درجہ کہاں۔
۲۱۔ آپ کی محبت امت پر فرض کی گئی اور آپ کے اوپر صلوٰۃ بھیجنے کے بغیر نماز جائز نہیں۔	خاموشی ہی بہتر ہے۔	حیران ہوں کیا لکھوں کہ امت کے اوپر آپ کے متعلق کیا فرض عائد ہوتا ہے۔	بنو امیہ آپ کو خدا داد نعمت سمجھتے تھے۔
۲۲۔ آپ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے اور آپ کی محبت	جماعت منافقین آپ کی بہت مداح تھی۔	آپ کے چہرے کو عبادت سے کیا تعلق۔	بنو امیہ کو چاہیئے تھا کہ آپ سے محبت کرتے لیکن محاصرہ

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی			کے دنوں میں تنہا چھوڑ دیا
۲۳۔ آپ ہم نفس رسول ہیں اور مباہلہ میں آنحضرت کے ساتھ اپنی زوجہ محترمہ و فرزندان شامل تھے۔	کہاں مباہلہ اور کہاں آپ۔	مباہلہ سے آپ کو کیا تعلق۔	آپ کو غالباً اس کا علم بھی نہ ہو۔
۲۴۔ اپنی رحلت کے نزدیک آنحضرتؐ نے جیش اسامہ تیار کیا اور اسے فوراً روانہ ہونے کی ہدایت کی اس لشکر میں حضرت علیؑ کے سوا تمام مہاجرین و انصار اسامہ کے ماتحت رکھے گئے۔	آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا	آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا اور اسامہ کو بھی رد کئے رکھا۔	آپ بھی ماتحت اسامہ تھے اور شیخین کی تجاویز کے تابع۔
۲۵۔ وقت رحلت جناب رسولِ خدا نے قرطاس و قلم و دوات طلب کی تاکہ حضرت علیؑ کی جانشینی کی وصیت لکھ دیں۔	آپ نے اس حکم کی اطاعت نہ کی۔	آپ نے اس حکم کی عمداً نافرمانی کی اور کہا کہ اس شخص (رسولخداؐ) کو ہذیان ہو گیا ہے حسبنا کتاب اللہ۔	آپ تو کسی گنتی ہی میں نہ تھے لیکن مطیع شیخین تھے۔
۲۶۔ وقتِ وفات رسولخداؐ صلعم کا سر آپ کی آغوش میں تھا۔ اور آپ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی۔	اس وقت آپ اپنی نئی بیوی کے ساتھ محلہ سخ میں تھے۔	آپ حالات کا مطالعہ کر رہے تھے اور خلافت پر نظر تھی۔	آپ کسی گنتی ہی میں نہ تھے۔
۲۷۔ آپ نے جناب رسولخداؐ کو غسل و کفن دیا۔ اور قبر میں اتارا۔	آپ آنحضرت کے جنازے کو بغیر غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے اور وہاں حصول خلافت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا	آپ آنحضرتؐ کے جنازے کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں حصول خلافت کیلئے لوگوں سے دست و گریبان ہوئے۔	آپ اپنے تئیں امیدواری کے قابل نہ سمجھتے تھے لہٰذا خاموش رہے۔
۲۸۔ آپ کو جناب رسولِ خدا نے بحکم خداوندی بمقام غدیر خم اپنا	آپ کو چند انصار کی غداری نے سقیفہ بنی	آپ کو حضرت ابو بکر نے خلیفہ مقرر کیا۔	آپ کو حضرت عمر کی ساختہ شوریٰ کی اکثریت کی مدد سے

یہ سرداری محض حکومت ہے۔ اور حکومت بھی ایسی کہ جبر کا تصور یونان و روم نے قائم کیا اور جسکو یورپ نے ورثہ میں پایا۔ لہٰذا انہوں نے کہا اور اپنے اس نظریہ کے مطابق کہہ سکتے تھے کہ حکومت کے لیے جانشین رسول مقرر کرنا رعایا کا حق ہے تاکہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق اپنا حاکم پسند کرے اس طرح انہوں نے یونانی فلسفۂ حکومت اور رومانوی طرز شہنشاہیت کو اپنے اسلام میں داخل کر دیا۔ یہ ہی وہ تصورات ہیں جنہوں نے بنوامیہ جیسے مخالفین اسلام کو جائز حکمران تصور کیا جن کے حکم سے وہ نواسۂ رسولؐ کے قتل کو جائز ہی نہیں، بلکہ اپنے لیے واجب قرار دیئے تھے کیونکہ بزعم خود وہ آیت قرآنی اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولو الامر منکم کی تعمیل کر رہے تھے انہوں نے یہ تصور کرنا اپنے اغراض سیاسیہ کے مطابق سمجھا کہ یہاں اولوالامر کے معنی حکمران واقعی کے ہیں خواہ وہ حکمران غلبہ وغصب ہی سے کیوں نہ نصب ہو جائے یہ سمجھنا اُن کے مفاد کے خلاف تھا لہٰذا انہوں نے نہ سمجھا کہ اولوالامر کے معنی صاحبان حکومت نہیں ہیں بلکہ والیان امر اسلام و مسلمین ہیں لیکن اُن کے معنی اُن کی اغراض کے مطابق تھے لہٰذا اُن کے کارکنانِ حکومت نے ہر ممکن طریقہ سے ایسے اجیر پیدا کر لیے جو ان معانی کی تائید واشاعت کریں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ فقہ اسلام میں حکومت یا STATE کا تخیل مطلق نہیں ہے ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے مسلمان حکمرانوں کی اس غلطی کو دیکھا۔ اور اس غلطی کو منطق کے مطابق بنانے کیلئے اس نے یورپ کے تصور حکومت کو اپنے اسلام میں داخل کر لیا۔ اور اس طرح بزعم خود اُس نے مسلمان حکمرانوں کے طرز عمل وطریقہ تقرر کو منطقی اصول کے ذریعہ سے صحیح کر لیا۔ اب مسلمانوں کی سیاست کا رُخ یورپ کی طرف ہو گیا۔ جب یورپ نے دور شہنشاہیت میں (RIGHT OF KINGSDIVINE) کا اصول قائم کیا تو ان مسلمانوں نے بادشاہ کو ظل اللہ کہا اور جب یورپ نے بوجوہات چند در چند جمہوریت کو اختیار کیا تو اب آنکھیں بند کر کے انہوں نے جمہوریت کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا ہے اگر مغربی تخیل حکومت کو لیتے ہیں تو اُس کی رو سے تو عوام الناس کا یہ سب سے پہلا حق ہے کہ وہ اپنے لیے خود قوانین مقرر کریں۔ یہ ہی جمہوریت کا پہلا کام ہے بلکہ اُس کا مدعا ہی یہ ہے لیکن اسلام میں اس کو جس کا نام یہ حکومت رکھتے ہیں۔ قانون سازی کا حق نہیں ہے لہٰذا مغربی تخیل حکومت اسلام میں موزوں نہیں ہے اسلام میں اس کو امامت کہتے ہیں اسکے لیے دوامی قانون قرآن شریف نے مقرر کر دیا ہے اور اُس میں وہ تمام اُمور واُصول بیان کر دیئے گئے جن کے ماتحت والی امور مسلمین مقرر ہونا چاہیئے اور کیسا آدمی والی اُمور مسلمان ہو سکتا ہے اب اگر اختلاف واقعات کی وجہ سے اور اختلاف معاشرت کی وجہ سے جدید مسائل پیدا ہوتے ہیں تو ان کے فیصلہ کیلئے اُن ہی قرآنی اٹل اُصولوں سے بذریعہ اجتہاد اور استنباط مدد لینی پڑے گی اور یہ والی امور مسلمین کا کام ہے جدید قانون وہ نہیں بنا سکتا اس اجتہاد واستنباط ہی کو تاویل کہتے ہیں۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معاشرت کی صورت بدل سکتی ہے جن اصول پر اسلامی معاشرت مبنی ہے وہ نہیں بدل سکتے کیونکہ وہ تو فطرت پر مبنی ہیں اور فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ اسلام فطرت پر مبنی ہے لہٰذا اسلام میں بھی کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا۔ امامت کے نظریہ کیمطابق جمہوریت نہ رہی اور ووٹ بازی، ووٹ سازی، ووٹ شماری اور ووٹ سوداگری سب ختم ہو گئے یہ تو مغربی نظریۂ حکومت کی پیداوار ہیں۔ اسلام میں تو فقط امامت ہے اور وہ ہی شخص امامت کا مستحق ہو سکتا ہے جو ہمیشہ سے صراط مستقیم

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
خلیفہ وجانشین مقرر کیا۔	ساعدہ میں خلافت حاصل کرنے میں مدد دی۔		عبدالرحمٰن بن عوف نے خلیفہ کیا۔
۲۹۔ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنو امیہ و دیگر منافقین سے آنحضرتؐ کی تکمیل امر نبوت کے لیے جہاد کیا کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ جاہد الکفار والمنافقین اور آنحضرت منافقین سے جہاد نہ کر سکے تھے۔	آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنو امیہ کو بنو ہاشم کے مقابلہ میں تیار کیا اور شام میں اس خاندان کی حکومت قائم کی جس نے میدان ہائے صفین اور کربلا میں چراغ نبوت کو بجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔	آپ نے شام کی حکومت بنی امیہ کے خاندان میں مستقل کی اور اپنے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو باہر بھیج کر ان کی توجہ دولت و ثروت و حکمرانی کی طرف مبذول کرائی تاکہ وہ آپ پر نکتہ چینی نہ کر سکیں۔	آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں مروان و دیگر بنو امیہ کو مسلمانوں کا حق دیکر امیر کبیر بنایا اور خلافت میں حصہ دار ٹھہرایا۔
۳۰۔ آپکی سخاوت پر آیات یطعمون الطعام علیٰ حبه مسکیناً ویتیماً واسیرًا اور إنما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا یقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة وھم راکعون شاہد ہیں۔	آپ نے اپنے والد تک کی مدد نہ کی ان کی مفلسی کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن جدعان کے دسترخوان پر مکھیاں جھلتے تھے تو روٹی ملتی تھی۔ ان ارباب السیرة ذکروا انه لم یکن ینفق علی ابیه شیئًا و انه کان اجیرا لابن جدعان علی مائدته یطرد عنها الذباب۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۲۷۴	مسلمانوں کے بیت المال سے تو ضرور بااثر لوگوں کو روپیہ دیکر ان کا منہ بند کرتے تھے لیکن اپنی گرہ سے راہ خدا میں خرچ کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔	آپ کی سخاوت محض بنو امیہ میں منحصر تھی اور وہ بھی بیت المال سے۔
۳۱۔ راہ خدا میں اتنا خرچ کیا کہ گھر میں کچھ نہ بچا۔	آپ کے پاس کافی مال تھا عن عائشه انها قالت هاجر ابوبکر وعنده عشرة الاف درهم۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۲۷۴	آپکے پاس کافی مال تھا مگر سخاوت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔	آپ امیر الامراء میں سے تھے۔
۳۲۔ آپکے خطبے ایسے ہوتے	آپ اپنی کمزوریوں سے آگاہ تھے	اکثر مشکلات کے حل کرنے	آپ کا شمار کہیں نہیں

حضرت علیؑ	حضرت ابوبکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
تھے جیسے ایک ہادی دین و دنیا کے ہونے چاہئیں۔ اپنی اعلمیت افضلیت قابلیت سے واقف، قوم کی کمزوریوں سے آگاہ خلافت ظاہری ملنے پر پہلا خطبہ جو دیا اس کا پہلا جملہ یہ تھا۔ الحمد للہ علی احسانہ رجع الحق الی مکانہ یعنی خدا کا شکر ہے حق اب اپنے مقام پر واپس آیا دوسرے خطبہ میں فرمایا۔ بنا اھتدیتم فی الظلماء وتسنمتم العلیا وبنا انفجرتم عن السرار۔	خلافت حاصل ہونے پر پہلا خطبہ جو دیا اس کا خوشامدانہ وعاجزانہ لہجہ ملاحظہ ہو۔ لست بخیرکم وعلیؑ فیکم ..... فان زغت فقوموني واعلموا ان لی شیطانا یعتریني احیانا فاذا رایتموني غضبت فاجتنبوني یعنی میں تم سے بہتر نہیں ہوں حالانکہ علی تمہارے درمیان میں ہیں ..... اگر میں کجی کروں تو تم مجھ کو سیدھا کر دو اور جان لو کہ کبھی کبھی مجھ پر شیطان غالب ہو جاتا ہے پس جب ایسا ہو اور میں آپے سے باہر ہو جاؤں تو تم مجھ سے پرہیز کرو ابن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ مطبوعہ مصر ص ۱۶۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۲۹۔ ابن سعد:۔ طبقات الکبریٰ ق ۱ ج ۳ ص ۱۲۹۔	سے عاجز رہتے تھے پھر حضرت علی کی طرف رجوع کرتے تھے حلال مشکلات ایک آن واحد میں ان کی مشکل کو حل کر دیتا تھا تو آپ فرماتے تھے لولا علیؑ لھلک عمر ... لابقیت لمعضلۃ لیس لھا ابوالحسن۔	
۳۴۳۔ آپکے بھائی عقیل نے قلیل رقم اپنے حصہ سے زیادہ بیت المال سے طلب کی۔ حضرت علیؑ نے انکار کر دیا۔ وہ ناراض ہو گئے۔	آپ نے ہمیشہ بارسوخ وصاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کے لئے کوشش کی بلکہ اپنی خلافت سے راضی کرنے کے لئے لوگوں کو رشوت دی اور رشوت سے اپنی طرف کیا فلما اجتمع الناس علی ابی بکر قسم بین الناس قسما فبعث ابی عجوز من بنی عدی بن النجار	آپ ہمیشہ بارسوخ اور صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کی ہر ایک طریقہ سے کوشش کرتے تھے۔ مغیرہ ابن شعبہ کو حد زنا سے بچا لیا۔ جاگیریں اس طرح تقسیم کیں کہ بارسوخ حضرات جو چاہتے تھے	آپ کی بنو امیہ نوازی اتنی مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

حضرت علیؑ	حضرت ابو بکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
	بقسمها مع زید بن ثابت فقالت ما هذا قال قسم قسمه ابوبکر للنساء فقالت اتراشونی عن دینی... قالت لا اٰخذ منه شیئاً ابداً۔ ابن سعد طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۲۹۔ یعنی جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تو ابوبکر نے لوگوں میں مال تقسیم کیا پس زید ابن ثابت کے ہاتھ ایک ضعیفہ بنی عدی بن النجار کے پاس مال بھیجا عورت نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے۔ جواب دیا کہ ابوبکر نے جو عورتوں میں مال تقسیم کیا اس میں کا یہ تیرا حصہ ہے اس نے جواب دیا کہ کیا تم مجھ کو رشوت دے کر مجھے اپنے دین سے ہٹاتے ہو قسم بخدا میں اس میں سے کچھ نہ لوں گی۔	لے لیتے تھے۔ ازواج رسول میں سے حضرت عائشہ کو سب سے زیادہ حصہ دیا۔ معلوم نہیں یہ تقسیم مال کا کونسا طریقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ یہ محبوبہ زوجہ رسول تھیں۔ لہذا زیادہ کی مستحق ہیں آنحضرت تو اپنی ازواج سے مساویانہ وعادلانہ طریقہ برتتے تھے حضرت عمر کے پاس یہ مقیاس الحب کہاں سے آیا۔ یہ عجیب قسم کا پیمانۂ محبت تھا۔ جس میں اکلوتی بیٹی کی محبت کا درجہ تو کم دکھایا تھا جوان لڑنے والی بیوی کا درجہ محبت زیادہ رکھا تھا۔	
۲۴۔ جب مسجد میں سرِ اقدس پر مہلک ضرب لگی تو فرمایا فزت ورب الکعبہ یعنی اب میں اپنے درجہ پر فائز ہوا۔	آپ نے مرتے وقت فرمایا کہ کاش میں نے حضرت فاطمہ کا گھر جبراً نہ توڑا ہوتا۔ اور کاش سقیفہ بنی ساعدہ کے دن میں خلافت کا جوا اپنی گردن میں نہ ڈالا ہوتا۔ علی المتقی۔ کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۳۵۔ حدیث ۲۳۰۲۔ اور پھر فرمایا وددت انی خضرة تاکلنی الدواب۔ یعنی کاش میں سبز چارہ	مرتے وقت حضرت عمر نے کہا واللہ لو ان لی ما طلعت علیه الشمس لافتدیت به من هول المطلع قال عبد اللہ بن عامر بن ربیعه رایت عمر اخذ بتینة من الارض فقال یا لیتنی کنت هذه التینة ویا لیتنی لم اك شیئاً یا لیت امی لم تلدنی یا لیتنی کنت نسیاً منسیاً۔ جزع وفزع ملاحظہ ہو۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ قسم بخدا اگر دنیا	پچھتاتے ہونگے کہ بنی امیہ پر بیجا سخاوتوں کی بارش کیوں کی۔

حضرت علیؑ	حضرت ابو بکرؓ	حضرت عمرؓ	حضرت عثمانؓ
	ہوتا کہ چوپائے مجھے کھا جاتے طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۴۱۔ محدث حسن علی، تفریح الاحباب مترجم ص ۱۱۵۔	کی ساری چیزیں جن پر سورج چمکتا ہے میری ہوتیں تو اب جو میرے اوپر آنے والا ہے اس کے فدیہ میں ان سب چیزوں کو دے دیتا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو دیکھا کہ ایک تنکا زمین پر سے اٹھا کر کہا کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میں کچھ نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی کاش میں نسیاً منسیاً ہوتا۔ ابن الاثیر۔ تاریخ الکامل الجزء الثالث ص ۲۰، ۲۱۔ امام احمد حنبل :۔ مسند الجزء الاول ص ۴۸ صحیح البخاری جزء الرابع ص ۱۶۵ علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۵۶، حدیث ۲۴۳۳ ص ۱۵۹ احدیث ۲۴۵۷	

اقوالِ رسولؐ

ہم باب ہشتم میں ان اقوال میں سے چند کا ذکر کر چکے ہیں۔ جن کی صحت پر امت محمدیہ کا اتفاق ہے، حضرت علی کی افضلیت کے یہ بہترین شاہد ہیں باب سیزدہم میں ہم ان موضوعہ اقوال و احادیث کا ذکر کریں گے جو گروہ حکومت نے حضرت علیؑ کے فضائل والی احادیث کو دیکھ کر ان کے نمونہ پر دیگر حضرات کے حق میں گھڑے ہیں۔ ہم یہ اچھی طرح ثابت کریں گے کہ وہ موضوعہ ہیں۔ ان دونوں ابواب کے مطالعہ سے اہل بصیرت افضلیت کے سوال کو خود طے کر سکتے ہیں۔

۳۔ آیاتِ قرآنی

یہ مسلمہ ہے کہ تین ثلث قرآن حضرت علیؑ و اہل بیت رسول کے حق میں ہے باب نہم میں ہم نے ان میں سے صرف چند آیات کا ذکر کیا ہے۔ اس بات کو جماعت اہل حکومت بھی تسلیم کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے حق میں تو مسلمہ طور سے کوئی آیت نہیں ہاں ان کے خلاف کئی ہیں۔ جن میں سے چند میں ان کے جنگ سے فرار کرنے کی مذمت کی گئی ہے

اور ان آیات میں حضرت ابوبکرؓ بھی شامل ہیں۔ ہر ایک وہ شخص شامل ہے جس نے جنگ سے فرار کیا تھا، حضرت ابوبکرؓ کے حق میں لے دے کے ایک آیہ بیان کی جاتی ہے یعنی آیتِ غار اور وہ یہ ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ ع ۶۔

ہمیں تو اس میں حضرت ابوبکرؓ کی کچھ تعریف نظر نہیں آتی، نہ ان کے ایمان و یقین کی نہ زہد و ریاضت کی اور نہ ہی حُبِ رسول کی، اس کا ترجمہ مولوی نذیر احمد خاں صاحب نے اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ:۔ اگر تم رسول کی مدد نہ بھی کرو تو کچھ پرواہ کی بات نہیں۔ اللہ اس کا مددگار ہے اور) اسی نے اپنے رسول کی مدد اس وقت بھی کی تھی، جب کافروں نے اس کو (ایسا بے سر و سامان گھر سے) نکال باہر کیا (کہ صرف دو آدمی اور) وہ پیغمبر ان دو میں کا ایک تھا۔ اس وقت یہ دونوں غار (ثور) میں تھے (اور) اس وقت (پیغمبر) اپنے ساتھی (ابوبکر) کو سمجھا رہے تھے کہ (کچھ) رنج (وفکر) نہ کرو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اپنی (طرف سے) تسلی اتاری اور اس کو (فرشتوں کی) ایسی فوجوں سے مدد دی جن کو تم نہیں دیکھ سکے۔ اور کافروں کی بات کو ہیٹا کر دیا اور (سدا) اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب (اور) صاحب تدبیر ہے۔

اس میں حضرت ابوبکر کی کیا تعریف نکلی، بجائے اس کے کہ اپنے صبر و تحمل سے جناب رسولِ خداؐ کے دل کو خوش کرتے رو رو کر انہیں تکلیف میں ڈال دیا۔ آنحضرتؐ کو خیال ہوا کہ کہیں ان کی آواز باہر نہ چلی جائے۔ لہٰذا ان کے گریہ و زاری کو یہ کہہ کر خاموش کرنے کی کوشش کی کہ ابوبکر تمہارا ایمان بالیقین اتنا ضعیف ہے تم نہیں جانتے کہ ہمارے ساتھ خدا ہے۔ لَا تَحْزَنْ کا ترجمہ ڈپٹی صاحب نے "رنج نہ کرو" کیا ہے۔ منتہی الارب میں حزن کا ترجمہ اندوہ ہے۔ اندوہ بڑے زیادہ غم کو کہتے ہیں۔ اتنا زیادہ غم ہونا اس بات کی نشانی تھی کہ آپ کو خدا کی مدد پر اعتقاد نہیں رہا تھا اور پچھتا رہے تھے کہ کیوں واقعات نے ایسی حالت میں لا کر پھنسا دیا۔ سب سے زیادہ تعجب والی یہ بات ہے کہ آنحضرتؐ کے اس طرح سمجھانے پر بھی حضرت ابوبکرؓ کو تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ قرآن شریف کی آیت بتا رہی ہے کہ خدا نے اپنی تسلی و اطمینان صرف اپنے پیغمبر پر اتارا۔ جناب پیغمبرؐ کا ساتھی اس سے محروم تھا معلوم ہوا کہ یہ گریہ و زاری کرتے رہے۔ یہ تعریف ہے کہ مذمت؟ صاحب کا لفظ باعث فخر نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے زندان کے کافر ساتھی کو بھی اس ہی لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

ہمارے خیال میں تو افضلیت کا جھگڑا طے ہوگیا۔ بات ہی اتنی بدیہی ہے کہ کسی بحث ومنطق کی ضرورت نہیں، چند علماء ومورخین کی رائے بھی نقل کیئے دیتے ہیں :۔

قال احمد بن حنبل واسمٰعیل بن اسحٰق القاضی لم یرو فی فضائل احد من الصحابه بالاسانید الحسان ما روی فی فضائل علی بن ابی طالب کذالك احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمة الله۔

امام احمد حنبل وقاضی اسمٰعیل بن اسحاق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے کسی کے حق میں صحیح اسناد کے ساتھ اتنے فضائل مروی نہیں جتنے علی بن ابی طالب کے حق میں ہیں۔ یہی قول احمد بن شعیب النسائی کا ہے۔

ابن عبدالبر : الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب ۲۱۵ ص ۴۷۹۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ باب التاسع ص ۷۲ و ۷۶۔ الحاکم : مستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ الجزء الثالث ص ۱۰۷۔ سید مومن شبلنجی ، نورالابصار ص ۷۳۔ محب الدین طبری : ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل التاسع ص ۲۱۳۔ امام احمد حنبل : مسند الجزء الاول ص ۲۱۰۔ ابن قتیبہ : کتاب الامامۃ والسیاست ص ۹۳۔ محمد ابن معتمد خاں : نزل الابرار ص ۸۔ نورالدین سمہودی : جواہر العقدین۔ محمد بن طلحہ : مطالب السئول۔ محمد بن یوسف : کفایت الطالب۔

عن معقل بن یسار قال وصب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال هل لك فی فاطمه نعودها فقلت نعم فقام متوکئاً علیّ فقال انه سیحمل ثقلها غیرك ویکون اجرها لك فقال فکانه لم یکن علیّ شیٔ حتیٰ دخلنا علیٰ فاطمه فقلنا کیف تجدینك قالت لقد اشتدت فاقتی وطال سقمی قال عبد الله بن احمد بن حنبل وجدت بخط ابی فی هذا الحدیث قال اما ترضین انی زوجتك اقدمهم سلما واکثرهم علماً واعظمهم حلماً اخرجه احمد واخرجه القلعی وقال زوجتك سیداً فی الدنیا والاخرة ثم ذکر الحدیث وعن عطاء وقد قیل له اکان فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم احد اعلم من علی قال ما اعلم اخرجه القلعی وعن ابن

معقل بن یسار سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب رسولؐ خدا نے مجھ سے کہا کہ آؤ فاطمہؑ کی عیادت کو چلیں۔ میں نے کہا بہتر ہے آپ مجھ پر سہارا دے کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ بوجھ کوئی اور اٹھائے گا اور تیرے لئے اس کا اجر ہے۔ معقل کہتا ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے اُوپر کوئی بوجھ نہیں پس ہم فاطمہؑ کے گھر گئے اور کہا کہ فاطمہ تمہارا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا رنج وغم بڑھ گیا ہے مفلسی زیادہ ہوگئی ہے اور مرض نے طول کھینچا ہے۔ عبداللہ بن احمد حنبل کہتے ہیں کہ میں نے اس روایت میں اپنے والد احمد بن حنبل کی تحریر دیکھی۔ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ اے فاطمہ کیا تم راضی نہیں کہ تمہارا شوہر تمام اُمت میں سب سے پہلے ایمان لانے والا سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور سب سے زیادہ علم والا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ دین و دنیا میں سردار

مسعود رضی اللہ عنہ قال اعلم اھل المدینۃ بالفرائض علی بن ابی طالب و عن المغیرۃ نحوہ اخرجھما القلعی وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ قال واللہ لقد اعطی علی تسعۃ اعشار العلم وائم اللہ لقد شارککم فی العشر العاشر اخرجہ ابو عمر۔

ہے۔ عطاء سے مروی ہے اس سے دریافت کیا کہ کیا اصحاب رسول میں کوئی شخص علیؑ سے زیادہ علم والا تھا۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ ابن مسعود و مغیرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ میں کوئی شخص علیؑ سے زیادہ عالم فقہ نہ تھا۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے دیئے گئے ہیں اور باقی دسویں حصہ میں بھی وہ تمہارے شامل ہے۔

محب الدین طبری، ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۳۔ امام احمد حنبل مسند الجزء الخامس ص ۲۶۔ الحاکم مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث ص ۱۲۹؛ شیخ سلیمان بلخی: ینابیع المودۃ۔ الباب الثانی والخمسون ص ۱۲۵۔ لغایت ۱۲۸؛ محمد بن اسمعیل روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۸۲؛ میرزا محمد ابن معتمد خاں: نزل الابرار ص ۱۰ و ۳۱۔ علی المتقی، کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ احدیث ۲۵۴۲۔ ۲۵۴۳۔ ۴۴۔ ۲۵۴۴، ص ۲۹۲۔ حدیث ۷۔۔۶، ص ۹۸ ۳ حدیث ۶۰۔۶۰

ان رجلا من ھمدان یقال لہ بردقدم علی معاویہ فسمع عمرا یقع فی علی فقال لہ یا عمرو ان اشیاخنا سمعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ فحق ذلک ام باطل فقال عمرو حق وانا ازیدک انہ لیس احد من اصحابہ رسول اللہ لہ مناقب مثل مناقب علی۔

ہمدان کا ایک آدمی جس کا نام برد تھا۔ معاویہ کے پاس آیا وہاں اس نے عمرو بن العاص کو علیؑ کی برائی کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا اے عمرو ہمارے شیوخ نے جناب رسول خدا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ کیا یہ درست ہے یا غلط ہے عمرو نے جواب دیا کہ درست ہے بلکہ میں تجھے اس سے بھی زیادہ بتاؤں وہ یہ کہ اصحاب رسول میں کوئی شخص ایسا نہ تھا۔ جس کے مناقب علیؑ کے مناقب کے برابر ہوں۔

امام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ: کتاب الامامت والسیاست ص ۹۳۔

واخرج الطبرانی وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال ما انزل اللہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الا و علی امیرھا و شریفھا ولقد عاتب اللہ اصحاب محمد فی غیر مکان وما ذکر علیا الا بخیر واخرج ابن عساکر عنہ قال ما نزل فی احد

طبرانی و ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن عباس سے کہ کہا ابن عباس نے کہ کوئی آیۃ خطابیہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ نہیں اُتری۔ مگر یہ کہ علیؑ اس آیت کے مخاطبوں کے امیر و شریف تھے۔ یعنی سب سے پہلے وہ خطاب علیؑ سے تھا۔ بہ تحقیق کہ خداوند تعالے

من کتاب الله تعالیٰ ما نزل فی علی واخرج عنه ایضاً قال نزل فی علی ثلاث مائة اٰیة واخرج الطبرانی عنه قال کانت لعلی ثمانیه عشر منقبة ما کانت لاحد من هٰذه الامة .... واخرج ابویعلی عن ابی هریرة قال قال عمر بن الخطاب لقد اعطی علی ثلاث خصال لان یکون لی خصلة منها احب الی من حمر النعم فسئل وما هی قال تزویجه ابنتة وسکناه فی المسجد لایحل لی فیه ما یحل له والراية یوم خیبر وروی احمد بسند صحیح عن ابن عمر نحوه۔

نے اصحاب محمد پر قرآن شریف میں متعدد جگہ عتاب کیا ہے۔ لیکن علیؑ کا ذکر ہمیشہ خیر کے ساتھ فرمایا ہے اور ابن عساکر نے ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف میں اتنی آیتیں کسی اورکی تعریف و توصیف میں نازل نہیں ہوئیں جتنی کہ علیؑ ابن ابی طالب کی توصیف و مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اور نیز ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں قرآن شریف کی تین صد آیتیں نازل ہوئی ہیں اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا ابن عباس نے کہ علی کے اٹھارہ فضائل ایسے تھے کہ جو اس اُمت میں کسی فرد کو نصیب نہیں ہوئے ..... اور ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ کہا کہ عمر نے کہ علی کو تین بزرگیاں ایسی عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھ کو مل جاتی تو مجھے شتران سُرخ چشم سے زیادہ محبوب ہوتی لوگوں نے کہا کہ وہ کون ہیں تو جواب دیا ایک تو دختر رسول سے نکاح دوسرے مسجد کی طرف دروازہ کھُلا رہنا کہ علیؑ کو مسجد میں وہ حلال تھا جو مجھے نہ تھا اور تیسرے خیبر کے دن رایت فتح لینا۔ اور امام احمد نے بھی یہی روایت بسند صحیح ابن عمر سے کی ہے۔

ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۲۰۷۔ سید مومن شبلنجی :۔ نور الابصار ص ۷۳۔ علی المتقی :۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۳۸ ص ۳۹۱ حدیث ۵۹۹۰۔ شیخ سلیمان بلخی۔ ... ینابیع المودۃ باب الثانی والاربعون ص ۱۰۳۔ محمد بن طلحۃ الشافعی کتاب مطالب السئول الباب الثانی ص ۸۔ سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الامۃ ص ۱۰۔

۴۔ اقبال افضلیت علی

رکن چہارم اقبال افضلیت علی

خلافت ملنے کے بعد پہلا خطبہ جو حضرت ابوبکر نے دیا اس میں تسلیم کیا ہے لست بخیرکم وعلیؑ فیکم۔ میں تم میں کا بہتر شخص نہیں ہوں۔ کیونکہ علیؑ تم میں موجود ہیں دیکھو سر العالمین امام غزالی۔ تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن الجوزی ص ۳۶۔ حضرت عمر کے بہت سے اقوال و واقعات اس ضمن میں بیان کئے جاسکتے ہیں۔ ریاض النضرۃ میں درج ہے۔

وروی ان عمر اراد ارجم المرأة التی

مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے عورت کو سنگسا

ولدت بستة اشهر فقال له علی ان
الله تعالےٰ یقول وحمله وفصاله ثلاثون
شهرا وقال تعالےٰ وفصاله فی عامین
فالحمل ستة اشهر والفصال فی عامین
فترك رجمها وقال لولا علی لهلك عمر
اخرجه العقیلی واخرجه ابن السمان عن
ابی حزم بن ابی الاسود وعن سعید بن
المسیب قال کان عمر یتعوذ من معضلة
لیس لها ابو الحسن اخرجه احمد وابو عمر
وعن محمد بن الزبیر قال دخلت مسجد
دمشق فاذا انا بشیخ قد التوت ترقوتاه
من الکبر فقلت یا شیخ من ادرکت قال عمر
قلت فما غزوت قال الیرموك قلت فحدثنی
شیئ سمعته قال خرجنا مع قتیبه حجاجا
فاصبنا بیض نعام وقد احرمنا فلما
قضینا نسکنا ذکرنا ذلك لامیر المؤمنین
عمر فادبر وقال اتبعونی حتی انتهی الی
حجر رسول الله صلی الله علیه وسلم
فضرب حجرة منها فاجابته امراءةٌ
فقال اثمّ ابو الحسن قالت لا فمر فی
المقتاة فادبر وقال اتبعونی حتی انتهی
الیه وهو یسوی التراب بیده فقال
مرحبا یا امیر المؤمنین فقال ان هؤلاءِ
اصابو بیض نعام وهم محرمون قال
الا ارسلت الیّ قال انا احق
باتیانك قال یضربون الفحل
قلائص ابکارا بعدد البیض فما
نتج منها اهدوه قال فان الابل
تخدج قال علی والبیض یمرض

کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس کا صرف یہ قصور تھا کہ
اس کے یہاں بچہ حمل کے چھ مہینے کے بعد پیدا
ہوا تھا۔ اس پر حضرت علیؑ نے عمر سے کہا کہ خداوند
تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچے کے حمل اور دودھ چھٹنے
کی مدت تیس مہینے ہے اور دوسری جگہ فرماتا
ہے کہ دودھ چھٹنے کی مدت دو سال ہے لہٰذا
حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی۔ اس پر عمر نے اسکو
سنگسار نہیں کیا اور کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر
ہلاک ہو جاتا۔ عقیلی نے اخراج کیا ہے اور نیز اسکو
ابن السمان نے ابو حزم بن ابی الاسود سے بھی
اخراج کیا ہے۔ سعید بن المسیب سے مروی
ہے کہ حضرت عمر پناہ مانگتے تھے اس مصیبت سے
جس کے حل کرنے کے لئے علی موجود نہ ہوں۔
امام احمد حنبل اور ابو عمر نے اس روایت کا اخراج
کیا ہے۔ بسند صحیح۔ محمد بن زبیر سے مروی ہے
وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد دمشق میں داخل
ہوا۔ وہاں میں نے ایک بہت ضعیف العمر
آدمی کو دیکھا جس کے دونوں شانے بوجہ کبرسنی
کے جھک گئے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ اے
شیخ تم نے کس کا زمانہ پایا ہے کہا کہ عمر کا۔ میں
نے کہا کہ کوئی روایت سناؤ اس نے جواب دیا
کہ ایک دن ہم نے قتیبہ کے ساتھ حج کیا اور
بحالت احرام ہم نے شتر مرغ کے انڈے کھا
لئے جب ہم نے تمام رسومات حج ادا کر لئے
تو اس کا ذکر ہم نے عمر سے کیا۔ وہ اٹھ کھڑے
ہوئے اور کہا کہ میرے ساتھ آؤ اور وہ ہم کو
جناب رسول خدا کے حجروں تک لے گئے ان
میں سے ایک حجرہ کا دروازہ انہوں نے
کھٹکھٹایا ایک عورت نے جواب دیا۔ حضرت

فلما ادبر قال عمر اللھم لا تنزل بی شدیدۃ الا وابو الحسن الی جنبی اخرجہ ابن البختری۔

عمر نے پوچھا کہ ابوالحسن یہاں ہیں۔ عورت نے کہا کہ نہیں پس وہاں سے عمر آگے بڑھے اور ہم سے کہا۔ کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ پس وہ علی تک پہنچے جہاں وہ اپنے ہاتھ سے مٹی برابر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرحبا اے امیر المومنین حضرت عمر نے کہا کہ ان لوگوں نے بحالت احرام شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ تم نے مجھے ہی کیوں نہ بلا لیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ نہیں میرے اوپر ہی واجب تھا کہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ جتنے انڈے ان لوگوں نے کھائے اتنی تعداد کی نر اونٹنیوں کو جوان اونٹوں سے گیابھن کرائیں اور پھر جتنے بچے پیدا ہوں وہ ہدیہ کر دیں۔ عمر نے کہا کہ بعض دفعہ اونٹوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں۔ علیؑ نے جواب دیا کہ انڈے بھی گندے ہو جایا کرتے ہیں۔ پس عمر وہاں سے واپس آئے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خداوندا میرے اوپر کوئی مصیبت نہ ڈال لیکن یہ کہ اس کے حل کرنے کو ابوالحسن میرے پاس ہوں۔ ابن البختری نے بسند صحیح اس روایت کا اخراج کیا ہے۔ الحب الدین الطبری، ریاض النضرۃ الجزء الثانی)، باب التاسع فصل السادس ص ۱۹۴۔

علامہ ابن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں۔

قال احمد بن زہیر حدثنا عبید اللہ ابن عمر القواریری حدثنا مومل بن اسمعیل حدثنا سفیان الثوری عن یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب قال کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن۔۔۔ فکان عمر یقول لولا علی لھلک عمر۔

سعید ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر خدا سے پناہ مانگتے تھے اس مصیبت سے جس کے حل کرنے کے لئے علی ان کے پاس نہ ہوں۔ ۔۔۔۔۔ لہٰذا حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ابن عبد البر: الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ص ۴۷، ۴۸۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۲۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ، الجزء الثانی، باب الرابع۔ فصل السادس ص ۱۹۴-۱۹۷۔ سید مومن شبلنجی۔ نور الابصار، ص ۷۱، ۷۳۔ محمد بن طلحۃ الشافعی۔ مطالب السئول الفصل السادس، ص ۲۹۔ سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الامۃ فصلؐ فی قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن ص ۸۵ لغایت ۸۸۔

۵۔ دعویٰ افضلیت

رکن پنجم
دعویٰ افضلیت

چونکہ حضرت علیؑ کی معرفت و محبت جزو دین و ایمان قرار دی گئی تھی۔ لہٰذا مسلمانوں کی ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام امت کو اپنی شان سے آگاہ کریں۔ تاکہ ان کو لاعلمی کی حجت باقی نہ رہے، آپ ممبر پر دنیائے اسلام کو صلائے عام دیتے تھے کہ

پر چلا رہا ہے اور دوسروں کو بھی چلا سکے لیکن اس کی شناخت عوام الناس کے پاس نہیں ہوتی۔ یہ تو وہ ہی ذات کر سکتی ہے جسکو انسان کے دلوں کی حالت سے واقفیت ہے اور انکے اعمال اور اعمال کی نیت کا علم ہوتا ہے خدا سے بہتر اُمت اسلامیہ کیلئے امام مقرر کرنا کسی اور کا حق نہیں ہو سکتا وہ مقرر کرتا ہے اور اپنے نبی پر فرض عائد کرتا ہے اس کا اعلان کر دے۔ یہ عوام الناس کا حق نہیں ہے بلکہ خدا کے رسولؐ کا فرض ہے کہ خدا کی طرف سے مقرر شدہ امام یعنی والی امور مسلمین کا اعلان کر دے۔

چونکہ اسلام اپنی اُس صورت میں اور ہمہ گیری ہیں جسمیں جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تلقین کی انسان کی تمام تحریکات اور تمام حالات پر حاوی ہے لہٰذا ولایت امور مسلمین بھی حکومت ہوئی لیکن خاص مقصد کیلئے اور خاص صورت میں۔ یہ اس وقت ولایت امامت (حکومت جائز) ہے کہ جب اس کا والی اُن صفات کا حامل ہو جو اس عہدہ کے لیے ضروری ہیں اور وہ تمام اُمت اسلامیہ کو عدل وانصاف کے ساتھ قوانین اسلام پر چلائے۔ والی کا مقصد و مدعا اور مطمع نظر محض یک ہو اور وہ صحیح اسلام کی تبلیغ و ترقی ہے۔ اس کی لشکر کشی میں دیگر اقوام سے جنگ و صلح کرنے میں اپنے رعایا کے معاملات میں مقدمات کے تصفیہ میں یہی ایک مقصد ہونا چاہیئے دولتمندوں اور صاحب رسوخ لوگوں سے مرعوب ہو جانا اُن کے معاملات کو غریب لوگوں پر ترجیح دینا۔ اُن کو اقطاع و جاگیر دے کر ان کی خوشنودی حاصل کرنا اُس کیلئے جائز نہیں اُن کے درجے فقط ایک اصُول پر مقرر کرنے ہونگے اور وہ یہ ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم دولت کی بجائے تقویٰ کو معیار تکریم و تعظیم مقرر کرنا اسلام کا مابہ الامتیاز ہے اور والی امور مسلمین پر واجب ہے کہ وہ اس قرآنی حکم پر عمل کرے اس موقعہ پر قرآن شریف میں حاکم یا حکومت کا لفظ کہیں نہیں ہے امامت اور ولایت اور وصی کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور والی امور مسلمین کو مقرر کرنا خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے اور رسولؐ کے ذریعہ سے بتا دیا ہے اس کتاب میں مناسب موقعہ پر ان آیات اور احکام قرآنی کی طرف تفصیل کے ساتھ اشارہ کیا جائیگا یہاں صرف ایک ہی آیت کا ہم ذکر کرتے ہیں :- اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَہُمۡ رٰکِعُوۡنَ ؕ المائدہ ۵ : ۵۵۔

اس آیت پر تفصیل سے بحث ہم نے اس کتاب کے باب نہم میں کی ہے جمہور اعلام اُمت اس پر متفق ہیں کہ یہ آیہ شریفہ خاص جناب امیر علیہ السلام کے متعلق ہے اور اس کا اشارہ اُس واقعہ خیرات انگشتری کی طرف ہے جو حضرت نے بحالت رکوع سائل کو دی تھی۔ یہاں اس آیت کے بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ اس میں لفظ ولی کو حاکم کے معنی میں استعمال کیا گیا۔ اگر اسلام میں عرف عام والی حکومت ہوتی تو اُس کا ہی ذکر یہاں منسوب ہوتا لیکن اسلام میں ولایت ہے۔ حکومت نہیں ہے اور وہ بھی خاص اغراض کیلئے ہے مطلب یہ تو کہ تمہارا ولی امر ایسا متقی و پرہیز گار ہونا چاہیئے۔ جب ہی تو جناب امیرؑ کے دیگر فضائل کو چھوڑ کر انکی عبادت و اتقا کا ذکر کیا گیا۔ اس آیت سے ایک دوسری آیت کے معنی معلوم ہوئے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ سورۃ النساء ۴ : ۵۹

اولوالامر کے معنی یہاں معمولی حاکم کے نہیں ہیں بلکہ والی امور مسلمین کے ہیں "منکم" مسلمانوں کو خطاب ہے تمام رعایا سے مطلب نہیں ہے یہاں معلوم کرنا ضروری ہے کہ مغربی تخیل حاکم اور اسلامی تخیل والی امور مسلمین میں کیا فرق ہے۔

مغربی تخیل حاکم۔ اس کے چند بڑے بڑے اصُول یہ ہیں :-

(۱) رعایا کا حق ہے کہ اپنا حاکم خود مقرر کرے۔ (۲) تمام رعایا کثرت رائے سے حاکم مقرر کرے۔

پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو میرے بعد تم کو ایسا موقع نہیں ملے گا۔

قال احمد بن زهیر واخبرنا ابراهیم بن بشار قال حدثنا سفیان بن عیینه حدثنا یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب قال ماکان احد من الناس یقول سلونی غیر علی بن ابی طالب و روی معمر بن وهب بن عبد الله عن ابی الطفیل قال شهدت علیا یخطب وهو یقول سلونی فوالله لا تسئالونی عن شئ الا اخبرتکم وسلونی عن کتاب الله فوالله مامن ایة الا وانا اعلم ابلیل نزلت ام بنهار ام فی سهل ام فی جبل۔

(اسمائے رواۃ عربی میں) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے اور کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ دعوٰے کیا ہو کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو۔ ابوالطفیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک دن علیؑ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے جو تمہارا جی چاہے۔ قسم بخدا کسی شے کی بابت تم مجھ سے نہیں پوچھو گے لیکن یہ کہ میں تمہیں اس بات کی خبر دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کی بابت دریافت کرو۔ قسم بخدا کوئی آیت قرآن کی نہیں لیکن میں اس کی نسبت جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

ابن عبدالبر۔ الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب ص ۴۷۵ و ۴۷۶۔ محب الدین طبری۔ ریاض النضرۃ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص ۱۹۸۔ فصل التاسع ص ۲۲۱ حسن ابراہیم حسن۔ تاریخ الاسلام السیاسی الجزء الاول ص ۳۹۲۔ ابن سعد۔ طبقات الکبری ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۱۔ ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۲۰۸۔ ابن حجر مکی۔ صواعق محرقہ باب التاسع فصل الثالث ص ۷۶، فصل الرابع ص۸۰۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ۔ ینابیع المودۃ باب الثالث عشر ص ۹۲ باب الرابع عشر ص ۶۰۔ علی المتقی۔ کنز العمال الجزء السادس ص ۳۹۷ حدیث ۶۰۵۲، ص ۴۰۵ حدیث ۶۱۳۸۔ محمد بن اسمٰعیل۔ روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ ص ۸۳۔ محدث حسن علی تفریح الاحباب ص ۳۵۰۔ سبط ابن الجوزی۔ تذکرہ خواص الامت ص ۱۷۔

دیکھا آپ نے تمام علماء واہل سیر کا اتفاق ہے کہ سوائے علی مرتضیٰ کے اصحاب رسول میں سے کسی اور کو یہ کہنے کی ہمت نہ ہوئی کہ پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو یہ شان باب علم نبی کی ہی ہو سکتی تھی۔ اصحاب رسول میں سے دعویٰ سلونی کرنے والا تو کون ہوتا سوال کرنے کی بھی لیاقت نہ تھی۔ ایک دفعہ اس سارے مجمع میں سے جو سوال کیا گیا وہ یہ تھا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ میرے سر اور ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں۔ اس حماقت کی بھی کوئی انتہا ہے اور پھر دعوٰے برابری کا۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۲۰۸۔

سید شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں حضرت علیؑ کے اس قسم کے کئی خطبے نقل کئے

حضرت علیؑ کا خطبہ از الزام النواصب

ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

منها الفاروق۔ وقد تقدم حديثه قبل
ذلك وانی قد وجدت بخط بعض سادة
العلماء والاكابر ما هذه صورته بتحية
المخابر مما قال امیر المومنين وامام المتقين
علی بن ابی طالب كرم الله وجهه على
المنبر انا النون والقلم وانا النور ومصباح
الظلم انا الطريق الاقوم انا فاروق الاعظم
انا عيبة العلم انا دية الحلم انا النباء
العظيم انا الصراط المستقيم انا وارث
العلوم انا هيولى النجوم انا عمود الاسلام
انا مكسر الاصنام انا ليث الزحام انا انيس
الهوام انا الفخار الافخر انا الصديق الاكبر
انا امام المحشر انا ساقی الكوثر انا صاحب
الرايات انا سريرة الخفيات انا جامع
الآيات انا مؤلف الشتات انا مفرج
الكربات انا دافع الشقاة انا حافظ
الكلمات انا مخاطب الاموات انا
حلال المشكلات انا مزيل الشبهات
انا ضيغم الغزوات انا صاحب المعجزات
انا الزمام الاطول انا محكم المفصل انا
حافظ القرآن انا بتيان الايمان انا
قسيم الجنان انا شاطر النيران انا مكلم
الثعبان انا حاطم الاوثان انا حقيقة
الاديان انا عين الاعيان انا قرن الاقران
انا مذل الشجعان انا فارس الفرسان
انا سوال متى انا لممدوح هل اتى انا شديد
القوى انا حامل اللوى انا كاشف الردى
انا بعيد المدى انا عصمة الورى انا ذكی

حضرت علیؑ کے القاب میں سے ایک لقب
فاروق کا ہے اور اس کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے
بہ تحقیق کہ میں نے جناب امیر علی ابن ابی طالب
کا مندرجہ ذیل خطبہ بڑے بڑے فضلاء اور اکابر
علماء کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا دیکھا ہے وہ یہ ہے
میں نون والقلم ہوں اور میں نور ہوں تاریکیوں
کو روشن کرنے والا ہوں، میں ہی صراط مستقیم
ہوں، میں فاروق اعظم ہوں۔ میں علم کا مخزن
اور حلم کا معدن ہوں۔ میں بناء العظیم ہوں میں
ہی صراط مستقیم ہوں میں پچھلے اور اگلے علوم کا
وارث ہوں میں ستاروں کا ہیولیٰ ہوں میں اسلام
کا ستون ہوں، میں بتوں کو توڑنے والا ہوں۔ میں
شیر زرغام ہوں میں اہل ہم و غم کا مونس ہوں مجھ کو
ہر ایک فخر زیب دیتا ہے۔ میں صدیق اکبر ہوں۔
میں امام محشر ہوں۔ میں ساقی کوثر ہوں۔ میں صاحب
علم دلواء ہوں، میں امور خفی کی قرارگاہ ہوں میں
آیات الہی کا مجمع ہوں میں پریشانیوں کا جمع کرنے
والا ہوں۔ میں غموں کا دور کرنے والا ہوں۔ میں
کلمات الہیہ کا محافظ ہوں، مردے مجھے پکارتے
ہیں۔ میں مشکلوں کو حل کرنے والا ہوں میں شبہات
کو دور کرنے والا ہوں میں جنگوں کو فتح کرنیوالا
ہوں۔ میں صاحب معجزات ہوں میں نہایت طویل
حبل المتین ہوں، میں فضائل کا مصدر ہوں میں قرآن
کا حفاظت کرنے والا ہوں میں ایمان کی تشریح کرتا
ہوں میں قسیم النار والجنۃ ہوں۔ میں اژدر سے
باتیں کرنے والا ہوں میں بتوں کو توڑنے والا ہوں
میں تمام ادیان کی حقیقت ہوں۔ میں فیض کے
چشموں سے ایک عظیم چشمہ ہوں۔ میں سردار ہوں

الوغی انا قاتل من بغی انا موهوب الشذا
انا اعذی القذی انا صفوة الصفا انا
کفو الوفا انا موضح القضایا انا مستودع
الوصایا انا معدن الانصاف انا محض
العفاف انا صواب الخلاف انا رجال
الاعراف انا سور المعارف انا معارف
العوارف انا صاحب الاذن انا قاتل
الجن انا یعسوب الدین وصالح المومنین
وامام المتقین انا اول الصدیقین انا
الحبل المتین انا دعامة الدین انا
صحیفة المومن انا ذخیرة المهیمن
انا الامام الامین انا الدرع الحصین
انا ضارب بالسیفین انا طاعن بالرمحین
انا صاحب بدر وحنین انا شقیق الرسول
انا بعل البتول انا سیف الله المسلول
انا ادام الغلیل انا شفاء العلیل انا سوال
السائل انا نجدة الوسائل انا قالع الباب
انا مفرق الاحزاب انا سید العرب
انا کاشف الکرب انا ساقی العطاش
انا النائم علی الفراش انا الجوهرة الثمینه
انا باب المدینة انا کلمة الحکمة انا
واضع الشریعة انا حافظ الطریقة
انا موضح الحقیقة انا مطیعة الودیعة
انا مبید الکفرة انا ابو الائمة انا
الدوحة الاصلیة انا مفضال
الفضیلة انا خلیفة الرسالت انا
عمید ع البسالة انا وارث المختار
انا طهیر الاطهار انا عقاب الکفور
انا مشکوٰة النور انا جملة الامور

کا سردار ہوں۔ میں شجاع لوگوں کو پست کرنے
والا ہوں۔ میں شہسوار میدان شجاعت ہوں میں
سوال متیٰ ہوں میں ہل اتیٰ کا مقصود و ممدوح ہوں
میں شدید القویٰ حامل لوا و حمد ہوں میں تکلیفوں
کا دُور کرنے والا ہوں میں ہر موجود شے کی انتہا
ہوں، مجھ سے دنیا کی حفاظت ہے میں جنگ
کو تیز کرنے والا ہوں میں باغیوں کو قتل کرنے
والا ہوں مجھے علم لدنی عطا کیا گیا ہے میں خدائے
تعالیٰ کا منتخب بندہ ہوں۔ میں جھگڑوں کو طے
کرنے والا ہوں میں وصیتوں کا مقام ودیعت
ہوں میں معدن عدل ہوں میں پرہیز گاری و
عصمت محض ہوں میں وہ رجال الاعراف ہوں
جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے میں معارف
علوم کا مخزن (دیوار) ہوں جنّات کو قتل کرنے
والا ہوں میں سردار دین ہوں میں وہ صالح
المومنین ہوں جس کا ذکر قرآن میں ہے، میں
امام المتقین ہوں میں صدیقوں کا سردار ہوں،
میں حبل المتین ہوں میں دین کا عظیم ترین سردار
ہوں۔ میں مومن کا صحیفہ ہوں۔ میں امام الامین ہوں
میں مضبوط جوشن ہوں۔ میں دو تلواریں
چلانے والا ہوں میں دو نیزوں سے جنگ
کرنے والا ہوں۔ فاتح بدر و حنین ہوں۔ میں
ہم نفس رسول ہوں۔ میں شوہر فاطمہؑ
ہوں۔ میں خدا کی کھینچی ہوئی تلوار ہوں۔ میں
بیماروں کے لئے شفا ہوں۔ مشکلات کا حل
کرنے والا ہوں۔ میں ایک وسیلہ ہوں۔
میں دروازوں کو اکھاڑنے والا ہوں میں کفار
کے گروہوں کو بھگانے والا ہوں میں عرب
کا سردار ہوں۔ میں مصائب و رنج کو

انا زهرة النور انا بصیرة البصائر انا ذخیرة الذخائر انا بشارة البشر انا الشفیع المشفع فی الحشر انا ابن عم البشیر النذیر انا طور الاطوار انا جود الاجواد انا حلیة الخلد انا بیضة البلد انا صمصام الجهاد انا حلیة الاساد وانا الشاهد المشهود انا العهد المعهود انا منح المنائح انا صلاح المصالح انا غمضة الغوامض انا لحظة اللواحظ انا اغذیة اللفظ انا اجوبة المحفظ انا نفیس النفائس انا غیاث الضنك انا سریع الفتك انا رحیب الباع انا وقر الاسماع انا رث الوارث انا نفثة النافث انا جنب الله انا وجه الله۔

دُور کرنے والا ہوں میں پیاسوں کو پانی پلانے والا ہوں، میں فرشِ رسولؐ پر سونے والا ہوں میں نہایت قیمتی جوہر ہوں، میں بابِ مدینۂ علمِ نبی ہوں، میں کلمۂ حکمت ہوں، میں شریعت کا مقرر (واضح) کرنے والا ہوں، میں امانتوں کا محافظ ہوں، میں کفر کا بیخ دبن اُکھاڑنے والا ہوں۔ میں اماموں کا باپ ہوں، میں شرافت و بزرگیوں کا شجرِ عظیم ہوں۔ میں فضیلتوں کا معدن ہوں، میں رسالت کا جانشین ہوں میں شجاعت کا منبع ہوں۔ میں رسولِ مختارؐ کا وارث ہوں، میں طاہر و مطہر ہوں۔ میں نور کا چراغ ہوں، میں تمام اُمور کا خلاصہ ہوں، میں نورِ اصلی کی چمک ہوں میں صاحب بصیرتِ عظیم ہوں میں علوم کا خزانہ ہوں۔ میں بنی نوعِ انسان کے لئے بشارت ہوں، میں مقرر کیا ہوا شفیعِ محشر ہوں۔ میں بشیر و نذیر کا ابنِ عم ہوں، میں سخاوت کا سرچشمہ ہوں، میں جنّت کا آراستہ کرنے والا زیور ہوں۔ میں بیضۃ البلد ہوں۔ میں جہاد کی تلوار ہوں۔ میں شیرِ خدا ہوں۔ میں مشہود کا گواہ ہوں میں ہی عہد ہوں۔ میں بخششوں کا عطا کرنے والا ہوں، خرابیوں کی درستی کرنے والا ہوں میں سرّ الاسرار ہوں۔ میں سختیوں اور تنگیوں میں لوگوں کی فریاد کو پہنچنے والا ہوں میں جنب اللہ ہوں میں وجہ اللہ ہوں۔

اس ہی سلسلہ میں ہم جناب امیرؑ کا ایک اور خطبہ نقل کرتے ہیں۔ اس خطبہ کو علامہ کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحۃ القرشی نے کتاب درالمنظم میں نقل کیا ہے اور شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ نے ینابیع المودۃ میں درج کیا ہے اس کا کچھ حصّہ سیّد شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں نقل کیا ہے۔ ہم ینابیع المودۃ سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ کا خطبہ از کتاب درالمنظم

وقد ثبت عند علماء الطریقة ومشائخ الحقیقة بالنقل الصحیح والکشف الصریح ان امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجہہ قام علی المنبر بالکوفة وهو یخطب فقال بسم الله الرحمن الرحیم

علماء کے نزدیک اسانید صحیحہ کے ذریعہ سے ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کوفہ میں منبر پر یہ خطبہ ادا فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ حمد و ثنا ہے واسطے اُس خدائے بزرگ و برتر کے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور ان کو

الحمد لله بديع السموات والارض و
فاطرها وساطح المدحيات ووازرها و
مطود الجبال وقافرها ومفجر العيون
ونافرها ومرسل الرياح وزاجرها و
ناهي القواصف وآمرها وزين السماء
وزاهرها ومدبر الافلاك ومسيرها
ومقسم المنازل ومقدرها ومنشي السحاب
ومسخرها ومولج الحنادس ومنورها
ومحدث الاجسام ومقررها ومكرر
الدهور ومكدرها ومورد الامور و
مصدرها وضامن الارزاق ومدبرها
ومحي الرفات وناشرها احمده على
الائه وتوافرها واشكره على
نعمائه وتواترها واشهد ان لا اله
الا الله وحده لاشريك له له
شهادة تودي الى السلامة
ذاكرها وتومن من العذاب ذاخرها
واشهد ان محمدا صلى الله عليه وآله
وسلم الخاتم لما سبق من
الرسل وفاخرها ورسوله الفاتح
لما استقبل من الدعوة وناشرها
ارسله الى امة قد شعر بعبادة
الاوثان شاعرها فابلغ صلى الله
عليه وآله وسلم في النصيحة وافرها
وانار منار اعلام الهداية ومنابرها
ومحا بمعجز القرآن دعوة الشيطان
ومكاثرها وارغم معاطيس غواة
العرب وكافرها حتى اصبحت
دعوة الى الحق بادل زائرها وشريعة

پہاڑوں سے مضبوط کیا، چشمے جاری کیئے، ہوائیں
چلائیں اور آندھیوں کو اپنے حکم میں رکھا جس نے
آسمانوں کو ستاروں سے مزین کیا اور افلاک
کو ایک قرینہ و نظام کے ساتھ چلایا جس نے
سورج و چاند و ستاروں اور سیاروں کے لئے
منازل مقرر کئے بادلوں کو پیدا کر کے اپنے زیر
حکم رکھا، کالی راتوں کو لانے والا اور پھر ان
کو منور کرنے والا۔ اجسام کو پیدا کر کے ان کو
مقرر کرنے والا، زمانوں کو قائم کرنے والا،
امور کو لانے والا، جانداروں کے رزقوں کا
ضامن اور ان کا تدبیر کرنے والا، مردہ زمینوں
کو زندہ کرنے والا۔ میں اس کی نعمتوں کا اور
ان کی افراط کا شکر ادا کرتا ہوں اور ان بہر بانیوں
اور ان کے تواتر پر اس کی حمد کرتا ہوں۔ میں
شہادت دیتا ہوں کہ صرف وہی ایک خدا ہے
اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ ایسی شہادت ہے
جو اس کے کہنے والے کو سلامتی کی طرف لیجاتی
ہے۔ اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھتی ہے
اور میں شہادت دیتا ہوں۔ محمد مصطفےٰ نبی برحق
خاتم النبیین اور ان کے فخر ہیں۔ ایسا رسول جس
نے اپنی دعوت کو غالب کیا اور پھیلایا اور اپنی
اس امت کو پہنچایا۔ جو بت پرستی میں ڈوبی ہوئی
تھی۔ پس انہوں نے اپنی نصیحت میں مبالغہ کیا
نور کے جھنڈے بلند کیئے اور ہدایت کے
لئے منبر بچھائے۔ اور قرآن کے معجزے
سے شیطان کی دعوت کو محو کر دیا۔
عرب کے گمراہوں اور کافروں کو نیست و
نابود کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کی دعوت حق و
شریعت مطہرہ جاری ہو گئی۔ اسے لوگو!

المظهره الى المعاذ يفخر فاخرها صلى الله عليه واله الدوحة العليا وطيبب عناصرها ايها الناس سار المثل وحقق العمل وتسلمت الحصيان وحكمت النسوان واختلفت الاهواء وعظمت البلوى واشتدت الشكوى واستموت الدعوى وزلزلت الارض وضيع القرض وكمنت الامانة وبدة الخيانة وقام الادعياء ونال الاشقياء وتقدمت السفهاء وتاخرت الصلحاء وازور القران واحمر الدبران وكملت الفترة وسدت الهجرة فظهرت الافاطس فحت الملاطس يهلكون السائر ويهتكون الحرائر ويحيون كيسان ويخربون خراسان فيهدمون الحصون ويظهرون المصون ويفتحون العراق بدام يراق فاه آه ثم آه آه العريض الافواه وذبول الشفاه ثم التفت يمينا وشمالا وتنفس الصعدا ملا لاوتاده خشوعا وتغير خضوعا فقام اليه سويد بن نوفل الهلالی فقال يا اميرالمومنين انت حاضر بما ذكرت وعالم به فالتفت اليه بعين الغضب وقال له تكلتك التواكل ونزلت بك النوازل يابن الجبان والخبائث والمكذب الناكث سيقصر بك الطول ويغلبك الغول انا سر الاسرار انا شجرة الانوار انا دليل السموات انا انيس

خبردار ہو جاؤ عنقریب وقت آگیا ہے لوگوں کی خواہشیں مختلف ہوگئیں۔ دعوے جاری ہوگئے، زمین کو زلزلہ آیا، لوگوں کے قرض ضائع ہوگئے۔ امانت رائیگاں گئی۔ خیانت ظاہر ہوگئی، جھوٹے مدعیان کھڑے ہوگئے اشقیا آگئے، کمینے آگے بڑھ گئے۔ نیک لوگ پیچھے رہ گئے۔ لوگوں نے قرآن کے ساتھ دھوکہ کیا۔ یعنی اس کی غلط تاویلیں کیں۔ اب اسرار ضائع ہو رہے ہیں۔ آزاد آدمیوں کی عزت وناموس برباد ہو رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خراسان خراب ہونے والا ہے پس قلعے گرائے جائیں گے اور عراق میں خون کی نہریں بہیں گی۔ افسوس افسوس، پھر آپ نے دائیں بائیں نظر کی اور ایک گہرا ٹھنڈا سانس لیا۔

اس وقت سوید بن نوفل الہلالی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے امیرالمومنین یہ واقعات آپ نے کیونکر معلوم کئے۔ کیا آپ وہاں موجود تھے

اس پر حضرت علیؑ نے غیظ سے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ تجھے رونے والیاں روئیں۔ کیا تو مجھ کو نہیں جانتا۔ میں ایک بھید ہوں بھیدوں میں سے ایک نور کا درخت ہوں، آسمانوں کا رہبر ہوں۔ میں اُوپر چلنے والوں اور تیرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ میں جبرئیل کا دوست اور میکائیل کا ہم نشین ہوں۔ میں آسمانوں سے اس طرح مانوس ہوں جس طرح سمندر آگ سے مانوس ہوتا ہے۔ میں محافظ الواح ہوں اندھیری راتوں کا قطب ہوں۔ میں ہی بیت معمور ہوں۔ میں ہی بادلوں کا آراستہ

المستحات انا خلیل جبرئیل انا صفی
میکائیل انا قائد الاملاك انا سمندل
الافلاك انا سرير الصراح انا حفيظ
الالواح انا قطب الديجور انا البيت
المعمور انا مزن السحائب انا نور
الغياهب انا فلك اللجج انا حجة الحجج
انا مسدد الخلائق انا محقق الحقائق
انا ماول التاويل انا مفسر الانجيل انا
خامس الكساء انا بتيان النساء انا
الغة الايلاف انا رجال الاعراف انا
ستر ابراهيم ثعبان الكليم انا ولى
الاولياء انا ورثة الانبياء انا اريا
الزبور انا حجاب الغفور انا صفوة
الجليل انا ايلياء الانجيل انا شديد
القوى انا حامل اللواء انا امام المحشر
انا ساقى الكوثر انا قسيم الجنان انا
مشاطر النيران انا يعسوب الدين
انا امام المتقين انا وارث المختار
انا طهير الاطهار انا مبيدة الكفرة
انا ابو الائمة البررة انا قالع
الباب انا مفرق الاحزاب انا جوهر
الثمينه انا باب المدينة انا
مفسر البينات انا مبين المشكلات
انا النون والقلم انا مصباح الظلم
انا سوال متى انا ممدوح هل اتى
انا النباء العظيم انا صراط المستقيم
انا لولوء الاصداف انا جبل قاف
انا سر الحروف انا نور الظروف انا
الجبل الرسيخ انا العلم الشامخ انا

کرنے والا ہوں۔ میں نہایت سخت تاریک راتوں
کا نور ہوں۔ میں بستیوں کا آسمان ہوں تاریکیوں
کو روشن کرنے والا اور بستیوں کو ابھارنے
والا ہوں میں حجت خدا ہوں۔ میں خلائق کا
راہنما ہوں اور ان کو راہ راست پر چلانے
والا ہوں۔ میں مشتبہات کی صحیح تاویل کرنے
والا ہوں۔ میں انجیل کی تفسیر کرنے والا ہوں
میں آل عبا میں سے ایک ہوں۔ میں عطا کرنے
والا ہوں ہزاروں کا یا جمع اور کامل کرنے
والا ہوں ہزاروں کا میں رجال الاعراف ہوں
جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ میں سر ابراہیم ہوں
میں ہی وہ اژدہا ہوں جس سے موسیٰؑ نے اپنے
حریفوں پر فتح پائی تھی۔ میں اولیاءؑ کا ولی
ہوں۔ میں انبیاءؑ کے علوم کا وارث ہوں میں
زبور کا اریا ہوں حجاب الغفور ہوں میں منتخب
کردہ خدا کا ہوں۔ میں انجیل کا ایلیا ہوں۔ میں
شدید القویٰ ہوں میں لواء حمد کا اہل ہوں میں محشر
میں جمع ہونے والوں کا امام ہوں میں ساقی کوثر ہوں
میں قسیم النار والجنۃ ہوں میں دین کا سردار ہوں میں
متقین کا امام ہوں رسول خدا کا وارث ہوں کافروں
کی بیخ و بن اکھاڑنے والا ہوں میں نیک اماموں کا
باپ ہوں۔ میں در خیبر کا اکھاڑنے والا ہوں میں
جنگ احزاب میں کافروں کے گروہوں کو منتشر
کرنے والا ہوں میں قیمتی جوہر ہوں میں باب مدینہ
علم نبی ہوں۔ میں اصول دین کی تفسیر کرنے والا
ہوں میں مشکلات کو حل کرنے والا ہوں۔ میں
نون والقلم ہوں۔ میں تاریکیوں کو روشن کرنے والا
ہوں میں سوال متی ہوں۔ میں ممدوح ہل اتی
ہوں۔ میں ہی وہ بناء عظیم ہوں جس کا ذکر

مفتاح الغیوب انا مصباح القلوب انا
نور الارواح انا روح الاشباح انا الفارس
الکرار انا نصرة الانصار انا السیف
المسلول انا الشہید المقبول انا جامع
القرآن انا تبیان البیان انا شقیق
الرسول انا بعل البتول انا عمود الاسلام
انا مکسر الاصنام انا صاحب الاذن انا
قاتل الجن انا صالح المومنین انا امام
ارباب الفتوة انا کنز اسرار النبوة
انا المطلع علی الاخبار الاولین انا مخبر
عن وقائع الاخرین انا قطب الاقطاب
انا حبیب الاحباب انا مھدی الاوان
انا عیسٰی الزمان انا واللہ وجہ اللہ
انا واللہ اسد اللہ انا سیّد العرب
انا کاشف الکرب انا الذی قیل فی حقہ
لافتیٰ الاعلی انا الذی قیل فی شانہ
انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ
انا لیث بنی غالب انا علی بن ابی طالب
قال فصاح السائل صحة عظیمة و
خرمیتًا فعقب امیر المومنین کرم
اللہ وجہہ کلامہ بان قال الحمد للہ
باری النسم ودادی الامم والصلوٰة علی
الاسم الاعظم والنور الاقدم محمد و
الہ وسلم ثم قال سلونی عن طرق السمآ
فانی اعلم بھا من طرق الارض سلونی
قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علوم
کثیرة کالبحار الزواخر فنھض الیہ
الراسخ من العلماء والمھرة من الحکماء
واحدق بہ المکمل من الاولیاء والندر

قرآن شریف میں ہے میں ہی صراط مستقیم ہوں
میں صدف حقیقت کا موتی ہوں میں کوہ متانت
ہوں میں حروف کا بھید ہوں میں مکانوں کا نور
ہوں۔ میں جبل راسخ ہوں۔ میں امور غیب کی
مفتاح ہوں اور دلوں کو روشن کرنے والا ہوں
میں ارواح کا نور ہوں۔ میں بہادر کرار ہوں میں
دوستوں کی نصرت کرنے والا ہوں میں سیف
مسلول ہوں۔ میں شہید مقبول ہوں میں جامع
القرآن ہوں۔ میں قرآن کی تفسیر ہوں میں رسولِ
خداؐ کا ہمنفس ہوں۔ میں شوہر بتولؑ ہوں میں
اسلام کا عمود ہوں۔ میں بتوں کو توڑنے والا ہوں
میں اُذن داعیہ کا مقصد ہوں میں جنوں کا قاتل
اور قرآن شریف کا صالح المومنین ہوں۔
میں فلاح پانے والوں کا امام ہوں، میں
جوانمردوں کا سالار ہوں۔ میں نبوت کے اسرار
کا خزانہ ہوں۔ میں ازمنہ سابقہ کے گذشتہ
واقعات کا جاننے والا ہوں میں آخری اُمتوں
کے واقعات سے واقف ہوں میں قطب
الاقطاب ہوں۔ میں دوستوں کا مددگار ہوں۔
مہدی الزمان ہوں۔ عیسٰی زمان ہوں۔ بخدا میں
وجہ اللہ ہوں۔ واللہ میں شیر خدا ہوں۔
عرب کا سردار ہوں۔ مصیبتوں کا دُور کرنے
والا ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے حق میں لافتیٰ
الا علی کہا گیا۔ میری شان میں رسولؐ خدا نے
انت منی بمنزلة ھارون من موسیٰ کہا۔ میں شیر
غالب علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ راوی کہتا ہے
کہ وہ شخص جس نے اعتراض کیا تھا ایک چیخ
مار کر گر پڑا اور مر گیا۔ پھر جناب امیرؑ نے اپنے
کلام سابقہ کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا، ساری

من الاصفياء يقبلون مواطى قدميه
ويقسمون بالاسم الاعظم عليه بان
يتم كلامه ويكمل نظام نقال بحر
الراسخين وحبر العارفين الامام
الغالب على بن ابى طالب كرم الله وجهه
يظهر صاحب الراية المحمدية
والدولة الاحمدية القائم بالسيف
والحال الصادق فى المقال يمهد الارض
ويحيى السنة والفرض ثم قال ايها
المحجوب عن شانى الغافل عن حالى ان
العجائب آثار خواطرى والغرائب اسرار
ضمائرى لانى قد خرقت الحجب واظهرت
العجائب ايتت بالالباب ونطقت با
الصواب وفتحت خزائن الغيوب
وفتقت دقائق القلوب وكنزت
لطائف المعارف ورمزت عوارف
اللطائف فطوبى لمن استمسك بعروة
هذا الكلام وصلى خلف هذا الامام
فانه يقف على معانى الكتب المسطور
والرق المنشور ثم يدخل الى
البيت المعمور والبحر المسجور
ثم انشد يقول ؎

لقد حزت علم الاولين واننى
ضنين بعلم الآخرين كتوم
وكاشف اسرار الغيوب باسرها
وعندى حديث حادث وقديم
وانى لقيوم على كل قيم
محيط بكل العالمين عليم

ثم قال لو شئت لاوقرت من

تعریف ہے اس اللہ کی جس نے روحوں کو پیدا
کیا اور امتوں کو قائم کیا اور صلوٰۃ ہے اسم
اعظم، نورِ اقدم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوپر
پھر فرمایا کہ پوچھ لو مجھ سے جو پوچھنا چاہتے
ہو قبل اس کے کہ تم مجھ کو نہ پاؤ میں آسمانوں
کے راستوں سے بہ نسبت زمین کے راستوں
کے زیادہ واقف ہوں۔ میرے اندر علوم بیشمار
بحر ذخار کی طرح موجیں مار رہے ہیں راوی
کہتا ہے کہ یہی وجہ ہے کہ علماء و حکماء آپ
سے اخذ علم کرتے ہیں اور اولیاء و اصفیاء آپ
کے قدم چومتے ہیں۔ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے
ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ علماء و حکماء آپ کی طرف
بڑھے اور اولیاء و اصفیا نے آپ کے قدم
چومے اور اسم اعظم کی قسم دلا کر عرض کیا کہ آپ
اپنا کلام پورا کریں پس آپ نے فرمایا کہ جب
یہ حال ہو جائے گا تو علم محمدیہ کا اٹھانے والا
ظاہر ہو گا اور دولت و سلطنت احمدیہ کا قائم
کرنے والا ظاہر ہو گا جو زمین کو سنبھالے گا
اور سنّت و فرض کو زندہ کرے گا پھر
فرمایا اے وہ شخص جو میری شان سے واقف
نہیں اور میرے حال سے غافل ہے معلوم
کر کہ میرے قلب میں اسرار و عجائب و
آثار بے شمار موجزن ہیں میں نے پردوں کو
چاک کر دیا ہے۔ عجیب باتوں کو ظاہر کیا ہے
غیب کے خزانے کھول دیئے ہیں دل کے
اسرار کی باریکیاں ظاہر کر دی ہیں۔ میں نے لطائف
و معارف جمع کئے ہیں۔ رموز بے شمار میرے
پاس ہیں پس خوشی ہے۔ اس کے لئے جو
اس کلام کے حبل المتین سے تمسک کرتا

تفسیر الفاتحہ سبعین بعیراً
ثم قال ق والقرآن المجید
کلمات خفیات الاسرار
وعبارات جلیات الآثار ینابیع
عواف القلوب من مشکوۃ
لطائف الغیوب لمعات العواقب
کالنجوم الثواقب نہایۃ الفہوم
بدایۃ العلوم الحکمۃ ضالۃ
کل حکیم سبحان القدیم
یفتح الکتاب ویقرأ الجواب
یا ابا العباس انت امام الناس
سبحان من یحیی الارض
بعد موتھا ویردا لولایات
الی بیوتھا یا منصور تقدم
الی بناء السور ذلك تقدیر العزیز
العلیم وھذا آخر ما اسمعہ من
لفظہ النورانی واضبط من کلامہ
الروحانی فی ھذا الباب .

ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے
کیونکہ وہ واقف ہو جاتا ہے، کتب مسطور
کے معانی سے اور داخل ہو جاتا ہے بیت المعمور
میں پھر آپ نے اشعار پڑھے۔ جن کا مطلب
یہ ہے۔
میں نے علم الاولین جمع کر لئے ہیں۔ اور علوم
الآخرین کا ضامن ہوں میرے پاس حادث
وقدیم کے رموز اور اسرار ہیں اور میں ہر ایک
قوی تکیے کے اوپر قوی تر ہوں اور ایسا علیم ہوں
جس نے تمام عالموں کے اوپر احاطہ کر لیا ہے
پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو
سورہ فاتحہ کی تفسیر اتنی کروں کہ ستر اونٹ
کے بوجھ کی کتابیں اس سے لکھی جائیں پھر
فرمایا ق والقرآن المجید کلمات خفیات الاسرار
اور عبارت ہے بڑے عظیم آثار کی اور
چشمے ہیں دلوں کے اسرار کے چراغ ہیں۔
غیب کے بھیدوں کے مثل چمکنے والے
ستاروں کے یہ عقول کی آخری حد ہیں۔
علوم حکمت کے آغاز ہیں۔ کتاب کھولتا ہے اور یہ جواب پاتا ہے کہ اے ابو العباس (یعنی
علی ابن ابی طالب) تم امام الناس ہو پاک وپاکیزہ ہے وہ جو زمین کو اس کی موت کے بعد
زندہ کرتا ہے اور ملکوں کو ان کے گھروں تک دیکھتا ہے۔ اور یہ بڑی عزیز وحکیم کی مقرر کی
ہوئی تقدیر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ آخری کلام نورانی تھا جو میں نے سُنا اور اس کو
ضبط تحریر میں لایا۔

شیخ سلیمان بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ۔ ینابیع المودۃ الباب الثامن والستون فی ایراد بعض
ما فی کتاب الدر المنظوم الشیخ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحۃ الحلبی الشافعی۔

اس خطبے کی عظمت وجلالت۔ اس کے الفاظ کی شوکت اور اس کے معنی کی رفعت
کو وہ لوگ ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں؟ عربی زبان کی باریکیوں اور فقہ اسلامی کے رموز وغوامض سے
آگاہ ہیں۔ ترجمہ میں اس کی خوبصورتی نہیں آسکتی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ایسا کلام ترجمہ کے لئے
موزوں نہیں ہوتا۔

(۳) رعایا کا حق ہے کہ اپنا قانون وہ خود مرتب کرے۔
(۴) وہ قانون بھی تمام رعایا کی کثرت رائے سے مرتب ہوگا۔
(۵) اس حاکم کے خلاف اگر کوئی شخص یا جماعت کوئی تحریک اُٹھائے تو وہ بغاوت ہوگی۔ اور حاکم کو حق کلی حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اُس بغاوت کو فرو کرے۔
(۶) لیکن اگر بغاوت کامیاب ہوگئی تو پھر یہ حاکم مستوجب عزل یا قتل ہے اور جو حاکم وہ باغیان مقرر کریں گے وہ ہی جائز حاکم ہوگا۔
(۷) نتیجہ نکلا کہ جو طاقت سے مرعوب کرکے یا رشوت دے کر اکثریت کو اپنے ساتھ رکھے وہ ہی جائز حاکم ہے۔
(۸) حق کا تخیل اس حکومت میں نہیں ہے اور حق کی جگہ تلوار یا اکثریت نے لے لی ہے۔
(۹) اس ہی اکثریت کے رعب نے رفتہ رفتہ زمانہ حال کی پارٹی گورنمنٹ پیدا کردی ہے۔ جو محض اکثریت پر مبنی ہوتی ہے جب اکثریت ساتھ نہ رہی تو حکومت بھی گئی اور حاکم خواہ بادشاہ ہو خواہ صدر جمہوریہ ایک کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا ہے۔
(۱۰) حاکم یا یوں کہو کہ حکمران پارٹی کا اولین مقصد و مدعا یہ ہوتا ہے کہ اکثریت کو اپنے ہاتھ میں رکھے ان کو ہر ممکن طریقہ سے خوش رکھے۔ اُن کی جائز و ناجائز خواہشات کو پورا کرے اُن کی بحث کے منطق کے مطابق اپنے قول و فعل کے ڈھانچہ کو ڈھالے۔
(۱۱) اس طرح حق اور افراد کو اکثریت پر قربان کرنا ان کے طرز عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔
(۱۲) مکر و فریب و کذب اس سیاستِ اکثریت کے وہ ارکانِ ثلاثہ ہیں جن پر حکومت کی اندرونی اور بیرونی پالیسی مبنی ہوتی ہے۔

اکثریت اپنے جیسا ہی حاکم مقرر کرے گی ظاہر ہے کہ قصابوں کی اکثریت کسی قصاب ہی کو اپنا حاکم بنائے گی۔ اور جواریوں کی اکثریت کسی جواری ہی کو منتخب کرے گی۔ اکثریت جاہلوں کی ہوتی ہے وہ اپنا ہی جیسا حاکم مقرر کریں گے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے اور تاریخ عالم ثابت کر رہی ہے کہ جب اور جس ملک میں اکثریت کا قدم آیا وہاں حکام متوسط قابلیت کے لوگ ہوتے ہیں اور اگر کوئی اُن سے زیادہ قابل ہو تو یہ ہی نہیں کہ وہ اس کی ہمت افزائی کرکے اُسے آگے نہیں بڑھاتے بلکہ اور اس کے پیر گھسیٹ کر اسے نیچے گرانا چاہتے ہیں۔ جینی ہال اور جولیس سیزر سے لے کر نپولین اور ہٹلر تک یہ ہی حالت رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

اب ہم اسلامی تخیل پر نظر ڈالتے ہیں۔

اِسلامی تخیل امامت یا ولایت اُمور مسلمین

(۱) اُمور مسلمین کی نگرانی اور حفاظت اس کا مقصد ہے۔

بسا اوقات آپ نے اپنی رعایا کی زجر و توبیخ کی ہے اور ان کو ان کی جہالت، کم علمی و گمراہی سے آگاہ کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

بنا اهتديتم فی الظلماء وتسنمتم العلياء وبنا انفجرتم عن السرار وقر سمع لم يفقه الواعية وكيف يراعی من اصمته الصيحة ربط جنان لم يفارقه الخفقان مازلت انتظر بكم عواقب الغدر و اتوسمكم بحلية المغترين سترنی عنكم جلباب الدين وبصرنيكم صدق النية اقمت لكم على سنن الحق فی جواد المضلة حيث تلتقون ولا دليل و تحتفرون ولا تميهون۔

ہمارے ذریعے سے تم نے تاریکی میں راہ ہدایت پائی، اور بزرگیوں تک پہنچے اور ہماری وجہ سے تاریک ترین راتوں سے صبح کی۔ وہ کان بہرے ہو جائیں جو اذن داعیہ (یعنی میری) آواز کو نہ سُنیں اور اس ارشاد کو نہ سمجھیں اور بیشک ان ہدایت آمیز صداؤں کو وہ کیونکر سن سکتا ہے۔ جس کو عذاب الٰہی کی آواز نے بہرہ کر دیا ہے۔ ان قلوب کو اطمینان و سکون نصیب ہو جن کو خوفِ خدا سے اضطراب لاحق رہتا ہے۔ میں تمہارے عذر و بے وفائی کے انجام کا منتظر ہوں اور دیکھتا ہوں کہ دنیائے فانی کی زینت کے دھوکہ میں تم آگئے ہو۔ میں نے تمہاری ہدایت کے لیئے دین کا پیرہن اور تقویٰ کا لباس پہن لیا ہے۔ مجھے اپنے صدق نیت کی وجہ سے دیدۂ حق بیں عطا ہوئے ہیں۔ جن کی وجہ سے میں تمہارا نگران و نگہبان ہوں۔ میں نے تم کو ضلالت اور گمراہی کے میدانوں سے نکال کر سچے اور سیدھے راستے پر کھڑا کر دیا ہے۔ تم اس جگہ اکھٹے ہوئے تھے جہاں کوئی رہبر اور ہادی موجود نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر سیرابی میسر نہیں ہوتی تھی۔

آپ نے خدا اور رسول کے مقرر و نصب کردہ خلیفہ و امام کا کلام تو سُنا۔ اب سقیفہ بنی ساعدہ کے نصب کیئے ہوئے خلیفہ کا خطبہ سُنیئے۔

خلعت خلافت کو سقیفہ بنی ساعدہ کی کش مکش میں زیب تن کرنے کے بعد حضرت ابو بکر نے پہلا خطبہ جو دیا اس میں آپ امت محمدیہ کو خوشخبری سناتے ہیں کہ تمہارے رسول معظم کا جانشین ایسا شخص ہے کہ جس پر شیطان بسا اوقات غالب ہو جاتا ہے تمہارے لیئے بہتر ہے کہ ایسے اوقات میں اپنے خلیفہ سے حذر کیا کرو جب میں ٹیڑھا ہو جایا کروں تو تم مجھ کو سیدھا کر دیا کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے درمیان مجھ سے بہتر و افضل لوگ موجود ہیں ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر کا پہلا خطبہ

ايها الناس قد وليت امركم ولست بخيركم ان زغت فقوموني واعلموا ان لی شيطانا يعتريني احيانا فاذا

اے لوگو! میں نے تمہارے امور کی زمام اپنے ہاتھ میں لے تو لی ہے مگر میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ لہٰذا اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو تم مجھ کو

۲) ایتموني غضبت فاجتنبوني۔ سیدھا کر دینا، جان لو تم کہ کبھی مجھ پر شیطان چڑھ جاتا ہے۔ پس جب تم مجھے غصہ میں دیکھو تو تم مجھ سے پرہیز کرنا۔

ابن سعد: طبقات الکبریٰ ج ۳ ق ۱ ص ۱۲۹۔

ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۸۔ ابن قتیبہ۔ کتاب الامامۃ والسیاست ص ۱۶۔ جلال الدین سیوطی؛ تاریخ الخلفاء ص ۸۱ طبع مجتبائی حسن علی محدث؛ تفریح الاحباب مترجم حامل المتن ص ۴۰، ۵۶، ۵۷، ۶۱۔ محمد بن جریر طبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۲۰۳، ۲۱۱۔ ابن الاثیر جزری: تاریخ الکامل الجزء الثانی ص ۱۲۶۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء الثالث ص ۱۳۰ حدیث ۲۲۶۲۔ ص ۱۳۶ حدیث ۲۳۰۷۔

دونوں حضرات کے خطبوں کا تقابل۔

ان خطبوں کا آپس میں موازنہ و مقابلہ کرنے سے ان دونوں بزرگوں کی شخصیت کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں بزرگواروں نے خود ہی اپنی شخصیت کا تعارف اُمت محمدیہ کو کرا دیا۔ علاوہ اس کے تکمیل دین کے لئے معرفتِ امامِ زمانہ ایسی ہی ضروری ہے کہ جیسی معرفت نبی زماں۔ نہایت مشہور حدیث رسول کہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیہ مسلم امت ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام لوگوں کو اپنی شان و منزلت سے آگاہ کرتے ہیں۔ اسی طرح امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی معرفت کرائے۔ تاکہ امام کے نہ پہچاننے کا عذر باقی نہ رہے۔ اور لوگ اس کی شان و علو مرتبت اور اس کے علم لدنی سے واقف ہو کر رشد و ہدایت کے لئے اس کے پاس آئیں اور مستفید ہوں۔ اس ہی ضرورت کو مدنظر رکھ کر جناب علی مرتضیٰؑ اُمت کو اپنی اصلی شان و مرتبہ سے آگاہ کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو ہدایت کی صلائے عام سلونی قبل ان تفقدونی کے الفاظ میں دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی بتا دیا کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ مجھ پر تو شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ جب میں ٹیڑھا ہو جایا کروں تو تم سیدھا کر دیا کرو۔ ممکن ہے کہ دنیاوی حاکم کا یہ انکسار کسی کی نظر میں خوشنما معلوم ہو مگر جانشین رسول کی زبان سے یہ انکسار نہیں ہے بلکہ اقبال نااہلیت ہے۔ جانشین رسول محض دنیاوی سلطنت کا حاکم نہ تھا بلکہ یہ اس رسول کا جانشین تھا جس نے تمام دُنیا کی ہدایت کا دعویٰ کیا ہوا تھا اس کے ذمہ محض حکومت کرنا نہ تھا بلکہ لوگوں کی ہدایت اور قرآن شریف کی تعلیم اس کا فرض اولین تھا اگر وہ بھی یہ کہنے لگے کہ میں ٹیڑھا چل رہا ہوں مجھے صراط مستقیم دکھاؤ، میرے اوپر شیطان غالب ہو جاتا ہے، مجھ سے دُور رہا کرو تو پھر لوگ کس کے پاس ہدایت و رہنمائی کے لئے جائیں علاوہ اس کے یہ سیدھا کرنے کا حکم بھی بڑا ٹیڑھا تھا۔ فطرت انسانی واُصول حکمرانی و شریعت اسلامی کے خلاف تھا جو شخص برسرِ اقتدار ہو جس کی طرف لوگوں کی تمنائیں لگی رہیں اُسے سیدھا کون کرے اور کس طرح کرے، کس طاقت سے سیدھا کرے کیا مسلمانوں نے اس ہی حکم کی اطاعت میں حضرت عثمانؓ

کو سیدھا کرنا چاہا تھا اس سے جو نتیجہ نکلا وہ ظاہر ہے یہ حکم بالکل ناقابل عمل تھا۔ خلیفہ غلطی کرے رعایا میں اختلاف ہو، رعایا کہے کہ یہ حکم شریعت کے خلاف ہے حاکم کہے کہ شریعت کے مطابق ہے تو ثالث کون بنے ایسے ثالث یا ثالثی بورڈ کے انعقاد کے قواعد شریعت میں تو درج نہیں اور نہ حضرت ابوبکر نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ میں بیان فرمایا کہ آپ کی کجی کا فیصلہ کون کریگا اور کس طرح کرے گا۔ شریعت کے خلاف یہ حکم اس وجہ سے تھا کہ حکم قرآنی تو یہ ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم جس سے ظاہر ہے کہ حاکم امر میں زیغ و کجی کا امکان نہیں ہر وقت اس کی اطاعت لازم ہے مگر حضرت ابوبکر کا حکم ہے کہ حاکم میں زیغ و کجی ضروری ہے اور اس وقت اس کی اطاعت ضروری نہیں۔ سلطنت میں عجیب انتشار پیدا ہو جائے حاکم تو حکم دیتا ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرو۔ رعایا کہتی ہے کہ نہیں یہ خلاف شریعت ہے، خود حضرت ابوبکرؓ نے کہنے کو تو کہدیا اس پر عمل کبھی نہیں کیا، لوگوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ غلیظ طبیعت و تند مزاج کے آدمی ہیں ان کو ہم پر حاکم نہ مقرر کرو، حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ نہیں میں ضرور مقرر کروں گا۔ اور مقرر کر دیا، حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ سے احتجاج کیا کہ خلافت تمہارا حق نہیں ہے میرا حق ہے اور دلائل و براہین سے ثابت کر دیا اگر یہ حکم محض دکھاوے کے لئے نہ تھا اور اس پر عمل کرانا مقصود تھا تو کیوں خلافت سے دستبردار نہ ہو گئے، قائل تو ہو گئے کہ حق حضرت علیؑ کا تھا مگر یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ یا علی اگر تم یہ دلائل پہلے پیش کرتے اور اپنا حق ظاہر کرتے تو میں خلافت ہی نہ لیتا۔ اگر خلافت لے لی تھی تو خلع خلافت میں کونسا امر مانع تھا۔

ایک اور نکتہ بھی غور کے قابل ہے۔ موالیان حکومت جو سقیفہ بنی ساعدہ کے نصب کئے ہوئے خلفاء کو جائز حکمران سمجھتے ہیں وہ خود ان حضرات کو محض سلطنت کے معمولی حکمران جانتے ہیں۔ علم دین میں وہ ان کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان کی پیروی کی جائے، بلکہ اس غرض کے لئے تو انہوں نے اور ہی چار امام پکڑے ہوئے ہیں، امور دین میں ہدایت کے لئے وہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد حنبل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرات اہل سنت و جماعت کے چاروں مذاہب ان چار اماموں سے چلتے ہیں اور یہ چاروں امام اپنے تئیں حضرت علیؑ کی گرد راہ کی برابر بھی نہیں سمجھتے تھے۔ لہٰذا مقابلہ کیا رہا۔ برعکس اس کے حضرت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل ماننے والے امور فقہ میں سوائے حضرت علیؑ کے اور کسی کی طرف رجوع نہیں کرتے باقی گیارہ امام بھی امور دین میں حضرت علیؑ کے پیرو تھے، یہ لوگ تو اپنے تئیں شیعان علی کہتے ہیں۔ اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت اپنے تئیں حنبلی مالکی۔ شافعیہ یا حنفی ہی کہتے ہیں، وہ اپنے نسبت حضرات خلفائے ثلاثہ کی طرف کرتے ہوئے شرماتے ہیں ورنہ تو اپنے تئیں بکری کہتے حنفی کیا معنی۔

سیاستِ علویہ

اب لے دے کے ایک بات یہ رہ گئی کہ حضرت علیؑ کا درجہ علم سیاست ملکی میں حضرت عمر سے بہت کم تھا، اس اعتراض سے ثابت ہوتا ہے کہ معترض نے اس زمانہ کے حالات کا مطالعہ نہیں کیا اور حضرت علیؑ کو ذرا بھی نہیں پہچانا کسی مدبر یا حاکم کی سیاست پر تنقیدی نظر ڈالتے وقت تین امور کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(۱) وہ کیسا شخص تھا۔

(۲) جب زمام حکومت اس نے اپنے ہاتھ میں لی تھی تو اس وقت مُلک کی حالت کیا تھی۔

(۳) کیسے لوگوں سے اس کو سابقہ پڑا؟

ان اُمور پر غور کرنے کے بعد ہی ہم اس شخص کی سیاست کو سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی سیاست کامیاب ہوئی یا نہیں اور اگر کامیاب نہیں ہوئی تو اس ناکامیابی کی ذمّہ داری حاکم کی سیاست پر ہے یا رعایا کی حالت پر، اور اگر حاکم رعایا کو اپنا نہ کر سکا تو اس میں رعایا کا قصور ہے یا حاکم کا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر حاکم ظالم و جابر ہے تو رعایا اس کی نہیں ہو سکتی، اور اگر رعایا جاہل و غافل، جرأت و دلیری سے عاری، عیش و آرام کی طالب ہے تو وہ کبھی سخت گیر و دیندار حاکم کو پسند نہ کرے گی اور نہ اس کی اطاعت کرے گی، اس نافرماں برداری کا صریح نتیجہ سیاست کی ناکامیابی ہوگا اور اس کی ذمّہ داری رعایا پر عائد ہوگی۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور امر بھی ہے جس کو حضرت علیؑ کی سیاست پر نکتہ چینی کرنے والے ہمیشہ نظر انداز کر دیتے ہیں سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ حکومت کس قسم کی تھی، اور جانشینی کس کی تھی جس کو ان خلفاء نے اپنے ذمّہ لے لیا تھا، وہ معمولی دنیاوی حکومت نہ تھی جس کی کتاب سیاست کے عنوانات مکر و فریب و دغا بازی، حیلہ سازی کذب و منافقت ہوا کرتے ہیں۔ جہاں صاف گوئی عیب ہے اور سچ بولنا گناہ، یہ حکومت الٰہیہ تھی۔ جہاں یہ سب سیاسی حیلے صفات ذمیمہ و مکروہہ کے تحت میں آتے ہیں، اور اس حکومت کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو سکھائے کہ دنیا میں خدا پر نظر رکھ کر اور اس کے احکام کی اطاعت میں کس طرح حکومت کرنی چاہیئے یہ جانشینی اس ذات والاصفات کی تھی جس میں ایک بھی صفتِ ذمیمہ نہ تھی۔ اس کے جانشین کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جانشین کا عیب مستخلف پر عود کرتا تھا اور مذہب کی صداقت کا امتحان خلیفہ کی شخصیت سے کیا جاتا تھا۔ اگر اس حکومت الٰہیہ میں بھی سکہ رواں وہ ہی ہوتا۔ جو دارالضرب مکر و فریب و کذب و نفاق سے نکلتا ہے تو پھر سارا مقصد رسالت ہی فوت ہو جاتا قصّہ تو بہت مختصر ہے اور دو الفاظ میں طے ہو جاتا ہے۔ چونکہ حکومتِ الٰہیہ علیؑ

ابن ابی طالب اور حکومت دنیا یہ عمر بن الخطاب دو مختلف انواع ہیں لہٰذا ان کا مقابلہ ایک دوسرے سے کرنا حماقت ہے۔ جس طرح عربی گھوڑے کا مقابلہ مرغ خانگی سے کرنا بے وقوفی ہے۔ جناب رسولؐ خدا کا مقصد رسالت اسلام میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھا دوسروں کا ملک چھیننا مطلب نہ تھا۔ کمزور قوموں کے ملک پر قبضہ کرنا ایسا ہی معیوب ہے جس طرح دوسروں کے گھروں اور مکانوں کو غصب کرنا، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ آج کل کا بھی تو یہی رونا ہے کہ ہٹلر کمزور قوموں کے ملکوں پر زبردستی قبضہ کر رہا ہے۔ اور دول متحدہ جو امن و امان کا نظام دنیا میں قائم کرنا چاہتی ہیں۔ اس کا بھی تو پہلا اصول یہ ہے کہ دنیا میں کمزور قومیں بھی اپنے ملک میں اسی طرح محفوظ رہیں گی جس طرح زبردست قومیں حضرت عمرؓ نے کمزور قوموں کے ملکوں پر قبضہ کر کے کون سی حکومت الٰہیہ کا نمونہ پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفود بھیج کر لوگوں کو اسلام کی ترغیب دی۔ اُن پر چڑھائی نہیں کی۔ جتنے آپ کے غزوات تھے وہ سب حفاظت خود اختیاری کے اُصول پر تھے۔

(۱) حضرت علیؑ کی شخصیت

کسی شخص کی سیاست کو سمجھنے کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کی سیاست کا مقصد کیا تھا۔ اور مقصد سیاست نہیں معلوم ہو سکتا، جب تک کہ اس کا مقصد حیات نہ معلوم ہو اور مقصد حیات معلوم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ کیسا انسان تھا۔ حضرت علیؑ کی شخصیت کی معرفت حاصل کرنا بہت مشکل ہے، وہ کیسا انسان ہوگا۔ جس کی ناقص معرفت رکھنے والوں نے اسے خدا سمجھا اور جس کی کامل اور صحیح معرفت اُمت محمدیہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جناب رسول خدا نے خود اپنی معرفت علی اور اپنی امت کی عدم معرفت کو ان فصیح و بلیغ الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یوم فتحت خیبر لولا ان تقول فیک طوائف من امتی ما قالت النصاریٰ فی عیسےٰ بن مریم لقلت فیک الیوم مقالا بحیث لا تمر علی ملاء من من المسلین الا اخذ وامن تراب رجلیک و فضل طھورک یستشفون بہ ۔ ۔ ۔ ۔ یا علی انت تو دینی دینی وتقاتل علیٰ سنتی

خیبر کے فتح والے دن جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اگر میری اُمت کے لوگ تمہارے حق میں وہ باتیں نہ کہنے لگتے جو نصاریٰ عیسےٰؑ کے حق میں کہتے ہیں تو آج میں تمہارے متعلق وہ حقائق آمیز کلمات کہتا کہ پھر تم جس جماعت مسلین کی طرف سے گذر جاتے تو تمہارے پیروں کے تلے کی مٹی اور غسل کا پانی لیتے تاکہ اس سے اندرونی و بیرونی

امراض سے صحت حاصل کریں ...... اے علیؑ تو میری ذمہ داریوں کو پورا کرے گا اور میری سنت کے لئے جنگ کرے گا۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ : ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول سلنہ ۱۳۰۱ھ الباب الثالث عشر ص ۶۳ و باب الرابع والاربعون فی حدیث لحمک لحمی وحدیث لولا ان تقول فیک ۱ لخ مسند امام احمد حنبل علی مانقل فی ینابیع المودۃ۔ ابوالموید موفق ابن احمد الخوارزمی۔ کتاب مناقب عن جابر ابن عبداللہ۔

لہٰذا حضرت علیؑ کی شخصیت پر مکمل بحث کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔ ہاں آپ کے ان چند خصائل و عادات وسوانح حیات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جن سے حضرت علیؑ کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے۔

پیدا ہوتے ہی جو آنکھ کھولی تو آغوش رسولؐ میں پایا، دنیا کی پہلی چیز جو آپ کے اندر گئی وہ آنحضرتؐ کا لعاب دہن تھا، پانچ برس کی عمر تھی جو رسولؐ خدا ان کو اپنے یہاں لے آئے اور تب سے آنحضرتؐ کی آغوش میں تربیت پائی۔

ایک لمحہ کے لئے کفر نہیں کیا۔

اُمت محمدیہ میں سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق رسالت کی۔

اسلام اور بانیٔ اسلام کی محافظت کو اپنی حیات کا مقصد بنایا، اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر انہیں دشمنوں سے بچایا، کبھی میدان جنگ سے بھاگنے کا خیال تک نہیں آیا۔

آپ کے انہماک فی الدین کو دیکھ کر رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ علی انتہائی ایمان کا مجسمہ ہے۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ علیؑ نے اپنے نفس کو راہ خدا میں فروخت کر دیا ہے۔

جو شخص اپنے نفس کو راہِ خدا میں فروخت کر دے اس میں نفسانیت کا شائبہ نہیں رہ سکتا، چنانچہ حضرت علیؑ کے سوانح حیات بتا رہے ہیں کہ آپ نے اپنے نفس کو کبھی امورِ دین پر ترجیح نہیں دی، اس کافر کا واقعہ بھی اس امر کی شہادت ہے جس نے مغلوب ہوکر آپ کے منہ پر لعابِ دہن پھینکا، اب چونکہ نفس بدلہ لینے کے لئے حرکت میں آسکتا تھا، آپ نے فوراً اُسکو چھوڑ دیا، مولانا روم نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے، ان کا ایک شعر ہے ؎

او خیو انداخت بر روئے علیؑ افتخار ہر نبی و ہر ولی

جناب رسولِ خداؐ نے آپ کو وصیت بھی یہی کی تھی کہ کبھی دنیا کے لئے دین کو نہ چھوڑنا۔

"اے علیؑ اول کسے کہ برلب حوض کوثر بمن رسد تو خواہی بود بعد از فوت من مکروہ بسیار بتو خواہد رسید، باید کہ دل تنگ نہ کردی۔ دوست در عروۂ دشتی تحمل زدہ در طریق مصابرت سلوک نمائی وچوں مردم بجانب دنیا رغبت کنند

تو آخرت اختیار فرمائی۔"

حبیب السیر جلد اوّل جزو سوم ص ۸۱۔

بچپن میں انسان اپنے ماحول سے تاثرات حاصل کرتا رہتا ہے اور جوانی و بڑھاپے میں ان پر عمل کرتا ہے۔ حضرت علیؑ کے پہلے دونوں زمانے اُس وقت گزرے تھے۔ جب دنیائے اسلام میں حکومتِ الٰہیہ قائم تھی، حضرت علیؑ نے اس حکومت کی دونوں حالتیں دیکھی تھیں۔ یعنی مغلوبیت کی بھی اور غالبیت کی بھی، آپ کے سامنے جناب رسول خداؐ کے طرزِ عمل کا وہ بھی نمونہ تھا۔ کہ جب کفر غالب تھا اور آنحضرتؐ کے اس وقت کے طرزِ عمل کا بھی وہ نمونہ تھا۔ کہ جب ظاہری حکومت مل چکی تھی اور کفر مغلوب تھا۔ اسلام کی خاطر صبر کرنا بھی سیکھ لیا تھا اور اسلام کی بہبودی کے لئے لوگوں میں احکام صادر کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا تھا بہرحال حکومت الٰہیہ کا قیام حضرت علیؑ کی سیاست کا مدعا اور اسلام حقیقی کا تحفظ حضرت علیؑ کی حیات کا مقصد تھا۔

(۲) حضرت علیؑ کی مسند نشینی کیوقت ملک کی اندرونی حالت

ہر ایک حکمران اپنے سابق جانشین سے ملک کی حکومت کے ساتھ اس کی اندرونی و بیرونی صورت و حالات کو بھی ورثہ میں پایا ہے۔ اور بسا اوقات اس کی کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار اس کے سابق جانشین کی سیاست کے نتائج پر ہوتا ہے۔ نپولین کبھی نپولین اعظم نہ ہوتا اگر فرانس کے انقلاب نے اس کے لئے فتوحات کے سامان نہ مہیا کر دیئے ہوتے سکندر بھی دُنیا کے فاتحان میں سے نہ ہوتا اگر اس کے باپ فیلقوس (فلپ) نے ملک کی حالت کو پرسکون و پُرامن نہ بنا دیا ہوتا۔ یہ امر مسلّمہ ہے کہ ایک حکمران کی سیاست کے نتائج اس کے جانشین کے زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جو ملک کی حالت ہو گئی تھی وہ محتاج بیان نہیں، اس زمانہ کے فتنہ و فساد کا ذکر تاریخ کی ہر کتاب میں پایا جاتا ہے اور اس فتنہ و فساد کی تصویر حدیث کی ہر ایک کتاب میں ملتی ہے، آنحضرتؐ نے جو اس زمانہ کی تصویر کھینچی ہے۔ وہ کتاب الفتن کے عنوان کے نیچے کتب احادیث میں موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ فوراً ہی میرے بعد تم پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ اسی طرح اسلام کے دائرہ میں سے فوج در فوج خارج ہوں گے جس طرح وہ فوج در فوج اس میں داخل ہوئے تھے۔ لوگ اس طرح اسلام سے نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہے کہ پھر واپس نہیں آتا۔ صبح کو ایک شخص مومن ہے تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر۔ جمہور اسلام کا خیال ہے کہ یہ حالت حضرت عثمانؓ کے شہادت کے زمانہ کا نقشہ ہے۔ ہم ان کے اس خیال کو اپنی بحث کی تائید میں

پیش کر کے کہتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰ نے زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو اس وقت لوگوں کا یہ اسلام رہ گیا تھا اور ایسا اندرونی فتنہ دفساد برپا تھا۔ ایسی صورت میں بانیٔ اسلام کے جانشین اور حکومتِ الٰہیہ کے سردار کی کیا سیاست ہونی چاہیئے تھی، ان لوگوں کو از سرِ نو اصلی مسلمان بنانے کی کوشش کرنا یا بیرونی ممالک کو فتح کر کے ان میں ایسے مسلم نما کافروں کو بھر دینا۔ یہ تو ان لوگوں کے مذہب کی حالت تھی، ان کی بزدلی، نامردی، عیش پسندی کا آئینہ حضرت عثمانؓ کا واقعہ ہے۔ باہر کے لوگوں نے ان کو آن کر گھر میں محصور کر لیا۔ چالیس دن تک محاصرہ رہا اور تو اور بنو امیہ تک مقابلہ کے لئے نہ کھڑے ہوئے۔ اب بھی اگر مدد کی تو مشکل کشا ہی نے کی۔

تاریخ ابن خلدون۔ اُردو ترجمہ جلد چہارم ص ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۵۹۔ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۲۷۔ حکیم مظہر الحق۔ شمس التواریخ ص ۶۱۶۔ ابن حجر کی صواعق محرقہ الباب الثامن ص ۱۷۔

تاریخ عالم کا یہ پہلا اور غالباً آخری واقعہ ہے کہ ایک ہر دلعزیز حاکم وقت اپنی دارالسلطنت میں اپنی پارٹی کی موجودگی میں چالیس دن تک اپنے گھر میں محصور رہتا ہے۔ اور اس کی پارٹی اسکو بچانے کے لئے کوئی مؤثر طریقہ اختیار نہیں کرتی۔ حضرت عثمان نے اپنی حالت اور اپنے محاصرہ کی اطلاع لوگوں تک پہنچانے میں کمی نہیں کی۔ مکہ میں اطراف عرب میں شام میں کوفہ میں بصرہ میں اپنی مدد وحمایت کی طلب کے لئے قاصد روانہ کئے۔

محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس صفحہ ۱۳۵۔ تاریخ ابن خلدون برار دو ترجمہ جلد چہارم ص ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۵۳۔

موسم حج تھا۔ مکہ میں اجتماع مسلمین تھا۔ حضرت عثمان نے ایک طویل مراسلہ ان کے پاس بھیجا جو سب کے سامنے پڑھا گیا۔

محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۳۹، ۱۴۲۔

امیر معاویہ کو اپنا سمجھ کر حضرت عثمانؓ نے خاص طور سے مدد کے لئے طلب کیا۔ مگر وہ تو خدا سے یہ موقعہ چاہتے تھے۔ اس تحریر کی مطلقاً پروا نہ کی۔

فلما رأیٰ عثمان ما قد نزل به وما قد ابنعث علیه من الناس کتب الی معاویه بن ابی سفیان وھو بالشام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد فان اھل المدینة قد کفروا واخلفوا الطاعة ونکثوا البیعة فابعث الیّ من قبلك من مقاتلة اھل

جب حضرت عثمان نے وہ مصیبت دیکھی جو ان پر نازل ہوئی تھی اور کس طرح لوگ ان پر چڑھ آئے تھے تو انہوں نے معاویہ کو جو شام میں تھے خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد تحقیق کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے انہوں نے میری اطاعت چھوڑ دی اور بیعت توڑ دی

الشام علی کل صعب وذوال فلما جاء معاویہ الکتاب۔ تربص بہ وکرہ اظہار مخالفۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد علم اجتماعہم۔

پس تم بغیر توقف کے اہل شام کا لشکر جرار کسی نہ کسی طرح بھیج دو، جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اس نے حکم کی تعمیل نہ کی اور اصحاب رسول کی مخالفت کرنے کو مکروہ جانا۔ حالانکہ اس کو معلوم ہوگیا تھا کہ وہ عثمانؓ کے خلاف جمع ہوتے ہیں۔

محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۱۵۔

اس سے پہلے معاویہ گورنروں کی میٹنگ میں شامل بھی ہوئے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کو کچھ صلاح ومشورہ دے کر شام کی طرف چلتے بنے۔

محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۰۱۔ تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد چہارم ص ۲۴۰۔

عمرو بن العاص کی نسبت سُنیئے۔ یہ حضرت عثمان کے دشمنان وقاتلان میں سے تھے۔ ایک دن حضرت عثمان نے ان کو خلوت میں بُلا کر ابن النابغہ کے لقب سے خطاب کر کے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے دشمنوں سے مل گیا۔ درآنحالیکہ ایام جاہلیت میں میں تجھ سے زیادہ عزت والا تھا۔ عمرو بن العاص نے حضرت عثمان کے باپ تک کو پُن کے رکھ دیا جب وہ چلا گیا تو مروان نے آن کر حضرت عثمان سے کہا کہ اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ زانیہ کے لڑکے تمہارے باپ کو بھی نہیں چھوڑتے۔

جب قتل عثمان کی خبر عمرو بن العاص کو پہنچی تو اس نے کہا۔

انا ابو عبد اللہ اذا حککت قرحۃ نکاتھا ان کنت لاحرص علیہ حتی انی لاحرص علیہ الراعی فی غنمہ فی راس الجبل۔

میں ابو عبداللہ ہوں جب کسی زخم کو کھجاتا ہوں تو اس کی کھال نکال دیتا ہوں تحقیق کہ میں عثمان کے خلاف لوگوں کو اُبھارتا ہوں یہاں تک اس چرواہے کو بھی جو پہاڑ پر اپنی بھیڑ دل کے گلّہ کو چراتا ہے۔

محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۱۰۸، ۱۰۹

بلکہ صریح الفاظ میں اقبال کر لیا۔

لما بلغ عمرا قتل عثمان رضی اللہ عنہ قال انا ابو عبد اللہ قتلتہ۔

جب عمرو بن العاص کو قتل عثمان کی خبر پہنچی تو کہا کہ میں ابو عبداللہ ہوں۔ میں نے اس کو قتل کیا۔

تاریخ طبری: الجزء الخامس ص ۲۳۴۔

اخلاق کی پستی کی حد کہیں ختم نہیں ہوتی۔ ابھی ایک درجہ اور باقی ہے۔ بعد واقعہ

عثمان یہی مروان اور یہی معاویہ اور یہی بنو امیہ اپنے اپنے کونوں سے نکل آئے اور اب اُس عثمان کے خون کا دعویٰ کرتے ہیں جس کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھا اور نہ بچایا اور اس علیؑ کے خلاف کرتے ہیں جو تن تنہا حضرت عثمان کو بچانے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ خدا و مذہب کو چھوڑ کر دنیاوی حکومت کے لئے جو دوڑ دھوپ کی جاتی ہے بد قسمتی ہے اس کا نام بھی سیاست ہی رکھا ہوا ہے مگر اس سیاست کا مقابلہ علی کی سیاست سے کرنا اور مقابلہ ہی نہیں کرنا بلکہ اسے کامیاب اور علیؑ کی سیاست کو ناکامیاب قرار دینا یا تو ظلم صریح ہے یا جہل مرکب۔

(۳) حضرت علیؑ کو کیسے لوگوں سے سابقہ پڑا

ان لوگوں کی کیفیت کچھ تو ہم نے اوپر بیان کی اور کچھ اس وقت بیان کریں گے، جب فتنہ فسادات کے اسباب و علل اور جنگ جمل و جنگ صفین کا تذکرہ کریں گے قبل اس کے کہ ہم حضرت علیؑ کی سیاست پر تنقیدی نظر ڈالیں اور اپنی رائے ظاہر کریں کہ وہ سیاست صحیح تھی یا غلط مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بتا دیں کہ وہ سیاست کیا تھی۔ حضرت علیؑ کے بہت سے خطوط و فرامین کتب تواریخ و سیر میں پائے جاتے ہیں لیکن ان سب کو محمد بن احمد الملقب بالشریف الرضی رحمۃ اللہ نے ایک جگہ جمع کر کے اس مجموعہ کا نام نہج البلاغہ رکھا ہے۔ جناب شریف الرضی و زمانہ ۳۵۹ھ ہجری لغایت ۴۰۶ھ تھا یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ نہج البلاغہ پہلے صفحے سے آخری صفحہ تک کلام امیر المومنین علیہ السلام ہے ہم نے بہت اچھی طرح اس امر کو اس کتاب میں ثابت کیا ہے یہاں اس کے دُہرانے کی ضرورت نہیں امر واقعہ یہ ہے کہ جو شخص جناب امیرؑ کی شخصیت اور ان کی سیاست کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ نہج البلاغہ کا مطالعہ شروع سے آخر تک امعان نظر سے کرے، نہج البلاغہ کو پڑھنے کے بغیر جناب امیر کی معرفت کا دعویٰ ایک بیہودہ ادعا ہے۔ جس کو کوئی اہل علم و معرفت سُننے کے لئے بھی تیار نہ ہو گا۔

جب جناب امیرؑ نے لوگوں کی بے دینی اور ان کا سرعت کے ساتھ کفر کی طرف بہنا دیکھا تو آپ نے صحیح طور سے فیصلہ کیا کہ قبل اس کے کہ غیر ملکوں کو فتح کر کے ان کے باشندوں کو مسلمان بنایا جاوے۔ بہتر یہ ہے کہ ان مسلمان نما کافروں کو صحیح اسلام کے دائرہ میں لایا جائے آپ نے ہر ایک امر کو ملتوی کر کے فیصلہ کیا کہ اوّل رعایا کی تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ رعایا کا مطمح نظر بدل کر آپ کے نظریئے کے مطابق ہو جاوے لہٰذا آپ نے اپنی رعایا کے لئے ایک درس عام جاری کر دیا اور اس درس گاہ کے خود مدرس مقرر ہوئے۔

(۲) اسلام میں عدل و تقویٰ پر بہت زور دیا گیا ہے لٰہذا والی امور مسلمین کے لئے حق و عدل کی اہلیت ضروری ہے اور اُس کا فرض ہے کہ لوگوں میں عدل کرے اُنہیں ظلم سے بچائے اور جو لوگ متقی ہوں انہیں آگے بڑھائے۔
اوامر و نواہی الٰہیہ کا مکمل علم ہو، خود بھی اُن کی پابندی کرے اور لوگوں کو بھی اس ہی صراطِ مستقیم پر چلائے۔

(۳) اپنے ہر فعل میں ہر قول میں اسلام کے حقیقی عروج نشر کا خیال رکھے۔

(۴) اکثریت کی مذمت قرآن شریف نے بہت کی ہے اور بتایا ہے کہ لوگوں کی اکثریت جاہل ہوتی ہے مذہب سے اعراض کرتے ہیں آیات ملاحظہ ہوں۔

وَمَآ اَكۡثَرُ النَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ (یوسف ۱۲ : ۱۰۳)

فَاَبٰى اَكۡثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوۡرًا۔

وَلَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَهُمۡ اَكۡثَرُ الۡاَوَّلِيۡنَ۔

وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ يُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ۔ (الانعام ۶ : ۱۱۶)

وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَجۡهَلُوۡنَ۔ ۶ : ۱۱۱۔

وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔ — وَاِنۡ وَّجَدۡنَاۤ اَكۡثَرَهُمۡ لَفٰسِقِيۡنَ۔ الاعراف ۷ : ۱۰۲

وَمَا كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ۔ — وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ۔ ۴۳ : ۷۸

بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔ — وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔

كَانَ اَكۡثَرُهُمۡ مُّشۡرِكِيۡنَ۔ — وَاَكۡثَرُهُمۡ كٰذِبُوۡنَ۔

وَاَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ۔

فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ (حم السجدہ ۴۱ : ۴)

بَلۡ جَآءَهُمۡ بِالۡحَـقِّ وَاَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَـقِّ كٰرِهُوۡنَ ۞ وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَـقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ‌ؕ (المؤمنون ۲۳ : ۷۰، ۷۱)۔

مغربی حکومت اور اسلامی امامت و ولایت امور مسلمین میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مقدم الذکر نے تو اکثریت کو معیارِ حق قرار دے کر اپنے تئیں اُس پر مبنی کیا۔ اسلام اکثریت کی مذمت کرتا ہے وُہ کہتا ہے کہ اکثریت تو ہمیشہ سے گمراہ رہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر رسولِ خدا اکثریت کی اطاعت کرتے تو وہ ان کو بھی گمراہ کر دیتی اکثریت تو جاہلوں کی ہوتی ہے۔ ان میں عقلِ سلیم نہیں ہوتی۔ وہ کافر ہوتے ہیں۔ مشرکین ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اکثریت کو فاسق پایا ہے۔ اکثریت کو حق سے عناد ہوتا ہے اگر اکثریت کو معیارِ حق قرار دیا جاتا تو زمین و آسمان اور جو ان میں ہیں وہ سب فاسد ہو جاتے۔ چاروں طرف فساد پھیل جاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حقیقتاً آپ کے یہ خطبے معرفت الٰہی کے خزائن ہیں جن میں اسرار و نکات کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں ان میں صفات الٰہی و معنی توحید کی تشریح اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ گویا یہ آپ کے مشاہدات میں سے تھے ابتدائے خلق کے متعلق جو سائنس نے اب تک معلوم کیا ہے اس کی تصدیق آپ کے خطبات کرتے ہیں علامہ ابن ابی الحدید نے شرح تو ضرور لکھی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ابھی کامل شرح نہج البلاغہ کی لکھی ہی نہیں گئی۔ نہج البلاغہ ایک دریائے علم ہے کہ جس کے پڑھنے سے جناب رسول خدا کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔

یہ تو رعایا کے تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق کے لئے تھا ان کے نظم و نسق سے بھی آپ غافل نہ تھے، ہر ایک عامل کے ہر ایک قول و فعل پر آپ کی نظر رہتی تھی جہاں کوئی چوکا وہیں اس کو تازیانہ تادیب لگا۔ جو ہدایات حضرت علیؑ نے اپنے عمال کو وقتاً فوقتاً دی ہیں وہ آج تک درسگاہ سیاسیات کے بہترین سبق ہیں۔ اشعث بن قیس حاکم آذربائیجان کو لکھا کہ "حقیقت یہ ہے کہ حکومت تیرے واسطے طعمہ اور کھانے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک امانت ہے جس کا بار تیری گردن پر ہے"۔ قثم ابن عباس عامل مکہ کو آپ نے لکھا "حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ ادائے حج کو لوگوں کے لئے قائم رکھ اور انہیں خدا کے انعام و عذاب کے دنوں کو یاد دلاتا رہ، صبح و شام ان کی ہدایت کے لئے اجلاس کر، طالبان فتویٰ کو فتوے دے، نادان کو تعلیم کر۔ عالم کے ساتھ مذاکرہ کر۔ لوگوں کی طرف جانے کے لئے تیرا قاصد تیری زبان ہو، اپنے نفس کے سوا کسی کو دربان نہ مقرر کر کسی صاحب حاجت کو اس کی حاجت کے سبب سے اپنی ملاقات سے محروم نہ کر۔ کیونکہ اگر ابتدا ہی میں وہ سائل تیرے دروازوں سے نکال دیا گیا پھر اگر تو اس کی حاجت پوری بھی کر دے گا تو بھی تجھے نیکی کے ساتھ نہیں یاد کیا جائے گا۔ خدا کا مال جو تیرے پاس جمع ہوا ہے اس پر نظر کر۔ صاحبان عیال اور بھوکے لوگ جو تیرے سامنے موجود ہیں۔ اس مال کو ان پر تقسیم کر دے اس مال کو فقر و احتیاج کے مقامات میں پہنچا اور جو کچھ اس مصرف سے زیادہ ہوا سے ہمارے پاس بھیج دے تاکہ اس مال کو ہم ان لوگوں پر تقسیم کر دیں جو ہماری نگاہوں میں موجود ہیں۔ اور اہل مکہ کو حکم دے دے کہ وہ مکہ میں رہنے والوں سے کسی قسم کا محصول یا اجرت نہ لیں کیونکہ حسب فرمان خداوند جلیل مکہ میں عاکف و بادی برابر ہیں۔

عثمان ابن حنیف عامل بصرہ کو اہل بصرہ کی ایک جماعت نے دعوت طعام پر مدعو کیا اور اس نے قبول کر لیا۔ اس کو آپ لکھتے ہیں "حمد و نعت کے بعد اے حنیف تجھے معلوم ہونا چاہیئے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ گروہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے تیری کھانے کی دعوت کی تو نہایت سرعت کے ساتھ وہاں پہنچا، تیرے لئے وہاں قسم قسم کے نفیس کھانے

چُنے گئے اور عمدہ عمدہ شربت کے پیالے پیش کئے گئے۔ مگر میرا یہ گمان نہیں تھا کہ تو اس گروہ کی دعوت طعام قبول کرے گا۔ جن کے محتاج لوگ دعوت سے محروم ہوں اور جن کے مالدار دعوت میں طلب کئے جائیں۔" کیا اچھی بات فرمائی ہے ہر زمانے کے لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دیتی ہے۔

اور تو اور حضرت عبداللہ ابن عباس اپنے ابن عم کو کیسے تہدید آمیز خطوط لکھے ہیں۔

اما بعد فقد بلغني عنك امران كنت فعلته فقد اسخطت ربك وعصيت امامك واخزيت امانتك بلغني انك جردت الارض فاخذت ما تحت قدميك واكلت ما تحت يديك فارفع الى حسابك واعلم ان حساب الله اعظم من حساب الناس

مجھے ایک ایسے امر کی خبر پہنچی ہے کہ اگر تم نے وہ کیا ہے تو اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا اور اپنے امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانت کی امانت کی مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے زمین کو خراب کر دیا۔ جو کچھ تمہارے پاؤں کے نیچے تھا وہ لے لیا اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا کھا لیا۔ لہٰذا تم اپنا حساب میرے سامنے پیش کرو اور یہ جان لو کہ خدا کا محاسبہ انسان کے محاسبہ سے عظیم تر ہوگا۔"

(۲) اما بعد فاني كنت اشركتك في امانتي وجعلتك شعاري وبطانتي ولم يكن رجل من اهلي اوثق منك في نفسي المواساتي وموازرتي واداء الامانة إلي فلما رأيت الزمان على ابن عمك قد كلب والعدو قد حرب وامانة الناس قد خزيت وهذه الامة قد فنكت وشغرت قلبت لابن عمك ظهر المجن ففارقته مع المفارقين وخذلته مع الخاذلين وخنته مع الخائنين فلا ابن عمك آسيت ولا الامانة اديت وكانك لم تكن الله تريد بجهادك وكانك لم تكن على بينة من ربك وكانك انما كنت تكيد هذه الامة عن دنياهم وتنوي غرتهم عن فيئهم فلما امكنتك الشدة في خيانة الامة اسرعت الكرة وعاجلت الوثبة واختطفت ما قدرت عليه من اموالهم

(۲) میں نے تم کو اپنا شریک امانت بنایا تھا۔ اور اپنے مخصوص لوگوں میں رکھا تھا۔ اور میرے اقارب میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا۔ جس پر مجھ کو تم سے زیادہ بھروسہ رہا ہو کہ میری پیروی کرے گا۔ اور میرا بوجھ بٹائے گا اور میری امانت مجھ کو ادا کرے گا۔ مگر جب تم نے دیکھا کہ تمہارے بھائی پر زمانہ سخت آگیا ہے۔ دشمن اس سے برسرِ جنگ ہے اور امانت داری کا احترام باقی نہیں رہا ہے اور یہ امت بیباک خیر سے خالی ہو گئی ہے تو تم نے بھی سپر کا رُخ پلٹ دیا اور ساتھ چھوڑنے والوں کے ساتھ تم نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور دوسرے خائنوں کی طرح تم نے بھی اس کی خیانت کی پس نہ تم نے اپنے بھائی کے ساتھ کوئی ہمدردی کی اور نہ اس کی امانت کو ادا کیا گویا اپنے سابقہ جہادوں سے خدا کی رضا کا ارادہ نہیں رکھتے تھے اور گویا تم اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیلوں پر قائم نہ تھے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

المصونة لا راملهم وايتامهم اختطاف
الذئب الازل دامية المعزى الكسيرة
فحملته الى الحجاز رحيب الصدر بحمله
غير متأثم من اخذه كانك لا أبا
لغيرك حدرت الى اهلك تراثا من
ابيك وامك فسبحان الله اما تومن
بالمعاد اوما تخاف نقاش الحساب ايها
المعدود كان عندنا من ذوي الالباب
كيف تسيغ شرابا وطعاما وانت
تعلم انك تاكل حراما وتشرب حراما
وتبتاع الاماء تنكح النساء من مال
اليتامى والمساكين والمومنين و
المجاهدين الذين افاء الله عليهم هذه
الاموال واحرز بهم هذه البلاد
فاتق الله واردد الى هؤلاء القوم
اموالهم فانك ان لم تفعل ثم
امكنني الله منك لاعذرن الى الله
فيك ولاضربنك بسيفي الذي ما
ضربت به احدا الا دخل النار
ووالله لو ان الحسنؓ والحسين فعلا
مثل الذي فعلت ما كانت لهما
عندي هوادة ولا ظفرا مني بارادة
حتى آخذ الحق منهما وازيل الباطل
عن مظلمتهما.

اس اُمت کو اس دنیا کے معاملے میں فریب
دے رہے تھے اور اس کو مال غنیمت کی طرف
سے غفلت میں ڈال دینے کی نیت رکھتے تھے
پس جب اُمت کے مال میں خیانت کرنے کی
قدرت تم کو حاصل ہوگئی تو تم نے بہت جلدی
اس پر حملہ کر دیا اور اس طرف دوڑ پڑے اور
جہاں تک تم سے ہوسکا ان کے وہ اموال جو
بیواؤں اور یتیموں کے لئے محفوظ تھے لے بھاگے
جس طرح تیز بھیڑیا زخمی بکریوں کو اُچک لے
جاتا ہے اور تم خوش خوش اس مال کو حجاز کی
طرف لے گئے اور اس پر دست برد کرنے کے
لئے گناہگار ہونے کا بھی کچھ دھیان نہ کیا گویا
تم اپنے ماں باپ کی میراث اپنے اہل وعیال
کی طرف لے گئے۔ سبحان اللہ کیا تم معاد پر مطلق
ایمان نہیں رکھتے اور اس دن کے مناقشہ کا
تمہیں بالکل خیال نہیں اے وہ شخص جو اس
سے پہلے ہمارے نزدیک اہل عقل میں شمار کیا
جاتا تھا آخر تجھے کھانا پینا کس طرح گوارا ہوتا ہے
درآں حالیکہ تو جانتا ہے کہ تیرا کھانا پینا سب
حرام ہے تو لونڈیاں خریدتا ہے اور عورتوں
سے نکاح کرتا ہے ایتام ومساکین ومومنین
کے اس مال سے جو خدا نے ان کو عطا کیا ہے
اور انہیں مجاہدین کے ذریعے سے اس نے ان
شہروں کی حفاظت کی ہے پس خدا سے ڈر
اور اس قوم کو اس کے اموال واپس کر دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا اور خدا نے مجھ کو تجھ پر قابو دیا تو
میں تیری سزا کو خدا کے سامنے عذر بناؤں گا اور تجھے وہی تلوار ماروں گا جو میں نے جس کو ماری وہ
جہنم میں داخل ہوا اور بخدا اگر حسنؓ وحسینؓ بھی ایسا ہی کام کرتے جو تو نے کیا ہے تو ان کے لئے
میرے نزدیک کسی طرح نرمی کی گنجائش نہ ہوتی۔ یہاں تک کہ میں ان سے وہ حق لے کر رہتا
اور باطل کو دور کر چھوڑتا۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۸۴ تا ۸۸)۔

ایک افسر فوج کو آپ نے یہ ہدایت کی :- اس خدا سے خوف کر جس سے تو ضرور ملاقات کریگا اور سوائے اس کے تیرا اور کوئی منتہی نہیں۔ تم اس ہی کے ساتھ مقابلہ کرنا جو تم سے لڑے۔ سردی کے موسم میں صبح و عصر کے وقت سفر کرو، اور دوپہر کے وقت لوگوں کو قیلولہ کی فرصت دو، حرکت کرنے میں آرام و آسائش کا خیال رکھنا ابتدائی شب میں سفر نہ کرو۔ اسی اوّل شب میں اپنے بدن کو راحت دے، اور اپنی پشت کو آرام پہنچا۔ جب کہ تو صبح کے پھیلنے سے واقف ہوگیا یا صبح طالع ہونے کو ہوئی تو اس وقت برکت خداوندی پر بھروسہ کرکے سفر کر، جب تو دشمن سے ملاقی ہو تو اپنے لشکر کے وسط میں کھڑا ہو جا اور دشمن سے اس شخص کے مانند قریب نہ ہو جو لڑائی کے ساتھ آویزش کا ارادہ کر رہا ہے۔ نہ دشمن سے اس شخص کی مانند دُوری اختیار کر جو لڑائی سے خوف کھا کر دُور رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میرا حکم تیرے پاس آئے، دیکھو دشمنوں سے جو تم کو نفرت ہے وہ تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ حق کی طرف بلانے اور عذر و حجت تمام کرنے سے پہلے تم ان سے لڑ پڑو۔

(نہج البلاغۃ، الجزء الثانی۔ص ۱۶)

مندرجہ بالا حکم معقل ابن قیس ریاحی کو دیا گیا تھا۔ جو امیر معاویہ سے لڑنے کے لئے سردار مقدمۃ الجیش بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ایک اور امیر لشکر کو آپ نے یہ نصیحت فرمائی تھی جب تم دشمن کے مقابل پہنچ جاؤ۔ یا وہ تمہارے برابر آجائے تو تم کو چاہیئے کہ تمہارے لشکروں کا مقام بلندیوں کے نزدیک ہو یا دامن کوہ میں یا دریا کے کنارے پر تاکہ دشمن تمہاری نگاہوں کے سامنے رہے اور البتہ تمہاری جنگ ایک دستہ یا دو دستہ کے ساتھ ہونی چاہیئے اور پہاڑوں کے قلعوں اور ٹیلوں کی بلندیوں پر اپنے لئے نگہبانوں کو مقرر کر دو تاکہ دشمن کسی خوف یا امن کے مقام سے تمہاری طرف نہ آسکے۔ خوب یاد رکھو کہ جماعت یعنی فوج کے آگے کا ایک دستہ ان کی آنکھیں ہیں، اور ان دستوں کی آنکھیں ان کے ہراول ہیں۔ تم تفرقہ سے عذر کرتے رہنا۔ جب کہیں اُترو تو سب کے ساتھ ہی اترو اور جب کوچ کرو تو سب مل کر جب کسی مقام پر تمہیں رات ہو جائے تو اپنے نیزوں کو دائرہ کی شکل میں بنالو۔ خواب کا ذائقہ نہ چکھو مگر نہایت ہی کم یا بطور کلی کے جو حلق سے پانی نیچے نہیں اترتا۔

نہج البلاغۃ الجزء الثانی۔ص ۱۵-۱۶-

جنگ صفین کے شروع ہونے سے پہلے آپ نے اپنی فوج کو یہ ہدایت کی :- جب تک وہ ابتدا نہ کریں۔ تم ان سے ہرگز جنگ نہ کرنا۔ کیونکہ بحمد اللہ تم طریق حجت پر قائم ہو تم انہیں چھوڑ دینا حتیٰ کہ وہ ابتدا کریں۔ یہ ایک دوسری حجت و برہان تمہارے ہاتھ آئے گی۔ جب بحکم خدا ان کو ہزیمت نصیب ہو جائے تو کبھی کسی پیٹھ پھرانے والے

سے جنگ نہ کرنا۔ کسی عیب دار یا برہنہ کو آزار نہ پہنچانا۔ زخمی کی طرف حملہ نہ کرنا، عورتوں کو اذیت پہنچا کر انہیں ہیجان و غیظ و غضب میں نہ لانا اگرچہ وہ تمہارے سرداروں کو سب و شتم کریں۔ (نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص ۱۸)۔

صدقات کے عمال کو جو ہدایات آپ نے دی ہیں۔ وہ ہر ایک زمانہ کے حکام کا دستور العمل ہونا چاہیئں۔ حکومت الٰہیہ کے حکام ظلم کے شائبہ کو بھی روا نہیں رکھتے، آپ فرماتے ہیں۔

خدا سے ڈرنے کا جو راستہ ہے اسی پر چلتے رہو وہ خدا جس کا کوئی شریک نہیں کسی مسلمان کو حزن و اندوہ میں نہ ڈال نہ ایسی حالت میں کسی پر گزر کر کہ وہ تیرے گزرنے کو مکروہ سمجھے اس کے مال میں جو خداوند تعالےٰ کا حق ہے اس سے زیادہ نہ لے اگر تو کسی قبیلے کے پاس پہنچے۔ تو ان کی آبگاہ پر اتر بغیر اس کے کہ تو ان کے گھروں میں داخل ہو پھر نہایت تسکین و وقار کے ساتھ ان کے پاس جا۔ حتیٰ کہ تو ان کے درمیان میں قائم ہو جائے۔ اب انہیں سلام کر ان کی تعظیم میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کر۔ بعدہ ان سے کہہ کر بندگان خدا! مجھے خدا کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تمہارے اموال میں جو کچھ خدا کا حق ہے اُسے حاصل کروں۔ کیا تمہارے اموال میں خدا تعالیٰ کا کچھ حق ہے؟ اگر ہے تو اسے ولی خدا کے پاس پہنچا دو۔ اگر کوئی کہنے والا ہے کہ نہیں تو پھر اس سے نہ مانگو، اگر کوئی اقرار کرنے والا تیرے سامنے اقرار کرے، تو اس کے ساتھ روانہ ہو کر بغیر اس کے کہ تو اسے ڈرائے یا کوئی خوف دلائے یا اس پر ظلم کرے یا سخت گیری کو کام میں لائے، پھر جو کچھ سونا چاندی وہ تجھے عطا کرے اسے لے لے، اگر اس کے پاس گائے بکریاں یا اونٹ ہوں تو ہرگز بغیر اذن مالک ان کے گلے میں داخل نہ ہو۔ اس کے مالک کے ساتھ ظلم و ستم سے نہ پیش آ۔ ان چوپایوں کو ادھر ادھر رمیدہ نہ کر انہیں فریاد بلند کرنے کے لئے آمادہ نہ کر۔ مالک کو ان کے بارے میں بدحالی و رنجیدہ نہ کر۔ اس مال کے دو حصے کر دے اور مالک کو اختیار دے کہ جس حصہ کو چاہے پسند کر لے۔ جب اس نے ایک حصہ اختیار کر لیا تو ہرگز اس اختیار پر اس سے معترض نہ ہو۔ پھر باقی جو کچھ رہے اس کے دو حصے کر، پھر مالک ہی کو پسند کرنے کا اختیار دے اور ہرگز اس کے پسند کرنے پر معترض نہ ہو۔ برابر یہی عمل بجالا۔ حتیٰ کہ اس کے مال میں سے وہ شے باقی رہ جائے۔ جس میں خداوند تعالیٰ کا حق پورا ہو سکتا ہے۔ اس وقت حق خداوندی پر قبضہ کر لے، اگر مالک تیری اس تقسیم کو باطل سمجھے تو پھر اس مال کو مخلوط کر دے اور پھر وہی عمل کر۔ جو پہلے کر چکا ہے۔ (نہج البلاغۃ الجزء الثانی ص ۲۹)۔

اسی طرح آپ نے عمال خراج کو خداوند تعالیٰ سے ڈرا کر صبر و انصاف و رافت کی تلقین فرمائی اور ہدایت کی کہ لوگوں کو طلب خراج کی بابت محبوس نہ کرو۔ ادائی خراج کے لئے

ان کو اس قدر مضطر نہ کرو کہ وہ اپنے گرمی وجاڑے کے لباسوں کو اور غلاموں کو بیچ کر خراج ادا کریں اور ادائی خراج کے لئے اپنے چوپاؤں کو بیچ ڈالیں درہم کے ادا کرنے کے لئے کسی کو تازیانہ نہ مارو۔ کسی شخص کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ خواہ نماز گزار مسلمان کا ہو یا کافر ذمی کا لشکروں کو حسن سیرت کے حصول کا حکم دو۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۰۶)

حکام لشکر کو ایک طویل ہدایت نامہ لکھا۔ جس میں پہلی ہدایت یہ تھی کہ والی و حاکم کو یہ بات لازم ہے کہ وہ عزت جو اُسے حاصل ہے اور وہ غنا اور وسعت جو اس کے ساتھ مختص ہے اُسے رعیت کی طرف سے بے پرواہ و غافل نہ کریں، وہ نعمتیں جو خداوند عالم نے اُسے عطا فرمائی ہیں۔ بندگان خدا کو اپنا مقرب بنا کر اپنے بھائیوں کے ساتھ الطاف و مہربانی سے کام لے کر ان نعمات کو زیادہ کرنا چاہیئے۔ (نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۰۴)

جب کسی گاؤں کے لوگوں کی زمینوں پر سے آپ کی فوجیں گزرتی تھیں تو آپ سرداران فوج کو ہدایت فرماتے تھے کہ اپنی افواج کو قابو میں رکھیں ان کے آنے سے گاؤں والوں کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ غرور و تمکنت سے ان سے گفتگو نہ کریں۔ بغیر پوری قیمت دیئے ہوئے کوئی چیز نہ لیں، ظلم کا شائبہ تک اُن کے افعال و اقوال میں نہ ہو، اور ساتھ ہی ان ہدایات کی اطلاع اہل قریہ کو بھی دے دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میری فوج ان ہدایات پر عمل نہ کرے تو تم مجھ کو براہ راست اطلاع کرنا یہ وہ انصاف عام کا طریقہ ہے۔ جو اس بیسویں صدی تک کے لوگ عمل میں نہیں لاتے۔ بلکہ وہ جو ہدایات اپنی فوج کو دیتے ہیں وہ تو خفیہ ہی رہتی ہیں۔

اس قسم کی بیسیوں مثالیں اور ہدایات نقل کی جا سکتی ہیں، ان سے صاف عیاں ہے کہ آپ کا مقصد اولیں یہ تھا کہ تباسی جناب رسول خداؐ اسلام کے اصول و قواعد کے ماتحت حکومت الٰہیہ قائم کی جائے۔ جس میں امرا و حکام کے افعال و اقوال و احکام محض خوف الٰہی و معاد پر قائم ہوں۔ غرضکہ آپ حکومت کو مذہب حقیقی کے ماتحت کرنا چاہتے تھے برعکس اس کے موجودہ یورپین سیاست یہ ہے کہ مذہب حکومت کے ماتحت رہے اور جہاں یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم ایک دوسرے سے علیحدہ تو ضرور رہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ امور مذہبی کس طرح امور سلطنت میں شامل ہو سکتے ہیں اور یہی اختلاف نظریہ ہے کہ جس کی وجہ سے یورپین مؤرخین حضرت علیؑ کی سیاست کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ دراصل اسلام کا نظریہ وہی ہے جو جناب علیؑ کا تھا۔ اور یہی اصول جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ جنہوں نے اصول و قواعد اسلام کا غور سے مطالعہ کیا ہے وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ چنانچہ سید ابوالحسن ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبدالعزیز اموی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"پھر اپنے حسن انتظام اور قابلیت سے جاہلیت کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ دین و سیاست کا اجتماع نہیں ہو سکتا"۔ ص ۳۵

اس ہی کتاب کے صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دنیا میں ایک بہت بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک اہم مقصد حکومت الٰہی کا قائم کرنا اور دنیا میں آسمانی نظامِ سیاست و اخلاق و معاشرت جاری کرنا تھا۔"

حضرت علیؑ کی جو فرامین و ہدایات ہم نے اوپر بیان کیں ان سے صاف عیاں ہے کہ حضرت علیؑ کی سیاست کا مقصد اولیٰ اور آپ کی حیات کا مقصد اعظم یہی تھا۔ علامہ جرجی زیدان اپنی کتاب تاریخ تمدن اسلامی جلد ۴ صفحہ ۳۷ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں۔

اما علی فحکایته فی الزهد والتقویٰ کثیرة وکان شدید التمسك بالاسلام من القول والفعل لایعرف الدهاء ولا یرکن الی الحیلة فی شان من الشئون وانما همه الدین وعمدته فی اعماله الصدق والحق۔

لیکن حضرت علیؑ کے زہد و تقویٰ کی بہت سی حکایتیں ہیں وہ اسلام سے اپنے قول و فعل میں بہت ہی شدت کے ساتھ تمسک کرنے والے تھے وہ کید و مکر سے واقف ہی نہ ہوتے تھے۔ دین ہی ان کا مطمح نظر و فکر تھا۔ اور ان کے افعال صدق حق ہی کی بناء پر ہوتے تھے۔

مولوی نیاز فتحپوری اپنی کتاب تاریخ الدولتین کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ پر لکھتے ہیں:
حضرت علی بن ابی طالب کے زہد و ورع خلوص و تقویٰ کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ آپ نہایت پُرجوش قلب رکھتے تھے۔ اور اپنے افعال و اقوال کے لحاظ سے نہایت متقی شخص تھے۔ جو کچھ آپ کے دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر آتا تھا۔ آپ کبھی کسی صداقت کے مقابلہ میں مصلحت اور ڈپلومیسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ آپ کے تمام حرکات و افعال خالص مذہبی ہوتے تھے اور نہ ان میں کسی اور خیال کا اثر شامل ہوتا تھا۔"

اب ہم تصویر کے دوسرے رُخ کو اپنے سامنے رکھتے ہیں یعنی حضرت علیؑ کے زمانہ کے فتنہ و فساد اور فتوحات بیرونی کی سستی رفتار مورخین ظاہر ہیں۔ جن کا منتہائے نظر یورپین فلسفہ و اعتقادات ہیں۔ حضرت علیؑ کی سیاست میں نقص نکالتے ہیں۔ ان کی بحث صاف ہے وہ کہتے ہیں کہ حاکم کا مقصد توسیع دائرۂ حکومت و اضافہ دولت و ثروت ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ بھی حاکم تھے۔ لہٰذا ان کا منتہائے نظر بھی یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اور تھا چونکہ ان کی سیاست ان کے مقصد کو حاصل نہ کر سکی لہٰذا وہ ناقص تھی اور جب وہ اپنی بحث کے لئے قیام و استحکام نہیں پاتے تو محض سطحی نظر ڈال کر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے چار غلطیاں

کیں۔ یعنی :-

(۱) توسیع مملکت کی طرف توجہ نہیں کی۔

(۲) معاویہ سے خواہ مخواہ لڑائی مول لی۔ اس کو ابھی چھیڑنا نہ چاہیئے تھا۔

(۳) طلحہ و زبیر نے حکومت کوفہ و بصرہ مانگی تھی۔ وہ دے دیتے انکار کرکے ان کو دشمن بنالیا۔

(۴) قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ کو سزا دے کر سب کو راضی کر لیتے۔

اس منطق کی کمزوریاں ظاہر ہیں۔ کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ :-

۱- ان حالات میں فتوحات ملکی ممکن تھیں اور مفید ہوتیں۔

۲- اگر حضرت علیؑ معاویہ کو نہ چھیڑتے تو وہ یعنی معاویہ بھی خاموش رہتے۔

۳- طلحہ و زبیر کوفہ و بصرہ لے کر اس پر قناعت کرتے اور علیؑ کے دوست بن جاتے خلافت لینے کی کوشش نہ کرتے۔

۴- وہ لوگ خلوص دل سے قصاص خون عثمان کے طالب تھے، اور اگر قاتلانِ عثمان کو پھانسی مل جاتی تو کوفہ وشام و بصرہ حضرت علیؑ کے دوست ہو جاتے اور یہ بھی ثابت نہیں کیا کہ قاتلانِ عثمان معلوم ہو چکے تھے اب ہم ان امور پر ذرا تفصیل سے بحث کرتے ہیں۔ ہماری بحث کا سلسلہ یہ ہوگا۔

الف۔ فتنہ و فساد۔

ب۔ طلحہ و زبیر۔

ج۔ امیر معاویہ۔

د۔ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ اور

ہ۔ فتوحات ملکی۔

الف۔ فتنہ و فساد

حضرت علیؑ کے زمانہ کے فتنہ و فساد کی ذمہ داری حضرت علیؑ پر عائد کرنا اور ان فسادات کو حضرت علیؑ کی سیاست کا غلط نتیجہ بتانا جناب رسولِ خدا کی تکذیب کرنا ہے کیونکہ جناب رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے۔

یا علی انك تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ۔

یعنی اے علی تم صحیح تاویل قرآن کے لئے لڑو گے، جس طرح میں تنزیل قرآن کے لئے لڑا ہوں۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم :- ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ ہجری صفحہ ۵۹، ۲۰۹، ۲۳۳ - احمد حنبل - مسند الجزء الثالث ص ۳۳ - حاکم، مستدرک الجزء الثالث ص ۱۲۳ -

سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۷۵۔ محب الدین طبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی الباب الرابع الفصل السادس ص ۱۹۱ - ۱۹۲۔ ابن حجر مکی: صواعق محرقہ الباب التاسع فصل الثانی۔ الحدیث التاسع عشر ص ۷۴۔

ثابت ہؤا کہ وہ لڑائیاں حضرت علیؑ کی غلط سیاست کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ آپ کے مخالفین کی غلط تاویل قرآن ان کی باعث تھی۔ یہ بحث مسلمانوں کے لئے تھی۔ اب ہم غیر مسلمین کے لئے بحث کرتے ہیں۔

جناب رسولِ خدا کے زمانے سے جب سے کہ حکومت کی ابتداء مدینہ میں آن کر ہوئی حضرت علیؑ کے خلاف ایک جماعت پیدا ہو گئی۔ جس کا مقصد بقول حضرت عمرؓ یہ تھا کہ نبوت و حکومت ایک خاندان میں جمع نہ ہوں۔

محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص ۳۰ لغایت ۳۲۔ ابن الاثیر: تاریخ الکامل الجزء الثالث ص ۲۴، ۲۵۔ مولوی شبلی:۔ الفاروق مطبوعہ آگرہ حصہ اول ص ۲۰۴ فٹ نوٹ ابن ابی الحدید: نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۱۰۵، ۱۰۷۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مخالف جماعت کی موجودگی سے واقف تھے۔ اکثر اس کا خیال فرما کر بہت روتے تھے اور حضرت علیؑ سے کہا کرتے تھے۔

ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا لک الا من بعدی۔ — اے علیؑ لوگوں کے دلوں میں تیری طرف سے کینے بھرے ہوئے ہیں۔ جن کو یہ لوگ میرے بعد ظاہر کریں گے۔

شبلنجی: نور الابصار ص ۷۱، ۱۰۳۔ شیخ سلیمان مفتی اعظم: ینابیع المودۃ ص ۳۴، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۲۔ شیخ یوسف بن اسمٰعیل: شرف المؤید۔ صفحہ ۴۸ و ۸۶۔ علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۸ حدیث ۶۱۵۸۔ محب الدین الطبری: ریاض النضرۃ الجزء الثانی، الباب الرابع فصل الثامن ص ۲۱۰۔

(کبھی فرماتے تھے)

یا علی ان الامۃ ستغدر بک من بعدی وانت تعیش علی ملتی وتقتل علی سنتی۔ — اے علی میرے بعد تمہارے ساتھ یہ اُمت دغا کرے گی تم میری ملت پر زندہ رہو گے اور میری ملت پر قتل کئے جاؤ گے۔

علی المتقی، کنز العمال الجزء السادس ص ۱۵۷ حدیث ۲۶۱۵۔ الحاکم: مستدرک الجزء الثالث صفحہ ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۲۔ میرزا محمد بدخشانی: نزل الابرار ص ۲۹۔

عجب لطیفہ ہے۔ جناب رسولؐ خدا تو بار بار فرماتے ہیں کہ ان فتنہ و فساد اور لڑائیوں میں علی حق پر ہوں گے اور اسلام کے لئے لڑیں گے لیکن مسلمان مؤرخین کہتے ہیں کہ نہیں

یہ سب فتنہ و فساد اور لڑائیاں حضرت علی کی غلط سیاست کا نتیجہ تھیں۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ اس جماعت مخالفین علی میں اور جماعت منافقین میں ایک جزو مشترک تھا اور وہ بغض علی تھا زمانہ حیاتِ رسول میں حب علیؑ علامت مومن اور بغض علی علامت منافق تھی۔

جب اس مخالف جماعت کو آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد حضرت علیؑ کے خلاف منافقین کی جماعت کی حمایت کی ضرورت ہوئی تو جماعت اول الذکر نے جماعت آخر الذکر کو اپنے دامن عاطفت کے نیچے چھپا لیا، جب ہی تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے زمانہ حیات میں تو منافقین کا بہت ذکر آتا ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی منافقین کا نام تک سننے میں نہیں آتا۔ یہ کیا وجہ تھی جس نے یہ انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ وہی سیاسی ضرورت تھی۔ جس نے مخالفین علی کو منافقین کے ساتھ شیر و شکر ہو جانے پر مجبور کیا۔ اس امر واقعہ کا ثبوت کہ یہ دونوں جماعتیں آپس میں مل کر شیر و شکر ہو گئیں۔ خود وکلائے جماعت حکومت کی زبانی سنیئے۔

عن حذیفہ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منہم علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یومئذٍ یسرون و الیوم یجھرون۔

حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا کی رحلت کے بعد منافقین کی شر زیادہ خطرناک تھی۔ بہ نسبت آنحضرت کی حیات کے زمانہ کے کیونکہ اس زمانہ میں تو وہ اپنے افعال واقوال چھپاتے تھے اور آج کل علانیہ کہتے ہیں۔

صحیح بخاری الجزء الرابع باب اذ قال عند قوم شیئاً ثم اخرج فقال بخلافہ ص ۵۳۔

اس انقلاب کی وجہ ظاہر ہے۔ آنحضرت کے زمانہ کی حکومت ان کے مخالف تھی۔ لہٰذا یہ اپنے تئیں چھپاتے تھے۔ اب آنحضرتؐ کے بعد اس زمانہ کی حکومت چونکہ ان کی اپنی ہی ہے اور جماعت حکومت نے ان کے ہی زور پر کامیابی حاصل کی ہے اب ان کو اپنے تئیں چھپانے کی ضرورت نہیں علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ کی تخت نشینی کے وقت اس مخالف جماعت کی اکثریت جس کی تعداد میں ایک مدت مدید کی موافق فضا نے کافی اضافہ کر دیا تھا۔ تمام مملکت اسلامی پر چھائی ہوئی تھی۔ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اگر مخالف اکثریت اتنی عظیم الشان تھی تو اس کی موجودگی میں حضرت علیؑ کو حکومت مل ہی کیونکر گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے سب کے دلوں میں خوف و ہراس و اضطراب پیدا کر دیا تھا اور مسند خلافت کانٹوں کا بستر دکھائی دیتا تھا۔ کسی میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اس کو قبول کر لیتا۔ یہ مخالف جماعت بالکل مبہوت ہو گئی اور سکتہ کا سا عالم ہو گیا۔ جب آنکھ کھلی اور ذرا ذرا ہوش آیا تو حضرت علیؑ کو مسند خلافت پر دیکھا۔ یہ وہ نظارہ تھا۔ جس کو دیکھ کر انہیں کمال افسوس ہوا۔ اور اپنی ساری عمر کی کوششوں کو اس طرح ضائع ہوتا ہوا دیکھ کر ان سے نہ رہا گیا اور

(۵) لوگوں کا یہ حق نہیں ہے کہ وُہ والی امورِ مسلمین مقرر کریں اس کو تفصیل سے بیان کریں گے۔

(۶) قانون مرتب کرنا بھی لوگوں کا کام نہیں ہے اُن کے لئے سارا قانون قرآن میں جمع کر دیا گیا ہے۔

(۷) نتیجہ صاف ہے اگر والی امورِ مسلمین صراطِ مستقیم سے ہٹ گیا اور اوامر و نواہی خداوندی سے اعراض کیا تو دراصل اس نے اسلام سے بغاوت کی ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کو اپنے عہدے سے علیحدہ کر دے اس کے خلاف بغاوت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ وُہ خود اسلام کا باغی ہے حسینؓ نے یزید سے بغاوت نہیں کی بلکہ یزید خود اسلام کا باغی تھا اور حسینؓ نے جو کچھ کیا وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق تھا۔

مغربی نظریہ حکومت کو اگر اختصار سے بیان کریں گے تو یہ ہوگا۔ کہ جو شخص یا جماعت طاقت، ووٹ یا اتفاق کے ذریعہ سے مسندِ حکومت پر متمکن ہو گیا وہ ہی جائز حاکم ہے رسوؐل خدا کے بعد جو حکومتیں قائم ہوئیں انہوں نے مجبوراً یہ ہی نظریہ اختیار کر لیا اگرچہ زبان سے نہ کہا وہ کسی اصُول کی بناء پر تو قائم نہیں ہوئی تھیں۔ اسی طرح قائم ہوتی رہیں اتفاقات کو کام میں لاکر حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے۔ کہنا چاہتے ہو تو اس کو ووٹ بازی کہدو۔ حضرت عمرؓ کو محض حضرت ابو بکرؓ نے نامزد کیا۔ اور حضرت عثمان کے لئے ایک چوں چوں کا مربہ تیار کیا گیا۔ قرآن کا قدم تو درمیان میں آنے ہی نہ دیا ایک اصُول مقرر نہ کر سکے صرف طاقت۔ اتفاق پر بھروسہ تھا۔ حضرت معاویہ نے وراثت قائم کر دی لہٰذا یہ حکومتیں مغربی نظریہ حکومت کو اختیار کرنے پر مجبور تھیں کہ جو کسی نہ کسی طرح حاکم ہو جاتے وہ ہی جائز حاکم ہے لیکن ان کو مُنہ سے علانیہ یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابن خلدون پہلا مؤرخ ہے جس نے اس غیر منطقی اور غیر اسلامی طرزِ عمل پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ اس کو اسلامی طریقہ تو کہہ نہیں سکتے اس کو مغربی تخیل حکومت سے چسپاں کر دیں تو کھپ جائے گا چنانچہ اس نے اسلامی نظریہ حکومت کو مغربی نظریہ کے مطابق ڈھالا اسلام کا نظریہ جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کے بالکل برعکس ہے۔

ہم اپنی اس بحث کی تائید میں علاوہ آیات قرآنی اور احادیث رسولؐ کے جو کچھ تو بیان ہوئیں اور بہت کچھ آگے آئیں گی۔ ایک امریکن مؤرخ کی تحریر پیش کرتے ہیں جو امعان نظر کے ساتھ اس معاملہ کی تہ تک کچھ پہنچ گیا ہے وہ کہتا ہے:۔

Muslim public law does not start from a definition of the state, but from that of the **IMAMAT**, the leadership of the community. The concept of the state is alien to Muslim political theory in its classical phase and down to ibn Khaldun (d.1406)

از سر نو فتنہ و فساد پیدا کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس کا وہ نتیجہ ہوا جو ہوا۔ اس جماعت نے بہت سے ذرائع حضرت علیؑ کو حکومت سے محروم کرنے کے لئے اختیار کئے۔ ان میں سے پچیس ذرائع کا ذکر ہم اس کتاب کے باب سیزدہم میں کریں گے۔

علامہ ابن الحدید نے اپنے شیخ طائفہ ابو جعفر الاسکافی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اہل بصرہ تمام کے تمام حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے۔ اہل مدینہ و اہل کوفہ کی اکثریت آپ کی دشمن تھی۔ اہل مکہ تمام کے تمام قطعی طور سے حضرت علیؑ سے بغض رکھتے رکھتے اور تمام قریش آپ کے خلاف تھے۔ الغرض جمہور اُمت آپ کے خلاف ہو گئی تھی۔ (دیکھو ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۳۷۱)

اور یہ کیوں ایسا تھا۔ علامہ ابن ابی الحدید اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں۔

ان سبب افتراق الناس عنہ کان لعدلہ وقسمتہ مساویاً۔ یعنی لوگوں کے حضرت علی کے خلاف ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی امیر، غریب، شریف وضیع صاحب رسوخ و گوشہ نشین سب کے ساتھ عدل کرتے تھے اور آپ کی تقسیم غنائم و عطا یا مساوی و عادلانہ تھی۔ (شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص ۱۸۰ و الجزء الثانی ص ۱۷۲)۔

فتنہ و فساد و حکومت کی کمزوری اس صورت حالات کا لازمی نتیجہ تھی۔ اور اگر اس کو حضرت علیؑ کی سیاسی غلطی سمجھئے تو یوں کہنا پڑے گا کہ حضرت علیؑ نے اس رعایا میں عدل و انصاف کا دستور رائج کرنے میں غلطی کی۔

حضرت علیؑ کے زمانہ کے فتنہ و فساد کی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ حضرت علیؑ کی مخالف جماعت نے منصب و حقیقت نبوت کے متعلق ایک غلط عقیدہ ایجاد کر کے لوگوں میں شائع کر دیا اور لوگوں نے اس غلط عقیدہ کی پیروی کی، حضرت علیؑ کی مخالف وہ جماعت تھی۔ جس کی نظریں اس حکومت پر لگی ہوئی تھیں جو جناب رسولِ خدا کو خداوند تعالےٰ نے عطا کی تھی وہ لوگ سمجھ گئے تھے کہ جناب رسولِ خدا حضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرتؐ کے بیشمار اقوال و افعال تھے جن سے یہ بات اچھی طرح ہویدا تھی۔ لہٰذا ان لوگوں نے یہ عقیدہ ایجاد کیا اور لوگوں میں پھیلایا کہ جو حکم جناب رسولِ خدا منصب نبوت کے متعلق دیتے ہیں وہ تو خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور قابل اطاعت ہے۔ لیکن جو حکم رسول خدا کا اس سے علیحدہ ہوتا ہے وہ منصبِ نبوت سے تعلق نہیں رکھتا۔ ہماری مرضی ہے ہم اس کی اطاعت کریں یا نہ کریں، ان بزرگواروں کی رائے میں جانشینی کے متعلق جو احکام تھے وہ حکومت سے تعلق رکھتے تھے۔ منصب نبوت سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ ہم نے اس مضمون پر تفصیل کے ساتھ بحث اس حصہ اول کی کتاب دوم سیاست عمریہ میں کی ہے۔

(ب) معاملہ طلحہ و زبیر۔

معترضین کہتے ہیں کہ علیؑ کو چاہیئے تھا کہ کوفہ و بصرہ طلحہ و زبیر کو دے کر ان کو اپنا کر لیتے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ علیؑ کے حقیقی اور دلی طرفدار ہو جاتے۔ ہرگز نہیں وہ خود کہتے تھے کہ ہم نے تو علی کی بیعت طوعاً و کرہاً کی ہے جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا۔

تاریخ طبری، الجزء الخامس ص ۱۵۴۔ ابن کثیر دمشقی البدایۃ والنہایۃ فی تاریخ الجزء السابع ص ۲۳۱۔

ان بزرگواروں کی جبلت و خصلت و عادت تو وہ تھی جو حضرت عمرؓ نے تجویز شوریٰ کے وقت بیان کی تھی، یہ بزرگوار بہت مغرور اور خود سر تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم نے علیؑ کو تخت پر بٹھایا ہے۔ لہٰذا علیؑ کا فرض ہے کہ جو ہم چاہیں وہ ہم کو دیں، جو کچھ علیؑ سے ملتا وہ اس کو علیؑ کی مہربانی سمجھ کر نہ لیتے اور اپنے تئیں ان کا زیر احسان سمجھ کر ان کے دوست نہ بن جاتے۔ بلکہ جو کچھ علی دیتے اس کو اپنا حق سمجھ کر لیتے اور خیال کرتے کہ ابھی ہمیں پورا حق نہیں ملا۔ بصرہ و کوفہ ابھی پہلا قدم تھا۔ اصلی مطالبے تو ذرا قدم جمنے کے بعد آتے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگوار خلافت کی خواہش رکھتے تھے اور جنگ جمل سے ان کا مقصود خلافت حاصل کرنا تھا۔

تاریخ طبری، الجزء الخامس صفحہ ۱۶۹۔ تاریخ ابن خلدون۔ اردو ترجمہ جلد چہارم ص ۲۹۸۔ حکیم مظہر الحق۔ شمس التواریخ ص ۹۲۵۔

اور یہی مقصد ان کا امارت کوفہ و بصرہ مانگنے سے تھا۔ دراصل یہ تجویز شوریٰ کے بگاڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو امیدواران خلافت میں رکھ کر فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دیا یہ خلافت کے خواب دیکھتے تھے۔ جس کی تعبیر حضرت علیؑ کے زمانہ میں پوری کرنی چاہی۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید الجلد الثانی ص ۴۰۲۔

ایسی صورت میں طلحہ و زبیر کو امارت کوفہ و بصرہ دینے کے یہ معنی تھے کہ حضرت علیؑ کو بجائے ایک معاویہ کے تین معاویوں سے لڑنا پڑتا۔ یہ ایک ایسی غلطی ہوتی جس کے نتائج پر غور کرنے سے حضرت علیؑ کی دور اندیشی و سیاست کا اندازہ ہوتا ہے۔ امیر معاویہ تو جناب علی مرتضیٰؑ سے جنگ پر تلے ہوئے تھے، زبیر اور طلحہ اپنے اپنے صوبے میں بیٹھے ہوئے اس جنگ کا نتیجہ دیکھتے اور وہ نتیجہ عیاں ہے، کوفہ و بصرہ سے علیؑ کو کوئی کمک نہ ملتی۔ مکہ و مدینہ پہلے ہی سے امیر معاویہ کے زیر اثر تھے۔ پھر جناب امیر المومنین کو فوج کہاں سے ملتی۔ جناب امیر یا شہید ہو جاتے یا خلع خلافت پر مجبور کیے جاتے اس کے بعد اصل جنگ شروع ہوتی۔ حضرت عائشہ تو ضرور اپنے بہنوئی زبیر کے ساتھ ہوتیں، طلحہ میں اتنی طاقت نہ ہوتی کہ تنہا معاویہ کا مقابلہ کرتے وہ ناچار ان سے مل جاتے انکی والدہ ماجدہ جناب ابوسفیان کی زوجہ رہ چکی تھیں اور حضرت عثمان سے بھی انکی رشتہ داری تھی۔ غرضکہ معاویہ اور طلحہ ایک طرف اور زبیر و عائشہ دوسری طرف۔ یہ اس جنگ عظیم کے فریق ہوتے۔ بہت ممکن تھا کہ اس وقت امیر معاویہ شاہ روم سے مدد کا خواستگار ہوتا اور وہ بہت

خوشی سے مداخلت کرتا اب وہ فتنہ اُٹھتا جو اسلام کو نیست و نابود کر دیتا۔ ہم کو جناب امیرؑ کا شکرگزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اسلام کو اس طرح فنا ہونے سے بچا لیا۔ خدا کے ساتھ بھی انسان کا طرزِ عمل یہی ہے۔ جن مصیبتوں سے خداوند تعالیٰ بچاتا رہتا ہے ان کی طرف تو غور نہیں کرتے۔ ان کے اپنے ہی اعمالوں سے جب کوئی مصیبت پڑ جاتی ہے تو روتے پھرتے ہیں کہ خدا نے ہم پر یہ مصیبت ڈال دی ہے۔

غرضکہ یہ اُمیدواران خلافت کی جماعت تھی جس نے سارے فتنہ و فساد اپنے اغراض کے لئے پیدا کئے۔ اس جماعت کو منصۂ شہود پر لانے والی سیاست سابقہ اور واقعات گذشتہ تھے جنہوں نے خلافت کو ایک سستی سی سہل الحصول شے بنا دیا کہ ہر کس و ناکس اُمیدوار بن بیٹھا۔ انہوں نے دیکھا کہ حصول خلافت کے لئے کسی خاص فضیلت یا حق کی ضرورت نہیں محض موقعہ و محل کی مساعدت کافی ہے۔ لہٰذا وہ حالات اور وہ سیاست قابل الزام ہیں جنہوں نے خلافت الٰہیہ و جانشینیٔ رسول کو اس درجہ تک گرا دیا۔

(ج) امیر معاویہ کا معاملہ

حضرت علیؑ نے جو فرامین و خطوط امیر معاویہ کو بھیجے وہ نہج البلاغہ اور دیگر کتب تواریخ میں محفوظ ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ امیر معاویہ کو حاکم و عادل اور حکومت الٰہیہ کی سرداری کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ امیر معاویہ دل سے مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے کفر سابق پر قائم ہیں۔ اس اسلام کو جو امیر معاویہ رائج کر رہے تھے حضرت علی صحیح اسلام نہیں سمجھتے تھے۔ واقعات نے آپ کی رائے کی تصدیق کر دی اور ثابت کر دیا کہ بنو اُمیہ کی حکومت اسلام کے لئے مصیبت عظمیٰ تھی۔ بہت سے مؤرخین کی رائے حضرت علیؑ کے خیال کے مطابق ہے۔ اندریں صورت حضرت علیؑ کا خیال کہ اگر آپ نے امیر معاویہ کو شام کی حکومت پر برقرار رکھا تو ان کے تمام افعال کا مظلمہ آپ کی طرف عود کر آئے گا۔ بالکل درست تھا۔ چنانچہ جناب رسول خدا نے حضرت خالد کی بد عنوانیاں سن کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا تھا کہ خداوندا میں خالد کے کرتوت کا ذمہ دار نہیں، لیکن یہ وہ خیال ہے جو زمانۂ حال کے فرنگستانی مؤرخین کی سمجھ میں مطلقاً نہیں آسکتا۔ لہٰذا وہ اس کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔ علاوہ اس کے دنیاوی سیاست و تدبر کا اقتضاء بھی یہ تھا۔ کہ امیر معاویہ کو مطلقاً مہلت نہ دی جائے۔ مغیرہ ابن شعبہ نے یہ صلاح حضرت علیؑ کو دی تھی اور علامہ جرجی زیدان اور ان کے ہم خیال مؤرخین کی بھی یہی رائے ہے کہ حضرت علیؑ امیر معاویہ کی برطرفی کی کوشش فوراً ہی نہ شروع کر دیتے۔ بلکہ جب خود اپنی حکومت میں مستقل ہو جاتے اس وقت امیر معاویہ کی برطرفی کا حکم صادر فرما دیتے۔ اس قسم کی رائے رکھنے والے لوگ ایک نہایت ضروری امر کو نظر انداز کرتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اتنے عرصہ میں امیر معاویہ کیا کرتے، کیا

وہ اس دھوکہ میں آجاتے۔ حضرت علیؑ و امیر معاویہ کے دلوں کی حالت ایک دوسرے کو اچھی طرح معلوم تھی اور اس طرح خاموشی سے اس پر پردہ نہیں پڑ سکتا تھا۔ قبل اس کے کہ حضرت علیؑ کسی قسم کا فرمان امیر معاویہ کو بھیجیں۔ حضرت عثمان کی خون آلود قمیض دمشق پہنچ چکی تھی۔ اور وہاں کی مسجد میں دکھائی جا رہی تھی اور لوگوں کو حضرت علیؑ کے خلاف بھڑکایا جا رہا تھا۔ امیر معاویہ نے فوراً اعلان کر دیا تھا (اور اگر اعلان نہ بھی کرتے تو ان کا طرزِ عمل بتا رہا تھا) کہ وہ علیؑ کی اطاعت نہ کریں بلکہ ان سے خون عثمان کا بہانہ رکھ کر جنگ کریں گے۔ ایسی صورت میں حضرت علیؑ کی طرف سے مہلت دیئے جانے اور برطرفی و بحالی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یقیناً امیر معاویہ اپنے موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور وہ اتنے عرصہ تک خاموش رہ کر حضرت علیؑ کو اتنی مہلت نہ دیتے کہ وہ اپنی حکومت میں مستقل ہو جائیں۔ امیر معاویہ تو پہلے ہی سے اپنی حکومت میں مستقل و مضبوط تھے، ان کو کسی وقت و فرصت کی ضرورت ہی نہ تھی۔ یہ امر مُسلّمہ ہے اور علامہ جرجی زیدان بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ امیر معاویہ کے دو بڑے ہتھیار تھے۔ روپیہ اور زہر۔ اپنی حکومت کو مستقل کرنے کے لئے انہوں نے ان دونوں سے خوب کام لیا۔

AMIR ALI,S HISTORY OF SARACENS CHAPTER VII PAGE71

علامہ موصوف مانتے ہیں کہ علی بن ابی طالب اس طرح روپیہ خرچ کرنے کو کمینہ پن خیال کرتے تھے۔ (اُردو ترجمہ تمدن اسلام حصہ اول ص ۹۰)

بس معاملہ صاف ہو گیا۔ اگر حضرت علیؑ امیر معاویہ کو موقع دیتے تو اس عرصہ میں امیر معاویہ اپنے ان دونوں ہتھیاروں سے خوب کام لے کر امیرالمومنینؑ کے یاروں اور انصاروں کی تعداد میں بہت کمی کر دیتے اور پھر جو جنگ ہوتی تو اس کے لئے اتنی بھی فوج نہ ملتی جتنی اب جنگ صفین کے لئے مل گئی۔ یہ کتنی غلط اور سطحی رائے ہے۔ جو ان مؤرخین نے قائم کی ہے۔ مغیرہ ابن شعبہ اس دن سے حضرت علیؑ کے خلاف تھے جس دن سے اُن کے خلاف ام جمیل سے زنا کرنے کا الزام قائم ہوا تھا۔ اور حضرت علیؑ نے ان کے سنگسار کرنے کی اصلاح حضرت عمرؓ کو دی تھی۔

ابو الفرج: کتاب الاغانی ترجمہ مغیرہ بن شعبہ۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۱۶۰۔ ابن کثیر دمشقی۔ البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ الجزء السابع ص ۸۲۔ ابن خلدون اُردو ترجمہ جلد چہارم ص ۱۰۹۔ تاریخ طبری، الجزء الرابع ص ۲۰۷۔

ان کا مطلب اس رائے کے دینے سے یہ تھا کہ امیر معاویہ کو آسان طعمہ مل جائے اور حضرت علیؑ جیسے ماہر جنگ سے مقابلہ کر کے نتیجہ کو غیر یقینی بنانے کی نوبت ہی نہ آئے اور مؤرخین

نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر خود معاملہ پر غور کئے نتیجہ نکال لیا کہ مغیرہ ابن شعبہ نے درست رائے دی تھی اور غلطی علیؑ ہی کی تھی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دراصل غلطی اس مرکزی حکومت کی تھی جس نے ایک صوبائی گورنر کو اتنا خود سر اور مطلق العنان بنا دیا کہ ایک خلیفہ کی مدد کرنے سے قطعی گریز کیا اور دوسرے خلیفہ سے علانیہ جنگ کی، سابقہ مرکزی حکومت نے امیر معاویہ کے ساتھ بہت امتیازی سلوک روا رکھا تھا باقی ہر ایک گورنر سے حساب لیا جاتا تھا۔ اگر کسی گورنر کے پاس زیادہ روپیہ ہو جاتا تھا۔ تو بغیر حساب لئے ہی اس کا وہ روپیہ ضبط کر لیا جاتا تھا۔ اور بر سر عام اس کو مار کر رد کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ کی مثال نہایت مشہور ہے اور خالد ابن ولید کو حضرت عمر نے ان کی خودسری ہی کی وجہ سے برطرف کیا تھا لیکن برعکس اس کے امیر معاویہ کی طرف کسی نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور ان کو ان کے حال پر اتنا چھوڑ دیا کہ مال کثیر جمع کر کے خود مختار بن بیٹھے۔ مولوی شبلی کہتے ہیں۔ امیر معاویہ شام میں بڑے ساز و سامان سے رہتے تھے اور حضرت عمران سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ (الفاروق حصہ دوم ص ۳۷) دوسرا قاعدہ مرکزی حکومت کا یہ تھا کہ ایک گورنر کے مرنے یا موقوف ہونے کے بعد اس کی جگہ کبھی اس کے رشتہ دار کو نہیں لگاتے تھے۔ لیکن خاندان ابوسفیان کے ساتھ سلوک ہی دوسرا تھا۔ پہلے یزید ابن ابوسفیان شام کے لشکر کے جنرل اعظم مقرر ہوئے اور جب شام فتح ہو گیا تو اس کے گورنر بنا دیئے گئے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے بھائی معاویہ جانشین قرار پائے۔ ایک خاندان کو اتنی طاقت دینی کہ وہ خودسر ہو جائے اور مرکزی حکومت کی پروا نہ کرے۔ اس مرکزی حکومت کی غلطی ہے جس نے یہ صورت حالات پیدا کر دی یہ گمان کرنا کہ حکام سابقہ ایک صوبائی گورنر کو مطلق العنان حاکم بنانے کی خرابیوں سے واقف نہ تھے۔ ان کی ذکاوت و فراست و سیاست کی اہانت ہوگی، امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت کی مرکزی حکومت کی سیاست کا رکن اول ہی یہ تھا کہ بنو امیہ کو خاموش کیا جائے اور ان کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی حکومت کو مضبوط و مستحکم کیا جائے یہ کیوں ضروری ہوا، اور وہ سیاست کیا تھی جس میں یہ ضروری سمجھا گیا۔ دلچسپ تاریخی سوالات ہیں۔ جن کو ہم نے تفصیل سے باب سیزدہم میں بیان کیا ہے چونکہ اس زمانہ کی مرکزی حکومت کی سیاست اور امیر معاویہ حاکم شام کی مقصد اولی میں پوری یگانگت تھی لہٰذا وہ زمانہ تو بہت اچھی طرح گذر گیا اور اس پالیسی کی بنیادی اور اصولی غلطی کے نتائج لوگوں کی آنکھوں سے پنہاں رہے۔ لیکن جب صوبائی گورنر کے مقصد اولی اور مرکزی حکومت کے نصب العین میں تصادم ہوا تو چونکہ سابقہ سیاست کی وجہ سے صوبائی گورنر مطلق العنان حاکم بن چکا تھا۔ لہٰذا فتنہ و فساد اس کا لازمی نتیجہ ہوا جس کی ذمہ داری کسی طرح حضرت علیؑ پر عائد نہیں ہوتی۔

د - قاتلان حضرت عثمان

غالباً یہ ثابت کرنے کے لئے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کہ قصاص خون عثمان محض ایک سیاسی بہانہ تھا دراصل تو حضرت علیؑ سے جنگ کرنا مقصود تھا امیر معاویہ نے باوجود موقع و قدرت کے حضرت عثمان کی مدد نہ کی۔ طلحہ قاتلان عثمان کی جماعت میں سے تھے اور حضرت عثمان رضؓ سے دوبدو انہوں نے مخالفت کی گفتگو کی عمرو بن العاص کی بھی یہی حالت تھی۔
تاریخ ابن خلدون: اردو ترجمہ جلد چہارم ص ۳۰۵۔ امام حنبل: مسند الجزء الاول صفحہ ۴۸، بہت سے حوالے اوپر گذر چکے ہیں۔

اور یہی لوگ طالبان خون عثمان تھے۔ حضرت علیؑ نے صلائے عام دی تھی کہ مجھے قاتلان عثمان بتاؤ میں انہیں سزا دوں گا۔ آپ نے تحقیقات بھی شروع کر دی تھی، جنابہ نائلہ زوجہ حضرت عثمان کے بیانات ہوئے انہوں نے کہا کہ صرف دو ہی اشخاص ان کے قاتل تھے۔ میں ان کا نام نہیں جانتی۔ اگر وہ میرے سامنے آجائیں تو پہچان لوں۔ محمد بن ابی بکر سچ کہتے ہیں۔ وہ قاتل نہیں ہیں۔ دیکھو ابن حجر مکی، صواعق محرقہ الباب الثامن ص ۷۱، شمس التواریخ خلافت عثمانی ص ۶۱۷۔ تاریخ الخمیس۔ قتل کے وقت جنابہ نائلہ کے علاوہ کوئی وہاں موجود نہ تھا۔ جب وہی قاتلان عثمان کا نام و پتہ نہ دے سکیں تو اور کون بتاتا۔

خون عثمان کا قصاص طلب کرنے والوں نے بھی قاتلان عثمان کے نام نہیں بتائے تمام مصری لشکر کو جناب امیرؑ کیونکر خون عثمان کے عوض قتل کر دیتے۔ وہ لوگ تو محض اس ارادہ سے آئے تھے کہ حضرت عثمان سے ان کے افعال کی توبہ کرائیں خلع خلافت کرائیں یا مروان کو ان سے لیں۔ چنانچہ طلحہ نے کہا کہ اگر حضرت عثمان مروان کو حوالہ کر دیتے تو یہاں تک نوبت نہ آتی۔ شمس التواریخ ص ۶۱۶۔

اگر ان میں سے ایک یا دو نے زیادتی کی اور حضرت عثمان کو قتل کر دیا تو سارا لشکر اس فعل کا ذمہ دار نہیں۔ دراصل تو یہ دشمنان علیؑ کی ایک سیاسی چال تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ مصریوں پر سختی کریں اور وہ لوگ بھی حضرت علیؑ کے خلاف ہو جائیں۔

ہ - فتوحات ملکی

حضرت علیؑ کی یہ رائے تھی کہ دُور دراز ممالک کی فتوحات اس وقت تک غیر ضروری بلکہ یقیناً ضرر رساں ہیں جب تک عرب کے مسلمانوں کے دل میں صحیح اسلام کی تعلیم اور آیات قرآنی کی صحیح تاویل اتنی راسخ نہ ہو جائے کہ مختلف تہذیب اور مخالف اعتقادات کا تصادم ان پہ اثر پذیر نہ ہو سکے۔ واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ کی پالیسی کتنی درست تھی، صدر اول کے عربوں کی سرعت فتوحات جتنی کہ ظاہر میں آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے اتنی ہی دُور بیں نظروں اور درد رکھنے والے دلوں کے لئے باعث رنج و افسوس ہے۔ ہمارے

نوجوان کالجوں میں پڑھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اسلام نے یورپ کے ازمنہ وسطیٰ کی تاریکی کو اپنی مشعلِ علم سے منور کر دیا۔ یورپ کو یونان کا فلسفہ مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے پہنچا۔ علوم ریاضی ہیئت جغرافیہ و اسفار میں مسلمانوں کے کارنامے اب تک خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ دہلی غرناطہ، بیجاپور کی عمارتیں اپنی غمگین خاموشی سے مسلمانوں کی گذری ہوئی عظمت کو یاد دلا رہی ہیں۔ لیکن تصویر کا دوسرا رُخ بھی ہے۔ جناب رسول خداؐ جغرافیہ اور اصطرلاب کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ ہم نے یونان، ایران، ہندوستان و فرنگستان کو بہت کچھ دیا۔ لیکن ان سے لیا بھی بہت کچھ۔ کیا لیا؟ ایرانیوں کی دو خدائی، رومی عیسائی کی سہ خدائی اور ہندوستان کی صد خدائی۔ ان تخیلات نے اسلام کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ ابھی عربوں میں زمانہ جاہلیت کا تخیل باقی تھا۔ صنم پرستی کا اثر موجود تھا۔ اسلام نے ابھی ان کے طرز تخیل اور طرز زندگی پر پورا تسلط نہیں کیا تھا کہ مختلف تہذیبوں اور مخالف اعتقادات سے تصادم ہو گیا۔ جناب رسول خداؐ نے سچ فرمایا تھا کہ تم میں کفر و شرک چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے۔

جلال الدین سیوطی؛ کتاب الدر المنثور الجزء الرابع ص ۵۴۔ علی المتقی۔ منتخب کنز العمال جلد ا ص ۲۷۱۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفا مقصد اول ص ۱۹۹۔ عنایت اللہ مشرقی۔ تذکرہ مقدمہ ص ۶۷-۶۸۔

زمانہ حال کے مفکر علامہ مشرقی سچ کہتے ہیں کہ:۔

اسلام و قرآن نے عربوں کی جبلت و طینت کو نہیں بدلا تھا وہ عادتیں اور خصلتیں جو ان کی فطرت میں ہزار دو ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں۔ کس طرح چشم زدن میں ان سے رخصت ہو کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں۔ وہ ملی اوصاف جو قرنوں اور صدیوں پہلے ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے ان کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے۔ قرآن و اسلام کی تعلیم سے عرب اپنی ظاہری عبادات اور رسوم کو بدل سکتے تھے۔ اپنے آبائی روایات اور اعتقادات کو بادی النظر میں بدل سکتے تھے۔ مگر طبائع کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے۔ وہ دراصل اس مٹی میں رہنے والے، ہم زدہ لوگ اور قریب قریب اسی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے، جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لے کر ان کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے موافق انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی (تذکرہ مقدمہ ص ۶۷ و ۶۸)

اس جلد بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربی عنصر اور عربی طرز تخیل اسلامی ممالک سے بالکل مفقود ہو گیا اور عربوں کی جگہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں نے اسلام کا لباس پہن کر لے لی۔

اوّل تو وہی اسلام ناقص تھا جو ان عربوں نے جن کے اندر بقول جناب رسول خداؐ کفر موجود تھا۔ اور جن کی جبلت و طینت میں جاہلیت کی روایات و اعتقادات باقی تھے اپنی مفتوحہ رعایا کو دیا۔ اس پر طرّہ یہ ہوا کہ یہ نو مسلم اپنا کافرانہ طرزِ تخیل اور اپنی جاہلانہ رسومات اپنے ہمراہ لائے۔ یہ تھا وہ اسلام جو ان فتوحات ملکی کے ذریعہ سے دنیا میں پھیل رہا تھا۔ نتیجہ اسلام اتنا پھیلا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، کوئی فرقہ جبر و اختیار کے مسئلہ میں پھنسا ہوا ہے۔ کوئی تقدیر و تدبیر پر غور کر رہا ہے کوئی مسئلہ تناسخ کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ کسی کو خیر و شر کی موجودگی شبہ میں ڈال رہی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شاید زرتشت کا خیال ہی درست ہو۔ خدا دو ہی ہوں اہرمن و یزداں ایک شر کا دوسرا خیر کا۔ کسی کی ہمت اور تاویل کے خیال نے بڑھائی ہوئی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں ہی خدا ہوں۔ مسئلہ حلول و مسئلہ ہمہ اوست میں محو ہو کر ویدانت کی طرف جھکے جاتے ہیں۔ جب ان پیچیدگیوں سے دم گھبراتا ہے تو اسلام سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور کہتے ہیں ؎

صنمارہ قلندر سزوار بمن نمائی که دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

اور لطف یہ ہے کہ اسلام کے یہ سب بے شمار فرقے اپنے اپنے اعتقادات کی بناء قرآن شریف پر رکھتے ہیں۔ اس کی آیات کی تاویل کر کے اپنے اپنے مذہب کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں ہر ایک فرقہ دوسرے کی تاویل کو غلط بتاتا ہے۔ محض یہی ایک امر بین ثبوت ہے۔ اس دعویٰ کا کہ ان مسلمانوں کو قرآن شریف کی صحیح تاویل معلوم ہی نہیں ہوئی تھی۔ یہ فرقہ بندی اور اختلافات و تاویلات تو ابتداء ہی سے شروع ہو گئے، لیکن امرِ حق میں اختلاف و تضاد ناممکن ہے۔ حق ایک ہی ہے لہٰذا ایک ہی تاویل صحیح ہونی چاہیئے، جب ہی تو علی مرتضےٰؑ کو تاویل قرآن پر لڑنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عربوں کی سرعت فتوحات نے اسلام کو نقصان زیادہ پہنچایا بہ نسبت فائدہ کے جس طرح اہل روما، سکندر اعظم، ہینی بال کی عظیم الشان فتوحات صنم پرستی کی صداقت کی دلیل نہیں ہیں اور شارلمین اعظم لوئس چہاردہم و نپولین کے کارنامے مذہب عیسائیت کے حقانیت ثابت نہیں کرتے اسی طرح مسلمانوں کی فتوحات اسلام کی صداقت کے ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتیں فتوحات ملکی ایسی صورت ہی میں مفید ہو سکتی ہیں کہ جب فاتح قوم کا غلبہ مستقل و مستحکم ہو، اگر فاتح اقوام کا تخیل اور مذہب مغلوب ہو گیا تو پھر محض تلوار تو کچھ فائدہ نہیں دیتی، وہ تو جلد کند ہو جاتی ہے۔ سید ابو الحسن ندوی نے اپنی کتاب سیرۃ احمد شہید ص ۲۱ و ۲۲ میں لکھا ہے۔

یہ حقیقت کہ خلافت امویہ یا عباسیہ کے عروج کا زمانہ اور ولید بن عبد الملک ہارون مامون اور عبد الرحمٰن ناصر کا عہد اصولی حیثیت سے معیار اور مستند نہیں

ہے۔ ان لوگوں کے لئے نئی ہو گی۔ جو اسلام کے معنی اسلامی تمدن سمجھتے ہیں اور اسلامی تمدن سے ان کی مُراد بغداد و قرطبہ دمشق و غرناطہ کا تمدن ہوتا ہے وہ اسلام کی ترقی کو میناروں کی بلندی فن تعمیر کی ترقی اور فنون لطیفہ کی سرپرستی کے پیمانہ سے ناپتے ہیں۔ لیکن جب سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک عملی و روحانی و اخلاقی اور معاشرتی مذہب ہے ان کو اس کی ترقی بغداد و قرطبہ کے عالی شان دار الخلافہ اور سر بفلک مسجدوں کے بجائے مدینہ کی جھونپڑیوں میں نظر آئے گی۔

حضرت علیؑ کی فہم و فراست نے ان قبل از وقت فتوحات کی برائیوں کو فوراً معلوم کر لیا۔ اور آپ نے ادھر سے ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ کی یہ کوشش رہی کہ جہاد کو اس کی اپنی صورت میں لے آویں جو جناب رسولؐ خدا کے وقت میں تھی۔ یہ امر بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ حضرت علیؑ کے وقت تک مسلمانوں کی سلطنت اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ اب صحیح سیاست و دُور اندیشی اس ہی بات کی مقتضی تھی کہ جو کچھ مل گیا ہے اس کو مضبوط و مستحکم کیا جاوے۔

حضرت علیؑ کی سیاست کا اندازہ ان کی مشکلات اور زمانہ کے حالات کو دیکھ کر کرنا چاہیئے۔ آپ کی رعایا تو ایسی تھی جیسا کہ اُوپر بیان ہوا۔ آپ کے مقابلہ کے دشمن وہ تھے کہ جن کا تذکرہ اُوپر کیا گیا۔

حضرت علیؑ ان تمام اعتراضات سے واقف تھے جو آپ کے خلاف آپ کے کم سمجھ دشمن کرتے تھے اور کر سکتے تھے ان سب کا جواب نہایت خوبی سے آپ نے اپنے خطبوں میں دیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

واللہ ما معاویۃ باذھی منی ولکنہ یغدر ویفجر ولولا کراھیۃ الغدر لکنت من اذھی الناس ولکن کل غدرۃ فجرۃ ولکل فجرۃ کفرۃ ولکل غادر لواء یعرف بہ یوم القیمۃ واللہ ما استغفل بالمکیدۃ ولا استغمز بالشدیدۃ۔

قسم خدا کی معاویہ مجھ سے زیادہ عقلمند اور ذہین نہیں لیکن وہ مکار ہے اور فسق و فجور کرتا ہے اگر مکر و دھوکا قبیح اُمور نہ ہوتے تو میں سب سے زیادہ مکر کرنے والا ہوتا لیکن ہر ایک دھوکا باز مکار فاسق و فاجر ہے اور اس کے لئے روز قیامت ایک نشان ہو گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ قسم خدا کی میں مکاروں کی مکاریوں سے غافل نہیں ہوں اور کسی کی سخت گیری کی وجہ سے نرم نہیں ہوا ہوں۔

نہج البلاغۃ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ بمصر الجزء الاول ص ۵۱۴۔

یہ چار سطریں خلاصہ ہیں اس بحث کا جو سیاست علویہ پر ہو سکتی ہے اور جواب ہیں اس نکتہ چینی کا جو علیؑ کے مخالفین قیامت تک کر سکتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی امامت و حکومت

نعمت خداوندی تھی۔ جس کی طرف آیۂ کریمہ اتممت علیکم نعمتی میں اشارہ کیا گیا ہے تفصیلی بحث کے لئے دیکھو صفحات ۱۰۰ لغایت ۱۰۸۔ علمائے اسلام مانتے ہیں کہ نعمت اللہ التی ھی امامۃ علی۔ ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول الباب الثانی والعشرون ص ۱۰۱۔

نعمتوں کے لئے خداوند تعالیٰ نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کہ اگر ان کا شکر ادا کیا جائے تو ان میں زیادتی ہوتی ہے لیکن اگر کفران نعمت کیا جاتا ہے۔ تو یہی نہیں کہ وہ نعمت اٹھا لی جاتی ہے۔ بلکہ عذاب شدید نازل ہوتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ پارہ ۱۳ سورۂ ابراہیم رکوع ۲۔

لوگوں نے علیؑ کی حکومت کی نعمت کا کفر کیا تو اب تم دیکھ لو کہ وہ نعمت بھی اُٹھ گئی اور شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

اگر مومن خالص ہوتے تو بمصداق آیہ کریمہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ سب پر غالب رہتے۔ لیکن حالت کیا ہوئی۔ جس طرح غیر مذاہب کے لوگوں اور کفار کو حکومت دنیاوی مل جاتی ہے۔ ان کو بھی حکومت مل گئی، لیکن باوجود فتوحات ملکی کے مغلوب رہے۔ مفتوحہ اقوام کا مذہب وطرز تخیل ونفس امارہ کی شیطنت ہمیشہ ان پر غالب رہی، خالص عرب سلطنت صرف بنو امیہ کی تھی سو وہ محسن کشی میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ یہ کیا کم عذاب ہے۔ سلطنت عباسیہ میں ایرانی عنصر غالب تھا اور وہی حکومت کر رہے تھے۔ جس طرح ہندوستان میں ہندوانی تخیل اور ہندوانی عنصر غالب تھا۔

کونسی سیاست کامیاب ہوئی، علویہ یا عمریہ؟

یہ دونوں سیاستیں منتج ہوئیں واقعہ کربلا پر حضرت علیؑ کی سیاست امام حسینؑ اور ان کے انصار کی صورت میں اور حضرت عمر کی سیاست جناب یزید اور ان کے لشکریوں کی ہیئت میں۔ اب اہل نظر خود قیاس کر لیں کہ کون سی سیاست کامیاب ہوئی۔ اس میں کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر علیؑ کی نظیر اور ان کی تعلیم نہ ہوتی۔ تو حسینؑ نہ ہوتے۔ اور اگر جناب عمر کا کھڑا کیا ہوا کھیل سقیفہ بنی ساعدہ والا نہ ہوتا تو یزید نہ ہوتا۔ جناب امام حسینؑ حضرت علیؑ کے قدم بقدم چلتے ہوئے کربلا پہنچے اور یزید حضرت عمر کی کوششوں سے دمشق کے تخت تک پہنچا اور وہاں پہنچ کر اس نے کوئی نیا اصول یا نیا قاعدہ جاری نہیں کیا۔ اس نے صرف حضرت عمر کی شوریٰ والی ہدایت پر عمل کیا کہ جو تمہاری خلافت نہ مانے اس کا سر قلم کر دو۔ جس وقت حضرت عمر نے یہ ہدایت جاری کی اس وقت ان کے ذہن میں حسینؑ نہیں بلکہ علیؑ تھے۔ اس زمانے کے لوگوں نے اس ہدایت پر عمل کرنے کا وقت مساعد نہ پایا۔ اس اڑتیس سال کے عرصہ میں زمانہ

Here lies the essential difference between the political thought of Islam and that the christian successors of the IMPERIUM ROMANUM (P.131). The right to aresist the Government of admitted on moral grounds. (P.133). Within shiite Islam, the cleavage between aspiration and accomplishment, or rather between actuality and its theoretical justification is less pronounced and less painful, because the hidden imam as the direct representative of God's will is legislator: as well as executor legal change in thus more readily accounted for than in sunnite Islam. P.136 von Grunebaum: Islam.

ترجمہ:۔ مسلمانوں کے قانون فقہیں ملکی سلطنت نہیں ہے بلکہ امامت ہے یعنی تمام جمیعت مسلمان کی رہنمائی۔ مسلمانوں کے قانون سیاست میں ملکی سلطنت کا تصور اس کے ابتدائی دور میں ابن خلدون کے زمانہ تک بالکل مفقود رہا اور یہ نہایت اہم فرق ہے اسلام کے سیاسی تخیل اور سلطنت روما کے مسیحی جانشینوں میں۔ ص ۱۳۱۔

یہ نہایت اہم فرق ہے جو اسلام کے تخیل امارت اور عیسائی اقوام کے تخیل حکومت میں ہے یہ عیسائی اقوام رومن سلاطین کی شہنشاہیت کی جانشین ہیں ص ۱۳۱۔

اسلام میں حکومت کا مقابلہ کرنا اخلاقی اصُول پر جائز حق ہے لوگوں کا ص ۱۳۳۔ شیعوں کے عقائد اسلامیہ کے مطابق اعتقاد و تعمیل اعتقاد یا امر واقعہ اور محض نظریہ میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے یہاں امام غائب بطور نائب خدا قانون کا بذریعہ تاویل مقرر کرنے والا بھی ہوتا ہے۔ اور خود اس قانون کو زیر عمل لانے والا بھی۔ لہٰذا بہ نسبت سنیوں کے عقائد کے شیعوں کے عقائد کے بموجب اس فرق (اعتقاد واقعات) کی تشریح بہت آسانی سے ہو جاتی ہے ص ۱۳۶۔

ظاہر ہے کہ اسلام کے نظریہ امامت یا ولایت امورمسلین اور مغرب کے نظریہ حکومت میں زمین وآسمان کا فرق ہے جیسا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں لیکن ان لوگوں نے جو مغربی تخیل حکومت کو اپنے اسلام میں داخل کرنا چاہتے تھے امامت اور حکومت کو خلط ملط کر دیا۔ اور ہمیں خلط ملط کرنے ہی سے ان کا مدعا پورا ہوتا تھا۔ اور ان کو اپنی اس کوشش میں آسانی اور آخر کار کامیابی اس وجہ سے ہوئی کہ باوجود اس نمایاں فرق کے ایک امر میں اشتراک بھی ہے اور وہ اشتراک امر اقتدار میں ہے۔ دونوں کو عوام الناس پر اقتدار حاصل ہوتا ہے اگرچہ ظاہر ہے کہ

بہت بدل چکا تھا اور آلِ محمدؐ کی تحقیر و اہانت کا سلسلہ جو سقیفہ بنی ساعدہ کے دن سے شروع ہو چکا تھا اب اچھی طرح سے بار آور اور قوی ہو گیا تھا۔ یزید نے دیکھا کہ میں حضرت عمر کے مقرر کردہ اصُول پر عمل کر سکتا ہوں، ہمّت والا آدمی تھا کر گزرا جس سیاست کو آپ چاہیں کامیابی کا سہرا پہنا دیں۔

اصلی کامیابی کا حال آپ ہم سے سُنیں حق کہتے ہیں کہ کڑوا یعنی مشکل ہوتا ہے۔ یہ اُس کی صفت ضرور ہے کہ دیر میں لوگوں کے دل میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ دیکھو ہزارہا پیغمبر آئے محض یہ بات منوانے کے لئے کہ خدا ایک ہے۔ دنیا نے مجموعی حیثیت سے مانا ہی نہیں آخر کار یہ فتح پیغمبر آخر الزمان کے لئے خاص کر دی گئی۔ اب دیکھو، ایک شخص بھی نہیں جو یہ کہے کہ میں مشرک ہوں۔ سب مانتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور ہر ایک کو موحّد ہونے کا دعوٰے ہے۔ صدیوں کے بُت پرست بھی اب اپنے تئیں موحّد کہنے لگے۔ یہ بات دوسری ہے کہ ان کا فعل ان کی زبان کی ہم آہنگی نہیں کرتا۔ لیکن اس کے لئے اب کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہیں۔ اصلی دعوٰی اصلی اصُول تو مان لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اب تو عقل سلیم کی رہنمائی کافی ہے۔ عقل ان سے کہہ سکتی ہے کہ جب تم خدا پر بھروسہ نہیں کرتے اپنی التجائیں دوسروں کے پاس لے جاتے ہو تو پھر تو تم مشرک کے مشرک ہی رہے۔ اور ایسے مشرک تو مسلمانوں میں بھی ملیں گے۔ اس حق کو منوانے کے لئے کتنا وقت لگا اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے انبیاء ناکامیاب رہے۔ حضرت علیؑ کو تو لوگوں نے موقعہ ہی نہیں دیا کہ اپنی سیاست کو زیر عمل لا کر اس کے نتائج دُنیا کو دکھا سکتے۔

یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ کامیابی کس کو کہتے ہیں۔ یہ تو کامیابی نہیں ہے کہ اپنے مخالفین کو مکر، دغا، دھوکہ، فریب، زہر سے مغلوب کر کے چند دن حکومت کر لی۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک بڑے بھائی نے اپنے نابالغ چھوٹے بھائیوں کو یکے بعد دیگرے زہر دے کر باپ کی ساری جائیداد حاصل کر لی۔ کامیاب سیاست اس کی ہوگی جو اپنے اخلاق حسنٰی اور خصائل حمیدہ قائم رکھتے ہوئے اور ان کے زور سے اپنا مقصد حاصل کرے اور مقصد بھی اس کا اعلیٰ ہو۔ ایسی کامیاب سیاست کی مثال دے کر ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔ حکومت الٰہیہ کا ایک حکمران فاتح کی صورت میں اپنے اس شہر میں داخل ہوتا ہے جس میں اس کے دشمنوں نے اس کو چین سے رہنے نہیں دیا تھا۔ اور وہ ان سے چھپ کر راتوں رات دوسرے شہر میں ہجرت کر گیا۔ کل کی بات ہے کہ اس ہی شہر میں اُس کے دشمنوں نے جواب مفتوح ہو کر بے بس ہیں اُسے ہر قسم کی جسمانی و روحانی تکلیف پہنچائی۔ اینٹوں سے مارا۔ کانٹوں سے مارا۔ گالیاں دیں حقارت کی۔ آج وہ اس ہی شہر میں فاتح کی صورت میں داخل ہوا۔ اُس کے دشمن اس کے اختیار میں ہیں۔ اور یہ حکومتِ الٰہیہ کا حاکم بہانہ ڈھونڈھتا

ہے۔ ان کو قتل کرنے کا نہیں بلکہ ان کو معاف کرنے کا۔ اتنی بڑی فتح میں، اتنے عرصہ کی دشمنی کے بعد، جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف دو آدمیوں کو قتل کرایا۔ وہ بھی ذاتی دشمنی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے[1] نتیجہ یہ ہوا کہ سب دشمن دوست ہو گئے۔ پھر اس کے بعد کبھی مکہ والوں سے لڑائی نہیں ہوئی۔ اب دنیاوی کامیاب سیاست کو لیجئے۔ اس کامیاب سیاست کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیا میں کوئی صدی امن سے نہیں گذری اور کوئی صدی تو ساری ہی لڑائی میں گزر گئی۔ کئی صدیاں ایسی ہوئی ہیں کہ ایک ایک صدی میں کئی کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے ایک بدقسمت صدی، 'کامیاب سیاست کا نتیجہ' وہ ہے جس میں سے ہم گذر رہے ہیں۔ پہلی عالمگیر جنگ عظیم کے بعد ورسیلز میں صلحنامہ لکھا گیا۔ اس میں اتنا دشمنوں کو دبایا گیا کہ ان کی دشمنی اور تیز ہو گئی اور دنیا کو دوسری جنگ عظیم میں سے گذرنا پڑا۔ وہ جنگ ختم ہوئی۔ ایک فریق کامیاب ہو گیا۔ اب بھی وہی کامیاب سیاست کارفرما ہے۔ خدا خیر کرے۔ فاتح قومیں آپس میں بیٹھ کر ایک دائمی امن وصلح کے امکان پر غور کر رہی ہیں۔ اس کامیاب سیاست کی موجودگی میں دائمی امن وصلح تو کہاں ہاں ان کے گفتگو کے نتیجہ کے طور پر ایک تیسری عالمگیر جنگ عظیم کی پیشین گوئی کی جا رہی ہے حکومتِ الٰہیہ اور حکومت فرعونیہ کی سیاستوں کا فرق ملاحظہ کیا۔ اپنے دشمنوں کو مار لینا کامیابی نہیں ہے۔ دشمن کو تو سانپ اور درندے بھی مار لیتے ہیں۔ انسان نے اگر چالبازیوں سے، فریب و دغا سے اپنے دشمن کو مغلوب کر لیا تو کیا ہوا۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ تمہاری سیاست نے، تمہارے مقصدِ حیات نے تمہاری تدابیر و تجاویز نے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچایا یا نقصان پہنچایا۔ چار پانچ سال کے لئے حکومت حاصل کر لینی بھی کوئی کامیابی ہے۔ حضرت عمرؓ کی سیاست بھی کامیاب رہی۔ ایک غلام سے حکمت عملی سے گفتگو بھی نہ کر سکے۔ اس کے تیور بھی نہ پہچان سکے۔ خاندانِ رسالت میں سے حکومت نکالنے میں ایسی نقصان دہ اور خطرناک تدابیر اختیار کیں جن کے مُضر نتائج اب تک مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک اچھی مستقل حکومت میں طوائف الملوکی پیدا کر دی۔ فتنہ و فساد کے لئے دروازہ کھول دیا۔ جب سے حکومت سقیفہ قائم ہوئی تب سے بربادیٔ بغداد و اختتام خلافت تک کا زمانہ دیکھ لو۔ شروع میں مانعین زکوٰۃ سے لڑائی ہوئی۔ لوگوں کی نکتہ چینی سے بچنے کے لئے اور ان کو غنائم کی فراوانی سے خوش کرنے کے لئے انہیں باہر لڑائیوں پر بھیج دیا۔ حالانکہ جن ممالک پر یورش کی تھی۔ انہوں نے کوئی وجہ عناد و دشمنی کی نہیں پیدا کی تھی۔ اس طرح ایک تو اسلام پر یہ اعتراض لے لیا کہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا۔ دوسرے ابھی اسلام کے اصول لوگوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئے تھے کہ اُن کی آنکھیں دولت کی افراط دیکھ کر پھٹ گئیں۔

[1] اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد سوم ص ۱۸۷، ۱۸۸۔

اور اسلام میں سرمایہ داری پھیل گئی۔ باہر جو اسلام گیا وہ انہی لوگوں کے دلوں میں کچا تھا فوراً دوسرے مذاہب و متفرق خیالات سے تصادم ہوتے ہی چکنا چور ہو گیا۔ شوریٰ کی تجویز نے وہ خرابیاں پیدا کیں جن کا نتیجہ جنگ جمل و جنگ صفین ہوا۔ پھر واقعۂ کربلا ہوتا ہے۔ یزید اور اس کے جانشینوں سے عبداللہ ابن زبیر کی لڑائیاں ہوئیں۔ کعبہ کی بے حرمتی ہوئی۔ زنا عام ہوا۔ لوٹ مچ گئی۔ ایک خلیفہ مارا گیا۔ حکومت اسلام کے دشمنوں کے پاس چلی گئی۔ انقلاب عظیم ہوا۔ بنو امیہ صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ بنو عباس کے مظالم شروع ہوئے۔ علویئں اور عباسین کی لڑائیاں اور مقدم الذکر پر جو مظالم ہوئے وہ تاریخ اسلام پر ہمیشہ بدنما داغ کی طرح نمایاں رہیں گی۔ ایک دن تو اس حکومت سقیفہ میں چین سے گزرا نہیں۔ پھر حضرت عمر کی سقیفہ سازی کامیاب کیا ہوئی۔ ہاں زمانہ حال کے ڈپلومیٹ حضرت عمر کی سیاست کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور انہیں کرنی چاہیئے کیونکہ وہ ان کی طبیعت کے مطابق ہے۔ حضرت عثمان کے قتل پر اگر حضرت علیؑ زمام حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لیتے تو آپس میں اتنا کشت و خون ہوتا کہ اسلام باقی نہ رہتا۔ اور اگر حضرت عمر کی سیاست کارفرما نہ ہوتی تو نہ جنگِ جمل ہوتی اور نہ جنگ صفین۔ اور نہ اسلام کے دشمنوں کے ہاتھ میں حکومت جاتی۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ (الجزء الاول ص ۶) میں حضرت علیؑ کی افضلیت اور حقیت پر نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کو یہاں نقل کریں۔ وہ کہتے ہیں:-

ما اقول فی رجل اقر له اعداؤه و خصومه بالفضل و لم یمکنهم جحد مناقبه ولا کتمان فضائله فقد علمت انه استولی بنوامیه علی سلطان الاسلام فی شرق الارض و غربها و اجتهدوا بکل حیلة فی اطفاء نوره والتحریف علیه ووضع المعائب والمثالب له ولعنوه علی جمیع المنابر وتوعدوا مادحیه بل حبسوهم و قتلوهم ومنعوا من روایت حدیث یتضمن له فضیلة او یرفع له ذکرا حتیٰ حظروا ان یسمی احد باسمه

میں کیا کہوں ایسے شخص کی نسبت جس کے اعداء و رقیب اس کی فضیلت کے قائل تھے اور وہ اس کے مناقب سے انکار نہ کر سکے اور نہ اس کے فضائل کو چھپا سکے۔ تو جانتا ہے کہ بنو امیہ سلطنتِ اسلام پر مشرق سے مغرب تک غالب آ گئے اور جتنی بھی ان میں طاقت تھی اس طاقت کے زور سے کوشش کی کہ اس شخص کے نور کو بجھا دیں اس غرض کیلئے انہوں نے احادیث میں تحریف کی اور اس کے معائب ذرائیاں اپنے دل سے گھڑ کر مشہور کیں اور تمام منبروں کے اوپر اس شخص پر لعنت کی، اس کے مدح کرنے والے کو دھمکایا بلکہ اس کو قید کر دیا اور

نمازاده ذلك الارفعة وسموا وكان كالمسك كلما ستر انتشر عرفه وكلما كتم تضوع نشره وكالشمس لا تستر بالراح وكضوء النهار ان حجبت عنه عينا واحدة ادركته عيون كثيرة وما اقول في رجل تعزى اليه كل فضيلة وتنتهي اليه كل فرقة وتتجاذبه كل طائفة فهو رئيس الفضائل وينبوعها وابو عذرها وسابق مضمارها ومجلي حلبتها كل من بزغ فيها بعده فمنه اخذ وله اقتفى وعلى مثاله احتذى وقد عرفت ان اشرف العلوم هو العلم الالهي لان شرف العلم بشرف المعلوم ومعلومه اشرف الموجودات فكان هو اشرف العلوم ومن كلامه عليه السلام اقتبس وعنه نقل واليه انتهى ومنه ابتدأ فان المعتزلة الذين هم اهل التوحيد والعدل وارباب النظر ومنهم تعلم الناس هذا الفن تلامذته واصحابه لان كبيرهم واصل بن عطاء تلميذ ابي هاشم عبد الله بن محمد بن الحنفيةؒ وابو هاشم تلميذ ابيه وابوه تلميذه عليه السلام واما الاشعرية فانهم ينتمون الى ابي الحسن علي بن ابي الحسن بن ابي بشر الاشعري وهو تلميذ ابي علي الجبائي وابو علي احد

قتل کر دیا اور ان احادیث کی روایت کرنے سے لوگوں کو روکا۔ جن احادیث سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی تھی اور ان کا ذکر بلند ہوتا تھا لوگ یہاں تک ڈر گئے تھے کہ اپنے بچوں کا نام علیؑ نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ تمام کوششیں بیکار رہیں اور ان باتوں کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوا کہ آپ کا ذکر اور زیادہ بلند ہوا وہ مثل مشک کی خوشبو کے تھا کہ جتنا اس کو چھپاتے تھے اتنا ہی زیادہ پھیلتا تھا جتنا اس پر پردہ ڈالتے تھے اتنا ہی زیادہ مشہور ہوتا تھا بلکہ آپ کا ذکر مثل آفتاب کے تھا وہ چھپایا نہیں جا سکتا تھا یا مثل دن کی روشنی کے تھا کہ اگر ایک آنکھ اس کی طرف سے بند بھی ہو جائے تو ہزارہا آنکھوں تک وہ پہنچتا تھا اور میں کیا کہوں ایسے شخص کے متعلق کہ جس کی طرف تمام فضیلتیں جھکتی ہیں اور تمام فرقے اسکی طرف منتہی ہوتے ہیں اور تمام گروہ اس پر ختم ہوتے ہیں پس وہ تمام فضیلتوں کا سردار ہے اور تمام فضائل کا لباس زیب بدن کئے ہوئے ہے ہر ایک شخص نے جس نے آپکے بعد کسی فضیلت کو حاصل کرنا چاہا آپ ہی سے اسکو حاصل کیا اور آپ کی ہی پیروی کی اور آپکے نقش قدم پر چلا اور تو جانتا ہے کہ اشرف العلوم علم الٰہیات ہے کیونکہ علم کا شرف اسکے معلوم سے ہوتا ہے اور علم الٰہیات کا معلوم یعنی خداوند تعالیٰ اشرف الموجودات ہے لہٰذا وہ اشرف العلوم ہوا حالت یہ ہے کہ اس مضمون پر حضرت علیؑ کے کلام سے انتخاب کیا جاتا ہے اور آپ سے ہی نقل کیا جاتا ہے اور اس علم کی انتہا آپ پر ختم ہوتی ہے اور آپ سے ہی یہ علم شروع ہوتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ معتزلہ جو اہل توحید و صاحب عدل اور ارباب نظر ہیں اور ان ہی سے جن سے لوگوں نے علم سیکھا وہ حضرت علیؑ کے شاگرد

مشائخ المعتزلة فالاشعرية
ينتهون باخرة الى استاذ
المعتزلة ومعلمهم وهو
على بن ابى طالب عليه السلام
واما الامامية والزيدية
فانتماؤهم اليه ظاهر و
من العلوم علم الفقه و
هو عليه السلام اصله واساسه
وكل فقيه فى الاسلام
فهو عيال عليه ومستفيد
من فقهه اما اصحاب
ابى حنيفة كابى يوسف
ومحمد وغيرهما فاخذوا
عن ابى حنيفة واما
الشافعى فقرا على محمد بن
الحسن فيرجع فقه ايضاً
الى ابى حنيفة واما احمد بن
حنبل فقراء على الشافعى
فيرجع فقه ايضاً الى ابى حنيفة
وابو حنيفة قراء على جعفر
بن محمد عليه السلام وقراء
جعفر على ابيه عليه السلام وينتهى
الامر الى على عليه السلام واما مالك
بن انس فقراء على ربيعة الرائى وقراء
ربيعة على عكرمة وقراء عكرمة على عبدالله
بن عباس وقراء عبدالله بن عباس على
على عليه السلام وان شئت رددت اليه
فقه الشافعى بقراءته على مالك كان لك
ذلك فهؤلاء الفقهاء الاربعة

اور ان کے اصحاب تھے ان میں کا سب سے بڑا
واصل بن عطاء شاگرد تھا ابو ہاشم عبداللہ بن محمد
بن حنفیہ کا اور ابو ہاشم شاگرد تھا اپنے باپ محمد بن
حنفیہ کا اور محمد بن حنفیہ شاگرد تھا حضرت علیؑ کا اور
فرقہ اشعریہ کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنا علم حاصل
کیا ابو الحسن علی بن ابی الحسن علی بن ابی بشر الاشعری سے
اور وہ شاگرد تھا ابو علی الجبائی کا اور ابو علی معتزلہ کے
مشائخ میں سے ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشعریہ نے آخر کار
معتزلہ کے اُستاد سے علم حاصل کیا، اور وہ علی ابن ابیطالب
ہیں امامیہ و زیدیہ کا حضرت علیؑ سے اخذ الہیات کرنا
ظاہری ہے علوم میں سے علم فقہ ہے اور حضرت علی
علیہ السلام فقہ کی اصل و بنیاد ہیں اسلام کا ہر ایک
فقیہ حضرت علیؑ کا خوشہ چیں ہے اور آپ کے
فقہ سے مستفید ہوتا ہے۔ اصحاب ابو حنیفہ نے
مثل یوسف و محمد و غیرہما کے ابو حنیفہ سے اخذ فقہ
کیا امام شافعی نے علم فقہ محمد بن الحسن سے حاصل کیا لہٰذا
امام شافعی کا فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے
امام احمد بن حنبل نے شافعی سے علم فقہ حاصل کیا
لہٰذا احمد بن حنبل کا فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع
ہوتا ہے اور ابو حنیفہ نے علم فقہ حضرت جعفر
بن محمد علیہ السلام سے حاصل کیا اور انہوں نے
اپنے باپ سے اور آخر کار یہ اخذ علم فقہ حضرت
علی پہ منتہی ہوتا ہے۔ مالک بن انس نے ربیعہ
الرائی سے علم فقہ حاصل کیا اور ربیعہ نے عکرمہ
سے اور عکرمہ نے عبداللہ بن عباس سے حاصل
کیا اور عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ کے
قدموں میں اس علم کو سیکھا، یہ بھی کہہ سکتے ہیں
کہ چونکہ امام شافعی نے مالک بن انس سے
فقہ سیکھا لہٰذا ان کا علم اس طرح

واما فقه الشيعة فرجوعه
اليه ظاهر وايضا فان
فقهاء الصحابة كانوا عمر
بن الخطاب وعبد الله بن
عباس و كلاهما اخذا عن
على عليه السلام اما ابن عباس
فظاهر واما عمر فقد عرف
كل احد رجوعه اليه فى
كثير من المسائل التى اشكلت
عليه وعلى غيره من الصحابة و
قوله غير مرة لولا على لهلك
عمر وقوله لا بقيت لمعضلة
ليس لها ابوالحسن وقوله لا
يفتين احد فى المسجد وعلى
حاضر فقد عرف بهذا الوجه
انتهاء الفقه اليه وقد روت
العامة والخاصة اقوله صلى
الله عليه واله اقضاكم
على والقضاء هو الفقه فهو
اذا فقههم وروى الكل
ايضا انه عليه السلام قال له
وقد بعثه الى اليمن قاضيا
اللهم اهد قلبه وثبت لسانه
قال فما شككت بعدها فى قضاء
بين اثنين ومن العلوم علم
تفسير القرآن وعنه اخذ
ومنه فرع واذا رجعت الى
كتب التفسير علمت صحة
ذلك لان اكثره عنه و

سے بھی حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہے پس یہ
چاروں فقہاء اسلام علم فقہ میں حضرت علیؑ کے
محتاج ہیں اور ان کے شاگرد ہوئے شیعہ لوگوں کا
علم فقہ حضرت علیؑ سے لینا تو ظاہر ہی ہے اصحاب رسول
میں سے سب سے زیادہ فقہ جاننے والے عبداللہ بن
عباس و عمر بن الخطاب تھے اور ان دونوں کو علم
فقہ حضرت علی نے سکھایا عبداللہ بن عباس کا حضرت
علی سے علم فقہ حاصل کرنا تو ظاہر ہی ہے اور حضرت
عمر کی نسبت یہ ہے کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ
بہت سے مسائل ہیں جو حضرت عمر اور دیگر صحابہ کے رُو
برو پیش ہوتے تھے اور وہ انکے حل کرنے سے قاصر
ہوتے تھے تو حضرت عمر اور وہ لوگ حضرت علیؑ کی طرف
رجوع کرتے تھے چنانچہ حضرت عمر نے بار بار کہا کہ اگر علی
نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا میں نہ باقی رہوں اس مشکل
کیلئے جس کے حل کرنیکے واسطے علی ابن ابی طالبؑ نہ ہوں
مسجد میں اگر علی موجود ہوں تو ان کی موجودگی میں کوئی
اور شخص فتویٰ نہ دے اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حضرت
عمر کا فقہ حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہے۔ عوام و
خواص نے جناب رسول خداؐ کا یہ قول نقل کیا ہے
فرمایا آپ نے کہ تم سب میں سب سے زیادہ
صحیح فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں
اور تمام لوگوں نے جناب رسول خدا کی یہ دعا
نقل کی ہے جو آپ نے حضرت علی کے حق میں
ان کو یمن پر قاضی مقرر کرنے کے وقت کی تھی
کہ اے بار خدایا اس کے دل کو ہدایت دے
اور اس کی زبان کو صحیح کر۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں
کہ اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان
فیصلہ کرتے وقت شک واقع نہیں ہوا۔
۔۔۔۔۔ علوم میں سے علم تفسیر قرآن ہے پس

عن عبد الله بن عباس وقد علم الناس حال ابن عباس في ملازمته له وانقطاعه اليه وانه تلميذه وخريجه وقيل له اين علمك من علم ابن عمك فقال كنسبة قطرة من المطر الى البحر المحيط ومن العلوم علم الطريقة والحقيقة واحوال التصوف وقد عرفت ان ارباب هذا الفن في جميع بلاد الاسلام اليه ينتهون وعنده يقفون وقد صرح بذلك الشبلي والجنيد وسري وابو يزيد البسطامي و ابو محفوظ معروف الكرخي وغيرهم ويكفيك دلالة على ذلك الخرقة التي هي شعارهم الى اليوم و كونهم يسندونها باسناد متصل اليه عليه السلام ومن العلوم علم النحو والعربية وقد علم الناس كافة انه هو الذي ابتدعه وانشاءه و املى على ابي الاسود الدؤلي جوامعه واصوله من جملتها الكلام كله ثلاثة اشياء اسم و فعل و حرف ومن جملتها تقسيم الكلمة الى معرفة و نكرة و تقسيم وجوه الاعراب الى الرفع والنصب والجر والجزم وهذا

یہ علم حضرت علی سے لیا گیا ہے اور ان سے ہی پھیلا ہے اگر تم کتب تفاسیر کی طرف رجوع کروگے تو اس مقولہ کی صحت سے آگاہ ہو جاؤ گے کیونکہ تمام تفاسیر یا حضرت علیؑ سے روایت کی گئی ہیں یا عبد اللہ ابن عباس سے اور یہ ظاہر ہے کہ عبد اللہ ابن عباس نے علم تفسیر حضرت علی کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا تھا اور وہ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے علم کو حضرت علیؑ کے علم سے کیا نسبت ہے تو عبد اللہ ابن عباس نے جوابدیا کہ وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ کو اس بارش عظیم سے ہوتی ہے جو بحر محیط پر برسے اور علوم میں علم طریقت و حقیقت و تصوف ہے اور تم کو اس علم کا حال معلوم ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں اس علم کے عالموں کا علم حضرت علی پر ختم ہوتا ہے اس کی تشریح اچھی طرح شبلی اور جنید و سری وابو یزید البسطامی وابو محفوظ معروف الکرخی وغیرہم نے کی ہے اور اس بات کے ثبوت کیلئے صرف یہی ایک امر کافی ہے کہ آجتک یہ لوگ حضرت علی کے خرقہ کو شعار بناتے ہوئے ہیں اور تمام اسناد حضرت علی کی طرف لیجاتے ہیں اور علوم میں سے علم النحو زبان عربی ہے اور تمام لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ ہی نے اس علم کو شروع و ایجاد کیا اور آپ نے ابو الاسود کو اس علم کے اصول و قواعد سکھائے چنانچہ آپ نے بتایا کہ ہر کلام میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اسم۔ فعل و حرف اور کلمہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ معرفہ و نکرہ اور آپ نے وہ وجوہات واسباب بھی بتائے جو اعراب پر اثر ڈالتے ہیں اور ان کو رفع و نصب جر و جزم کی طرف لے جاتے ہیں اور یہ ایک معجزہ تھا

يكاد يلحق بالمعجزات لان القوة
البشرية لا تفى بهذا الحصر
ولا تنهض بهذا الاستنباط
وان رجعت الى الخصائص الخلقية
والفضائل النفسانية والدينية
وجدته ابن جلاها وطلاع
ثناياها اما الشجاعة فانه انسى
الناس فيها ذكر من كان قبله
ومحا اسم من ياتى بعده و
مقاماته فى الحرب مشهورة
يضرب بها الامثال الى يوم
القيامة وهو الشجاع الذى ما
فر قط ولا ارتاع من كتيبة ولا
بارز احدا الا قتله ولا ضرب
ضربة قط فاحتاجت الاولى
الى ثانية واما القوة والايد فبه
يضرب المثل فيهما قال ابن
قتيبه فى المعارف ما صارع
احدا قط الا صرعه وهو
الذى قلع باب خيبر و
اجتمع عليه عصبة من
الناس ليقلبوه فلم يقلبوه
وهو الذى اقتلع هبل من
اعلى الكعبة وكان عظيما كبيرا
جدا فالقاه الى الارض وهو
الذى اقتلع الصخرة العظيمة
فى ايام خلافته بيده عليه
السلام بعد عجز الجيش كله
عنها فانبط الماء من تحتها

کیونکہ اس قسم کا حصر اور استنباط قوت بشریہ سے
باہر ہے اور اگر تم خصائص خلقیہ اور فضائل نفسانیہ
اور دینیہ پر غور کرو گے تو حضرت علیؑ کو ان صفات
میں سب کا سردار اور سب سے آگے پاؤ گے شجاعت
کو لو. شجاعت میں حضرت علی نے ان بہادروں کے
ذکر کو فراموش کرا دیا جو ان سے پہلے گذرے تھے اور
ان کے ناموں کو محو کر دیا جو ان سے بعد آنے والے
تھے اور آپ کا درجہ جنگ میں مشہور ہے اور قیامت
تک ضرب المثل رہے گا آپ ایسے شجاع تھے کہ
ایک دفعہ بھی جنگ سے نہیں بھاگے کوئی شخص انکے
مقابلے کے لئے نہیں آیا، مگر یہ کہ آپ نے اسے قتل
کر دیا ایک ضرب مارنے کے بعد آپ کو کبھی دوسری
ضرب مارنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ قوت جسمانی و
بسالت کو لو تو وہ ضرب المثل ہیں ان کی مثال دی
جاتی ہے' ابن قتیبہ اپنی کتاب معارف میں کہتا ہے
کہ حضرت علی نے کسی سے کشتی نہیں کی لیکن یہ کہ
اسے گرا دیا۔ آپ وہ ہیں جنہوں نے در خیبر کو اکھاڑ
کر پھینک دیا۔ لوگوں کی ایک جماعت نے مل کر
کوشش کی کہ اس در کو جنبش دیں لیکن جنبش
نہ دے سکے۔ آپ وہ ہیں جنہوں نے کعبہ کی چھت
سے بڑے بت ہبل کو ایک ہاتھ سے گرا کر نیچے
پھینک دیا، یہ بہت بڑا بت پتھر کا تھا۔
آپ وہ ہیں جنہوں نے اپنے ایام خلافت میں
عظیم الشان پتھر کو زمین سے اٹھا کر علیحدہ
پھینک دیا، اس کے نیچے سے پانی نکلا اس
پتھر کے ہلانے سے آپ کا تمام لشکر مل کر
عاجز ہو گیا تھا، اگر سخا اور جود کو لو تو آپ کا
حال اس میں ظاہر ہے، آپ روزہ رکھتے
تھے اور پھر اپنے طعام کو راہ خدا

واما السخا والجود فحاله فيه
ظاهرة كان يصوم ويطوی ويؤثر
بزاده وفيه انزل و يطعمون
الطعام على حبه مسكينا ويتيما
واسيرا انما نطعمكم لوجه
الله لا نريد منكم جزاء و لا
شكورا وروی المفسرون انه
لم يملك الا اربعة دراهم
فتصدق بدرهم نهارا و بدرهم
سرا و بدرهم علانية فانزل
فيه الذين ينفقون اموالهم
بالليل والنهار سرا وعلانية وروی
عنه انه كان يسقی بيده لنخل قوم
من يهود المدينة حتى مجلت
يده ويتصدق بالاجرة ويشد
على بطنه حجرا وقال الشعبی وقد ذكر
عليه السلام كان اسخى الناس كان
على الخلق الذی يحبه الله السخاء والجود
ما قال لا لسائل قط .... واما الحلم
والصفح فكان احلم الناس عن
مذنب واصفحهم عن مسئ وقد
ظهرت صحة ما قلناه يوم الجمل حيث
ظفر بمروان ابن الحكم وكان اعدی
الناس له واشدهم بغضا فصفح عنه
وكان عبد الله بن الزبير يشتم
على رؤس الاشهاد وخطب يوم
البصرة فقال قد اتاكم الوغب
اللئيم على بن ابی طالب وكان
على عليه السلام يقول ما

میں دیدیتے تھے اور خود گرسنہ رہتے تھے آپ
کے حق میں یہ آیت نازل ہوا ویطعمون الطعام
علیٰ حبہ الآیہ، اور مفسرین نے بیان کیا ہے کہ
آپ کے پاس صرف چار درہم تھے، ایک درہم
رات کو راہ خدا میں صدقہ کر دیا اور ایک درہم
دن میں دے دیا ایک درہم چھپا کر دیا اور
ایک درہم علانیہ دیا، اس پر یہ آیت نازل
ہوئی اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ
وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً۔ اپنے ہاتھوں
سے آپ اُجرت پر یہودیوں کے درختوں کو
پانی دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے
ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور اُجرت جو ملتی
تھی وہ راہِ خدا میں صدقہ دیدیتے تھے اور خود پیٹ
پر پتھر باندھ لیتے تھے شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی
تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی طینت و
سرشت میں سخا کو خمیر کیا گیا تھا اس سخا و جُود کو جس
کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے آپ نے
کبھی کسی سائل کو نہیں کہا اگر حلم اور عفو کو لو تو
حضرت علی تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور
سب سے زیادہ گناہوں و غلطیوں کو معاف
کرنے والے تھے۔ ہمارے اس قول
کی صحت کی تصدیق جنگ جمل کے واقعا
سے ہوتی ہے آپ نے مروان بن الحکم
پر فتح پائی اور یہ مردود آپ کا شدید ترین
دشمن تھا اور بہت زیادہ بغض آپ سے
رکھتا تھا۔ مگر آپ نے اس کو معاف کر دیا
اور عبداللہ ابن زبیر آپ کو تمام لوگوں کے
سامنے سب و شتم کرتا تھا دشنام دیتا تھا
بصرہ کی جنگ کے موقعہ پر ایک خطبہ

زال الزبير رجلاً منا اهل البيت حتى شب عبد الله فظفر به يوم الجمل فاخذه اسيرا فصفح عنه وقال اذهب فلا ارينك لم يزده على ذلك و ظفر بسعيد بن العاص بعد وقعة الجمل بمكة وكان له عدوا فاعرض عنه و لم يقل له شيئا.... واما الجهاد فی سبيل الله فمعلوم عند صديقه وعدوه انه سيد المجاهدين وهل الجهاد لاحد من الناس الا له وقد عرفت ان اعظم غزاة غزاها رسول الله صلى الله عليه وآله واشدها نكاية فی المشركين بدر الكبرى قتل فيها سبعون من المشركين قتل على عليه السلام نصفهم وقتل المسلمون والملائكة النصف الاخر واذا رجعت الى مغازی محمد بن عمر الواقدی وتاريخ الاشراف يحيى بن جابر البلاذری وغيرهما علمت صحة ذلك دع من قتله فی غيرها كاحد والخندق وغيرهما وهذا الفصل لامعنى للاطناب فيه لانه من المعلومات الضرورية كالعلم بوجود مكة ومصر و نحوهما واما الفصاحة فهو عليه السلام امام الفصحاء وسيد

میں اس نے کہا کہ بہ تحقیق تمہاری طرف (معاذ اللہ) ایک کمینہ ولئیم علی ابن ابی طالب آرہا ہے اور جناب امیرؑ فرمایا کرتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہمارا ایک آدمی ہم میں سے تھا اسوقت تک کہ جب تک اس کا لڑکا عبداللہ جوان نہیں ہوا اسوقت وہ ہم سے منحرف ہوگیا جنگ جمل میں علیؑ نے عبداللہ ابن زبیر پر فتح پائی اور وہ قید ہوکر آیا۔ لیکن آپ نے اس کو معاف کر دیا صرف اتنا کہہ دیا کہ چلا جا میں تجھے دیکھنا نہیں چاہتا اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا اسی طرح سعید بن العاص پر روز جمل آپ نے فتح پائی وہ آپ کا سخت دشمن تھا مگر اس کو بھی معاف کر دیا اور کچھ نہیں کہا اور جہاد راہ خدا کو لو تو آپ کے دوستوں اور دشمنوں سب کو معلوم ہے کہ آپ جہاد کرنے والوں کے سردار ہیں جہاد سے سب لوگ سوائے حضرت علیؑ کے ڈرتے تھے اور جی چراتے تھے تم جانتے ہو کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات میں غزوہ بدر الکبریٰ عظیم ترین تھا اس میں ستر مشرکین مارے گئے جن میں سے نصف کو صرف حضرت علی مرتضیٰؑ نے قتل کیا اور تمام مسلمانوں اور ملائکہ نے مل کر باقی نصف کو قتل کیا اور اگر تم مغازی محمد بن عمر الواقدی و تاریخ الاشراف یحیٰی بن جابر البلاذری وغیرہما کی طرف رجوع کروگے تو تمہیں ہمارے قول کی صحت معلوم ہوگی ان کو چھوڑ دو جو آپ نے دیگر غزوات مثلاً احد و خندق وغیرہما میں قتل کئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں ذرا شک نہیں یہ ان معلومات حقیقیہ میں سے ہیں جیسے کہ علم موجود شے کا ہوتا ہے یعنی جیسے یہ مسلم ہے کہ دنیا میں ایک شہر مکہ ہے یا مصر ہے اور اگر فصاحت کو لو تو آپ امام الفصحاء و سید البلغاء ہیں اور آپ کے کلام کی

والی امور مسلمین کا اقتدار بہت اکمل ہوتا ہے بہ نسبت حاکم دُنیائے مغرب کے اب آگے کی بحث میں ہم ولایت امور مسلمین کی جگہ جملہ حکومت الٰہیہ استعمال کریں گے۔ ناظرین خیال رکھیں :-

اسلام میں اقتدار اعلیٰ (ولایت امور مسلمین) کی ماہیت اور اس کا مقصد اور نیز والی کی صفات معلوم کرنے کے بعد اب اس سوال پر غور کرنا آسان ہوگا کہ جانشین رسول مقرر کرنا رسولِ خدا کا فرض تھا یا امت کا حق۔ اس سوال پر غور کرنے کے لئے ہمیں اُمور مندرجہ ذیل کو معلوم کرنا ضروری ہوگا۔

(۱) اقتدارِ اعلےٰ یعنی ولایت امور مسلمین آنحضرتؐ کی نبوت کا ایک رکن تھا یا نہیں۔

(۲) رہبری امور دین و دنیا ایک شخص میں مجتمع ہونا مفید ہے یا ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ سردار ہونا چاہیئے۔

(۳) یورپ کے اس پروپاگنڈے کی حقیقت کیا ہے کہ مذہب و حکومت کی علیحدگی ضروری ومناسب ہے۔

(۴) جیسا طرز معاشرت و نظام اُمور دنیا قائم کرنا اسلام کا منشاء تھا۔ اس کا والی و صاحب اقتدار شخص مقرر و منتخب کرنے کے لئے عقلاً و نقلاً کون زیادہ موزوں تھا۔ جناب رسولِ خدا یا جمہور اُمت اور کس میں بہترین شخص منتخب کرنے کی قابلیت و اہلیت زیادہ تھی۔

(۵) جو دعویٰ اکملیت اور اتمام نعمت اسلام لے کر آیا تھا اس کے ثابت کرنے اور قائم رکھنے کے لئے کس قسم کے جانشین رسول کی ضرورت تھی۔

(۶) ایسی قابلیت کے شخص کی شناخت جناب رسولِ خدا بہتر کر سکتے تھے یا اُمت۔

(۷) ان تمام امور کو مدِ نظر رکھ کر آیا رسولِ خدا کے لئے یہ ضروری تھا یا نہیں کہ ایسے ہونہار اور صناعِ ازلی کے بہترین نمونۂ صنعت کو شروع ہی سے اپنی آغوش تربیت میں لے لیں تاکہ بادِ مخالف کے جھونکوں سے باغ قدس کے اس گل چیدہ و رنگین پر کملاہٹ کا اثر نہ پہنچے اور خلیفہ و جانشین رسول کے فرائض انجام دینے کی جو اہلیت اس کو فیاض ازل نے عطا کی ہے اس میں چشمہ نبوت سے آبیاری ہو کر افزائش ہوتی رہے یا یہ کافی تھا کہ اس مسئلہ پر اب بالکل خاموشی اختیار کرلیں اور آپ کی رحلت کے بعد اُمت میں سے جو شخص موقعہ کا فائدہ اُٹھا کر لوگوں کا رجحان اپنی طرف کرسکے وہی جانشین رسول سمجھا جاوے۔

(۸) جو سرداری و ولایت امور مسلمین جناب رسولِ خدا نے اپنے ہاتھ میں لی تھی وہ خدا کے حکم سے تھی اور اس کی طرف سے تھی یا اُمت نے اپنی کثرت رائے سے عطا کی تھی۔

(۹) اگر یہ سرداری منجانب اللہ تھی تو کیا رسولِ خدا کے لئے یہ جائز تھا کہ بغیر حکم خداوندی وہ سرداری اُمت کے حوالے کر دیتے۔

(۱۰) اگر رسولِ خدا نے یہ سرداری اُمت کے حوالے کر دی ہے یا اپنا سردار خود مقرر کرنے کی اجازت

البلغاء وعن كلامه قيل دون كلام
الخالق وفوق كلام المخلوقين ومنه
تعلم الناس الخطابة والكتابة قال
عبد الحميد بن يحيى حفظت سبعين
خطبة من خطب الا صلع ففاضت
ثم فاضت وقال ابن نباتة حفظت
من الخطابة كنزا لا يزيده
الا نفاق الا سعة وكثرة حفظت
مائة فصل من مواعظ علي بن
ابي طالب ..... ويكفي هذا
الكتاب الذي نحن شارحوه دلالة
على انه لا يجاري في الفصاحة
ولا يباري في البلاغة وحسبك
انه لم يدون لاحد من فصحاء
الصحابة العشر ولا نصف العشر
مما دون له وكفاك في هذا
لباب ما يقوله ابو عثمان الجاحظ
في مدحه في كتاب البيان و
التبيين وفي غيره من كتبه
واما سجاحة الاخلاق وبشر الوجه
وطلاقة المحيا والتبسم فهو
المضروب به المثل فيه حتى
عابه بذلك اعداؤه قال عمرو
بن العاص لاهل الشام انه ذو
دعابة شديدة ...... وعمرو
بن العاص انما اخذها عن عمر بن
الخطاب لقوله له لما عزم على استخلافه
لله ابوك لولا دعابة فيك الا
ان عمرا قتصر عليها وعمرو زاد

نسبت کہا گیا ہے کہ خالق کے کلام سے کمتر اور
تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے اور اس سے لوگ
خطابت اور کتابت سیکھتے ہیں عبدالحمید بن یحییٰ کہتے
ہیں کہ میں نے آپ کے ستر مشہور خطبے حفظ کئے اور
اس کے بعد میرے علم میں ترقی ہوتی گئی' ابن نباتہ
کہتا ہے کہ میں نے خطبوں میں سے ایسا خزانہ
حفظ کیا ہے کہ جس کو خرچ کرنے سے اور ترقی
ہوتی ہے۔ میں نے حضرت علی کے خطبوں میں سے
سو فصلیں حفظ کی ہیں ...... یہ کتاب (نہج البلاغہ)
جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں کافی ہے اس بات
کے ثابت کرنے کے لئے کہ فصاحت و
بلاغت میں کوئی شخص آپ کی برابری نہیں کر سکتا
تمہیں قائل کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ فصیح صحابہ
میں سے کسی کا کلام آپ کے کلام کے دسویں بلکہ
بیسویں حصے کے برابر بھی جمع نہیں کیا گیا۔ جو تعریف
آپکے کلام کی کتاب البیان والتبیین دیگر کتب
میں ابو عثمان الجاحظ نے کی ہے وہ ہی اس امر
کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور اگر خوش اخلاقی و
خوش مزاجی کشادہ روی و بہجت بشرہ کا ذکر کرو تو حضرت
علیؑ اس میں ضرب المثل ہیں یہاں تک کہ آپ کے
دشمنوں نے اس وجہ سے آپکے اوپر نکتہ چینی کی ہے
چنانچہ عمرو بن العاص نے اہل شام سے کہا کہ علی
تو صاحب مزاح ہیں ..... اور عمرو بن العاص
نے یہ عیب جوئی حضرت عمر سے اخذ کی تھی کیونکہ
جب حضرت علی کے استخلاف کا ذکر آیا تو حضرت عمر
کہا کہ میں ضرور ان کو خلیفہ مقرر کر دیتا اگر ان میں
مزاح نہ ہوتا حضرت عمر نے تو اختصار سے یہ نکتہ چینی
کی تھی' عمرو بن العاص نے بڑھا کر کہہ دیا ....
(اس جگہ ابن ابی الحدید نے یہ بحث کی ہے کہ

نیها و سمجهلم..... واما الزهد
فی الدنیا فهو سید الزهاء و
بدل الابدال والیه تشد الرجال
وعنده تنفض الاحلاس ما شبع
من طعام قط وکان اخشن الناس
ماکلا وملبسا قال عبدالله بن
ابی رافع دخلت الیه یوم عید
فقدم جرابا مختوما فوجد نافیه
خبز شعیر یابسا مرضوضا فقدم
فاکل فقلت یا امیر المومنین
فکیف تختمه قال خفت هذین
الولدین ان یلتاه بسمن او
زیت وکان ثوبه مرقوعا
بجلد تارة وبلیف آخری و
نعلاه من لیف وکان یلبس
الکرباس الغلیظ فاذا وجد
کمه طویلا قطعه بشفرة ولم
یخطه فکان یزال متساقطا
علی ذراعیه حتی یبقی سدی
لا لحمة له وکان یأتدم اذا
ائتدم بخل او بملح فان ترقی عن
ذلک فبعض نبات الارض
فان ارتفع عن ذلک فبقلیل
من البان الابل ولا یاکل
اللحم الا قلیلا و یقول لا
تجعلوا بطونکم مقابر الحیوان
وکان مع ذلک اشد الناس
قوة واعظمهم یدا لم ینقص
الجوع قوته ولا یخوس

خوش مزاجی وتبسم ومزاح اچھی چیز ہے برخلاف
اس کے سرکہ بابرو رہنا بداخلاقی میں داخل ہے
جناب رسولخدا بھی مزاح کرتے تھے مزاح وخوش مزاجی
کے ساتھ حضرت علی میں اور جناب رسولخدا میں ملکت
وہیبت بھی وغیرہ وغیرہ ہم نے اس بحث کو نقل نہیں
کیا، اور اگر زہد کو لو تو حضرت علی زاہدوں کے سردار
اور بدل الابدال تھے آپ نے کبھی سیر ہو کر کھانا
نہیں کھایا۔ تمام لوگوں سے زیادہ سخت کھانا
کھاتے تھے اور سخت لباس پہنتے تھے عبداللہ
ابن ابی رافع کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت علی
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک
سربمہر تھیلہ تھا اس میں سوکھی ہوئی جو کی روٹی
تھی آپ آئے اور اسے کھول کر کھانے لگے
میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کو سربمہر
کیوں رکھتے ہیں آپ نے جواب دیا اس لئے کہ کہیں
میرے لڑکے اس کو روغن یا زیتون سے چرب نہ
کردیں آپ کی پوشاک میں چمڑے اور پوست درخت
خرما کے پیوند لگے ہوتے تھے اور جوتے پوست
درخت خرما کے تھے کپڑے کا لباس پہنتے تھے اگر
کبھی آستین بڑی ہوتی تھی تو اس کو چاقو سے کاٹ
دیتے تھے اور پھر اس کو سلواتے نہیں تھے لہذا جب
تک وہ باقی رہتی تھی شانے پر لٹکی رہتی تھی سالن
میں کبھی کبھی سرکہ یا نمک ڈال لیتے تھے اگر کبھی ترقی
کی تو کچھ سبزی ڈال لی اور اگر کبھی اس سے بھی آگے
بڑھے تو تھوڑا سا شیر شتر استعمال فرمالیتے تھے گوشت
آپ بہت کم استعمال کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے
کہ اپنے شکم کو جانوروں کی قبر نہ بناؤ، باوجود ان سب
باتوں کے تمام لوگوں سے زیادہ آپ میں قوت
وطاقت تھی، بھوک آپ کی قوت کو

الاقلال منته وهو الذی طلق الدنیا وکانت الاموال تجی الیه من جمیع بلاد الاسلام الا من الشام فکان یفرقها ویمزقها... واما العبادة فکان اعبد الناس واکثرهم صلاة و صوماً ومنه تعلم الناس صلاة اللیل وملازمة الاوراد وقیام النافلة وما ظنک برجل یبلغ من محافظته علی ورده ان یبسط له نطع بین الصفین لیلة الهریر فیصلی علیه ورده والسهام تقع بین یدیه وتمر علی صماخیه یمیناً وشمالاً فلا یرتاع لذلک ولا یقوم حتی یفرغ من وظیفته وما ظنک برجل کانت جبهته کثفنة البعیر لطول سجوده وانت اذا تاملت دعواته ومناجاته ووقفت علی ما فیها من تعظیم الله سبحانه واجلاله وما یتضمنه من الخضوع لهیبته والخشوع لعزته والاستخذاء له عرفت ما ینطوی علیه من الاخلاص وفهمت من ای قلب خرجت وعلی ای لسان جرت وقیل لعلی بن الحسین علیه السلام وکان الغایة فی العبادة این عبادتک من عبادة جدک قال عبادتی عند عبادة جدی کعبادة جدی عند عبادة رسول الله صلی الله علیه وآله واما قرأته القرآن والاشتغال به فهو المنظور الیه فی هذا الباب اتفق الکل علی انه کان یحفظ القرآن علی عهد رسول الله صلی الله علیه و

کم نہیں کرتی تھی، آپ نے دنیا کو طلاق دیدی تھی۔ تمام بلاد اسلامیہ سے سوائے شام کے آپ کے پاس مال آتا تھا آپ سب کو تقسیم کر دیتے تھے .... اگر عبادت کو دیکھو تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ نماز پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے اور لوگ آپ سے رات کی نماز و اوراد و قیام نافلہ سیکھا کرتے تھے تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کی نسبت جو اپنی حفاظت پر اپنی عبادت کو ترجیح دیتا تھا۔ لیلۃ الہریر کی لڑائی والے دن دونوں صفوں کے مابین آپ کا سجادہ بچھایا گیا پس آپ بیفکری کے ساتھ اس پر نماز پڑھتے تھے۔ درآنحالیکہ دشمنوں کے تیر آپ کے چاروں طرف پڑ رہے تھے اور اوپر سے گزر رہے تھے۔ آپ کو اس سے ذرا بھی خوف نہ تھا اور وہاں سے نہ اٹھے جب تک کہ اپنا وظیفہ ختم نہ کر لیا اور کیا خیال ہے تمہارا اس شخص کی نسبت کہ جس کی پیشانی کثرت سجود کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنے کی طرح ہو گئی ہو اور اگر تم ان کی دعاؤں اور مناجاتوں پر غور کرو اور واقف ہو کہ ان دعاؤں اور مناجاتوں میں کس قدر خداوند تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا ذکر ہے اور ان میں خداوند تعالیٰ کی ہیبت و عزت کے آگے کس قدر خضوع و خشوع بھرا ہوا ہے تو پھر تمکو معلوم ہو گا کہ ان میں کتنا اخلاص ہے اور کس قلب سے نکلی ہیں اور کس زبان پر جاری ہوئی ہیں حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین کی عبادت غایت درجہ کی تھی ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت اور آپکے دادا کی عبادت میں کیا نسبت

الہ ولم یکن غیرہ یحفظہ ثم ھو اول من جمعہ نقلوا کلھم انہ تاخر عن بیعۃ ابی بکر فاھل الحدیث لایقولون ماتقول الشیعۃ من انہ تاخر مخالفۃ للبیعۃ بل یقولون تشاغل بجمع القران فھذا یدل علی انہ اول من جمع القران لانہ لوکان مجموعًا فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ لما احتاج الی ان تشاغل بجمعہ بعد وفاۃ صلی اللہ علیہ والہ واذا رجعت الی کتب القرائۃ وجدت ائمۃ القراء کلھم یرجعون الیہ کابی عمرو بن العلاء وعاصم بن ابی النجود وغیرھما لانھم یرجعون الی ابی عبد الرحمٰن السلمی القاری وابو عبدالرحمٰن کان تلمیذہ وعنہ اخذ القران فقد صار ھذا الفن من الفنون التی تنتھی الیہ ایضا مثل کثیر مما سبق واما الرائ والتدبیر فکان من اسد الناس رایا واصحھم تدبیرا وھو الذی اشار علی عمر لما عزم علی ان یتوجہ بنفسہ الی حرب الروم والفرس بما اشار وھو الذی اشار علی عثمان بامر کان

ہے فرمایا کہ میری عبادت اور میرے دادا کی عبادت میں وہ نسبت ہے جو میرے دادا کی عبادت کو رسولخدا کی عبادت سے نسبت تھی اور اگر تفسیر علم قرآن کی طرف نظر کرو تو یہ حضرت علیؑ کی خاص دلچسپی کا مضمون تھا تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے رسولخدا ہی کی حیات میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ درآنحالیکہ اس وقت کسی اور نے حفظ نہیں کیا تھا اور حضرت علی ہی اوّل وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے قرآن شریف کو جمع کیا تھا تمام لوگوں نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ابوبکر کی بیعت شروع شروع میں نہیں کی اور اس سے تاخیر کی وہ وجہ نہیں بتلاتے جو شیعہ کہتے ہیں کہ آپ کو ابوبکر سے مخالفت تھی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف کے جمع کرنے میں مشغول تھے اس وجہ سے بیعت میں تاخیر کی اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا وہ علی مرتضےٰ تھے کیونکہ اگر حیات جناب رسولخدا میں وہ جمع ہو گیا ہوتا تو پھر آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت علی کو اس کے جمع کرنے میں مشغول ہونے کی ضرورت باقی نہ رہتی اور جب تم قرأت قرآن کی کتابوں کی طرف رجوع کروگے تو تم کو معلوم ہو گا کہ تمام آئمہ قرأت مثلاً عمرو بن العلاء عاصم بن ابی النجود وغیرہما حضرت علی کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ یہ سب ابو عبدالرحمٰن السلمی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ابو عبدالرحمٰن السلمی حضرت علیؑ کے شاگرد تھے اور آپ سے علم قرأت و قرآن اخذ کیا تھا پس یہ علم بھی مثل دیگر علوم کے جن کا ذکر پہلے کیا گیا حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہے اور اگر رائے و تدبیر کو

صلاحه فيها ولو قبلها لم يحدث
عليه ما حدث وانما قال اعداؤه
لا رأي له لانه كان متقيد
ابالشريعة لا يرى خلافها
ولا يعمل بما يقتضي الدين عزيمه
وقد قال عليه السلام لو لا الدين
والتقى لكنت ادهى العرب وغيره
من الخلفاء كان يعمل بمقتضى ما
يستصلحهُ ويستوفقه سواء كان
مطابقاً للشرع او لم يكن ولا ريب
ان من يعمل بما يؤدى اليه
اجتهاده ولا يقف مع ضوابط
وقيود يمتنع لاجلها مما يرى الصلاح
فيه تكون احواله الدنياوية الى الانتظام
اقرب ومن كان بخلاف ذلك تكون
احواله الدنياويه الى الانتشار اقرب
واما السياسة فانه كان شديد
السياسة خشناً فى ذات الله لم
يراقب ابن عمه فى عمل كان ولاه
اباه ولا راقب اخاه عقيلا فى كلام
جبهه به واحرق قوماً بالنار
ونقض دار مصقله ابن هبيرة
ودار جرير بن عبد الله البجلى
وقطع جماعة وصلب
آخرين ومن جملة
سياسة حروبه ف
ايام خلافته بالجمل
وصفين والنهروان و
فى اقل القليل منها مقنع

دیکھو تو حضرت علی تمام لوگوں میں سب سے بہتر
رائے رکھنے والے اور سب سے زیادہ صحیح تدبیر
کرنیوالے تھے، آپ ہی تھے جنہوں نے حضرت عمر کو
بذات خود لڑائیوں پر جانے سے روکا اور آپ ہی تھے
جنہوں نے حضرت عثمان کو صحیح رائے دی اگر وہ اس پر عمل کرتے
تو ان کے اوپر وہ مصیبتیں نہ آتیں جو آئیں، آپ کے
دشمن کہتے ہیں کہ آپکی کوئی رائے نہیں تھی کیونکہ آپ تو
شریعت کے مقید تھے اور اس کے خلاف کوئی بات
نہیں کر سکتے تھے اور کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے تھے
اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے تھے جو دین کے مطابق نہ ہو۔
بتحقیق کہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر دین و تقوی کا خیال
درمیان میں نہ ہو تو میں تمام عرب سے بہتر تدبیر کرنے والا
ہوتا اور آپ کے علاوہ دیگر خلفاء جو تھے وہ تو وہ کام کرتے
تھے جو امور سیاسی کے متقاضی ہوتا تھا اور جس میں مصلحت
دنیوی ہوتی تھی وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے تھے کہ
یہ مطابق شرع کے ہے یا نہیں اسمیں کچھ شک نہیں کہ جو شخص
اپنی عقل و تدبیر کے مطابق کام کریگا اور ان قواعد و ضوابط
کا مقید نہ ہوگا جن کی وجہ سے ان امور سے باز رہنا پڑے
جن کو وہ مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے تو اس کے احوال
دنیاویہ کا انتظام اچھا ہوگا۔ اس شخص کے احوال دنیاویہ
منتشر ہوں گے جو اپنے افعال میں کسی ضابطہ و قواعد کا پابند
ہے اور اگر سیاست کی طرف نظر ڈالو تو حضرت علی امور
سیاسیہ میں خدا سے ڈرتے ہوئے بہت زیادہ سخت تھے
اپنے ابن عم (عبداللہ ابن عباس) کو جو امور مملکت سپرد کئے تھے
ان میں محاسبہ لینے میں آپ نے اپنے ابن عم کی کچھ رعایت نہ
کی اور نہ اپنے بھائی عقیل کی کچھ پرواہ کی ایک قوم کو آگ سے
جلا دیا۔ مصقلہ بن ہبیرۃ و جریر بن عبداللہ البجلی کے
گھر منہدم کرا دیئے ایک گروہ کو قتل کر دیا کئی آدمیوں کو
پھانسی دی آپ کی سیاست و حسن تدبیر جنگہائے جمل و

فان كل سائس فى الدنيا لم يبلغ
فتكه وبطشه وانتقامه مبلغ
العشر مما فعل عليه السلام فى
هذه الحرب بيده واعوانه
فهذه هى خصائص البشر و
مزاياهم قد اوضحنا انه فيها
الامام المتبع فعله والرئيس المقتفى
اثره وما اقول فى رجل تحبه
اهل الذمة على تكذيبهم بالنبوة
وتعظمه الفلاسفة على معاندتهم
لاهل الملة وتصور ملوك
الفرنج والروم صورته فى
بيعها وبيوت عباداتها حاملا
سيفه مشمرا لحربة وتصور
ملوك الترك والديلم صورته
على اسيافها كان على سيف
عضد الدولة ابن بويه و
سيف ابيه ركن الدولة صورته
وكان على سيف الب ارسلان
وابنه ملك شاه صورته كانهم
يتفاءلون به النصر والظفر وما
اقول فى رجل احب كل احد ان
يتكثر به وود كل احد ان يتجمل
ويتحسن بالانتساب اليه حتى
الفتوة التى احسن ما قيل فى
حدها ان لا تستحسن من نفسك
ما تستقبحه من غيرك فان اربابها
نسبوا انفسهم اليه وصنفوا
فى ذلك كتبا وجعلوا لذلك اسنادا

صفین و نہروان سے ظاہر ہوتی ہے، ان لڑائیوں میں جو قوت و سختی و انتظام و خوبی تدبیر آپ سے عمل میں آئی اس کے دسویں حصے کو بھی دنیا کے سیاست دان نہیں سمجھتے۔

غرضکہ یہ سب وہ بشری صفات ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور جن میں حضرت علیؑ تمام لوگوں کے سردار تھے اور سب کے امام تھے۔ اور میں کیا کہوں اس شخص کی نسبت جس کو اہل الذمہ بھی دوست رکھتے تھے باوجود اس کے کہ وہ نبوت کے منکر تھے۔ اور جس کی تعظیم فلاسفر بھی کرتے تھے باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن تھے۔ ترک و دیلم کے بادشاہ اپنی تلواروں پر حضرت علی کی تصویر نقش کرتے تھے، عضدالدولہ بن بویہ اور اس کے باپ رکن الدولہ والپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کی تلواروں پر آپ کی تصویریں تھیں گویا وہ اس سے فال لیتے تھے نصرت وظفر کی۔ اور کیا کہوں میں ایسے شخص کی نسبت جس کے متعلق ہر ایک شخص چاہتا تھا کہ اس کی نسبت ان سے کی جائے۔ کیونکہ مقولہ ہے کہ آنچہ برخود مپسندی بہ دیگراں مپسند، جب لوگوں نے اپنی ذات کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف کر دی اور اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں، اور اس نسبت کے لئے انہوں نے شہادتیں پیدا کیں،

انهوه الیه وقصروه علیه وسموه سید الفتیان وعضدوا مذهبهم بالبیت المشهور المروی انه سمع من السماء یوم احد لاسیف الا ذوالفقار لافتی الا علی۔

اور آپ کو بہادروں کا سردار بیان کیا اور اپنے بیان کی تصدیق انہوں نے اس کلام سے کی جو روزِ اُحد آسمان سے سُنائی دیا تھا کہ لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالفقار ولافتیٰ اِلّا علی۔

طول تو ہو گیا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حال کے محققین کی رائے سے ہم اپنے ناظرین کو آگاہ کریں۔ آج کل طٰہٰ حسین مصری مؤرخین میں بہت اعلیٰ درجہ کے شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب الفتنۃ الکبریٰ کے حصہ دوم میں علی وبنوہ کے صفحہ ۱۶، ۱۷ پر لکھتے ہیں۔

فهو ابن عم النبی واسبق الناس الی الاسلام بعد خدیجه واول من صلی مع النبی من الرجال، وهو ربیب النبی قبل ان یظهر دعوة ویدعو بامر الله احسن النبی ان اباطالب یلقی ضیقاً فی حیاته فسعی فی اعمامه یسینوا الشیخ علی النهوض ثقل ابنائه فاحتملوا عنه اکثر ابنائه وترکوا له عقیلاً کما احب واخذ النبی علیاً فکفله وقام علی تنشئته وتربیته فلما اثره الله بالنبوة کان علیؑ فی کنفه لم یجاوز العاشرة من عمره الا قلیلا فنستطیع ان نقول انه نشأ مع الاسلام وکان النبی یحبه اشد الحب ویؤثره اعظم الایثار استخلفه حین هاجر علی ما کان عنده من ودائع حتی ردها الی اصحابها وامره فنام فی مضجعه لیلة ائتمرت قریش بقتله،

وہ (حضرت علی)، رسول خدا کے ابن عم نے خدیجہ کے بعد تمام لوگوں سے پہلے اسلام اختیار کیا تھا۔ سب سے پہلے جناب رسولِ خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ جناب رسولِ خدا نے اسلام کے ظاہر ہونے سے پہلے ان کو اپنے گھر میں پالا تھا۔ جناب رسولِ خدا نے محسوس کیا کہ بوجہ کثرت اولاد کے ابوطالب کی زندگی سختی سے گزرتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے چچاؤں سے کہا کہ ابوطالب کو ان کے لڑکوں کے بوجھ سے ہلکا کریں۔ پس ان لوگوں نے حسب خواہش ابوطالب کے عقیل کو تو اُن کے پاس چھوڑا اور باقی لڑکوں کو لے آئے جناب رسول خدا نے علی کو لے لیا اور ان کی پرورش کی۔ علی ان کی ہی تربیت و تادیب کیمطابق دیئے۔ پس جب خداوند تعالےٰ نے آنحضرت پر نبوت سے فضل کیا تو اس وقت علی آنحضرت ہی کے یہاں پرورش پا رہے تھے اور ان کی عمر دس سال سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ علیؑ نے اسلام ہی کے ساتھ پرورش پائی۔ جناب رسول خدا کو ان

ثم هاجر حتى لحق بالنبي في المدينة فآخى النبي بينه وبين نفسه ثم زوجه ابنته فاطمه ثم شهد مع النبي مشاهده كلها وكان صاحب رايته في ايام الباس وقال النبي يوم خيبر. لاعطين الراية غداً رجلاً يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله فلما اصبح دفع الرايته الى على وقال النبي حين استخلفه على المدينة يوم سار الى غزوۂ تبوك انت مني بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبي بعدى وقال للمسلمين في طريقه الى حجة الوداع من كنت مولاه فعلى مولاه۔ اللهم وال من والاه وعاد من عاداه۔

سے بہت ہی زیادہ محبت تھی اور جناب رسولِ خدا ان سے بہت کلام کرتے تھے۔ اور اپنا اثر ڈالتے تھے بوقت ہجرت جناب رسول خدا نے اپنی تمام امانتیں ان کے سپرد کر دیں کہ ان کے حقداروں کو دے دیں۔ اور اپنے بستر پر ان کو سونے کو کہا اور حضرت علیؑ شبِ ہجرت جناب رسولخدا کے بستر پر سوئے اور اس طرح آنحضرت کو قتل ہونے سے بچایا پھر حضرت علیؑ نے خود ہجرت کی اور مدینہ میں آنحضرت سے جاکر ملے۔ جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ سے اپنے نفس کے ساتھ اخوت قائم کی اور اپنی دخترِ فاطمہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ پھر حضرت علی تمام جنگوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ رہے اور تمام لڑائیوں میں آنحضرت کے علمبردار تھے۔ جنگ خیبر میں آنحضرتؐ نے کہا کہ کل میں علم ایسے شخص کو دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ پس جب صبح ہوئی تو آنحضرت نے وہ علم علیؑ کو دیا۔ جب آنحضرتؐ جنگ تبوک پر جانے لگے اور علیؑ کو مدینہ پر اپنا قائمقام بنا کر چھوڑا تو علیؑ سے کہا کہ تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا حجۃ الوداع کے موقعہ پر راستہ پر آنحضرت نے مسلمانوں سے کہا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔

وكان عمر رحمه الله يعرف لعلى علمه وفقهه ويقول: ان عليا اقضانا وكان يفزع اليه في كل مايعرض له من مشكلات الحكم وقال حين اوصى بالشورى لوولوها الاجلح لحملهم على الجادة الى فضائل كثيرة يعرفها له اصحاب

حضرت عمرؓ حضرت علیؑ کے علم و فقہ کے معترف تھے اور کہا کرتے تھے کہ علی ہم سب میں صحیح مقدمات فیصل کرنے والا ہے اور جب مشکلات درپیش آتی تھیں تو حضرت عمر حضرت علی کی طرف ان کے حل کے لئے رجوع کرتے تھے اور جب مجلس شوریٰ مقرر کی تو عمرؓ نے کہا کہ اگر وہ اجلح (حضرت علیؑ) کو اپنا حاکم بنائیں گے تو وہ ان کو

النبی علی اختلافھم، دیعرفہا لہ خیارا لمسلمین من التابعین ویومن لہ بھا اھل السنۃ کما یومن لہ بھا شیعتہ۔

وسنری حین غضی فی سیرتہ وحین نبین مواقعہ من المشکلات الکثیرۃ التی عرضت لہ انہ کان اھلاً لکل ھذہ الفضائل ولاکثر منھا۔

صراط مستقیم پر چلائے گا۔ یہ اور ایسے ہی بہت سے فضائل حضرت علی کے تھے۔ جن کے اصحاب ہیں باوجود علی سے اختلاف رکھنے کے معترف تھے۔ تابعین میں سے نیک مسلمانان ان کے ان فضائل کے معترف تھے اور اہلسنت وجماعت بھی ان کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح شیعہ مانتے ہیں۔

آگے چل کر جب ہم ان کی حیات کے واقعات معلوم کریں گے اور ان تمام بے شمار مشکلات کو دیکھیں گے جو حضرت علی کو درپیش آئیں۔ تو ہم دیکھ لیں گے کہ حضرت علی ان فضائل کے اور ان سے زیادہ فضائل کے اہل تھے۔

حسن ابراہیم حسن اپنی کتاب تاریخ الاسلام السیاسی میں ۳۹۱ پر علیؑ کی صفات اس طرح بیان کرتے ہیں (یہ ان کی عربی عبارت کا اردو ترجمہ ہے)۔

اس زمانہ ہی سے جب کہ خصائل کا اظہار انسان میں ہوتا ہے۔ علی خصائل حمیدہ کے حامل تھے۔ اور یہ بعید نہیں ہے کیونکہ انہوں نے جناب رسولؐ خدا کے گھر میں پرورش پائی اور آنحضرتؐ سے صفات کریمہ اور آداب عالیہ حاصل کئے۔ ابھی وہ کم سن ہی تھے کہ تمام لوگوں سے پہلے مسلمان ہوئے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے (اسی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر مؤلف موصوف لکھ چکے ہیں کہ سب سے پہلے خدیجہ پھر علیؑ پھر زید آپ کے غلام ایمان لائے۔ حضرت ابوبکرؓ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔ جناب رسول خدا نے ہمیشہ علی کو اپنے نزدیک ان کے مناسب مقام پر رکھا۔ اور حضرت علیؑ سے مسلمانوں کے بہت سے امور مہمہ حل کرائے اور ان میں علی کو بہت تکالیف ہوئیں۔ اور بہت عمدگی سے انہوں نے نصرت اسلام کی۔ آپ کی شہرت بلند ہوئی۔ آپ کا مقام اعلیٰ ہوا اور آپ شجاعت اور بطالت میں بہت مشہور ہوگئے۔ یہ اس خطرۂ عظیم کے علاوہ ہے۔ جس کا مقابلہ علیؑ نے رسولؐ کی شب ہجرت برداشت کیا۔ جب آپ نے رسولؐ کا لباس پہن کر ان کے بستر پر رات گزاری حالانکہ آپ جانتے تھے کہ اس رات مشرکین نے قتل رسول کا عزم مصمم کر لیا ہے اور جنگ خیبر میں جب دشمنوں کا ہجوم ہوا تو اس معرکہ میں آنحضرتؐ نے علیؑ کو بھیجا جیسا کہ ہم نے صفحہ ۱۹۸ پر ذکر کیا ہے۔ جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں کل علم لشکر ایسے شخص کو دوں گا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ پس جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ نے علی کو بلایا۔ علم لشکر ان کو دے کر

فتح خیبر پر روانہ کیا۔ حضرت علیؑ مروت، وفا، وعدوں کے ایفاء اور مال مسلمین کی حفاظت کے لئے بہت مشہور تھے۔ جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے۔ جو طبری و فخری بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابو رافع جو حضرت علیؑ کے زمانہ میں خازن بیت المال تھے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ علی بیت المال میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ ان کی لڑکی کانوں میں بیت المال کے موتی پہنے ہوئے ہے۔ آپ نے کہا کہ یہ اس لڑکی کے پاس کہاں سے آیا۔ بخدا میں اس کا ہاتھ کاٹتا ہوں اور وہ اس کے ہاتھ کاٹنے پر تیار ہو گئے۔ جب میں (ابو رافع) نے یہ دیکھا تو کہا کہ اے امیر المومنین میں نے یہ اس کو دیا ہے وہ کیونکر لے سکتی تھی۔ اگر میں نہ دیتا۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ اس کے ساتھ وہ بھی ملاؤ۔ جس کا ذکر فخری نے کیا ہے۔ کہ عقیل ابن ابی طالب برادر حقیقی علی (ماں باپ ایک تھے) نے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ مانگا۔ تو حضرت علیؑ نے نہ دیا۔ اور کہا کہ اے بھائی بیت المال میں تو تمہارا اتنا ہی حق تھا جتنا میں تم کو دے چکا ہوں۔ ذرا صبر کرو جب میرا مال آئے گا تو میں تم کو اس میں سے دوں گا۔ عقیل کو یہ جواب پسند نہ آیا۔ اور علیؑ سے جُدا ہو کر وہ معاویہ کے پاس شام میں چلے آئے۔ اور علی تو اپنے فرزندان علیؑ و حسینؑ کو ان کے حق سے زیادہ نہیں دیتے تھے۔ ان کے پاس بہت سے مسائل دینی، مشکلات تفسیر قرآن روایت الحدیث و مسائل میراث اور مشکل مقدمات آتے تھے۔ اور وہ نہایت عمدگی سے ان کو حل کرتے تھے۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے کہ میں اس مشکل سے پناہ مانگتا ہوں۔ جس کو حل کرنے کے لئے علیؑ نہ ہوں۔

اور حضرت علیؑ اکثر کہا کرتے تھے۔ جو چاہتے ہو کتاب اللہ میں سے مجھ سے پوچھ لو بخدا کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ اس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ میدان میں یا پہاڑ پر۔ ختم ہوا بیان حسن ابراہیم حسن کا)۔

قصہ مختصر۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ:۔

جس پہ دھو کہ ہو خدا کا ناخدا ایسا تو ہو

میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ باب افضلیت بہت طویل ہو گیا ہے لیکن کیا کروں، مجبور تھا۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

البلاغ المبین کی کتاب اوّل ختم ہوئی۔ ناظرین کے دل میں ضرور خیال پیدا ہوا ہو گا کہ جب جناب رسالت مآبؐ نے اس صراحت کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ تو پھر کوئی مسلمان اتنی جرأت کیونکر کر سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے حکم اور ان کے مقرر کردہ جانشین و خلیفہ کو نظر انداز کر کے دوسرے کو کھڑا

اُمت کو دیدی ہے اور یہ سب کچھ خدا کے حکم سے ہوا تو وہ کب ہوا کس طرح ہوا اور وہ خدا کا حکم کہاں ہے حسبنا کتاب اللہ کہنے والوں کے لیئے یہ خاص طور سے دعوتِ فکر ہے۔

(۱۱) کیا یہ زیادہ موزوں و قرین عقل نہ تھا کہ ہدایت خلق و سرداری اُمت کا عہدہ جو رسول کو خدا کی طرف سے ملا ہوا تھا اس عہدہ کی آئندہ اجراء کے متعلق خدا ہی سے احکام لیے جائیں اور اس کے احکام کے بموجب آئندہ کا ہادی و والی مقرر کیا جائے۔

(۱۲) اُمت کے ہاتھ میں خلیفۂ رسول کے انتخاب کو دینے کی خرابیاں۔

(۱۳) قرآن شریف کا حکم اس مسئلہ پر کیا ہے آیا اس نے اُمت کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اپنا ہادی و والی و سردار خود مقرر کر لے یا رسولؐ خدا کو حکم دیا ہے کہ فلاں شخص تمہارا جانشین ہے تم اُمت کے سامنے اس کا اعلان کر دو تاکہ حجت باقی نہ رہے۔

(۱۴) یورپ کی تقلید میں مسلمانوں کا یہ کہنا کہ رعایا کو اپنا حاکم خود مقرر کرنا چاہیئے۔ اسلامی فقہ اور سنّتِ رسول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہاں تک درست ہے۔

(۱۵) پہلے انبیاء علیہم السّلام کا کیا طریقہ رہا ہے جب جانشین کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے خود مقرر کیا یا اپنی اُمت پر اس کام کو چھوڑا۔

اس تحقیقات کے دائرہ میں داخل ہوتے ہی پہلا سوال جو اپنے تئیں حل کے لیئے پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا رسولِ خدا کی نبوت کے مقاصد میں سے ایک یہ مقصد بھی تھا یا نہیں کہ دنیا میں اسلامی اصُول و قواعد کے مطابق لوگوں کے اُمور طے ہوں یا دُوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ ولایت اُمور مسلمین جناب رسولؐ خدا کی نبوت کا ایک جزو و رکن تھی یا نہیں اُمتِ محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ رہنمائی و سرداری دین و دُنیا بھی جناب رسولؐ خدا کی نبوت کا ایک جزو تھی غالباً یہ کہنا کہ تبلیغ و فرائضِ نبوت کا دائرہ بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کے ارتقا اور اس کی تدریجی ترقی کے دوش بدوش رہا ہے اور رہنا چاہیئے تھا خلافِ واقعہ نہ ہوگا کیونکہ مسلمہ اصُول ہے کہ تَكَلَّمُ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔ جتنا ترقی و تہذیب انسانی کا درجہ آگے بڑھتا گیا اتنا ہی دائرہ نبوت وسیع ہوتا گیا۔ انسانی ضرورتوں کے مطابق نبی آتے رہے اور اُن کی رسالت کا دائرہ انسان کی ضرورتوں کے مطابق وسیع ہوتا گیا۔ ایک ایسا بھی زمانہ تھا کہ جب رسولوں اور نبیوں کے لیئے ضروری قرار دیا گیا کہ توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اپنی اُمت کو دُنیاوی ترقی و جسمانی راحت کے آلات بنانے اور ذرائع بہم پہنچانے سکھائیں۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے زراعت و فلاحت کے اصُول اور روزانہ سامنے آنے والی اشیاء کی ماہیت و خاصیت کی تعلیم دی حضرت ادریس نے دین الٰہی کے پیغام کے علاوہ سیاست مدنی، شہری زندگی اور بود و ماند کے متمدن طریقوں کی بھی تعلیم دی اور اس کے لیئے انہوں نے ہر ایک فرقہ و جماعت سے طلباء جمع کیئے اور اُن کو مدنی سیاست اور اُس کے اصول و قواعد سکھائے جب یہ طلباء کامل اور ماہر بن کر اپنے قبائل کی طرف لوٹے تو انہوں نے

کرے۔ اور اس کی بیعت کرے اور کوئی مسلمان ان کے مقابلہ میں کھڑا ہی کیوں ہو یہی نہیں۔ بلکہ یہ فعل ان حضرات سے سرزد ہو جو بقول حضرت شبلی نعمانی آسمان اسلام کے مہرو ماہ تھے۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور پھر آنحضرتؐ کے زمانہ سے اتنے قریب، ابھی تو وہ سب لوگ موجود تھے۔ جن کی آنکھوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ آنحضرتؐ کے تعلقات دیکھے تھے۔ اور جن کے کانوں نے آنحضرتؐ کے اقوال حضرت علیؑ کے متعلق سُنے تھے۔ ان کی اکثریت کیوں حضرت علیؑ کے خلاف ہو، قریش کے بڑے قبیلے تو بیٹھے رہیں اور خلافت چلی جائے۔ ایک گمنام قبیلے میں، ان خیالات میں اُلجھ کر بہت سے حضرات تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے کوئی خلیفہ ہی مقرر نہیں کیا اگر خلیفہ مقرر فرما دیتے تو اصحاب رسول اس خلیفہ کے نظر انداز کرنے کے عصیان عظیم کے مرتکب نہ ہوتے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو جمہوریت کی فتح ہے کہ خلافت ایک گمنام خاندان میں چلی گئی اور پشتینی رئیس بیٹھے دیکھا کئے۔ لیکن یہ سب ہٹ دھرمی کی بحث ہے، واقعات کا جواب نہیں، ہر ایک تاریخی واقعہ کے لئے وجوہات ہوتے ہیں۔ اور اس واقعہ کے بھی وجوہات ہیں کہ اس حکم رسولؐ اور حضرت علیؑ سے جمہور اُمت نے کیوں رُوگردانی کی۔ یہ سب وجوہات مورخانہ بحث کے ساتھ آپ کو البلاغ المُبین کی کتاب دوم میں ملیں گے۔ جس میں سیاستِ عمر پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

تمّت بالخیر

ملنے کا پتہ

امامیہ کُتب خانہ، مُغل حویلی، حلقہ ۲

اندرون موچی دروازہ، لاہور ۸

انتساب

خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری محنت کی دو منزلیں ختم ہوئیں۔ قاعدہ ہے کہ کتاب کی وقعت بڑھانے کے لئے کسی صاحب ثروت و رسوخ آدمی کے نام سے اوس کو نسبت دیتے ہیں میں نے بھی اسی غرض کے لئے چاروں طرف نظر ڈالی لیکن مجھے اپنے والد مرحوم آغا محمد سجاد مرزا سے زیادہ بہتر انسان اور راسخ الاعتقاد مومن اس چودھویں صدی میں نظر نہ آیا۔ ممکن ہے کہ اس رائے میں فرزندانہ جذبات کا بھی کچھ دخل ہو۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جنہوں نے ان کو دیکھا ہے وہ اس رائے کو قابل ترمیم نہ سمجھیں گے۔ مجھے کتنی خوشی ہوتی کہ وہ زندہ ہوتے اور میں یہ کتاب ان کی خدمت میں پیش کرتا۔ اب میں اس ناچیز تالیف کو ان کے نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں ؛

محمد سلطان مرزا
بقلم خود

دھلی ۔ نکلسن روڈ
۱۸ گلی۔ سیدان

۱۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء مطابق
۱۸ ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ ہجری
بروز دوشنبہ بوقت دس بجکر
بیس منٹ صبح

Malmirza

فہرست کتب

جن کے حوالے البلاغ المبین میں دیئے گئے یا جن کے مطالعہ سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی گئی۔

البلاغ المبین کی تحریر میں اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک بحث و استدلال کی بنا کتب معتبرۂ جماعت اہل حکومت پر رکھی گئی ہے۔ اس جگہ ان کتابوں کی فہرست دی جاتی ہے ضمیمۂ کتاب ہذا میں ثابت کیا گیا ہے کہ ان کتابوں اور ان کے مصنفین و مؤلفین کا درجہ جماعت اہل حکومت میں کس قدر رفیع ہے اور ان پر کس قدر اعتبار و وثوق کیا جاتا ہے۔ جن کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس کی تالیف شروع کی گئی وہ تو بے شمار ہیں۔ یہاں صرف چند کا نام لکھا جاتا ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱	صحیح بخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری۔
۲	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
۳	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری
۴	سنن ابی داؤد	ابو داؤد السجستانی
۵	سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن ماجہ
۶	سنن نسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد النسائی
۷	موطا	امام مالک
۸	فتح الباری شرح صحیح بخاری	ابن حجر عسقلانی
۹	ارشاد الساری شرح صحیح بخاری	شہاب الدین احمد قسطلانی
۱۰	عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری	بدر الدین العینی
۱۱	الکواکب الدراری شرح صحیح بخاری	محمد بن یوسف الکرمانی
۱۲	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد
۱۳	مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح	علی بن سلطان محمد القاری
۱۴	کاشف شرح مشکوٰۃ	شریف الدین حسن۔
۱۵	اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق
۱۶	اسماء رجال مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق
۱۷	شرح صحیح مسلم	امام نودی
۱۸	مسند امام علی الرضا	امام علی الرضا
۱۹	مسند	زید ابن علی
۲۰	مسند	البزار
۲۱	مسند ابی داؤد الطیالسی	ابو داؤد الطیالسی
۲۲	مسند	امام احمد حنبل
۲۳	مسند	ابو یعلی
۲۴	زوائد مسند	عبداللہ ابن احمد حنبل
۲۵	مستدرک علی الصحیحین	ابو عبداللہ الحاکم
۲۶	تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی
۲۷	کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن الاثیر
۲۸	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۲۹	تذکرة الحفاظ	محمد بن احمد الذہبی		دار المصطفیٰ	السمہودی
۳۰	الاستیعاب فی معرفة الصحابہ	ابن عبد البر	۵۴	فتوح البلدان	احمد بن جابر البلاذری
۳۱	لسان المیزان	ابن حجر عسقلانی	۵۵	معجم البلدان	شہاب الدین ابو عبداللہ
۳۲	مواہب اللدنیة	شہاب الدین احمد قسطلانی			الیاقوتی
۳۳	شرح زرقانی علی مواہب	محمد بن عبد الباقی	۵۶	انسان العیون فی سیر	علی بن برہان الدین
	اللدنیہ	زرقانی		قد امین المامون	الحلبی
۳۴	جامع الصغیر	جلال الدین سیوطی	۵۷	روض الانف	علامہ سہیلی
۳۵	مصابیح السنة	بغوی	۵۸	وفیات الاعیان	احمد بن خلکان
۳۶	کتاب النبیر بشرح	عبد الرؤف	۵۹	احکام السلطانیہ	ابوالحسن علی
	جامع الصغیر		۶۰	حبیب السیر	غیاث الدین بن ہمام
۳۷	کنز العمال	علی المتقی	۶۱	روضة الاحباب	محدث شیرازی
۳۸	تفسیر کبیر	فخر الدین رازی	۶۲	مروج الذہب	ابوالحسن علی المسعودی
۳۹	کتاب الدر المنثور	جلال الدین سیوطی	۶۳	شمس التواریخ	محمد سعادت اللہ وارث
۴۰	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی			علی، مظہر الحق
۴۱	تفسیر کشاف	محمود بن محمد الزمخشری	۶۴	طبقات الکبریٰ	ابن سعد
۴۲	اسباب النزول	علامہ واحدی	۶۵	تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی
۴۳	سیرة النبی	ابو محمد عبد الملک بن ہشام	۶۶	بغیة الوعاة	جلال الدین سیوطی
۴۴	تاریخ امم والملوک	محمد بن جریر الطبری	۶۷	کتاب الاغانی	ابوالفرج اصبہانی
۴۵	تاریخ الکامل	ابن الاثیر	۶۸	مرآة الجنان	ابو محمد عبداللہ الیافعی
۴۶	تاریخ الخمیس	حسین دیار بکری	۶۹	سیرة النبی	مولوی شبلی
۴۷	البدایة والنہایة	ابن کثیر شامی	۷۰	الفاروق	”
	فی التاریخ		۷۱	المامون	”
۴۸	تاریخ ابن خلدون	ابن خلدون	۷۲	علم الکلام	”
۴۹	مقدمہ تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون	۷۳	سیرة سید احمد شہید	ابوالحسن علی ندوی
۵۰	اردو ترجمہ ” ”	حکیم احمد حسین مترجم	۷۴	مدارج النبوة	شیخ عبد الحق
۵۱	المختصر فی اخبار البشر	ابوالفداء	۷۵	معارج النبوة	ملا معین
۵۲	کتاب الامامة والسیاسة	ابن قتیبہ	۷۶	شواہد النبوة	ملا جامی
۵۳	وفاء الوفا باخبار	ابوالحسن علی بن عبداللہ	۷۷	قصص الانبیاء	محمد بن عبداللہ الکسائی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۷۸	قصص الانبیاء	ثعلبی
۷۹	جمع الجوامع	جلال الدین سیوطی
۸۰	شرح نہج البلاغہ	ابن ابی الحدید
۸۱	کتاب الملل والنحل	شہرستانی
۸۲	خصائص سیدنا علی	نسائی
۸۳	حیاۃ الحیوان کبریٰ	کمال الدین الدمیری
۸۴	تمدن اسلام	جرجی زیدان
۸۵	علوم عرب	جرجی زیدان
۸۶	احیاء العلوم	امام غزالی
۸۷	اکلیل الکرامہ	نواب محمد صدیق حسن خاں
۸۸	صواعق محرقہ	ابن حجر
۸۹	کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون	
۹۰	تذکرہ	عنایت اللہ مشرقی
۹۱	طلوع اسلام	غلام محمد پرویز
۹۲	درّ مکنون	محی الدین عربی
۹۳	سیرۃ العلویہ	حیدر علی حنفی
۹۴	مناقب مرتضوی	محمد صالح کشفی
۹۵	ازالۃ الخفاء	شاہ ولی اللہ
۹۶	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان بلخی
۹۷	مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی
۹۸	ارجح المطالب	عبیداللہ امرتسری
۹۹	ریاض النضرہ	محب الدین الطبری
۱۰۰	ذخیرہ العقبیٰ	" "
۱۰۱	حلیۃ الاولیاء	حافظ ابونعیم
۱۰۲	تذکرہ خواص الامۃ	سبط ابن الجوزی
۱۰۳	نزل الابرار	میرزا محمد بن معتمد خاں
۱۰۴	مفتاح النجاء	" " "
۱۰۵	روضۃ الندیہ	محمد بن اسمٰعیل صلاح الامیر
۱۰۶	نور الابصار	سید مومن شبلنجی
۱۰۷	کتاب المناقب	ابن المغازی
۱۰۸	کتاب المناقب	اخطب خوارزم
۱۰۹	کتاب المناقب	ابوبکر ابن مردویہ
۱۱۰	تفریح الاحباب	حسن علی محدث
۱۱۱	اسنی المطالب	شمس الدین الجزری
۱۱۲	کتاب الاکتفاء	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی
۱۱۳	شرح مواقف	علامہ آمدی
۱۱۴	حجج الکرامہ	نواب صدیق حسن خاں
۱۱۵	جلاء العیون	علامہ مجلسی
۱۱۶	نسیم الریاض	شہاب الدین خفاجی
۱۱۷	نہایت العقول	ابن الاثیر الجزری
۱۱۸	منہاج السنۃ	ابن تیمیہ
۱۱۹	جمع بین الصحیحین	حمیدی
۱۲۰	تبیان شرح دیوان متنبی	علامہ عکبری
۱۲۱	سر العالمین	علامہ غزالی
۱۲۲	کنز البراہین الکسبیہ	علی بن محمد
۱۲۳	مطالب السئول	کمال الدین محمد بن طلحہ
۱۲۴	قول جلی فی فضائل علی	جلال الدین سیوطی
۱۲۵	سیف مسلول	ثناء اللہ پانی پتی
۱۲۶	تہذیب الآثار	محمد بن جریر الطبری
۱۲۷	معارج العلیٰ	محمد صدر عالم
۱۲۸	کتاب محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء	راغب اصفہانی
۱۲۹	مفردات القرآن	" "
۱۳۰	فردوس الاخبار	ابوشجاع شیرویہ دیلمی
۱۳۱	کتاب فضائل الصحابہ	خثیمہ بن سلیمان

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۱۳۲	مسند الفردوس	ابو منصور شہردار دیلمی	۱۵۴	مراۃ المومنین فی مناقب	ولی اللہ بن حبیب
۱۳۳	کفایۃ الطالب	یوسف الکنجی		آل سید المومنین	
۱۳۴	توضیح الدلائل	شہاب الدین احمد	۱۵۵	قول المستحسن	مولوی حسن زمان
۱۳۵	جامع الاصول	ابن الاثیر الجزری	۱۵۶	تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبد العزیز
۱۳۶	ہدایت السعدا	ملک العلما دولت آبادی	۱۵۷	منتہی الکلام	حیدر علی
۱۳۷	فرائد السمطین	ابراہیم بن محمد الحموینی	۱۵۸	طبقات شافعیہ کبریٰ	عبد الوہاب بن سبکی
۱۳۸	نظم درر السمطین	محمد بن یوسف الزرندی	۱۵۹	لآلی مصنوعہ	جلال الدین سیوطی
۱۳۹	فواتح	حسین میبذی	۱۶۰	تہذیب الکمال	علامہ ابو الحجاج مزی
۱۴۰	سبیل الہدیٰ والرشاد	محمد بن یوسف الشامی	۱۶۱	خصائص علویہ	محمد بن علی نطنزی
	فی سیرۃ خیر العباد		۱۶۲	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی
۱۴۱	کتاب العقد النبوی	شیخ بن عبد اللہ العید	۱۶۳	زین الفتی	ابو محمد احمد بن محمد عاصمی
		روس	۱۶۴	بحر الانساب	سید محمد بن جعفر
۱۴۲	نواقض	میرزا مخدوم	۱۶۵	کتاب الاسمار	سید محمد گیسو دراز
۱۴۳	تبر تداب فی ترتیب الاصحاب	احمد بن محمد الحافی	۱۶۶	مقاصد حسنہ	سخاوی
۱۴۴	اربعین	جمال الدین عطاء اللہ	۱۶۷	مفاتیح الاعجاز شرح	شمس الدین محمد بن یحییٰ
۱۴۵	کنوز الحقائق	عبد الرؤف منادی		گلشن راز	
۱۴۶	صراط سوی	سید محمود بن محمد الشیخانی	۱۶۸	جواہر النفائس	احمد بن ابراہیم
		القادری	۱۶۹	وسیلۃ المتعبدین	شیخ عمر المعروف ملا اردبیلی
۱۴۷	وسیلۃ المآل فی مناقب	احمد بن فضل باکثیر	۱۷۰	فیض القدیر	عبد الرؤف منادی
	الآل		۱۷۱	تیسیر المطالب السمینہ	نور الدین شیر املسی
۱۴۸	قرۃ العینین	شاہ ولی اللہ	۱۷۲	جواہر العقدین	نور الدین علی سمہودی
۱۴۹	اسعاف الراغبین	محمد بن علی الصبان	۱۷۳	حدیقۃ الحقیقۃ	حکیم سنائی
۱۵۰	ذخیرۃ المآل فی شرح	احمد بن عبد القادر	۱۷۴	مظہر العجائب	شیخ فرید الدین عطار
	عقد جواہر اللآل	عجیلی	۱۷۵	نبراس لکشف الالتباس	ابراہیم بن حسن الکردی
۱۵۱	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن المعروف		الواقع فی الاساس	
		بابن عساکر	۱۷۶	جلاء النظر	اسمٰعیل بن سلیمان
۱۵۲	وسیلۃ النجاۃ	مولوی محمد مبین	۱۷۷	امداد بمعرفۃ علو الاسناد	سالم بن عبد اللہ
۱۵۳	رسالہ اصول الایمان	محمد سالم	۱۷۸	رسالۃ الاشاعۃ فی	محمد بن عبد الرسول

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف	نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
	الشرائط الساعۃ	البرزنجی	۲۰۴	کتاب المنتقی فی	سعید الدین محمد
۱۷۹	دراساۃ اللبیب	محمد معین بن امین سندھی		سیرۃ المصطفےٰ	
۱۸۰	براہین ساباطیہ	شیخ جواد ساباط	۲۰۵	شرح مقاصد	سعدالدین مسعود
۱۸۱	ایضاح لطافۃ المقال	محمد رشید الدین خاں			تفتازانی
۱۸۲	الشرف موبد	شیخ یوسف بن اسمٰعیل	۲۰۶	قاموس	مجدالدین محمد فیروزآبادی
۱۸۳	لباب المنقول فی	جلال الدین سیوطی	۲۰۷	بدور سافرہ من امور	جلال الدین سیوطی
	اسباب النزول			الآخرۃ	
۱۸۴	نفح الطیب	ابوالعباس احمد	۲۰۸	براہین قاطعہ	کمال الدین جہرمی
۱۸۵	تذکرۃ الابرار	سید محمد بخاری	۲۰۹	کوکب منیر	شمس الدین محمد العلقمی
۱۸۶	سراج منیر شرح جامع صغیر	علی ابن احمد العزیزی	۲۱۰	تنقید العقود السینہ	رضی الدین بن محمد
۱۸۷	اشغال نقشبندیہ	شیخ تاج الدین	۲۱۱	تاج العروس من	محب الدین محمد
۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰	معجم کبیر و صغیر و	سلیمان بن احمد الطبرانی		جواہر القاموس	مرتضیٰ الواسطی
	اوسط		۲۱۲	منتہی الادب	عبدالرحیم صفی پوری
۱۹۱	ملفوظات	نظام الدین اولیاء	۲۱۳	سراج وہاج	صدیق حسن خاں
۱۹۲	سیرۃ الاولیاء	سید محمد کرمانی	۲۱۴	فتح مبین	رشید الدین خاں
۱۹۳	کتاب التنقید والایضاح	عبدالرحیم بن حسین العراقی	۲۱۵	تاریخ الدولتین	نیاز فتح پوری
۱۹۴	روائح المصطفےٰ	سید صدر الدین احمد	۲۱۶	عقد الفرید	ابن عبدربہ القرطبی
۱۹۵	لسان العرب	علامہ ابن منظور	۲۱۷	کتاب السنۃ وکتاب البدور	ابوبکر احمد المعروف ابن
۱۹۶	استجاب ارتقاء الغرف	علامہ سخاوی		والسافرہ عن امور الآخرہ	ابی عاصم الشیبانی
۱۹۷	احیاء المیت	جلال الدین سیوطی	۲۱۸	ناسخ التواریخ	محمد تقی لسان الملک
۱۹۸	نوادر الاصول	حکیم ترمذی	۲۱۹	اسوۃ الرسول	خان بہادر سید اولاد حیدر
۱۹۹	منقبۃ المطہرین	ابونعیم اصفہانی	۲۲۰	سراج المبین فی تاریخ	"
۲۰۰	مشارق الانوار	رضی الدین حسن الصغانی		امیر المومنین	
۲۰۱	تہذیب الاسماء واللغات	ابوذکریا یحییٰ بن شرف	۲۲۱	تہذیب المتین	مولوی مظہر حسن
		النووی	۲۲۲	الکرار	ریاض علی ریاض
۲۰۲	غرائب القرآن	نظام الاعرج	۲۲۳	جلاء العیون	علامہ مجلسی
۲۰۳	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ	ابوالحجاج یوسف	۲۲۴	مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شستری
	الاطراف	المزی	۲۲۵	التکمیل	مولوی سید مرتضیٰ حسین

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۲۲۶	عماد الاسلام	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی
۲۲۷	ضربت حیدریہ	سلطان العلما مولوی سید محمد
۲۲۸	بوارق الموبقہ	سلطان العلما مولوی سید محمد
۲۲۹	طعن الرماح معہ صمصام قاطع	سلطان العلما مولوی سید محمد
۲۳۰	حدیقہ سلطانیہ	سید العلما مولوی سید حسین
۲۳۱	تشئید المطاعن	مولوی سید محمد قلی صاحب
۲۳۲	تقلیب المکائد	"
۲۳۳	استقصاء الافحام	فردوس مآب جناب مولوی سید حامد حسین
۲۳۴	عبقات الانوار	فردوس مآب جناب مولوی سید حامد حسین
۲۳۵	نزہۃ اثنا عشریہ	سید میرزا احمد
۲۳۶	جواہر عبقریہ	مفتی میر عباس اعلی اللہ مقامہ
۲۳۷	صوارم الہیات	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی
۲۳۸	حسام الاسلام	غفرانمآب مولوی سید دلدار علی
۲۳۹	تحفۃ الاشعریہ	مولوی سید محمد صاحب
۲۴۰	تفسیر لوامع التنزیل	مولوی سید ابوالقاسم صاحب۔
۲۴۱	امارۃ البصائر و کشف السرائر	حکیم سید افضل علی خاں

نمبر شمار	نام کتاب	نام مؤلف
۲۴۲	نہفۃ الحنین	ہبۃ الدین
۲۴۳	ناصر القرۃ الطاہرہ	سید ابوالقاسم
۲۴۴	حقائق لدنی در تشریح دقائق خصائص نسائی	"
۲۴۵	کتاب البشریٰ بالحسنیٰ	"
۲۴۶	قواضب الاسیاف	مولوی مظہر حسن
۲۴۷	احقاق الحق فارسی قلمی	غفرانمآب جناب مولوی سید محمد
۲۴۸	ذوالفقار حیدر	مولوی علی اظہر
۲۴۹	شفاء السقام	تقی الدین السبکی
۲۵۰	میثاق النبیین	عبدالحق ودیارتھی
۲۵۱	اسلام کا نظام حکومت	مولانا حامد الانصاری
۲۵۲	ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت۔	سید مناظر احسن گیلانی
۲۵۳	قصص القرآن جلد اول، دوم، سوم، چہارم	حفظ الرحمٰن سیوہاروی
۲۵۴	اسلام کا اقتصادی نظام	"
۲۵۵	سیرۃ النعمان	شبلی
۲۵۶	مسلمانوں کا عروج و زوال	سید احمد ایم۔ اے
۲۵۷	عقائد الاسلام	عبدالحق

Serial No.	Name of Book	Name of Author
1.	Literary History of the Arabs	R.A. Nicholson
2.	Literary History of Persia	E.G. Browne
3.	History of Persia	Sykes
4.	Strangling of Persia	Shuster
5.	Cambridge History of Middle Ages	
6.	Life of Muhammad	D.S. Margoliouth
7.	History of Modern Europe	Richard Lodge
8.	Representative Government	J.S. Mill
9.	Liberty	J.S. Mill
10.	Successors of Muhammad	W. Irving
11.	Decline and Fall of the Roman Empire	Gibbon
12.	History of Saracens	Oakley
13.	History of Saracens	Gilman
14.	Apology	Davenport
15.	Democracy in the Dock	Clark
16.	Development of Muslim Theology Jurisprudence and Constitutional Theory	D.B. Macdonald
17.	Politics in Islam	S. Khuda Bakhsh
18.	Spirit of Islam	Amir Ali
19.	Sketches from Eastern History	Theodore Noldeke
20.	European History Great Leaders and Landmarks	
21.	History of England	Lord Macaulay
22.	The Arab Kingdom and its Fall	J. Wellhausen
23.	History of Modern Europe	Fyffe
24.	History of Rome	H.G. Liddell
25.	Outlines of Islamic Culture	A.M.A. Shushtery
26.	The Origins of Islamic State	F.C. Murgotten
27.	Ancient Society	Sir Henry Maine
28.	Ancient Law	Sir Henry Maine
29.	Encyclopeadia of Islam	
30.	Historians History of the World	

اَلبَلَاغُ المُبِین

حصّہ سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب الاسناد والتراجم

شمع محفل خفتہ بود و شوق صحبت رفتہ بود   آتش انگندم بمجلس بال بر بجمر زدم

مقدمہ یہ شروع سے ہوتی آئی ہے کہ جب کبھی علما مذہب حقہ نے اپنے مخالفین سے بحث کی۔ تو اُن کو اُن کی ہی کتابوں سے قائل کیا۔ اسکا جواب تو کیا ہو سکتا تھا لیکن اتنا ضرور ہوا کہ وکلائے جماعت حکومت یعنی علماء اہل سنت والجماعت نے بھی اپنی ایک عادت بنالی اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی اُن کو اُنکی ہی کتابوں سے قائل کیا جاتا ہے تو وہ فوراً یہ کہدیتے ہیں کہ ہم تو اسکو نہیں مانتے یہ ہمارے یہاں کی مستند کتاب نہیں ہے ان بزرگوں نے اپنی اس عادت کو اتنا پکا لیا ہے کہ ہر ایک مسکت بحث کے جواب میں وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے ہوئے یہی کہدیتے ہیں اور کچھ ہو بھی کیا سکتا تھا یا تو وہ حق کو مان لینے اور اگر دل میں ٹھان لی ہے کہ کچھ ہی ہو ہم اپنا آبائی عقیدہ نہیں چھوڑیں گے تو بات کو ٹال لینے کا بس یہی ایک طریقہ تھا۔ لیکن اُن خدا کے بندوں سے کوئی پوچھے کہ جب تم اپنی ہر ایک فقہ اور حدیث کی کتاب کی نسبت یہی کہہ دوگے کہ ہم تو اس کو نہیں مانتے تو پھر تمہارے مذہب کی اساس کس پر قائم رہے گی اور تو اور بہت ہی زچ ہوتے ہیں تو بخاری تک سے انکار کر جاتے ہیں۔ محدثین میں سب سے زیادہ علامہ بخاری نے اہلبیت علیہم السلام سے اعراض کیا ہے لہٰذا اُن کی صحیح اصح الکتب بعد کتاب باری ہوئی۔ اور بیان کیا گیا کہ حضرت بخاری نہایت ہی محتاط اور پرہیزگار محدث وفقیہ تھے ہر ایک حدیث کے لکھنے سے پہلے تجدید وضو کرتے تھے اور عالم الغیب سے استخارہ کرنے کے بعد اس کو اپنی صحیح میں درج کیا کرتے تھے۔ ایسی احادیث کے کیا کہنے جو خدا سے مشورہ

شہر اور بستیاں آباد کیں جن کو مدنی اُصول پر بسایا۔ ان شہروں کی تعداد کم وبیش دو صد کے قریب تھی حضرت ادریس نے دیگر علوم کی بھی تعلیم دی جن میں حکمت، رمل و نجوم بھی شامل ہیں انہوں نے قلم کا استعمال سکھایا (دیکھو قصص القرآن مؤلفہ حفظ الرحمٰن سیوہاروی حصہ اوّل ص ۷۳، ۷۸، ۷۹) نیز انہوں نے ہنر خیاطت سکھایا (دیکھو مروج الذہب مسعودی الجزء الاوّل صہ ۲۹)۔ حضرت ابراہیمؑ نے عبادت گاہ کی بنیاد ڈالی۔ حضرت داؤدؑ نے لوہے کے اسلحہ جات بنانے میں ترقی کرنی سکھائی بہت سے نبی ایسے گزرے ہیں جن کا نبی ہونا لوگوں پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔ لیکن انہوں نے بنی نوع انسان کو دنیاوی زندگی کی بہت سی ضروریات کی تعلیم دی۔ ڈارون کا یہ خیال کہ انسان نے بندر کی شکل و ماہیت و فطرت سے بتدریج ترقی کر کے انسانیت حاصل کی ہے[1] دُنیا کے کسی مذہب نے قبول نہیں کیا اور اب تو اہلِ سائنس میں بھی اس خیال کی تردید ہو رہی ہے۔ اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ انسان بذاتِ خود ایک جُداگانہ مخلوق ہے اس میں

ڈارون کی تھیوری

---

[1] میرے ایک نہایت معزز دوست نے جن کی علمیت اور واقفیت کا میں بہت مداح ہوں مجھے حیدر آباد سے لکھا کہ ڈارون کے ان نتائج پر اعتراض کرنا معیوب ہے کیونکہ ڈارون تھیوری نے واقعیت کا جامہ پہن لیا ہے اور اب اسکی صحت سے کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیئے ورنہ متعصب بے جا کہلائے گا۔ باوجود اُس عزت و وقعت کے جو اُن کی میرے دل میں ہے اُن کی یہ تحریر مجھے قائل نہ کر سکی۔ ڈارون اگر کچھ ثابت کر سکا ہے تو وہ اتنا ہے کہ جسم انسان و جسم بندر کی ساخت میں تقریباً بالکل یگانگت ہے دعویٰ ہوتی ہے کڑی جو اُن دونوں کو ملاتی ہے ابھی دریافت نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا میں نے تقریباً کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور وہ مل بھی جائے تو میری بحث پر اثر نہیں کریگی۔ میرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپس میں حیوانات مطلق میں جسمانی ساخت کی مطابقت کی بناء پر اُن کی نوعیت کی موافقت کی بحث قائم کی جاسکتی ہے کیونکہ اُن کے درمیان میں جسمانی ساخت کے علاوہ اور کوئی مابہ الامتیاز نہیں ہوتا اور جب ساخت مل گئی تو نوعیت قائم ہو گئی۔ لیکن انسان و بندر کے درمیان جسم سے زیادہ عقل و نطق مابہ الامتیاز ہیں ترکیب و ساخت تو ہر ایک جاندار کی تقریباً ایک ہی اُصول پر مبنی ہے۔ سب کی زندگی خون کی روانی دل کی حرکت پر مبنی ہے اور دل سب کے پاس ہے بلکہ مصنوعات کی یگانگی ساخت سے صانع کی وحدانیت پر استدلال کیا جاتا ہے جسکو انگریزی میں ORIGINAL IMPRESS OF GOD کہتے ہیں اور بحث کی جاتی ہے کہ اگر کئی خالق ہوتے تو اصول تخلیق ایک نہ ہوتا لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ چونکہ بلی کے بھی دل ہے اور کبوتر کے اندر بھی دل ہے لہٰذا یہ دونوں ایک ہی نوع کے جانور ہیں۔ انسان و حیوان مطلق مابہ الامتیاز نطق ہے جو عقل پر مبنی ہے اور اس میں دیکھو کہ بندر انسان سے کتنا دُور ہے اس میدان میں تو اس نے ارتقاء کی ایک منزل بھی طے نہیں کی۔ بلکہ ارتقاء کرنے کا تو زینہ ہی اس کے پاس نہیں ہے اوپر کیونکر چڑھے اس کا دماغ اپنی قوت فکریہ خیالیہ میں انسان کے دماغ سے بالکل علیحدہ ہے۔ انسان تو اقلیدس و مساحت و ریاضی کے بڑے بڑے سوالات حل کرتا ہے بندر تو ایک سے دو نہیں گن سکتا۔ نطق بالکل معدوم ہے۔ دیکھیے شعور حیوانی INSTINCT اور عقل مستفاد HUMAN REASON. میں کتنا فرق ہے۔ (باقی صہ ۷۴ پر)

کرنے کے بعد لکھی جائیں۔ان کی صحت سے انکار کرنا خدا کی ہدایت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔اسی طرح استخارہ دیکھ کر اور وضو پر وضو کر کے بچارے نے روایت قرطاس کو اپنی صحیح میں لکھ دیا۔اور ایک جگہ نہیں بلکہ سات جگہ اس کو دُہرایا اب کیا تھا جراغ پا ہو گئے مولوی شبلی بھی ناراض ہیں۔فرماتے ہیں کہ بخاری کو صحیح و غلط روایت میں تمیز کرنے کی صلاحیت ہی نہیں بھلا عبداللہ ابن عباس کی روایت کو اتنا صحیح سمجھ لیا۔جاؤ ہم نہیں مانتے۔دیکھو الفاروق حصہ اوّل مطبوعہ مفید عام آگرہ ص ۶۲۔نیز ملاحظہ ہو امام ابو حنیفہ مؤلفہ علامہ عینی مطبوعہ اعظم سٹیم پریس چار مینار حیدر آباد دکن ص ۸۹۔اس انکار کا بیجا اور ناموزوں ہونا اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بھی یہ روایت کئی طرق و اسناد کے ساتھ درج ہے۔اس ضد کی بھی کوئی حد ہے "ہم نہیں مانتے" کا فقرہ کچھ ایسی معشوقانہ ضد کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ کہنے والے کے بھولے پن پر ہنسی بھی آتی ہے اور جب ان کی سفید ریش پر نگاہ پڑتی ہے تو غصہ بھی آتا ہے کون ان سے کہے کہ جب تم اپنے شیخین اور اپنی صحیحین کو نہیں مانتے تو پھر تمہارے مذہب کی بنیاد کیا رہ گئی۔اور ان سے بہتر حدیث کی کتابیں کہاں سے لاؤ گے۔ان کی صحت و احتیاط کی تعریف کے جو تم نے اتنے پل باندھے تھے وہ کیا ایک روایت قرطاس ہی کے گولے سے اڑ گئے۔اگر کوئی فضیلت علیؑ و اہلبیتؑ کی حدیث تمام دیگر احادیث کی معتبر کتابوں میں ہو اور صحیحین میں نہ ہو تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیحین میں ہوتی تو ہم مان لیتے اور اگر کوئی ایسی حدیث صحیحین میں بھی ہو تو اس کا یہ حشر ہوتا ہے۔ایسے بزرگواروں کے سامنے اسناد و حوالہ جات بیان کرنے ایسے ہی ہیں جیسے بھینس کے آگے بین بجانا۔جب ایک شخص نے ارادہ ہی کر لیا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا عقیدہ نہیں چھوڑیں گے عقل و بحث و دلیل کچھ ہی کہے تو پھر ساری بحث ختم ہو جاتی ہے انہوں نے تو ایک موٹا سا اصول بنا رکھا ہے کہ جو حدیث حکام و حکومت سقیفہ کی موافق و مؤید ہو وہ تو صحیح اور جو اس کے خلاف ہو وہ غلط۔خواہ کوئی راوی ہو اور کوئی حدیث کی کتاب ہو۔

راویوں کے لئے عجیب اصول قائم کیا ہے جس کی منطق ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔کسی راوی کو مجروح کرنے کے لیئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اس میں ذرا سا تشیع کا رنگ پایا جاتا ہے۔اچھا صاحب مان لیا۔تشیع والے راوی کی نسبت تو آپ نے گمان کر لیا کہ وہ اہلبیت کے حق میں مبالغہ کرے گا۔یہی اصول اُن راویوں کی نسبت کیوں نہیں برتتے جن میں تسنن پایا جاتا ہے۔اُن کی روایات تو حکام سقیفہ اور حکومت سقیفہ کے حق میں بغیر کسی نکتہ چینی کے قبول کر لی جاتی ہیں۔آخر انصاف بھی کچھ ہے۔عدل یہی ہے۔ہم نے البلاغ المبین حصہ اوّل کتاب اوّل میں ثابت کیا ہے کہ اس زمانہ میں تشیع کس کو کہتے تھے اور وہ کیا شے تھی۔دیکھو ص ۲۶۲ لغایت ص ۲۶۷۔اڈیشن چہارم۔شیعہ اس کو کہتے تھے کہ جو حضرت علیؑ سے محض محبت رکھتا تھا۔حضرات شیخین سے بھی وہ عشق رکھتا تھا۔ان کو حضرت علیؑ پر ترجیح دیتا تھا چنانچہ

حدیث ولایت کے ایک راوی اجلح کو اس ہی وجہ سے شیعہ کہا گیا۔ حالانکہ وہ حضرات شیخین کی کرامات کا قائل تھا۔ ان کو جائز خلیفۂ رسول جانتا تھا۔ صرف اتنا قصور تھا کہ علیؑ سے محبت رکھتا تھا غالی شیعہ یا رافضی اس کو کہتے تھے کہ جو محبت تو سب سے رکھتا تھا لیکن حضرت علیؑ کو حضرات شیخین پر ترجیح دیتا تھا۔ غالی رافضی اس کو کہتے تھے کہ جو حضرت علیؑ کی محبت کے ساتھ حضرات شیخین پر تبرا کرتا تھا اور ان سے بغض رکھتا تھا۔ شدید غالی رافضی وہ تھا جو اس کے ساتھ رجعت امام کا بھی قائل تھا۔ ظاہر ہوا کہ محض تشیع تو کچھ نہیں۔ وہ تو پکا سُنی پن ہے اس موقع پر ناظرین کو چاہیئے کہ صفحات ۲۶۲ لغایت ۲۶۷ دوبارہ پڑھ لیں۔

تاریخ تدوین حدیث وسیر

اس کتاب میں ہمارا تعلق زیادہ تر کتب تاریخ و احادیث فضائل و خلافت سے ہے۔ اور دو فریق ہیں ایک طرف تو اہلبیتؑ رسالتؐ جن کے راس و رئیس حضرت علیؑ ہیں اور دوسری طرف حکام اور حکومت سقیفہ۔ امر فیصلہ طلب یہ ہے کہ کس فریق کے حق میں احادیث موضوعہ کی موجودگی کا امکان بلکہ یقین ہو سکتا ہے یعنی کارخانہ حدیث سازی کس فریق کی مدد و حمایت کے لئے جھوٹی احادیث ایجاد کرے گا۔ اس سوال کو طے کرنے کیلئے مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ہوگا۔

۱۔ کس زمانہ میں کتب تاریخ و احادیث کی تدوین و تالیف ہوئی۔
۲۔ یہ تدوین و تالیف کس کے زیر اثر ہوئی۔
۳۔ وہ زمانہ اور وہ جماعت جس کے زیر اثر یہ تدوین و تالیف ہوئی کس فریق کے موافق یا مخالف تھا
۴۔ ان کتب تاریخ و احادیث کے تالیف و جمع کرنے والے کس فریق سے تعلق رکھتے تھے۔
۵۔ وہ احادیث فضائل اپنے ممدوح کے قد و قامت پر موزوں بھی ٹھیکتی ہیں یا نہیں۔
۶۔ تدوین و تحریر سے پہلے آنحضرتؐ کے زمانہ میں کوئی شخص ان احادیث سے واقف تھا یا نہیں اور ان موقعوں پر بیان ہوئیں جہاں ان کا بیان ہونا ضروری تھا۔

تدوین حدیث و تاریخ بنو اُمیّہ کے زمانہ میں دشمنانِ علیؑ کے زیر اثر ہوئی مولوی شبلی تحریر فرماتے ہیں :-

صحابہ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اگرچہ فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی۔ بہت سے درس کے حلقے قائم ہوئے۔ لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا۔ لیکن بنو اُمیّہ نے حکماً علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ قاضی عبدالبر نے جامع بیان العلم میں امام زہری کا قول نقل کیا ہے۔ کنا نکرہ کتاب العلم حتی اکرہنا علیہ ہؤلاء الامراء۔ یعنی ہم لوگ علم کا قلمبند کرنا پسند نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ امراء نے ہم کو مجبور کیا۔

سوالات برائے فیصلہ طلب

تدوین حدیث و تاریخ بنو اُمیّہ کے زمانہ میں دشمنان علیؑ کے زیر اثر ہوئی

سب سے پہلے امیر معاویہ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بلا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام اخبار الماضیین ہے۔ امیر معاویہ کے بعد عبد الملک بن مروان نے جو ۶۵ھ / ۶۸۴ء میں تخت نشین ہوا ہر فن میں علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ سعید بن جبیر جو اعلم العلماء تھے ان کو حکم بھیجا کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھیں۔ چنانچہ امام موصوف نے تفسیر لکھ کر بھیجی جو کتب خانہ شاہی میں رکھی گئی۔ عطاء بن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے انہی کی تفسیر ہے۔ عطاء کو خزانہ شاہی سے یہ نسخہ ہاتھ آ گیا تھا اور انہوں نے اپنے نام سے مشہور کر دیا۔

سیرۃ النبی شبلی۔ تقطیع کلاں جلد اوّل حصہ اوّل صہ ۱۲

اس عبارت کا عنوان یہ ہے "تصنیف و تالیف کی ابتداء سلطنت کی وجہ سے ہوئی"۔ آگے چل کر صہ ۱۵ پر مولوی شبلی تحریر فرماتے ہیں :-

اسی زمانہ میں امام زہری نے مغازی پر ایک مستقل کتاب لکھی اور جیسا کہ امام سہیلی نے روض الانف میں تصریح کی ہے۔ یہ اس فن کی پہلی تصنیف تھی امام زہری اس زمانہ کے اعلم العلماء تھے فقہ اور حدیث میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔ انہوں نے حدیث و روایت کے حاصل کرنے میں یہ محنتیں اٹھائیں کہ مدینہ منورہ میں ایک ایک انصاری کے گھر پر جاتے جوان، بڈھے، عورت، مرد، جو مل جاتا یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے جا کر آنحضرتؐ کے اقوال اور حالات پوچھتے اور قلمبند کرتے۔ وہ نسبتاً قریشی تھے۔ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے بہت سے صحابہ کو دیکھا تھا۔ ۸۲ھ / ۶۹۹ء میں عبد الملک بن مروان کے دربار میں گئے اس نے بہت قدر و منزلت کی۔ یہ بات خاص طور پر لحاظ کے قابل ہے کہ امام موصوف سلاطین کے دربار سے تعلق رکھتے تھے اور مقربین خاص میں داخل تھے۔ ہشام بن عبد الملک نے اپنے بچوں کی تعلیم ان کے سپرد کی تھی ۱۲۴ھ / ۷۴۲ء میں وفات پائی۔

زہری کے تلامذہ میں سے دو شخصوں نے اس فن میں نہایت شہرت حاصل کی اور یہی دو شخص ہیں جن پر اس فن کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق موسیٰ بن عقبہ خاندان زبیر کے غلام تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کو دیکھا تھا۔ فن حدیث میں امام مالک ان کے شاگرد ہیں۔ امام مالک ان کے نہایت مداح تھے۔ موسیٰ کی کتاب آج موجود نہیں لیکن ایک مدت تک شائع و ذائع رہی اور سیرۃ کی تمام کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے آتے ہیں۔

محمد بن اسحٰق تابعی ہیں۔ متعدد صحابہ کو دیکھا تھا۔ علم حدیث میں کمال تھا۔ امام زہری کے دروازہ پر دربان مقرر تھا کہ کوئی شخص بغیر اطلاع کے نہ آئے لیکن محمد بن اسحٰق کو

عام اجازت تھی کہ جب چاہیں چلے آئیں۔
محمد بن اسحٰق کی کتاب کثرت سے پھیلی اور بڑے بڑے مشہور محدثوں نے اس کے نسخے مرتب کیے۔ اسی کتاب کو ابن ہشام نے زیادہ منقح اور اضافہ کر کے مرتب کیا جو سیرت ابن ہشام کے نام سے مشہور ہے۔ ابن ہشام کا نام عبدالملک ہے وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث اور مورخ تھے۔ حمیر کے قبیلہ سے تھے اور غالباً اسی تعلق سے سلاطین حمیر کی تاریخ لکھی ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء میں وفات پائی۔

سیرۃ النبی شبلی۔ مجلد حصہ اوّل تقطیع کلاں ص ۱۵ لغایت ۱۷

حدیث کو ضبط تحریر میں لانے والے سب سے پہلے یہی امام زہری ہیں جنہوں نے حاکم وقت کے حکم سے حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کی نقلیں سلطنت کی طرف سے تمام ممالک اسلامی میں شائع کی گئیں اس وقت سے تدوین کا عام رواج ہو گیا۔

سیرۃ النعمان شبلی نعمانی ص ۴۲

یہ امر واقعہ ہے کہ امام زہری حضرت علیؓ کے مخالفین میں سے تھے۔ دیکھو ابن ابی الحدید۔ شرح نہج البلاغہ الجلد الاوّل ص ۳۷۔

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں :-

۱۔ حدیث و تاریخ کی تالیف و تدوین بنو امیہ کے بادشاہوں کے حکم سے ہوئی۔
۲۔ وہ ساری کتابیں شاہانِ وقت کے سیاست کے مطابق ہوا کرتی تھیں اور شاہی کتب خانوں میں رکھی جاتی تھیں۔
۳۔ حدیث و تاریخ دونوں کی تالیف و تدوین کی ابتداء امام زہری سے ہوئی جو بخاری کے شیخ الشیوخ تھے۔
۴۔ عبدالملک بن مروان اموی امام زہری کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ اور اپنے بچے ان کے زیر تعلیم کر دیئے تھے۔
۵۔ امام زہری اور اُن کے نامور شاگردان موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق اس زمانہ تک کے اسلامی تاریخ کی تدوین کے بانی مبانی ہیں اور ان کی ہی کتابیں بعد میں آنے والے مؤرخین کی کتابوں کا ماخذ ہیں۔

غالباً مولوی شبلی کے اس صریح اقبال کے بعد کسی مزید ثبوت کی ضرورت تو نہیں یہ امر واقعہ ثابت کرنے کے لیئے کہ جن کے ہاتھ میں تدوین و تحریر تاریخ و حدیث کا کام تھا وہ سب حکومت کے زیر اثر تھے۔ یہ بیان کرنا کہ کس طرح ان قاضیوں اور مفتیوں نے فقہ اسلامی کی تاویل و توجیہ کو اور اپنے فتوؤں کو بادشاہوں کی مرضی پر منحصر کیا ہوا تھا۔ ہمارے موجودہ مضمون سے کچھ باہر ہی ہے۔ لیکن اتنا باہر نہیں کہ بالکل ہی غیر متعلق ہو۔ یہ داستان تو بہت لمبی ہے۔ ہم صرف قاضی

ابو یوسف کا حال سناتے ہیں جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد و دستِ راست تھے اور موجودہ حنفی فقہ جن کی تاویلات و توجیہات و تشریحات کا نتیجہ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تحریر فرماتے ہیں:-

عن ابن المبارك قال لما افضت الخلافة الى الرشيد وقعت فى نفسه جارية من جوار المهدى فراودها على نفسها فقالت لا اصلح لك ان اباك قد اطاف بى فشغف بها فارسل الى ابى يوسف فسأله اعندك فى هذا شئ فقال يا امير المومنين اوكلما ادعت امة شيئا ينبغى ان تصدق لا تصدقها فانها ليست بمأمونة قال ابن المبارك فلم ادر من اعجب من هذا الذى وضع يده فى دماء المسلمين واموالهم يتحرج عن حرمة ابيه او من هذه الامة التى رغبت بنفسها عن امير المومنين او من هذا فقيه الارض وقاضيها قال اهتك حرمة ابيك واقض شهوتك وصيره فى رقبتى واخرج ايضاً عن عبد الله بن يوسف قال قال الرشيد لابى يوسف انى اشتريت جارية واريد ان اطأها الآن قبل الاستبراء فهل عندك حيلة قال نعم تهبها لبعض ولدك ثم تتزوجها واخرج عن اسحاق بن راهويه قال دعا الرشيد ابا يوسف ليلا فافتاه فامر له بمائة الف درهم فقال ابو يوسف ان رای امیر المومنين امر بتعجيلها قبل الصبح فقال عجلوها

ابن المبارک سے مروی ہے، وہ کہتا ہے کہ جب ہارون الرشید کو خلافت ملی تو یہ اپنے باپ کی لونڈیوں میں سے ایک پر عاشق ہو گیا اور اس سے مقاربت کی خواہش کی۔ اس لونڈی نے کہا کہ میں تمہارے لئے حلال نہیں ہو سکتی کیونکہ میں تمہارے باپ کی مدخولہ ہوں۔ لیکن ہارون رشید کا عشق زیادہ بھڑکا اور اس نے ابو یوسف کو بلایا اور کہا کہ اس لونڈی کے حلال ہونے کے لئے کوئی حیلہ کرو ابو یوسف نے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ جو وہ کہتی ہے تم اس کو سچ سمجھو۔ تم اس کو سچ نہ سمجھو بس یہی ایک حیلہ ہے۔ ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کس پہ زیادہ تعجب کروں یا اس بادشاہ پر جس نے اپنے باپ کی حرمت کا خیال نہ کیا یا اس لونڈی پر جس نے بادشاہ کی خواہش سے انکار کیا۔ یا اس قاضی شہر اور فقیہہ زمانہ پہ جس نے اجازت دے دی کہ اپنے باپ کی ہتک حرمت کر کے اپنی خواہش پوری کر اور اس کا گناہ میری گردن پہ رکھ دے۔ عبد اللہ ابن یوسف سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ہارون الرشید نے ابو یوسف سے کہا کہ میں نے ایک لونڈی خریدی ہے اور چاہتا ہوں کہ استبراء سے پہلے ہی اس سے مقاربت کر لوں۔ تمہارے پاس اس کے لئے کوئی حیلہ ہے؟ ابو یوسف نے کہا کہ حضور ہے۔ آپ وہ لونڈی اپنے کسی صاحبزادہ کو ہبہ کر دیں اور پھر اس سے نکاح کر لیں۔ اسحٰق ابن راہویہ سے مروی ہے کہ ایک رات کو ہارون الرشید

فقال بعض من عندہ ان الخازن فی بیتہ والابواب مغلقۃ فقال ابو یوسف فقد کانت الابواب مغلقۃ حین دعانی ففتحت۔

نے ابو یوسف کو بُلایا اُن سے فتویٰ لیا اور ایک لاکھ درہم انہیں انعام دینے کا حکم دیا۔ ابو یوسف نے کہا کہ حضور وہ ایک لاکھ درہم ابھی اسی وقت مل جائیں۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ابھی دے دو اس پر ایک مصاحب نے کہا کہ خزانچی اپنے گھر ہے اور تمام شہر کے دروازے بند ہیں۔ اس پر ابو یوسف نے کہا کہ شہر کے دروازے تو جب بھی بند تھے کہ جب مجھے بلایا تھا۔ اس پر دروازہ کھلوا کر وہ روپیہ اسی وقت دلا دیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۲۰۱، ۲۰۲)۔

ان تاریخی واقعات سے کیسی اچھی طرح سے واضح ہو گیا کہ مفتی و قاضی، خواہ کتنے ہی بڑے عالم کیوں نہ ہوں بادشاہوں کی خواہش و شہوت کے مطابق فتوے دیا کرتے تھے۔ فقہ میں بھی مکر و تدبیروں سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح مختلف و متعدد بادشاہوں کی مختلف اور متعدد خواہشوں کے مطابق اور ایک ہی بادشاہ کے مختلف اور متعدد خواہشوں کے مطابق ہر ایک مفتی اور قاضی نے فقہ اسلامی کو توڑا اور مروڑا۔ الجبرا میں ایک قاعدہ ہوتا ہے اس کو جیومیٹریکل پروگریشن (GEOMETRICAL PROGRESSION) کہتے ہیں۔ اس قاعدہ کے مطابق حساب تو لگایئے کہ کتنی دفعہ فقہ اسلامی کی ناک مروڑی گئی ہو گی اور پھر ان راہنمایانِ دین کا لالچ دینا تو دیکھئے۔ بے صبری و بے قراری ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں کہ ابھی ابھی یہ زرِ خطیر مل جاوے۔ کہیں ایسا نہ ہووے کہ صبح ہونے تک بادشاہ کا ارادہ بدل جاوے یا خزانچی کچھ سمجھائے اب تو وقتی جوش میں بادشاہ نے کہہ دیا۔ اس سے فوراً ہی فائدہ اٹھا لیا جاتے۔ یہ ہیں وہ بزرگ جن کے فتووں کے اوپر حنفی فقہ کی بنیاد ہے اور اگر اس کا یہ جواب دیتے ہو کہ جلال الدین سیوطی شافعی تھے۔ انہوں نے حنفیوں کو زک دینے کی خاطر یہ جھوٹی باتیں لکھ دیں تو پھر تو آگے بڑھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہمارا سارا دعویٰ یہیں ثابت ہو گیا۔ جب جلال الدین سیوطی جیسا عالم و فقیہ آپس کے ذرا سے ضمنی اختلافات کی وجہ سے اس طرح جھوٹی روایات عمداً لکھ سکتا ہے تو آپ کے تو سارے مؤرخین، محدثین، محققین، مصنفین، مؤلفین و معلمین شیعوں کے خلاف ہیں۔ ایسے خلاف ہیں کہ ع "وہ پاتے ہیں ہم کو تو پھر ی کو نہیں پاتے"۔ لہٰذا محض اسی بناء پر قرار دیا جا سکتا ہے کہ ان بزرگواروں کی ساری تحریریں، روایتیں، تاریخیں جن سے شیعہ معتقدات کی کمزوری اور سُنی معتقدات کی سچائی ثابت ہو غلط محض ہیں۔ صرف مذہبی تعصب کی بنا پر ایجاد کی گئی ہیں۔

یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی۔ حکومت کا قصہ سُنیئے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حیاتِ رسولؐ ہی میں جانشینیٔ رسولؐ کے سوال پر صحابہ رسولؐ میں دو فریق ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ تھے جو نہیں چاہتے تھے کہ نبوتؐ کے بعد حکومت بھی قبیلۂ بنو ہاشم میں جائے ان کی ساری کوشش یہ تھی

کہ نبوتؐ وحکومت کا اجتماع ایک خاندان میں نہ ہو۔ ان کی اکثریت تھی۔ اور حضرات شیخین ان کے کارکن اور لیڈر تھے۔ دوسرے وہ تھے جو کہتے تھے کہ احکام رسولؐ کی پابندی ضروری ہے۔ اور چونکہ جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنا دیا ہے۔ ہم کو اس کی مخالفت نہ کرنی چاہیئے یہ اقلیت میں تھے۔ جناب رسولؐ خدا کی رحلت والے دن کو مقدم الذکر جماعت نے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیئے نہایت موزوں پایا۔ کیونکہ حضرت علیؑ و بنو ہاشم تجہیز و تکفین رسولؐ میں مشغول تھے۔ اور جنازۂ رسولؐ کو چھوڑ کر حکومت کی کشمکش میں حصہ لینے کو اپنے مذہب اور اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ جماعت اکثریت نے اس کو غنیمت سمجھا اور آخر کار اپنے ارادوں میں کامیاب ہو گئی اور حضرت علی کو نظر انداز کر کے انہوں نے اپنا خلیفہ مقرر کر لیا۔ اب حکومت بھی اس جماعت کے پاس آ گئی۔ قدرتی طور سے اب اس جماعت کی توجہ اپنی حکومت کے استحکام و استقلال کی طرف مبذول ہوئی اور اس مقصد کے حصول کے لیئے انہوں نے بہت سی تجاویز اور تدابیر اختیار کیں جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہم نے البلاغ المُبین میں کیا ہے اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اس زمانہ میں اور بہت عرصہ تک اس کے بعد وضع احادیث رسولؐ حصول اغراض سیاسیہ کے لیئے نہایت عظیم الشان ہتھیار رہا ہے۔ چنانچہ ایک انگریزی مستشرق اور عالم تاریخ اسلامیہ لکھتا ہے اس کی انگریزی عبارت کا ترجمہ یہ ہے :-

ترجمہ :- پہلی صدی اسلام میں جھوٹی احادیث کا وضع کرنا ایک مسلمہ مذہبی اور سیاسی ہتھیار تھا جس کو ہر ایک فریق نے استعمال کیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے پرہیزگار آدمی بھی اس دھوکہ بازی کو استعمال کرتے تھے جس کا نام تدلیس ہے۔ اور انکا عذر تھا کہ نیک مقصد کے حصول کے لیئے یہ ذرائع استعمال کرنے جائز ہیں ؎

ہر ایک فریق سے فاضل مؤرخ کا مطلب ہر صاحب حکومت فریق سے ہے جو یہ ذریعہ استعمال کر سکتا تھا مثلاً حکومت صدر اول، حکومت امویہ، حکومت عبداللہ ابن زبیر، حکومت عباسیہ وغیرہم حکومت صدر اول میں نہایت بین مثالیں ایسی وضعی احادیث کی یہ ہیں! حدیث لانورث ولا نرث۔ جس کے ذریعہ سے دعویٰ فاطمہ علیہا السلام رد کیا گیا، حدیث نجوم اور دیگر بعض احادیث جو فضائل صحابہ میں اہلبیتؑ رسول کے مقابلہ میں وضع کی گئیں۔ ان فضائل صحابہ کی احادیث کے وضعی ہونے کے بہت سے ثبوت ہیں جو ہم نے تفصیل کے ساتھ البلاغ المبین میں بیان کیئے ہیں۔ ان میں سے ایک کی طرف ہم یہاں اشارہ کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ یہ کہ اگر یہ احادیث فضائل صحابہ درست تھیں تو ان کے بیان کیئے جانے کا بہت اچھا موقعہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تھا کیوں نہ کہا گیا کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم ہیں جو حق و باطل کو جدا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر کی شان یہ ہے کہ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر ہوتا۔ میرے بعد تم ان دونوں کی پیروی کرنا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اشارہ حضرات شیخین کی طرف کیا ابوعبیدہ

؎ R.A. NICHOL SON : ALITERARY HISTORY OF THE ARABS P. 145

بن الجراح امین امت ہیں۔ وہاں تو سوائے نماز اور امامت نماز کے اور کوئی فضیلت ہی نہ بیان ہوئی پس اگر یہ طویل طومار حضرت ابوبکر کی احادیث فضل کا جواب ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس وقت بھی موجود ہوتا تو بہت مزے لے لے کر بیان کیا جاتا۔ حضرت عمر کے لئے تو کوئی بات فضیلت کی بیان ہی نہیں ہوئی۔ جب حضرت ابوبکر نے انہیں خلیفہ مقرر کیا اور لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تو وہ بہت اچھا موقعہ تھا یہ بیان کرنے کا کہ تم یوں کہتے ہو۔ اور رسول خدا نے اس کی نسبت یہ کہا ہے لیکن وہاں کچھ ہوتا تو بیان ہوتا۔ شوریٰ کا معرکہ اتنے دن چلا۔ حضرت عثمان کے لئے ایک بھی فضیلت کی حدیث نہ ملی۔ برخلاف اس کے حضرت علیؑ تمام موقعوں پر اپنے فضائل جتاتے رہے اور آنحضرتؐ کی احادیث پر استدلال کرتے رہے۔ جلسۂ شوریٰ میں تو اتنی تفصیل کے ساتھ اپنے فضائل شمار کرائے کہ ان لوگوں کو اقبال فضیلت ہی کرتے بنی۔ اگر حضرت عثمان کے حق میں بھی کچھ ہوتا تو وہ ضرور بیان ہوتا۔

حضرت عمر جیسے دور بین شخص کے لئے یہ ناممکن تھا کہ احادیث کے اس فائدہ کو نہ دیکھتے چنانچہ انہوں نے اس کو دیکھا اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ یہ ان کی سیاست کا اصول اول تھا جس پر آگے چل کر حضرت امیر معاویہ نے نہایت سختی کے ساتھ عمل کیا کہ احادیث پر حکومت کا قبضہ ہونا چاہیئے اور حکومت کا فرض یہ ہے کہ لوگوں کو ہر قسم کے لالچ اور دھمکی کے ذریعے سے احادیث فضائل علیؑ و اہلبیتؑ بیان کرنے اور شائع کرنے سے روکے۔ اور ان کے برخلاف فضائل صحابہ میں احادیث وضع کرا کے خوب شائع کرے۔ اس اصول پر براہ راست عمل کرنا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ذرا مشکل تھا۔ اس زمانہ میں ابھی وہ صحابہ موجود تھے جن میں اسلام کی حرارت باقی تھی۔ وہ اس صریح حکم کو اچھا نہ سمجھتے۔ لیکن اس اصول کو قائم کر کے اس پر عمل کرنے کا راستہ بہت اچھی طرح دکھا دیا گیا اول تو دربار خلافت سے یہ حکم صادر ہوا کہ احادیث مطلقاً کوئی بیان ہی نہ کرے۔ اور جس صحابہ نے اس حکم سے سرتابی کی ان کو زدو کوب کیا گیا۔ پھر اس حکم کی ترمیم اس طرح کی گئی کہ ہاں احادیث، فقہ و شرع و فرائض چن چن کے نکالو۔ جہاں بھی ہوں ذمیوں، نو مسلموں، خراج و جزیہ وغیرہ کے متعلق احادیث دریافت کرو۔ تمہیں یاد ہوگا کہ جب حضرت عمر کو ضرب کاری لگی اور اپنا جانشین مقرر کرنے کا خیال آیا تو معاذ بن جبل، خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن الجراح، سالم غلام کے فضائل آنحضرتؐ ہی کی احادیث سے بیان فرمائے کہ آنحضرتؐ نے فلاں کو امین امت فلاں کو سیف اللہ فلاں کو عالم دین کہا تھا۔ اب دیکھئے ساری احادیث آگئیں۔ یہاں تک کہ صحابہ کی احادیث فضائل بھی آگئیں۔ اب کونسی احادیث رہ گئیں جو حکم سابق کے مطابق ممنوع قرار دی گئی تھیں۔ صرف حضرت علیؑ و اہلبیتؑ کے فضائل کی احادیث۔ یہ تھیں وہ احادیث جن کی اشاعت مطلوب نہ تھی۔ دیکھو صحابہ کے فضائل کی احادیث کا ذکر کرتے وقت بھی حضرت علیؑ کے فضائل کی احادیث کا ذکر نہ کیا۔ اپنے طرز عمل سے بتا دیا کہ یہ احادیث ممنوع ہیں۔ خارجیوں کا ذکر کرتے وقت مولوی عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:۔

یہ لوگ صرف قرآن مجید کے ظاہری معنی کو لیتے تھے اور حدیثوں میں صرف ان ہی احادیث کو قبول کرتے تھے جن کی روایت ان لوگوں نے کی تھی جن کو یہ لوگ دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی قابلِ اعتماد حدیثیں صرف وہ تھیں جن کی روایت شیخین حضرت ابوبکر و حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کے دورِ خلافت میں کی گئی تھی۔

(تاریخ فقہ اسلامی صـ۲۳۹)

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے دعوے ان ہی بزرگوں کی زبانی ثابت ہو جاتے ہیں یہ تو سب جانتے ہیں کہ خارجی لوگ حضرت علیؑ کے سخت ترین دشمن تھے۔ وہ حضرت علیؑ کے فضائل کی احادیث کبھی قبول نہ کریں گے۔ وہ ان احادیث کو قبول کرتے تھے جو ان لوگوں نے روایت کی تھیں جن کو یہ دوست رکھتے تھے۔ یہ خارجی ان احادیث کو قبول کرتے تھے جو زمانہ خلافتِ شیخین میں بیان کی گئی تھیں۔ مد اور دو چار کی طرح ثابت ہو گیا کہ دوران خلافت شیخین میں فضائل علیؑ کی احادیث بیان نہیں کی جاتی تھیں۔ اور ممنوع تھیں۔ زمانہ خلافت شیخین میں وہ احادیث رائج ہوتی تھیں جو دوستانِ خوارج یعنی دشمنانِ علی ابن ابی طالب بیان کرتے تھے۔ الحمد للہ علی احسانہ رجع الحق الی مکانہ۔

اس ہی اصول پر عمل کر کے حضرت امیر معاویہ نے فرامین مندرجہ ذیل تمام مملکتِ اسلامیہ میں جاری کیئے تھے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغۃ میں شیخ ابوالحسن المدائنی اور تاریخ ابن عرفہ المعروف بنفطویہ سے مندرجہ ذیل واقعات نقل کئے ہیں۔ ہم نے اصل عربی عبارات معہ ترجمہ البلاغ المبین کتاب دوم صـ۱۲۴۷ لغایت ۱۲۵۲ میں نقل کی ہیں۔ یہاں صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

ابوالحسن علی بن محمد ابی سیف المدائنی نے کتاب الاحداث میں روایت کی ہے کہ معاویہ نے مضمون واحد کے حکم نامے امام حسنؑ سے صلح کے بعد اپنے تمام عمال کے پاس بھیجے جن میں اس نے تحریر کیا کہ میں بری الذمہ ہوں اس شخص سے جو فضائل علیؑ و اولاد علیؑ بیان کرے گا۔ لہٰذا ہر طبقہ و سر زمین میں ہر منبر پر لگاتار کھڑے ہو گئے جو حضرت علیؑ پر لعنت کرتے تھے۔ ان سے بیزاری چاہتے تھے اور ان کی اور ان کی اولاد کی مذمت کرتے تھے۔ اس مصیبت میں سب سے زیادہ اہل کوفہ گرفتار تھے کیونکہ وہاں شیعانِ علی بہت تھے۔ لہٰذا معاویہ نے کوفہ پر زیادہ ابن سمیہ کو حاکم مقرر کر دیا اور بصرہ بھی اس کے ساتھ ملا دیا۔ وہ شیعوں کو جہاں بھی وہ ہوتے تھے نکال لیتا تھا کیونکہ وہ ان سے واقف تھا۔ بہ سبب اس کے کہ حضرت علیؑ کے زمانہ میں ان ہی میں سے

تھا لہٰذا ہر ایک پتھر و کنکر کے نیچے سے شیعوں کو تلاش کر کے اس نے قتل کیا دھمکیاں دیں، ان کے ہاتھ پیر کاٹے۔ آنکھیں نکال ڈالیں، درختوں کی شاخوں میں سولی دے کر لٹکا دیا، اور بہتوں کو عراق سے جلا وطن کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق میں کوئی بھی شیعہ جس سے وہ واقف تھا نہ رہا اور معاویہ نے کل اطراف میں اپنے عاملوں کو لکھا کہ کسی شیعہ اور اہلبیت علی کی گواہی کو جائز نہ رکھو اور اپنے عاملوں کو لکھا کہ عثمان کے پیروان و دوستداران اور اہل ولایت پر مہربانی کرو اور ان پر مہربانی کرو جو عثمان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ان کی جائے نشست اپنے نزدیک قرار دو اور ان لوگوں کو اپنا مقرب بناؤ ان کی بزرگی کرو۔ ان کی بیان کردہ احادیث و روایات مجھے لکھو۔ اور بیان کرنے والے کا نام اور اس کے باپ و قبیلہ کا نام لکھو پس عاملوں نے ایسا ہی کیا۔ تا اینکہ فضائل و مناقب عثمان کی ان لوگوں نے کثرت کر دی۔ کیونکہ معاویہ ان لوگوں کو صلہ بھیجتا تھا از قسم باغات و اراضیات و ملبوسات اور ان احادیث کو عرب میں شائع کرتا تھا اور دوستداران عثمان کے پاس بھیجتا تھا پھر ہر شہر میں اس کی کثرت ہوئی اور لوگ دینار اور وجاہت دنیا کی طرف مائل ہو گئے پس ایسا کوئی نہ تھا کہ اس قسم کی جھوٹی حدیث لائے مگر یہ کہ وہ عاملان معاویہ سے ہو جاتا تھا۔ ہر ایک عثمان کے حق میں فضیلت و منقبت کی جھوٹی حدیث بیان کرنے والے کا نام معاویہ لکھ لیتا تھا اور اس کو مقرب بنا لیتا تھا اور اس کی سفارش قبول کرتا تھا پس اس طرح ایک زمانہ گزر گیا پھر معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ بہ تحقیق حق عثمان میں حدیثیں بکثرت ہو گئی ہیں اور ہر شہر اور ہر طرف اور ہر گوشہ میں پھیل گئی ہیں۔ لہٰذا جس وقت یہ میرا خط تم کو ملے فوراً تم لوگوں کو صحابہ و خلفاء ثلاثہ کے فضائل بیان کرنے پر مائل کرو۔ اور اگر تم کوئی حدیث ابو تراب کے حق میں سنو تو ویسی ہی اور اس کے مثیل و نظیر دوسری حدیث صحابہ کے حق میں بنا کر مجھے دو پس بہ تحقیق یہ امر مجھے بہت محبوب تر ہے۔ اور میری آنکھوں کو خشک کرنے والا ہے۔ ابو تراب اور ان کے شیعوں کی دلیل کو بہت توڑنے والا ہے۔ اور ان لوگوں کو فضائل عثمان سخت تر معلوم ہوں گے۔ معاویہ کے یہ خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے پس تعریف صحابہ میں بہت سی جھوٹی احادیث بنائی ہوئی بیان کی گئیں جن کی کوئی حقیقت نہ تھی اور لوگوں نے اس قسم کی خبروں کے بیان کرنے میں کوشش کی یہاں تک کہ یہ سب موضوعہ احادیث منبروں پر بیان اور مشتہر کی گئیں اور وہ موضوعہ احادیث استادوں کو مکتبوں میں دی گئیں اور انہوں نے اپنے شاگردوں اور طالب علموں اور لڑکوں کو سکھایا اور تعلیم کیا جیسے کہ قرآن سیکھتے ہیں۔ تا اینکہ معلموں نے اپنی بیٹیوں اور

اختلاف ہے کہ اس کی مادی ترقی کی ابتدا اور اُن آلات کی ایجاد اور اُن اسباب کی تلاش جن کے بغیر انسان کی زندگی ایک لمحہ کے لئے ناممکن تھی کس طرح ہوئی۔ بہت سے محققین کا خیال ہے کہ دیگر حیوانوں کی طرح انسان بھی اپنی ننگی حالت میں رہا کرتا تھا اور رفتہ رفتہ اپنے تجربہ و عقل کی مدد سے بغیر الہامی اسباب کے اس نے یہاں تک ترقی کی ہے۔ دینِ عیسوی و دینِ موسوی و دینِ اسلام اور دیگر الہامی ادیان اس پر متفق ہیں کہ حضرت آدمؑ اوّل انسان ہیں جو ایک اور عالم سے لاکر اس دُنیا میں ڈالے گئے تھے اگر یہ درست ہے اور ہمارا یقین و اعتقاد و ایمان ہے کہ یہ درست ہے تو پھر کچھ علم دے کر ہی بھیجے گئے ہوں گے۔ ورنہ وُہ دنیا کے مضرت رساں ماحول کا کیونکر مقابلہ کر سکتے تھے اور وہ محققین بھی جو محض تجربۂ زندگی کو تمام انسانی علم کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ انسان ایسا نہتا اور بے بس پیدا کیا گیا ہے کہ جب تک تجربہ اسے اشیاء کی ماہیت اور اس علمِ ماہیت کی بناء پر اس کو ہتھیار بنانا سکھاتا اُس وقت تک دنیا کے درندے خونخوار اور زہریلے جانور اس کو دُنیا میں چھوڑتے ہی نہیں یعنی اس کو تجربہ حاصل کرنے کی مہلت ہی نہ ملتی۔ قرآن شریف تو بتاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو علم لدنی عطا کیا تھا اور اشیاء کی ماہیت سکھائی تھی۔ تمامی اُمتِ اسلامیہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت آدمؑ اس وقت نبی تھے جب کوئی اور مخلوق و اُمت موجود نہ تھی۔ جس پر اور جس کے لئے وہ مبعوث ہوتے بلکہ اُمت کی ابتدا ہی اُن سے ہوئی اور نبوت کی ابتداء بھی انہوں ہی نے کی اور یہ نہایت ضروری تھا۔ جب تک خداوند تعالیٰ کی طرف اس کے نبی کی معرفت دنیا میں رہنے کے طریقے اور اس کے مضر اثرات سے بچنے اور اس کے مفید ماحول سے فائدہ اٹھانے کے راستے انسان کو معلوم نہ ہوں اُس وقت تک وہ ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ غرض نتیجہ نکلا کہ شروع میں توحید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انبیاء کو مادی ترقی کے اسباب و ذرائع بھی بتائے جاتے تھے تاکہ وہ اُن کو اپنی اُمت تک پہنچائیں جب دنیا نے اتنی ترقی کر لی کہ انسان گزارہ کر سکے اور اپنی عقل کی مدد سے آگے ترقی کر سکے تو پھر انبیاء کے فرائض میں سے مادی تعلیم نکال لی گئی اور روحانی ارتقاء کے

(بقیہ حاشیہ ص ۷۷۳) شہد کی مکھی کیسا عمدہ گھر بناتی ہے جس کے مسدس خانہ کا ہر ضلع برابر ہوتا ہے لیکن یہی وہ مکھی کی مکھی بندر سے زیادہ تو بے ہی شعور ہے بندر تو جھاڑوں میں بھیگتا رہتا گو ریا کیسا عمدہ گھر سے والا گھونسلا بنا کر اُس میں چمکتی ہوئی مٹی بجائے لیمپ کے رکھتا ہے اگر کہیں بندر بھی مسدس بنا سکتا اور گھر بنا کر اس میں روشنی کر دیتا تو یہ لوگ تو پھر اسکے قائل ہی ہو جاتے یہ باتیں بتا رہی ہیں کہ انسان و بندر کی نوع جُدا گانہ ہے بلکہ جسم کی ترکیب و ساخت کی یگانگت کے باوجود قوت عقلیہ و فکریہ کا اسقدر تفاوت صاف بتا رہا ہے کہ انسان میں جسم کے علاوہ کوئی اور شے بندر سے زیادہ ہے جو اتنا فرق پیدا کر رہی ہے ورنہ اگر وہ شے نہ ہوتی تو پھر جسم کی یگانگت کا تقاضا یہ تھا کہ عقل و ادراک میں یگانگت پیدا کرتی اس بحث کو ہم نے اپنی کتاب فلسفۂ اسلام حصہ اوّل کے باب نہم میں بیان کیا ہے۔

عورتوں اور نوکروں کو سکھایا۔ پس اس ہی حال سے اِن لوگوں نے بسر کی، پھر معاویہ نے
ایک ہی مضمون کا پروانہ اپنے عاملوں کو سب شہروں میں بایں مضمون لکھا کہ تم لوگ
جس شخص کی نسبت گواہی سے ثابت ہو کہ بہ تحقیق وہ شخص علیؑ اور اہلبیت علیؑ کو
دوست رکھتا ہے۔ پس اس کا نام دفتر سے مٹا دو اور اس کا رزق بند کر دو اور
جو اس کو ملتا ہے وہ روک دو اور اس حکم کی تائید کے لیے پروانہ ثانی میں لکھا کہ جس
شخص کے اوپر محب علیؑ و اہلبیت علیؑ کا اتہام تمہارے نزدیک ثابت ہو جائے تو
اس کو اور اس کے گھر کو گرا دو اور اس قوم سے محبت کرنے والوں کے ساتھ بھی یہی
سلوک کرو۔ زیادہ تر یہ بلا عراق خصوصاً کوفہ میں تھی تا اینکہ اگر کوئی شخص شیعہ علیؑ
اس شخص کے پاس آتا تھا جس پر وہ بھروسہ کرتا تھا تو داخل خانہ ہوتا اور اپنا راز
اس سے کہتا تھا اور اس کے خادم اور غلام سے ڈرتا تھا۔ اور اس سے بھی کچھ بات
نہیں کرتا تھا جب تک کہ غلیظ اور سخت قسمیں اس سے راز پوشیدہ رکھنے کیلئے نہیں
لیتا تھا۔ پس بہت سی گھڑی ہوئی موضوع احادیث حق صحابہ میں ظاہر ہوئیں اور بہت
سی بہتان پھیلانے والی احادیث (برخلاف حضرت علیؑ) شائع ہوئیں اور اس ہی
روش پر سب فقہاء اور قاضی و حکام چلے سب سے زیادہ اس روش پر چلنے والے
قاریان ریاکنندگان اور مستضعفین تھے جو اظہارِ خشوع و خضوع و عبادت کرتے
تھے پھر وہ جھوٹی احادیث بناتے تھے تاکہ اِن کے سبب سے اپنے والیان ملک
کے نزدیک بہرہ مند ہوں اور پاس بیٹھنے سے قرب حاصل کریں اور بہ سبب تقرب
کے مال و جائداد و مکانات اِن کو حاصل ہوں یہاں تک کہ یہ خبریں اور احادیث
ان دینداروں کے ہاتھ میں منتقل ہوئیں جو جھوٹ کو حلال نہیں جانتے تھے پس وہ
لوگ ان احادیث کو سچا گمان کرتے تھے اور سچا گمان کر کے قبول کرتے تھے اور اگر وہ
جانتے کہ یہ احادیث جھوٹی ہیں تو ان کو روایت نہ کرتے اور نہ اس راہ پر چلتے پس
یہ امر اسی طرح پر رہا تا اینکہ امام حسنؑ ابن علیؑ نے وفات پائی پھر یہ فساد و بلا اور
زیادہ ہوئے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص اس قسم کا باقی نہ رہا مگر یہ کہ ڈرتا تھا اپنے
قتل سے یا جلاوطن ہونے سے (اس کے بعد فاضل مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بلا امام
حسینؑ کے قتل کے بعد زمانہ عبدالملک و حجاج ابن یوسف میں اور زیادہ ہوگئی) اور
بہ تحقیق روایت کی ہے۔ اپنی تاریخ میں ابن عرفہ لفظویہ نے جو بہت بڑے محدثین
میں سے ہے وہ خبر جو اس ہی خبر کی تصدیق کرتی ہے۔ کہا ابن عرفہ نے کہ بہت
احادیث موضوعہ فضائل صحابہ و خلفاء ثلاثہ میں بنائی گئی ہیں زمانہ بنو امیہ میں تاکہ ان کے
ذریعہ سے نزدیکی و تقرب حاصل کیا جائے کیونکہ بنو امیہ گمان کرتے تھے کہ وہ ان

احادیث موضوعہ کے ذریعہ سے بنو ہاشم کی ناک مروڑ رہے ہیں۔
ابن ابی الحدید :- شرح نہج البلاغۃ الجزء الثالث ص ۱۵ و ۱۶ تشریح خطبہ اِنّ
فی ایدی الناس حقا وباطلا وصدقا وکذبا۔

ابو عثمان جاحظ نے جو دشمنانِ علیؑ ابن ابی طالبؑ کا راس و رئیس تھا، ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "کتاب عثمانیہ" ہے۔ اس میں اس نے فضائل علیؑ کے انکار کی بے حد کوشش کی ہے اور ان کے مقابلہ میں دیگر خلفاء و صحابہ کے فضائل میں بہت سی بناوٹی حدیثیں تحریر کی ہیں۔ اس کا جواب خود سوادِ اعظم و جماعت حکومت کے ایک عالم معتبر ابو جعفر اسکافی نے اپنی کتاب نقض عثمانیہ میں دیا ہے اس میں ایک جگہ ابو جعفر اسکافی تحریر کرتے ہیں جس کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ اصل عربی عبارت ہم نے البلاغ المبین کتاب دوم ص ۱۲۵۷ لغایت ۱۲۶۲ میں نقل کیا ہے۔

اگر لوگوں کے اوپر جہل اور اپنے سلف کی تقلید کرنے کے شوق کا غلبہ نہ ہوتا تو ہمیں ضرورت ہی نہ پڑتی کہ کتاب عثمانیہ کی رو میں بحث کریں تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ دولت و غلبہ مصنف کتاب عثمانیہ جیسے لوگوں کا رہا ہے۔ اور سب کو ان کے رؤساء و علماء و امراء کے اقتدار کا علم ہے اور نیز جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی بات اچھی طرح مشتہر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کا غلبہ ہے اور ان کو اپنے خیالات چھپانے کی ضرورت نہیں جو شخص فضائل ابی بکر میں اخبار و احادیث بیان کرتا تھا اس کو اکرام ملتا تھا اور یہی بنو امیہ کی تاکید تھی۔ لہٰذا محدثین نے انعام حاصل کرنے کی غرض سے کوشش کی کہ اس قسم کی احادیث وضع کریں اور ذکر علیؑ و اولاد علیؑ سے باز رہیں اور ان کے نور کو بجھائیں ان کے فضائل و مناقب و سوابقات کو چھپائیں، لوگوں پر زبردستی کی گئی کہ منبروں پر علیؑ و اولاد علیؑ پر لعنت کریں اور سب و شتم کریں۔ حالانکہ علویین قلیل تھے اور ان کے دشمن کثیر تھے۔ پھر بھی ان کی دشمن کی تلواروں سے ہمیشہ ان کا خون ٹپکتا رہا۔ ان کو قتل کرتے تھے قید کرتے تھے اور وہ بھاگے بھاگے پھرتے تھے ذلیل ہوتے تھے خائف رہتے تھے فقیہ و محدث و مورخ و متکلم کو رشوت دی جاتی تھی اور ان کو نہایت شدید عذاب و سزا کی دھمکی سے ڈرایا جاتا تھا کہ وہ فضائل علیؑ و اولاد علیؑ میں سے ایک شمہ بھی بیان نہ کریں اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ ان سے ملیں، محدثین کے خوف کی حد یہاں تک ہو گئی کہ جب حضرت علیؑ کے واسطے سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو علیؑ کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ اشارہ سے کہتے تھے۔ مثلاً قریش میں سے ایک شخص نے ایسا کہا تھا، علیؑ کا ذکر نہیں کرتے تھے نہ ان کا نام لیتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ ہم نے یہ دیکھا کہ تمام مختلف جماعتوں نے اس امر پر ایک اجتماع کر لیا کہ علیؑ کے فضائل کو گھٹائیں اور ان کی تاویلات کریں۔

اس ہی وجہ سے عثمانی حاسد کو موقع ملا کہ طعن و اعتراض کرے لیکن جاننے والے اصلی بات کو جانتے ہیں۔ فضائل علیؑ کے ابطال میں بہت سے حیلے کرتے ہیں اور جو فضائل ایسے مشہور ہیں کہ ان کا انکار نہیں ہو سکتا تو ان کی تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ کہیں تو ایسی تاویل کرتے ہیں جس کی مطلقاً گنجائش نہیں ہوتی، اور کہیں ان فضائل کی قدر گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن باوجود ان تمام کوششوں کے فضائل علیؑ قوت و استحکام پکڑتے ہیں اور نور الٰہی کی طرح خوب پھیلتے ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ معاویہ اور یزید اور ان کے بعد بنو مروان نے اپنے زمانہ سلطنت میں جو تقریباً اسّی سال تھا لوگوں کو زبردستی کر کے علیؑ و اولادِ علیؑ پر لعن و سب و شتم کرنے اور ان کے فضائل و سوابق و مناقب کے چھپانے میں کوئی کوشش فروگذاشت نہیں کی۔ تم لوگ جانتے ہو کہ جب بادشاہوں میں سے کسی نے اپنی خواہش کی پیروی میں ایک نیا قول یا نیا دین ایجاد کیا تو لوگوں پر زبردستی و جبر کر کے کوشش کی ہے کہ لوگ سوائے ان کے قول و دین کے کچھ اور نہ جانیں۔ مثال کے طور پر دیکھو حجاج ابن یوسف نے لوگوں کو مجبور کیا کہ حضرت عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن کو اختیار کریں اور ابن مسعود اور ابی بن کعب کی قرأت کو ترک کر دیں۔ اس نے اس امر پر لوگوں کو خوب دھمکی دی اور نیز ان امور پر جو اس نے اور سرکشان بنی مروان و بنی اُمیہ نے حضرت علیؑ کی اولاد اور ان کے شیعوں کے ساتھ کئے تھے اس کی سلطنت تقریباً بیس سال رہی اور وہ نہیں مرا یہاں تک کہ اہل عراق حضرت عثمان کے قرآن پر جمع ہو گئے، ان کی اولاد نے نشو و نما پائی، اور اب وہ سوائے قرآن عثمان کے اور کسی قرأت کو نہیں جانتے تھے کیونکہ ان کے باپ دادا نے اس ہی قرآن کو پکڑا تھا اور ان کے استادوں نے اس ہی کی تعلیم دی تھی یہاں تک کہ اگر اب ان کے سامنے عبداللہ ابن مسعود و ابی کے طریقہ کے قرآن کو پڑھا جائے تو وہ اس سے بالکل ناواقف ہوں گے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انہیں اس قرآن سے الفت ہو گئی۔ اور دوسرے کا علم ہی نہ تھا اسی طرح اس امر میں رعایا کے اوپر استبداد غالب ہو گیا۔ سلطنت کا زمانہ دراز ہو گیا اور ان کے دل میں تقیہ اور ڈر نے گھر کر لیا۔ یہاں تک کہ وہ اس امر پر جمع ہو گئے کہ مرورِ زمانہ کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں حضرت علیؑ کی وہ قدر و منزلت نہ رہی دلوں سے ان کی عزت جاتی رہی اور حضرت علیؑ کے محاسن نہاں ہو گئے یہاں تک کہ یہ بدعت دسب و شتم علیؑ، ان کیلئے سنت ہو گئی۔ کیونکہ حجاج اور وہ لوگ جنہوں نے اس کو مقرر کیا تھا عبدالملک و ولید اور نیز وہ فراعنہ بنی اُمیہ جو ان سے پہلے تھے اور بعد میں ہوتے بہت شدت و جور کیساتھ

اس پر تلے ہوئے تھے کہ حضرت علیؑ کے محاسن اور ان کی اولاد اور شیعوں کے فضائل
کو چھپائیں اور ان کے اقتدار و عزت کو محو کریں ان کی یہ خواہش اس سے کہیں زیادہ
تیز اور قوت دار تھی، جو ان کو عبداللہ وابی کی قرأت کو محو کرنے کے لئے تھی کیونکہ
ان قرأتوں سے ان کے ملک کو زوال نہیں آتا تھا۔ فضائل علیؑ و اولادِ علیؑ کے
مشتہر ہونے میں اور ان کے محاسن کے ظاہر ہونے میں ان لوگوں کے ملک و سلطنت
کی بربادی تھی، لہٰذا انہوں نے فضائل علیؑ کے اخفاء کی بہت کوشش کی اور
جور و ظلم کے ساتھ لوگوں کو مجبور کیا کہ فضائل و حقوق علیؑ کو چھپائیں لیکن خداوند
تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا نور چمکے اور پھیلے ان کی محبت زیادہ ہو
ان کا ذکر اطراف عالم میں منتشر ہو ان کے حقوق لوگوں پر ظاہر ہوں انکے فضائل
و محاسن لوگوں پر آشکارا ہوں ان کی شان بڑھے ان کی قدر و منزلت زیادہ ہو۔
یہاں تک کہ جوں جوں بنی اُمیہ نے ان کی اہانت کی ان کی عزت زیادہ ہوئی جوں
جوں بنی اُمیّہ نے ان کے ذکر کو چھپانا چاہا توں توں وہ لوگوں میں پھیلا جس امر سے
بنو اُمیّہ کا منشا انہیں بدی پہنچانے کا تھا وہ ان کے لئے نیکی میں تبدیل ہو گیا۔ اس
کا نتیجہ یہ ہوا کہ علیؑ و اولادِ علیؑ کے فضائل اور محاسن و سوابقات کا ذکر ہم تک
پہنچا اور حضرت علیؑ کی یہ محاسن و صفات ایسی ہیں کہ جن میں علیؑ کی برابری نہ آگے
بڑھنے والوں نے کی اور نہ ان کی حد تک طلب و تلاش کرنے والے پہنچ سکے انکو
اخفا و مردہ کرنے کے لئے تو اتنے زبردست طریقے استعمال کئے گئے تھے کہ
اگر یہ صفات و محاسن بہت اعلےٰ درجہ کے نہ ہوتے اور ان کی شہرت رسول خدا
کے وقت میں اتنی عام ہو گئی ہوتی تو ہم تک ان کی ایک صفت نہ پہنچتی۔

علامہ ابوبکر خوارزمی کے مکاتیب ہیں جو مصر میں چھپ چکے ہیں، اور اس کا ایک نسخہ
اس حقیر کے کتب خانہ میں خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجود ہے۔ اس سے بھی زیادہ اس
امر کی تفصیل کی ہے۔ ان کی اصل عبارت ع۔ ب۔ البلاغ المبین کتاب دوم ص ۱۲۶۲ لغایت
۱۲۷۱ میں نقل کی ہے۔ اس کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

جب محمد بن ابراہیم والی نیشاپور نے وہاں کی شیعہ جماعت کا قصد کیا تو علامہ
خوارزمی نے اس جماعت کے پاس یہ خط بھیجا:۔ خدا تمہارا بھلا کرے۔ میں نے
تمہاری کوششوں اور تقویٰ کا حال اس بادشاہ سے سنا ہے جو ہمیشہ عدل کرتا ہے
اور فضیلت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے دین کو اس کی دنیا
کے اُمور خراب کر دیں اور جب رضائے الٰہی معلوم کر لیتا ہے تو اس کو سب پر مقدم
رکھتا ہے۔ ہم اور تم خدا بھلا کرے ایک جماعت ہیں، خدا اس بات پر راضی نہ ہوا کہ

ہمیں دنیا دیوے۔ لہٰذا آخرت میں ہمارے ثواب کا ذخیرہ جمع فرمایا دنیا کی دلفریبیاں
اس نے ہمارے لیئے مناسب نہ سمجھیں لہٰذا اس نے ہمارے لئے آخرت کی خوبیاں
جمع فرمائیں اور ہمیں دو قسموں پر تقسیم کیا پس ایک جماعت تو شہید ہو گئی اور دوسری شہر بدر
کی گئی پس زندہ لوگ مردوں پر حسد کرتے تھے بوجہ ان تکالیف کے جو ان پر گزر رہی تھیں۔
جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس تیزی کے ساتھ پانی نشیب کی
طرف دوڑ کر جاتا ہے۔ اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ مصائب و تکالیف ہمارے
شیعوں کی طرف دوڑ کر آتے ہیں اس قول کی بنیاد ان مصائب پر ہے جن کی نسبت
کہا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ فتنوں کے طالع کے اندر پیدا ہوتے ہیں ان کی زندگی
قبل اس کے کہ پوری ہو ختم کر دی جاتی ہے۔ اور وہ اپنی زندگی سے پھولتے پھلتے نہیں
ان کے دل اندر سے غم واندوہ سے بھرے رہتے ہیں زمانہ ان پر سختی کرتا ہے اور دنیا
ان سے دور ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہم فرائض وسنن میں اپنے اماموں کی پیروی کرنے کا دعوےٰ
کرتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو چاہیئے کہ ہم مصائب و تکالیف
میں بھی ان کے قدم بقدم چلیں۔ بروز سقیفہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ
علیہا سے ان کے باپ کی میراث چھین لی گئی اور جناب علی مرتضیٰ کو خلافت اولیٰ
سے محروم کیا گیا، جناب امام حسنؑ کو پوشیدہ زہر دیا گیا، جناب امام حسینؑ کو علانیہ
قتل کیا گیا، زید بن علی کو کناسہ میں سولی دی اور زید ابن علی کا سر معرکہ میں کاٹا گیا اور
ان کے دونوں بیٹوں محمد و ابراہیم کو عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے قتل کیا حضرت موسیٰ بن
جعفر ہارون کی قید میں مر گئے۔ اور حضرت علیؑ بن موسیٰ کو مامون نے زہر سے شہید کیا
ادریس فخ کی طرف بھاگ گئے اور پھر تن تنہا اندلس میں آگئے۔ عیسیٰ بن زید جلاوطنی
کی حالت میں مر گئے۔ یحییٰ بن عبداللہ کو امان اور حلف دینے کے باوجود قتل کیا گیا، یہ
سب اسکے علاوہ ہے۔ جو یعقوب بن اللیث نے طبرستان میں علویین کے ساتھ کیا
یہ اس کے علاوہ ہے کہ محمد بن زید والحسن بن القاسم کو آل ساسان نے قتل کیا اور نیز
اس کے علاوہ ہے جو ابوالسیاج نے مدینہ میں علویین کے ساتھ کیا کہ ان پر یکایک
حملہ کر دیا جبکہ وہ بالکل نہتے تھے اور ان کو سامرا کی طرف جلاوطن کر دیا اور یہ قتیبہ بن
مسلم باہلی کے قتل کے بعد ہوا۔ کہ جب وہ عمر بن علی کی وجہ سے قتل کیا گیا حسین کو
بابویہ نے پکڑ لیا تھا، حسین بن اسمٰعیل المصعبی نے یحییٰ بن عمر الزیدی پر اور مزاحم بن خاقان
نے کوفہ میں علویین پر بڑے بڑے ظلم وستم کیئے تھے۔ غرض کہ مملکت اسلامیہ میں کوئی
شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کوئی علوی قتل نہ کیا گیا ہو، اور اس کے قتل میں اموی
وعباسی وعدنانی وقحطانی سب نے شرکت نہ کی ہو۔۔۔۔۔ علویین کو جیت

لے موت کی طرف کھینچا۔ چونکہ وہ ذلت کی زندگی کو گوارا نہیں کرتے تھے لہٰذا وہ عزت کی موت مر گئے چونکہ ان کا ایمان و یقین نعمہائے اخروی پر کامل تھا۔ لہٰذا ان کے دل اس فانی دنیا سے بیزار ہو گئے۔ مگر انہوں نے کوئی موت کا کاسہ نہیں پیا۔ لیکن یہ کہ انکے ساتھ ان کے شیعوں اور دوستوں نے بھی اس کو اسی طرح چکھا۔ عثمان بن عفان نے عمار یاسر کے پیٹ پر لاتیں ماریں اور ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور عامر بن قیس التمیمی کو شہر بدر کر دیا اور اشتر النخعی وعدی بن حاتم کو جلاوطن کر دیا عمر ابن زرارہ کو شام کی طرف بھیج دیا۔ کمیل بن زیاد کو عراق کی طرف روانہ کر دیا و ابی بن کعب و محمد بن حذیفہ پر ظلم کیا اور ان کو بھی شہر بدر کر دیا۔ محمد بن سالم کے خون کے ساتھ اس نے وہ کیا جو کیا اور کعب ذی الحلیہ کے ساتھ وہ کیا جو اس نے کیا۔ اسی طرح عثمان بن عفان کے نقش قدم پر بنو امیہ چلے جو ان سے لڑائی کرتا تھا۔ تو اُسے قتل کر دیتے تھے اور جو ان کے ساتھ صلح کر لیتا تھا تو اس سے دھوکہ کرتے تھے ان کے دست جور سے نہ مہاجرین بچے ہوئے تھے اور نہ انصاری وہ نہ خدا سے ڈرتے تھے۔ اور نہ انسان کا کچھ خیال کرتے تھے۔ بندگان خدا کو اپنا غلام سمجھتے تھے اور خدا کے مال کو اپنے باپ کا مال خیال کرتے تھے۔ کعبہ کو منہدم کرتے تھے صحابیوں سے اپنی عبادت کراتے تھے (یا صحابیوں کو غلام بناتے تھے) نماز ہائے پنجگانہ کو ترک کر دیا تھا، آزاد لوگوں کو قید کرتے تھے۔ حرم رسولؐ کے ساتھ وہی سلوک کرتے تھے جو حرم کفار کے ساتھ کرتے تھے۔ بنو امیہ نے اتنا فسق و فجور کیا جو حد سے گزر گیا معاویہ نے حجر بن الکندی و عمرو بن الخزاعی کو حلف کے ساتھ امان دینے کے بعد قتل کیا۔ زیاد ابن سمیہ نے بصرہ و کوفہ کے ہزاروں شیعوں کو قتل کر دیا۔ اور بہت کو اسیر کر لیا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے معاویہ کو اسکی بداعمالیوں کی جوابدہی کے لئے بلا لیا۔ اور اسکی عمر ختم ہو گئی اس کے بُرے انجام کے ساتھ اسکے بیٹے یزید نے اپنے باپ کی پیروی ان بُرے اعمالوں میں کی اور جن کو معاویہ نے قتل کر لیا تھا انکے بیٹوں کو یزید نے قتل کیا۔ یہاں تک کہ اس نے ہانی بن عروہ المرادی کو بھی قتل کر ڈالا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب تمام ممالک آل مروان کے لئے (آل علیؑ سے) خالی ہو گئے تو انہوں نے حجازین و عراقین پر حجاج بن یوسف کو مسلط کر دیا۔ پس وہ ہاشمیوں کی زندگی کے ساتھ کھیلا فاطمین کو ڈرایا شیعان علیؑ کو قتل کیا۔ آل رسولؐ کی نشانیوں کو مٹا دیا اس کی طرف سے کمیل ابن زیاد النخعی پر جو گزرا وہ گزرا اور یہ بلاء عظیم سلطنت مروانیہ کے زمانہ میں علیسوں کی حکومت تک رہی یہاں تک کہ جب خداوند تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ انکی مدت سلطنت کو عظیم الشان گناہوں کے ساتھ ختم کرے اور ان کے سب سے بڑے گناہ ان کے

آخری زمانہ میں ہوں تو زید ابن علی کو اس رہے سہے معطل دینِ اسلام پر کھڑا کیا پس عراق کے منافقوں نے ان کو چھوڑ دیا، اہل شام نے ان کو قتل کر دیا۔ اور ان کے ساتھ ان کے شیعوں میں سے نصر بن خزیمۃ الاسدی و معاویہ بن اسحاق الانصاری قتل کیئے گئے اور وہ سب قتل کر دیئے گئے جنہوں نے ان کی پیروی یا متابعت کی تھی یہاں تک کہ وہ بھی قتل کر دیئے گئے جنہوں نے ان سے سلسلۂ ازدواج قائم کیا تھا یا ان کے نزدیک آئے تھے یا ان سے کلام کیا تھا پس جب بنی اُمیہ نے یہاں تک ظلم عظیم کیئے تو خدائے تعالیٰ ان پر غضبناک ہوا اور ان سے ملک چھین لیا اور ان کے اوپر ابومسلم کو جسے ابومجرم کہنا چاہیئے مسلط کیا پس ابومسلم نے مناسب سمجھا کہ علویوں پر سختی کرے اور عباسیوں کی طرف جھکے۔ اس نے تقویٰ چھوڑ دیا اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کی اور آخرت کو دنیا کے عوض میں فروخت کر دیا۔ اس نے اپنی بداعمالیاں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے قتل سے شروع کیں اور خراسان کے شیطانوں و سجستان کے خارجیوں اور اصفہان کے کردوں کو آل ابی طالب کے اوپر مسلط کر دیا۔ وہ لوگ اولاد ابی طالب کو ہر ایک پتھر و کنکر کے نیچے سے ڈھونڈ کر قتل کرتے تھے اور ان کو میدانوں اور پہاڑوں میں سے تلاش کر کے نکال لیتے تھے یہ قدرتِ خداوندی تھی کہ ابومسلم کے اوپر وہ شخص مسلط ہو گیا جو سب سے زیادہ اس کا محبوب تھا۔ پس اس نے ابومسلم کو اسی طرح قتل کیا جس طرح اس نے لوگوں کو ابومسلم کی اطاعت میں قتل کیا تھا۔ شاہان عباسیہ کے قید خانے اہل بیتؑ رسالتؐ سے بھر دیئے گئے ان کے غائب کو ڈھونڈ کے نکالا گیا، اور ان کے حاضر کو قتل کیا گیا۔ یہاں تک عبداللہ بن محمد بن عبداللہ الحسینی ملک سندھ میں قتل کر دیئے گئے اور یہ سب بہت کم تھا۔ اس کے مقابلے میں جو ہارون نے ان میں سے قتل کیئے اور جو کچھ کہ موسیٰ نے اس کے قبل ان کے ساتھ کیا تھا۔ عباسیوں کی یہ حالت تھی کہ اگر خاندان رسالت میں سے کوئی امام یا سید مر جاتا تھا تو کوئی اس کے جنازے کے ساتھ نہ جاتا تھا اور نہ ان کی قبر میں مٹی ڈالتا تھا اور اگر ان کے ظالموں میں سے ...... کوئی مرتا تھا یا کوئی مسخرہ یا لہو و لعب کا آدمی مرتا تھا تو اس کے جنازے کے ساتھ حکام عدالت و قاضی جاتے تھے اور تعزیت کرنے والوں سے جن میں والیان ملک بھی شامل ہوتے تھے مسجد بھر جاتی تھی ان میں وہ لوگ صحیح و سالم رہتے تھے اور خوشی کی زندگی بسر کرتے تھے جن کو وہ جانتے تھے کہ یہ دہریئے یا فسطائی ہیں اور ان سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا جو مدرسوں میں مانی کے مذہب یا دہریت کی تعلیم دیتے تھے مگر جس شخص کو وہ جانتے تھے کہ شیعہ علی ہے۔ اس کا خون مباح کر دیتے تھے اور اس کو قتل کرتے تھے

اور جو شخص اپنے بیٹے کا نام علی رکھتا تھا اس کو قتل کر دیتے تھے۔ اور یہ کہنا ہی کافی ہے کہ شعراء قریش جو امیر المومنین علیؑ کی ہجو میں اشعار کہتے تھے اور مسلمانوں کے اشعار سے معارضہ کرتے تھے ان کے اشعار لوگوں میں فروغ پاتے تھے، اور ان کے سوانح حیات تحریر کیے جاتے تھے۔ اور ان کے اشعار کو واقدی و وہب جیسے مورخ روایت کرتے تھے۔ مثلاً کلبی واشرفی بن القطامی وہیثم بن عدی اور دواب بن الکنانی اور وہ شعراء شیعہ جو وصی مصطفےٰ[ع] کی مدح میں شعر کہتے تھے بلکہ جو صرف معجزات رسول خدا بیان کرتے تھے۔ ان کی زبان قطع کی جاتی تھی، اور ان کے دیوانوں کو چاک کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمار البرقی کے ساتھ کیا گیا اور جس طرح کہ منصور بن الزبرقان کی قبر اکھاڑی گئی اور جیسا کہ دعبل بن علی الخزاعی کے اوپر ظلم کیا گیا حالانکہ وہ مروان بن ابی حفصہ الیمانی کے رفقاء میں سے تھا۔ یہاں تک کہ ہارون و جعفر و متوکل کسی کو کچھ مال نہیں عطا کرتے تھے اور نہ کسی پر مہربانی و تلطف کرتے تھے جب تک کہ انہیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا تھا کہ یہ شخص آل ابی طالبؑ پر سب و شتم کرتا ہے اور مذہب نواصب و خارجی رکھتا ہے۔ مثل عبداللہ بن مصعب الزبیری و وہب بن وہب البختری کے اور شاعروں میں سے مثل مروان بن ابی حفصۃ الاموی کے اور ادیبوں میں سے مثل عبدالملک بن قریب الاصمعی کے۔ کتاب رسائل خوارزمی ص ۷۶ مطبوعہ مصر۔

جب اتنا معلوم ہو گیا تو فرمائیے کہ اب آپ کی عقل سلیم کیا کہتی ہے۔ حضرت علیؑ کے فضائل کی سچی احادیث بیان کرنے پر تو یہ ظلم و ستم ہوتا تھا تو پھر کوئی ان کے حق میں جھوٹی روایات کیوں وضع کرے گا۔ اور کس لالچ سے وضع کرے گا۔ علاوہ اس کے تمام کتب احادیث و تاریخ تو حکومت کے زیر اثر لکھی گئیں۔ حکومت کے حکم سے ان کی تدوین ہوئی۔ ان کتابوں میں حضرت علیؑ کے فضائل کی جھوٹی احادیث کے رہنے کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔ بلکہ خطرہ تو دوسری طرف ہے اور سچا خطرہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور دیگر اصحاب رسولؐ کے حق میں حکومت نے لالچ دلا کر اور انعامات و اکرامات دے کر احادیث موضوعہ درج کرائیں احادیث فضائل کے متعلق کتب احادیث و تاریخ کی جانچ پڑتال کرتے وقت یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیئے ورنہ غلط نتائج مستنبط ہوں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی کتاب البلاغ المبین و دیگر تصانیف و تالیفات میں یہ التزام کیا ہے۔ کہ تمام حوالے ان کتب احادیث و تاریخ کے دیئے ہیں جو سنی حضرات کی لکھی ہوئی ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ اپنے ممدوح کے خلاف کوئی جھوٹی بات نہیں لکھیں گے بلکہ سچی بات کو بھی توڑ مروڑ کر لکھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ہے۔ اور ہم نے بہت محنت و تلاش سے ان کی کئی تصانیف میں سے مطالب نکال کر ایک جگہ جمع کرنے پر نتائج اخذ کیے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ تمام تاریخ کی کتابیں سُنی حضرات کی لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ مولوی شبلی کہتے ہیں :- "تمام وہ بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے سنیوں ہی کی تصنیفیں ہیں اور بظاہر ان میں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ تاریخی واقعات کی نسبت ہم کو انہیں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ یہ عبارت بھی بہت غور کے قابل ہے۔ یہ صاف و صریح ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ تمام کتب تواریخ اسلامی سُنی حضرات کی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ بھی مولانا شبلی مانتے ہیں کہ واقعات تاریخی معلوم کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں سوائے ان سنیوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے۔ یہ مولوی شبلی کا خیال ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ مناظرہ کے ڈر سے کہہ دیا کہ بظاہر ان میں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔ لیکن پھر حق کی یہ صفت ہے کہ ناحق کو دبا کر ہی رہتا ہے۔ یہ صریح رائے مولوی شبلی نے نہیں دی کہ ان میں ذرا بھی تعصب و عناد کا شائبہ نہیں ہے۔ بلکہ بظاہر کے لفظ سے ثابت ہے کہ دراصل تو مذہبی عناد کی بناء پر اور ان کو مدنظر رکھ کر وہ تاریخی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن یہ تعصب عریاں نہیں کہ ظاہر ہو جائے۔ خاص لحاظ کا جملہ بھی حق کے اثر کو ظاہر کر رہا ہے۔ خاص لحاظ نہیں۔ لیکن عام طور سے وہ مذہبی تعصب ہی کو مدنظر رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ یہ بھی تو غور کرو کہ بڑی بڑی تاریخیں شیعوں نے کیوں نہ لکھیں۔ جو صاحبان فہم و اطلاع ہیں وہ جانتے ہیں شیعہ علماء و فضلاء کی کمی نہ تھی بلکہ حکومت کا ڈر و ظلم و ستم تھا۔ جو شیعوں کو کتب تاریخ لکھنے سے مانع ہوا۔ جھوٹ وہ لکھنا نہیں چاہتے تھے۔ سچ لکھنے کی اجازت نہ تھی لہٰذا خاموش رہے۔

جب حالات ایسے تھے تو کیا آپ گمان کر سکتے ہیں۔ کہ ان کی کسی کتاب میں صراحتاً یہ لکھا ہوا ہو گا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بلا فصل مقرر کر دیا تھا۔ لیکن حضرات شیخین نے آنحضرتؐ کی اس خواہش و حکم کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اور اس صورت میں تو حضرت علیؑ کے فضائل ان کی کسی کتاب میں مل جائیں تو انہیں سچا اور صحیح سمجھنا چاہیئے۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ ان حالات و واقعات کو آپ مدنظر رکھیں تو غزالی کی یہ بحث کہ اگر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا ہوتا تو یہ اطلاع صحابہ ہم تک ضرور پہنچی کتنی بے اثر معلوم ہوتی۔ یہ اطلاع ہم تک پہنچی تو ضرور لیکن اکثریت نے اس کو دبائے رکھا۔

اب ہم ان مؤرخین و محدثین و محققین کا ذکر کرتے ہیں جن کا حوالہ ہم نے البلاغ المبین میں دیا ہے۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ وہ سب اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار و وثوق ہیں۔ ہم نے ان کی ترتیب سنہ وفات کے لحاظ سے رکھی ہے۔ اور آخر میں ایک فہرست بھی لگا دی ہے جس سے تلاش میں آسانی ہوگی۔ ہمارا بہت سا کام ہلکا ہو جائے گا۔ اگر ہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ کے چند اقتباسات درج کر دیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جماعت اہل حکومت میں بہت پایہ کے محدث مانے جاتے ہیں۔ زمانہ آخر میں علم حدیث ان پر ہی

اسماء احادیث

؎ المامون مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ ص ۱۱۱ عنوان حضرت علی رضا علیہ السلام کی وفات اخیر صفر ۲۰۳ھ ہجری۔

ختم ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

احادیث صحیحہ منحصر نیست در صحیح بخاری ومسلم والیشاں استیعاب نکردہ اند تمام صحاح را بلکہ بعض صحاح کہ نزد ایشاں بود بر شرط ایشاں نیز نیاوردہ اند چہ جائے مطلق صحاح بخاری گفت کہ نیاوردہ ام من دریں کتاب مگر آنچہ صحیح است ونمیگویم کہ آنچہ نیاوردہ ام وروے ضعیف است ولابد دریں ترک وایتان وجہ تخصیص وترجیح خواہد بود از حیثیت صحت یا از جہت مقاصد دیگر۔ وحاکم ابو عبداللہ نیشاپوری کتابے تصنیف کردہ است کہ نام او مستدرک نہادہ است۔ یعنی آنچہ در بخاری ومسلم از احادیث صحاح فرو گذاشت شدہ است آں را تلافی و استدراک نمودہ ودریں کتاب آوردہ بعض بر شرط شیخین وبعض بر شرط یکے از ایشاں وبعض بر غیر شرط ایشاں وگفتہ است کہ ایشاں یعنی بخاری ومسلم حکم نہ کردہ اند کہ صحیح نیست احادیث غیر آنچہ ایشاں تخریج کردہ اند دریں دو کتاب۔ کتب متبرکہ مشہور اند در اسلام عبارت انداز صحیح بخاری ومسلم وجامع ترمذی وسنن ابی داؤد ونسائی وابن ماجہ ونزد بعض موطا است بدل ابن ماجہ۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۸ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ۔

ترجمہ:۔ جناب رسولؐ خدا کی تمام صحیح احادیث صرف بخاری ومسلم ہی میں ہی منحصر نہیں ہیں اور ان دونوں نے تمام صحیح احادیث کو جمع نہیں کیا ہے۔ بلکہ بہت سی صحیح احادیث جو ان دونوں کی شرائط صحت احادیث کے مطابق خود ان کے نزدیک صحیح ہیں وہ بھی جمع نہیں کیں چہ جائیکہ مطلقاً تمام صحیح احادیث تو کیا جمع ہوتیں خود بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب میں سب صحیح احادیث جمع کی ہیں اور بہت سی احادیث کہ صحیح تھیں ان کو چھوڑ دیا ہے۔ اور مسلم کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے اس کتاب میں جمع کی ہیں سب صحیح احادیث ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ وہ جو میں نے چھوڑ دی ہیں ضعیف احادیث ہیں ہم کہتے ہیں کہ اس ترک واختیار میں ضرور کچھ وجہ خصوصیت تھی۔ خواہ صحت کی وجہ سے ہو اور خواہ کسی اور مصلحت اور مقصد کی وجہ سے ہو اور ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام مستدرک رکھا ہے یعنی جو صحیح احادیث بخاری ومسلم نے چھوڑ دی ہیں ان کو دریافت کر کے اس میں جمع کیا ہے۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں جو ...... ان شرائط کے بموجب صحیح ہیں جو شیخین نے صحت احادیث کی جانچ کے لئے مقرر کی ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو ان دونوں میں سے ایک کی شرائط کے بموجب صحیح ہیں۔ بعض ایسی ہیں جو دیگر محدثین کے شرائط صحت کی جانچ پر صحیح اُترتی ہیں اور حاکم کہتے ہیں کہ خود بخاری ومسلم نے یہ نہیں کہا ہے کہ جو روایات واحادیث انہوں نے استخراج نہیں کی ہیں۔ وہ صحیح نہیں ہیں۔ اسلام میں جو چھ کتب

ابتدائی مراحل کو اُن میں داخل کیا گیا اور اسی طرح دنیا کی حالت کے مطابق رسل و انبیاء کی رسالت و نبوت کی کتر بیونت ہوتی گئی۔ حضرت عیسےٰ کی بعثت کے زمانہ تک دنیا کی اخلاقی حالت اس درجہ پر نہیں پہنچی تھی کہ وہ اپنے دنیاوی امور اخلاقِ حسنہ اور مذہبی اصُول کے مطابق طے کر سکے۔ ابھی تک دنیا پہ یہی اصول مسلط تھا کہ حق کا معیار فقط جسمانی طاقت ہے یورپ کی تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ عیسائیت کے شروع ہونے کے بہت زمانہ بعد تک ازمنہ وسطی تک حق و ناحق کی جانچ فقط جسمانی طاقت کے ذریعہ سے آپس میں لڑ کر کی جاتی تھی جس کو (DUEL) کہتے تھے کمزور بادشاہوں اور سلطنتوں کو بغیر معقول وجہ کے ان کے طاقتور ہمسائے نیست و نابود کر دیتے تھے۔ معمولی اخلاقی اصول کو حکومت و سیاست کے مقابلہ میں نظر انداز کیا جاتا تھا۔ رعایا کی ذہنیت اور ان کے بود و باش کا ماحول ابھی ایسا نہیں تھا کہ حکومت اخلاقی و مذہبی اصُول پر چل سکے۔ ابھی طبیعتِ انسانی میں فطرت بہیمہ کا خلط زور وقل پر تھا لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ پہلے اسے مدھم کیا جائے اور مذہب کی تعلیم یہ ہو کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا رخسارہ اس کے آگے کر دو۔ لیکن یہ اصُول حکمرانی کے لئے موزوں نہیں ہے حکمرانی میں سب سے پہلے قصاص ضروری ہوتا ہے اگر یہ حکم ہوتا کہ سلطنت بھی اس ہی اصُول کے مطابق کرو اگر کوئی غنیم ایک صوبہ پر چڑھائی کرے تو تم دو صوبے اس کے حوالے کر دو۔ تو کانسٹینٹائن کیا بلکہ کوئی بادشاہ عیسائیت قبول نہ کرتا۔ ان امور کو مدِ نظر رکھ کر سلطنت و حکومت کو نبوّت کے دائرہ سے باہر رکھا گیا۔ اعتراض ہو سکتا ہے کہ انبیاء میں سے حضرت یوسفؑ اور حضرت سلیمانؑ و حضرت داوٗدؑ نے سلطنت کی ہے اور جب ان نبیوں نے سلطنت کی تو معلوم ہوا کہ حکومت ان کے دائرہ نبوت کے اندر تھی۔ لیکن یہ اعتراض درست نہیں ہے انبیاء کے لئے حکومت کرنا کوئی حرام تو نہیں اگر اجتماع واقعات سے ایک نبی بادشاہ ہو جاتا ہے تو یہ نہیں کہیں گے کہ حکومت ظاہری بھی اس کی نبوت کا جزو تھی۔ ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تک انبیاء کے لئے دنیاوی حکومت اُن کے فرائض نبوت میں سے ایک فرض نہ تھا۔ ہر ایک نبی کی اُمّت پر فرض تھا کہ وہ اپنے نبی یا رسول کی طاعت کرے لیکن دنیاوی سلطنت میں وہ اُمت خود کسی اور بادشاہ کی محکوم ہوتی تھی۔ علاوہ اس کے حضرت یوسفؑ اور حضرت سلیمانؑ خود کوئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ اپنے سے پہلے انبیاء کی شریعت کی تجدید کے لئے مامور ہوئے تھے اس میں ایزادی و کمی نہیں کر سکتے تھے لہٰذا اُن کا بادشاہ ہونا یہ نہیں ثابت کرتا کہ حکومت اُن کی نبوّت کا ایک جزو تھی حضرت داوٗدؑ ضرور ایک کتاب لائے تھے لیکن زبُور کے مطالعہ سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ حکومت کو حضرت داوٗدؑ کی نبوت کا جزو قرار دیا تھا درآنحالیکہ قرآن شریف کے مطالعہ سے صاف عیاں ہے کہ حکومت الٰہیہ قائم کرنا آنحضرتؐ کا جزو نبوت تھا۔ ہمارے اس بیان کی تشریح کہ آنحضرتؐ سے پہلے نبوت کو بادشاہت سے بالکل علیحدہ رکھا جاتا تھا۔ طالوت بادشاہ کے قصہ سے بہت اچھی

احادیث مشہور ہیں وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ ہیں۔ بعض لوگ سنن ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو رکھتے ہیں۔

اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث تمام اپنے ائمہ حدیث کا ذکر کرتے ہیں جن کی مرویہ احادیث پر ان کے مذہب کی اساس قائم ہے اور وہ یہ ہیں:-

ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری (ولادت سنہ ۱۹۴ھ روز جمعہ بعد نماز عصر ۱۳ یا ۱۶ شوال ۲۱ یا ۲۴ جولائی سنہ ۸۱۰ء وفات سنہ ۲۵۶ھ شب شنبہ غرہ شوال یکم نومبر سنہ ۸۷۰ء)۔

ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری (ولادت سنہ ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء یا سنہ ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء۔ وفات شب یک شنبہ ۲۴ ماہ رجب سنہ ۲۶۱ھ ۴ مئی سنہ ۸۷۵ء)۔

ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک (ولادت سنہ ۹۵ھ / ۷۱۴ء وفات سنہ ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء)

ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (ولادت سنہ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء وفات سنہ ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء روز جمعہ ماہ رجب)

امام احمد حنبل (ولادت سنہ ۱۶۴ھ / ۷۸۰ء وفات سنہ ۲۴۱ھ / ۸۵۵ء)۔

ابوداؤد سجستانی (ولادت سنہ ۲۰۲ھ / ۸۱۷ء وفات سنہ ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء)۔

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ابن سورۃ بن موسیٰ ترمذی (ولادت سنہ ۲۰۹ھ / ۸۲۴ء وفات سنہ ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء)

ابوعبدالرحمٰن ابن احمد بن شعیب نسائی (ولادت سنہ ۲۱۵ھ / ۸۳۰ء وفات سنہ ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء)

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ (ولادت سنہ ۲۰۹ھ / ۸۲۴ء وفات سنہ ۲۷۳ھ / ۸۸۶ء)

ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی (ولادت سنہ ۱۸۱ھ / ۷۹۷ء وفات سنہ ۲۵۵ھ / ۸۶۹ء)

ابوالحسن بن علی بن عمر الدارقطنی (ولادت سنہ ۳۰۵ھ / ۹۱۷ء وفات سنہ ۳۸۵ھ ۲۲ ذیقعدہ ۱۸ دسمبر سنہ ۹۹۵ء روز چہار شنبہ)۔

ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (ولادت سنہ ۳۸۴ھ / ۹۹۴ء وفات سنہ ۴۵۸ھ / ۱۰۶۶ء)

امام نووی محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (ولادت سنہ ۶۳۱ھ اول محرم ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۲۳۳ء وفات سنہ ۶۷۶ھ شب چہار شنبہ ۱۴ رجب ۱۲ دسمبر سنہ ۱۲۷۷ء)

ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی ولادت سنہ ۵۱۰ھ / ۱۱۱۶ء وفات سنہ ۵۹۷ھ / ۱۲۰۱ء)

بوقت مناظرہ اکثر اَن پڑھ ملّا کہہ دیا کرتے ہیں کہ بس ہم تو صحیح بخاری کو مانتے ہیں۔ جو اس میں ہے وہ صحیح ہے جو اس کے باہر ہے وہ غلط ہے۔ حدیث غدیر اس میں نہیں ہے لہٰذا وہ غلط ہے اس کا جواب خود اُن کو اپنے علماء سے مل گیا۔ کہ بعض مقاصد و اغراض کی وجہ سے صحیح احادیث بھی درج نہیں کیں۔

اب ہم ان محدثین و مورخین و محققین و رواۃ کا ذکر کرتے ہیں جن کا حوالہ ہم نے البلاغ المبین میں دیا ہے اور ثابت کرتے ہیں کہ وہ سب اہلسنت والجماعت کے نزدیک قابلِ اعتبار و مستند ہیں۔ ہم نے ان کی ترتیب سنہ وفات کے لحاظ سے رکھی ہے اور آخر میں ایک فہرست

بھی لگادی ہے تاکہ تلاش میں آسانی ہو۔

ابوداؤد سلیمان بن داؤد البصری (ولادت ۱۲۴ھ ۷۴۲ء وفات ۲۰۴ھ ۸۱۹ء)

ابوداؤد الطیالسی اُستاد و شیخ تھے امام احمد حنبل کے۔

علامہ ذہبی کہتے ہیں:-

ابوداؤد الطالسی الحافظ الکبیر سلیمان بن الجارود .... احد الاعلام الحفاظ .... قال الفلاس مارایت احفظ منہ وقال رفیقہ ابن مھدی ھو اصدق الناس وقال عامر بن ابراھیم سمعت اباداؤد یقول کتبت عن الف شیخ وقال وکیع مابقی احد احفظ لحدیث طویل ابی داود فبلغہ ذالک فقال ولا قصیر وقال ابن المدینی مارایت احفظ منہ وقال عمر بن شبہ کتبوا عن ابی داؤد عن حفظہ اربعین الف حدیث۔

ترجمہ

ابوداؤد الطیالسی سلیمان بن داؤد بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ فلاس کہتے ہیں کہ ابوداؤد سے زیادہ حافظ حدیث میں نے نہیں دیکھا اور اس کے رفیق ابن مہدی کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ صادق اللہجہ تھے۔ عامر بن ابراہیم کہتا ہے کہ میں نے ابوداؤد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار اُستادوں سے احادیث تحریر کی ہیں۔ وکیع کہتے ہیں۔ طولانی احادیث حفظ کرنے میں ابوداؤد سے بہتر کوئی نہ تھا جب یہ قول ان تک پہنچا تو انہوں نے کہا کہ مختصر احادیث پر بھی یہ جملہ حاوی ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد سے زیادہ بہتر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ عمر بن شبہ کہتا ہے کہ ابوداؤد سے ان کے حافظہ سے لوگوں نے ۴۰ ہزار احادیث لکھی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۳۲۰، ۳۲۱)۔

نیز ملاحظہ ہو مرأۃ الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۲۹۔ شرح زرقانی مواہب لدنیہ قسطلانی الجزء الاول ص ۲۲۴ مقالید الاسانید ابومہدی عیسیٰ بن محمد الثعالبی المکی المغربی۔ بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز۔

محمد بن عمر الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ ۸۲۲ء صاحب تاریخ۔

اس تاریخ کا مکمل ترجمہ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ اس حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

محمد بن عمر الواقدی

اس کی تاریخ کی صحت مستند ہے۔ احادیث کے متعلق دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت جو اکثریت میں ہے واقدی کی توثیق و تصدیق کرتی ہے۔ دوسری جماعت جو فلسفۂ قیاس پر انحصار کرتی ہے اور جس میں مولوی شبلی ہندی شامل ہیں اس کی احادیث کے متعلق تضعیف کرتی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ان کی مغازی تاریخ اسلام کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ علامہ ذہبی اپنی کتاب میزان الاعتدال میں بترجمہ محمد بن عمر الواقدی لکھتے ہیں:-

قال محمد بن سلام الجمحی ھو عالم　　　محمد بن سلام الجمحی کہتا ہے کہ واقدی اپنے زمانہ

وقال ابراھیم الحربی الواقدی امین الناس علی الاسلام وکان اعلم الناس بامر الاسلام ناما الجاھلیۃ فلم یعلم فیھا شیئًا وقال مصعب الزبیری واللہ ما راینا مثل الواقدی قط وعن الدراوردی قال الواقدی امیر المومنین فی الحدیث ...... وقال یعقوب بن شبیۃ لما تحول الواقدی من الجانب الغربی یقال انہ حمل کتبہ علی عشرین ومائۃ وقر وقیل کان لہ ستمأتہ قمطر کتب وقد وثقہ جماعۃ فقال محمد ابن اسحاق الصغانی واللہ لولا انہ عندی ثقۃ ماحدثت عنہ وقال مصعب ثقۃ مامون ...... قال جابر بن کردی سمعت یزید بن ھارون یقول الواقدی ثقۃ وکذا وثقہ ابو عبید وقال ابراھیم الحربی من قال ان مسائل مالک وابن ابی ذئب تؤخذ من اوثق من الواقدی فلا یصدق قال الخطیب فی تاریخہ قدم الواقدی بغداد وولی قضاء الجانب الشرقی منھا وقال وھو ممن طبق الارض شرقھا وغربھا ذکرہ ولم یخف علی احد عرف اخبار الناس امرہ وسارت الرکبان بکتبہ فی فنون العلم من المغازی والسنن والطبقات واخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم والاحداث الکائنۃ فی وقتہ وبعد وفاتہ وکتب الفقہ واختلاف الناس

کا عالم تھا اور ابراہیم الحربی کہتا ہے۔ کہ واقدی سب سے زیادہ اسلام کی امانت قائم رکھنے والا ہے اور سب سے زیادہ امر اسلام کا واقف تھا۔ ہاں جاہلیت کے امور سے بے خبر تھا اور مصعب الزبیری کہتا ہے کہ قسم بخدا میں نے واقدی جیسا عالم کوئی اور نہیں دیکھا دراوردی کہتا ہے کہ واقدی حدیث کا امیر المومنین ہے اور یعقوب بن شیبہ کہتا ہے کہ جب واقدی نے جانب الغربی سے انتقال مکان کیا تو ۱۲۰ اونٹوں پر اس کی کتابیں لادی گئیں اور کہا جاتا ہے کہ اسکے پاس سات سو الماریاں کتابوں کی تھیں اور ایک جماعت علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔ چنانچہ محمد بن اسحق الصنعانی کہتا ہے کہ قسم بخدا اگر وہ میرے نزدیک ثقہ نہ ہوتا تو میں واقدی سے کچھ روایت نہ کرتا مصعب کہتا ہے کہ وہ ثقہ اور مامون ہے۔ جابر بن کردی کہتا ہے۔ کہ میں نے یزید بن ہارون کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ واقدی ثقہ تھا۔ اور ایسا عالم تھا وغیرہ وغیرہ۔ اور ابو عبید نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ اور ابراہیم الحربی کہتا ہے کہ جو یہ کہے کہ مالک اور ابن ابی ذئب کے مسائل واقدی سے زیادہ معتبر سمجھے جاتے ہیں تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ خطیب اپنی تاریخ میں کہتا ہے کہ واقدی بغداد میں آکر عہدۂ قضا جانب شرقی شہر پر مامور ہوا تھا اور وہ وہ شخص تھا کہ جس کے ذکر نے زمین کے شرق و غرب پر احاطہ کر لیا تھا اور ہر ایک شخص جانتا تھا۔ کہ واقدی علم تاریخ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اور اٹھانے والوں نے اٹھائیں اس کی کتابیں جو مغازی و سنن و طبقات و اخبار رسولِ خدا

فی الحدیث وغیر ذلك الی ان قال وکان جواداً مشهوراً لسخاً قلت وقد سقت جملة من اخبار الواقدی وجوده وغیر ذلك فی تاریخی الکبیر ومات وهو علی القضا سنه سبع ومأتین فی ذی الحجه -

میزان الاعتدال ذهبی المجلد الثالث ترجمہ محمد بن عمر ص ۱۱۰ - ۱۱۱ -

پر مشتمل تھیں اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی اور اس نے فقہ پر اور اختلاف حدیث پر کتابیں لکھیں اور وہ نہایت سخی اور فیاض تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ تمام لوگ اس کے علم اور اس کی سخاوت سے فیض یاب ہوئے۔ بوقت وفات وہ اپنے عہدۂ قضاء پر مامور تھا اور وہ ماہِ ذی الحجہ ۲۰۷ھ ہجری میں فوت ہوا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حدیث غدیر کا ذکر کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں :-

روایت نہ کردہ اند اور از اہل حفظ و اتقان کہ در طلب حدیث طواف بلاد و سیر امصار کردہ اند مثل بخاری و مسلم و واقدی و غیر ایشاں از اکابر اہل حدیث۔ یعنی حدیث غدیر کو اہل حفظ و اتقان نے جنہوں نے طلب حدیث میں شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے۔ نقل نہیں کیا مثلاً بخاری و مسلم و واقدی وغیرہ۔

اس سے نتیجہ نکلا کہ واقدی کی عظمت و جلالت شان بخاری و مسلم کے ہم پلہ ہے اور اس کا حدیث غدیر کو روایت نہ کرنا حدیث غدیر کی صحت پر بہت برا اثر رکھتا ہے۔

تاریخ یعقوبی

تالیف :- احمد بن ابی یعقوب بن واضح کاتب عباسی۔

مولوی شبلی اس مؤرخ کی نسبت لکھتے ہیں :-

یہ تیسری صدی کا مؤرخ ہے۔ مجھ کو اس کے حالات رجال کی کتابوں میں نہیں ملے لیکن اس کی کتاب خود شہادت دیتی ہے کہ وہ بڑے پایہ کا مصنف ہے۔ چونکہ اس کو دولت عباسیہ کے دربار سے تعلق تھا اس لئے تاریخ کا اچھا سرمایہ بہم پہنچا سکا ہے۔ اس کی کتاب جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے لیڈن میں بمقام لندن ۱۸۸۳ء میں چھاپی گئی ہے۔ الفاروق حصہ اول دیباچہ ص ۷۔

۴ ابو محمد عبدالملک بن ہشام متوفی ماہِ رجب ۲۱۸ھ اگست ۸۳۲ء صاحب سیرۃ النبی۔

یہ مکمل کتاب بھی بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ چار مجلدات میں ہے اور بمقام قاہرہ مطبع حجازی میں طبع ہوئی ہے۔ اس کی طباعت کے متعلق ایک مختصر نوٹ محمد حسین ہیکل

نے لکھا ہے۔ اور اس پر ایک عالمانہ مقدمہ مع حواشی اور تراجم ابن ہشام و محمد ابن اسحٰق جامع ازہر کے مدرس محمد محی الدین عبدالحمید نے لکھے ہیں۔ کاغذ و طباعت نہایت عمدہ زمانۂ حال کے مطابق ہے۔

یہ کتاب ملخص ہے ایک پہلی سیرۃ سے جو محمد بن اسحٰق بن یسار بن خیار شاگرد امام زہری نے لکھی تھی۔ محمد بن اسحٰق ۸۵ھ میں بمقام مدینہ پیدا ہوئے اور ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے انہوں نے یہ سیرۃ منصور عباسی کے حکم سے لکھی تھی۔ اصل عبارت عربی پروفیسر محمد محی الدین عبدالحمید کی یہ ہے:۔

ثم رحل الی العراق وطابت له فیها الحیاة ناطمأن الی البقاء بها وفیها اتصل با امیرالمومنین ابی جعفر المنصور وصنف کتاب السیرة بامره لابنه۔

یعنی پھر محمد ابن اسحاق عراق کی طرف چلے گئے وہاں کی زندگی انہیں پسند آئی اور وہیں رہنے لگے۔ امیرالمومنین ابو جعفر المنصور عباسی کے دربار میں داخل ہو گئے اور انہوں نے یہ کتاب سیرۃ خلیفہ کے حکم سے اس کے بیٹے کے لئے لکھی۔

ناظرین نوٹ کرتے جائیں کہ کتب تاریخ و سیر کی تصنیف و تالیف سلطنت کا کس قدر ہاتھ تھا۔ اس کے حکم سے یہ کتابیں لکھی جاتی تھیں اور ظاہر ہے ان میں یہ التزام کیا جاتا تھا کہ کوئی امر خلاف طبع خلیفہ نہ ہو۔ بنو امیہ و بنو عباس کو جو عناد اہلبیتؑ رسولؐ سے تھا وہ ظاہر ہے اس کا ہر ایک مؤرخ معترف ہے۔ بدیہی ہے کہ ان امور کا نتیجہ کیا ہوگا۔

علامہ شبلی ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

> محمد بن اسحٰق نے فن مغازی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ وہ امام فن مغازی کے نام سے مشہور ہیں۔ محمد بن اسحٰق تابعی ہیں۔ متعدد صحابہ کو دیکھا تھا۔ علم حدیث میں کمال تھا۔ امام مالک ان کے سخت مخالف ہیں لیکن محدثین کا عام فیصلہ یہ ہے۔ کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں اسناد کے قابل ہیں۔ امام بخاری نے جزء القراۃ میں ان سے روایت کی ہے۔ اور تاریخ میں تو اکثر واقعات انہی سے لیتے ہیں۔
>
> فن مغازی کو انہوں نے اسقدر ترقی دی اور اسقدر دلچسپ بنا دیا کہ خلفاء عباسیہ جو زیادہ تر اور قسم کی تصنیفات کا مذاق رکھتے تھے۔ ان میں مغازی کا مذاق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ابن عدی نے ان کے اس احسان کا خاص طرح پر ذکر کیا ہے۔ ابن عدی نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اس فن میں کوئی تصنیف ان کی تصنیف کے رتبہ کو نہیں پہنچی۔ سیرۃ النبیؐ مولوی شبلی جلد اول تقطیع کلاں ص ۱۶، ۱۷۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ امام مالک ابن انس اور ہشام بن عروہ بن الزبیر ان کے

سخت مخالف تھے اور ان کے علم و تصنیفات کی تحقیر و تذلیل و قدح کرتے تھے۔ لیکن اس کا سبب ایماندارانہ اختلاف نہ تھا بلکہ ذاتیات پر مبنی تھا۔ پروفیسر جامع ازہر مولوی محمد محی الدین عبدالحمید نے اس عداوت کو بیان کیا ہے اور اختصار کے ساتھ سبب عداوت بھی بیان کیا ہے۔ سفیان ثوری، ابن شہاب زہری، حماد بن زید حماد بن سلمہ اور ابراہیم بن سعد ان کے مداحوں میں سے تھے اور ان کی عظمت و جلالت کے مقر تھے۔ پروفیسر صاحب موصوف کی عبارت ہم نقل کرتے ہیں:-

وقد ذکر الخطیب فی تاریخ بغداد شیئاً کثیراً من اقوال الفریقین فیہ وذکر بعض السبب فی تجریح بعض العلماء لہ فارجع الیہ ان شئت فلسنا نرید ان نطیل علیک۔ ولکنا مع ھذا لا نضمن بذکر لمحۃ عاجلۃ نبین فیہا سبب ھذہ العداوۃ ونتائجھا۔

خطیب نے تاریخ بغداد میں دونوں فریق کے اقوال کثرت سے نقل کئے ہیں اور وہ وجوہات بھی بیان کی ہیں کہ بعض علماء کیوں محمد بن اسحٰق کی جرح کرتے تھے ناظرین ان کی طرف رجوع کر سکتے ہیں ہم بخوف طوالت ان کو بیان نہیں کرنا چاہتے لیکن ہاں مختصر طور سے ہم وہ اسباب اور ان کے نتائج ضرور بیان کریں گے کہ جو اس عداوت کا باعث تھے۔

کان محمد بن اسحاق قد روی حدیثاً عن فاطمہ بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بکر وکانت فاطمہ بنت المنذر زوج ھشام بن عروہ بن الزبیر فغاظ ذالک ھشاماً واخذ یطعن علی بن اسحاق ویکذبہ یرید بذلک ان ینفی انہ رایٰ امرائتہ فکان یقول العدو اللہ الکذاب یروی عن امراتی واین راھا۔۔۔۔۔۔۔

محمد بن اسحٰق احادیث کی روایت فاطمہ بنت المنذر زوجہ ہشام بن عروہ بن الزبیر سے کرتا تھا۔ اس بات نے ہشام بن عروہ کو غیظ دلایا اور وہ محمد بن اسحاق کی عیب جوئی اور تکذیب کرنے لگا اس سے اس کا منشاء تھا کہ اس بات کی تردید کر دے کہ محمد ابن اسحاق نے اس کی عورت کو دیکھا۔ چنانچہ وہ کہا کرتا تھا۔ یہ عدو اللہ کذاب ہے۔ یہ میری عورت سے روایت کرتا ہے اس نے اس کو کہاں دیکھا تھا۔

واما حنق مالک بن انس رضی اللہ عنہ علی ابن اسحاق فقد کان لہ سببان، فقد کان ابن اسحاق یجرح مالکاً فی نسبہ ویزعم انہ مولی من موالی بنی تیم بن مرۃ وقد کان بعد ذالک یطعن فی علم مالک روی الخطیب

اور مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے کینہ کے دو اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ محمد ابن اسحٰق مالک کے نسب میں طعن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مالک بنو تیم بن مرۃ کے موالیوں میں سے ایک مولیٰ (غلام) ہے۔ اور دوسرا سبب یہ تھا کہ یہ مالک کے علم میں بھی طعنہ کرتا تھا۔ خطیب

البغدادی قال قال ابن ادریس قلت لمالک بن انس وذکر المغازی۔ قال ابن اسحاق انا بیطارھا فقال قال لک انا بیطارھا نحن نفیناہ من المدینۃ وحدث الخطیب ایضاً عن عبد اللہ بن نافع ان ابن اسحاق کان یقول ائتونی ببعض کتب مالک حتی ابین عیوبہ انا بیطار کتبہ فکان ھذان الامران سببا فی ان ینطلق لسان مالک رحمۃ اللہ فینال من عرض ابن اسحاق ویجرحہ۔

بغدادی کہتے ہیں ابن ادریس نے بیان کیا کہ انہوں نے (ابن ادریس نے) مالک بن انس سے کہا کہ ابن اسحٰق کہتا ہے کہ میں مالک کی تصانیف کو شگافتہ و رائیگاں کرتا ہوں۔ اس پر مالک نے ابن ادریس سے کہا کہ اس نے تم سے تو یہ کہا اور ہم اس کو مدینہ سے جلا وطن کر دیں گے۔ خطیب بغدادی نے عبداللہ ابن نافع سے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابن اسحٰق کہا کرتا تھا کہ مالک کی کتابیں میرے پاس لاؤ میں ان کے عیوب ظاہر کر دوں میں اس کی کتابوں کو رائیگاں کرنے والا ہوں۔ بس یہ دو وجوہات تھے جنہوں نے مالک کو محمد ابن اسحٰق کی جرح و قدح کرنے پر آمادہ کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام الجزء الاول مقدمہ ص ۲۶، ۲۷۔)

اس واقعہ پر اچھی طرح غور کرنا چاہیئے۔ دو امور نہایت نمایاں ہیں۔ ایک تو یہ دیکھو کہ ہشام بن عروہ بن الزبیر کی غیرت و حمیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک غیر شخص اس کی بیوی سے روایت کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اس عورت سے ملا ہوگا اور گفتگو کی ہوگی۔ دراں حالیکہ اس کی عورت اس شخص سے سترہ برس بڑی تھی جیسا کہ اس ہی ترجمہ میں آگے چل کر بیان کیا ہے جناب رسولِ خدا کی غیرت و حمیت تو مشہور ہے۔ ان کی روح پر کتنا صدمہ پہنچتا ہوگا۔ جب حضرت عائشہ اپنے ہم عمر نامحرموں سے آزادی کے ساتھ روایات بیان کیا کرتی تھیں جیسا کہ کتب احادیث میں درج ہے۔ ان روایات کا مضمون بھی ایسا ہوتا تھا کہ مردوں کو آپس میں بیان کرنے سے حیا آتی ہے۔ ہر ایک حدیث کی کتاب کو اٹھا کر دیکھ لو۔ اور مسند امام حنبل الجزء السادس تو تقریباً سارا ہی حضرت عائشہ کی ان روایات سے بھرا ہوا ہے اس کی غرض وہ ہی ایک سیاسی غرض تھی۔ کہ اُمت محمدیہ پر واضح ہو جائے کہ جناب رسولؐ خدا کو حضرت عائشہ سے اس قدر عشق تھا۔ لہٰذا حضرت عائشہ جس فریق کی طرف ہوں اس فریق کو فضیلت حاصل ہوگی فوقیت حاصل ہوگی۔ اور وہ فریق ظاہر ہے کہ ان کے والا ماجد حضرت ابوبکر والا فریق ہے۔ حضرت عائشہ سے جتنی احادیث مروی ہیں اتنی اور کسی سے نہیں اور اس قسم کی محبت و عشق والی روایات تو محض حضرت عائشہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ حضرت ام سلمہ جب روایت کرتی تھیں اپنے غلام یا قریبی رشتہ دار سے کرتی تھیں۔ دیکھئے اس سقیفہ سازی نے آنحضرتؐ کی روح کو کس قدر تکلیف دی۔ اُدھر تو ان کی اولاد کا حق چھینا گیا۔ حضرت فاطمہؑ فریاد کرتی کرتی رحلت کر گئیں۔ ادھر ناموس کی اس طرح توہین ہوئی۔

دوسرا امر قابلِ توجہ یہ ہے کہ مالک ابن انس ائمہ اربعہ میں سے ایک امام ہیں۔ ان کی یہ حالت

ہے کہ حق و انصاف کو اپنی ذاتی عداوت و رنج پر قربان کرتے ہیں۔ یہ بات صاحب علم کی شان سے بعید ہے۔

ابن ہشام کے متعلق علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ "ابن ہشام کا نام عبدالملک ہے۔ وہ نہایت ثقہ اور نامور محدث و مورخ تھے۔" سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۔

پروفیسر محمد محی الدین عبدالحمید لکھتے ہیں:۔

ھو ابو محمد عبدالملک بن ھشام بن ایوب الحمیری المعافری المشھور بحمل العلم و روایته المتقدم فی علم النحو والنسب …… وقد روی ابن ھشام سیرۃ ابن اسحاق عن الحافظ المتقین ابی محمد زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی العامری الکوفی المتوفی فی عام ثلاث وثمانین و مائة من الھجرۃ وکان زیادا تقن من روی السیرۃ عن ابن اسحاق۔	ابو محمد عبدالملک بن ہشام مشہور صاحب علم تھے اور علم کی روایت کرنے میں بہت عظمت رکھتے تھے۔ علم نحو و نسب میں متقدم تھے …… ابن ہشام نے سیرۃ ابن اسحق کو حافظ ابو محمد زیاد بن عبداللہ بن الطفیل البکائی متوفی ۱۸۳ھ/۷۹۹ء سے روایت کیا ہے۔ اور یہ زیاد سیرۃ ابن اسحاق کے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ متقی۔ محتاط اور پرہیزگار تھے۔

نیز دیکھو بغیۃ الوعاۃ سیوطی۔

۵۔ محمد بن سعد کاتب الواقدی (وفات ۴ جمادی الآخر سنہ ۲۳۰ھ ۱۶ فروری ۸۴۵ء) صاحب طبقات الکبریٰ۔

محمد بن سعد کاتب الواقدی

یہ کتاب نہایت صحت و اہتمام کے ساتھ ہالینڈ کے مقام لیدن میں چھپی ہے۔ اس کے کل مجلدات پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہیں۔ میں نے یہ کتاب وہیں سے لے کر مطالعہ کی تھی اس کے متعلق مولوی شبلی لکھتے ہیں:۔

محمد بن سعد کاتب الواقدی۔ المتوفی سنہ ۲۳۰ھ۔ نہایت ثقہ اور معتمد مؤرخ ہے اگرچہ اس کا اُستاد واقدی ضعیف الروایت ہے۔ لیکن خود اس کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اس نے ایک کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے حالات میں نہایت بسط و تفصیل سے دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر بہ سند لکھا ہے۔ یہ کتاب طبقات ابن سعد کے نام سے مشہور ہے۔ (الفاروق حصہ اول دیباچہ ص ۷)

ابن سعد نے آنحضرتؐ اور صحابہ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہوسکا۔

ابن سعد مشہور محدث ہیں۔ محدثین نے عموماً لکھا ہے۔ کہ گو ان کے اُستاد

(واقدی)، قابل اعتبار نہیں لیکن وہ خود قابل سند ہیں۔ خطیب بغدادی نے انکی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کان من اہل العلم والفضل والفہم والعدالۃ صنف کتابًا کبیرًا فی طبقات الصحابہ والتابعین الی وقتہ فاجادوا حسن۔

سیرۃ النبی جلد اول حصہ اول ص ۱۸۔

ابن خلقان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں:۔

ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الزہری کاتب الواقدی کان احد الفضلاء النبلاء الاجلاء وصحب الواقدی المذکور قبلہ زمانہ وکتب لہ فعرف بہ وسمع سفیان بن عیینۃ وانظارہ وروی عنہ ابو بکر بن ابی الدنیا وابو محمد الحارث ابن ابی اسامہ التیمی وصنف کتابًا کبیرًا فی طبقات الصحابہ والتابعین والخلفاء الی وقتہ فاجاد فیہ واحسن وھو یدخل فی خمس عشرہ مجلدۃ ولہ طبقات اخری صغری کان صدوقا ثقۃ ویقال اجتمعت کتب الواقدی عند اربعۃ انفس اولھم کاتبہ محمد بن سعد المذکور وکان کثیر عزیز الحدیث والروایۃ کثیرا لکتب کتب الحدیث والفقہ وغیرھما وقال الحافظ ابوبکر الخطیب صاحب تاریخ بغداد فی حقہ محمد بن سعد عندنا من اہل العدالۃ وحدیثہ یدل علی صدقہ فانہ یتحری فی کثیر من روایاتہ وھو من موالی الحسین بن عبیداللہ بن العباس بن عبدالمطلب وتوفی یوم الاحد لاربع خلون من جمادی الآخرۃ سنۃ ثلاث ومائتین ببغداد ودفن

ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الزہری کاتب واقدی نہایت عظیم الشان عالم وفاضل تھا۔ کچھ عرصہ واقدی کی کتابیں لکھیں سماعت حدیث سفیان بن عیینۃ اور ان کے اعیان سے کی اور اس سے روایت حدیث ابوبکر بن ابی الدنیا اور ابومحمد الحارث نے کی ہے۔ اس نے طبقات الکبریٰ صحابہ وتابعین اور اپنے وقت تک کے خلفاء کے حالات میں تصنیف کی۔ اور وہ نہایت عمدہ اور اعلیٰ لکھی ہے۔ اور اس کے پندرہ مجلدات ہیں۔ طبقات صغریٰ بھی اس نے لکھی ہے۔ وہ ثقہ اور صدوق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ واقدی کی ساری کتابیں صرف چار آدمیوں کے پاس جمع ہوئی تھیں ان میں سے ایک اس کا کاتب محمد بن سعد ہے۔ یہ نہایت صحیح اور تعداد میں بہت زیادہ احادیث روایت کرتا تھا اور اس لئے بہت سی کتابیں حدیث وفقہ وغیرہ لکھی ہیں۔ حافظ ابوبکر خطیب صاحب تاریخ بغداد بیان کرتا ہے کہ ہمارے درمیان محمد بن سعد اہل عدالت میں سے ہے اور اس کی احادیث اس کے صدق پر دلالت کرتی ہیں اور وہ حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن العباس کا غلام تھا۔ اتوار کے دن ۴ رجمادی الآخر ۲۰۳ھ میں بغداد میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔ اس کی عمر ۶۲ سال کی ہوتی۔ (کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے چاہیئے ۲۳

فی مقبرہ باب الشام وھو ابن اثنتین،
وستین سنۃ۔

وفیات الاعیان ابن خلکان منقول از تشئید المطاعن ص ۶۸۲

نیز ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی و میزان الاعتدال ذہبی الجزء الثالث ص ۶۳۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی المجلد الثانی ص ۱۲، مراۃ الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۱۰۰۔

۰۶۔ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المعروف بہ ابی بکر بن ابی شیبہ متوفی محرم ۲۳۵ھ اگست ۸۴۹ء نہایت مشہور عالم ہیں۔ علامہ ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں:۔

ابوبکر بن ابی شیبہ الحافظ عدیم النظیر الثبت التحریر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراھیم بن عثمان بن حواسی العبسی مولاھم الکوفی صاحب المسند والمصنف وغیر ذالک سمع من شریک القاضی وابی الاحوص ...... وعنہ ابو زرعہ والبخاری ومسلم وابو داؤد وابن ماجہ وابوبکر بن ابی عاصم .... قال احمد ابوبکر صدوق ھو احب الی من اخیہ عثمان وقال العجلی ثقۃ حافظ وقال الفلاس ما رایت احفظ من ابی بکر بن ابی شیبہ وکذا قال ابو زرعہ الرازی وقال ابو عبید انتھی الحدیث الی اربعۃ فابوبکر بن ابی شیبہ اسردھم لہ واحمد افقھھم فیہ وابن معین اجمعھم لہ وابن المدینی علمھم بہ قال صالح بن محمد اعلم من ادرکت بالحدیث وعللہ علی ابن المدینی واحفظھم لہ عند المذاکرۃ ابوبکر بن ابی شیبہ وعن ابی عبید قال احسنھم وضعا للکتاب ابوبکر بن ابی شیبہ وقال الخطیب کان ابوبکر متقنا حافظا

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ عالم کامل اور اپنے فن حدیث میں بے نظیر و عدیل تھے انہوں نے مسند اور نیز دیگر تصانیف تحریر کی ہیں۔ شریک القاضی وابو الاحوص وغیرہم سے علم حدیث میں استفادہ کیا تھا اور ابوبکر بن ابی شیبہ سے ابو زرعہ، بخاری، مسلم ابو داؤد، ابن ماجہ اور ابوبکر بن ابی عاصم وغیرہم نے علم حدیث سیکھا۔ امام احمد حنبل کہتے ہیں کہ وہ نہایت سچے اور دیانتدار تھے مجھے وہ ان کے بھائی عثمان سے بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ عجلی لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ فلاس کہتے ہیں کہ ان سے بہتر اور عمدہ علم حدیث کا حافظ میں نے نہیں دیکھا۔ ابو زرعہ الرازی بھی یہی کہتے ہیں اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ علم حدیث چار علماء پر منتہی ہوتا ہے ان میں سے ابوبکر بن ابی شیبہ تو سب سے زیادہ حدیث میں چھان بین کرنے والے اور ان کو ترتیب دینے والے تھے۔ احمد حنبل سب سے زیادہ علم حدیث میں فقیہہ تھے۔ ابن معین نے سب سے زیادہ احادیث جمع کی تھیں۔ اور چوتھے ابن المدائنی سب سے زیادہ عالم تھے صالح ابن محمد کہتے ہیں کہ علم حدیث میں سب سے زیادہ عالم میں نے علی ابن المدائنی اور سب سے زیادہ حفظ کرنے والا ابن ابی شیبہ کو پایا۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ سب سے

طرح ہوتی ہے۔ بنو اسرائیل نے اپنے نبی شموئیل سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو جس کی سرکردگی میں دشمنوں سے جہاد کریں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کی معرفت اُن پر ایک بادشاہ مقرر کر دیا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (پارہ ۲ سورۃ البقرع ۳۲)۔

اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے واسطے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے انہوں نے کہا کہ اس کو کس طرح ہمارے اُوپر بادشاہت کا حق حاصل ہو سکتا ہے ہم بادشاہت کے لئے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اُن کے پاس مال کی زیادہ افراط نہیں ہے۔ ان کے نبی نے جواب دیا کہ خدا نے اس کو تم میں سے اور تمہارے اُوپر منتخب کیا ہے اور تم سے زیادہ اس کو علم وطاقت جسمانی یعنی جرأت عطا کی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی بادشاہت دیتا ہے۔ خدا بہت جاننے والا ہے۔

قرآن شریف میں اُمم سابقہ کے بہت سے قصّے بیان کئے گئے ہیں اور یہ محض قصّے دل بہلانے کے لئے نہیں۔ چونکہ کفّار اس مصلحت کو نہ سمجھ سکے تو اعتراض کر دیا کہ "اِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ" اور "مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ"۔

یعنی قرآن شریف میں ہے ہی کیا سوائے پچھلے لوگوں کی کہانیوں کے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ سب قصّے نتیجہ خیز ہیں اور اُن کے بیان کرنے میں خاص غرض وغایت رکھی گئی ہے جیسا کہ حفیظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے قصص قرآن حصّہ اول ص ۱۱۱ و ۱۱۲ میں بیان کیا ہے۔

اُس ذات علیم وحکیم کو معلوم تھا کہ اُمّت محمدیہ بھی پچھلے لوگوں ہی کے نقش قدم پر چلے گی جیسا کہ اس کے رسول نے اس کو صاف بیان بھی کر دیا کہ تم تو وہی کرو گے جو پچھلے لوگ کر گئے ہیں اور یوں بھی خداوند تعالیٰ کو علم تھا کہ مسلمان کہاں اور کس کس بات پر ٹھوکریں کھائیں گے لہٰذا اُن آنے والے واقعات کو ملحوظ رکھ کر ان کے مطابق جو پچھلے واقعات گزر رہے ہوتے تھے۔ اُن کو قصّوں کے طریقہ پر بیان کر دیا۔ اور یہ بھی جتا دیا۔ کہ غلطی کیا ہے جب ہی تو کہتے ہیں کہ یہ کتاب مسلمانوں کے لئے قیامت تک رہنمائی کرے گی اور آئندہ کے واقعات اور لغزش کے موقعوں کے لئے اس میں رہنمائی نہ ہوتی تو پھر قیامت تک کے لئے یہ کیونکر کافی ہوتی ان آیات کو پڑھ کر جن کو ہم نے اُوپر نقل کیا ہے کون نہیں کہے گا کہ یہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بحث کا پہلے ہی سے جواب دے دیا گیا ہے قبل اس کے کہ ہم ناظرین کی توجہ اُن مختلف نکات کی طرف مبذول کرائیں جو ان آیات میں مضمر ہیں ایک لفظ کی تشریح کرنی مناسب سمجھتے ہیں فقرہ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ میں ایک لفظ مُلْكَهُ ہے اُس کا مُلک۔ عربی میں مُلک

صنف المسند والاحکام والتفسیر قال البخاری مات فی المحرم سنتہ خمس وثلاثین ومائتین رحمۃ اللہ تعالیٰ ہ

بہتر علم دین کی تحقیق میں اور ضبط تحریر میں ابوبکر ابن شیبہ تھے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ ابوبکر بن ابی شیبہ حافظ علم حدیث تھے۔

ہ حافظ شمس الدین ابو عبداللہ الذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ الجزء الثانی ص ۱۸، ۱۹۔ نیز ملاحظہ ہو، ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی الیافعی۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان الجزء الثانی ص ۱۱۶۔ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی کتاب کمال فی معرفۃ الرجال ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب جلال الدین سیوطی طبقات الحفاظ عبدالرؤف المناوی فیض القدیر شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین ابومہدی عیسیٰ محمد ثعالبی مقالید الاسانید مسند اور دیگر تصانیف علم حدیث واحکام تفسیر میں انہوں نے لکھی ہیں بخاری کہتے ہیں کہ محرم ۲۳۵ھ میں ان کا انتقال ہوگیا۔

۷۔ ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی صاحب نقض عثمانیہ متوفی ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء

ابوسعید عبدالکریم سمعانی اپنی کتاب الانساب میں لکھتے ہیں:-

ابوجعفر محمد بن عبداللہ اسکافی احد المتکلمین من معتزلۃ البغدادیین لہ تصانیف معروفۃ وکان الحسین بن علی الکرابیسی یتکلم معہ ویناظرہ ویلغنی انہ مات فی سنۃ اربعین ومائتین۔

ابوجعفر محمد بن عبداللہ الاسکافی معتزلہ بغداد کے علماء میں سے تھے۔ ان کی تصانیف بہت مشہور ہیں۔ حسین بن علی الکرابیسی ان سے مناظرہ کیا کرتے تھے۔ اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء میں فوت ہوئے۔

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں بھی یہی لکھا ہے۔ قاضی القضاۃ عبدالجبار صاحب مغنی نے جن کی علماء اہلسنّت وجماعت تعریف وتوصیف بلیغ کرتے ہیں اور جن سے ان سب نے طریقۂ مناظرہ سیکھا ہے۔ ابوجعفر اسکافی کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ جیسا ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں لکھا ہے۔ قاضی القضاۃ عبدالجبار کہتے ہیں کہ ابوجعفر اسکافی علماء معتزلہ کے ساتویں طبقہ میں ہیں۔ نہایت فاضل عالم تھے اور ستر کتابیں لکھی ہیں ہ شرح نہج البلاغۃ الجزء الرابع ص ۱۵۹۔

۸۔ احمد بن حنبل بن ہلال اسد الذہلی الشیبانی المروزی ثم البغدادی۔

ولادت ۱۶۴ھ / ۷۸۰ء وفات ۲۴۱ھ / ۸۵۵ء۔

ان کے متعلق زیادہ لکھنا بے فائدہ ہے۔ بڑے بڑے علماء نے ان کے مناقب لکھنے کو اپنی سعادت سمجھا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب المناقب اس خاکسار کے کتب خانہ میں بھی بفضل ایزد تعالیٰ موجود ہے۔ یہ کتاب المناقب مؤلفہ حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی ہے مطبقۃ السعادت بمقام مصر میں ۱۹۳۱ء میں محمد امین الخانجی نے

یہ ایڈیشن طبع کرائی ہے اور اس کو ابن سعود. وہابی بادشاہ حجاز کے نام پر معنون کیا ہے. اس جگہ گنجائش نہیں کہ اس میں سے اقتباسات نقل کئے جاویں. اگر اس کے ابواب کے عنوانات بھی نقل کر دیئے جاویں تو وہ بھی نہایت عمدہ فہرست فضائل بن جاوے اس کے پندرھویں باب میں ذکر ہے کہ ابو حفص قاضی سے روایت ہے. وہ کہتے ہیں کہ بحر ہند سے ایک شخص احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہوا اور مندرجہ ذیل قصہ بیان کیا.

"میں بحر ہند کی طرف رہتا ہوں. چین جانے کا ارادہ کیا. سمندر میں ہمارے جہاز کو حادثہ پہنچا اور میں سمندر میں گر پڑا. بس میرے پاس امواج بحر پر سوار دو بزرگ آئے ان میں سے ایک نے کہا. تو چاہتا ہے کہ خداوند تعالے مجھے اس سے نجات دے تو ہماری طرف سے احمد بن حنبل کو سلام پہنچانے کا وعدہ کر. میں نے کہا کون احمد. اور تم دونوں کون ہو ایک نے کہا کہ میں الیاس ہوں اور یہ دوسرے سمندروں کے مؤکل فرشتہ ہیں. اور احمد حنبل عراق میں ہے. میں نے اقرار کیا. انہوں نے مجھے نجات دی بس میں تمہارے پاس ان کا سلام لے کر آیا ہوں" ص ۱۴۳ اسی طرح سولھواں باب میں بلال الخواص کی روایت درج ہے:۔

وہ کہتے ہیں کہ میں تیہ بنی اسرائیل میں تھا کہ میرے پاس ایک آدمی آیا جو عجیب معلوم ہوا. میرے دل نے کہا کہ یہ خضر ہیں. میں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو. اس نے کہا کہ میں خضر ہوں. میں نے کہا کہ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں. اس نے کہا کہ پوچھو. میں نے کہا کہ شافعی کے متعلق کیا کہتے ہو. انہوں نے جواب دیا کہ وہ اوتاد ہیں. میخیں جن سے اسلام مستحکم و مضبوط ہے. میں نے پوچھا کہ احمد بن حنبل. انہوں نے کہا کہ وہ دوست ہیں.

پھر ایک دوسری روایت اسحٰق بن ابراہیم سے بیان کی ہے. وہ کہتے ہیں کہ میرے والد ابراہیم کہتے تھے کہ ایک بغداد کا شخص بیان کرتا تھا کہ ہم سمندر میں کشتی پر سوار ہوتے. وہاں ایک جزیرہ میں پہنچے تو ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جن کا سر بھی سفید تھا. میں نے ان کو سلام کیا. انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو. میں نے کہا کہ بغداد کا رہنے والا ہوں. تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب تم بغداد پہنچو تو میرا سلام احمد حنبل سے کہنا اور کہنا کہ صبر کرو خدا کا وعدہ حق ہے. وہ لوگ جنہیں خدا کا یقین نہیں ہے. تمہیں ذلیل نہیں کر سکیں گے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے. اور معلوم ہوا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے.

ایک شخص روایت کرتا ہے. کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور فرشتے اُتر رہے ہیں اور ایک جماعت لوگوں کی ہے جن کو وہ فرشتے سبز و سرخ و سفید حلّے ہائے بہشت پہناتے ہیں اور پھر وہ لوگ بھی فرشتوں کے ساتھ ہوا میں اُڑتے ہیں. میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں. انہوں نے کہا کہ یہ وہ ہیں جو احمد حنبل کی قبر کی زیارت کیا کرتے تھے ص ۴۸۱-۴۸۲

الباب الرابع والتسعون۔

ایسے بزرگ کے اوصاف کیا بیان ہوں جن کی اتنی وقعت ہے۔

علامہ ذہبی اپنے تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:۔

احمد بن حنبل شیخ الاسلام وسید المسلمین فی عصرہ الحافظ الحجہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الدھلی الشیبانی المروزی ثم البغدادی .... سمع عنہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابوزرعہ ومطین وعبداللہ ابن احمد و ابوالقاسم البغوی وخلق عظیم .... قال ابراھیم الحربی رأیت احمد کان اللہ قد جمع لہ فیہ علم الاولین والاخرین۔

قال حرملہ سمعت الشافعی یقول خرجت من بغداد فما خلفت بھا رجلا افضل ولا اعلم ولا افقہ من احمد بن حنبل۔ وقال علی ابن المدینی ان اللہ اید ھذا الدین بابی بکر الصدیق یوم الردۃ وباحمد بن حنبل یوم المحنۃ وقال ابوعبید انتھی العلم الی اربعۃ افقھھم احمد وقال ابن معین من طریق عباس عنہ ارادوا ان اکون مثل احمد واللہ لا اکون مثلہ ابدا۔

احمد بن حنبل شیخ الاسلام مسلمانوں کے سردار اپنے زمانہ کے لحاظ سے یکتا حجۃ اللہ..... بخاری ومسلم و ابوداؤد وابوزرعہ ومطین وعبداللہ ابن احمد و ابوالقاسم البغوی اوران کے علاوہ اور بہت سے علماء و فضلاء ان کے شاگرد تھے ..... ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے احمد کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا جس میں خدا نے اس طرح علوم اولین وآخرین جمع کئے ہوں جتنے احمد میں کئے ہیں۔

حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو کہتے سُنا ہے کہ میں بغداد سے جب نکلا تو وہاں احمد سے افضل اور زیادہ علم رکھنے والا نہیں چھوڑا۔

علی ابن المدینی کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اس دین کی مدد روز ردہ ابوبکر صدیق سے کی اور تخلیق قرآن کے فتنہ میں اس دین کی مدد اسی طرح احمد بن حنبل سے کی۔ ابوعبید کہتے ہیں کہ علم کے چار آئمہ میں منتہی ہوتا ہے۔ ان سب میں احمد زیادہ علم و فقہ رکھنے والے ہیں ابد تک کوئی شخص مثل احمد کے نہیں پیدا ہو سکتا ان کی مزید توصیف و مدح کے لئے دیکھو تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، وفیات الاعیان ابن خلکان کتاب المختصر فی اخبار البشر تصنیف ابوالفداء اسمٰعیل بن علی الایوبی۔ طبقات شافعیہ ابوبکر اسدی، مرأۃ الجنان یافعی، رجال مشکوٰۃ ولی الدین الخطیب، رجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق، حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی، کتاب الاکمال ابونصر علی بن ہبۃ اللہ المعروف با بن ماکولا، کتاب الثقات ابو حاتم محمد بن حبان البستی وغیرہم۔

۹۔ ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری۔ صاحب کتاب الامامۃ والسیاسۃ۔

ولادت ۲۱۳ھ / ۸۲۸ء۔ وفات ۲۷۶ھ / ۸۸۹ء۔

کتاب الامامۃ والسیاسۃ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مطبع الفتوح الادبیہ مصر میں دو اجزاء میں چھپی ہے۔ چھوٹی تقطیع ہے۔ آخر ایام سلطنت ہارون تک کا اس میں ذکر ہے شروع دیباچہ میں مؤلف کا ذکر ہے۔ اس میں ابن قتیبہ کی نسبت لکھا ہے ؎

کان فاضلاً ثقۃ ...... تصانیفہ کلہا مفیدۃ ...... واقام بالدینور مدۃ قاضیاً فنسب الیہا۔

فاضل تھا ثقہ تھا...... اس کی ساری تصانیف نہایت مفید ہیں...... عرصہ تک دینور میں قاضی رہا اور اس ہی نسبت سے اس کو دینوری کہتے ہیں۔

علامہ شبلی ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المتولد ۲۱۳ھ۔ المتوفی ۲۷۶ھ۔ یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے محدثین بھی اس کے اعتماد اور اعتبار کے قائل ہیں۔

الفاروق حصہ اول دیباچہ ص ۶۔

علامہ ابن خلکان اپنی وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں:۔

ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری وقیل المروزی النحوی اللغوی صاحب کتاب المعارف وادب الکاتب کان فاضلاً ثقۃ سکن بغداد وحدث بہا عن اسحاق بن راھویہ وابی اسحاق ابراھیم بن سفیان بن سلیمان بن ابی بکر بن عبد الرحمن زیاد بن ابیہ الزیادی وابی حاتم السجستانی وتلک الطبقۃ وروی عنہ ابنہ احمد وابن درستویہ الفارسی وتصانیفہ کلہا مفیدۃ۔

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری یا مروزی نحوی لغوی ...... ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں ایک معارف ہے۔ فاضل عالم تھے۔ ثقہ قابل اعتبار تھے۔ بغداد میں سکونت اختیار کی اور وہاں حدیث کی روایت اسحٰق بن راہویہ، ابو اسحٰق ابن راہویہ، ابو اسحٰق بن ابراہیم بن سفیان اور ابو حاتم السجستانی سے کی اور ان سے ان کے لڑکے احمد اور ابن درستویہ الفارسی نے کی۔ ان کی تمام تصانیف نہایت مفید ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو شرح زرقانی علی مواہب لدنیہ الجزء الاول ص ۷۱۔

۱۰۔ امام ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ/۸۹۲ء مصنف فتوح البلدان۔ یہ کتاب بھی بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۲ء کی ایڈیشن ہے اور ازہر میں مطبع مصریہ میں چھپی ہے۔ اس پر رضوان محمد رضوان نے نوٹ لکھے ہیں اور مؤلف کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔ ان کا نسب ان صفات کے ساتھ بیان کیا ہے هو الامام النسابۃ الروایۃ الثقۃ المحدث الثبت الادیب المتفنن الشاعر المجید ابو الحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البغدادی البلاذری۔ ان کے اُستادوں اور شاگردوں

کا ذکر کرنے کے بعد ان کی تمام تصانیف بیان کی ہیں اور پھر ان کی علمیت وعظمت وجلالت کی شان نہایت اعلیٰ الفاظ میں بیان کی ہے خلیفۂ وقت کے خاص مقربین میں سے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

انہ کان من اخصاء المتوکل علی باللہ وانہ کان لا یھنأ لہ طعام الا بحضورہ وقد خطی عند المعتز باللہ خطوۃ کبری ومال لدیہ ثقۃ وفضلا ولد اعھد الیہ بتربیتہ ولدہ عبد اللہ وھو فی سن الخامسہ وقد تقرب من المستعین باللہ حتی انہ کان یصلہ بصلات جلیلہ (ص ۱۲)

علامہ بلاذری خلیفہ متوکل کے خاص مقربین میں سے تھے۔ بغیر ان کے متوکل کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اور خلیفہ معتز باللہ کے نزدیک بھی بہت خاص رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو پانچ برس کی عمر سے ان کی تربیت میں دے دیا تھا۔ پھر خلیفہ مستعین باللہ کا بھی بہت قرب حاصل ہو گیا۔ اور وہ ان کو بہت انعام واکرام دیا کرتا تھا۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں:۔

احمد بن یحییٰ البلاذری المتوفی ۲۷۹ھ ابن سعد کا شاگرد المتوکل باللہ عباسی کا درباری تھا۔ اس کی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے۔ تاریخ اور رجال میں اس کی دو مشہور کتابیں ہیں۔ فتوح البلدان اور انساب الاشراف۔ الفاروق حصہ اول دیباچہ ص ۸۔

علامہ بلاذری کا ذکر علامہ محمد ابن شاکر نے بھی اپنی فوات الوفیات میں ان ہی الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ فوات الوفیات الجزء الاول ص ۷۔

جو شخص متوکل جیسے خارجی و دشمن اہلبیت کا مصاحب خاص ہو وہ علیؑ کے حق میں فضائل کی احادیث وضع کرے گا۔ شراب کی طرح تعصب کا پہلا حملہ عقل سلیم پر ہوتا ہے وہ تو حضرات ثلاثہ کی مدح میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے گا۔ جب ہی تو حضرت شبلی نے اسکی وسعتِ نظر وصحتِ روایت کی تعریف کی ہے۔

۱۱۔ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی صاحب خصائص علویہ وسنن ولادت ۲۱۵ھ/۸۳۰ء۔ وفات ۳۰۳ھ/۹۱۵ء۔

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائیؒ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

تفرد بالمعرفۃ والاتقان وعلو الاسناد واستوطن مصر...... قال حافظ خراسان ابو علی النیسابوری حدثنا الامام فی الحدیث بلا مدافعۃ ابو

معرفت وتقویٰ وعلو الاسناد میں علامہ نسائی یکتا تھے۔ ان کا ثانی کوئی اور نہ تھا۔ مصر میں اقامت اختیار کی...... حافظ خراسان ابو علی النیشاپوری کہتے ہیں کہ حدیث کے امام بلا کسی

عبدالرحمن النسائی ..... قال الدارقطنی ابوعبدالرحمن مقدم علی کل من یذکر بھذا العلم من اھل عصرہ ..... قال ابن طاھر سألت سعد بن علی الزنجانی عن رجل فوثقہ فقلت قد ضعفہ النسائی فقال یابنی ان لابی عبدالرحمن شرطا فی الرجال اشد من شرط البخاری ومسلم وقال محمد بن المظفر الحافظ سمعت مشائخنا بمصر یصفون اجتھاد النسائی فی العبادۃ باللیل والنھار ..... قال الدارقطنی کان ابن الحداد ابوبکر الشافعی کثیر الحدیث ولم یحدث عن غیرالنسائی وقال رضیت بہ حجۃ بینی وبین اللہ ..... قال الدارقطنی وکان افقہ مشائخ مصر فی عصرہ واعلمھم بالحدیث والرجال قال ابوسعید بن یونس فی تاریخہ کان النسائی اماما حافظا ثبتا۔

شک کے امام نسائی ہیں ..... دارقطنی کہتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں جتنے علماء حدیث تھے اُن سب میں نسائی مقدم تھے .... ابن طاہر کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن علی الزنجانی سے ایک راوی کا ذکر کیا۔ اس نے اس کی توثیق کی۔ میں نے کہا کہ نسائی نے تو اس کی تضعیف کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ اے بیٹے۔ راویوں کے متعلق نسائی کی شرائط بخاری و مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ حافظ محمد بن المظفر کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ کو نسائی کے اجتہاد و عبادت شب و روز کی تعریف کرتے سُنا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ ابن الحداد ابوبکر الشافعی بہت احادیث بیان کیا کرتے تھے لیکن سوائے نسائی کے اور کسی کی احادیث نہیں بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نسائی ہی میری حجت درمیان میرے اور خدا کے ہے ...... دارقطنی کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے کل مشائخ مصر سے زیادہ فقہ کے عالم، حدیث کے حافظ، رجال سے واقف علامہ نسائی تھے ابوسعید بن یونس نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ نسائی امام و حافظ و صحیح احادیث روایت کرنے والے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الثانی ص ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳)۔

مزید تصدیق و توثیق کے لئے دیکھو وفیات الاعیان ابن خلکان، رجال مشکوٰۃ ولی الدین بن عبداللہ الخطیب، مرآۃ الجنان یافعی، طبقات فقہائے شافعیہ عبدالرحیم بن حسن الاسنوی۔ طبقات فقہائے شافعیہ عبدالوہاب بن علی سبکی، طبقات شافعیہ ابوبکر اسدی، رجال مشکوٰۃ شیخ عبدالحق وغیرہ۔

۱۲۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔ متوفی ۳۱۰ھ/۹۲۲ء صاحب تاریخ الامم والملوک۔

اس تاریخ کے ۱۳ مجلدات یا اجزاء ہیں۔ ان میں سے اوّل کے گیارہ مجلدات واقعات ۳۰۲ھ/۹۱۴ء تک کے تو مؤلف ابوجعفر محمد بن جریر الطبری نے لکھے ہیں۔ ان کی وفات ۳۱۰ھ میں ہوئی۔ بارھویں جلد صلہ تاریخ طبری کے نام سے عریب بن سعد القرطبی نے لکھی اور تیرھویں جلد منتخب ہے۔ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری کی "ذیل المذیل" سے۔ اور وہ مشتمل ہے تاریخ صحابہ و تابعین پر۔

خدا کے فضل و کرم سے یہ مکمل تاریخ میرے پاس موجود ہے۔ مطبع حسینیہ مصریہ میں طبع اوّل کی چھپی ہوئی یہ نقل ہے اس نسخہ کی جس کی کتابت یحییٰ بن یوسف بن یحییٰ بن منصور بن المعمر ابن عبدالسلام الزہرانی نے ربیع الآخر ۶۲۷ھ ۱۲۳۰ء فروری میں ختم کی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ حیدر آباد دکن میں ہوگیا اور وہ بھی مکمل اس حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

یہ قدیم ترین کتب تاریخ اسلامی میں سے ہے اور نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ مولوی شبلی اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ۔ یہ حدیث و فقہ میں بھی امام مانے جاتے ہیں چنانچہ ائمہ اربعہ کے ساتھ لوگوں نے ان کو مجتہدین کے زمرہ میں شمار کیا ہے تاریخ میں انہوں نے ایک نہایت مفصل اور بسیط کتاب لکھی جو ۱۲ ضخیم جلدوں میں ہے اور یورپ میں مقام لیدن نہایت صحت و اہتمام کیساتھ چھپی ہے۔ الفاروق حصہ اوّل ص ۹۔

تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال ثقہ اور وسعتِ علم کے معترف ہیں، ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے۔ کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ تمام مستند اور مفصل تاریخیں مثلاً تاریخ کامل ابن الاثیر، ابن خلدون، ابوالفداء وغیرہ انہی کی کتاب سے ماخوذ اور اسی کتاب کے مختصرات ہیں۔ سیرۃ النبی تقطیع کلاں جلد اوّل حصہ اوّل ص ۱۹۔

علامہ خفاجی اپنی شرح نسیم الریاض الجلد الاوّل ص ۵۳۵ پر علامہ طبری کے متعلق لکھتے ہیں:۔

هو الامام الفرد الحافظ بن جریر ابو جعفر احد الاعلام صاحب التصانیف المشهورة من اهل طبرستان کان کثیر الطواف و العبادة وسمع من محمد بن الشوارب والسکونی واسحاق بن اسرائیل وغیرهم واخذ القرأت عن جماعة وروی عنه کثیر توفی سنه ۳۱۰ ودفن بداره وولد سنه اربع وعشرین ومائتین، ترجمه مشهورة۔

محمد بن جریر بن یزید الطبری یکتا امام ہیں اور جید علماء میں سے ایک ہیں۔ ان کی بہت سی عظیم القدر اور مشہور تصانیف ہیں۔ طبرستان کے رہنے والے تھے۔ حج و عبادتِ کثیرہ کرتے تھے۔ انہوں نے سماع حدیث محمد بن شوارب وسکونی و اسحاق بن اسرائیل وغیرہم سے کیا تھا علم قرأت قرآن بہت سے علماء سے حاصل کیا تھا۔ بہت لوگوں نے ان سے روایت کی ہے ان کا انتقال ۳۱۰ھ میں ہوا۔ اور اپنے گھر ہی میں دفن کر دیئے گئے ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے تھے ان کے سوانح حیات بہت مشہور ہیں۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الامام العلم

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر ایک لاثانی امام صاحب

الفرد الحافظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام وصاحب التصانیف .... قال ابو بکر الخطیب .کان ابن جریر احد الائمہ یحکم بقولہ ویرجع الیٰ رائہ لمعرفتہ و فضلہ جمع من العلوم مالم یشارکہ فیہ احد من اہل عصرہ فکان حافظاً لکتاب اللہ عارفاً باحوال الصحابۃ والتابعین بصیراً بایام الناس واخبارھم لہ الکتاب الکبیر المشہور فی تاریخ الامم ولہ کتاب التفسیر الذی لم یصنف مثلہ .... وقال ابو حامد الاسفرائینی لو سافر رجل الیٰ الصین فی تحصیل تفسیر ابن جریر لم یکن کثیراً..... وقال ابو بکر ابن بابویہ سمعت امام الائمہ ابن خزیمہ یقول ما اعلم علےٰ ادیم الارض اعلم من محمد بن جریر.. .. قال ابو محمد الفرغانی کان محمد لا یاخذہ فی اللہ لومۃ لائم مع عظیم ما یوذی. فاما اہل الدین والعلم فغیر منکرین علمہ وزھدہ ورفضہ للدنیا وقناعۃ..... قال محمد بن علی ابن سہل الامام سمعت ابن جریر قال من قال ان ابابکر وعمر لیسا بامامی ھدی یقتل۔

علم ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں ابو بکر خطیب کہتے ہیں کہ ابن جریر آئمہ اسلام میں سے بڑے جید امام ہیں جن کے قول کی اطاعت واجب ہے اور جن کی رائے پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان میں معرفت و علم دین و فضل بہت ہے۔ انہوں نے اتنے علوم حاصل کئے ہیں کہ جن میں ان کے زمانہ کا کوئی اہل علم شرکت نہیں کر سکتا۔ کتاب اللہ کے حافظ تھے۔ صحابہ و تابعین کے احوال کی معرفت حاصل تھی۔ لوگوں کے احوال و تواریخ سے واقف تھے۔ ان کی ایک تاریخ کبیر ہے اور ایک تفسیر بھی ہے۔ منجملہ دیگر تصانیف کے جن کی مثل کسی اور نے تصنیف نہیں کی۔ ... . ابو الحامد الاسفرائینی کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ابن جریر کی تفسیر سیکھنے کے لئے چین کا سفر کرے تو کم ہے۔ ابو بکر ابن بابویہ کہتا ہے کہ میں نے اماموں کے امام ابن خزیمہ کو کہتے سُنا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں صفحۂ زمین پر محمد ابن جریر طبری سے زیادہ علم والا ثقہ آدمی نہیں جانتا۔ ابو محمد الفرغانی کہتا ہے کہ خدا کی باتوں میں محمد بن جریر کسی کی ملامت کا خیال نہیں کرتے تھے خواہ ان کو کتنی ہی تکلیف دی جائے۔ اہل دین و اہل علم ان کے علم و زہد و قناعت اور دنیا سے کنارہ کشی کے معترف تھے..... امام محمد بن علی ابن سہل کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن جریر طبری کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جو یہ کہے کہ ابو بکر و عمر جائز امامانِ ہدایت نہیں ہیں اسکو فوراً قتل کر ڈالو۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی المجلد الثانی ص ۲۵۱ تا ۲۵۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن طبع ثانیہ ۱۳۳۳ ہجری

علامہ ابن کثیر جیسا مذہبی لڑاکا محمد بن جریر الطبری کی توثیق نہایت عمدہ طریقہ سے کرتا ہے جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ علامہ محمد ابن جریر الطبری اہل سنت و جماعت کے پشت و پناہ تھے اور ان کی روایات و واقعات شیعوں کے خلاف ہوتی تھیں۔ جنگ جمل کے واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد اور یہ تحریر کرنے کے بعد کہ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے نبیؐ کی زوجہ کا بہت زیادہ احترام کریں۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

هذا ملخص ما ذكره ابو جعفر بن جرير رحمه الله عن ائمة هذا الشان وليس فيه ذكره اهل الاهواء من الشيعة وغيرهم من الاحاديث المختلقة على الصحابة والاخبار الموضوعة التي ينقلونها بما فيها واذا دعوا الى الحق الواضح اعرضوا عنه وقالوا لنا اخبارنا ولكم اخباركم فنحن حينئذٍ نقول لهم سلام عليكم لا نبتغي الجاهلين ۔

یہ واقعات جو ہم نے اوپر لکھے ہیں ملخص ہیں ابوجعفر محمد بن جریر الطبری کے اس بیان سے جو انہوں نے آئمہ عالی شان کے متعلق کیا ہے اور محمد بن جریر الطبری کے اس بیان میں وہ ذرا بھی نہیں ہے جو شیعہ وغیرہ گمراہ فرقے صحابہ کے متعلق روایات بیان کرتے ہیں اور جو موضوعہ روایات وہ نقل کرتے ہیں۔ اگر ان شیعوں کو حق واضح کی طرف بلایا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہماری روایات اور تمہارے لئے تمہاری روایات، اب ہم ان سے کہتے ہیں کہ تم کو ہم سلام کرتے ہیں۔ ہم کو تم جیسے جاہلوں سے کچھ سروکار نہیں۔

اس عبارت کے نقل کرنے سے ہمارے دو مقصد تھے۔ ایک تو یہ کہ علامہ طبری کی جو منزلت اہل سنت وجماعت کی نظروں میں ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ دوسرے یہ ثابت ہو جائے کہ ہم نے علامہ ابن کثیر کو مذہبی لڑاکا کا خطاب جو دیا ہے وہ کس قدر صحیح ہے۔

نیز دیکھو کتاب وفیات الاعیان ابن خلکان مطبوعہ جرمنی ص ۶۳۹ حرف میم طبقات فقہائے شافعیہ از تقی الدین ابوبکر بن احمد۔ تہذیب الاسماء علامہ نووی شارح مسلم۔ طبقات فقہائے شافعیہ از تاج الدین سبکی اور معجم البلدان یاقوت حموی۔

وفیات الاعیان میں بعد تعریف بسیار طبری کے ان کی تاریخ کے متعلق یہ الفاظ ہیں:-

وتاريخه اصح التواريخ واثبتها وذكره شيخ ابو اسحق الشيرازي في طبقات الفقهاء في جملة المجتهدين۔ یعنی تاریخ طبری تمام تاریخوں میں سب سے زیادہ صحیح وثابت شدہ ہے اور علامہ طبری کا ذکر شیخ ابو اسحق الشیرازی نے طبقات الفقہاء میں مجتہدین میں کیا ہے۔ اسی طرح یاقوت حموی علامہ طبری کی عظمت وجلالت بیان کرنے کے بعد ان کی کتاب کی نسبت لکھتا ہے۔

هذا الكتاب من الافراد في الدنيا فضلا ونهاية وهو يجمع كثيرا من العلوم الدين والدنيا وهو في نحو خمسة الف ورقة۔ یعنی تاریخ طبری نہایت فضیلت وقدر والی ہے اور اس میں دین ودنیا کے علوم کثرت کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ اس کے تقریباً پانچ ہزار ورق ہیں۔

اس کے بعد یاقوت حموی لکھتا ہے۔ وقد كان رجع اي الطبري الى الطبرستان فوجد الرفض قد ظهر وسب اصحاب رسول الله بين اهلها قد انتشر فالى فضائل ابي بكر وعمر حتى خاف ان يجري عليه ما يكره فخرج منها لاجل ذلك۔ یعنی پھر علامہ طبری

اپنے وطن طبرستان میں واپس آئے تو دیکھا کہ رفض پھیل گیا ہے اور لوگوں میں اصحاب رسول کی سب و شتم جاری ہوگئی ہے۔ اس کے روکنے کے لئے انہوں نے حضرت ابوبکر و عمر کے فضائل لکھے۔ یہاں تک کہ ان کو خطرہ ہوگیا کہ کچھ تکلیف نہ پہنچے لہٰذا وہ طبرستان سے چلے گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی ان کو مجدد دین کہتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

وممن یصلح ان یعد علی راس الثلثمائۃ الامام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری وعجبت کیف لم یعدوہ وھو اجل من ابن شریح واوسع علوما وبلغ مرتبۃ الاجتھاد المطلق المستقل ... وکان اماما فی کل علم من القرأۃ والتفسیر والحدیث والفقہ والاصول واقوال الصحابہ والتابعین ومن بعدھم والعربیۃ والتاریخ۔

ان لوگوں میں سے جو تیسری صدی ہجری کے سر پر مجدد دین شمار کئے جانے کے لائق ہیں ابوجعفر محمد بن جریر الطبری ہیں اور مجھے تعجب ہے کہ وہ کیوں مجدد دین نہ شمار کئے جائیں۔ حالانکہ وہ علم و عظمت میں ابن شریح سے زیادہ ہیں۔ اور ان کو اجتہاد مطلق و مستقل کا درجہ حاصل ہوگیا ہے ..... اور وہ علوم قرأۃ قرآن و تفسیر و حدیث و فقہ اصول و اقوال الصحابہ والتابعین و عربی و تاریخ میں امام کامل و مطلق تھے۔

کتاب التنبیہ بمن یبعثہ اللہ علی راس کل مائۃ تصنیف جلال الدین سیوطی۔

ہم ان چند کتابوں کا نام لکھتے ہیں جن میں علامہ طبری کی عظمت و جلالت و علم دین و علم تاریخ و فقہ قرآن و حدیث میں نہایت بلند الفاظ میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہیں:۔

معجم الادبا یاقوت حموی، کتاب الانساب ابی سعد عبدالکریم السمعانی، تہذیب الاسماء واللغات تصنیف محی الدین یحییٰ بن شرف النووی، وفیات الاعیان ابن خلکان مطبوعہ جرمنی حرف میم ص ۶۳۹، عبر فی خبر من غبر تصنیف حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی، مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقضان تصنیف عبداللہ بن اسعد الیافعی، طبقات فقہاء شافعیہ تالیف تاج الدین عبدالوہاب سبکی، طبقات فقہاء شافعیہ تصنیف تقی الدین ابوبکر بن احمد المعروف بابن قاضی شہبۃ الاسدی۔ روض المناظر تصنیف قاضی القضاۃ زین الدین محمد بن محمد المعروف ابن شحنۃ الحلبی والحنفی، لسان المیزان ابن حجر عسقلانی، طبقات الحفاظ تصنیف جلال الدین السیوطی، تذکرۃ الحفاظ ذہبی، میزان الاعتدال ذہبی، عبر و دیوان المبتدا والخبر تصنیف قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون الاشبیلی، مدینۃ العلوم ارنیقی۔

علامہ یافعی نے بھی مرأۃ الجنان میں تاریخ طبری کو اصح التواریخ واثبتہا لکھا ہے دیکھو مرأۃ الجنان الجزء الثانی ص ۲۶۱۔

۱۳۔ ابن عبدربہ صاحب کتاب العقد۔ ولادت ۲۴۶ھ / ۸۹۰ء۔ وفات ۳۲۸ھ / ۹۴۰ء۔
تاریخ ابوالفداء میں حالات ۳۲۸ھ کے اندر لکھتے ہیں:۔

آیاتِ مندرجہ بالا او واقعات سقیفۂ بنی ساعدہ کی مطابقت

ے معنی بادشاہی کے ہیں یعنی جس کو وہ چاہتا ہے اپنی بادشاہی میں سے کچھ حصّہ دے دیتا ہے یعنی
کومتِ الٰہیہ اس کو عطا کرتا ہے۔ خدا کی بادشاہت اور اس کی طرف سے دی ہوئی بادشاہت وہی ہوگی
ر وہ خود دے گا اور جو عدل وانصاف پر مبنی ہوگی۔ جابر وظالم بادشاہ کی بادشاہت خدا کی طرف
سے دی ہوئی نہیں ہوتی۔ وہ ظلم پر مبنی ہوتی ہے اور ظلم سے حاصل کی ہوئی ہوتی ہے قرآن شریف
یں جائز طریقہ سے حاصل کی ہوئی ثروت و دولت کو فضل اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب
نہیں کہ ڈاکہ وچوری ورہزنی سے حاصل کی ہوئی دولت بھی خدا کا فضل ہے۔ اسی طرح جو بادشاہت ظلم
سے حاصل کی گئی ہے اور ظلم پر مبنی ہے وہ مُلکہٗ کی تعریف میں نہیں آتی۔ اور نہ وہ خدا کی طرف
سے عطا ہوتی ہے اس ہی نکتہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت میں اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا
عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ اور اس ہی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی کھائی ہے۔ علامہ مشرقی نے
ب وہ اپنے تذکرہ میں اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو بھی حکومت زمین حاصل کرلے وہ ہی خدا
نیک بندہ ہے انہوں نے اپنی بحث سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جاپانی اور جرمن جنہوں نے زمین
یں حکومت حاصل کرلی خدا کے نیک بندے ہیں اور دراصل وہی مسلمان ہیں لیکن ظاہر ہے کہ وہ
سلمان نہیں اور یہ نتیجہ غلط ہے۔ لہٰذا وُہ بحث بھی جس کا یہ نتیجہ ہے غلط ہے۔ امر واقعہ یہ ہے
ہ دُنیا میں ہر دو قسم کی حکومت ہوتی ہے۔ حکومتِ الٰہیہ اور حکومت فرعونیہ مقدم الذکر خیر پر
بنی ہے اور خداوند تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دیتا ہے مؤخر الذکر شر پر مبنی ہے اور جب شریر
ور بدلوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بسا اوقات خداوند تعالیٰ اپنی اس مصلحت
ملی کی وجہ سے جس سے وُہ خود ہی واقف ہے اُن کی کوشش میں مزاحم نہیں ہوتا اور وہ اس کو
حاصل کرلیتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر خداوند تعالیٰ چاہے تو دُنیا کی حکومت شریر اور بدلوگ
حاصل ہی نہ کرسکیں جس طرح کہ اگر وُہ چاہے تو دُنیا میں کوئی شخص گناہ و نافرمانی وکفر کرہی نہ سکے
بھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنی اُس مشیت کی وجہ سے جس کی بناء پر دنیا میں شر کو خیر کے،
معصیت کو عصمت کے، اور ظلم کو عدل کے ساتھ رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ ظالم فراعنہ
ر مادی قوانین کے مطابق حکومت حاصل کرنے سے نہیں روکتا تاکہ فراعنہ کے غلبہ سے گناہگاروں
کو سزا مل سکے اور نیک بندوں کا امتحان ہوسکے۔ ایک اور نکتہ بھی ہے خداوند تعالیٰ کی حکومت
عناصر پر بھی ہے اور جس شخص کو وہ اپنی حکومت میں سے حصّہ دیتا ہے اس کو عناصر پر بھی حکومت
عطا کرتا ہے دیکھو حضرت موسیٰؑ کو پانی پر حکومت حاصل تھی اُن کے عصا کے مارنے سے پانی نے
جگہ دے دی فرعون کو یہ حکومت حاصل نہ تھی۔ پانی نے غرق کر دیا ہے۔ حکومتِ الٰہیہ اور حکومتِ
فرعونیہ کا یہ بہت صریح ما بہ الامتیاز ہے اتنی تمہید کے بعد اب ہم ان نکات کی طرف ناظرین کی توجہ
مبذول کراتے ہیں جو اس قصّۂ طالوت میں مضمر ہیں :-

۱۔ بنو اسرائیل کے انبیاء اور بادشاہ علیحدہ علیحدہ ہوا کرتے تھے۔

وفیها توفی ابو عمر احمد بن عبد ربہ بن حبیب القرطبی مولی هشام بن عبد الرحمٰن والداخل الی الاندلس الاموی و کان من العلماء المکثرین من المحفوظات وصنف کتابه العقد وهو من الکتب النفیسه ومولده فی سنة ست و اربعین ومائتین۔ [1]

اس نے ۳۲۸ھ میں وفات پائی ابو عمر احمد بن عبدربہ بن حبیب القرطبی نے جن کا جدِ اعلےٰ حبیب القرطبی و سالم القرطبی، عبدالرحمٰن اموی فاتح سپین کا غلام تھا۔ یہ ابن عبدربہ بہت عظیم الشان علماء میں سے تھے۔ اور انہوں نے کتاب العقد تصنیف کی ہے جو نہایت ہی عمدہ کتاب ہے ان کی ولادت ۲۴۶ھ کی ہے۔

۱۴۔ ابوالحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۶ھ (۹۵۷) مؤلف مروج الذهب و معادن الجوہر فی التاریخ یہ کتاب بھی بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے اس کے تین ایڈیشن میری نظر سے گزرے ایک تاریخ الکامل کے حاشیہ پر ہے۔ دوسری ایڈیشن ذلیقعدہ ۱۲۸۳ھ میں بولاق مصر کی مطبوعہ ہے یہ دو مجلدات میں ہے۔ تیسری ایڈیشن ہے جو ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں محمد محی الدین عبدالحمید پروفیسر جامع ازہر قاہرہ کے مقدمہ و حواشی کے ساتھ چھپی ہے اور یہ چار مجلدات میں ہے علامہ شبلی اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ابوالحسن علی بن حسین مسعودی المتوفی ۳۸۶ھ و ۳۴۶ھ مطابق فوات الوفیات۔ (ابن شاکر) فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مؤرخ پیدا نہیں ہوا۔ وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بھی بہت بڑا ماہر تھا۔ اس کی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی۔ لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بدمذاقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں۔ یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں۔ ایک مروج الذهب اور دوسری کتاب الاشراف والتنبیہ۔ مروج الذهب مصر میں چھپ گئی ہے [2]

علامہ محمد ابن شاکر اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

علی بن الحسین بن علی ابوالحسن علی بن الحسین بن علی ابوالحسن المسعودی۔

---

[1] تاریخ ابوالفداء الجزء الثانی ص ۷۰ ۔ نیز ملاحظہ ہوں:۔
بغیۃ الوعاۃ جلال الدین سیوطی ص ۱۶۱۔ مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۲۹۵ حالات ۳۲۸ھ کتاب العبر ذہبی در وقائع ۳۲۸ھ۔ وفیات الاعیان ابن خلکان۔ جس میں ان کا نسب اس طرح لکھا ہوا ہے احمد بن محمد بن عبدربہ بن حبیب بن حدیر بن سالم القرطبی، مولی ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم الاموی ابوالعباس احمد بن محمد المقری۔ نفح الطیب عن غصن الاندلس الرطیب۔

[2] الفاروق حصہ اوّل دیباچہ ص ۸۔

المسعودی مورخ من ذریۃ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال الشیخ شمس الدین عدادہ فی البغدادیین واقام بمصر مدۃ وکان اخباریا علامۃ صاحب غرائب وملح ونوادر مات سنۃ ست واربعین ثلثمائۃ [1]

اولاد عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں سے تھا۔ شیخ شمس الدین کہتے ہیں کہ اس کا شمار بغداد والوں میں ہوتا ہے۔ پھر یہ مصر چلا گیا۔ اور وہاں اقامت اختیار کی۔ نہایت زبردست علامہ، مورخ اور بہت سے غریب و نادر علوم والا انسان تھا۔ ۳۴۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔

۱۵۔ محمد بن عباس ابو بکر الخوارزمی ابن اخت محمد بن جریر الطبری مولد ۳۲۳ھ ۹۳۵ء متوفی ۳۸۳ھ رمضان، اکتوبر ۹۹۳ء صاحب مکاتیب

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب بغیۃ الوعاۃ میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر خوارزمی اپنے زمانہ کے علماء میں فرد واحد تھے۔ علم حدیث انہوں نے ابو علی اسمٰعیل بن محمد الصفار سے حاصل کیا تھا۔ ان کی پیدائش و تربیت خوارزم میں ہوئی تھی۔ اصل وطن طبرستان تھا۔ محمد بن جریر الطبری کے بھانجے تھے۔ اپنے وطن سے نکل کر بہت سیر و سیاحت کی آخر کار نیشاپور میں اقامت اختیار کر کے درس میں مشغول ہو گئے بغیۃ الوعاۃ ص ۵۱۔

۱۶۔ ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی۔ ولادت ۳۰۶ھ ۹۱۸ء۔ وفات ۳۸۵ھ ۸ ذیقعدہ ۴ دسمبر ۹۹۵ء

ان کی تعریف و توصیف حدود سے باہر ہے۔ ان کو معاذ اللہ حدیث کا امیر المؤمنین کہا جاتا ہے۔ علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

الامام شیخ الاسلام حافظ الزمان ابوالحسن علی بن عمر بن احمد۔۔۔ ارتحل فی کھولۃ الی مصر والشام وصنف التصانیف حدث عنہ الحاکم وابو حامد الاسفرائینی وتمام الرازی والحافظ عبد الغنی الازدی وابوبکر البرقانی وابوذر الھروی وابونعیم الاصبھانی وابومحمد الخلال وابو القاسم بن المحسن وابوطاھر بن عبد الرحیم و القاضی ابوالطیب الطبری وابوبکر بن بشران وابوالقاسم حمزۃ السھمی و ابومحمد الجوھری وابوالحسین ابن الآبنوسی وعبد الصمد بن المامون وابوالحسین بن المھتدی باللہ وامم سواھم۔

ابوالحسن علی بن عمر الدار القطنی امام اور شیخ الاسلام تھے۔۔۔ جوانی کے بعد انہوں نے مصر و شام کی طرف سفر کیا اور بہت سی کتابیں لکھیں ان سے حاکم ابو حامد الاسفرائینی۔ حافظ عبد الغنی الازدی وغیرہم (عربی عبارت میں سب کے نام ہیں) نے اخذ حدیث کیا۔

علامہ حاکم کہتے ہیں کہ علم حدیث و فہم و پرہیزگاری میں دار قطنی یکتائے زمانہ تھے۔ قرأت قرآن و نحو میں امام تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ صفحۂ زمین پر کوئی ان کا نظیر نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خطیب کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں یکتا تھے۔

[1] محمد ابن شاکر ابن احمد۔ فوات الوفیات الجزء الثانی ص ۴۵۔

قال الحاکم صار الدارقطنی اوحد عصرہ فی الحفظ والفہم والورع و اماماً فی القراء والنحویین ..... ولہ مصنفات یطول ذکرہا فاشہد انہ لم یخلف علی ادیم الارض مثلہ

وقال الخطیب کان فرید عصرہ و امام وقتہ وانتہی الیہ علم الاثر والمعرفۃ بالعلل واسماء الرجال مع الصدق والثقۃ وصحۃ الاعتقاد و الاخذ من علوم کالقراآت فان لہ فیہا مصنفا سبق فیہ الی عقد الابواب قبل فہرس الحروف وتاسی القراء بہ بعدہ ...... قال ابن الذہبی ما ابعدہ من التشیع..... وقال ابوذر الحافظ قلت الحاکم ہل رایت مثل الدار قطنی فقال ہو لم یرمثل نفسہ فکیف انا.... قال القاضی ابو الطیب الطبری الدارقطنی امیر المومنین فی الحدیث وقال الخطیب قال لی ابوالقاسم الازہری کان الدارقطنی ذکیا اذا ذکر شیئا من العلم ای نوع کان وجد عندہ منہ نصیب وافر..... قال عبد الغنی احسن الناس کلاما

علی الحدیث ابن المدینی فی زمانہ وموسیٰ بن ہارون فی وقتہ والدارقطنی فی وقتہ.... قال الخطیب حدثنی ابونصر ابن ماکولا قال رایت کانی سئال عن حال الدارقطنی فی الآخرۃ

اور امام وقت تھے اور ان پر علم حدیث و معرفت وعلم رجال ختم ہوگئے ہیں۔ وہ سچے ثقہ اور صحت اعتقاد میں کامل تھے۔ اُن کی بہت سی تصانیف علم حدیث و فقہ میں ہیں جن کا ذکر اوپر گذرا ہے۔

ابن الذہبی کہتے ہیں کہ ان سے کوئی چیز اتنی دُور نہ تھی جتنا تشیع .... حافظ ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے حاکم سے پُوچھا کہ کیا تم نے دارقطنی کی مثل کوئی اور دیکھا ہے۔ حاکم نے جواب دیا کہ خود دارقطنی نے اپنے جیسا کوئی اور نہیں دیکھا تو میں کہاں سے دیکھ لیتا۔

قاضی ابوالطیب الطبری کہتے ہیں کہ دارقطنی حدیث کے امیر المومنین ہیں.... خلیب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالقاسم الازہری نے بیان کیا کہ دارقطنی ایسے صاحب ذکاو فہم تھے کہ کسی علم کا ذکر ان سے کیا جاتا تھا تو ان کے پاس اس علم کا حصہ وافر نکلتا تھا......

عبدالغنی کہتے ہیں کہ علم حدیث میں سب سے بہتر اپنے زمانہ میں ابن المدینی و موسےٰ بن ہارون و دارقطنی تھے........

خلیب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابونصر ابن ماکولا نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے میں آخرت میں دارقطنی کے متعلق حالات دریافت کر رہا ہوں تو مجھ سے کہا گیا کہ وہ جنت میں امام کہلائے جاتے ہیں۔

فقیل لی ذالک یدعی الامام فی الجنۃ۔

ہم نے ان کے حالات میں بہت اختصار کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان سے جب دریافت کیا گیا کہ علیؑ افضل تھے یا عثمان تو انہوں نے جواب دیا کہ عثمان افضل تھے اور یہی عقیدہ اہلسنت کا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۴۲۴ - ۴۲۶۔

۱۷۔ ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری صاحب مستدرک علی الصحیحین۔

ولادت ربیع الاول ۳۲۱ھ ۹۳۳ء مارچ۔ وفات ۳ اگست ۱۰۱۴ء ۳ صفر ۴۰۵ھ۔

علامہ ابن خلکان وفیات الاعیان میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی والطھمانی المعروف بالحاکم النیساپوری الحافظ المعروف بابن البیع امام اھل الحدیث فی عصرہ والمولف فیہ الکتب التی لم یسبق الی مثلہا کان عالما عارفا واسع العلم تفقہ علی ابی سھل محمد بن سلیمان الصعلوکی الفقیہ الشافعی انتقل الی العراق وقرأ علی ابی علی بن ابی ھریرۃ الفقیہ ثم طلب الحدیث وغلب علیہ فاشتھر بہ وسمعہ من جماعۃ لا یحصلون کثرۃ فان معجم شیوخہ یقرب من الفی رجل حتی روی عمن عاش بعدہ لسعۃ روایتہ وکثرۃ شیوخہ وصنف فی علومہ ما یبلغ الفا وخمسمائۃ جزء منہا الصحیحان والعلل والامالی و فوائد الشیوخ وامالی العشیات و تراجم الشیوخ واما ما تفرد باخراجہ فمعرفۃ علوم الحدیث وتاریخ علماء نیساپور، المدخل الی علم الصحیح و المستدرک علی الصحیحین..... ولہ

ابو عبداللہ محمد الحاکم امام علماء حدیث زمانہ تھے۔ حدیث میں انہوں نے ایسی ایسی اعلیٰ صحیح کتابیں لکھی ہیں کہ مثل ان کے اس سے پہلے نہ تھیں۔ علامہ حاکم عالم عارف تھے۔ اور بہت علم واسع رکھنے والے تھے... ابو سہیل الصعلوکی سے علم فقہ سیکھا پھر عراق کا سفر کیا اور وہاں ابو علی بن ابی ہریرہ سے علم حدیث و فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد طلب حدیث کا شوق پیدا ہوا اور حدیث پر انہوں نے غلبہ حاصل کر لیا علم حدیث میں بہت مشہور ہو گئے۔ اتنے چند علماء سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا۔ کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ وہ تقریباً دو ہزار کے قریب تھے۔ اس کثرت شیوخ کی وجہ سے حاکم کے بعد جو بھی عالم حدیث ہوا اس نے حاکم سے روایت اخذ کی اور مختلف علوم میں ۱۵۰۰ کتابیں لکھیں۔ کچھ ان میں سے یہ ہیں صحیحان، العلل، امالی، فوائد الشیوخ امالی العشیات، تراجم الشیوخ جس میں وہ جو بہت زیادہ مشہور ہیں وہ ان کی معرفت علم حدیث، تاریخ علماء النیساپور، مدخل الی علم الصحیح

الی العراق والحجاز رحلتان ...... وناظر الحفاظ وذاکر الشیوخ وکتب عنهم ایضاً دباحث الدار قطنی .. .. ولازمه الدار قطنی سمع منه ابوبکر القفال الشاشی وانظارهما۔ ؎

اور مستدرک علی الصحیحین ہیں۔ عراق و حجاز کی طرف انہوں نے دو دفعہ سفر کیا۔ اور وہاں حفاظِ شیوخ سے مباحثہ و مناظرے ہوئے اور وہ انہوں نے تحریر کر لئے۔ دار قطنی سے بھی مباحثے ہوئے۔ علامہ دار قطنی نے ان کی ملازمت صحبت اختیار کر لی۔ اور ابوبکر قفال نے ان سے علم حدیث سیکھا۔

کتاب المستدرک علی الصحیحین حقیر کے کتب خانہ میں بفضلہ موجود ہے۔ چار ضخیم مجلدات میں ہے دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کی مطبوعہ ہے۔

۱۸۔ ابواحمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصبہانی ولادت ۳۲۳ھ / ۹۲۵ء وفات ۴۱۶ھ رمضان / ۱۰۳۵ء اکتوبر مؤلف تفسیر و تاریخ و مناقب۔

علامہ ذہبی نے ان کی بہت توصیف و تعریف کی ہے۔ وہ ان کو حافظ الثبت العلامہ کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان کا علم حدیث و قرآن اسناد وسیع اور صحیح تھا کہ ان سے بے شمار علماء نے روایت کی ہے۔ چند کے انہوں نے نام لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔ ابوالقاسم، عبدالرحمٰن بن مندہ اس کا بھائی عبدالوہاب وابوالخیر محمد بن احمد بن ررداد ابومنصور محمد بن سکرویہ وابوبکر محمد بن الحسن ابن محمد بن سلیم وابوعبداللہ الثقفی الرئیس۔ وابو مطیع محمد بن عبدالواحد المصری۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الثالث ص ۲۳۸۔

نیز ملاحظہ ہو۔ طبقات الحفاظ سیوطی۔ شرح مواہب لدنیہ زرقانی، طبقات شافعیہ سبکی۔ کتاب الانساب سمعانی، تاریخ ابن کثیر کشف الظنون۔

۱۹۔ الحافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحٰق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء۔

ولادت ۳۳۶ھ / ۹۴۷ء وفات ۴۳۰ھ / ۱۰۳۹ء۔

فرقہ اہلسنت و جماعت کے بہت بڑے مشہور علماء و فضلاء میں سے ہیں۔ ان کو جو عشق حضرات شیخین سے ہے وہ ان کی کتاب حلیۃ الاولیاء سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ یافعی

؎ وفیات الاعیان ابن خلکان۔ نیز ملاحظہ ہو:۔

تاریخ ابوالفداء الجزء الثانی ص ۱۴۴۔ عبداللہ بن اسعد یافعی۔ مرآۃ الجنان الجزء الثالث ص ۱۴ محمد بن عبدالباقی۔ شرح مواہب لدنیہ الجزء الاول ص ۳۲، ۳۰۷۔ شیخ عبدالحق۔ رجال مشکوٰۃ مولوی صدیق حسن اتحاف النبلاء ابن الاثیر۔ جامع الاصول۔ فخرالدین رازی۔ رسالہ فضائل شافعی۔ تہذیب الاسماء نووی علامہ نووی شرح صحیح مسلم۔ ولی الدین الخطیب۔ رجال مشکوٰۃ عبدالرحیم بن حسن الاسنوی۔ طبقات شافعیہ۔ میرزا محمد بن معتمد خان بہ تراجم الحفاظ۔ شاہ ولی اللہ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن۔

ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

فیھا (سنۃ ۴۳۰ھ) توفی الامام الحافظ الشیخ العارف ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی الصوفی صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء کان من اعلام المحدثین واکابر الحفاظ المفیدین اخذ عن الافاضل واخذ واعنہ وانتفعوا بہ و کتابہ الحلیۃ من احسن الکتب ...... لہ کتاب تاریخ اصفہان تفرد فی الدنیا بعلو الاسناد مع الحفظ (روی) عن المشائخ بالعراق والحجاز والخراسان وصنف التصانیف المشہورۃ فی الاقطار۔

امام، حافظ، شیخ عارف ابونعیم مؤلف کتاب حلیۃ الاولیاء رفیع المنزلت محدثین اور اکابر حفاظ میں سے تھے۔ انہوں نے علم حدیث و فقہ بڑے بڑے علماء سے حاصل کیا تھا اور بہت عظیم المرتبت علماء نے ان سے حدیث و فقہ کا درس لیا تھا۔ لوگوں کو ان سے بہت نفع پہنچا تھا اور ان کی کتاب حلیۃ الاولیاء نہایت مفید اور عظیم الشان کتابوں میں سے ہے۔ انہوں نے تاریخ اصفہان بھی تصنیف کی تھی۔ دنیا میں علم و فضل و حفظ میں انہوں نے بہت بڑا درجہ حاصل کیا تھا۔ انہوں نے مشائخ عراق و حجاز و خراسان سے روایت کی ہے اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جو بہت مشہور ہیں۔

مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثالث ص ۵۲، ۵۳۔

ان کی جو قدر و منزلت علماء اہلسنت و جماعت میں ہے وہ بیان سے بالاتر ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں ان کی مدح و توثیق تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ ابو المویہ محمد بن محمود خوارزمی، اسماء رجال جامع مسانید ابی حنیفہ میں کہتے ہیں:-

احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مھران ابو نعیم الحافظ صاحب المسند الرابع الاصفہانی سبط محمد بن یوسف الفریابی الزاھد قال حافظ ابو عبد اللہ النجار فی تاریخہ ھو تاج المحدثین واحد الاعلام ومن جمع لہ العلو فی الروایات والحفظ والفہم والدرایۃ وکان تشد الیہ الرجال و تھاجر الی بابہ الرجال وکتب فی الحدیث کتبا سارت فی البلاد اشتغلت بھا العباد واسعدت وامتدت ایامہ حتی لحق

احمد بن عبد اللہ الحافظ ابونعیم الاصفہانی جو نواسے تھے محمد بن یوسف الفریابی کے ان کے متعلق حافظ ابوعبد اللہ النجار نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ یہ محدثوں کے سرتاج علماء عظام میں سے بہترین عالم تھے۔ روایت حدیث درایت و حفظ و فہم حدیث میں انہوں نے وہ اعلیٰ درجہ حاصل کیا تھا جو کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ ان کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے اور ان کے دروازہ پر لوگوں کا اژدحام رہتا تھا۔ حدیث میں انہوں نے ایسی بازیانہ کتابیں لکھی ہیں جو ملکوں میں کثرت سے پھیل گئی ہیں اور بے شمار لوگوں نے

الاحفاد بالاجداد۔ ان سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ ان کے ایام زندگی حصول سعادت میں گزرے یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی۔

ابن مقیم الدمشقی الحنبلی نے زاد المعاد فی ہدیہ خیر العباد میں حافظ ابونعیم کو ائمہ کبار و محدثین رفیع المنزلت میں شمار کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو عبر فی خبر من غبر محمد بن احمد الذہبی وقائع ۴۳۰ھ و طبقات شافعیہ عبدالوہاب سبکی وغیرہ۔ علامہ عبدالوہاب سبکی طبقات شافعیہ میں ان کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کے دوران میں کہتے ہیں:۔

کان اصحاب الحدیث یقولون بقی ابو نعیم اربع عشرہ سنۃ بلا نظیر لا یوجد شرقاً ولا غرباً اعلیٰ اسناداً منہ ولا احفظہ وکانوا یقولون لما صنف کتاب الحلیۃ حمل لی نیشاپور حال حیاتہ فاشتردہ باربعماتہ دینار وقال ابن المفضل الحافظ قد جمع شیخنا السلفی اخبار ابی نعیم و ذکر من حدث عنہ وھم نحو ثمانین رجلا وقال لم یصنف مثل کتابہ حلیۃ الاولیاء

محدثین عظام کہا کرتے تھے۔ حافظ ابونعیم چودہ برس تک بغیر نظیر و ثانی کے شرقاً و غرباً رہے ان سے زیادہ صحیح اسناد جاننے والا اور احادیث کو حفظ کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جب ابونعیم نے کتاب حلیۃ الاولیاء تصنیف کی تو ان کی حیات میں اس کو نیشاپور لے گئے اور وہاں ۴۰۰ دینار میں خریدی گئی۔ ابن المفضل کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ سلفی نے ابونعیم کے حالات جمع کئے اور اس میں ذکر کیا ہے کہ ان سے محدثین نے اسناداً احادیث روایت کی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ان کی کتاب حلیۃ الاولیاء سے بہتر کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

اس کے بعد انہوں نے ابونعیم کی کرامات کا ذکر کیا ہے جس کا بیان کرنا یہاں غیر ضروری ہے۔

۲۰۔ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ مؤلف کتاب احکام السلطانیہ اس کتاب کا ترجمہ اُردو میں جامع عثمانیہ حیدر آباد دکن کے شعبۂ تالیف کے رکن جناب مولوی سید محمد ابراہیم صاحب ایم۔ اے نے کیا ہے اور یہ ترجمہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا اصل عربی بھی موجود ہے۔ تاریخ التشریع الاسلامی کے مؤلف علامہ محمد الخضری نے امام ابوالحسن علی ماوردی کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ عبدالسلام صاحب ندوی نے تاریخ فقہ اسلامی کے نام سے کیا ہے جو حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲۶۳ پر وہ لکھتے ہیں:۔

ابوالحسن علی بن محمد الماوردی وہ فقہ میں حاوی اور اقناع کے اور احکام السلطانیہ وغیرہ کے مصنف ہیں۔ بصرہ میں ضمیری سے فقہ کی تعلیم پائی۔ اس کے بعد شیخ ابوالحامد الاسفرائینی کی طرف مُنہ کیا۔ اور دونوں شہروں میں درس دیا۔

۲۱۔ احمد بن حسین البیہقی صاحب سنن و دلائل النبوۃ۔ ولادت ۳۸۴ھ / ۹۹۴ وفات ۴۵۸ھ / ۱۰۶۶۔

علامہ یافعی ۴۵۸ھ کے تحت میں مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں:۔

فیھا توفی الامام الکبیر الحافظ التحریر احمد بن الحسین البیھقی الفقیہ الشافعی واحد زمانہ وفرد اقرانہ فی الفنون ..... لہ مناقب شھیرۃ وتصانیف کثیرۃ بلغت، الف جزأ نفع اللہ تعالٰی بھا المسلمین شرقاً وغرباً وعجماً وعرباً بفضلہ وجلالۃ واتقانہ ودیانۃ تغمدہ اللہ برحمۃ غلب علیہ الحدیث واشتھر بہ ورحل فی طلبہ الی العراق والجبال والحجاز وسمع بخراسان من علماء عصرہ وکذلک بقیۃ البلاد التی انتھی الیھا واخذ الفقہ عن ابی الفتح ناصر بن العمری المروذی ..... قال الشیخ الامام عبد الغافر الفارسی کان علی سیرۃ العلماء قانعاً بالیسیر من الدنیا محموداً فی زھدہ وورعہ وذکر غیرہ انہ سرد الصوم ثلاثین سنۃ قال امام الحرمین فی حقہ مامن شافعی المذھب الا والشافعی علیہ منۃ الا احمد البیھقی فان لہ علی الشافعی منۃ فانہ کان اکثر الناس نصراً لمذھب الشافعی

اس سال میں امام کبیر حافظ تحریر احمد بن الحسین بیہقی فقیہہ شافعی نے انتقال کیا۔ وہ اپنے زمانہ کے بے مثل عالم اور اپنے ہم عصروں میں یگانہ تھے .... ان کے بہت مشہور مناقب ہیں اور بہت سی ان کی تصانیف ہیں۔ وہ تقریباً ایک ہزار کی تعداد میں ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان تصانیف سے مسلمانوں کو مستفید کرے۔ ان کی شہرت اور تصنیف کی اشاعت دنیا کے شرق و غرب میں پھیلی ہوئی ہے اور عجمیوں اور عربوں میں ان کے علم و فضل و جلالت اتقان و دیانتداری کا شہرہ ہے۔ خداوند تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔ ان پر حدیث کے علم کے شوق نے غلبہ کیا۔ اور اس کی شہرت ہوئی۔ طلب حدیث میں انہوں نے عراق و جبال و حجاز کی طرف سفر کیا اور خراسان میں حدیث کی سماعت اپنے زمانہ کے علماء سے کی۔ اسی طرح جہاں بھی وہ گئے انہوں نے وہاں کے علماء سے سمع حدیث کیا۔ ابوالفتح ناصر سے فقہ حاصل کیا۔ امام عبد الغافر الفارسی کہتے ہیں کہ علامہ بیہقی علماء کی طرح تھوڑی سی چیز پر قناعت کرتے تھے۔ زہد و ورع میں کمال حاصل کیا تھا۔ تیس سال برابر روزے رکھے .... امام الحرمین ان کے حق میں کہتے ہیں کہ ہر ایک مذہب شافعیہ رکھنے والے پر امام شافعی کا احسان ہے لیکن امام شافعی پر بیہقی کا احسان ہے کیونکہ انہوں نے مذہب شافعی کی بہت نصرت کی۔

مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثالث ص ۸۱ تا ۸۲۔

کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔

۲۲۔ مؤلف یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر النمری الاندلسی ابوعمر المعروف بابن عبد البر

مؤلف کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب

ولادت ۳۶۸ھ / ۹۷۸ء۔ وفات ۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء۔

علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں:۔

لم یکن بالاندلس مثل ابی عمر فی الحدیث (اندلس میں علم حدیث کا جاننے والا کوئی مثل ابو عمر کے نہیں ہوا) لا اعلم فی الکلام علی فقہ الحدیث مثلہ اصلا فکیف احسن منہ (فقہ حدیث کے علم کلام میں میں ابو عمر جیسا کسی اور کو نہیں پاتا۔ پھر اس سے بہتر کیونکر ہو سکتا) کتاب الاستیعاب کے متعلق وہ لکھتے ہیں۔ لیس لاحد مثلہ (کسی اور کی ایسی عمدہ تصنیف نہیں ہے) ذاب فی طلب الحدیث وافتن بہ وبرع براعۃ فاق بھا من تقدمہ من رجال الاندلس وکان مع تقدمہ فی علم الاثر وبصرہ بالفقہ والمعانی لہ بسطۃ کبیرۃ فی علم النسب والاخبار یعنی طلب حدیث میں انہوں نے بہت جدوجہد کی اور بہت تکلیف اٹھائی۔ اور علم حدیث میں نہایت ارفع واعلیٰ درجہ حاصل کر لیا۔ اور اندلس کے تمام علماء سے وہ بڑھ گئے اور اس علم کے ساتھ انہیں علم فقہ میں بہت بصیرت حاصل تھی۔ علم النسب والاخبار میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الثالث ص ۳۰۶

علامہ یافعی ان کے متعلق کہتے ہیں:۔ لیس لاھل المغرب احفظ منہ مع الثقۃ والدین والنزاھۃ والتبحر فی الفقہ والعربیہ والاخبار یعنی اہل مغرب میں ابن عبدالبر سے بہتر علم قرآن کا جاننے والا کوئی اور نہ تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے ان میں ثقہ، دین، تبحر فی الفقہ وعربیہ بہت تھا۔

مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان علامہ یافعی الجزء الثالث ص ۸۹ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

تاریخ ابوالفداء میں ان کے لیے یہ الفاظ ملتے ہیں:۔ کان امام وقتہ فی الحدیث الف کتاب الاستیعاب فی اسماء الصحابہ . . . . وسافر من قرطبہ الی شرق الاندلس وتولی قضاء اشبونۃ وشنترین۔

تاریخ ابی الفداء الثانی ص ۱۸۸

نیز ملاحظہ ہو۔ وفیات الاعیان ابن خلکان، روض المناظر ابن شحنہ، طبقات الحفاظ سیوطی توضیح الدلائل شہاب الدین، مواہب لدنیہ زرقانی، بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز۔

۲۳ - حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی صاحب تاریخ بغداد۔

ولادت ۳۹۲ھ / ۱۰۰۲ء - وفات ۴۶۳ھ / ۱۰۷۱ء

تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبی نے خطیب بغدادی کے علم وفضل وزہد وتقویٰ کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اس میں علامہ ذہبی نے ان کو امام، محدث شام وعراق، صاحب تصانیف معتبرہ متعددہ لکھا ہے اور ان کے علم حدیث کی خاص طور سے تعریف لکھی ہے۔ احادیث صحیحہ کی تلاش میں جو انہوں نے دور دراز سفر اختیار کیے ان کا ذکر کیا ہے۔ بہت طویل فہرست

ہے ان لوگوں کی جن سے انہوں نے اور جنہوں نے ان سے سماع حدیث کیا۔ چند جملے ان کے متعلق یہ ہیں۔ (۱) مات هذا العلم بوفاة الخطیب (۲) وقد کان رئیس الرؤساء تقدم الی الوعاظ والخطاب الا یرد واحد حدیثاً حتی یعرضوه علی ابی بکر الخطیب (۳) الخطیب امام، مصنف، حافظ لم یدرك مثله۔

ترجمہ:۔ (۱) علم حدیث خطیب کی موت کے ساتھ مر گیا۔ (۲) بڑے بڑے واعظ و خطیب کوئی حدیث بیان کرتے تھے جب تک خطیب کے سامنے پیش نہ کر دیں (۳) یہ خطیب امام مصنف اور حافظ تھے جن کا نظیر اور مثل کوئی اور نہیں ہوا۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، المجلد الثالث ص ۳۱۲ لغایت ۳۲۱۔ مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان للشیخ ابی محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی الجزء الثالث ص ۲۷ میں خطیب بغدادی کے متعلق یہ فقرے ملتے ہیں:۔ (۱) فضله اشهر من ان یوصف..... (۲) کان فقیها یغلب علیه الحدیث والتاریخ (۳) لم یکن للبغدادیین بعد الدارقطنی مثل الخطیب۔

ترجمہ:۔ (۱) ان کے فضل و علم کی شہرت تعریف سے بالاتر تھی (۲) فقیہ تھے اور علم و حدیث و علم تاریخ نے ان پر غلبہ کر لیا تھا (۳) بغدادیوں میں دارقطنی کے بعد کوئی شخص خطیب جیسا عالم و فاضل نہیں ہوا۔

بہت سی کتب تواریخ میں ان کی تاریخ کے حوالے ہیں اور ان پر اعتبار و اعتماد کیا گیا ہے۔ دیکھو تاریخ الخمیس، مواہب الدنیہ، تاریخ ابی الفداء وغیرہ۔ بہت سے تذکروں میں ان کا ذکر ہے۔ مثلاً بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز، تراجم الحفاظ میرزا محمد بدخشانی، طبقات الحفاظ سیوطی وفیات الاعیان، ابن خلکان وغیرہم۔ تاریخ ابی الفداء میں ان کے متعلق یہ فقرے ملتے ہیں۔ صاحب المصنفات الکثیرۃ امام الدنیا فی زمانه۔ کان من الحفاظ المتبحرین وکان فقیها فغلب علیه الحدیث والتاریخ تاریخ ابی الفداء مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۸۷۔

ان کی تاریخ بغداد چودہ مجلدات میں مطبوعہ مصر حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

تاریخ الکبیر ابن عساکر میں ان کے بیان کو اس طرح شروع کیا ہے۔ احد الائمة المشهورین المصنفین المکثرین والحفاظ المبرزین ومن ختم به دیوان المحدثین۔

ترجمہ:۔ مشہور آئمہ، مصنفین عظام اور حفاظ عظیم الشان میں سے ایک ہیں جن پر محدثین کا تذکرہ ختم ہوتا ہے۔

آگے چل کر کہتے ہیں:۔

وقال علی بن هبة الله الحافظ ان الخطیب البغدادی کان اخر الاعیان ممن شاهدناه

حافظ علی بن ہبۃ اللہ کہتے ہیں کہ خطیب بغدادی عظیم المرتبت والے علماء میں سے آخر تھے بلحاظ

قصۂ طالوت میں جونکات مضمر ہیں:

۲۔ لیکن وہ بادشاہت نبوّت کے معرفت حاصل ہوا کرتی تھی۔
۳۔ لہٰذا وہ حکومت الٰہیہ تھی یعنی ولایتِ امورِ مسلمین۔
۴۔ چونکہ وہ حکومت الٰہیہ تھی لہٰذا اُس کا والی خود خداوند تعالیٰ مقرر کرتا تھا۔
۵۔ اس تقرر کا اعلان اُس نبی ہی کی معرفت ہوا کرتا تھا۔
۶۔ خود جہاد میں سرداری کرنا۔ اُس حکومت الٰہیہ کے والی کا مابہ الامتیاز ہے۔
۷۔ نبوّت میں حکومت شامل ہونے کی شناخت یہ ہے کہ وہ نبی جس کی نبوّت میں حکومت شامل ہے جہاد فی سبیل اللہ میں سرداری کرے گا۔
۸۔ بنو اسرائیل کو خود حکومتِ الٰہیہ کا بادشاہ مقرر کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔
۹۔ عوام الناس کا معیار انتخاب ہمیشہ دولت ہی رہا ہے اس وقت بھی یہی تھا اور اب بھی رایوں کی خرید و فروخت عام ہے۔
۱۰۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک معیار انتخاب علم و شجاعت ہے۔
۱۱۔ بادشاہت کے لئے، خلافت الٰہیہ کے لئے، غرضیکہ ہر قسم کی سرداری کے لئے افضلیت اور سب پر برتری ہونی چاہیئے۔ افضل الناس ہی نبی ہوگا اور نبی کے بعد افضل الناس ہی اس کا جانشین ہوگا۔ حکومت الٰہیہ کے بادشاہ کو اپنی رعایا سے صفاتِ علیہ ذاتیہ میں افضل ہونا ضروری ہے۔ افضل کے موجود ہوتے ہوئے مفضول کا سردار ہونا خلافِ عقل ہے یہ کلیہ فرشتوں نے پیش کیا اور مانا گیا۔ یہ کلیہ شیطان نے پیش کیا اور مانا گیا۔ یہ کلیہ بنو اسرائیل نے پیش کیا اور مانا گیا ہر موقعہ پر صرف یہ جتایا گیا کہ تم اپنے تئیں افضل سمجھنے میں غلطی پر ہو۔ ہاں حکومت فرعونیہ میں مکاری و دغا بازی اپنا کام کر سکتی ہے لیکن اس میں تو ظلم ہی ظلم ہوتا ہے جہاں اور ظلم ہیں وہاں یہ بھی سہی۔
۱۲۔ حکومت الٰہیہ کی سرداری و بادشاہت صرف خدا کی طرف سے ہوتی ہے اس میں انسان کی رائے کو دخل نہیں۔ فرشتوں کا اجماع تھا کہ خلافت الٰہیہ کے لئے آدمؑ سے زیادہ وہ موزوں ہیں بنو اسرائیل کا مکمل اجماع تھا کہ طالوت بادشاہت کے لئے موزوں نہیں ہے ہر موقعہ پر وہ اجماع رد کیا گیا۔ جس کو خدا چاہے گا بادشاہت دیگا لیکن سب سے افضل بنا کر دے گا۔ تاکہ اس کے اوپر حجت نہ قائم ہو سکے پہلے اپنے مقرر کردہ شخص کو صفات قدسیہ سے مزیّن کرے گا پھر حکومت الٰہیہ کا سردار مقرر کرے گا چونکہ فضیلت دینی خدا کے ہاتھ میں ہے لہٰذا حکومت الٰہیہ کا سردار مقرر کرنا بھی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور ہونا چاہیئے۔

آپ نے دیکھا۔ محض ایک یہ قصہ سقیفہ بنی ساعدہ کے قضیہ کا پورا جواب ہے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ۔ اُن لوگوں کے قصوں سے نصیحت حاصل کرنی چاہیئے فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۔ اے ہمارے نبی پچھلے لوگوں کے واقعات کو بیان کرو۔ تاکہ یہ لوگ غور و فکر کریں۔ یہ ہے قرآن شریف کے قصوں کی غرض و غایت۔

معرفة واتقانا وحفظا وضبطا لحديث رسول الله صلى الله عليه وسلم وتفننا فى علله واسانيده وخبرة بروايته وناقليه وعلما بصحيحه وغريبه وفرده ومنكره وسقيمه ومطروحه ولم يكن للبغداديين بعد ابى الحسن على بن عمر الدارقطنى من يجرى مجراه ولا قام بعده منهم بهذا الشان سواه ...... كان ثقة حافظا متقنا متيقظا متبحرا مصنفا۔

الفاء وحفظ قرآن وحدیث کے۔ ان کی اسانید و روایات کا بہترین علم رکھتے تھے احادیث میں سے صحاح وغریب وافراد ومنکر وسقیم ومطروح کا بہت صحیح علم رکھتے تھے اور بغداد کے علماء میں سے دارقطنی کے بعد سوائے خطیب بغدادی کے اور کوئی ایسا نہیں ہوا جو دارقطنی کے مقام کو لے سکتا........ وہ ثقہ، حافظ قرآن و حدیث، متقی، پرہیزگار علم وافر رکھنے والے اور مصنف تھے دیکھو تاریخ الکبیر مطبوعہ دمشق

الشام ۱۳۲۹ھ المجلد الاول ص ۳۹۸ تا ۴۰۱۔

۲۴۔ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی النیساپوری وفات ۴۶۸ھ / ۱۰۷۶ء مؤلف کتاب اسباب النزول وغیرہ۔

علامہ یافعی کہتے ہیں:۔

الامام المفسر ابوالحسن على بن احمد الواحدى النيسابورى استاذ عصره فى النحو والتفسير تلميذ ابى اسحاق الثعلبى واحد من برع فى العلم و صنف التفاسير الشهيرة المجمع على حسنها والمشتغل بتدريسها والمرزوق السعادة فيها وهى البسيط الوسيط ومنه اخذ ابوحامد الغزالى اسماء كتبه الثلاثه وله كتب اخرى بعضها فيما يتعلق باسماء الله الحسنى وكتاب اسباب النزول۔

امام تفسیر ومفسر ابوالحسن علی الواحدی اپنے زمانہ کے نحو اور تفسیر میں استاد تھے۔ ابواسحٰق الثعلبی کے شاگرد تھے یکتائے زمانہ تھے۔ جنہوں نے علم میں کمال حاصل کر لیا تھا اور بہت سی مشہور تفسیر کی کتابیں انہوں نے لکھی، ہیں ان کو بہت اچھی طرح جمع اور اس کی درس و تدریس میں مشغول رہ کر سعادت حاصل کرتے تھے۔ وہ بسیط و وسیط وغیرہ ہیں۔ اس سے علامہ غزالی نے اپنی تین کتابوں کے نام لئے تھے۔ انہوں نے اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں مثلاً کتاب اسباب النزول وغیرہ۔

مرآۃ الجنان الجزء الثالث ص ۹۶۔

نیز ملاحظہ ہو تاریخ الکامل ابن الاثیر در وقائع ۴۶۸ھ۔ سیر النبلاء ذہبی، عبر فی خبر من غبر ذہبی تتمہ المختصر ابن الوردی، طبقات القراء الجزری، طبقات فقہاء شافعیہ اسدی تاریخ خمیس حسین دیار بکری کشف الظنون۔

۲۵۔ ابوالحسن علی بن محمد بن الخطیب الجلالی المعروف بابن المغازلی صاحب کتاب المناقب متوفی ۴۸۳ھ
اہلسنت و جماعت کے جلیل الشان علماء میں سے ہیں۔ دیکھو کتاب الانساب سمعانی تراجم الحفاظ میرزا محمد بن معتمد خاں۔ کشف الظنون میں بھی ان کا ذکر ہے ان کی روایات کا اور ان کی تحریرات کے حوالے بہت سے علماء اکابر سنیان نے دیئے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکی کی صواعق محرقہ، نورالدین سمہودی کی جواہر العقدین، احمد بن الفضل بن محمد باکثیر کی وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل اور سید محمود بن محمد بن علی الشیخانی کی صراط سوی میں ان کی روایات و تحریرات کے جابجا حوالے نہایت توثیق کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ فاضل رشید الدین نے ایضاح لطافۃ المقال میں ان کا حوالہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ دیا ہے اور اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ ان کے علماء کرام مثل مغازلی وغیرہ ولائے اہلبیت اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

۲۶۔ امام غزالی صاحب احیاء العلوم و سر العالمین متوفی ۵۰۵ھ ۱۱۱۱ء۔

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الغزالی کے محامد و اوصاف تحریر سے باہر ہیں۔ علامہ یافعی نے ان کے حالات مرآۃ الجنان الجزء الثالث ص ۱۷۷ لغایت ۱۹۳ میں تحریر کیے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سواد اعظم میں ان کی عظمت شان و جلالت مکان کس قدر رفیع ہے۔ ان کے محامد سے ان میں سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا لہٰذا ان تمام اوصاف کو یہاں تحریر کرنا موجب طوالت بے فائدہ ہوگا۔ حجۃ الاسلام ان کا لقب عام ہے صفحہ ۱۸۰ پر علامہ یافعی کہتے ہیں کہ "ھو الحبر الذی باھی بہ المصطفیٰ سید الانام موسیٰ و عیسیٰ علیہ و علیھما افضل الصلوٰت والسلام فی المنام الذی رویناھا باسنادنا العالی عن الشیخ الامام القطب ابی الحسن الشاذلی۔ یعنی امام غزالی وہ علوم کے سمندر ہیں۔ جن کے اوپر جناب محمد مصطفیٰؐ نے حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ سے مباہات کی اس خواب میں جو شیخ الامام القطب ابوالحسن الشاذلی نے دیکھا تھا اور جس کو ہم نے اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس سے زیادہ اونچا ثبوت علو مرتبت ہو سکتا ہے اور اگر کچھ کسر باقی رہتی ہے۔ تو وہ اس دعوے سے پوری ہو جاتی ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی آنا ہوتا تو وہ امام غزالی ہوتے جیسا کہ ان بزرگواروں کی بڑی بڑی کتابوں میں لکھا ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے کتاب التنبیہ بمن یبعثہ اللہ علی راس کل مائۃ میں کہا ہے۔

محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے شرح مواہب لدنیہ الجزء الاول ص ۳۶ میں ان کی بڑی توصیف و تعریف کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی ہدایت السعداء۔

ان کی کتاب سر العالمین میں کچھ ایسے امور حقیقت ان کے قلم سے نکل گئے ہیں کہ حضرات

اہلسنت وجماعت اس سے بہت کتراتے ہیں۔ یہ کتاب مصر میں چھپ گئی ہے اور اس کو تصنیف امام غزالی تسلیم کیا گیا ہے لیکن پھر بھی جب یہ حضرات زیادہ زچ ہوتے ہیں اور کوئی راستہ نکلنے کا نہیں پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ سر العالمین کسی رافضی کی لکھی ہوئی ہوگی۔ اس انداز بے باکانہ کا تو کچھ علاج نہیں۔ لیکن ہم یہ ثابت کئے دیتے ہیں کہ سر العالمین تصنیف امام غزالی ہے علامہ سبط ابن الجوزی نے تذکرہ خواص الامۃ میں سر العالمین کو تصنیف امام غزالی بیان کیا ہے۔ اور اس سے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ دیکھو ص ۳۷ تذکرہ خواص الامۃ۔ اسی طرح علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ورذیل ذکر حسن بن صباح کتاب سر العالمین کو امام غزالی کی طرف نسبت دی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں :۔ قال ابوحامد الغزالی فی کتاب سر العالمین۔ شاهدت قصۃ الحسن بن الصباح الخ دیکھو میزان الاعتدال الجزء الاول ص ۲۳۲ ذکر الحسن بن الصباح مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ سر العالمین کا ایک نسخہ بخط مصنف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔

۲۷۔ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ صاحب کتاب۔ الفردوس وفات ۱۹ ر رجب ۵۰۹ھ م دسمبر ۱۱۱۵ء

علامہ ذہبی کہتے ہیں :۔

شیرویہ بن شهردار بن شیرویہ بن فناخسرو الدیلمی المحدث الحافظ مفید همدان ومصنف تاریخها ومصنف کتاب الفردوس۔ قال یحیی بن منده هو شاب کیس حسن الخلق والخلق ذکی القلب صلب فی السنة قلیل الکلام قلت هو حسن المعرفة دغیرہ اتقن منه ۔[1]

۔ شیرویہ دیلمی مصنف تاریخ ہمدان وکتاب الفردوس یحیٰی بن مندہ کہتے ہیں کہ وہ جوان خوش رُو و خوش خُو صاحب فہم وذکا تھا۔ احادیث نبوی میں سرشار رہتا ہے۔ کم گو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کم گوئی زیادتی معرفت کی وجہ سے تھی۔

---

[1] تذکرۃ الحافظ ذہبی الجزء الرابع ص ۵۳۔

نیز ملاحظہ ہو :۔ ابو محمد عبداللہ بن اسعد الیافعی مرآۃ الجنان الجزء الثالث ص ۱۹۸ سیر النبلاء ذہبی۔ عبر فی من خبر ذہبی۔ شیخ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسوی طبقات شافعیہ۔ فیض القدیر مناوی برشرح جامع صغیر۔ ابو مہدی عیسیٰ بن محمد؛ مقالید الاسانید عثمانیہ۔ تاج الدین سبکی ؛ طبقات شافعیہ۔ تقی الدین اسدی۔ طبقات شافعیہ۔ جلال الدین السیوطی :۔ طبقات الحفاظ مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطنی کشف الظنون۔

۲۸۔ ابو منصور شہردار بن شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو دیلمی صاحب مسند الفردوس ولادت ۴۸۳ھ / ۱۰۹۰ء وفات ۵۵۸ھ / ۱۱۶۳ء۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔ شہرحاد بن الحافظ شیرویہ بن شهرداد الدیلمی

المحدث ابو منصور قال ابن السمعانی کان حافظاً عارفاً بالحدیث ۵۔ یعنی شہر دار بن شیرویہ محدث عظیم المرتبت تھے۔ ابن السمعانی کہتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث تھے اور علم حدیث سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔

۲۹۔ ابو المؤید الموفق بن احمد بن ابی سعید اسحٰق المعروف باخطب خوارزم صاحب کتاب المناقب ولادت ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء۔ وفات ۵۶۸ھ/۱۱۷۲ء۔

علامہ حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی اپنی کتاب بغیۃ الوعاۃ میں اخطب خوارزم کے متعلق لکھتے ہیں:۔ قال الصفدی کان متمکنا فی العربیۃ غزیر العلم فقیہاً فاضلاً ادیباً شاعراً یعنی وہ علم عربی کے اُستاد کامل، فقیہہ اعظم فاضل اجل ادیب اور شاعر تھے۔

(بغیۃ الوعاۃ مطبوعہ ۱۳۲۶ھ مصر ص ۴۰۱۔)

ابو الفتح ناصر بن عبد السید مطرزی اپنی الصناح شرح مقامات حریری میں جابجا اخطب خوارزم کو نہایت اعلیٰ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً امام اجل، علامہ، مولای الصدر السعید الشہید صدر الصدور، صدر الائمہ فخر خوارزم۔

ابن النجار اپنی تذییل تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں:۔ موفق بن احمد المکی کان خطیب خوارزم وکان فقیہاً فاضلاً ادیباً شاعراً بلیغاً من تلامذۃ الزمخشری۔ یعنی موفق بن احمد خطیب خوارزم بہت بڑے فقیہہ فاضل ادیب اور شاعر تھے اور زمخشری ان کے شاگردوں میں سے تھے۔

محمد بن محمود خوارزمی نے جامع اسانید ابی حنیفہ میں ان کی بڑی تعریف کی ہے۔

الصدر الکبیر شرف الدین احمد، اخطب خطباء الشرق والغرب صدر الائمہ کے القاب سے ان کا ذکر شروع کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اخطب خوارزم ابو حنیفہ کے بڑے مداح تھے اور ان کے اشعار حضرت امام ابو حنیفہ کی مدح میں نقل کئے ہیں۔

۳۰۔ حافظ الکبیر ثقۃ الدین ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن الحسین۔ بن عساکر الشافعی متوفی ۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء صاحب تاریخ الکبیر ولادت محرم ۴۹۹ھ نومبر ۱۱۰۵ء

میرے زیر مطالعہ اس کتاب کی وہ ایڈیشن رہی ہے جو مطبع روضۃ الشام میں ۱۳۲۹ھ میں طبع ہوئی تھی۔ یہ کتاب پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲ پر مؤلف کی مختصر سوانح عمری درج ہے۔ اس میں اس کے متعلق یہ الفاظ درج ہیں۔

امام اہل الحدیث فی زمانہ وحاملہ — اپنے زمانہ میں اہل حدیث کا امام، ان کا علمبردار

۵۔ عبر فی من غبر ذہبی۔ نیز دیکھو۔ طبقات شافعیہ سبکی۔ طبقات شافعیہ اسنوی۔ مقالید الاسانید ثعالبی۔ بستان المحدثین شاہ عبد العزیز۔ مولوی صدیق حسن خان۔ اتحاف النبلاء۔

لواءهم مولده فی العشر الاخیر من المحرم ۴۹۹ھ ..... وکان کثیر العلم غزیز الفضل حسن السمعت دینا ثقة متقنا جمع بین معرفة المتون والاسانید ..... رحل فی طلب الحدیث وجمع مالم یجمع غیره ... قال الشیخ عبد الوهاب السبکی فی طبقات الشافعیة الوسطی .... هو الشیخ الامام ناصر السنة وخادمها وقامع ارکان البدعة وهادمها امام اهل الحدیث فی زمانه وختام الجهابذة الحفاظ ولا ینکر احد مکانه محط رحال الطالبین ومامل ذوی الهمم من الراغبین والواحد الذی اجمعت الامة علیه حد لو اصل الی امالم یطمح الانام الیه والبحر الذی لاساحل له والحبر جل اعباء السنة کاهله۔

اخیر ماہ محرم ۴۹۹ھ میں پیدا ہوا .... کثیر علم وفضائل رکھنے والا دین میں نہایت بلند مرتبہ، متقی ثقہ، متن اور اسانید احادیث کا علم رکھنے والا ...... طلب حدیث میں اس نے بہت سفر کیا۔ اور اتنا کچھ احادیث میں جمع کیا کہ اتنا اس کے سوا کسی اور نے جمع نہیں کیا۔ شیخ عبد الوہاب السبکی طبقات الشافعیۃ الوسطیٰ میں لکھتے ہیں:۔

"ابن عساکر بہت عظیم الشان امام ہیں۔ وہ مذہب اہل سنت کے ناصر اور خدمت کرنے والے ہیں۔ بدعت کے ارکین کو منہدم کرنے والے ہیں۔ اپنے زمانہ کے علماء حدیث میں سب کے امام تھے۔ کوئی شخص ان کی عظمت وجلالت سے انکار نہیں کرسکتا۔ طالبانِ علم کے لئے وہ ایک مرکز ہیں شائقین حدیث کی امیدوں کے ملجا و ماویٰ ہیں وہی ایک ایسے شخص ہیں جن کی عظمت وجلالت ثقہ پر تمام امت کا اجماع ہے وہ ایسے سمندر علم کے ہیں جس کا کنارہ نہیں اور ایسے عالم وفاضل ہیں جو حامی سنت کے اہل ہیں۔

علامہ یافعی ان کی نسبت وقائع ۵۷۱ھ کے تحت میں لکھتے ہیں:۔

وفیها توفی الفقیه الامام المحدث البارع الحافظ المتقن الضابط ذو العلم الواسع شیخ الاسلام ومحدث الشام ناصر السنة قامع البدعة زین الحفاظ بحر العلوم الزاخر رئیس المحدثین المقر له بالتقدم العارق الماهر ثقة الدین ابو القاسم علی بن الحسن هبة الله ابن عساکر الذی اشتهر فی زمانه بعلو شانه ولم یر مثله فی اقرانه الجامع بین المعقول والمنقول والممیز بین الصحیح

اس سال (۵۷۱ھ) انتقال کیا۔ ابو القاسم علی بن الحسن ہبۃ اللہ ابن عساکر نے جو کہ فقیہ تھے امام تھے۔ محدث عظیم الشان اور حافظ قرآن وحدیث تھے نہایت وسیع علم رکھنے والے شیخ الاسلام ومحدث شام تھے سنت رسول اللہ کے مددگار، بدعت کو مٹانے والے، حفاظ کی زینت۔ علوم متعددہ کے سمندر، محدثین کے سردار تھے۔ دین میں ثقہ تھے اور جو مشہور ہوگئے اپنے زمانہ میں اپنی رفعت شان ومنزلت کی وجہ سے ان کا

والمعلول کان محدث زمانه ومن اعیان
الفقهاء الشافعیه غلبه علیه الحدیث
واشتهر به وبالغ فی طلبه الی ان جمع
منه مالم یتفق لغیره رحل وطوف
وجاب البلاد ولقی المشائخ۔ وکان
رفیق الحافظ ابی سعد عبد الکریم
بن السمعانی فی الرحلة۔ وکان ابوالقاسم
المذکور حافظا دینا جمع بین معرفة
المتون والاسانید ..... وصنف
التصانیف المفیدة وخرج التخاریج
وکان حسن الکلام علی الاحادیث محظوظا
علی الجمع والتالیف صنف التاریخ
الکبیر لدمشق فی ثمانین مجلد اتی فیه
بالعجائب وهو علی نسق تاریخ بغداد
..... قال بعض اهل العلم بالحدیث
والتواریخ ساد اهل زمانه فی الحدیث
ورجاله وبلغ فیه الذروة العلیا ومن
تصفح تاریخه علم منزلة الرجل فی
الحفظ قلت بل من تامل تصانیفه
من حیث الجملة علم مکانه فی الحفظ
والضبط للعلم الاطلاع وجودة
الفهم والبلاغة والتحقیق والامتاع
فی العلوم وفضائل تحتها من المناقب
والمحاسن کل طائل ..... قال الحافظ
الرئیس ابو المواهب لم ار مثله
ولا من اجتمع فیه من لزوم طریقة
واحدة منذ اربعین سنة من
لزوم الصلوٰة فی الصف الاول الا
من عذر والاعتکاف فی شهر رمضان

ہمسر ان کے اقران میں نہیں دیکھا گیا انہوں نے معقول کو
منقول سے مطابق کر دیا صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرتے
تھے اپنے زمانے کے تنہا محدث تھے احادیث کے علم میں
بہت مشہور تھے انہوں نے اسکے حاصل کرنے میں بڑی کوشش
کی تھی اور اتنی صحیح احادیث جمع کر لی تھیں جتنی کسی اور نے
نہیں کی تھیں انہوں نے اسکے حصول کیلئے شہر بشہر سفر
کیا علماء اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ ان سفروں میں
ان کا رفیق ابو سعد عبدالکریم بن سمعانی تھا یہ ابن عساکر
دین کے حافظ تھے اور احادیث کی متن واسانید
کی بہت معرفت صحت حاصل کر لی تھی ......
اور بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں احادیث
کی اسناد کی صحت پر بڑی توجہ کی احادیث کے
جمع و تالیف کے امام تھے اور دمشق کی تاریخ
کبیر لکھی جو اسی مجلدات میں ہے اور اس
میں بغداد کی تاریخ بھی شامل ہے۔ حدیث
وتاریخ کے اہل علم کہتے ہیں۔ ابن عساکر اپنے
زمانہ کے علماء حدیث ورجال کے سردار
تھے اور اس علم میں انہوں نے نہایت اعلیٰ
اور رفیع درجہ حاصل کیا تھا اور جس نے
ان کی تاریخ کی کتاب کا مطالعہ کیا اس
نے ان کے ذہن اور حافظ کی منزلت معلوم
کر لی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جس نے ان
کی تصانیف کو مجموعی طور سے بھی دیکھا ہے
اس کو ان کے علم وحافظ وخبر وفہم وذکاء و
بلاغت وتحقیقات وفضائل ومحاسن کے
رفعت منزلت کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے
حافظ ورئیس ابو المواہب کہتا ہے کہ میں نے ان کا
ثانی نہیں دیکھا اور نہ ایسا شخص دیکھا ہے جس
نے ان کی طرح ایک وضع وقطع پر چالیس سال

وعشر ذی الحجۃ وعدم التطلع وتحصیل
الاملاك دیناء الدور وقد اسقط ذالك
عن نفسہ واعرض عن طلب المناصب
من الامامۃ والخطابۃ ایاھا بعد ما
عرضت علیہ۔ ۔ ۔ ذکرہ الامام
الحافظ ابن النجار فی تاریخہ فقال امام
المحدثین فی وقتہ ومن ابنتھت الیہ
الریاستہ فی الحفظ والاتقان والمعرفۃ
التامۃ والثقۃ وبہ ختم ھذا الشان۔

گذار دیتے ہمیشہ جماعت کی نماز میں صفِ اول
میں ان کو دیکھا گیا۔ ہاں کسی دن عذر شرعی ہو
تو اور بات ہے۔ ماہِ رمضان میں اور اوّل
کی دس تاریخیں ذی الحجہ میں ہمیشہ اعتکاف
میں رہتے تھے۔ انہوں نے دنیا کی دولت و
املاک جمع نہیں کی۔ امامت وخطابت کے
منصب سے پرہیز کیا۔۔۔۔۔ حافظ ابن
النجار نے اپنی تاریخ میں ابن عساکر کی نسبت
لکھا ہے کہ وہ اپنے وقت کے امام المحدثین
تھے۔ جن کی طرف حفظِ حدیث و پرہیزگاری و معرفت کلی و ثقت کی سرداری ختم ہوگئی۔ اور ان
کے ساتھ ہی یہ شان بھی ختم ہوگئی۔

مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثالث ص ۳۹۳ لغایت ۳۹۶ در وقائع سنہ ۵۷۱ھ
علامہ ذہبی نے بھی ان کی تعریف ایسے ہی الفاظ میں کی ہے۔ دیکھو تذکرۃ الحفاظ ذہبی
مطبوعہ حیدرآباد دکن الجزء الرابع ص ۱۸۸ لغایت ۱۲۴۔ اندریں صورت زیادہ حوالے دینے
بیکار ہیں۔ ان کے بیان کو ہم ان کے تین اشعار پر ختم کرتے ہیں جو علامہ یافعی نے نقل کئے ہیں اور
جو ہمیں بہت پسند آئے ہیں:۔

(۱) تولی شبابی کان لم یکن   وجاء مشیبی کان لم یزل
(۲) کان بنفسی علی غرۃ   وخطب المنون بھا قد نزل
(۳) فیالیت شعری ممن اکون   وما قدر اللہ لی فی الازل

(۱) میرا شباب ایسا چلا گیا کہ گویا کبھی تھا ہی نہیں ÷ اور میرا بڑھاپا اسطرح آیا کہ گویا یہ ہمیشہ سے تھا اور اب کبھی جائیگا ہی نہیں
(۲) مجھے اپنے نفس کے متعلق کتنا دھوکا ہے ÷ حالانکہ موتوں کے بلادے اسکے پاس چلے آرہے ہیں۔
(۳) کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ میرا انجام کیا ہوگا ÷ اور خداوند تعالیٰ نے میرے لئے ازل میں کیا مقرر کیا ہے۔

۱۳۱ - ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن ابی الحسن السہیلی المولود بمدینۃ سنہ ۵۰۸ھ / ۱۱۱۴ء
والمتوفی بمراکش سنہ ۵۸۱ھ / ۱۱۸۵ء صاحب کتاب روض الانف۔

یہ کتاب بھی خداوند تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ
دو اجزاء ہیں سیرۃ ابن ہشام کی شرح ہے۔ حاشیہ پر اس کے سیرۃ ابن ہشام طبع ہے۔ مطبع جمالیہ
مصر میں سنہ ۱۳۳۲ھ مطابق سنہ ۱۹۱۴ء میں طبع ہوئی۔ مولوی شبلی اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

روض الانف، سیرۃ ابن اسحٰق کی شرح ہے۔ مصنف کا نام عبدالرحمٰن سہیلی ہے جنہوں نے
سنہ ۵۸۱ھ میں وفات پائی۔ یہ اکابر محدثین میں سے ہیں اور تمام مصنفین مابعد سیرۃ نبوی

کی تحقیقات اور معلومات کے متعلق ان کے خوشہ چین ہیں مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ۱۲۰ کتابوں کی مدد سے لکھی۔ سیرۃ النبی جلد اوّل حصہ اوّل ص ۲۶۔
علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتے ہیں :۔

وفیھا (سنہ ۵۸۱ھ) توفی الامام الحافظ علامہ المشہور ابوزید عبدالرحمٰن بن الخطیب عبد اللہ ابن الخطیب احمد الخثعمی السہیلی الاندلسی المالقی صاحب کتاب روض الانف وکان ببلدہ یتصف بالعفاف ویتبلغ بالکفاف ثمی نماجرہ الی صاحب مراکش فطلبہ الیھا واحسن الیہ واقبل بوجہ الاقبال علیہ واقام بھا نحو ثلاثۃ عوام وتوفی بھا۔

۵۸۱ھ میں امام حافظ علامہ مشہور ابوزید عبدالرحمٰن السہیلی مؤلف کتاب روض الانف اپنے شہر میں عفت اور عسرت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے کہ ان کی شہرت سلطان مراکش تک پہنچی اور اس نے ان کو طلب کیا۔ ان پر بہت انعامات واکرامات کی افزائش کی۔ یہ تین سال وہاں رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔

مرآۃ الجنان علامہ یافعی الجزء الثالث ص ۴۲۲، ۴۲۳۔

۳۲۔ ابن الاثیر الجزری صاحب جامع الاصول فی احادیث الرسول کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث۔ ولادت ربیع الاول ۵۴۴ھ جولائی ۱۱۴۹ء وفات ذی الحجہ ۶۰۶ھ مئی ۱۲۱۰ء۔

العلامہ مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم المعروف بابن الاثیر الشیبانی الجزری ثم الموصلی الکاتب قال ابوالبرکات ابن المستوفی فی حقہ اشھر العلماء ذکرا والاکثر النبلاء قدرا واحد الافاضل المشار الیھم وفرد الاماثل المعتمد فی الامور علیھم ۔ ۔ ۔ ۔ ولہ المصنفات البدیعۃ والرسائل الوسیعۃ منھا جامع الاصول فی احادیث الرسول جمع فیہ بین الصحاح الستۃ وھو علی وضع کتاب رزین الا ان فیہ زیادات کثیرۃ ومنھا کتاب النہایۃ فی غریب الحدیث فی خمس مجلدات

مجد الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر عالم کامل تھے۔ ان کے متعلق ابوالبرکات ابن المستوفی کہتے ہیں کہ یہ تمام علماء سے زیادہ علم میں مشہور اور ان تمام سے زیادہ صاحبِ قدر و منزلت تھے۔ ان افاضل میں سے تھے جن کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں اور ان میں سے ایک تھے جن پر تمام امور میں اعتبار کیا جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ان کی بہت سی نہایت عمدہ تصنیفات ہیں۔ ان میں سے جامع الاصول فی احادیث الرسول ہے جس میں انہوں نے صحاح ستہ کی مسلم صحیح احادیث جامع صحیحین رزین کی طرز پر جمع کی ہیں۔ لیکن اس میں رزین کی کتاب سے احادیث زیادہ ہیں۔ ایک

وکتاب الانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف فی تفسیر القرآن اخذہ من تفسیر الثعلبی والزمخشری ۔

کتاب الانصاف ہے جو تفسیر قرآن میں ہے اور جس کو تفسیر ثعلبی اور زمخشری سے اخذ کیا ہے ۔

۳۳ ۔ ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ ۱۲۳۲ء صاحب تاریخ الکامل ۔

یہ کتاب بارہ مجلدات پر مشتمل ہے ابتدائے عالم سے ۶۲۸ھ تک کے حالات اس میں درج ہیں اس کے حاشیہ پر مروج الذہب مسعودی کی چھپی ہوئی ہے مصری چھاپا ہے ۔ یہ مکمل کتاب پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے ۔ اس کا اردو ترجمہ بھی حیدرآباد میں ہوگیا ہے اور وہ مکمل ترجمہ اس حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے ۔

وفیات الاعیان میں ابن خلکان ان کی نسبت لکھتا ہے :-

عزیز الدین ابوالحسن علی بن محمد بن اثیر الجزری صاحب تاریخ المسمی بالکامل کان اماماً فی حفظ الحدیث ومعرفتہ وحافظاً التواریخ المتقدمہ والمتاخرہ وصنف فی التاریخ کتابا سماہ الکامل وھو من خیار التاریخ ۔

عزیز الدین ابوالحسن مؤلف تاریخ کامل حدیث کے حفظ و جمع کا امام تھا ۔ اور متقدمین و متاخرین کی تواریخ سے واقف تھا ۔ اس نے علم تاریخ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام کامل رکھا ۔ یہ بہترین تاریخ ہے ۔

مولوی شبلی الفاروق میں لکھتے ہیں :-

تاریخ ابن الاثیر کو علامہ ابن خلکان نے من خیار التواریخ کہا ہے اور درحقیقت اسکی قبولیت عام نے قدیم تصنیفین ناپید کر دیں ۔ (الفاروق حصہ اول دیباچہ ص ۹)

علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتے ہیں :-

وفیہا (سنہ ۶۳۰ھ) توفی الامام الحافظ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری صاحب التاریخ ومعرفۃ الصحابہ و

اس سال ۶۳۰ھ میں امام ابن الاثیر فوت ہوئے جنہوں نے تاریخ کامل اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ وغیرہ تصنیف کیا ہے یہ امام

سہ عبداللہ بن اسد الیافعی ۔ مرآۃ الجنان الجزء الرابع ص ۱۱، ۱۲ ۔ ابن الاثیر تاریخ الکامل ورذیل و ذکر وقائع ۶۰۶ھ ابن خلکان وفیات الاعیان تاریخ ابوالفداء در ذکر ۶۰۶ھ الجزء الثالث ص ۱۱۲، ۱۱۳ ۔ عبدالرحیم بن حسن اسنوی : طبقات شافعیہ ۔ ابن شحنہ ۔ روض المناظر وقائع ۶۰۶ھ ولی الدین محمد عبداللہ الخطیب : اسماء رجال مشکوٰۃ ۔ تقی الدین ابوبکر احمد طبقات شافعیہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی بغیۃ الوعاۃ ص ۳۸۵، ۳۸۶ ۔
مولوی صدیق حسن خان : ابجد العلوم و تاج مکلل و اتحاف النبلاء ۔

غیر ذالك کان صدرًا معظمًا کثیر الفضائل کان بیتہ مجمع الفضل لاھل الموصل وحافظ التواریخ وخبیرا بانساب العرب واخبارھم وایامھم ووقائعھم صنف فی التاریخ کتابا کبیرا واختصر کتاب الانساب لابن السمعانی واستدرك علیہ فی مواضع وبینہ علی اغلاط وزاد شیئًا اھملھا وھو مفید جید فی ثلاث مجلدات والاصل فی ثمان۔

بہت ہی بزرگ کثیر فضائل رکھنے والے تھے۔ ان کا گھر اہل موصل کے لئے فاضل وعالم لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ تھی۔ ابن الاثیر تاریخ کے حافظ اور انساب العرب کے اور انکی تاریخ ووقائع کے خبر رکھنے والے تھے تاریخ میں نہایت عمدہ کتاب لکھی۔ سمعانی کی کتاب الانساب کا اختصار کیا۔ اس پر اپنی طرف سے بہت کچھ ایزاد کیا اور اس کی غلطیوں کی درستی کی۔ یہ مختصر تین مجلدات میں ہے اصل کتاب آٹھ مجلدات میں ہے۔

مرآۃ الجنان یافعی الجزء الرابع ص ۷۰۔

۳۴۔ ضیاء مقدسی صاحب کتاب مختارہ۔ ولادت ۵۶۹ھ/۱۱۷۳ء۔ وفات ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء۔
ان کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔

الامام العالم الحافظ الحجۃ محدث الشام شیخ السنۃ ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمن السعدی المقدسی ثم الدمشقی الصالحی الحنبلی صاحب التصانیف النافعۃ ونسخ وصنف وصحح ولین وجرح وعدل وکان المرجوع الیہ فی ھذا الشان قال تلمیذہ عمر بن الحاجب شیخنا ابو عبداللہ شیخ وقتہ ونسیج وحدہ علما وحفظ وثقۃ ودینا من العلماء الربانیین وھو اکثر من ان یدخل علیہ مثل کان شدید التحری فی الروایۃ مجتھدا فی العبادۃ کثیر الذکر منقطعا متواضعا سھل العاریۃ رأیت جماعۃ المحدثین ذکروہ فاطنبوا فی فقھہ ومدحوہ بالحفظ والزھد سألت الزکی البرزالی عنہ فقال ثقۃ جبل حافظ دین۔ قال ابن النجار حافظ

ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد المقدسی حدیث وفقہ کے امام، احادیث کے حافظ، حجۃ اللہ محدث شام اور شیخ السنت تھے۔ انہوں نے بہت سی نفع دینے والی کتابیں تصنیف کی ہیں اور بہت سی احادیث لکھیں۔ احادیث کی کتابیں تصنیف کیں۔ احادیث پر جرح و تعدیل کی۔ اپنے زمانہ میں مرجع علماء تھے۔ ان کے شاگرد عمر بن الحاجب کہتے ہیں۔ کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ اپنے زمانہ کے شیخ واُستاد ہیں۔ علم وحفظ احادیث وفقہ ودین میں علماء الہیات میں سب سے برتر ہیں روایت حدیث میں بہت محتاط عبادت میں بہت ریاضت کرنے والے۔ ذکر الٰہی کثرت سے کرنے والے اور متواضع ومنکسر المزاج تھے۔ میں نے محدثین کی ایک جماعت دیکھی جو ضیاء مقدسی کا ذکر بہت تعظیم وتکریم سے کرتے تھے اور ان کے فقہ زہد وحفظ احادیث کے بہت مداح تھے

قضائے ربانی قرار دے چکی تھی کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے آخری نبی ہوں اور اس تعلیمی نصاب میں جو خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنے انبیاء و مرسلین کے ذریعہ سے سکھانے کے لیے مقرر کیا تھا آپ کی نبوت انتہائی درس کا درجہ رکھتی تھی لہٰذا سب سے زیادہ مشکل تھی اور چونکہ آپ کا عہدہ تمام انبیاء سلف کے عہدوں سے مشکل تھا لہٰذا آپ افضل ترین انبیاء قرار پائے آپ کی تعلیم کے دو نہایت مشکل ارکان تھے ایک تو علائق دُنیا کا عبادت الٰہی سے امتزاج اور دوسرے اُمور دنیاوی کو مذہب کی قیود میں رکھنا۔ آنحضرت کی بعثت کے وقت تک دماغ انسانی صفات الٰہی سے مکمل طور پر واقف نہیں ہوا تھا۔ اُس ذات سے کتنا اور کس قسم کا تقرب حاصل ہو سکتا ہے ابھی تک عقل انسانی نے یہ معمہ حل نہیں کیا تھا کوئی کہتا تھا کہ اسکی ذات میں مل جانا روح انسانی کے ارتقا کی آخری منزل ہے کوئی کہتا تھا کہ وہ ذات لامکان خود جسم انسان میں مکان بنا کر رہنے کی خواہش رکھتی ہے اور سب اس کلیہ پر متفق تھے کہ دُنیا اور لذات دُنیا کا ترک مطلق تقرب الٰہی کا اوّل زینہ ہے کوئی پہاڑوں میں تنہائی کی زندگی بسر کر کے رشی یا منی کہلاتا تھا۔ کوئی صومعہ کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں عمر بھر اپنی زندگی گزار کے راہب و کاہن کا لقب پاتا تھا۔ عورت اگرچہ قدرت نے پیدا تو کر دی تھی لیکن ان نیک خیال بندوں کے نزدیک عورت کا تعلق سالک راہِ حقیقت کی روح کے ارتقاء و ارتفاع کے لیے سم قاتل کا حکم رکھتا تھا۔ پیغمبر اسلام کی تعلیم نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ آپ نے ایک ایسا دینِ فطرت قائم کیا۔ جس کا پہلا اصول یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی تہذیب فطرت انسانی کی مطابقت سے ہو سکتی ہے اُس کی مخالفت سے نہیں خداوند تعالیٰ نے کوئی عضو یا جذبۂ انسانی بے فائدہ نہیں پیدا کیا بجائے اس عضو یا خواہش و جذبہ کے مارنے کے اُس سے وہ کام لینے چاہئیں۔ جس کے لیے وہ خواہش پیدا کی گئی ہے خدا کو دنیا کے راستہ سے حاصل کرنا گویا دنیا کو مزرعۂ آخرت سمجھنا یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ دین و دنیا کا امتزاج ہی اسلام کا مابہ الامتیاز ہے۔ اب تک بنی نوع انسان کو قرب الٰہی حاصل کرنے کا جو طریقہ معلوم ہوا تھا یا اگر اور طریقے بتائے گئے تھے تو وہ سب مطلقاً بھولے جا چکے تھے جو یاد رہا تھا وہ یہ طریقہ تھا کہ دُنیا اور اُس کی آزمائش کو قطعاً ترک کر دیا جائے۔ دینِ فطرت نے بتایا کہ یہ طریقہ مشیت خداوندی کے خلاف ہے اگر ترک دنیا ہی مطلوب تھا تو خلق دُنیا کی کیا ضرورت تھی۔ انسان سے پہلے خداوند تعالیٰ نے بہت سی مخلوقات پیدا کی ہوئی تھیں جن و شیاطین و ملائکہ سے ہم واقف ہیں اور بھی بہت ہوں گے جن سے ہم واقف نہیں اگر یہ سب مخلوقات صنعت خداوندی کے کامل ترین نمونے تھے تو پھر کسی اور مخلوق کو ان سب کے بعد پیدا کرنے کی ضرورت نہ تھی اور انسان کا پیدا کرنا بے سود تھا کیونکہ کامل ترین شے کے بعد ناقص کو پیدا کرنا حکمت خداوندی سے بعید ہے یہی اعتراض ملائکہ کا تھا لیکن خداوند تعالیٰ نے ملائکہ کو یہ حکم دے کر کہ انسان کو سجدۂ تعظیمی کرو۔ ظاہر کر دیا کہ انسان میں اشرف المخلوقات بننے کی اہلیت ودیعت کی گئی ہے۔ انسان ملائکہ سے کیونکر افضل ہو سکتا ہے؟

آنحضرت کی بعثت درس انسانی کا انتہائی درجہ

آنحضرت کی تعلیم کے دو مشکل ارکان (۱) امتزاج دین و دنیا (۲) حب مذہب کی حکومت۔

امتزاج دین و دنیا۔

متقين حجة عالم بالرجال ورع تقی ما رأيت مثله فی نزهة و عفة و حسن طريقة وقال الشرف ابن النابلسی مارأت مثل شيخنا الضياء [1]

میں نے زکی البرزالی سے ان کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ پہاڑ کی مانند علم میں راسخ محافظ دین ہیں۔ ابن النجار کہتے ہیں کہ ضیا مقدسی حافظ حدیث، فقہ میں راسخ، علم رجال سے واقف پرہیز گار و متقی تھے۔ میں نے ان جیسا عالم نزہت و عفت و حسن طریقہ و اعتماد میں نہیں دیکھا۔ شرف ابن النابلسی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ ضیاء مقدسی کا نظیر و مثیل کوئی نہیں دیکھا۔

کتاب مختارہ۔

ان کی کتاب مختارہ کی بھی بہت تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ کشف الظنون میں مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطینی لکھتے ہیں:۔

المختاره فی الحديث للحافظ ضياء الدين محمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی المتوفی سنة ۶۴۳ھ التزم فيه الصحة فصحح فيه احاديث لم يسبق الى تصحيحها قال ابن كثير هذا الكتاب لم يتم وكان بعض الحفاظ من مشائخنا يرجحه على مستدرك الحاكم كذا فی النور ايضاح [2]

احادیث میں کتاب المختارہ ضیاء الدین مقدسی نے تحریر کی ہے۔ اس میں احادیث کی صحت کا نہایت عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔ اس میں انہوں نے احادیث کی چھان بین و صحت اس طرح کی ہے کہ اس سے پہلے نہیں کی گئی۔ جیسا کہ ابن کثیر کہتے ہیں۔ ہمارے مشائخ میں سے چند کہتے ہیں کہ وہ مستدرک علی الصحیحین سے بہتر ہے اسی طرح نور ایضاح میں لکھا ہے۔

[2] کشف الظنون۔ نیز ملاحظہ ہو:۔

شیخ عبدالحق، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ نولکشور جلد اوّل ص ۷۔ مولوی حسن زمان، قول مستحسن۔

مطالب السئول فی مناقب آل الرسول۔

۳۵۔ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ۔ ولادت ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء۔ وفات ۶۵۲ھ / ۱۲۵۴ء۔

محمد ابن طلحۃ الشافعی جماعت اہلسنت کے بہت بڑے عالم و فاضل ہیں۔ علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

کان رئيسة محتشما، بارعا فی الفقه

محمد ابن طلحہ رئیس صاحب حشمت بزرگ

[1] شمس الدین ابو عبداللہ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ الجزء الرابع ص ۱۹۰۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ذہبی عبر فی من خبر در سنہ ثلاثہ واربعین وستمائۃ محمد بن شاکر بن احمد فوات الوفیات۔ جلال الدین السیوطی، طبقات الحفاظ ابو مہدی عیسیٰ بن محمد الثعالبی، مقالید الاسانید مولوی صدیق حسن، اتحاف النبلاء و تاریخ مکمل۔

والخلاف ولی الوزارة ثم زهد وجمع نفسہ عن الرضی ابن الاصمع قال طلعت جبل لبنان فوجدت فقیرا فقال لی رأیت البارحة فی المنام قائلا یقول الله درك یا ابن طلحة ماجدا ترك الوزارة عامدا فتسلطنا لا تعجبوا من زاهد فی زهده فی درهم لما اصاب المعدنا۔

فلما اصبحت ذهبت الی الشیخ ابن طلحہ فوجدت السلطان الملك الاشرف علی بابه وهو یطلب الاذن علیه فقعدت حتیٰ خرج السلطان فدخلت علیه فعرفته بما قال الفقیر فقال ان صدقت رؤیاه فانا اموت الی احد عشر یوما وکان کذلك۔

تھے۔ فقہ ومناظرہ میں درجہ کمال حاصل کر لیا تھا۔ بادشاہ کے وزیر تھے۔ پھر وزارت چھوڑی اور زہد اختیار کر لیا اور اپنے نفس کو ریاضت پر مائل کر لیا۔ رضی بن الاسمع کہتا ہے کہ میں کوہِ لبنان پر جو گیا تو وہاں ایک درویش کو پایا۔ جس نے مجھ سے کہا کہ شب گذشتہ میں نے خواب دیکھا کہ کوئی یہ اشعار پڑھ رہا ہے (ترجمہ اشعار) اے ابن طلحہ تم پر خدا کی برکت ہو کہ تم نے وزارت چھوڑ کر روحانی سلطنت حاصل کر لی ہے۔ اس شخص کے زہد سے تعجب نہ کرو جس نے درہم چھوڑ دیئے اور معدن حاصل کر لیا۔ جب صبح ہوئی تو میں شیخ محمد بن طلحہ کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ بادشاہ دروازے پر کھڑا اذن طلب کر رہا ہے۔ میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ بادشاہ شرف زیارت حاصل کر کے چلا گیا۔ پھر میں شیخ کے پاس گیا اور درویش کا خواب سنایا۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ خواب درست ہے تو میں گیارہ دن میں مر جاؤں گا اور ایسا ہی ہوا۔

(مرآۃ الجنان یافعی الجلد الرابع ص ۱۲۸)

محمد بن طلحہ کے علم وفضل وفقہ وورع وزہد وصدق لہجہ کی تعریف بہت عمدہ الفاظ میں عبدالرحیم اسنوی نے طبقات شافعیہ میں تقی الدین اسدی نے اپنی طبقات شافعیہ میں کی ہے یہ محمد بن یوسف الکنجی کے شیخ واستاد تھے۔ انہوں نے اپنی کفایۃ الطالب میں ان کو حجۃ الاسلام شافعی الزماں کے القاب سے یاد کیا ہے۔ مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نے مفتاح النجا میں مطالب السئول سے اخذ مطالب کیا ہے۔ اور ان کو شیخ العالم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ تفسیر شاہی میں علامہ محمد محبوب عالم نے کتاب مطالب السئول سے جابجا اقتباسات لئے ہیں۔

کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالبؑ۔

۳۶۔ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی۔ ولادت سنہ ھ۔ وفات ۶۵۸ھ / ۱۲۶۰ء

مصطفےٰ ابن عبداللہ القسطنطینی نے کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون میں لکھا ہے۔ کفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب للشیخ الحافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی الشافعی۔ گویا محمد بن یوسف کو حافظ وشیخ لکھا ہے۔ یہ اس زمانہ کے بہت بڑے الفاظ ہیں اور محض عالم متبحر ومحقق معتبر کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ شیخ استاد کامل کو کہتے ہیں اور حافظ اسکو کہتے

ہیں جس کو ایک لاکھ احادیث کے متعلق رجال واسانید پر عبور حاصل ہو۔ نورالدین علی بن محمد بن احمد المالکی المعروف با ابن صباغ نے بھی فصول مہمہ فی معرفۃ الائمہ میں محمد بن یوسف کو شیخ اور حافظ لکھا ہے۔ اوران کی کتاب کفایت الطالب سے مطالب و اقتباسات حاصل کئے ہیں۔

۳۷ ۔ شمس الدین ابوالمظفر المعروف بسبط ابن الجوزی متوفی ۶۵۴ھ / ۱۲۵۶ء صاحب تذکرہ خواص الائمہ

علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتے ہیں :۔

علامۃ الواعظ المورخ ..... حصل له القبول العظیم ...... له تفسیر فی تسعة وعشرین مجلدا وشرح الجامع الکبیر وجمع مجلدا فی مناقب ابی حنیفة رضی الله عنه۔

بہت بڑے عالم واعظ اور مؤرخ تھے۔ ان کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے ۲۹ مجلدات میں تفسیر قرآن لکھی ہے اور جامع الکبیر کی شرح لکھی ہے اور ابو حنیفہ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے۔

مرآۃ الجنان یافعی الجزء الرابع ص ۱۳۶ -

نیز ملاحظہ ہو ؛۔ وفیات الاعیان ابن خلکان، طبقات الشافعیہ تقی الدین اسدی و کشف الظنون وغیرہ۔

ابن ابی الحدید۔

۳۸ - عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن ابی الحدید عزالدین المدائنی ولادت ۵۸۶ھ / ۱۱۹۰ء ۔ وفات ۶۵۵ھ / ۱۲۵۷ء صاحب شرح نہج البلاغۃ۔

علامہ محمد ابن شاکر بن احمد المتوفی ۷۶۴ھ / ۱۳۶۲-۱۳۶۳ء اپنی کتاب فوات الوفیات میں ان کے متعلق لکھتے ہیں :۔

هو معدودٌ فی اعیان الشعراء وله دیوان شعر مشهور روی عنه الدمیاطی ..... الجزء الاول ص ۲۴۸۔ یعنی ابن ابی الحدید کا شمار بہت بڑے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان کا دیوان مشہور ہے۔ ان سے روایت حدیث علامہ دمیاطی نے کی ہے مذہب کے متعلق ان کو معتزلہ لکھا ہے۔ علامہ کمال الدین عبدالرزاق بن احمد بن محمد بن ابی المعالی الشیبانی اپنی کتاب مجمع الآداب فی معجم الالقاب میں لکھتے ہیں :۔

الحکیم الاصولی وکان من اعیان العلماء الافاضل واکابر الصدور الاماثل حکیما فاضلاً کاتباً کاملاً عارفاً باصول الکلام یذهب مذهب المعتزله .... فمن تصانیفه شرح نهج البلاغة عشرون مجلدا۔ یعنی علامہ ابن ابی الحدید حکیم اصولی تھا اور بہت بڑے علماء اور افاضل میں سے تھا۔ حکیم صاحب علم کامل اصول کلام کا جاننے والا مذہبًا معتزلہ تھا ...... اس کی تصانیف میں سے شرح نہج البلاغۃ ہے۔

معتزلہ اہلسنت وجماعت میں سے ایک فرقہ ہے۔ قبل اس کے کہ ہم دیگر شہادت سے

ثابت کریں کہ معتزلہ ایک شاخ ہے۔ مذہب اہلسنت وجماعت کی خود شرح نہج البلاغۃ اپنے مؤلف کے مذہب کو بتا رہی ہے۔ جب جوازیت خلافت اصحاب ثلاثہ کا ذکر آتا ہے۔ اس نے علماء شیعہ کی مخالفت کی ہے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو جائز ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے یہی ایک بات اس امر پر مزید بحث کو بے فائدہ بتاتی ہے۔ خود شرح نہج البلاغۃ کو پڑھ لو۔ تم کو ابن ابی الحدید کا مذہب معلوم ہو جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:۔

ان دعواہ علی جمیع اھل السنۃ المثبتین لامامۃ الخلفاء الثلاثۃ انھم یقولون بالقیاس دعوی باطلۃ فقد عرف فیھم طوائف لا یقولون بالقیاس کالمعتزلۃ البغدادیین وکالظاھریۃ کداؤد وابن حزم وغیرھما۔

شیعہ عالم کا یہ دعویٰ کہ تمام اہل سنت و جماعت خلفاء ثلاثہ کی امامت قیاس سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں غلط ہے۔ کیونکہ اہل سنت وجماعت میں بہت سے فرقے مثلاً معتزلہ فقہاء بغدادیہ، ظاہریہ مثل داود وابن حزم وغیرہما کے ان کی امامت قیاس سے نہیں ثابت کرتے۔

ابن تیمیہ۔ منہاج السنۃ الجزء الثانی ص ۸۹۔

علامہ مسعودی نے اُمت اسلامیہ کو دو فرقوں پر منقسم کیا ہے۔ اور وجہ تفریق مسئلہ امامت کو قرار دیا ہے جو کہ بالکل صحیح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک فرقہ تو وہ ہے۔ جو امامت بالنص کا قائل ہے اور وہ شیعان علیؑ ہیں۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جو امامت بالاختیار کا قائل ہے یعنی اُمت کو اختیار ہے کہ اپنا خلیفہ و امام خود مقرر کریں۔ اس میں وہ تمام اہل سنت وجماعت اور ان کے فرقوں معتزلہ وغیرہ کو رکھتے ہیں۔ دیکھو مروج الذہب المسعودی الجزء الاول ص ۲۸ مطبوعہ بغداد۔

اسی طرح علامہ حجر عسقلانی اُمت محمدیہ کو محض ان دو فرقوں پر تقسیم کرتے ہیں اور اس میں اہلسنت وجماعت ومعتزلہ وخوارج کو ایک فریق میں رکھتے ہیں۔ ان کا فقرہ ہے۔ وقال جمہور اھل السنۃ والمعتزلۃ والخوارج لم ینص علی احد۔ صواعق محرقہ باب الاول فصل الرابع ص ۱۵۔ ترجمہ:۔ برخلاف شیعان علی کے جمہور اہلسنت ومعتزلہ وخوارج کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے کسی خاص شخص کے لئے خلافت پر نص نہیں کی۔

فرقہ معتزلہ کی وجہ ہست وبود ہی یہ تھی کہ وہ محض شیعوں کی مخالفت میں کھڑے ہوتے تھے۔ انہوں نے شیعوں کی طرف نہایت مذموم عقائد منسوب کئے یعنی یہ کہ شیعہ علیؑ واولاد علیؑ میں الوہیت بالتشبیہ قائم کرتے ہیں اور حلول کے قائل ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ علیؑ میں خدا نے حلول کیا تھا۔ لہٰذا معتزلہ نے اپنے ذمہ شیعہ عقائد کی تردید لے لی۔ وہ عقائد جو دراصل ان کے تھے یعنی امامت بالنص اور وہ جھوٹے عقائد جو ان کے دشمنوں نے

ان کی طرف منسوب کیئے تھے یعنی تشبیہ و حلول دونوں قسم کے عقائد کی تردید معتزلہ کرتے ہیں۔
چنانچہ علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:۔ وکان التشبیہ بالاصل والوضع فی الشیعۃ وانما عادت الی بعض اھل السنۃ بعد ذلک وتمکن الاعتزال فیھم لما راوان ذلک اقرب الی المعقول وابعد من التشبیہ والحلول۔ یعنی دراصل تشبیہ کا عقیدہ شیعوں تک محدود تھا۔ بعض اہل سنت میں یہ عقیدہ بعد میں پیدا ہوا۔ اہل سنّت میں اعتزال قبول کر لیا گیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ عقیدہ عقل کے قریب اور تشبیہہ و حلول سے بعید تھا۔

مولوی عبدالسلام ندوی نے معارف جلد ۳ نمبر ۱۱ ص ۵۹۳ لغایت ۶۰۰ پر جو مضمون فرق اسلامیہ کے متعلق ختم کیا ہے اس کے صفحہ ۵۹۸ پر لکھتے ہیں کہ اہل سنّت و جماعت نے بھی اعتزال کو قبول کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے جو مسئلہ جبر و قدر کا جاری کیا تھا۔ اس کو بھی معتزلہ نے بہت سختی کے ساتھ قبول کر لیا۔ اس وجہ سے خلفاء بنو عباسیہ نے ان کی حمایت کی اور ان کے مذہب کی تائید کی۔ دیکھو معارف جلد ۳ ۱۰؎ ص ۵۱۶۔

ریاض النضرۃ فی فضائل العشرہ۔ ذخائر العقبیٰ۔

۳۹۔ محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری۔ ولادت ۶۱۵ھ / ۱۲۱۸ء وفات ۶۹۴ھ / ۱۲۹۵ء

علامہ یافعی ۶۹۴ھ کی وفیات میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور وہاں ان کو شیخ الحرم العلامہ الحافظ الروایہ ذوالتصانیف الکثیرہ والفضائل الشہیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں:۔

صنف کتبًا عدیدۃ فی الحدیث ولہ فی الفقہ مبسوطات و مختصرات ومن المبسوطات کتاب فی الاحکام فی عدہ مجلدات اجاد فیہ وافاد و اکثر و اطنب وجمع الصحیح والحسن۔۔۔۔ وکان فقیھا بارعًا محدثًا حافظًا درس وافتی واسمع وروی وکان محدث الحجاز فی زمانہ وشیخ الشافعیہ ھنالک۔۔۔۔ وکان لہ جاہ عظیم وحظ کریم عند الملک المظفر صاحب الیمن وکان مشغولا بالعلم مستفید او مفید او عند اخذ خلائق من الفضلا من اکابر المحدثین والفقہاء وکان

محب الدین احمد طبری نے حدیث میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور فقہ میں انہوں نے بہت سے مطولات و مختصرات لکھے ہیں۔ اور مبسوطات میں کتاب الاحکام کی جلدوں میں ہے۔ اس میں انہوں نے بہت حسن و صحیح احادیث جمع کی ہیں اور نہایت عمدہ مفید اور پاک باتیں تحریر کی ہیں۔۔۔۔۔۔ بہت بڑے علم والے فقیہہ پرہیزگار محدث حافظ تھے۔ درس دیتے تھے اور افتاء کرتے تھے۔ احادیث کا علم حاصل کیا۔ اور روایت کیا۔ اپنے زمانہ کا یکتا محدث حجاز تھا اور جماعت شافعیہ کا سردار اعظم۔۔۔ ملک المظفر بادشاہِ یمن کے نزدیک ان کی بہت

له صحبة من الشيخ الكبير العارف بالله الخبير ذى المناقب والكرامات السنيه والاحوال والمقامات العليه ابى العباس احمد المورقى المغربى المدفون فى الطائف قدس الله روحه وله معه حكايات عجيبته۔

قدر و منزلت وجاہ تھی۔ اور یہ ہمیشہ مفید علم میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اکابر محدثین و فقہاء کی جماعت کثیر نے ان سے اخذ علم حدیث کیا اور ان کو عارف باخدا صاحب مناقب و کرامات ابوالعباس احمد المغربی کی صحبت حاصل تھی اور ان کے ساتھ ان کی عجیب عجیب حکایات مشہور ہیں۔ (مرآۃ الجنان علامہ یافعی الجزء الرابع ص ۲۲۴)

علامہ ذہبی نے ان کو امام المحدث المفتی فقیہ الحرم کی الشافعی لکھا ہے اور کہتے ہیں۔

تفقه ودرس وافتى وصنف وكان شيخ الشافعيه ومحدث الحجاز۔۔۔۔ وكان اماماً صالحاً قل هد اكبير الشان۔ یعنی انہوں نے فقہ میں اعلیٰ درجہ حاصل کیا۔ درس دیتے تھے۔ فتویٰ صادر کرتے تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور جماعت شافعیہ کے شیخ تھے۔ اور محدث حجاز تھے۔ امام صالح و زاہد اور کبیر الشان تھے۔

تذکرۃ الحفاظ الجزء الرابع ص ۲۵۵۔

ان کی مزید تصدیق و توثیق و مدح کے لئے دیکھو طبقات شافعیہ عبدالرحیم الاسنوی طبقات شافعیہ عبدالوہاب بن علی السبکی، طبقات الحفاظ عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی اور روضۃ الندیہ محمد بن اسمٰعیل یمانی اور ذخیرۃ المآل احمد بن عبدالقادر عجیلی۔

کتاب المختصر فی اخبار البشر المعروف بتاریخ ابی الفداء۔

۴۰۔ ملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل ابوالفداء صاحب حماۃ متوفی ۷۳۲ھ / ۱۳۳۲ء۔

اس تاریخ کا ایک نسخہ مطبوعہ الحسینیہ المصریہ کا چھپا ہوا حقیر کے کتب خانہ میں بفضلہ موجود ہے۔ مؤلف نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے کن کن کتابوں سے اس کتاب کی تالیف میں مدد لی ہے اور وہ بہت سی تاریخ کی کتابیں ہیں خصوصاً تاریخ کامل لابن اثیر اور تجاریب الامم ابن مسکویہ و تاریخ مظفری و تاریخ یمن و وفیات الاعیان ابن خلکان زیادہ قابل ذکر ہیں۔ یہ کتاب چار مجلدات میں ہے اور اس میں ۷۲۹ھ تک کے حالات ہیں۔ ۷۲۹ھ کے آخر تک کے حالات تو خود ابوالفداء کے لکھے ہوئے ہیں اور ابتدائی ۷۳۰ھ سے آخر ۷۴۹ھ تک کے حالات ذیل تاریخ ابن الوردی سے لئے گئے ہیں۔ یہ ایڈیشن ۱۳۲۵ھ کی مطبوعہ ہے۔

علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وفيها (سنه ۷۳۲ھ) مات صاحب حماة الملك المويد عماد الدين اسمٰعيل

۷۳۲ھ میں سلطان حماۃ ملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل بن افضل علی ایوبی کا انتقال ہوا۔ ایک

بن الافضل علی الایوبی الحموی صاحب التاریخ و ناظم الحاوی وله کتاب (تقویم البلدان) وفضائل وفلسفہ۔

تاریخ کی کتاب اور تقویم البلدان لکھی ہیں بہت ہی فضیلت والا شخص تھا اور فلسفہ سے بھی واقف تھا۔

مرآۃ الجنان الجزء الرابع ص ۲۸۴۔

مولوی صدیق حسن حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں:۔

تاریخ ملک المؤید ابوالفداء اسمٰعیل موسوم بہ کتاب المختصر فی اخبار البشر در مختصرات فن خیلے سنجیدہ و معتبر است۔ اور کشف الظنون میں ہے۔

کتاب المختصر فی اخبار البشر للملك المؤید اسمٰعیل ابی الفداء المتوفی سنہ ۷۳۲ھ واختصره الشیخ الامام زین الدین عمر بن الوردی الشافعی وسماه تتمہ المختصر۔

کتاب المختصر فی اخبار البشر تالیف ملک مؤید اسمٰعیل ابی الفداء جن کا انتقال ۷۳۲ھ میں ہوا۔ اور اس کا اختصار شیخ الامام زین الدین عمر بن الوردی نے کیا۔ اور اس کا نام تتمہ مختصر رکھا۔

ابن شحنہ حلبی بترجمہ ابوالفداء لکھتے ہیں:۔

کان عالماً ادیباً له الیه الطولیٰ فی الریاضیۃ والهندسۃ والهیئۃ ..... وللسلطان عماد الدین اسمٰعیل رحمہ اللہ علیہ عدۃ مولفات فی انواع العلوم واشعار ذائقۃ فمن مولفاتہ ..... کتاب التاریخ المسمی بالمختصر فی اخبار البشر۔

ابوالفداء عالم اور ادیب تھا ..... اور علم ریاضی و ہندسہ و ہیئت میں اس کو ید طولیٰ حاصل تھا ..... متفرق و مختلف علوم و فنون میں اس کی تالیفات ہیں اور اشعار بھی اچھے کہتا تھا اور اس کی تالیفات میں سے ..... کتاب التاریخ موسوم بہ مختصر فی اخبار البشر ہے۔

روض المناظر فی علوم الاوائل والاواخر تالیف ابن شحنہ حلبی وقائع ۷۳۲ھ۔

صلاح الدین محمد بن شاکر بن احمد الخازن اپنی کتاب فوات الوفیات میں کہ جو ذیل تاریخ ابن خلکان ہے کہتا ہے:۔

الملك المؤید اسمٰعیل بن علی الامام الفاضل العالم السلطان الملك المؤید عماد الدین الفدا ابن الافاضل بن المظفر بن المنصور صاحب حماۃ ..... وکان الملك المؤید فیه مکارم وفضیلۃ تامۃ من فقہ وطب وحکمت وغیر ذالك و

الملک المؤید اسمٰعیل بن علی ابوالفداء امام فن و فاضل علم، صاحب فضائل سلطان حماۃ تھا ..... ملک المؤید میں بہت سی بزرگیاں اور کامل فضائل علوم فقہ و طب و حکمت وغیرہ میں حاصل تھے نہایت سخی تھا۔ علم ہیئت اچھی طرح جانتا تھا اور باقی علوم

اجود ما كان يعرفه علم الهيئة لانه اتقنه وان كان قد شارك فى سائر العلوم مشاركة جيدة وكان محباً لاهل العلم مقربًا لهم۔

میں بھی حصہ وافر وشافی رکھتا تھا۔ اہل علم کو دوست رکھتا تھا اور ان کو مقرب بناتا تھا۔

(فوات الوفیات ص ۱۶، ۱۷۔

نیز ملاحظہ ہو۔ درر کامنہ ابن حجر اور طبقات فقہائے شافعیہ تالیف ابوبکر اسدی۔

وفیات الاعیان۔

۱۴۱۔ قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد الاربلی الشافعی المعروف بابن خلکان۔

متوفی ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء

علامہ یافعی ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

صاحب التاريخ ولد سنة ثمان و ستة مائة ..... لقى كبار العلماء وبرع فى الفضائل والآداب وسكن مصر مدة وناب فى القضاء ثم ولى قضاء الشام عشرين سنين معزولا به عزالدين ابن الصائغ وعزل بعزالدين المذكور فاقام سبع سنين معزولا بمصر ثم رد الى قضاء الشام وعزل به ابن الصائغ وتلقاه يوم دخوله نائب السلطنة واعيان البلد وكان يوما مشهودا اقل ان راى قاض مثله وكان عالما بارعا عارفا بالمذهب وفنونه شديد الفتاوى جيد القريحة وقورا رئيسا حسن المذاكرة حلو المحاضرة بصيرا بالشعر جميل الاخلاق سريا ذكيا اخباريا عارفا بايام الناس له كتاب (وفيات الاعيان) وهو من احسن ما صنف فى هذا الفن... (قلت) ومن طالع تاريخه المذكور اطلع على اكثرة فضائل مصنفه۔

ابن خلکان صاحب التاریخ ہیں۔ ۶۰۸ھ/۱۲۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ . . . فضائل اور آداب میں ترقی کی انتہائی معراج کو پہنچے۔ کچھ عرصہ مصر میں رہے اور وہاں نائب قاضی تھے۔ پھر شام میں بیس سال تک حاکم قضا رہے۔ پھر ان کی جگہ عزالدین ابن الصائغ آ گئے۔ اور ابن خلکان سات سال تک مصر میں رہے۔ پھر شام میں حاکم قضا مقرر ہوئے اور ابن الصائغ کی جگہ پائی۔ جس دن یہ شام میں پہنچے تو نائب السلطنت و عمائد شہر نے ان کا استقبال کیا۔ ایسی حشمت و جلال و علم والا قاضی زمانہ نے نہیں دیکھا۔ یہ عالم زاہد مذہب کے فقہ سے عارف تھے ان کے بہت سخت فتوے ہوتے تھے۔ یہ بہت باوقعت رئیس تھے۔ گفتگو و محاضرات میں بہت پسندیدہ اخلاق میں نہایت عمدہ شعر اچھے کہتے تھے صاحب ذکاوت و ذہانت تھے۔ علم تاریخ کے ماہر تھے ان کی تاریخ کی کتاب وفیات الاعیان ہے اور اس فن میں جتنی کتابیں تحریر ہوئی ہیں ان سب میں بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ جس نے ان کی یہ کتاب

دیکھی اس پر واضح ہوگیا کہ اس کا مصنف کتنے فضائل والا شخص تھا۔

مرآۃ الجنان یافعی الجزء الرابع ص ۱۹۲۔

علامہ سیوطی ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

ابن خلکان۔ قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراهیم بن ابی بکر الشافعی صاحب دفیات الاعیان کان ذکیا عارفا بایام الناس مات رجب سنة ۶۸۱ ھ۔ (حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ سیوطی)۔

ابن خلکان، قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر جنہوں نے وفیات الاعیان تالیف کی ہے یہ بہت ذکی عالم اور علم تاریخ کے واقف تھے۔ رجب ۶۸۱ھ میں انتقال ہوگیا۔ نیز برائے توثیق ابن خلکان دیکھو۔

عبر فی خبر من غبر ذہبی در وقائع سال ۶۸۱ھ۔

تتمہ المختصر فی اخبار البشر عمر بن مظفر بن محمد الشہیر بابن الوردی الشافعی در وقائع سال ۶۸۱ھ۔

طبقات شافعیہ وسطی از عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی الشافعی السبکی۔

طبقات شافعیہ از جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن بن علی الاسنوی الشافعی۔

طبقات شافعیہ از تقی الدین ابوبکر بن احمد دمشقی اسدی۔

نجوم ظاہرہ فی تاریخ مصر والقاہرہ از جمال الدین یوسف بن تغری۔

تہذیب الکمال۔

۴۲۔ یوسف بن عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی بن ابی الزہرا الحلبی الاصل المزی ابو الحجاج جمال الدین۔ ولادت ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء۔ وفات ۷۴۲ھ/۱۳۴۱ء ان کے معاصر علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں ان کو حافظ الاوحد محدث الشام لکھتے ہیں۔ یعنی حافظ یکتائے زمانہ شام کا محدث اعظم۔ پھر لکھتے ہیں:۔

خرج لنفسه واملى مجلس واوضح مشكلات ومعضلات ماسبق اليها فى علم الحديث ورجاله وولى المشيخة باماكن منها الدار الاشرفيه وكان ثقة حجة كثير العلم حسن الاخلاق كثير السكوت قليل الكلام بدا صادق اللهجة۔ لم يعرف له صبوة وكان يطالع وينقل الطباق اذا حدث وهو فى ذلك لايكاد يخفى عليه شئ مما

انہوں نے خود استخراج حدیث کیا مشکلات کی تشریح کی۔ علم حدیث ورجال میں جو مشکلات تھیں ان کو دور کیا بہت سے مقامات پر بطور شیخ حدیث کے درس دیا۔ ان میں سے ایک مقام دار الاشرفیہ ہے۔ یہ ثقہ تھے۔ بہت کثیر علم رکھنے والے تھے۔ حسن اخلاق بہت تھا، خاموش زیادہ رہتے تھے۔ کلام بہت کم کرتے تھے۔ صادق اللہجہ تھے۔ ان کی احادیث د

یقراء بل یرد فی المتن والاسناد ردًا مفیدًا یتعجب منه فضلاء الجماعة وکان متواضعا حلیما صبورًا مقتصدًا فی مأکله وملبسه کثیر المشی فی مصالحه

(تذکرۃ الحفاظ الجلد الرابع ص ۳۸۰ - ۳۸۱) -

گفتگو سچی ہوتی تھیں۔ بہت مطالعہ کرتے تھے۔ خطبہ میں مختلف طبقوں کے علم حدیث ورجال کا ذکر کرتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شے ان سے مخفی نہیں۔ متن واسناد کے حوالے دیتے جاتے تھے۔ علماء و فضلاء زمانہ کو بہت تعجب ہوتا تھا۔ متواضع و حلیم و صابر تھے خوراک و لباس میں بہت محتاط تھے پیدل بہت چلتے تھے۔ ان کی مزید توثیق و تصدیق کے لئے دیکھو۔

طبقات شافعیہ تاج الدین سبکی۔ طبقات شافعیہ جمال الدین اسنوی۔

طبقات شافعیہ تقی الدین اسدی۔ درر کامنہ ابن حجر عسقلانی۔

روض المناظر قاضی ابوالولید ابن شحنہ طبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی۔

بدر طالع محمد بن علی الشوکانی وغیرہ۔

تذہیب التہذیب۔ میزان الاعتدال۔ تذکرۃ الحفاظ۔

۴۳ - محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الشیخ الامام العلامۃ الحافظ شمس الدین ابو عبداللہ الذہبی۔

ولادت ۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء - وفات ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء -

ان کے معاصر محمد بن شاکر بن احمد متوفی ۷۶۴ھ اپنی فوات الوفیات میں لکھتے ہیں :-

حافظًا لا یجاری ولاحظ لا یباری اتقن الحدیث ورجاله ونظر علله واحواله وعرف تراجم الناس وازال الابهام فی تواریخهم والالباس جمع الکثیر ونفع الجم الغفیر واکثر من التصنیف ووفر بالاختصار مؤنة التطویل فی التالیف۔

(محمد بن شاکر بن احمد : فوات الوفیات الجزء الثانی ص ۱۸۳) -

اس عبارت کے بعد علامہ ذہبی کی بیشمار تصانیف کا ذکر تصدیق و توثیق کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جس میں میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفاظ کا تذکرہ خاص طور سے ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے :-

حافظ بے بدل و عالم بے عدیل و نظیر۔ انہوں نے علم حدیث اور اس کے رجال کے علم کو بدرجہ اکمل حاصل کیا۔ احادیث کے اسباب واحوال پر غور کرتے تھے۔ راویوں کے احوال سے واقف تھے۔ تواریخ کے مبہم مقامات کی تشریح و توضیح کی۔ بہت کچھ علم جمع کیا جس سے ایک جم غفیر کو فائدہ پہنچا۔ ان کی تصانیف کثیر التعداد ہیں۔ اور جو کتابیں طوالت کے ساتھ لکھی ہوئی تھیں۔ ناظرین کی تکلیف کو رفع کرنے کے لئے انہوں نے ان کا نہایت عمدہ اختصار تالیف کیا۔

دیگر علماء و محدثین و محققین نے بھی ان کی بہت عمدہ الفاظ کے ساتھ توثیق و تصدیق کی ہے۔

اس وجہ سے کہ انسان کے لئے ابتلاء ہے ملائکہ کے لئے ابتلاء نہیں انسان خیر و شر کے درمیان مختار ہے ملائکہ میں شر کی آمیزش نہیں اور چونکہ ان میں شر کی طرف جانے کا میلان ہی نہیں ہے لہٰذا ان کے خیر کی بڑی قیمت نہیں ذریعہ وجاء ابتلاء فقط دنیا ہے۔ خیر و شر کے درمیان مختار رہنا اور پھر علائق دنیا میں جہاں شر کو نہایت زیبا و دل آویز لباس پہنایا گیا ہے۔ شر کو چھوڑ کر خیر اختیار کرنا یہ ہی روح انسانی کے ارتقاء کی آخری منزل ہے اور یہی ذریعہ ہے تقرب الٰہی حاصل کرنے کا جو ترک دنیا کرتا ہے وہ ابتلاء سے بھاگتا ہے اور جو ابتلاء سے بھاگتا ہے وہ قربِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ انہماک فی الدنیا اور اعراض عن الدنیا دونوں مذموم ہیں انہماک و ترکِ مطلق کے درمیان کا راستہ صراطِ مستقیم ہے تقرب کیا ہے۔ تقرب کے یہ معنی نہیں کہ روح انسانی الوہیت کے درجہ تک پہنچکر الہٰیت میں فنا ہو جائے یا خداوند تعالیٰ خود جسمِ انسانی میں آن کر حلول کرے وہ خدا کیا جو انسان کے جسم کے اندر سما سکے یا جس کو جسم انسانی اپنے اندر لے سکے چھوٹی شے بڑی شے میں سما سکتی ہے۔ بڑی شے کیونکر چھوٹی شے کے اندر سمائے۔ تقرب یہ ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اکرام کے درجہ کا نام تقرب ہے۔ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ۔

اسلام کی یہ تعلیم تمام ادیانِ مروجہ کی تعلیم سے بدرجہا مشکل ہے پہاڑوں میں دنیا سے علیحدہ رہ کر خدا کو یاد کرنا کہیں آسان ہے بہ نسبت اس کے دنیا کے علائق میں رہیں اور پھر خدا کی عبادت کریں ایک طرف بچے بھوکے رو رہے ہیں دوسری طرف بیوی مطالبہ کر رہی ہے۔ دشمنوں کی عداوت ستا رہی ہے۔ جائداد ہاتھوں سے نکل رہی ہے۔ ظالموں کا ظلم و جور ستا رہا ہے اور پھر خدا کی یاد کئے جا رہے ہیں لیکن جس طرح محض تعلیم کے کورس کا مشکل ہونا کسی مدرسہ یا کالج کی اکملیت کی دلیل نہیں ہے اسی طرح اس مذہبی تعلیم کا مشکل ہونا اسلام کی اکملیت نہیں۔ اکملیت یہ ہے کہ اس مشکل سبق کو آسان کیا جائے اور اسباق الاشیاء کی طرح عمل کر کے دکھایا جائے اور عمل کی عادت ڈالی جائے۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اُستاد کیسے ہیں اس مشکل کورس میں خود ان کی اپنی لیاقت کیسی ہے۔ درس گاہ اس وقت کامل کہلائے گی کہ جب اس کا درس بھی اعلیٰ ہو اور مدرس بھی صاحب علم ہوں اور خود اس نصاب پر حاوی ہوں۔ اس مدرسہ کی شہرت کیا ہو گی کہ جس کی جماعت کے نصاب تو حماسہ اور دیوان متنبی ہیں اور جماعت کا مدرس اس نصاب کو پڑھانے والا یہ تو رٹے جاتا ہے کہ ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا لیکن یہ بھی نہیں جانتا کہ عمر میں علت نصب کیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

تعلق مذہب و حکومت

اسلام کا دوسرا مشکل نصاب مذہب و حکومت کا تعلق ہے اس آخری نبوت کے لئے ضروری ہوا کہ وہ انسان کی زندگی کے ہر شعبہ پر احاطہ کر لے۔ حکومت عظیم ترین سبب ہے جو انسانی زندگی کی خوشی یا رنج کا باعث ہو سکتا ہے۔ انسان کی ساری زندگی مہد سے لے کر لحد تک اس سے

اوران کے علم وثقہ کی تعریف کی ہے۔ دیکھو طبقات الشافعیہ۔ تاج الدین سبکی، درر کامنہ ابن حجر عسقلانی، طبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی۔ قول بنی شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ، معرکۃ الآرا مولوی سلامت اللہ منتہی الکلام مولوی حیدر علی، تاج مکلل اور اتحاف النبلاء مولوی صدیق حسن خان، بدر طالع محمد بن علی الشوکانی وغیرہ۔

۴۴۔ عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان بن فلاح الیافعی۔

ولادت سنہ ۶۹۸ھ / ۱۲۹۹ء۔ وفات سنہ ۷۶۸ھ / ۱۳۶۶ء۔

مؤلف مرآۃ الجنان

کتاب مرآۃ الجنان حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ چار جلدوں میں ہے۔ ہر سال کے حالات و وفیات علیحدہ علیحدہ بیان کئے گئے ہیں۔ الجزء الاول سنہ ۱ھ سے سنہ ۲۰۰ھ تک الجزء الثانی سنہ ۲۰۱ھ سے سنہ ۴۰۰ھ تک۔ الجزء الثالث سنہ ۴۰۱ھ سے سنہ ۶۰۰ھ تک۔ اور الجزء الرابع سنہ ۶۰۱ھ سے سنہ ۷۵۰ھ تک ہے۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کی مطبوعہ ہے۔

ابن حجر عسقلانی درر کامنہ میں علامہ یافعی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

واخذ عن العلامۃ ابی عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی المعروف بالبصال وعن شرف الدین احمد بن علی الحراری قاضی عدن ومفتیہا ونشاء علی خیر وصلاح وانقطاع ولم یکن فی صباہ یشتغل بشیٔ غیر القرآن والعلم......

علم حدیث علامہ بصال اور شرف الدین احمد بن علی الحراری قاضی و مفتی عدن سے حاصل کیا۔ خیر و صلاح کے ساتھ خلوت میں پرورش پائی اور بچپن میں بھی سوائے قرآن اور علم کے کسی اور شئے میں مشغول نہیں ہوتے تھے۔....

طلب علم قرآن وحدیث میں جو انہوں نے سفر کئے ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

کان کثیر التصانیف ولہ قصیدۃ تشتمل علی عشرین علما او ازید وکان کثیر الایثار للفقراء کثیر التواضع مترفعا علی الاغنیاء معرضا عما بایدیہم نحیفا ربعۃ کثیر الاحسان للطلبۃ الی ان مات وقال ابن رافع اشتہر ذکرہ وبعد صیتہ وصنف فی التصوف وفی اصول الدین۔

ان کی بہت سی تصانیف ہیں اور ایک قصیدہ انہوں نے لکھا جس میں بیس علوم کا ذکر تھا یا اس سے زیادہ ہو۔ فقراء کے لئے ان میں بہت ایثار و تواضع تھا۔ اغنیاء کے سامنے نہیں جھکتے تھے۔ جسم کمزور تھا۔ طالب علم کے ساتھ بہت نیکی کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے رحلت کی۔ ابن رافع کہتے ہیں کہ ان کا ذکر بہت ملکوں میں پھیلا اور ان کا شہرۂ علم دُور دُور تک گیا۔ تصوف و علم دین میں کتابیں تحریر کیں۔ نیز ملاحظہ ہوں طبقات فقہاء شافعیہ عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی۔

طبقات شافعیہ تقی الدین ابوبکر بن محمد بن عمر الدمشقی الاسدی۔
طبقات الخواص اہل الصدق والاخلاص بدرالدین احمد الشرجی۔
طبقات الخواص میں ان کے حالات بہت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ اور بیان کیا ہے۔ کہ ان کو جناب رسول خدا و حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ یہ بہت بڑے صاحب کرامات تھے اور مجاورین مکہ نے بہت سے خواب ان کے متعلق دیکھے جن سے ان کی رفعتِ شان ظاہر ہوتی ہے مولانا جامی اپنی کتاب نفحات الانس من حضرات القدس میں لکھتے ہیں:۔

از کبار مشائخ وقتِ خود بودہ۔ عالم بودہ است بعلوم ظاہری و باطنی و ورا تصنیفات است از آنجملہ است تاریخ مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان فی معرفۃ حوادث الزمان وکتاب روض الریاحین فی حکایات الصالحین وکتاب درالنظیم فی فضائل القرآن العظیم و ورائے ایں تصانیف دیگر وارد۔ واشعار نیز گفتہ است۔ وے گفتہ است کہ شیخ علاؤ الدین خوارزمی رحمہ اللہ گفتہ است کہ شبے در بعضے از بلاد شام در حکومت خود بعد از نماز خفتن نشستہ بودم و در خلوت از درون بستہ دو مرد دیدم باخود کہ گفتہ کہ یا شیخ آنچہ مشغولی در خلوت و ندانستم کہ از کجا در آمدند و ساعتے بامن سخن گفتند و با یکدیگر احوال فقرا بیان کردیم۔ ذکر مردے از شام کردند و بروئے ثنا گفتند کہ نیکو مردیست اگر ندانستی کہ از کجامی خورد۔ بعد ازاں گفتند سلام ما بصاحب خود عبداللہ یافعی برساں گفتم او را از کجامے شناسید کہ وے در حجاز است گفتند برما پوشیدہ نیست۔ برخاستند و پیش رفتند سوئے محراب پنداشتم کہ نماز خواہند گزارد و از دیوار بیرون رفتند۔۔۔۔۔

ترجمہ:۔ عبداللہ یافعی اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں سے تھے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ ان کی بہت سی تصنیفات ہیں ان میں سے مرآۃ الجنان، روض الریاحین، درالنظیم فی الفضائل القرآن العظیم ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف ان کی ہیں۔ اشعار بھی کہتے تھے وہ کہتے ہیں کہ شیخ علاؤ الدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بیان کیا کہ ایک رات کو بلاد شام کے ایک شہر میں بعد نماز عشاء میں خلوت میں بیٹھا تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے وہاں اپنے پاس دو آدمیوں کو پایا۔ انہوں نے کہا کہ اے شیخ کیا کر رہے ہو تنہائی میں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیونکر آگئے۔ دروازہ تو بند تھا۔ کچھ عرصہ تک انہوں نے مجھ سے گفتگو کی۔ اور آپس میں ہم نے فقراء کا ذکر کیا۔ انہوں نے شام کے ایک آدمی کا ذکر او راس کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ بڑا نیک آدمی ہے۔ معلوم نہیں کس طرح

غیب سے اس کو رزق پہنچتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمارا اسلام اپنے دوست عبداللہ یافعی کو پہنچا دینا۔ میں نے ان سے کہا کہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ حجاز میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے اوپر کچھ مخفی نہیں۔ پھر وہ اُٹھے اور محراب کی طرف چلے۔ میں سمجھا کہ نماز پڑھیں گے۔ لیکن وہ دیوار میں سے چلے گئے۔

البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ۔

۴۵۔ امام الحافظ المفسر المورخ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ۔

علامہ ابن کثیر کی توثیق و تصدیق میں کچھ لکھنا بے فائدہ ہے کیونکہ ان کی کتابوں کی تحریر ہی بتا دیتی ہے کہ وہ بغرض مناظرہ لکھی گئی ہیں اور شیعوں کو تو بڑے کریہہ الفاظ کے ساتھ انہوں نے یاد کیا ہے۔ اور اس وجہ سے علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کا ہر ایک لفظ مستند ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں مصر میں نہایت اہتمام کے ساتھ چھپی ہے اور یہ مکمل حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ابن کثیر حافظ قرآن بھی تھے مفسر بھی تھے اور مورخ بھی۔ ان کی تفسیر قرآن بھی بہت مشہور ہے جزء اول کے صفحہ ۲ پر یہ عبارت ہے۔

وقد اتفق المؤرخون علی عظمۃ ھذا الکتاب وجلالۃ قدرہ وطالما تشوق الفضلاء علی طبعہ ونشرہ وفی طلیعتہم رافع لواء العلوم الدینیۃ وناصر الشریعۃ المحمدیہ من احیا آثار السلف الصالحین فخر ملوک العرب والعجم جلالۃ الملک الحجاز ونجد وملحقاتہا عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن آل سعود ایدہ الملک المعین ووفقہ لجمع کلمۃ المسلمین آمین۔

اس کتاب کی عظمت و رفعت پر مورخین کا اتفاق ہے۔ علماء و فضلاء کو اس کی طبع و اشاعت کا بہت زیادہ شوق ہوا۔ خصوصاً ان سب کے سرگروہ، علوم دین کے بلند کرنے والے شریعت محمدیہ کے مددگار۔ جنہوں نے سلف صالحین کے آثار کو زندہ کیا ہے۔ فخر بادشاہان عرب و عجم شاہ حجاز و نجد یعنی عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن آل سعود کو اس کی اشاعت کا بہت شوق تھا۔

ناظرین خود غور کر سکتے ہیں کہ جس تاریخ کی اشاعت کا شوق جناب ابن سعود کو ہو وہ کس قسم کی کتاب ہوگی اور شیعوں کے حق میں کیسی ہوگی۔ صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں:۔

البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ للامام الحافظ عماد الدین ابی الفدا اسمعیل ابن عمر المعروف با بن کثیر الدمشقی المؤرخ المتوفی سنہ ۷۷۴

البدایۃ والنہایۃ فی التاریخ مؤلفہ امام حافظ عماد الدین ابوالفداء اسمٰعیل بن عمر المعروف بابن کثیر دمشقی مورخ متوفی ۷۷۴ھ۔ اور

وھو کتاب مبسوط فی عشرۃ مجلدات احتمد فی نقلہ علی النص من الکتاب و السنۃ وقائع الالوف السالفۃ ومیزبین الصحیح والسقیم والخبر الاسرائیلی وغیرہ ورتب ما بعد الھجرۃ علی السنون الی آخر عصرہ۔

یہ نہایت مبسوط تاریخ دس مجلدات میں ہے، مؤلف نے اس کی تحریر کو قرآن وسنت رسولؐ پر مبنی کیا ہے اور صحیح اور غیر صحیح میں بہت اچھی طرح تمیز کی ہے۔ ہجرت کے بعد کے واقعات کو ستون ہجری سے لکھا ہے۔

مودۃ القربیٰ

۴۶۔ سید علی ہمدانی۔ وفات ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء

محمود بن سلیمان کفوی کتائب الاعلام الاخیار من فقہاء مذہب نعمان المختار میں لکھتے ہیں:۔

لسان العصر سید الوقت المنسخ عن الھیاکل الناسوتیہ والمتوسل الی اللجات اللاھوتیۃ الشیخ العارف الربانی والعالم الصمدانی میر سید علی بن شھاب بن محمد بن محمد الھمدانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کان جامعا بین العلوم الظاھرۃ والباطنۃ۔

لسان العصر اپنے وقت کے سردار واقف اسرار ناسوتیہ ولاہوتیہ شیخ عارف ربانی وعالم صمدانی سید علی ہمدانی علوم ظاہرہ وباطنہ کے حامل تھے۔

علامہ جامی نے نفحات الانس میں ان کی بہت تعریف وتوثیق کی ہے اور لکھتے ہیں کہ اپنے شیخ کے حکم سے علوم واسرار کی نشر کے غرض سے اقتضائے عالم کا انہوں نے سفر کیا اور تین دفعہ ربع مسکوں کا دورہ فرمایا۔ ایک ہزار چار صد اولیاء کی صحبت ان کو نصیب ہوئی ایک ہی مجلس میں چار صد اولیاء کا شرف صحبت حاصل کیا۔ جب کتاب اوراد تالیف کی تو حیران تھے کہ کیا نام رکھیں۔ مدینہ مبارک میں جناب رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ فرماتے تھے کہ اس کا نام اودفتیہ رکھو چنانچہ یہ نام رکھا گیا۔ اسی طرح نور الدین جعفر بدخشانی نے کتاب خلاصۃ المناقب میں اور شیخ احمد قشاشی نے کتاب سمط مجید میں اور شاہ ولی اللہ نے رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیا میں ان کی بہت مدح کی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے ان کو کامل المحقق اور علی الثانی کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

حیاۃ الحیوان الکبریٰ

۴۷۔ شیخ کمال الدین الدمیری۔ ولادت ۷۴۲ھ / ۱۳۴۱ء۔ وفات ۸۰۸ھ / ۱۴۰۵ء

علامہ تقی الدین اسدی طبقات شافعیہ میں ان کے متعلق کہتے ہیں:۔

وولی تدریس الحدیث بالقبۃ الزکیۃ بالقرب من باب النصر وحج مرارا

شیخ کمال الدین دمیری قبہ زکیہ میں حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ حج کئے۔

وجادر وتکلم الناس فی جامع الظاہر بالحسینیہ وکان ذاحظ من العبادۃ والتلاوۃ ولا یفتر لسانہ غالباً عنھما وله شرح المنهاج فی اربع مجلدات ضمنه فوائد کثیرۃ خارجۃ عن الفقہ وجمع کتاباً سماہ حیٰوۃ الحیوان اجادفیہ ذکر فیہ جملا من الفوائد الطبیۃ والخواص الادبیہ والحدیثہ وغیر ذلك۔ وقال الحافظ شہاب الدین ابن حجر فی المعجم وکان لہ حظ من العبادۃ تلاوۃ وصیاماً وقیاماً ومجاورۃ بمکۃ والمدینۃ واشتھرت عنہ کرامات واخبار بامور مغیبات بسندھا الی المنامات تارۃ والی بعض الشیوخ اخری وغالب الناس یعتقد انہ یقصد بذلك الستر۔

اور مسجد جامع الظاہر واقعہ حسینیہ میں اکثر لوگوں کو وعظ کیا ہے۔ عبادت وتلاوت سے ان کو بہت حظ آتا تھا۔ اور اس سے ان کو بہت حصّہ ملا ہوا تھا۔ ان کی زبان کبھی ذکرِ خدا و تلاوت سے خالی نہیں رہتی تھی۔ انہوں نے منہاج کی شرح چار مجلدات میں لکھی ہے۔ جن میں فقہ کے علاوہ اور بہت سے مفید امور ہیں۔۔۔۔ ایک کتاب جمع کی جس کا نام حیاۃ الحیوان رکھا ہے۔ وہ نہایت عمدہ وعلم سے پر کتاب ہے۔ اس میں فوائد طبیہ وامور ادبیہ وحدیثیہ کا بہت ذکر ہے۔ شہاب الدین ابن حجر نے معجم میں لکھا ہے کہ کمال الدین دمیری کو عبادت میں تلاوت قرآن و روزہ وصیام نماز سے بہت حصّہ ملا ہوا تھا۔ مکہ و مدینہ میں بہت رہتے تھے۔ ان سے بہت سی کرامات و غیب کے امور کی خبریں ظاہر ہوتی تھیں۔ کبھی تو وہ ان غیب کی خبروں کو صحیح خواب کی طرف تعبیر کرتے تھے اور کبھی دیگر شیوخ کی طرف لوگوں کا گمان تھا کہ دیگر شیوخ کی طرف محض اپنے تئیں پوشیدہ رکھنے کے لئے نسبت دیتے تھے۔

نیز ملاحظہ ہو:۔ عقد ثمین تقی الدین، ضوء لامع شمس الدین سخاوی۔ و مدینۃ العلوم ارنیقی جن میں ان کی بہت زیادہ مدح وثناء وتوثیق ہے۔

روضۃ المناظر۔

۴۸۔ محب الدین ابو الولید محمد بن محمد الشہیر ابن شحنۃ الحلبی الحنفی۔

ولادت ۷۴۹ھ / ۱۳۴۸ء۔ وفات ۸۱۷ھ / ۱۴۱۴ء۔

مولوی عبدالحی لکھنوی تعلیقات السنیہ میں لکھتے ہیں:۔

ھو محب الدین ابو الولید محمد بن محمد الشھیر بابن شحنۃ الحنفی کان محبا السنۃ واھلھا مات سنہ ۸۱۷ھ ولہ تصنیف فی السیرۃ النبویہ وتاریخ لطیف۔

یعنی محب الدین محمد بن محمد الشہیر ابن شحنہ حلبی حنفی یہ سنّت اور اہل سنّت کے عاشق تھے۔ ۸۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ اور ان کی تصنیف سیرۃ النبویہ بہت اچھی ہے۔

حدائق الحنفیہ میں ہے:۔

محمد بن محمد بن شحنہ محب الدین سنہ ۸۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے بہت محب تھے امام ہمام نے آپ سے پڑھا ہے۔ کتاب روضۃ الناظر تصنیف کی۔

۴۹ ۔ نور الدین عبد الرحمٰن جامی ۔ ولادت ۲۳ ، شعبان سنہ ۸۱۷ھ ، ۷ نومبر سنہ ۱۴۱۴ء ۔ وفات
علامہ کفوی ان کی نسبت لکھتے ہیں :۔

الشیخ العارف باللہ والمتوجہ بالکلیۃ الی اللہ دلیل الطریقۃ ترجمان الحقیقۃ المنسلخ عن الھیاکل الناسوتیہ و المتوسل الی السبحات اللاھوتیۃ شمس سماء التحقیق بدر فلک التدقیق معدن عوارف المعارف مستجمع الفضائل جامع اللطائف المولی الجامی نور الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن قوام الدین ..... اشتغل المولی الجامی الا بالعلم الشریف وفاق اھل زمانہ فی المنقول والمعقول ... لہ تصانیف کثیرۃ مقبولۃ ... کان جلیل السیرۃ حسن السریرۃ دائم الذکر مصیب الفکر مستغرق اوقاتہ بالخلوۃ والطاعۃ مستوجب العمر بالعبادۃ والتوجہ والمطالعۃ قلیل الرغبۃ فی الدنیا غیر ملتفت الی الامراء جمع بین علمی الشریعۃ والحقیقۃ شرح احسن الشروح اصول الطریقۃ وکان من محاسن الزمان لم تر العیون مثلہ فی العلم والعرفان [1]

خدا کی معرفت کامل رکھنے والے، بالکل خدا کی طرف متوجہ ہونے والے، اسلام کے راہ نما، حقیقت کے ترجمان، دنیا کے علائق سے بالکل جدا، خداوند تعالیٰ کی طرف بالکل پیوستہ تحقیق کے آسمان کے آفتاب، تدقیق کے فلک کے ماہ کامل اسرار الٰہی کے معدن، تمام صفات و فضائل عالیہ کے حامل ہمارے آقا و مولا نور الدین عبد الرحمٰن جامی ..... ہمارے آقا جامی اول علوم مروجہ کی طرف مشغول ہوگئے اور اپنے زمانہ کے تمام علماء سے علوم معقول و منقول میں فضیلت لے گئے ..... ان کی بہت سی تصانیف ہیں جو بہت مقبول ہوئیں ..... سیرت ان کی عظیم الشان تھی۔ قلب مصفٰے، ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، غور و فکر میں ڈوبے ہوئے، ان کے اوقات خلوت میں اور طاعت الٰہی میں گزرتے تھے۔ عمر اپنی عبادت و مطالعہ و غور و فکر کے لئے وقف کر دی تھی۔ دنیا سے کچھ رغبت نہ تھی۔ امراء و حکام کی طرف ملتفت نہیں ہوتے تھے، شریعت و حقیقت کے علوم ان میں ملے ہوئے تھے۔ اصول الطریقۃ کی نہایت عمدگی سے تشریح کی تھی اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں میں سے تھے علم و عرفان میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔

۵۰ ۔ شمس الدین ابو الخیر محمد بن محمد بن علی بن یوسف العمری الدمشقی ثم الشیرازی المعروف بابن الجزری۔

[1] علامہ محمود بن سلیمان کفوی ، طبقات حنفیہ موسوم کتائب اعلام الاخیار ۔ نیز ملاحظہ ہو تذکرہ دولت شاہ سمرقندی۔

ولادت ۲۵ ماہ رمضان شب شنبہ ۷۵۱ھ ۲۹ نومبر ۱۳۵۰ء متوفی ۸۳۳ھ ۱۴۲۹ء ہجری یوم جمعہ
مولفات (۱) اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب (۲) حصن حصین (۳) النشر فی القرأت العشر وغیرہ۔

علامہ شمس الدین ابن الجزری الرکین اہل سنّت وجماعت کے ایک رکن ہیں بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ ان کے متعلق لکھتے ہیں :-

حصن حصین وردِ مختصر او کہ عدہ وجنہ ست از تصانیف شمس الدین محمد جزری ست کہ بجہت کمال شہرت ایں کتاب حاجت بنقل فقرہ ازاں نیست ..... کنیت صاحب حصن حصین ابوالخیر و نامش قاضی القضاۃ شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمرست در اصل دمشقی ست بعد ازاں شیرازی شد و مشہور بابن الجزری ست نسبت بجزیرہ ابن عمر کہ در ملک دیار بکر متصل موصل واقع ست .... پدرش تاجر بود و تا مدت دراز او را فرزند روزی نمی شد چوں بحج کعبہ رسید آب زمزم خورد وطلب اولاد نمود حق تعالیٰ او را ایں فرزند بزرگوار عنایت فرمود .... تولد شد در دمشق و در ہمانجا نشو و نما یافت واز حافظ عماد الدین بن کثیر فقہ وحدیث آموخت اما بمایہ استعداد او از فن حدیث پر نشد وطلب علم قرأت نیز بر و مستولی گشت واز ابن امیلہ وصلاح بن ابی عمر و ابن کثیر وجماعہ بسیار تحصیل ایں ہر دو علم نمود واز عزالدین بن جماعہ و محمد بن اسمٰعیل النجاء نیز اجازت دارد بقاہرہ کہ دار الملک مصر است واسکندریہ و دیگر بلادِ مغرب گردید و علم قرأت را تکمیل نمود و دراں مہارت علی پیدا کرد در مصر مدرسہ بنا کرد کہ آنرا دار القرآن نام نہاد و بعد ازاں در بلاد الروم داخل شد و دراں ملک وسیع علم قرأت وحدیث را نشر فرمود و مردم را نفع عظیم بسبب وی رسید خصوصاً ریاست علم قرأت در ممالک اسلامیہ او را مسلم شد ..... در ملک روم او را امام اعظم لقب دادہ بودند۔ و بارہا بحج مشرف گشت واخر او در شیراز استقرار گرفت و اوقات او معمور بود بہمیں سہ شغل یا قرأت قرآن یا اسماع حدیث یا عبادت و در اوقات او برکت محسوس بود باوجودیکہ مردم برائے طلب ایں دو علم شریف بروے ہجوم واژدحام داشتند و اوراد وعبادات ہم وظیفہ داشت ہر روز آں قدر تصنیف می کرد کہ یک کاتب جید سریع الکتابہ می تواند نوشت و در سفر و حضر بیدار و قائم اللیل می ماند و ہرگز روزہ دوشنبہ و پنجشنبہ از وے فوت نشد و سہ روزہ از ہر ماہ نیز روزہ میداشت و مؤلفات او ہمہ مفید و نافع اوفتاد النشر فی القرأت العشر کہ خیلے شہرت دارد و مختصر او تقریب النشر نیز مشہور است و منظومہ کہ او را طیبۃ النشر نام

نہادہ نیز مروج و متداول فراست واز کتب غیر مشہور او الادلۃ الواضحۃ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ والجمال فی اسماء الرجال و بدایۃ الہدایہ فی علوم الحدیث والروایۃ و توضیح المصابیح کہ شرح مصابیح سنت در سہ جلد خوب نوشتہ والمسند الاحمد فیما یتعلق بمسند احمد والتعریف بالمولد الشریف ومختصر آں عرف التعریف واسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالبؓ والجوہرۃ العلیہ فی علم العربیہ و دیگر تصانیف دارد۔

ترجمہ:۔ کتاب حصن حصین اور اس کے دو اختصارات کہ جن کا نام عدہ و جنہ ہے شمس الدین محمد جزری کی تصنیف ہے وہ اتنی مشہور ہے۔ کہ اُس میں سے فقرے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ...... مؤلف حصن حصین کی کنیت ابو الخیر اور ان کا نام قاضی القضاۃ شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر ہے۔ دراصل وہ دمشقی تھے۔ بعد میں شیرازی ہو گئے۔ اور مشہور ابن الجزری ہیں۔ یہ نسبت جزیرہ ابن عمر سے ہے کہ جو ملک دیار بکر میں متصل موصل ہے .... ان کا والد ایک تاجر تھا۔ بہت عرصہ تک اُس کے اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ جب وہ مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر گیا تو وہاں زمزم کا پانی پیا اور خداوند تعالیٰ سے اولادِ نرینہ کے لئے دُعا مانگی۔ خداوند تعالےٰ نے اس کو یہ عظمت و رفعت والا فرزند عطا کیا .... دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی اور حافظ عماد الدین ابن کثیر سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ لیکن علم حاصل کرنے کی استعداد و قابلیت کو محض علم حدیث سے تسلی نہ ہوئی اور علم قرآن حاصل کرنے کا شوق بھی اُن پر غالب آیا اور ابن اسیلہ و صلاح بن ابی عمر و ابن کثیر اور بہت سے دیگر علماء سے یہ دونوں علم انہوں نے حاصل کئے۔ عز الدین بن جماعہ و محمد ابن اسمٰعیل النجار سے بھی علم حاصل کیا۔ مصر کے دار السلطنت قاہرہ و دیگر بلاد مغرب میں انہوں نے حصول علم کے لئے سفر کیا۔ اور علم قرأت کی تکمیل کی۔ اور اُس میں مہارت تامہ حاصل کر لی مصر میں ایک مدرسہ تعمیر کیا اور اس کا نام دار القرآن رکھا۔ اس کے بعد روم کے شہروں میں داخل ہوئے اور اس وسیع ملک میں علم قرآن و حدیث کی خوب اشاعت کی اور ان سے لوگوں کو بہت نفع پہنچا خصوصاً ممالک اسلامیہ میں علم قرات میں اُن کی سرداری مسلم ہو گئی ..... ملک روم میں ان کو امام اعظم کا لقب دیا تھا۔ بارہا انہوں نے حج ادا کئے اور آخر کار شیراز میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ ان کا سارا وقت

صرف ان تین امور پر صرف ہوتا تھا یا قرآن شریف کا پڑھنا یا حدیث کا سُنانا۔ یا عبادت کرنا۔ اُن کے وقت میں برکت ہوتی تھی۔ اُن کے پاس بیٹھنے سے لوگ برکت محسوس کرتے تھے۔ حالانکہ لوگوں کا گروہ کا گروہ علم قرآن وحدیث حاصل کرنے کے لئے اُن کے پاس موجود رہتا تھا۔ وہ اوراد وعبادت بھی بہت کرتے تھے پھر بھی ہر روز اتنا تصنیف کرتے تھے کہ ایک بہت مضبوط زود نویس کاتب لکھ سکتا تھا۔ سفر وحضر میں وہ بیدار اور قائم اللیل رہتے تھے اور کبھی سوموار اور جمعرات کا روزہ ان سے فوت نہ ہوا اور ہر مہینہ میں بھی تین روز روزے رکھتے تھے۔ ان کی تمام مؤلفات نہایت مفید ہیں۔ النشر فی القرأت العشر کہ جس کی بہت شہرت ہے۔ اور اس کا مختصر تقریب النشر بھی مشہور ہے اور منظوم نثر بھی کہ اُس کا نام طیبۃ النشر رکھا تھا۔ مروج ومتداول ہے اس کے غیر مشہورہ کتابوں میں سے . . . ہیں اور اس کے علاوہ ان کی اور تصانیف بھی ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی طبقات الحفاظ میں ابن جزری کو حافظ القرشی شیخ الاقرا فی زمانہ کہتے ہیں۔ یہ بھی حکومت کے محبوب تھے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین کہتے ہیں۔ بلاد روم میں یہ اس کے بادشاہ یزید بن عثمان کے پاس گئے۔ اس کے مقرب ہوتے اور اُس نے ان کو بہت انعام واکرام دیا۔ جب بادشاہ تیمور لنگ ملک روم میں داخل ہوا اور اُس کے بادشاہ یزید کو قتل کر دیا تو علامہ جزری نے تیمور لنگ کی حضوری میں حاضر ہو کر شرف تقرب حاصل کر لیا۔ تیمور نے ان کو شیراز کا قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا آگے چل کر ان کی نسبت کہتے ہیں۔ فکان اماما فی القرأات لا نظیر لہ فی عصرہ فی الدنیا حافظ الحدیث۔ یعنی علم قرآن کے امام تھے۔ ان کا مثل دنیا بھر میں اُن کے زمانہ میں نہ تھا اور وہ حدیث کے حافظ تھے۔ پھر کہتے ہیں علامہ ابن حجر نے درر کامنہ میں بہت جگہ ان کے علم حدیث وقرآن کی تعریف کی ہے۔

مصطفےٰ بن عبد اللہ القسطنطینی کشف الظنون میں ان کی کتاب حصن حصین کی اور نیز ان کے علم وفضل کی بہت تعریف کرتے ہیں اور ایک خواب بیان کرتے ہیں۔ جو علامہ جزری نے دیکھا کہ جناب رسول خدا تشریف لائے ہیں اور حصن حصین کی تعریف فرماتے ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو تاج الدین بن احمد کی کتاب کفایۃ المتطلع، شیخ ابو علی محمد الملقب بار تضاء العمری کی رسالہ مدارج الاسناد، محمد عابد سندی کی حصر الشارد، علامہ سیوطی کی کتاب اتقان فی علوم القرآن۔

۵۱ ۔ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر ملک العلماء دولت آبادی۔

وفات ۲۴ رجب ۸۴۹ھ ہجری ۲۶ اکتوبر ۱۴۴۵ء
مولف مناقب السادات وہدایت السعداء۔
غلام علی آزاد بلگرامی سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان میں لکھتے ہیں:۔

مولانا القاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی نوراللہ ضریحہ ولد بدولت اباد دھلی وتلمذ علی القاضی عبدالمقتدر الدھلوی ومولانا خواجکی الدھلوی وھو من تلامذہ مولانا معین الدین العمرانی رحمھم اللہ تعالیٰ وفاق اقرانہ وسبق اخوانہ وکان القاضی عبدالمقتدر یقول فی حقہ یاتینی من الطلبۃ من جلدہ علم ولحمہ علم وعظمہ علم ولما توجہ الموکب التیموری الی الھند وخرج مولانا خواجکی قبل وصولہ الی دھلی منھا الی کالبی خرج القاضی شہاب الدین صحبۃ استادہ الی کالبی فاقام مولانا خواجکی بکالبی وذھب القاضی الی دار المنیور جونفور . . . . نشأ بھا کثیر من المشائخ والعلماء فاغتنم السلطان ابراھیم الشرقی والی جونفور ورودہ نضرستاکہ اللہ بسحائب الاحسان ورودہ وعظمہ بین الکبراء ولقبہ بملک العلماء فزین القاضی مسند الافادۃ وفاق البرجیس فی افاضۃ السعادۃ والف کتباً سارت بھا رکبان العرب والعجم واذکی سرجاً اھدی من النار الموقدۃ علی العلم۔

ہمارے مولا قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی دولت آبادی خداوند تعالیٰ ان کی قبر پر اپنا نور برسائے دولت آباد میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے استاد قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی دہلوی تھے مولانا خواجگی کے اُستاد مولانا معین الدین العمرانی تھے۔ ہمارے مولا قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے تمام ہمسروں سے فوقیت لے گئے تھے اور ان سب سے آگے تھے۔ قاضی عبدالمقتدر ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا شاگرد میرے پاس آیا ہے جس کا جلد علم ہے۔ جس کا گوشت علم ہے۔ جس کی ہڈی علم ہے۔ اور جب تیمور نے ہندوستان کی طرف رُخ کیا تو مولانا خواجگی تیمور کے دہلی پہنچنے سے پہلے اس کے استقبال کو دہلی سے نکلے اور کالپی پہنچے ان کے ہمراہ ان کے شاگرد شہاب الدین دولت آبادی بھی تھے مولانا خواجگی تو کالپی ٹھہر گئے اور قاضی شہاب الدین جونپور چلے گئے . . . . . . جونپور میں بہت سے مشائخ وعلماء رہتے تھے سلطان جونپور ابراہیم الشرقی نے قاضی شہاب الدین کے آنے کو بہت غنیمت سمجھا اور ان کے اوپر اپنی بخشش وعطا کے بادل خوب برسائے۔ صاحبان وجاہت لوگوں میں ان کو بڑی عزت دی اور ان کو ملک العلماء کا لقب عطا فرمایا بس قاضی شہاب الدین نے مسند افادہ کو زینت بخشی اور سب سے فوقیت لے گئے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں مفید تصانیف کیں جن کی شہرت عرب وعجم میں پھیل گئی۔

متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہب و حکومت دونوں کا مقصد واحد ہے یعنی انسان کے لئے ایسا ماحول پیدا کرنا جس میں وہ خوشی و راحت و اطمینان کے ساتھ رہ سکے یہ خوشی و راحت اس وقت ملتی ہے کہ جب اندر سے خیالات مطمئن ہوں اور بیرونی ماحول و اسباب اس اطمینان قلب کے منافی نہ ہوں۔ اطمینان قلب تزکیۂ نفس سے پیدا ہوتا ہے اور پھر خود تزکیۂ نفس کا باعث ہوتا ہے۔ اطمینانِ قلب و تزکیۂ نفس ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ بیرونی حالات مناسبہ و ماحول پرسکون پیدا کرنا حکومت و سلطنت کا کام ہے۔ اندرونی تزکیۂ نفس مذہب سے ہوتا ہے۔ اگر اُن دونوں حالات میں تصادم و اختلاف ہوتا ہے تو پھر خوشی مفقود ہو جاتی ہے اور مذہب و حکومت دونوں کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ظالم و جابر بادشاہ کے ملک میں قتل و غارت و فتنہ و فساد و ظلم و ناانصافی رائج ہو کر ہر ایک خاندان ہر ایک گھر ہر فرد بشر کی خوشی کو معدوم کر دیتے ہیں اور اطمینانِ قلب جاتا رہا ہے اہل حکومت کا ہر ایک فعل بنی نوع انسان کی خوشی پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ یہی لوگ تو جنگ و امن کے قیام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ٹیکس و تجارت کے قوانین جاری کرتے ہیں۔ اور انسانوں کے درمیان انصاف کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کے ایک حکم سے جنگ قائم ہو کر دنیا کی خوشی و راحت و امن کو ملیامیٹ کر دیتی ہے ذرا سا حکم قوموں کی تجارتوں کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ حکومت کے قاضیوں کی ناانصافی ظلم و فتنہ و فساد کو عام کر دیتی ہے۔ اگر بنی نوع انسان کا امن و چین و اطمینان قلب منظور ہے تو ضروری ہے کہ مذہب و حکومت ایک جگہ جمع ہوں تاکہ حکومت کی مشینری مذہب کے عمدہ اصولوں کے مطابق چل کر آرام و راحت پیدا کرے۔

اصلی مسلمان۔

مُسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں اپنے ہر ایک مشغلہ کے ہر ہر مرحلہ پر سوتے جاگتے، بیوی بچوں کے تعلقات میں غیروں سے معاملات میں گھر کے اندر گھر کے باہر اسلام کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے اور خداوند تعالیٰ کی یاد اور اس کا خوف اس کے ہر ایک عمل کی رہنمائی کرے ہمیشہ وردِ زبان رکھے اور اس پر عمل کرے کہ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ میری عبادت میرا ہر عمل میری ساری زندگی، میری موت صرف خداوند تعالیٰ کے لئے ہے یہی مجھے حکم دیا گیا ہے۔ میں راہ تسلیم و رضا پر چلنے والوں میں سے ہوں۔ غرضکہ مسلمان کی زندگی ہر لمحہ خداوند تعالیٰ کے لئے ہے۔ تو گویا ہر لمحہ وہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس طرح اسکی زندگی سے منشاء ربانی پورا ہوتا رہتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ سلاطین و حکام کی زندگی کا بھی ہر لمحہ اسی طرح خدا کے لئے ہے جس طرح فقیروں، درویشوں اور غریبوں کا۔ جب تک بادشاہ اپنی حکومت کا مقصد و منشاء حصول خوشنودی خداوندی و رضائے ربانی نہ رکھے گا اسکی حکومت خارج از اسلام ہوگی عیسائی بادشاہ کہہ سکتا ہے کہ THE KING CAN DO NO WRONG یعنی بادشاہ کا کوئی فعل قابل مواخذہ نہیں ہے اور وہ ہر ایک قانون سے بالاتر ہے لیکن اسلامی بادشاہ کی بادشاہت کی اول شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت رسولؐ کا پابند ہو اور اس کے سارے احکام و ہدایات ان کے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب اخبار الاخیار میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی شہرت او صافش مستغنی است از شرح آں اگرچہ در زمان او دانشمنداں بودہ اند کہ اُستاداں و شاگرداں او بودہ اما شہرت و قبولی کہ حق تعالیٰ اورا عطا کرد ہیچ کس را از اہل زماں او نکرد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قاضی شہاب الدین رسالہ دارد مسمی بمناقب السادات در آنجا داد عقیدت و محبت باہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین دادہ سرمایۂ سعادت و موجب نجات وی در آخرت آں خواہد بود انشاء اللہ تعالیٰ باعث تصنیف آں رسالہ را چناں گویند کہ در زماں او سیدے بود کہ اورا سید اجمل می گفتند از اکابر وقت بود و لیکن جمال نسبش از حلیۂ علم و فضل عاطل بود غالباً قاضی را با وی در بعضے محافل ملوک در تقدیم و تاخیر مجلس نزاعی شدہ بود در اول قائل شد بافضیلت عالم و تقدیم او بر علوی عامی بعد ازاں بتسویہ عالم غیر علوی با علوی غیر عالم و دریں باب رسالہ نوشت و گفت کہ عالمیت با مشخص و متیقن ست و علویت شما مشکوک پس ما را تقدیم و ترجیح بر شما ثابت شد۔ استاد قاضی شہاب الدین را ایں معنی از وے ناخوش آمد و مزاج حالش از وے منحرف گشت قاضی ازیں معنی برگشت و در مناقب سادات و فضیلت ایشاں نوشت و از آں چہ گذشتہ بود اعتذار نمود و بعضے گویند کہ حضرت سرور کائنات را علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیاۃ بخواب دید کہ اورا ازیں معنی تنبیہ می فرماید و براسترضائے سید اجمل مذکور تحریص می نماید قاضی پیش سید رفت و توبہ کرد و رسالہ نوشت۔

ترجمہ:۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اوصاف کی شہرت مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ حالانکہ اُن کے زمانہ میں بہت سے عالمان و دانشمندان تھے جو اُن کے شاگرد بھی تھے اور چند اُن میں سے اُن کے اُستاد بھی تھے لیکن جو شہرت و حسن قبول خداوند تعالیٰ نے قاضی شہاب الدین کو عطا کیا تھا اُس زمانہ کے علماء و فقہاء میں سے کسی کو حاصل نہ تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قاضی شہاب الدین نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام مناقب السادات ہے اور اس میں انہوں نے اہلبیتؑ نبوتؐ سے محبت و عقیدت کی داد دی ہے۔ یہی رسالہ اُن کی نجات آخروی کے لیئے کافی ہوگا۔ اس رسالہ کی تصنیف کا باعث یہ کہا جاتا ہے کہ اُن کے زمانہ میں ایک سید علوی تھے جن کا نام سید اجمل تھا وہ اکابر وقت میں سے تھے لیکن حلیہ علم سے عاری تھے۔ قاضی شہاب الدین نے بادشاہ کی مجلسوں میں تقدیم و تاخیر نشست پر اُس سید سے تنازعہ کیا پہلے پہلے تو قاضی شہاب الدین کا یہ خیال

تھا کہ غیر علوی عالم افضل ہوتا ہے۔ علوی جاہل سے اُس کے بعد ان کا اعتقاد یہ ہوا کہ نہیں غیر علوی عالم فضیلت میں مساوی ہوتا ہے۔ علوی بے علم سے اور اس مضمون پر ایک رسالہ لکھا جس میں تحریر کیا کہ میری عالمیت تو ثابت ہے۔ اور تمہارا اولادِ علیؑ میں سے ہونا غیر یقینی ہے۔ لہٰذا مجھے تمہارے اوپر فضیلت حاصل ہے لیکن اُن کی اس تحریر سے ان کے اُستاد قاضی عبد المقتدر اُن سے ناراض ہو گئے۔ اور اُن کا مزاج شہاب الدین سے منحرف ہو گیا۔ اس پر قاضی شہاب الدین نے اپنے اس اعتقاد کو چھوڑ دیا اور یہ اعتقاد قائم کیا کہ علوی ہر حال میں غیر علوی عالم و فاضل سے افضل ہے۔ اور اس مضمون پر یہ رسالہ مناقب السادات لکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ قاضی شہاب الدین نے جناب رسولِ خُدا کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ عقیدہ غلط ہے سید اجمل تم سے افضل ہے تم جا کر اس کی رضامندی حاصل کرو۔ چنانچہ قاضی شہاب الدین سید اجمل کے پاس گئے۔ اُن سے معافی مانگی۔ اپنے اعتقاد سے توبہ کی اور پھر یہ رسالہ مناقب السادات تحریر کیا۔

فاضل رشید الدین خاں الصارح لطافتہ المقال میں ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کو آئمہ دین و قدمائے معتدین اہل سنّت و جماعت میں سے شمار کرتے ہیں اور نیز فاضل رشید عزۃ الراشدین میں لکھتے ہیں:۔

"پس مخفی نماند کہ بطلانِ ادعائے معترض یعنی قائل بودن جمیع اہلسنّت بایمانِ یزید اظہر من الشمس وابین من الامس ست چرا کہ اکثر اکابر ایشاں کہ جامع علوم ظاہری و باطنی بودند تصریح بکفر و لعن آں بے دین کردہ اند مثل امام احمد حنبل و ابن جوزی، علامہ تفتازانی و ملک العلماء شہاب الدین بن عمر دولت آبادی۔

ترجمہ:۔ معترض کا یہ دعویٰ کہ تمام اہلسنّت و جماعت یزید کے ایمان کے قائل ہیں قطعاً غلط اور بے اصل ہے کیونکہ اہلسنّت و جماعت کے بہت عظیم الشان علماء جو علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ انہوں نے صاف طور سے یزید کو کافر کہا ہے اور اُس پر لعن کو جائز رکھتے ہیں۔ مثلاً امام حنبل، ابن الجوزی و علامہ تفتازانی و ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی۔

مزید تعریف و توصیف ملک العلماء شہاب الدین کے لئے دیکھو مقدمہ سنیہ فی الانتصار للفرقتہ السنیہ شاہ ولی اللہ دہلوی جیسا کہ کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث غدیر میں درج ہے۔

ملک العلماء دولت آبادی کے سوانح حیات پھر تصدیق کرتے ہیں۔ اُن افسوسناک حقائق کی جن پر ہم زور دیتے آئے ہیں اور جن کو مدِ نظر رکھے بغیر تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے والے صحیح نتائج پر نہیں

پہنچ سکتے ۔ وہ یہ ہیں :-

(ا) علماء اکثر درباری وجاہت کے طالب رہے ہیں۔ ابھی تیمور آیا بھی نہ تھا اور اتنے بڑے بڑے علماء بلکہ آئمہ اس کے استقبال کے لئے کالپی تک پہنچ گئے۔

(ب) ظاہر ہے کہ اندریں صورت ان کا طرزِ عمل بادشاہ کی خوشی و ناراضگی کا تابع ہوگا اور رہا ہے۔

(ج) حکومت کی بھی یہ پالیسی رہی ہے کہ علماء اسلام کو اپنے زیر اثر رکھیں سلطان جونپور نے فوراً ملک العلماء کو جو طلب وجاہت کے لئے جونپور تشریف لے گئے تھے قاضی القضاۃ بنا دیا۔

(د) بادشاہ کی محفل میں تقدیم و تاخیر نشست پر علماء بہت نظر رکھتے تھے اور جو ان سے آگے بٹھا دیا جاتا تھا اس سے ناراض ہو جاتے تھے۔ اپنے علم پر غرور کرتے تھے اور اپنے علم کی بنا پر بادشاہ کی محفل میں نمایاں جگہ پر بیٹھنا چاہتے تھے۔

(ہ) ظاہر ہے کہ وہ لوگ جن کی خوشی و جن کے رنج کا انحصار محض بادشاہ کی نظر پر تھا اور جو اپنے علم کا محض یہ ہی فائدہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ کی محفل میں نمایاں جگہ ملے وہ بادشاہ کی رضامندی ہر ایک قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہوں گے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ ان کے لئے تو محض اتنی ہی سزا کافی تھی کہ بادشاہ انہیں پچھلی صف میں بٹھائے بس تو مر گئے ان کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہوگئی۔

۵۲ - ابن حجر عسقلانی

ولادت ۱۲ رشعبان ۷۷۳ھ ہجری ۱۹ رجنوری ۱۳۷۲ء ۔ وفات ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ فروری ۱۴۴۹ء ۔

ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد المعروف بابن حجر عسقلانی کی نسبت زیادہ لکھنا فضول ہے۔ ان کی عظمت و جلالت درمیان اہلسنت وجماعت مسلم ہے۔ ان کی بہت سی مشہور کتابیں جو چار دانگ عالم میں مشہور و متداول ہیں مثلاً فتح الباری شرح صحیح بخاری، لسان المیزان در علم رجال، تہذیب التہذیب ان کو یہ لوگ حافظ عصر، علامہ دہر، شیخ الاسلام، حامل لوا و سید الانام کہتے ہیں۔ اختصار کے ساتھ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی اپنی شرح مواہب لدنیہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں :- الحافظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الکنانی العسقلانی ثم المصری الشافعی ولد سنہ ثلاث وسبعین وسبعمائۃ وعانی اولا الادب وتعلم الشعر فبلغ الغایۃ ثم طلب الحدیث فسمع الکثیر ورحل وبرع فیہ وتقدم فی جمیع فنونہ وانتہت الیہ الرحلۃ والریاسۃ فی الحدیث فی الدنیا باسرھا فلم یکن فی عصرہ حافظ سواہ والف کتبا کثیرۃ ..... قال السیوطی وختم بہ الفن۔

ترجمہ :۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن حجر عسقلانی ثم مصری ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اوّل علم ادب و شعر کی طرف توجہ کی اور اس میں ان علوم کی آخری حد کو پہنچ گئے پھر حدیث کی طرف رجوع کی۔ بہت سے علماء سے علم حدیث اخذ کیا۔ اس لئے دُور دراز کے سفر اختیار کیے۔ علم حدیث میں درجۂ کمال کو پہنچ گئے۔ تمام فنون میں ان کی آخری حد تک کمال حاصل کرلیا۔ تمام عالم میں علم حدیث کی ریاست و سرداری تو ان پر ختم ہوتی ہے۔ ان کے اپنے زمانہ میں ان کے علاوہ کوئی اور عالم و حافظ ان کے سوا نہ تھا۔ بہت سی کتابیں تالیف کیں ....
.... علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ حدیث کا فن ابن حجر عسقلانی پر ختم ہوگیا۔

۵۳ - علامہ عینی شارح صحیح بخاری۔

ولادت ۱۷ رمضان ۷۶۲ھ ۲۱ جولائی ۱۳۶۱ء۔ وفات ذی الحجہ ۸۵۵ھ دسمبر ۱۴۵۱ء

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں: محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود العنتابی الحنفی العلامۃ قاضی القضاۃ بدرالدین العینی ...... والفقہ واشتغل بالفنون و برع و مہر و تقدم فی النحو واصول الفقہ والمعانی وغیرہما ...... کان اماماً عالماً علامۃً[1]

ترجمہ :۔ قاضی القضاۃ بدرالدین عینی نے فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی اور مختلف فنون میں مشغول ہوئے اور ان سب میں درجۂ کمال کو پہنچے نحو و اُصول فقہ و معانی وغیرہما میں نہایت اعلیٰ درجہ حاصل کیا ...... یہ امام عالم علامہ تھے۔

قاہرہ میں عرصہ تک قاضی القضاۃ رہے۔ صحیح بخاری کی نہایت ضخیم شرح لکھی جو حنفیوں میں بہت عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

۵۴ - میر حسین میبذی شارح دیوان حضرت علی متوفی ۸۹۳ھ ۱۴۸۸ء۔

تاریخ حبیب السیر میں ہے۔

قاضی کمال الدین میر حسین یزدی در سلک افاضل عراق بل اعظم دانشمندان آفاق انتظام داشت و در مملکت یزد بامر قضا منصوب بودہ علم امانت می افراشت از جملہ مولفاتش شرح دیوان معجز نشان حضرت مقدس امیرالمومنین تصنیف ست، دانش اثر و مطبوع طباع سلیمہ دانشوران فضیلت پرور ہمچنیں آنجناب بر کافیہ و ہدایہ حکمت و طوالع و شمسیہ حواشی دقیقہ در عقد انشاء انتظام دادہ در آں مولفات کمال دانش و جودت طبع خود را بر منصۂ عرض نہادہ ہ

ہ حبیب السیر
محمود بن سلیمان کفوی: طبقات حنفیہ موسوم بکتائب الاخبار۔
کشف الظنون

[1] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۸۶ نیز ملاحظہ ہو۔ ذیل طاہر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی۔ محمود بن سلیمان الکفوی: کتاب اعلام الاخیار۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی: شرح مواہب لدنیہ۔ مدینۃ العلوم ازنیقی۔ کشف الظنون کاتب چلپی۔

۵۵ - حبیب السیر۔
مؤلف۔ غیاث الدین بن ہمام الدین المعروف بخواند امیر۔ متوفی ۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء؟
مصطفےٰ بن عبداللہ القسطنطینی کشف الظنون میں کہتے ہیں۔
حبیب السیر فی اخبار البشر فارسی لغیاث الدین بن ہمام الدین المدعو بخواند امیر وہو تاریخ کبیر لخصہ من تاریخ والدہ المسمی بروضۃ الصفا . . . . . ہو فی ثلث مجلدات کبار من الکتب المتعہ المعتبرہ۔ یعنی۔
حبیب السیر فارسی مولفہ غیاث الدین بن ہمام الدین بہت بڑی تاریخ ہے جو انہوں نے اپنے والدہ کی روضۃ الصفاء سے ملخص کی ہے . . . . . تین بڑے مجلدات میں ہے اور کتب تواریخ معتبرہ میں سے ہے۔
مولوی حسام الدین بن بایزید سہارنپوری نے مرافض میں حبیب السیر کو کتب معتبرہ مثل صحیح بخاری و شفائی قاضی و مواقف میں شمار کیا ہے۔
یہ کتاب چاپ قدیم حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۵۶ - روضۃ الاحباب۔
مؤلف جلال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی النیشاپوری متوفی ۱۰۰۰ہجری ۱۵۹۱ء
حسین دیار بکری نے اپنی تاریخ الخمیس کے دیباچہ میں اُن معتبر تاریخ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے جس پر انہوں نے اپنی تاریخ کی تالیف میں انحصار کیا ہے۔ اُن میں سے ایک حبیب السیر ہے اولاد عبد مناف کے تذکرہ میں اور نیز ہاشم و عبدشمس کے پیدا ہونے کے بیان میں روضۃ الاحباب کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح ملا یعقوب لاہوری نے اپنی خیر جاری شرح صحیح بخاری میں واقعہ بدر کے ذکر میں عباس کے فدیہ دینے کے سلسلے میں روضۃ الاحباب کا حوالہ دیا ہے۔
مصطفےٰ بن عبداللہ المعروف بحاجی خلیفہ کشف الظنون میں روضۃ الاحباب کا ذکر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں کہتے ہیں :۔ وما در ترتیب سلوات و بیان وقائع براہ موافقت روضۃ الاحباب کہ کتاب مشہور و متداول است رفتیم اور حسام الدین سہارنپوری۔ روضۃ الاحباب کو کتب معتبرہ میں سے شمار کرتے ہیں اور وہ ان کے مرافض کا ماخذ ہے۔ انہوں نے اور نیز شیخ عبدالحق نے مدارج النبوت میں جابجا روضۃ الاحباب کا حوالہ دیا ہے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں بیان واقعات کے لئے روضۃ الاحباب پر اعتبار کیا ہے۔ اور اُس کا حوالہ دیا ہے۔ کتاب تحفہ میں شاہ عبدالعزیز نے جابجا روضۃ الاحباب کے حوالے دیئے ہیں۔ چنانچہ تخلف از جیش اسامہ کے قضیہ میں اور عزل از تبلیغ سورۃ براۃ کے بیان میں حضرت ابوبکر کو ان طعنوں سے بچانے کے لئے روضۃ الاحباب پر اعتماد کیا ہے۔ مولوی سلامت اللہ اپنی کتاب معرکۃ الآراء میں

روضۃ الاحباب کے حوالے دیتے ہیں۔

۵۷۔ نور الدین علی بن عبداللہ السمہودی۔

ولادت ۸۴۴ھ ۱۴۴۰ء۔ وفات ۹۱۱ھ ۱۵۰۵ء

مولف (۱) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ۔

(۲) جواہر العقدین۔

وفاء الوفاء حقیر کے کتب خانہ میں ہے۔ دو مجلدات ہیں مطبوعہ مصر ہے علامہ نور الدین کے محامد کثیرہ و فضائل باہرہ کا ذکر بہت سی کتابوں میں ملتا ہے۔ مثلاً وسیلۃ المآل احمد بن الفضل بن محمد باکثیر، صراط سوی محمود بن محمد قادری سبل الہدی والرشاد محمد بن یوسف الشامی، جذب القلوب شیخ عبدالحق دہلوی، مفتاح النجا میرزا محمد بن معتمد خاں بدخشی ذخیرۃ المآل احمد بن عبدالقادر العجیلی وغیرہم۔ علامہ سخاوی ضوء لامع میں اور محمد بن علی الشوکانی بدر طالع میں علامہ سمہودی کے علم وفضل کا ذکر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے علم حاصل کرنے کے لئے دور و دراز مقامات کے سفر اختیار کئے اور بہت سے علم حاصل کرنے کے بعد مدینہ معظمہ میں اقامت اختیار کی۔ محمد بن علی الشوکانی لکھتے ہیں، رجع الی مدینۃ وصار شیخھا غیر مدافع۔ یعنی پھر وہ مدینہ میں واپس آئے اور وہاں کے شیخ حدیث قرار پائے۔ قطب الدین محمد بن احمد المکی اپنی کتاب الاعلام میں وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ کا ذکر نہایت تعریف وتوثیق کے ساتھ کرتے ہیں اور علامہ سمہودی کو مورخ المدینۃ وعالمھا وفقیھا یعنی مدینہ کا مورخ اور اس کا عالم وفقیہہ لکھتے ہیں۔ اسی طرح احمد بن الفضل بن محمد باکثیر وسیلۃ المآل میں جواہر العقدین کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وقد اکثرت العلماء فی ھذا الشان وجمعت من جواھر مناقبھم الشریفۃ مایجمل بہ جید الزمان ومن احسن ماجمعت فی ذالک التالیف وانفع مانقلت منہ فی ھذا التصنیف کتاب جواھر العقدین فی فضل الشرفین لعلامۃ الحرمین السید السمھودی تغمدہ اللہ برحمتہ۔

علماء نے کثرت سے ان مناقب کو بیان کیا ہے اور ان کے مناقب شریفہ میں سے چیدہ چیدہ کو منتخب کیا ہے۔ اور سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ نفع پہنچانیوالے مناقب و مضامین جو میں نے اپنی اس کتاب میں جمع کئے ہیں وہ حرمین کے بہترین عالم سید سمہودی کی کتاب جواہر العقدین سے نقل کئے ہیں۔

۵۸۔ جلال الدین سیوطی۔ ولادت ۸۵۰ھ ہجری ۱۴۴۶ء۔ وفات ۹۱۱ھ ہجری ۱۵۰۵ء۔

حضرات اہل سنت وجماعت کے یہاں علامہ جلال الدین کا درجہ علم و کرامات بہت اونچا ہے۔ اور اولیاء اللہ میں سے بہت بڑے ولی گنے جاتے ہیں۔ جو سوتے اور جاگتے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور آنحضرتؐ سے بہت سی غیب کی باتیں معلوم کرتے تھے۔ اور بالمشافہ گفتگو فرماتے تھے۔ ان کے حالات بہت سی کتابوں میں درج ہیں سہ۔ ہم چند فقرے علامہ شعرانی کی لواقح الانوار سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

شیخنا و قدوتنا الی اللہ تعالیٰ الشیخ جلال الدین السیوطی ...... وقد کان الشیخ جلال الدین رحمہ اللہ علی مذهب السلف الصالح من العلماء العالمین والاکابر من العارفین وکان رضی اللہ عنہ لہ مکاشفات غریبۃ وخوارق وعلوم جمۃ ومصنفات جیدۃ کثیرۃ الفوائد ....

شیخ عبدالقادر شاذلی نے جلال الدین سیوطی کے مناقب ایک کتاب میں جمع کئے ہیں علامہ شعرانی اپنی لواقح الانوار میں اُن کی تلخیص اس طرح کرتے ہیں۔

کان الشیخ جلال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ مجبولا علی الخصال الحمیدۃ الجمیلۃ من صفاء الباطن وسلامۃ السریرۃ وحسن الاعتقاد زاهدا ورعا مجتهدا فی العلم والعمل ولا یترددوا الی احد من الامراء والملوک وغیرهم مدۃ حیاتہ رضی اللہ عنہ وکان رضی اللہ عنہ یقول اخذت علم الحدیث عن ستمائۃ نفس وقد نظمتهم فی ارجوزۃ ..... وکتب الشیخ رضی اللہ عنہ اربعمائۃ وستون مولفا مذکورۃ فی کتاب فهرست وانتشرت مولفاتہ فی البلاد الحجازیہ والشامیہ والحلبیۃ وبصری والروم وبلاد التکرور والمغرب والهند والیمن وغیرها ......
... وکان رضی اللہ عنہ اعلم اهل زمانہ بالفقہ والحدیث وفنونہ حافظا متقنا یعرف غریب الفاظہ واستنباط الاحکام وقد بیض ابن حجر لعدۃ احادیث لایعرف من خرجها ولا بین مراتبها فخرجها الشیخ وبین مراتبها من حسن وضعیف وغیر ذلک واخبرنی الشیخ سلیمان الصوفی الخضیری قال ارسل شیخ الاسلام الاوجاقی مع عدۃ احادیث بیض لها الحفاظ ولم یعرفوا مراتبها الی الشیخ جلال الدین وقلبت رواتها فردها الشیخ الی من لهم روایۃ عنہ وبین مراتبها فذهب شیخ الاسلام الیہ وقبل یدہ ...
واخبرنی الشیخ سلیمان ایضا قال بینما انا فی الخضیریۃ علی باب الامام الشافعی رضی اللہ عنہ اذ رایت جماعۃ علیهم بیاض وعلی رؤسهم عمامۃ من نور یقصدونی

سہ عبدالوہاب بن احمد شعرانی، لواقح الانوار فی طبقات السادات الاخیار۔ مولوی حسن زمان؛ قول مستحسن عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ العیدروس؛ نور سافر عن اخبار القرن العاشر۔ ابومہدی عیسیٰ بن محمد المغربی الثعالبی؛ مقالید الاسانید عبدالرؤف بن تاج العارفین المناوی؛ فیض القدیر شرح جامع صغیر۔ در اوّل کتاب۔ شاہ ولی اللہ؛ الارشاد الی مہمات الاسناد

من ناحیة الجبل فلما قربوا منی فاذا هم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقبلت یدہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امض معنا الی الروضة فذهبت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت الشیخ جلال الدین فخرج الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقبل یدہ وسلم علی اصحابہ ثم ادخلہ الدار وجلس بین یدیہ فصار الشیخ جلال الدین یسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بعض الاحادیث وهو یقول هات یا شیخ السنة انتهی وذکر الشیخ عبد القادر الشاذلی رضی اللہ عنہ عن الشیخ انہ رای هذہ الرویا بعینها وقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم هات یا شیخ الحدیث . . . . وکان رضی اللہ عنہ یجتمع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظة واخبرنی الشیخ عبد القادر الشاذلی انہ رای بخط الشیخ جلال الدین ورقة کتبها لبعض اصحابہ حین سئلہ ان یقضی لہ حاجة عند السلطان الغوری فقال یا اخی انی اری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظة واخاف ان اجالس الغوری فیحجب عنی عتوبة ولکن انا اسأل لک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لہ یا سیدی کم رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظة فقال بضعا وسبعین مرة قال ولقد الف الشیخ کتابا فی ذلک وسماہ تنویر الحلک فی روٴیة النبی والملک وذکر فیہ من کان یجتمع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وبالملک فی الیقظة لا فی المنام من الاولیاء والصحابة والعلماء . . . . وکان رضی اللہ عنہ یقول رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقظة فقال یا شیخ الحدیث فقلت یا رسول اللہ امن اهل الجنة انا فقال نعم فقلت من غیر عذاب یسبق فقال صلی اللہ علیہ وسلم لک ذلک . . . . واخبرنی خادم الشیخ جلال الدین وکان اسمہ محمد بن علی الجبال قال لما وقعت فتنة الشیخ برهان الدین البقاعی فی انکارہ علی سیدی عمر بن الفارض قال الشیخ جلال الدین قم بنا لزیارة الشیخ سیدی عمرو کان ذلک وقت القیلولہ فزرنا وطلعنا للشیخ عبد اللہ الجیوشی فوق الجبل فوجدنا الظل تحت حائط الزاویة نحو ذراع فجلسنا ساعة فقال نرید نصلی فی مکة صلوٰة العصر بشرط ان تکتم ذلک حتی اموت فقلت لہ نعم واخذ بیدی وقال لی غمض عینیک فغمضتهما فرمل بی نحو سبع وعشرین خطرة ثم قال لی افتح عینیک فاذا نحن بباب المعلی فزرنا امنا خدیجہ و تفضیل بن عیاض و سفیان بن عیینہ وغیرهم ثم دخلنا الحرم فطفنا وشربنا من ماء زمزم وجلسنا خلف المقام حتی صلینا العصر وطفنا وشربنا من ماء زمزم ثم قال لی ان شئت تمضی معی وان شئت تقیم حتی یاتی الحاج فقلت بل اذهب

مع سیدی فمیشنا الی باب: لمعلی وقال لی غمض عینیک نغمضتھما فھر ول بی سبع خطرات ثم قال لی افتح عینیک ففتحتھما فاذا نحن بالقرب من الجیوشی۔

ترجمہ :۔ ہمارے شیخ ہمیں خدا کی طرف لے جانے والے راہنما دسردار شیخ جلال الدین سیوطی ......شیخ جلال الدین سیوطی علماء سلف کے مذہب پر عالم باعمل اور عارف کبیر تھے ان کو مکاشفات ہوتے تھے۔ معجزے کرنے پر قادر تھے صاحب علم تھے اور اُن کی بہت تصنیفات ہیں ....

شیخ جلال الدین سیوطی کے بہت عمدہ خصائل تھے۔ صفائی باطنی اور جلائے قلب نہایت عمدہ اور صحیح اعتقادات رکھنے والے بزرگ تھے۔ زاہد کامل، عالم مجتہد اور باعمل تھے۔ بادشاہ اور امراء کے پاس تمام زندگی میں نہیں گئے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے علم حدیث چھ سو علماء سے سیکھا ہے۔ اور پھر اس کو مختلف کتب میں ترتیب دیا ہے۔ شیخ جلال الدین رضی اللہ عنہ نے ۴۶۰ کتابیں تالیف کیں اور اُن کی کتابیں شہر ہائے حجاز، شام، حلب و بصری و روم و مغرب و ہند و یمن وغیرہ میں منتشر ہوئیں .....

علم فقہ و حدیث میں اپنے زمانہ کے تمام علماء سے زیادہ عالم تھے۔ حافظ حدیث و قرآن تھے۔ نامانوس الفاظ سے واقف تھے۔ احکام اچھی طرح مستنبط کرتے تھے۔ ابن حجر نے بہت سی احادیث جمع کیں جن کی نسبت اُن کے راویان کا علم ابن حجر کو نہ تھا اور اُن کے درجوں سے بھی واقف نہ تھے کہ حدیث حسن ہے یا مرسل یا ضعیف ہے۔ اُن سب کو انہوں نے شیخ جلال الدین السیوطی کے پاس بھیجدیا۔ انہوں نے راویوں کی اسناد بتادیں اور حسن و ضعیف کو بھی علیحدہ کر دیا۔ شیخ سلیمان الصوفی نے مجھے مطلع کیا کہ شیخ الاسلام علامہ اوجانی نے مجھے بہت سی ایسی احادیث دے کر شیخ جلال الدین کے پاس بھیجا کہ جن کے راویوں کا پتہ نہیں چلتا تھا اور ان کے مراتب کا بھی علم لوگوں کو نہ تھا۔ پس شیخ جلال الدین نے اُن کے راویوں کا سلسلہ بتادیا۔ اور اُن کے مراتب سے آگاہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر۔ شیخ الاسلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے ہاتھوں کا بوسہ لیا...... شیخ سلیمان نے مجھے یہ بھی اطلاع دی کہ اُس نے خواب میں دیکھا کہ جیسے میں امام شافعی کے دروازے پر بیٹھا ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت لوگوں کی آئی وہ سب سفید لباس میں ملبس تھے۔ اُن کے سروں پر نور کے عمامے تھے۔ پہاڑ سے میری طرف آرہے ہیں۔ جب میرے نزدیک آئے تو میں نے معلوم کیا کہ اس میں جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ ہیں معہ اپنے اصحاب کے۔ پس میں نے آنحضرتؐ کے ہاتھوں کو چوما۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آؤ ہمارے ساتھ روضہ کی طرف چلو۔ میں ساتھ ہو لیا آنحضرتؐ شیخ جلال الدین کے گھر پر تشریف لائے۔ شیخ جلال الدین باہر آئے۔ آنحضرتؐ کے ہاتھ چومے اور صحابہ کو سلام کیا اور پھر اُن کو اپنے گھر میں لے گئے۔ جلال الدین آنحضرتؐ کے

سامنے بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ سے سوال کرتے جاتے تھے اور آنحضرتؐ ان کو شیخ السُّنۃ کہہ کر خطاب کرتے تھے۔۔ شیخ عبدالقادر شاذلی نے شیخ جلال الدین سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے بھی بالکل ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ اور آنحضرتؐ ان کو شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرماتے تھے ..... حضرت شیخ جلال الدین رضی اللہ عنہ حالت بیداری میں بھی آنحضرت کے ساتھ جمع ہوتے تھے۔ شیخ عبدالقادر شاذلی نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے شیخ جلال الدین سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ خط دیکھا جو انہوں نے اُس شخص کو بھیجا تھا جس نے ان سے سوال کیا تھا کہ اس کی حاجت سلطان غوری سے بیان کریں۔ شیخ جلال الدین نے اسے لکھا کہ اے بھائی۔ میں حالتِ بیداری میں جناب رسولِ خداؐ سے ملاقات کیا کرتا ہوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر سلطان کے پاس جاؤں تو پھر آنحضرتؐ مجھ سے ملاقات نہ کریں۔ لیکن میں تیری حاجت جناب رسولِ خداؐ سے بیان کروں گا۔ پس یہ دیکھ کر میں نے شیخ جلال الدین سے پوچھا کہ اے میرے آقا کتنی دفعہ حضور نے جناب رسولِ خداؐ سے بیداری کی حالت میں ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تقریباً ستر دفعہ۔ شیخ عبدالقادر شاذلی کہتے ہیں کہ ان ملاقاتوں کے متعلق شیخ جلال الدین نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام " تنویر الحلک فی رویۃ النبی والملک تھا"۔ اس میں انہوں نے ان تمام اولیاء و صحابہ و علماء کا ذکر کیا ہے۔ جو فرشتوں سے اور جناب رسولِ خدا سے حالتِ بیداری میں ملاقات کیا کرتے تھے ....

اور شیخ جلال الدین سیوطی کہا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے حالت بیداری میں جناب رسولِ خداؐ کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے اے شیخ الحدیث کہہ کر خطاب کیا۔ میں نے کہا کہ اے رسول اللہ کیا میں اہل جنت میں سے ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر میں نے سوال کیا کہ بغیر پہلے عذاب چکھے ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں یہ بزرگی تیرے لیئے ہے ....

شیخ جلال الدین سیوطی کے خادم نے جس کا نام محمد بن علی تھا مجھ سے کہا کہ شیخ برہان الدین البقاعی کے فتنے کے ایام میں جب وہ ہمارے سید عمر بن الفارض کا منکر ہو گیا تھا۔ شیخ جلال الدین نے مجھ سے فرمایا کہ چلو عمر کی زیارت کو چلیں اور یہ قیلولہ کا وقت تھا۔ پس ہم نے ملاقات کی اور پہاڑ پر شیخ عبداللہ الجیوشی سے ملنے گئے ہم نے دیکھا کہ کھیتوں کی طرف ایک گوشۂ دیوار میں سایہ ہے۔ ہم وہاں بیٹھ گئے۔ حضرت جلال الدین سیوطی نے کہا کہ میرا ارادہ ہے۔ کہ اس وقت ہم مکہ میں عصر کی نماز پڑھیں بشرطیکہ میری زندگی تک تو اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کرے۔ میں نے وعدہ کر لیا۔ پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ سے کہا کہ اپنی دونوں آنکھیں بند کر لے۔ میں نے دونوں آنکھیں بند کر لیں۔ پس میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی ستائیس قدم دوڑے اور پھر کہا کہ آنکھیں کھول دے۔ میں نے آنکھیں کھول دیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہم مکہ میں باب معلّے کے پاس ہیں پس ہم نے ام المومنین حضرت خدیجہؓ و فضیل بن عیاض

ماتحت ہوں۔ اور یہ ہی حکومت الٰہیہ کہلاتی ہے۔

معترض کہہ سکتا ہے کہ مذہبی پیشوا اور اولیاء اللہ اکثر دنیا کی عزّ وجاہ اور اس کی دولت و ثروت سے محروم رہے ہیں۔ بلکہ اس دُنیا میں تکلیف و مصائب اٹھاتے رہے ہیں۔ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی حکومت بھی منشاء اسلام ہے۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ مذہبی پیشوا اور اولیاء اللہ دُنیا میں تکلیف اُٹھاتے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ تھی۔ حضرت ذکریاؑ کے لئے آرہ۔ حضرت موسیٰؑ کے لئے جنگلوں کی سرگردانی، حضرت عیسیٰؑ کے لئے سولی کی تیاری کی گئی خود جناب محمد مصطفےٰؐ کی زندگی کا زیادہ حصّہ تکلیف میں گزرا۔ جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت تاریخ عالم کی سب سے بڑی مصیبت ہے لیکن ان امور و واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مشیّت خداوند تعالیٰ یہ تھی کہ اس کے نیک بندے دنیا میں تکلیف میں رہیں اور دنیا کی نعمتیں اور برکتیں کافروں کے حصّے میں آئیں۔ قرآن شریف میں دنیا کی نعمتوں کو ان مہربانیوں بخششوں میں شمار کیا گیا ہے جو خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے کیا کی ہیں۔ یہ واقعات تو ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں غور کرو۔ یہ کیوں ایسا ہوا۔ نتیجہ تو اس کے برعکس ہونا چاہیئے کیونکہ مذہب صحیح اصولِ زندگی سکھاتا ہے اور صحیح اصول زندگی پر عمل کرنے کا نتیجہ آرام و راحت ہونا چاہیئے نہ کہ تکلیف و مصیبت۔ وجہ یہ ہے کہ جس نظام حکومت اور جن حالات کے ماتحت یہ بزرگ رہتے تھے وہ مذہب کے مطابق ماحول نہ پیدا کرسکے اور دونوں میں اختلاف و تصادم رہا۔ اور نتیجہ وہ ہوا جو ہوا۔ اگر حضرت عیسےٰؑ اور اُن کے حواریوں کے زمانہ کی حکومت اُن کے خیال کیمطابق ہوتی۔ اگر امام حسین علیہ السلام کے زمانہ کی حکومت واقعی مردِ کامل اور مومن کے ہاتھ میں ہوتی۔ تو وہ نتیجے نہ ہوتے جو ہوئے۔

مذہبی رہنما کیوں دنیا میں تکلیف اٹھاتے رہے

امر واقعہ یہ ہے کہ اب تو تمام اُمتِ محمدیہ کا اتفاق اس پر ہو چکا ہے کہ جناب ختم المرسلینؐ کی نبوت میں حکومتِ الٰہیہ شامل تھی۔ چنانچہ سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں لکھتے ہیں :-

آنحضرت کی نبوت کا جزو اعظم حکومت الہیہ تھی۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ایک بڑا کام اور آپ کی بعثت کا ایک اہم مقصد حکومتِ الٰہی کا قائم کرنا اور دُنیا میں آسمانی نظام سیاست و اخلاق و معاشرت جاری کرنا تھا۔" ص ۱۳۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں :-

دوسرے نہایت اہم بات یہ ہے کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا عمل ہی نہیں ہو سکتا اسلام کا دُنیا میں ایک مستقل نظام ہے جو حکومت پر موقوف ہے بغیر حکومت کے قرآن مجید کا ایک پورا حصہ ناقابل عمل رہ جاتا ہے خود اسلام کی حفاظت بھی بغیر قوت کے ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظام مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن غلبہ و عزت کے اُصول پر زور دیتا ہے اور اسی لئے خلافت اسلامی بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی اور اس کو اکابر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین پر مقدم رکھا ..... امر بالمعروف ونہی عن المنکر

وسفیان بن عیینہ کی زیارت کی پھر ہم حرم میں آئے۔ طواف کعبہ کیا۔ زمزم سے پانی پیا اور پھر نماز عصر پڑھی اس کے بعد پھر ہم نے طواف کیا زمزم کا پانی پیا پھر مجھ سے شیخ جلال الدین سے نے کہا کہ اگر تو چاہے میرے ساتھ چل اور نہ چاہے تو حاجیوں کے آنے تک یہیں ٹھہر جا میں نے عرض کی کہ اے آقا میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ پس ہم باب معلیٰ پر آئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنی دونوں آنکھیں بند کرلے میں نے آنکھیں بند کرلیں پس میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی سات قدم چلے ہوں گے کہ کہا کہ آنکھیں کھولدے میں نے آنکھیں کھول دیں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم وہیں ہیں جہاں سے چلے تھے یعنی جیوشی کے مکان کے نزدیک"

حضرت جلال الدین سیوطی کی عظمت وجلالت شان آپ نے دیکھی۔ جناب رسولخدا کی حالت بیداری میں ان کی ملاقات کو آتے تھے۔ شیخ الحدیث کا خطاب دیا تھا۔ عشرہ مبشرہ سے بھی بڑھ گئے۔ انہوں سنے تو یہ بھی دریافت کر لیا کہ بغیر کسی سابقہ عذاب کے جنت میں جائیں گے۔ عشرہ مبشرہ نے تو اتنی تحقیقات بھی نہیں کی تھی۔ آپ سے کرامات۔ معجزے ظاہر ہوتے تھے۔ چشم زدن میں مصر سے مکہ اور مکہ سے مصر آجاتے تھے۔ جس کو جناب رسول خدا شیخ الحدیث کہیں اس کی صحت روایات کا کیا کہنا۔

۵۹ - مواہب لدنیہ۔

تالیف شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ ہجری ۱۵۱۷ء۔

یہ کتاب اس ہیچمدان کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مصر میں چھپی ہے۔ اس کے متعلق علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

مواہب لدنیہ۔ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا یہی ماخذ ہے۔ اس کے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں۔ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔

سیرۃ النبی جلد اول تقطیع کلاں حصہ اول ص ۲۷۔

کشف الظنون میں ہے:۔ المواهب اللدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد القسطلانی وھو کتاب جلیل القدر کثیر النفع۔

ترجمہ:۔ مواہب لدنیہ مؤلفہ شہاب الدین احمد قسطلانی نہایت جلیل القدر کتاب ہے اور کثیر النفع ہے۔

۶۰ - شرح علی المواہب اللدنیہ۔

تالیف امام العلامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی۔

یہ کتاب آٹھ ضخیم مجلدات میں ہے اور بفضلہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ مطبوعہ مطبع الازہریہ المصریہ ۱۳۲۵ھ ہجری ہے۔ اس کے متعلق مولوی شبلی لکھتے ہیں:۔

زرقانی علی المواہب۔ یہ مواہب لدنیہ کی شرح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سہیلی کے بعد

کوئی کتاب اس جامعیت اور تحقیق سے نہیں لکھی گئی۔ آٹھ ضخیم جلدوں میں ہے اور مصر میں چھپ گئی ہے۔

سیرۃ النبی جلد اول حصہ اول تقطیع کلاں ص ۲۸۔

۶۱۔ ابن حجر مکی۔ متوفی ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء صاحب صواعق محرقہ۔

ان کی عظمت و جلالت اور ان کا اعتبار و اقتدار جماعت اکثریت میں اس سے ہی ظاہر ہے کہ انہوں نے شیعوں کی رد میں ایک کتاب صواعق محرقہ لکھی ہے۔ اگر مزید معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ذیل کی عبارت عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی کی کتاب لواقح الانوار سے نقل کی جاتی ہے۔

الشیخ الامام العلامۃ المحقق الصالح الورع الزاھد الناسک الشیخ شہاب الدین بن حجر نزیل الحرم المکی رضی اللہ عنہ اخذ العلم عن مشائخ الاسلام بمصر واجازوہ بالفتوی والتدریس وافتی بجامع الازھر والحجاز وانتفع بہ خلائق .... فما رایت علیہ شیئاً یشینہ فی دینہ وما رایتہ قط اعرض عن الاشتغال بالعلم والعمل صنف رضی اللہ عنہ عدۃ کتب نافعۃ محررۃ فی الفقہ والاصول والمعقولات واختصر کتاب الروض لابن المقری وشرحہ شرحا عظیما فیہ من الفوائد مالم یوجد فی کتب شیخ الاسلام زکریا ولا غیرہ .... وانتفع بہ خلائق فی مصر والحجاز والیمن وغیر ذلک وھو مفتی الحجاز الان یصدرون کلھم عن قولہ ولہ اعمال عظیمۃ فی اللیل لا یکاد یطلع علیھا الا من خلی من الحلد من صغرہ الی الان لم یزاحم علی شیٔ من امور الدنیا ولا یتردد الی احد من الولاۃ الا نضرورۃ [1]

---

[1] لواقح الانوار شعرانی۔ نیز ملاحظہ ہو:۔
شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی و ریحانۃ الالباء۔
شیخ عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ العبدروس: نور سافر عن اخبار القرن۔
عبداللہ بن حجازی الشہیر بالشرقاوی: تحفہ بہتہ فی طبقات الحنفیہ۔
حاجی محمد بلخی خلیفہ سید علی ہمدانی شرح شمائل ترمذی۔
ملا علی قاری، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔
سید محمد عبدالرسول برزنجی۔ نواقض الروافض۔
احمد بن عبدالقادر عجیلی، ذخیرۃ المآل
شیخ عبدالحق، ماثبت بالسنۃ۔
تاج الدین بن احمد: کفایۃ المتطلع۔

ترجمہ :- علماء عظام و فقہاء کرام میں سے امام، علامہ، محقق صالح الورع زاہد الخاشع شیخ شہاب الدین بن حجر مقیم مکہ ہیں رضی اللہ عنہ انہوں نے مصر کے علماء کرام سے علم حاصل کیا۔ اور ان علماء نے انہیں فتویٰ و تدریس کی اجازت دی ابن حجر نے جامع ازہر و حجاز میں افتاد کیا۔ اور ایک خلائق کو ان سے فائدہ ہُوا . . . . میں نے ابن حجر میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جو دین کے خلاف ہو۔ اور میں نے انہیں کبھی علم و عمل کے سوا کسی اور شے میں مشغول نہیں پایا۔ انہوں نے بہت سی مفید کتابیں فقہ و اصول و معقولات میں لکھی ہیں۔ ابن المقری کی کتاب الروض کی شرح عظیم الشان تحریر کی ہے جس میں لتنے فوائد ہیں جو شیخ الاسلام زکریا وغیرہ کی کتابوں میں نہیں پائے جاتے . . . . اس سے بے شمار مخلوق کو مصر و حجاز و یمن وغیرہ میں فائدہ پہنچا ہے۔ اور اب بھی وہ حجاز کے مفتی ہیں۔ رات کے وقت وہ لتنے اعمال نیک کرتے ہیں کہ کوئی ان پر مطلع ہی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ بچپن سے اب تک دنیا کا کوئی امر انہیں اپنی طرف مشغول نہیں کر سکا اور نہ وہ بغیر کسی خاص ضرورت کے حکام کے پاس جاتے ہیں "

ایک ہم عصر عالم کی یہ رائے نہایت مفید ہے اور صحیح سمجھی جانی چاہیئے۔

۶۲ . علی المتقی صاحب کنز العمال۔

ولادت ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء یا ۸۸۸ھ / ۱۴۸۲ء۔

وفات ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء ہجری۔

یہ بہت بڑے عالم و فقیہ و شیخ زمانہ تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلی اپنی کتاب اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں :-

شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدینی الچشتی رحمۃ اللہ علیہ کاملہ واسعۃ تامہ آبائے کرام او از جونپور اند و تولد شریف وی در برہان پور دہم و در اوان صغر در ہفت وہشت سالگی پدر وے را در خدمت شاہ باجن چشتی کہ در برہان پور بودہ بردہ مرید ساختہ بود . . . . . . چوں در اصل فطرت وے نشۂ عزیمت تقوی و ورع غالب بود بجانب دیار ملتان سفر کرد و بصحبت شیخ حسام الدین متقی رحمہ اللہ رسید و سلوک طریقہ و ورع و تقویٰ را بامداد و تعاون برکات صحبت ایشاں بیش گرفت و در مدت دو سال تفسیر بیضاوی و کتاب عین العلم را در ملازمت ایشاں مطالعہ کردہ ہمراہ زاد تقویٰ در راحلہ توفیق عزیمت حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً یافت و در آں جا باشیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ کہ بالاجماع از اولیاء زمان خود بود صحبت داشت و تلمذ نمودہ و دیگر علماء و مشائخ عصر را کہ در آں دیار شریف نمودہ دریافت و استفادہ نمودہ در آنجا بزرگے بود کہ او را شیخ محمد بن محمد بن محمد السخاوی می گفتند از وی خرقہائے خلافت

سلسلۂ علیہ قادریہ و شاذلیہ کہ بقطب الوقت شیخ نور الدین ابو الحسن علی الحبشی الشاذلی منتہی می شود مدینیہ کہ حضرت شیخ ابو مدین شعیب المغربی قدس اللہ اسرارہم منتہی میشود پوشید و در مکہ معظمہ رخت اقامت و استقامت نہادہ عالم را بانوار طاعات و مجاہدات و بانار افاضت علوم دینی و افادت معارف یقینی مستنیر و مستفید ساخت و بجمع و تصانیف کتب و رسائل در علم حدیث و تصوف اشتغال فرمود بعد از مشاہدۂ آثار خیر الشان از تو الیف و غیر آں عقل حیران می شود و بجزم حکم می کنند کہ اینہا بے توفیق کامل و برکت شامل کہ ناشی از کمال مرتبہ استقامت و رسوخ درجہ ولایت باشد وجود نگردد جامع صغیر و کتاب جمع الجوامع شیخ جلال الدین سیوطی راکہ احادیث بترتیب حروف تہجی جمع کردہ و ادعائے احاطہ جمیع احادیث نبوی از اقوال و افعال آنحضرت کردہ صلی اللہ علیہ وسلم بتویب فرمود و بر ابواب فقیہہ ترتیب دادہ والحق بنظر دراں کتابہا ظاہر می شود کہ چہ کارہا کردہ و چہ تصرفات نمودہ و بار دیگر منتجی ازاں گرفتہ و اکثر تکرارات را انداختہ ان نیز کتابے مہذب منقح آمدہ گویند کہ شیخ ابو الحسن بکری میفرمود للسیوطی منۃ علی العالمین و للمتقی منۃ علیہ و دیگر رسائل و کتب تصنیف کردہ کہ سالکان طریقت و طالبان آخرت را سرمایۂ وقت و مددگار حال باشد مجموع تصانیف و توالیف وے از صغیر و کبیر و عربی و فارسی از صد متجاوز است و اول تصانیف او رسالہ تبین الطرق ست کہ بتصنیف آں از غیب ملہم شدند . . . . . . اشتغال وے بہ تتبع سنن و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تا آخر وقت حیات بود کہ دراں وقت بہ مقتضائے عادت بشری جنبیدن ممکن نباشد شب و روز بتالیف کتب احادیث و تصحیح و مقابلہ آں مشغول بودی گویند کہ در فہم دقائق و استنباط معانی و نکات بمرتبہ رسیدہ بود کہ علمائے کبار کہ دراں دیار شریف بودند غیر از تحیر و تحسین نمی نمودند و شیخ ابن حجر کہ در زماں خود اعظم فقہا و اعلم علمائے مکہ معظمہ بود و در ابتدائے حال استاد شیخ بود اگر در معانی بعض احادیث متوقف و متردد شدی بشیخ گفتہ میفرستاد کہ ایں حدیث را در تبویب جمع الجوامع در کدام باب نہادہ اند تا بقرینہ قیاس آں بمعنی پی می برد و بارہا خود را نسبت بخدمت شیخ تلمیذ حقیقی می خواند و در آخر مرید شد و خرقہ خلافت پوشید و علی ہذا القیاس جمیع مشائخ و اکابر آں وقت بکمال فضل و ولایت وی معترف و در رعایت تعظیم و تکریم وی متفق بودند و ازاں نیز خواص و عوام آں دیار چنانچہ مشائخ سلف را یاد کنند او را نیز یاد می کنند و بقطع نظر از تصنیف کتب و نشر علوم کہ علمائے ظاہر را نیز بعد از حصول توفیق و برکت میسر باشد انچہ از ریاضات و مجاہدات و کرامات و محاسن اخلاق و محامد اوصاف و رزانت افعال و متانت احوال و رعایت اداب ظاہر و باطن و تقوی و ورع از وی نقل می کنند اول دلیل ست بر کمالات باطنی و احوال حقیقی وی سلہ

ترجمہ :۔ شیخ علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خان متقی قادری شاذلی کے آباؤ اجدادِ کرام کا وطن جونپور تھا۔ اور خود علی متقی برہان پور میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن کے زمانہ میں بعمر سات یا آٹھ سال ان کے والد ان کو شاہ باجن چشتی کی خدمت میں لے گئے اور ان کا مرید بنا دیا ...... چونکہ ان کی فطرت کے خمیر میں تقویٰ و پرہیزگاری کا عنصر غالب تھا یہ ملتان چلے گئے اور وہاں شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں جاکر اُن کی مدد و تعاون و برکات صحبت سے تقویٰ و پرہیزگاری کا طریقہ اختیار کیا۔ اور دو سال میں تفسیر بیضاوی و کتاب عین العلم اُن کی خدمت میں مطالعہ کر کے اور زادِ تقویٰ ہمراہ لے کر شیخ علی المتقی حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو مسلمہ طور سے اپنے زمانہ کے اولیاء میں سے تھے پہنچ کر ان کی شاگردی سے فیض حاصل کیا۔ اور نیز دیگر علماء اور مشائخ جو اس زمانہ میں عرب میں تھے ان سے بھی استفادہ حاصل کیا۔ وہاں ایک بزرگ شیخ محمد بن محمد السخاوی تھے ان کی خلافت حاصل کی اور سلسلہ قادریہ و شاذلیہ میں داخل ہو گئے اور آخر کار مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کر لی اور دنیا کو اپنی زہد و ریاضت و افاضت علوم دینی و معارف حقیقی سے منور فرماتے رہے۔ اور کتابوں اور رسالوں کی تحریر کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کتابوں کے مطالعہ و مشاہدہ سے عقل حیران ہوتی ہے۔ اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ ایسی ایسی عمدہ اور علوم سے معمور کتابیں بغیر اُس توفیق کامل و برکت الٰہیہ کے جو درجہ ولایت پر پہنچ کر نصیب ہوتا ہے۔ نہیں لکھی جا سکتی تھیں۔ علامہ سیوطی کی جامع صغیر و جمع الجوامع کی از سر نو ابواب فقہ کے مطابق ترتیب دی۔ اور یہ حق ہے۔ کہ ان دونوں کتابوں پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انتخاب و ترتیب و تصحیح میں کتنی محنت کی ہو گی۔ ان کی مکررات کو نظر انداز کر کے انہیں نہایت عمدہ بنا دیا۔ شیخ ابوالحسن بکری کہا کرتے تھے کہ سیوطی کا احسان

(بقیہ نوٹ ص ۸۲۳) لے۔ شیخ عبد الحق : اخبار الاخیار۔ نیز ملاحظہ ہو۔ مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق۔
عبد الوہاب بن علی الشعرانی : لواقح الانوار فی طبقات السادۃ الاخیار۔
غلام علی آزاد بلگرامی : سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان۔
مولوی صدیق حسن خاں : اتحاف النبلاء
: ابجد العلوم
محمد طاہر گجراتی : مجمع البحار
عبد القادر بن شیخ بن عبد اللہ العیدروس : نور سافر عن اخبار القرن العاشر۔
تاج الدین : کفایۃ المتطلع۔

تو تمام دنیا پر ہے اور علی متقی کا احسان سیوطی پر ہے۔ دیگر رسائل و کتب بھی تصنیف کئے جو سالکانِ طریقت و طالبانِ آخرت کے لئے بہترین رہنما ہیں۔ ان کی عربی و فارسی و صغیر و کبیر سب تصانیف مل کر یک صد سے زیادہ ہیں۔ اُن کا پہلا رسالہ تبیین الطرق ہے جس کی تصنیف پر اُن کو غیب سے الہام ہوا تھا .... سنن و احادیثِ رسول میں اُن کو آخر حیات تک انہماک رہا ہے۔ اُس وقت بھی کہ جب ان کے اُٹھنا بیٹھنا اور حرکت کرنا ممکن نہ تھا شب و روز تالیف کتب حدیث اور اُن کی صحت و مقابلہ میں مشغول رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُن کا فہم احادیث و استنباط دقائق و حقائق اتنا اعلیٰ تھا کہ اس ملک میں جو علماء کبار تھے حیرت و تحسین میں محو تھے۔ شیخ ابن حجر مکی کہ اپنے زمانہ میں خود مکہ معظمہ کے تمام علماء و فقہاء سے اعظم اور زیادہ علم والے تھے۔ شروع شروع میں علی متقی کے اُستاد تھے۔ اگر کسی احادیث کے معنی سمجھنے میں، وہ متردد ہوتے تھے تو علی متقی کے پاس پیغام بھیج کر معلوم کرتے تھے کہ بتوبیب جمع الجوامع میں علی متقی نے اُس حدیث کو کس عنوان کے نیچے رکھا ہے۔ تاکہ اُس عنوان سے اس کے معانی حل کر سکیں۔ ابن حجر کئی بار اپنے تئیں علی متقی کا شاگرد کہا کرتے تھے اور آخر کار اُن کے مرید ہو گئے۔ اور خرقۂ خلافت ان کا حاصل کر لیا اور اسی طرح اُس زمانہ تمام مشائخ و علماء کبار علی متقی کے کمال فضل اور اُن کی ولایت کے معترف تھے اور ان کی بڑی عزت کرتے تھے اور اب تک وہاں کے خواص و عوام جب مشائخ سلف کا ذکر کرتے ہیں تو علی متقی کو ضرور شامل کرتے ہیں اور قطع نظر تصنیف کتب و نشر علوم جو انہوں نے کیا وہ لوگ ان کی ریاضت و مجاہدات و کرامات و محاسن اخلاق اور محامد اوصاف اور خوبی ظاہر و باطن اور تقویٰ و پرہیزگاری کا ذکر کرتے ہیں۔ اور یہ دلیل اوّل ہے اُن کے کمالات باطنی اور احوال حقیقی کی"۔

عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ نور سافر عن اخبار القرن العاشر میں ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کان من العلماء العاملین وعباد اللہ الصالحین علی جانب عظیم من الورع و التقوی والاجتھاد فی العبادۃ ورفض السوی۔ (علی متقی بہت بڑے علماء باعمل میں سے تھے اور خدا کے بہت صالح بندوں میں سے تھے۔ پرہیزگاری و تقویٰ و اجتہاد و عبادت اور ماسوائے علیحدگی میں ان کا بہت رتبہ ہے) آگے چل کر کہتے ہیں کہ ان کے مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ علی متقی نے ایک دن جناب رسولِ خدا کو خواب میں دیکھا اور وہ شب جمعہ ستائیسویں رمضان کی رات تھی پس علی متقی نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ اُس زمانہ میں سب سے زیادہ فضیلت والا انسان کون ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم ہو اور اُسی رات کو ان کے شاگرد عبدالوہاب نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا اور بھی سوال کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں افضل الناس تمہارے اُستاد یعنی علی متقی

ہیں اس سرٹیفکیٹ کے بعد تو اب کسی قال وقیل کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

۶۳۔ عبدالرؤف بن تاج العارفین مناوی۔

صاحب فیض القدیر شرح جامع صغیر وغیرہ متوفی ۱۰۳۱ھ ۱۶۲۲ء ہجری۔

یہ بھی بڑے پایہ کے علماء اہل سنت وجماعت میں سے ہیں۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں محمد بن فضل اللہ المحبی کہتے ہیں کہ علامہ مناوی امام کبیر، امام فاضل زاہد عابد قانت وکثیر النفع ومتقرب بحسن عمل ہیں۔ اور ان کی عبادت و زہد کی بہت تعریف کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ابو مہدی عیسیٰ بن محمد الثعالبی کی کتاب الاسانید جس میں انہوں نے علامہ مناوی کو شیخ شیوخنا کہا ہے۔ اور کہا ہے کہ ان کی بہت سی مفید تصانیف ہیں۔ عزۃ الراشدین میں فاضل رشید اور ازالۃ الغین میں شاہ عبدالعزیز نے ان کی بڑی تعریف کی۔

۶۴۔ انسان العیون فی سیرۃ امین المامون المعروفۃ بالسیرۃ الحلبیہ۔

تالیف امام العالم العلامہ الحبر البحر الفہامہ علی بن برہان الدین الحلبی متوفی ۱۰۴۴ھ ۱۶۳۴ء ہجری۔

یہ کتاب بھی بفضلہ میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ وہ ایڈیشن ہے جو تیسری بار ۱۳۵۱ھ ہجری مطابق ۱۹۳۲ء میں مطبعۃ الازہریہ مصریہ میں چھپی ہے حاشیہ پر اس کے سیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ تالیفات مفتی سید احمد زینی دحلان ہے۔ اس کے تین مجلدات ہیں مولوی شبلی اس کے متعلق اپنی سیرۃ النبی جلد اول حصہ اول میں لکھتے ہیں کہ "مشہور اور متداول ہے"۔ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر۔ علامہ محبی میں ہے:-

علی بن ابراہیم الملقب نورالدین بن برہان الدین الحلبی الشافعی الامام الکبیر اجل اعلام المشائخ علامۃ الزمان الف الموفقۃ البدیعہ منہا السیرۃ النبویہ التی سماہا انسان العیون فی سیرۃ النبی المامون۔

ترجمہ:- "علی بن ابراہیم بلقب بہ نورالدین بن برہان الدین الحلبی بہت بڑے امام اور علامہ دہر اور شیخ اکبر تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے بہت مشہور انسان العیون فی سیرۃ النبی المامون ہے"۔

۶۵۔ مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطینی صاحب کشف الظنون۔

متوفی ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء ہجری

علامہ شبلی نے سیرۃ النبی اور نیز الفاروق میں کشف الظنون کے حوالے دیئے ہیں اور اس پر اعتبار کیا ہے۔ غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں کشف الظنون کے حوالے دیئے ہیں اور اس کے مؤلف کو الفاضل الحاج المعروف بالکاتب الحلبی الاستنبولی کے نام سے یاد کیا ہے۔

۶۶۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح الامیر صاحب روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ۔

ولادت ۱۵ رجمادی الآخر ۱۰۹۹ سنہ ہجری ۷ راپریل ۱۶۸۸ء وفات ۳ شعبان ۱۱۸۲ھ ۱۳ ردسمبر ۱۷۶۸ء۔

ان کے متعلق علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی تحریر کرتے ہیں:۔

اسید محمد بن اسمٰعیل بن صلاح بن محمد بن علی بن حفظ الدین بن شرف الدین بن صلاح بن الحسن بن المھدی بن محمد بن ادریس بن علی بن محمد بن احمد بن یحییٰ بن حمزہ بن سلیمان بن حمزہ بن الحسن بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن عبداللہ بن الحسن بن القاسم بن ابراھیم بن اسماعیل بن ابراھیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھم الکحلانی ثم الصنعانی المعروف بالامیر الامام الکبیر المجتھد المطلق صاحب التصانیف . . . . واخذ عن علمائھا (مدینہ صنعا) . . . . ورحل الی مکہ وقرء الحدیث علی اکابر علماؤھا وعلماء المدینہ وبرع فی جمیع العلوم وفاق الاقران وتفرد بریاست العلم فی صنعا وتظھر بالاجتھاد وبالادلۃ ونفر عن التقلید [1]

ترجمہ:۔ سید محمد بن اسمٰعیل بن صلاح المعروف بالامیر بہت بڑے امام و مجتہد مطلق تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ صنعا چلے گئے۔ وہاں کے بہت سے علماء سے اخذ حدیث کیا . . . . پھر مکہ معظمہ چلے آئے۔ اور علم حدیث وہاں کے بڑے بڑے علماء سے حاصل کیا اور آخر کار تمام علوم میں بہت بلندی رفعت حاصل کرلی۔ اور اپنے ہم عصر علماء سے بہت زیادہ فوقیت لے گئے۔ صنعاء میں علم کے سردار تھے۔ اجتہاد و عمل بالادلہ میں کامل تھے۔ تقلید سے نفرت کرتے تھے۔

۶۷۔ مرزا محمد ابن معتمد خاں۔

مؤلف نزل الابرار، مفتاح النجا وغیرہ۔

علمائے اکابر اہل سنت میں سے ہیں۔ فاضل رشید الدین نے ایضاح لطافۃ المقال میں اور شاہ عبدالعزیز نے ازالۃ الغین میں ان کی بڑی تعریف کی ہے اور بیان کیا ہے کہ ہمارے کتنے بڑے بڑے علماء ولائے اہلبیتؑ سے فیضیاب تھے۔

۶۸۔ محمد طاہر گجراتی۔

مؤلف تذکرۃ الموضوعات۔ مجمع البحار وغیرھما۔

---

[1] محمد بن علی الشوکانی: بدر طالع بمحاسن من بعد القرن السابع۔ نیز ملاحظہ ہو۔
مولوی صدیق حسن خان: ابجد العلوم۔
مولوی صدیق حسن خان: حطۃ فی ذکر الصحاح الستہ۔ اس میں محمد بن اسماعیل کو محمد ودبن کہا گیا ہے۔

متاخرین میں نہایت پایہ کے عالم گزرے ہیں۔ اہل سنت وجماعت میں ان کی عظمت و جلالت اس امر سے عیاں ہے کہ ان کی مدح وتوصیف علامہ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں، غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان میں فاضل رشید نے ایضاح لطافۃ المقال میں اور شاہ عبدالعزیز نے ازالۃ الغین میں کی ہے اور ان کی تحریرات پر اعتبار کیا ہے۔ نیز مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطینی نے کشف الظنون میں ان کی کتاب مجمع البحار کا ذکر نہایت عمدہ الفاظ میں کیا ہے۔

راویان احادیث

ناظرین نے یہ تو معلوم کر لیا کہ جن علماء ومحققین کی تحریرات کا حوالہ ہم نے دیا ہے اُن کا جماعت اہل حکومت میں کتنا اعتبار ہے۔ بہت سے ان میں آئمہ احادیث ہیں۔ کئی امیر المومنین ؑ احادیث ہیں۔ ان کے اور دیگر لوگوں کے خواب میں آن کر خود جناب رسولخداؐ ان کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔ اور ان کی عظمت وجلالت بیان کرتے ہیں ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ تشیع کے جرم میں کوئی ماخوذ نہیں۔ ناظرین نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ جن کتابوں کا ہم نے حوالہ دیا ہے۔ وہ کس قدر معتبر ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ان کے ہی اوپر ان کے سارے مذہب وعقیدہ کی اساس قائم ہے۔ ایسے لوگ ایسی کتابوں میں ظاہر ہے کہ ثقہ راویان ہی سے روایت کریں گے باوجود ایسے علم، وسعت نظر کے وہ کیونکر غیر معتبر راویوں کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ غیر معتبر راویوں کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو علم الرجال ورواۃ سے کوئی واقفیت ہی نہ تھی لیکن کون مسلمان ہے جو یہ کہے گا۔ یہ بات دوسری ہے کہ جب کوئی بڑی زبردست کشت آن پڑے تو شہ مات بچانے کے لئے مبتدی کھلاڑیوں کی طرح دھاندلیاں کرنے لگیں لیکن شاطر حقیقی کی شان سے یہ بعید ہے اور فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ میدانِ جنگ کی حالت نازک ہے۔

لیکن اپنے سلسلہ کلام کے قائم رکھنے کے لئے چند احادیث کے راویوں کا بھی ذکر کرتے ہیں احادیث تو بہت ہیں لیکن تین احادیث ایسی ہیں کہ جن سے جناب علی المرتضیٰ ؑ کی خلافتِ بلا فصل از روئے نص قطعی ثابت ہے وہ تین احادیث یہ ہیں۔ حدیث ولایت، حدیث ثقلین، حدیث غدیر اور چوتھی حدیث وہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام صحیح سوائے حضرت علی المرتضیٰ کے اور کہیں مل ہی نہیں سکتا۔ وہ حدیث مدینۃ العلم ہے۔ ہم ان چاروں احادیث کے راویان کے ثقہ کا حال بیان کرتے ہیں۔

حدیث ولایت۔

ابوداؤد طیالسی کے راویان حدیث ولایت ابوعوانہ، ابوبلج اور عمرو بن میمون ہیں۔
امام احمد حنبل کے راویانِ حدیث ولایت عبدالرزاق، عفان، جعفر بن سلیمان

یزید الرشک، مطرب عمران، ابن نمیر، اجلح الکندی یحیٰی بن حماد، عبد اللہ بن بریدہ اور بریدہ خصائص نسائی میں اس حدیث ولایت کے راویان قتیبہ بن سعید جعفر بن سلیمان، یزید الرشک، مطرب بن عبد اللہ عمران بن حصین، واصل بن عبد الاعلے ابو الفضل، اجلح، عبد اللہ بن بریدہ اور بریدہ ہیں۔

ابو عوانہ وضاح

یہ صحاح ستہ کے رواۃ میں سے ہیں۔ صحاح ستہ میں ان سے روائتیں بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر الکلاباذی وابی بکر الاصبہانی فی رجال البخاری ومسلم میں جس کا ایک نسخہ بفضلہ حقیر کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ صفحہ ۵۴۵ پر الوضاح ابو عوانہ کو رواۃ صحیحین میں شمار کیا گیا ہے۔ اور ان کی تعریف لکھی ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبی ان کی بڑی تعریف لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ قال عفان هو اصح حدیثاً عندنا من شعبہ۔ یعنی ہمارے نزدیک شعبہ سے زیادہ حدیث بیان کرنے میں صحیح ہے۔ دیکھو تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول صفحہ ۲۱۸۔ ۱۷۶ھ ۷۹۲ء ہجری میں انہوں نے رحلت کی۔

ابو بلج یحیٰی بن سلیم۔

ابو الحجاج مزی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے بہت سے محدثین سے روایت حدیث کی ہے اور ان سے سفیان ثوری وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے وہ لکھتے ہیں قال اسحٰق بن منصور عن یحیٰی بن معین ثقہ وکذلک قال محمد بن سعد والنسائی والدار قطنی۔ یعنی یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ یہ ثقہ تھا محمد ابن سعد ونسائی و دار قطنی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھا۔

عمرو بن میمون۔ متوفی ۷۴ھ ۶۹۳ء یا ۷۵ھ ہجری۔

ان کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں :۔ ثقہ یحیی بن معین، قال ابو اسحٰق حج واعتمر مائۃ مرۃ وکان اذا رؤی ذکر اللہ تعالیٰ۔ یعنی یحیٰی بن معین کہتے ہیں کہ ثقہ تھے۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ انہوں نے سو حج کئے تھے اور جب حدیث بیان کرتے تھے تو پہلے خدا کا ذکر کر لیتے تھے۔

تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول ص ۶۱۔

حافظ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ۔ عمرو بن میمون هو معدود فی کبار التابعین من الکوفیین۔ یعنی کوفہ کے بڑے بڑے تابعین میں ان کا شمار تھا ...... معاذ ابن جبل کی صحبت میں اُن کی رحلت تک رہے۔ عبد اللہ ابن مسعود کی ملازمت اختیار کر لی۔

الاستیعاب الجزء الثانی ص ۴۵۸ نمبر ۱۹۶۴ پر۔

نیز ملاحظہ ہو۔ اسد الغابہ ابن الاثیر جزری، کاشف ذہبی، تقریب ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، اصابہ ابن حجر عسقلانی۔

اسلام میں جس قدر اہم فریضہ ہے وہ اس سے ظاہر ہے کہ اُمت کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے...... لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے لئے امر (حکم)، اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار کی شان ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی اختیار کرنے کی درخواست و عرض کریں گے۔ پس امر و نہی کے لئے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے" ص ۱۴ و ۱۵۔

علامہ مشرقی کا سارا تذکرہ ایک مسلسل بحث ہے یہ ناقابل انکار حقیقت ثابت کرنے کے لئے کہ اسلام کا مقصد اولیٰ دنیا میں حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھا اور جناب رسول خدا کی نبوت کا یہ جزو اعظم تھا۔ اگرچہ اس بحث میں انہوں نے اتنا مبالغہ کر دیا ہے کہ جائز حدود سے بہت آگے نکل گئے ہیں بہرصورت اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں۔ زمانۂ حال کے دُوسرے مفکرِ اسلام سید ابو الاعلیٰ مودودی کی بھی یہی رائے ہے۔ دیکھو اُن کا رسالہ حقیقتِ جہاد۔

جن لوگوں نے ذرا سے فکر کے ساتھ بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ سیاست و حکومت مذہبِ اسلام کا ایک جزو لاینفک ہے اور وہ ایک دُوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے چنانچہ اپنی کتاب موسومہ Mr. D.B. Macdonald

Development of Muslim theology. Jurisprudence and constitutional theory.

ص ۳ و ۴ میں لکھتے ہیں:-

Life is manifold but it is also one.

So it is seldom possible, and still more seldom advisable, to divide a civilisation into departments and to attempt to trace their separate developments; Life nowhere can be cut in two with a hatchet. And this is emphatically true of the civilisation of Islam............

In Europe, the State may rule the Church or the Church may rule the State, or they may stand side by side in some what dubious amity supposedly taking no account of each other. But in Muslim countries, Church and State are one indissolubly and until the very essence of Islam passes away, that unity cannot be relaxed. The law of the land, too, is in theory, the law of the Church; in

عبدالرزاق بن ہمام۔ متوفی ۲۱۱ھ سنہ ہجری۔ ولادت ۱۲۶ھ

علامہ یافعی کہتے ہیں:۔ وفی السنة المذکورة (۲۱۱ھ) توفی الحافظ العلامة المرتحل الیه من الآفاق الشیخ الامام عبد الرزاق بن همام الیمنی الصنعانی الحمیری صاحب المصنفات عن ست وثمانین۔ روی عن معمر وابن جریج والاوزاعی وطبقتهم ورحل الیه الائمة الی الیمن قیل ما رحل الی احد بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم مثل ما رحلوا الناس الیه روی عنه خلائق من الائمة الاسلام منهم الامام سفیان ابن عیینه و الامام احمد حنبل ویحیی بن معین واسحاق ابن راهویه وعلی بن المدینی ومحمود بن غیلان۔

ترجمہ:۔ ۲۱۱ھ میں حافظ علانیہ مرجع خلائق شیخ امام عبدالرزاق بن ہمام الیمینی الصنعانی الحمیری کا انتقال ہوا۔ ان کی بہت سی تصنیفات تھیں تقریباً ۸۶ کے معمر وابن جریج واوزاعی وغیرہ سے یہ روایت حدیث کرتے تھے اور ان کی خدمت میں یمن میں اتنے ائمہ اسلام برائے اخذ حدیث حاضر ہوتے تھے جتنے جناب رسول خدا کے بعد کسی اور کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ ان سے بے شمار آئمہ اسلام نے روایت حدیث کی ہے اُن میں سے امام سفیان بن عیینیہ امام احمد حنبل۔ یحییٰ بن معین اسحاق بن راہویہ۔ محمود بن غیلان ہیں۔

مرآة الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۵۲، ۵۳۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الانساب سمعانی، وفیات الاعیان ابن خلکان۔

تذکرة الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۳۳۱۔

رجال صحیحین محمد بن طاہر مقدسی۔

جامع المسانید باب اربعین ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی۔

شاہ ولی اللہ رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف میں کہتے ہیں کہ مسند امام احمد حنبل ایک ترازو ہے جس سے احادیث رسول اللہ جانچی جا سکتی ہیں۔ یعنی جو حدیث اس مسند میں ہوگی وہ صحیح ہے۔ عبدالرزاق بن ہمام بھی رواة شیخین میں سے ہیں اور یہ اصول جماعت کا تسلیم شدہ ہے کہ شیخین روایت، حدیث صرف ثقہ اور صادق لوگوں سے کرتے ہیں۔

عفان بن مسلم صفار۔ ولادت ۱۳۴ھ وفات ۲۲۰ھ

یہ بھی رجال شیخین میں سے ہیں۔ یہ ہی فخر ان کے لئے کافی ہے۔ مزید ثبوت کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ کتاب الجمع بین کتابی ابی نصر الکلاباذی وابی بکر الاصبہانی میں، امام

الحافظ ابی الفضل محمد بن طاہر المقدسی ان کا ذکر بہت اچھے الفاظ میں کرتے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۴۰۷۔

علامہ ذہبی ان کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

عنہ احمد واسحق وعلی وابن معین والفلاس، وہلال بن العلاء و حنبل بن اسحق وابو زرعۃ الدمشقی وخلائق۔ قال یحیی القطان اذا وافقنی عفان فلا ابالی من خالفنی وقال العجلی عفان ثقۃ ثبت صاحب سنت۔۔۔۔ ۔۔۔۔ قال یعقوب بن شیبۃ سمعت ابن معین یقول اصحاب الحدیث خمسۃ مالک وابن جریح الثوری، شعبہ وعفان۔ قال ابو حاتم عفان ثقۃ متقن متین۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۳۴۴، ۳۴۵۔

ترجمہ:۔ عفان بن مسلم سے اخذ روایت احمد حنبل، اسحاق، علی وابن معین الفلاس، ہلال بن العلاء، حنبل بن اسحاق، ابو زرعۃ الدمشقی نے اور ان کے علاوہ بے شمار لوگوں نے کیا ہے یحیٰی القطان کہتے ہیں کہ جب عفان کسی حدیث یا مسئلہ پر مجھ سے موافقت کرتے ہیں تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کون مجھ سے مخالفت کرتا ہے۔ عجلی کہتے ہیں کہ عفان ثقہ تھے اور صاحب سنت وجماعت تھے۔۔۔۔ یعقوب بن شیبہ کہتا ہے کہ میں نے ابن معین کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ عالمان حدیث صرف پانچ ہوئے ہیں یعنی مالک، ابن جریح، سفیان ثوری وشعبہ اور عفان۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ عفان ثقہ عالم فقہ ومتین تھے۔

جعفر بن سلیمان الضبعی۔ متوفی ۱۷۸ھ / ۷۹۴ء ہجری

یہ بھی رجال شیخین میں سے ہیں اور محمد بن طاہر مقدسی نے اپنی کتاب رجال صحیحین میں جس کا حوالہ ہم اُوپر دے چکے ہیں اور جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ ان کا ذکر اس حیثیت سے کیا ہے ص ۷۱۔ ابن خلکان نے کتاب الثقات میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ قال ابو حاتم وکان جعفر بن سلیمان من الثقات المتقنین فی الروایات غیرانہ ینتحل المیل الی اہل البیت۔ یعنی ابو حاتم کہتے ہیں کہ جعفر بن سلیمان متقی اور ثقہ تھا روایت کرنے میں یہ بات دوسری ہے کہ اس کا میلان اہل بیت رسول کی طرف تھا۔

محمد ابن طاہر مقدسی نے اپنی کتاب رجال صحیحین کے شروع میں بطور مقدمہ کے تحریر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آئمہ حدیث مثل ابو احمد بن عدی، ابوالحسن الدارقطنی ابو عبداللہ بن مندہ اور ابو عبداللہ الحاکم اور اُن کے بعد کے آنے والے محدثین تا زمانہ محمد ابن طاہر مقدسی ہر امر پر متفق ہیں کہ جس شخص سے بخاری ومسلم نے اخراج حدیث کی ہے اُس کی احادیث حجت ہیں کیونکہ شیخین نے اخراج حدیث نہیں کیا ہے۔ لیکن ثقہ و

انہی لوگوں سے۔

یزید بن ابی یزید الضبعی الرشک متوفی ۱۳۰ھ ہجری

یہ بھی بخاری ومسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔ دیکھو کتاب رجال صحیحین محمد بن طاہر مقدسی ص ۵۷۴ - ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں اس کے متعلق لکھا ہے:۔ "ثقۃ عابد"۔

مطرف بن عبداللہ۔ متوفی ۹۵ھ ہجری

یہ بھی رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ دیکھو محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب رجال صحیحین ص ۵۰۲ علامہ ذہبی نے تذہیب التہذیب میں ان کے متعلق لکھا ہے من عباد اہل البصرہ و زہادہم یعنی بصرہ کے بہت بڑے زاہد اور عابدوں میں سے تھے۔ نیز ملاحظہ ہو۔ تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی، کاشف ذہبی۔

علامہ ذہبی ان کے متعلق تفصیل سے لکھتے ہیں:۔

کان راساً فی العلم والعمل ولہ جلالۃ فی الاسلام ووقع فی النفوس ..... ذکرہ ابن سعد فقال روی عن ابی بن کعب وکان ثقۃ لہ فضل وورع وعقل وادب قال احمد العجلی لم ینج من فتنۃ ابن الاشعث بالبصرۃ الامطرف بن عبداللہ الشخیر وابن سیرین ..... وروی غیلان بن جریر عنہ ان رجلا کذب علیہ فقال مطرف اللھم ان کان کاذبا فامتہ فخر مکانا میتۃ.. ..... قلت کان مطرف سیداً کبیراً لقدر وکان یلبس فاخر الثیاب ویرکب الخیل ویدخل علی السلطان۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۶۰، ۶۱ -

ترجمہ:۔ "مطرف بن عبداللہ علم وعمل میں سب کے سردار تھے اور ان کو اسلام میں اور اسلامیوں کے دل میں خاص جلالت حاصل ہے ...... ان کے متعلق ابن سعد کہتا ہے کہ وہ ابی ابن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے اور ان میں فضل و زہد و عقل وادب بہت زیادہ تھا احمد العجلی کہتے ہیں کہ بصرہ میں ابن الاشعث کے فتنہ سے کوئی نہیں بچا سوائے مطرف بن عبداللہ اور ابن سیرین کے ..... غیلان ابن جریر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے متعلق جھوٹ بولا۔ مطرف نے دعا مانگی کہ بار الہا اگر یہ جھوٹ کہتا ہے تو اس کو مار ڈال۔ خدا نے فوراً اس کو مار ڈالا ...... میں کہتا ہوں کہ مطرف بہت بڑے سردار عظمت والے بزرگ تھے۔ اچھا لباس فاخرہ پہنتے تھے گھوڑوں پر چڑھتے تھے اور دربار شاہی میں جاتے تھے"۔

دیکھا آپ نے کتنے بڑے عابد وزاہد۔ لیکن بادشاہ کے درباری یہ بھی تھے اور دربار

شاہی کے زیر اثر تھے۔

عمران بن حصین بن عبید بن خلف متوفی ۵۲ھ/۶۷۲ء ہجری۔

یہ صحابی تھے۔ حدیث نجوم کے حصہ داران سے بھی۔ شیخین نے روایات اخذ کی ہیں ان کا ذکر محمد بن طاہر مقدسی نے رجال صحیحین میں کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۸۸۔

عبداللہ ابن نمیر متوفی ۱۹۹ھ/۸۱۴ء ہجری۔

ان کا ذکر بھی رجال صحیحین میں محمد بن طاہر نے کیا ہے۔ دیکھو ص ۲۶۰۔

اجلح بن عبداللہ بن حجیۃ الکندی۔ متوفی ۱۴۱ھ/۷۵۸ء یا ۱۴۵ھ/۷۶۲ء ہجری۔

ان کا ذکر ہم اصل کتاب البلاغ المبین میں کر چکے ہیں۔ دیکھو البلاغ المبین طبع چہارم ص ۲۶۲ لغایت ۲۶۸۔

یحییٰ بن حماد بن ابی زیاد الشیبانی۔ متوفی ۲۱۵ھ/۸۳۰ء ہجری۔

ان سے بھی بخاری و مسلم نے روایت حدیث کی ہے۔ ان کا ذکر محمد بن طاہر مقدسی نے کتاب رجال صحیحین ص ۵۵۹ میں کیا ہے۔ علامہ ذہبی تذہیب التہذیب میں کہتے ہیں کہ ثقہ ابوحاتم وغیرہ۔ یعنی ابوحاتم اور اُن کے علاوہ دیگر محققین نے ثابت کیا ہے کہ یحییٰ بن حماد ثقہ تھا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ کاشف ذہبی، تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

عبداللہ بن بریدہ۔ ولادت ۱۵ھ/۶۳۶ء ہجری۔ وفات ۱۱۵ھ/۷۳۳ء ہجری۔

یہ بھی رجال شیخین میں سے ہیں۔ دیکھو محمد بن طاہر مقدسی کی رجال صحیحین ص ۲۴۷۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھا ہے :۔ من ثقات التابعین وثقہ ابوحاتم والناس یعنی ثقہ تابعین میں سے تھے اور ابوحاتم اور دیگر محققین نے ان کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔

میزان الاعتدال ذہبی الجزء الثانی ص ۲۴۔

نیز ملاحظہ ہو تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی حکومت کی طرف سے یہ مرد کے قاضی تھے

بریدہ بن الحصیب الاسلمی متوفی ۶۳ھ/۶۸۲ء ہجری۔

ان سے بھی بخاری و مسلم نے روایت حدیث کیا ہے۔ دیکھو محمد بن طاہر مقدسی کی رجال صحیحین ص ۶۱۔

حدیث ثقلین۔

بہت سے طرق و اسناد میں مندرجہ ذیل راویان ہی ہیں :۔

سعید بن مسروق الثوری ۱۲۶ھ ہجری۔

رکین بن الربیع بن عمیلہ الفزازی ۱۳۱ھ ہجری۔

سلیمان بن مہران الاسدی المعروف اعمش۔

محمد بن اسحاق بن یسار المدنی ۱۵۱ھ ہجری۔

اسرائیل بن یونس ابد
محمد بن طلحہ
شریک بن عبداللہ
عبداللہ بن نمیر الہمدانی
ابو سعید الخدری
زید بن ارقم

حدیث ثقلین بہت سے صحابہ سے مروی ہے ہم نے یہاں بغرض اختصار صرف زید بن ارقم اور ابوسعید الخدری ہی کا ذکر کیا ہے اور صحابہ کا تو ذکر ہی غیر ضروری ہے اُن کی نسبت تو فیصلہ اکثریت صادر ہو چکا ہے کہ کلہم عدول اور کلہم نجوم۔ اُن میں سے ہر ایک عادل ہے اور ہر ایک ستارۂ ہدایت ہے۔

سعید بن مسروق الثوری۔ متوفی ۱۲۸ھ ہجری۔

یہ بھی رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ چنانچہ ان کا ذکر تعریف کے ساتھ محمد بن طاہر مقدسی نے رجال شیخین میں کیا ہے۔ دیکھو ص ۱۶۹۔ یہ سفیان الثوری کے والد ہیں۔ مزید توثیق و تصدیق کے لئے دیکھو۔ کاشف ذہبی، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی جن میں کہا گیا ہے:۔ قال ابن معین وشعبۃ بن الحجاج وابو حاتم والعجلی والنسائی ثقۃ۔ یعنی ابن معین وشعبہ۔ ابوحاتم و عجلی ونسائی کہتے ہیں کہ سعید بن مسروق ثقہ تھا۔

رکین بن الربیع بن عمیلہ الفزاری ۱۳۱ھ ہجری۔

رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ رجال صحیحین محمد بن طاہر مقدسی ص ۱۴۱۔ ان کو ثقہ کہا گیا ہے۔ دیکھو کاشف ذہبی، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

سلیمان بن مہران الاسدی الاعمش۔ متوفی ۱۴۸ھ ہجری۔

رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ رجال صحیحین محمد بن طاہر مقدسی ص ۱۷۹۔

انھوں نے بے شمار محدثین وعلماء سے سماع حدیث کیا ہے۔ علامہ ابن خلکان وفیات الاعیان میں ان کے متعلق لکھتے ہیں، الامام کان ثقۃ عالماً فاضلا ..... لقی کبار التابعین وروی عنہ سفیان الثوری، شعبۃ بن الحجاج حفص غیاث و خلق کثیر من جلۃ العلماء یعنی یہ امام تھے۔ ثقہ و عالم و فاضل تھے ..... بڑے جلیل القدر تابعین سے صحبت تھی۔ ان سے سفیان ثوری و شعبۃ و حفص اور دیگر عظیم الشان علماء نے روایت حدیث کی ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں ..... قال یحییٰ القطان الاعمش علامۃ الاسلام وقال الخریبی ماخلف الاعمش اعبد منہ

بلٹہ - یعنی یحییٰ القطان کہتے ہیں کہ اعمش علامۂ اسلام تھے۔ خربی کہتے ہیں کہ اعمش کے بعد کوئی شخص ان سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا نہ تھا۔ تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول ص ۱۴۵۔
نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الکمال عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی کاشف ذہبی۔
مرآۃ الجنان یافعی الجزء الاول ص ۳۰۵، اسماء رجال مشکوٰۃ خطیب ولی الدین۔
تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، لواقح الانوار عبدالوہاب شعرانی۔

عبدالملک بن ابی سلیمان۔ متوفی ۱۴۵ھ / ۷۶۲ء ہجری۔

یہ بھی رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ محمد ابن طاہر مقدسی کتاب رجال صحیحین صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷۔
علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں - کان من حفاظ الاثبات ...... وقال احمد بن حنبل ثقۃ وثقہ النسائی - یعنی حفاظ حدیث میں سے تھا...... احمد و نسائیؒ کہتے ہیں کہ ثقہ تھا۔ تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول ص ۱۴۶۔
نیز ملاحظہ ہو، مرآۃ الجنان یافعی الجزء الاول ص ۳۰۰۔
کتاب الانساب عبدالکریم بن محمد السمعانی۔
کتاب الکمال عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی۔
تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

محمد بن اسحاق بن یسار المدنی۔ متوفی ۱۵۱ھ / ۷۶۸ء ہجری۔

یہ بھی رواۃ مسلم میں سے ہیں۔ محمد بن طاہر مقدسی کتاب رجال صحیحین ص ۴۶۸۔
اگرچہ بخاری نے ان کی کوئی حدیث نقل نہیں کی لیکن ان کی توثیق کی ہے۔ ان کی ہی مشہور کتاب سیرۃ میں ہے۔ جس کا خلاصہ عبدالملک بن ہشام نے کیا ہے علامہ یافعی ان کے اور ان کی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:-

کان بحرا من بحور العلم ذکیا حافظا طلابۃ العلم اخباریا نسابۃ ثبت فی الحدیث عند اکثر العلماء واما فی المغازی والسیر فلا یجھل امامتہ قال ابن شھاب الزھری من اراد المغازی فعلیہ بابن اسحاق وذکرہ البخاری فی تاریخہ وروی عن الشافعی انہ قال من اراد ان یتبحر فی المغازی فھو عیال علی ابن اسحاق وقال سفیان بن عیینہ ما ادرکت احدا یتھم ابن اسحاق فی حدیثہ وقال شعبہ بن الحجاج محمد بن اسحاق امیرالمومنین یعنی فی الحدیث وحکی عن یحیی بن معین واحمد بن حنبل ویحیی بن سعید القطان انھم وثقوا محمد بن اسحٰق واحتجوا بحدیثہ وانما لم یخرج البخاری عنہ وقد وثقہ۔
مرآۃ الجنان یافعی الجزء الاول ص ۳۱۳۔

ترجمہ:- محمد بن اسحاق علم کے سمندروں میں سے ایک سمندر تھے۔ ذکی، حافظ حدیث

اور مؤرخ تھے۔ حدیث میں علماء کی اکثریت ان کو راسخ جانتی ہے۔ اور مغازی وسیر میں تو ان کی امامت سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ ابن شہاب الزہری کہتے ہیں کہ جو شخص مغازی میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے اس پر فرض ہے کہ ابن اسحاق کی طرف رجوع کرے اور بخاری نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ امام شافعی سے روایت ہے انہوں نے کہا جو علم مغازی میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا فرض ہے کہ ابن اسحاق پر بھروسہ کرے۔ سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص بھی نہیں ملا جو حدیث میں ابن اسحاق پر کوئی تہمت لگاتا ہو۔ شعبہ بن الحجاج کہتے ہیں کہ محمد ابن اسحاق حدیث کے امیر المومنین ہیں یحییٰ بن معین و احمد بن حنبل و یحییٰ بن سعید القطان یہ سب محمد ابن اسحاق کی حدیث میں توثیق کرتے ہیں۔ اور ان کی احادیث سے احتجاج کرتے ہیں۔ بخاری نے اگرچہ ان کی حدیث نقل نہیں کی لیکن ان کی احادیث کی توثیق کی ہے۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الثقات ابو حاتم محمد ابن حبان بستی، وفیات الاعیان ابن خلکان، تہذیب الکمال مزی، طبقات شافعیہ عبدالوہاب سبکی بعد ذکر حدیث ضمام بن ثعلبہ۔

اسرائیل بن یونس ابو یوسف الکوفی۔ متوفی ۱۶۰ یا ۱۶۲ھ ہجری۔

رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ دیکھو محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب رجال صحیحین ص ۴۲۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ، کان حافظا حجۃ صالحا خاشعا من اوعیۃ العلم ......

قال یحییٰ بن معین اسرائیل ثقۃ وقال علی بن المدینی قال یحییٰ بن سعید اسرائیل فوق ابی بکر بن عیاش ...... قد کان اسرائیل من العلماء العاملین۔

یعنی اسرائیل بن یونس حافظ حدیث تھے اور علم کی وفور کی وجہ سے خضوع و خشوع میں رہتے تھے ...... یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اسرائیل ثقہ تھے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ اسرائیل ابوبکر بن عیاش سے افضل تھے یہ اسرائیل عالمان باعمل میں سے تھے۔

تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول ص ۱۹۹۔

نیز ملاحظہ ہو۔ تہذیب الکمال مزی، کاشف ذہبی، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

محمد بن طلحہ بن مصرف الیامی الکوفی۔

ان سے تمام ارباب صحاح ستہ نے اخذ حدیث کیا ہے۔ یہی فضیلت ان کے لئے بہت ہے۔ دیکھو محمد بن طاہر مقدسی کی رجال صحیحین ص ۴۴۰۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الکمال عبدالغنی بن سعید المقدسی، تہذیب الکمال مزی تذہیب التہذیب ذہبی، تہذیب التہذیب و تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

اسود بن عامر۔

رواۃ شیخین میں سے ہیں۔ محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب رجال صحیحین ص ۳۸۔

شریک بن عبداللہ القاضی۔ متوفی ۱۷۷ھ/۷۹۴ء ہجری۔

رواۃ ثقاۃ شیخین میں ہیں۔ دیکھو کتاب الجمع بین رجال الصحیحین محمد بن طاہر مقدسی ص ۲۱۴۔ واسط اور کوفہ کی حکومت کی طرف سے قاضی رہے ہیں۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں:۔

احد الائمۃ الاعلام ..... ذکر اسحاق الازرق انہ اخذ عنہ تسعۃ الاف حدیث وقال ابن المبارک ھو اعلم بحدیث اھل بلدہ من سفیان، وقال النسائی لیس بہ باس وقال عیسیٰ بن یونس ما رایت احدا قط اورع فی علمہ من شریک ..... وقلت کان شریک حسن الحدیث اماما فقیھا ومحدثا مکثرا لیس ھو فی الاتقان کحماد بن زیاد وقد استشھد بہ البخاری وخرج لہ مسلم متابعۃ ووثقہ یحییٰ بن معین۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۲۱۴۔

ترجمہ:۔ ائمہ اعلام میں سے ایک ہیں ...... اسحاق الازرق کہتا ہے شریک بن عبداللہ سے اُس نے نو ہزار احادیث اخذ کی تھیں اور ابن المبارک کہتا ہے کہ تمام شہر کے محدثین سے یہ زیادہ عالم حدیث تھے۔ نسائی کہتے ہیں کہ ان کی احادیث بے خوف و خطر قبول کی جاسکتی ہیں۔ عیسیٰ بن یونس کہتا ہے کہ میں نے شریک سے زیادہ علم والا اور پرہیزگار کوئی نہیں دیکھا .... میں کہتا ہوں کہ شریک صحیح احادیث والا امام و فقیہ و محدث تھا۔ کیا اتقان میں حماد بن زیاد جیسا بھی نہیں ہے۔ بخاری نے ان کی احادیث شہادت میں پیش کی ہیں۔ اور مسلم نے بھی استخراج حدیث ان سے کیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الکمال عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی، وفیات الاعیان ابن خلکان کاشف ذہبی، مرآۃ الجنان یافعی الجزء الاول ص ۳۷۰۔

عبداللہ بن نمیر الہمدانی۔ متوفی ۱۹۹ھ/۸۱۴ء ہجری۔

یہ بھی رواۃ ثقاۃ شیخین میں سے ہیں۔ دیکھو کتاب رجال صحیحین محمد بن طاہر مقدسی ص ۲۶۰۔

علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ کہتے ہیں۔ بخاری و مسلم و احمد بن حنبل و ابن معین و ابن المدینی اور دیگر بے شمار علماء نے ان کی روایات لی ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ ثقۃ یحییٰ بن معین وغیرہ وکان من کبار اصحاب الحدیث۔ یعنی ابن معین اور دیگر ناقدین حدیث نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ اور یہ نہایت عظیم الشان محدثین میں سے تھے۔

تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول ص ۲۹۹، ۳۰۰۔

نیز ملاحظہ ہو۔ تہذیب الکمال مزی، کاشف ذہبی، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

حدیثِ غدیر۔

حدیثِ غدیر کے بہت سے طرق و اسانید ہیں خصوصاً مسند احمد حنبل میں مندرجہ ذیل راویان ملتے ہیں جن میں سے (۱) لغایت (۷) کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ باقی کا ذکر اب کرتے ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ یہ سب ایسے راویان ہیں جن کی روایات صحاح ستہ اور خصوصاً بخاری و مسلم میں لی گئی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے نام کے آگے ہم نے محمد بن طاہر مقدسی کی کتاب الجمع بین رجال شیخین کے اس صفحہ کو لکھ دیا ہے جس میں اُس کا ذکر ہے وہ راویان یہ ہیں :۔

(۱) محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ (۲) اسرائیل بن یونس (۳) شریک (۴) عبداللہ بن نمیر (۵) اسود بن عامر (۶) عفان بن مسلم الصفار (۷) عبدالرزاق بن ہمام (۸) معمر ابن راشد ص ۵۰۶ (۹) محمد بن جعفر غندر ص ۴۳۶ کتاب الجمع (۱۰) وکیع بن الجراح ص ۵۴۶ - (۱۱) محمد بن عبداللہ الزبیری ص ۴۴۱ (۱۲) یحییٰ بن آدم ص ۵۵۷ (۱۳) حسین بن محمد بن بہرام ص ۸۷ (۱۴) فضل بن دلین ص ۴۱۲ (۱۵) علی بن حکیم الاودی ص ۳۵۸ (۱۶) عبداللہ بن عمر قواریری ص ۲۶۹ (۱۷) ابن راہویہ اسحٰق بن ابراہیم ص ۲۹،۲۸۔

معمر ابن راشد متوفی ۱۵۳ھ ہجری۔

ان کے متعلق علامہ ذہبی کہتے ہیں :۔ الامام الحجۃ ..... احد الاعلام وعالم الیمن ..... قال احمد لیس تضم معمرا الی احد الاوجدتہ فوقہ وقال یحیی بن معین ھو من اثبت الناس فی الزھری۔ وقال عبدالرزاق کتبت عن معمر عشرۃ الاف حدیث ...... وعن ابن جریج قال علیکم بمعمر فانہ لم یبق فی زمانہ اعلم منہ۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۱۷۸، ۱۷۹۔

ترجمہ :۔ امام حجۃ ...... بڑے علماء میں سے ایک۔ یمن کا عالم ...... احمد حنبل کہتے ہیں کہ تم معمر کو کسی کے ساتھ ملا کر دیکھ لو۔ معمر کو اس سے افضل پاؤ گے اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ وہ زہری کی روایات بیان کرنے میں سب سے صحیح ہے۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر سے دس ہزار احادیث لکھی ہیں ...... ابن جریج کہتے ہیں کہ دیکھو معمر کی پیروی کرو کیونکہ اس کے زمانہ میں اُس سے زیادہ اور بہتر عالم نہیں تھا۔

علامہ یافعی بھی یہی کہتے ہیں دیکھو مرآۃ الجنان الجزء الاول ص ۳۲۳ نیز ملاحظہ ہو کتاب الثقات محمد بن حبان البستی، کتاب الانساب عبدالکریم بن محمد سمعانی، کاشف ذہبی، طبقات الحفاظ جلال الدین سیوطی۔

محمد بن جعفر غندر۔ متوفی ۱۹۳ھ ہجری۔

علامہ ذہبی ان کے متعلق لکھتے ہیں :۔ غندر الحافظ المتقن المجرد ..... لزم

شعبہ فاکثر عنہ جدا۔ حدث عنہ احمد وعلی بن المدینی واسحٰق بن راھویہ ویحییٰ بن معین وابوخیثمہ وقتیبہ وابوبکر بن ابی شیبہ والفلاس وبندار و محمد بن المثنی ومحمد بن الولید البسری واخرون۔ قال یحییٰ بن معین کان غندر اصح الناس کتابا ...... کان یصوم یوما ویفطر یوما منذ خمسین سنۃ۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۲۷۶، ۲۷۷۔

ترجمہ:- غندر حافظ حدیث خدا سے ڈرنے والے تھے ...... شعبہ کی خدمت اختیار کی پس اُن سے بہت سی احادیث اخذ کیں۔ غندر سے احمد حنبل علی بن المدینی، اسحاق بن راھویہ۔ یحییٰ بن معین وابوخیثمہ وقتیبہ وابوبکر بن ابی شیبہ وفلاس وبندار ومحمد بن المثنی و محمد بن الولید اور دیگر بہت سے علماء نے استخراج وحدیث کیا ہے یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ غندر نہایت صحیح احادیث لکھا کرتے تھے ..... ایک دن بیچ روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ پچاس سال تک حال رہا۔

علامہ یافعی بھی یہی کہتے ہیں۔ دیکھو مرآۃ الجنان الجزء الاول ص ۴۴۳۔ نیز ملاحظہ ہو۔ تراجم الحفاظ مرزا محمد ابن سعید خاں، عنبر ذہبی۔

وکیع بن الجراح۔ متوفی ۱۹۶ھ / ۸۱۱ء ہجری۔ ولادت ۱۲۹ھ / ۷۴۶ء ہجری۔

ان کے متعلق علامہ ذہبی کہتے ہیں :- الامام الحافظ الثبت محدث العراق ..... احد الائمۃ الاعلام ..... قال یحییٰ بن یمان لما مات سفیان جلس وکیع موضعہ وقال القعنبی کنا عند حماد بن زید فلما خرج وکیع قالوا ھذا راویہ سفیان فقال ھذا ان شئتم ارجح من سفیان ...... الفضل بن محمد الشعرانی سمعت یحییٰ بن اکثم قال صحبت وکیعا فی السفر والحضر فکان یصوم الدھر ویختم القرآن کل لیلۃ۔ قال یحییٰ بن معین وکیع فی زمانہ کالاوزاعی فی زمانہ وقال احمد ما رایت اوعی للعلم ولا احفظ من وکیع۔ وقال یحییٰ ما رایت افضل منہ یقوم اللیل ویسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفۃ ..... قال ابراھیم بن شماس لو تمنیت کنت اتمنی عقل ابن المبارک وورعہ وزھد ابن فضیل ورقہ وعبادۃ وکیع وحفظہ ..... ثم قال کان وکیع افقہ الناس وقال مروان بن محمد الطاھری ما رأیت اخشع من وکیع وما وصف لی احد الاورأیتہ دون الصفۃ الاوکیع فانی رایتہ فوق ما وصف لی ..... قال ابن عمار ما کان بالکوفۃ فی زمان وکیع افقہ ولا اعلم بالحدیث منہ ..... قال احمد بن حنبل ما رائیت عینی مثل وکیع قط یحفظ الحدیث ویذاکر بالفقہ فیحسن مع ورع واجتھاد ولا یتکلم فی احد۔ قال حماد بن مسعدہ قد رائیت الثوری

the earlier days at least, canon and civil laws were one. Thus we can never say in Islam. He is a great lawyer, he is a great theologian, he is a great statesman. One may be all three, almost he must be all three, if he is to be any one

غیر جانب دار عالم کی یہ رائے نہایت غور و خوض کے قابل ہے۔ جو شخص اسلام میں مذہب و حکومت کے تعلق کو معلوم کرنا چاہتا ہے اس کا فرض ہے کہ اس عبارت کو کئی دفعہ غور و فکر کے ساتھ پڑھے انسان کی زندگی کے ٹکڑے کرنے اور یہ کہنا کہ یہ گھریلو زندگی ہے یہ سیاسی زندگی ہے یہ مذہبی زندگی ہے ایسا ہی مضحکہ خیز ہے جیسا کہ خلاف فطرت ہے۔ اور اسلام جیسا مطابقِ فطرت مذہب اس کو گوارا نہیں کر سکتا ہم اس عبارت کا ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ انسانی زندگی کی بہت سی نیرنگیاں ہیں لیکن دراصل وہ ایک واحد شے بھی ہے لہٰذا نہ تو یہ ممکن ہے اور نہ ہی یہ موزوں ہے کہ کسی ایک تہذیب و تمدن کو مختلف محکموں میں تقسیم کیا جائے اور پھر اُن کی تدریجی ترقی کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے انسانی زندگی چاقو سے دو ٹکڑوں میں نہیں تراشی جا سکتی یہ کلیہ نہایت سختی کے ساتھ اسلام کے تمدن و تہذیب پر عائد ہوتا ہے۔۔۔۔۔

یورپ میں حکومت مذہب پر حکمرانی کرے یا مذہب حکومت پر بادشاہت کرے یا دونوں علیحدہ علیحدہ مشکوک و مشتبہ آشتی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے رہیں اور یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں ہے لیکن اسلام میں مذہب و حکومت اس طرح سے متحد ہیں اور دونوں مل کر ایک ہو گئے ہیں کہ وہ علیحدہ نہیں کیے جا سکتے۔ اور جب تک اسلام کی روح باقی ہے اس اتحاد و یگانگت میں کمزوری نہیں آ سکتی۔ اسلامی ممالک کی سیاسیات و قانون دراصل مذہب اسلام ہی کا قانون ہے کم سے کم شروع زمانہ اسلام میں مذہبی اور ملکی قانون ایک ہی تھا چنانچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ شخص بہت زبردست متقی ہے۔ وہ شخص بہت بڑا فقیہہ ہے اور تیسرا شخص بہت قابل سیاستدان ہے۔ اگر وہ کچھ ہے تو اس ایک ہی میں یہ تینوں صفات ہونی لازم ہیں۔

جب ہم نے ثابت کر دیا کہ اسلام میں حکومت الٰہیہ و مذہب کا اجتماع ایک شخص میں قرار دیا گیا ہے تو پھر ہم کو اس کی پرواہ نہیں کہ جاپان کی کیا رائے ہے امریکہ کیا کہتا ہے۔ افریقہ کے حبشی کیا کرتے ہیں یورپ کے فلاسفروں کی کیا رائے ہے۔ اور جب امر واقعہ یہ ہے کہ جناب ختم المرسلین کی نبوت کا مقصد اولیٰ زمین پر حکومت الٰہی قائم کرنا تھا۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یورپین حکماء و مدبران کا یہ کلیہ کہ مذہب و سیاست کا اجتماع ناممکن ہے۔ اسلام کے لئے قابل قبول نہیں چنانچہ سید ابوالحسن علی ندوی اپنی اسی کتاب سیرۃ سید احمد شہید میں عبدالعزیز برناوی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

پھر اپنے حسن انتظام اور قابلیت سے جاہلیت کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا کہ

ما کان مثل وکیع وقال احمد بن زھیر سمعت یحییٰ بن معین یقول من فضل عبدالرحمٰن علی وکیع فعلیه کذا وکذا ولعن۔ قال ابوحاتم وکیع احفظ من ابن المبارك۔ قال احمد بن حنبل علیکم بمصنفات وکیع۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاوّل ص ۲۸۲ ، ۲۸۳۔

ترجمہ :- وکیع بن الجراح امام حافظ حدیث محدث عراق تھے ..... علماء کرام میں سے ایک تھے ..... یحییٰ بن یمان کہتا ہے کہ جب سفیان ثوری کا انتقال ہوا تو وکیع نے ان کی جگہ لے لی۔ قعنبی کہتا ہے کہ سفیان ثوری سے بھی بہتر تھے .... الفضل بن محمد الشعرانی کہتا ہے۔ کہ قاضی یحییٰ بن اکثم کہا کرتے تھے کہ میں سفر وحضر میں وکیع کے ساتھ رہا ہوں۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور ہر ایک رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے علم میں اور حدیث کے حفظ کرنے میں وکیع سے زیادہ بہتر آدمی نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین کہتے تھے کہ میں نے وکیع سے افضل کسی کو نہیں پایا رات کو عبادت میں روزہ کھول کے کھڑے ہوجاتے تھے۔ ابوحنیفہؒ کے فقہ کے مطابق اُفتاء کرتے تھے ...... ابراہیم بن شماس کہتا ہے۔ کہ اگر میں کچھ تمنا کرتا تو ابن المبارک کے عقل و زہد، ابن فضل کی رقت دل وپرہیزگاری اور وکیع کے عبادت وحفظ حدیث کی تمنا کرتا ...... پھر کہا کہ وکیع تمام لوگوں سے زیادہ علم فقہ رکھتے تھے اور مروان بن محمد طاطری کہتے ہیں کہ میں نے وکیع سے زیادہ خوف خدا سے رونے والا نہیں دیکھا۔ اور جب کبھی کسی کی تعریف میرے سامنے کی گئی میں نے حقیقت میں اس کو تعریف سے کم پایا۔ لیکن وکیع کو کہ میں نے ان کو ہر ایک تعریف و وصف سے بالاتر پایا .... ابن عمار کہتے ہیں کہ کوفہ میں اُس زمانہ میں وکیع سے زیادہ علم فقہ وحدیث رکھنے والا کوئی نہ تھا ...... احمد حنبل کہتے ہیں کہ میری آنکھ نے وکیع سے زیادہ عالم و فاضل نہیں دیکھا حدیث کے بڑے حافظ تھے اور فقہ کا علم بہت رکھتے ہیں ورع واجتہاد بھی بہت تھا۔ کسی کی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ حماد بن مسعدہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو دیکھا وکیع کے برابر فضیلت والے نہ تھے۔ احمد بن زہیر کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو کہتے سنا کہ جو عبدالرحمٰن کو وکیع پر فضیلت دے اُس پر لعنت۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ وکیع ابن المبارک سے زیادہ و بہتر علم حدیث رکھتے تھے احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ تم پر وکیع کی تصنیفات کا مطالعہ فرض ہے۔

علامہ یافعی نے بھی ایسی ہی ان کی تعریف کی ہے۔ دیکھو مرآۃ الجنان الجزء الاوّل ص ۴۵۷، ۴۵۸۔ نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الثقات محمد بن حبان البستی، تہذیب الاسماء واللغات یحییٰ بن شرف النودی، کاشف ذہبی۔

شبلی سیرۃ النعمان صفحہ ۲۶۴۔

محمد بن عبداللہ الزبیری المتوفی ۲۰۳ھ ہجری

علامہ ذہبی کہتے ہیں :- قال بندار ما رأیت رجلا قط احفظ من ابی احمد ..... قال ابو حاتم حافظ عابد مجتھد له اوھام۔

تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول ص ۳۲۵۔

ترجمہ :- بندار کہتا ہے کہ میں نے ابو احمد الزبیری سے زیادہ حافظ حدیث نہیں دیکھا..... ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث عابد و مجتہد تھے اور ان میں وہم بھی تھا۔"

علامہ یافعی نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ دیکھو مرآۃ الجنان الجزء الثانی صفحہ ۸۔

یحییٰ بن آدم۔ متوفی ۲۰۳ھ ہجری۔

علامہ ذہبی ان کو حافظ حدیث اور علامہ زماں لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں۔ ثقہ ابن معین والنسائی وقال ابو داؤد ذالك احد الناس۔ یعنی" ابن معین و نسائی ان کو ثقہ کہتے ہیں اور ابو داؤد کہتے ہیں علم حدیث میں وحید زمانہ تھے"۔ اس کے بعد علامہ ذہبی علی بن المدینی کا مندرجہ ذیل قول نقل کرتے ہیں :-

علی بن المدینی کہتے تھے کہ میں نے علماء حدیث پر نظر ڈالی تو ان چھ علماء کبار پر پڑی اہل مدینہ کے لئے ابن شہاب، اہل مکہ کے لئے عمرو بن دینار، اہل بصرہ کے لئے قتادہ و یحییٰ ابن کثیر اور اہل کوفہ کے لئے ابو اسحاق اور اعمش۔ پھر ان چھ علماء کا علم ان کی طرف آیا یعنی مدینہ میں مالک اور ابن اسحاق، مکہ میں ابن جریج و ابن عیینہ اہل بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ و حماد بن سلمہ و ابو عوانہ و شعبہ و معمر۔ اور انہوں نے ان چھ علماء متذکرۂ بالا سے علم حدیث سنا تھا۔ اور اہل کوفہ میں سفیان الثوری اور شام میں اوزاعی اور واسط میں ہشیم۔ پھر ان بارہ لوگوں کا علم منتہی ہوا۔ یحییٰ القطان، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور وکیع پر اور ان تینوں علماء کا علم منتہی ہوا ابن المبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی اور یحییٰ بن آدم پر۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۳۲۷، ۳۲۸۔

علامہ یافعی نے اپنی تاریخ میں بھی ان کا ذکر اسی طرح کیا ہے۔ دیکھو مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۱۰۔ نیز ملاحظہ ہو۔ تذہیب التہذیب ذہبی، طبقات الحفاظ سیوطی۔

حسین بن محمد بن بہرام۔ متوفی ۲۱۳ھ ہجری۔

علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں :- ثقہ ابن سعد وغیرہ وقال النسائی لیس به بأس۔ یعنی ابن سعد اور دیگر علماء ان کو ثقہ جانتے ہیں اور ان کی توثیق کرتے ہیں نسائی کہتے ہیں کہ ان کی روایات بے خوف و خطر قبول کی جاسکتی ہیں۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۳۶۷۔

نیز ملاحظہ ہو۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔ تقریب التہذیب عسقلانی، کاشف ذہبی۔

ابونعیم فضل بن دکین۔ متوفی سنہ ۲۱۹ ہجری۔
ان سے احمد حنبل و یحییٰ بن معین و اسحاق جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ بخاری و مسلم نے بھی ان سے روایات نقل کی ہیں۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں :۔ قال احمد هو اقل خطاء من وكيع وقال هو اعلم بالشيوخ وانسابهم وبالرجال ووكيع افقه منه وقال ابوزرعه الدمشقی سمعت ابن معين يقول ما رأيت اثبت من رجلين يعنی فی الاحياء ابی نعيم وعفان۔ قال احمد بن صالح ما رأيت محدثا اصدق من ابی نعيم قال يعقوب الفسوی اجمع اصحابنا ان ابا نعيم كان غاية فی الاتقان وقال ابونعيم حافظ متقن وقال محمد ابن عبد الوهاب الفراء كنا نهاب ابا نعيم اشد من هيبته الامير۔ وقال يحيیٰ القطان اذا وافقنی هذا الاحوال ما ابالی من خالفنی۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الاول ص ۳۳۸، ۳۳۹

ترجمہ :۔ احمد حنبل کہتے ہیں کہ ابونعیم فضل حدیث میں خطا نہیں کرتے تھے۔ اتنی بھی نہیں جتنی وکیع سے ہو سکتی۔ وہ راویوں کے حالات اور ان کے نسب و تاریخ سے وکیع سے زیادہ واقف تھے۔ لیکن وکیع فقہ کے علم میں ان سے زیادہ تھے۔ ابوزرعہ الدمشقی کہتا ہے کہ میں نے ابن معین کو کہتے سنا کہ زندہ لوگوں میں میں نے دو آدمیوں سے زیادہ علم حدیث صحیحہ کا واقف نہیں دیکھا ابونعیم فضل و عفان سے احمد بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے ابونعیم فضل سے زیادہ سچا و صادق اللہجہ محدث نہیں دیکھا۔ یعقوب الفسوی کہتا ہے۔ کہ ہماری جماعت کے لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ابونعیم فضل تقویٰ کے آخری درجہ پر پہنچے ہوئے تھے اور ابونعیم دیندار حافظ حدیث تھے محمد ابن الوہاب الفراز کہتا ہے کہ ہمارے دل میں بادشاہ کی اتنی ہیبت نہیں تھی جتنی ابونعیم کی یحییٰ القطان کہتے ہیں کہ جب احادیث میں ابونعیم فضل میری موافقت کرتے ہیں تو پھر مجھے کسی اور کی مخالفت کی پرواہ نہیں "۔

علامہ یافعی نے بھی ان کی بڑی مدح کی ہے۔ دیکھو مرآۃ الجنان یافعی الجزء الثانی ص ۹، نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الانساب سمعانی، تراجم الحفاظ میرزا محمد، طبقات الحفاظ سیوطی، رجال مشکوۃ عبدالحق دہلوی۔

علی بن حکیم الاودی۔ متوفی سنہ ۲۳۱ ہجری ولادت سنہ ۱۳۰ ہجری۔
علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں :۔
قال ابن الجنيد عن ابن معين ثقة ليس به باس وقال ابوحاتم صدوق وقال النسائی ومحمد بن عبد الله الحضرمی ثقه۔
ترجمہ :۔ ابن معین کہتے ہیں کہ علی بن حکیم الاودی ثقہ ہیں۔ بے خوف و خطر ان کی مرویات

قبول کی جاسکتی ہیں اور ابوحاتم کہتے ہیں کہ صدوق ہیں اور نسائی اور محمد بن عبداللہ الحضری کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔

علی بن محمد طنافسی۔ متوفی ۲۳۳ھ ہجری۔

علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں :۔ محدث قزوین و عالمھا ..... وعنہ ابن ماجہ و ابو زرعۃ و ابوحاتم و محمد بن ایوب الرازیون وخلق ..... قال ابوحاتم ثقۃ صدوق ھو احب الی من ابی بکر بن ابی شیبہ فی الفضل والصلاح ..... قال ابویعلی الخلیلی اقام علی واخوہ بقزوین وارتحل الیھما الکبار و لھما محل عظیم۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی، الجزء الثانی ص ۲۹۔

ترجمہ :۔ "قزوین کا محدث اور وہاں کا عالم کبیر ...... اس سے ابن ماجہ و ابوزرعہ والوحاتم و محمد بن ایوب الرازیوں اور دیگر بے شمار لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ ..... ابوحاتم کہتے ہیں وہ ثقہ اور سچا تھا۔ ابویعلی کہتا ہے کہ علی طنافسی اور اس کے بھائی نے قزوین میں رہائش اختیار کی اور اُن کے پاس حدیث سیکھنے بڑے بڑے علماء جاتے تھے اور دونوں کی بڑی قدر و منزلت تھی"۔

نیز ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی، تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

ابوبکر بن ابی شیبہ۔ متوفی ۲۳۵ھ ہجری۔

ان کے متعلق علامہ ذہبی صاحب لکھتے ہیں :۔ ابوبکر بن ابی شیبہ الحافظ عدیم النظیر الثبت النحریر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ..... عنہ ابوزرعہ والبخاری، ومسلم و ابوداؤد ابن ماجہ وابوبکر بن عاصم ..... وامم سواھم قال احمد ابوبکر صدوق ھو احب الی من اخیہ عثمان وقال العجلی ثقۃ حافظ وقال الفلاس ما رأیت احفظ من ابی بکر بن ابی شیبہ وکذا قال ابوزرعہ الرازی و قال ابو عبید انتھی الحدیث الی اربعۃ فابوبکر بن ابی شیبہ اسردھم لہ واحمد افقھم فیہ وابن معین اجمعھم لہ وابن المدینی اعلمھم بہ۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الثانی ص ۱۸، ۱۹۔

ترجمہ :۔ ابوبکر بن ابی شیبہ حافظ حدیث تھے۔ اُن کا کوئی نظیر نہ تھا ..... اُن سے ابوزرعہ بخاری والوداؤد وابن ماجہ والوبکر بن عاصم نے احادیث کی روایت کی ہے اور ان کے علاوہ ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔ احمد حنبل کہتے ہیں کہ ابوبکر صدوق ہے مجھے وہ اس کے بھائی عثمان سے زیادہ محبوب ہے۔ عجلی کہتا ہے کہ حافظ حدیث ہے اور ثقہ ہے۔ فلاس کہتا ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ میں نے کسی اور کو حافظ حدیث نہیں پایا۔ اور یہی بات ابوزرعہ نے کہی ہے۔ ابوعبید کہتا ہے کہ علم حدیث چار آدمیوں پر ختم ہوا ہے ایک تو ابوبکر بن ابی شیبہ جو حدیث

بہت بڑے اور سب سے زیادہ نقاد ہیں۔ دوسرے احمد جو احادیث میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابن معین جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث جمع کی ہیں اور ابن المدینی جو حدیث کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔

یہی علامہ رافعی نے کہا ہے۔ دیکھو مرآۃ الجنان الجزء الثانی ص ۱۱۶۔

عبیداللہ ابن عمر قواریری۔ متوفی ۲۳۵ھ ہجری۔

ان کے متعلق علامہ ذہبی کہتے ہیں :۔ من کبار ائمہ ھذا العلم ببغداد ... وعنہ ابوزرعہ والبخاری، وابوداؤد ومسلم وابویعلی، والبغوی وخلق۔ قال ابن معین والنسائی ثقۃ وقال احمد بن سیار لم ار مثل مسدد بالبصرہ والقواریری ببغداد وذکر اخر وقال صالح جزرۃ ما رائیت احدا بحدیث البصرہ من القواریری وابن المدینی وابن عرعرہ۔ تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الثانی ص ۴۲۔

ترجمہ:۔ بغداد میں علم حدیث کے آئمہ میں سے تھے ..... ابوزرعہ، بخاری، ابوداؤد ومسلم وابویعلی وبغوی اور دیگر بہت سے علماء نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ ابن معین و نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔ احمد بن سیار کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں مسدد اور بغداد میں قواریری کا مثیل ونظیر نہیں دیکھا۔ صالح کہتے ہیں کہ بصرہ میں میں نے قواریری وابن المدینی وابن عرعرہ سے زیادہ عالم حدیث نہیں دیکھا۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الانساب سمعانی، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

ابن راہویہ اسحاق بن ابراہیم۔ متوفی ۲۳۸ھ ولادت ۱۶۶ھ۔

ان کے متعلق علامہ ذہبی کہتے ہیں :۔ اسحٰق ابن ابراھیم الامام الحافظ الکبیر.. نزیل نیسابور وعالمہا بل شیخ اھل المشرق یعرف بابن راھویہ .... قال محمد بن اسلم الطوسی وبلغہ موت اسحاق ما اعلم احدا کان اخشی للہ من اسحٰق ..... وکان اعلم الناس ولو کان الحمادان والثوری فی الحیٰوۃ لاحتاجوا الیہ۔ وعن احمد قال لا اعلم لاسحاق بالعراق نظیرا وقال النسائی اسحاق ثقہ مامون امام ... قال ابوزرعہ ما روی احفظ من اسحاق قال ابوحاتم العجب من اتقانہ وسلامتہ من الغلط مع ما رزق من الحفظ۔ تذکرۃ الحفاظ الجزء الثانی ص ۱۹، ۲۰۔

ترجمہ:۔ اسحاق بن ابراہیم حدیث کے امام اور حافظ کبیر ...... نیسابور میں رہائش اختیار کی اور وہاں کے عالم اول کہلائے بلکہ مشرق کے شیخ ان کو ابن راہویہ بھی کہتے ہیں ... جب محمد بن اسلم الطوسی کو ان کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اسحاق سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا جو خدا سے اتنا ڈرتا ہو ...... تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھے اور اگر دونوں حماد اور سفیان ثوری بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی علم حدیث حاصل کرنے کے لئے ان کے محتاج ہوتے

احمد حنبل کہتے ہیں عراق میں اسحاق کا نظیر نہیں ہے۔ نسائی کہتے ہیں کہ اسحاق ثقہ اور امام ہیں۔۔۔۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ اسحاق سے زیادہ احادیث کا حافظ نہیں دیکھا گیا۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ ان کا اتقان و غلطی سے محفوظ رہنا بہت ہی تعجب انگیز امور ہیں۔

علامہ رافعی ان کی بہت تعریف و توصیف کرنے کے بعد امام احمد حنبل کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اسحاق مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام ہے۔

مرآۃ الجنان الجزء الثانی ص ۱۲۱۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الثقات محمد ابن حبان، طبقات الحفاظ سیوطی۔

قتیبہ بن سعید۔ ولادت ۱۴۸ھ ہجری وفات ۲۴۰ھ ہجری۔

علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں:۔ کان ثقۃ عالما صاحب حدیث و رحلات۔۔۔۔۔ قال ابن معین ثقۃ وقال النسائی ثقۃ مامون۔

تذکرۃ الحفاظ ذہبی الجزء الثانی ص ۳۰۔

ترجمہ:۔ قتیبہ ابن سعید ثقہ اور عالم تھے اور حدیث کے امام تھے۔۔۔۔۔۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ثقہ تھے اور نسائی نے کہا کہ ثقہ تھے۔ ان کی احادیث غلطی سے محفوظ ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو۔ کتاب الانساب سمعانی، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی طبقات الحفاظ سیوطی، تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی۔

حدیث مدینۃ العلم

ان احادیث کے تمام راویوں کو بیان کرنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہیئے ہم نے بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے راویوں کے بیان میں بھی اس ہی اختصار کو مدِنظر رکھا جانا ضروری ہے۔ صرف چند طرق کے راویوں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

(۱) عبدالرزاق بن ہمام (۲) سفیان ثوری (۳) عبداللہ بن عثمان بن خثیم القاری (۴) عبدالرحمن بن بہمان المدنی (۵) معمر (۶) یحییٰ بن معین (۷) ابو محمد سوید بن سعید الہروی۔

ان میں سے عبدالرزاق و معمر کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ باقی لوگ بھی وہ ہیں جو آئمہ حدیث کہلاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تعریف سے اس جماعت کی کتابیں مملو ہیں۔ ان کی عبارت کو نقل کرنا طوالت بیجا کا موجب ہوگا۔ جو شخص علم رجال سے واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اس جماعت میں آئمہ حدیث کہلاتے ہیں۔

البلاغ المبین

کتاب اوّل و دوم

مؤلفہ خان صاحب آغا محمد سُلطان مرزا ایم۔اے

ایل ایل بی ڈسٹرکٹ و سشن جج پنجاب (ریٹائرڈ)

صَدر شیعہ مجلس اوقاف، دہلی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بے شمار افضال والطاف الٰہیہ جو خداوند تعالیٰ نے اپنے بندۂ ناچیز و گنہگار مؤلف کتاب ہٰذا پر اُس کی پیدائش سے اب تک ارزانی فرماتے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی فضل عظیم ہے کہ اس حکیم مطلق نے کتاب البلاغ المبین کو اپنے خاص بندوں میں شرف قبولیت عطا فرمایا۔ محض اس ایک ہی کرم کے شکر ادا کرنے کے لئے اگر میں اپنی تمام بقایا عمر سجدۂ شکر ادا کرنے میں گزار دوں تو بھی حق شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جس خلوص نیت، فراخ دلی اور محبت سے قوم نے البلاغ المبین کو عزت قبولیت بخشی اور جس جوش اور شوق سے اُس کا خیر مقدم کیا ہے اُس کا شکریہ ادا کرنے کو میں اپنا فرض اوّلین سمجھتا ہوں۔ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے دور و دراز مقامات سے میرے پاس میرے اُن محسنوں کے محبت آمیز کتاب کی تعریف سے لبریز خطوط آئے ہیں جن سے مجھ کو شرف تعارف بھی حاصل نہ تھا۔ انہوں نے محض محبت و جوش ایمانی کے جذبات سے متاثر ہو کر میرے لئے اور

میری اس کتاب کے لئے اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار ایسے بلند الفاظ میں فرمایا ہے کہ اُن کو پڑھ کر جذبات سے بھرا ہوا دل زبان تک صرف اسی قدر پیغام پہنچا سکا کہ " کیا اچھا ہوتا کہ میں ایسا ہوتا۔"

اس کاغذ کی نایابی اور طباعت کی گرانی و مشکلات کے زمانہ میں تمام اخبارات و رسائل کی تقاریظ اور ان سب خطوط کی نقول کو چھپوانا اور شائع کرنا نہ تو ممکن ہی تھا۔ اور نہ ضروری۔ لیکن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روز غدیر خم والے فرمان کی تعمیل بھی ضروری تھی۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس مسلمان تک اُس دن کا اعلان خلافت بلافصل علی ابن ابی طالب پہنچے اُسے چاہیئے کہ وہ اس اعلان کو دیگر لوگوں تک پہنچائے اور اُسے خوب شہرت دے۔ اس فرمان کی تعمیل میں نے اپنے ذمہ لے کر البلاغ المبین تحریر کی۔ اور اسی فرمان ہی کی تعمیل میں اس کی اس طرح اشاعت کی جارہی ہے۔ کیونکہ آج کل یہ ہی ذریعہ اشاعت مروج ہے۔ لہٰذا منجملہ بے شمار تقاریظ و آراء کے صرف چند پیش کی جاتی ہیں۔

قبل اس کے کہ اُنہیں شروع کیا جائے یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب طبع ہونے کے چار ماہ کے اندر فروخت ہوگئی۔ بے شمار خطوط اُس کی طلبی کے آئے جن کی تعمیل نہ ہوسکی۔ دوستوں اور قدردانوں کے اصرار پر اُس کی جدید ایڈیشن طبع کرائی۔ جو بفضلہٖ تیار ہوگئی۔ اس میں ایک ضمیمہ کا اضافہ ہے۔ اور وہ ضمیمہ باب الاسناد والتراجم کا ہے۔ پہلے خیال تھا کہ اُس کو حصّہ دوم کے نام سے علیحدہ چھپوایا جائے۔ لیکن اُس میں وقت زیادہ لگتا۔ مجھے ابھی اس سلسلہ میں اور بہت کچھ کرنا ہے " البلاغ المبین" کی طرز پر انگریزی میں ایک رسالہ لکھ رہا ہوں تاکہ یورپ والوں تک بھی یہ پیغام پہنچ جائے۔ اس ضمیمہ کے ساتھ۔ اس کتاب کی نافعیت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ اس ضمیمہ کو میں نے علیحدہ بھی چھپوا لیا تھا۔ تاکہ جن کے پاس پہلی ایڈیشن۔ البلاغ المبین ہے وہ اس ضمیمہ کو لے کر کتاب کو پورا کریں۔

البلاغ المبین کتاب اوّل جدید ایڈیشن معہ ضمیمہ ......

البلاغ المبین کتاب دوم ......

ضمیمہ اسناد والتراجم علیحدہ ......

ملنے کا پتہ :-

۱۔ امامیہ کتب خانہ مُغل حویلی، اندرون موچی دروازہ لاہور۔

۲۔ کتب خانہ اثناء عشری، موچی دروازہ مُغل حویلی لاہور۔

تقاریظ و آراء

الف۔ اخبارات و رسائل

الواعظ لکھنؤ بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۵ء :- خوش نصیب انسان وہ ہے جو زیور علم سے آراستہ ہو اور اس سے بھی زیادہ خوش بخت وہ ہے۔ جو اپنے علم کا مصرف بھی جانتا ہو۔ میرے محترم دوست جناب خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ سیشن جج وہ مقتدر بزرگ ہیں جنہوں نے اس دور کے قلمی جہاد میں سب پر سبقت حاصل کی اور البلاغ المبین کا پہلا حصہ لکھ کر اردو داں طبقہ پر ایک احسان کیا۔

کتاب کے ایک غیر معمولی ضخیم اور ایک بسیط بحث پر مشتمل ہونے سے ہم پہلی جلد پر بھی اسی طرح اظہار خیال نہ کر سکے جس طرح کتاب کے من عن دیکھنے کے بعد کر سکتے تھے۔ لیکن دوسری جلد کے سرسری دیکھنے سے ہم کو مؤلف کے عظیم الشان دماغی کاوش سے اور زیادہ خلوص پیدا ہوا اور بے تامل یہ کہنے پر ہم مجبور ہیں کہ اسلوب تحریر، دماغی آرا، اقتباسات صرف مفید ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ افادی حیثیت رکھتے ہیں۔

اول تو اس زمانہ میں اہل قلم کی کمی اور جو ہیں وہ بھی مغربیت کی زد میں آگئے اور جو بچے وہ گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کو زمانہ نے اتنا موقع نہیں دیا کہ ایسے ایسے ضخیم تالیفات کو چھاپ سکیں جناب رسول خدا کے قائم کردہ نظام کو درہم و برہم کرنے کے لئے جو انقلابات مخالفین اہل بیت نے پیدا کئے تھے اس دور کے مختلف منازل اور کارکنان کے مقصد اور ان کی سیاست کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جن حالات و واقعات نے اس انقلاب کو مدد دی جو تدابیر اس کو کامیاب بنانے کے لئے مدبران نے اختیار کئے وہ نہایت شرح و بسط سے درج کی ہیں اور سیاست عمریہ کے سلسلہ میں احادیث کو طبعزو معنی پہنائے۔ اور جھوٹی حدیثیں گھڑنے اور جمع قرآن کی بحث بہت مبسوط ہے۔ فاضل مؤلف نے سانحۂ کربلا کے علل و اسباب پر بھی بحث کی ہے اور ہم کو یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ شہید انسانیت کے حامیوں کی پھیلائی ہوئی وبا بحمد اللہ نکلسن روڈ تک نہیں پہنچی اور البلاغ المبین کے بیدار مغز مؤلف باورچی ٹولہ لکھنؤ کے نام نہاد دار التبلیغ کی طرح اسلام کی مسخ ترجمانی نہیں کرتے بلکہ مذہب کو اصلی خدوخال میں پیش کر رہے ہیں۔ اور صفحہ ۱۲۶۵ میں بڑے لطف سے مسئلہ عطش کی حمایت میں چند سطریں سپرد قلم کر کے حسینی عشق کا ثبوت دیا ہے۔ غرض یہ کہ کتاب ہر حیثیت سے جامع ہے۔

ایک خصوصیت اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ

نہج البلاغہ کے اسناد میں فاضل مؤلف نے بڑی شرح و بسط سے کام لیا ہے

اور علامہ ابوحامد عبدالحمید بن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن ابی الحدید مدائنی بغدادی اور ابوالسعادات مبارک مجدالدین ابن الجزری المتوفی سنہ ۶۰۶ھ اور جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی مصری المتوفی سنہ ۷۱۱ھ مؤلف لسان العرب اور ملا علی قوشجی شارح تجرید اور محمد بن علی بن طباطبا معروف بابن طقطقی مؤلف تاریخ الفخری۔

فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ اور احمد بن منصور گازرونی مؤلف مفتاح الفتوح اور ملا یعقوب لاہوری مؤلف شرح تہذیب الکلام اور شیخ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاشکبری زادہ مؤلف شقائق نعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ اور علامہ تفتازانی شارح مقاصد اور مجدالدین فیروزآبادی قاموس اور ابوالفضل احمد بن محمد ابراہیم نیشاپوری مؤلف کتاب مجمع الامثال ملا محمد طاہر فتنی گجراتی مؤلف مجمع البحار اور حسن بن عبداللہ بن مسعود عسکری مؤلف مواعظ زواجر اور شیخ الموحدین بن میثم اور سبط ابن جوزی مؤلف تذکرہ خواص الامۃ اور علاء الدولہ سمنانی مؤلف عروۃ الوثقیٰ اور عبدالمسیح انطاکی عیسائی مؤلف شارح قصیدۂ علویہ اور علامۂ فواد افرام بستانی استاذ الادب العربیہ فی کلیۃ المقدس یوسف اور علامہ مصلح۔ شیخ محمد عبدہ المتوفی سنہ ۳۲۲ھ اور محمد محی الدین عبدالحمید مدرس اور شیخ مصطفیٰ مؤلف ابریخ الزہر کے تحریرات پیش کر کے بتایا ہے کہ نہج البلاغہ حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ روحی فداہ کا کلام ہے ہم اس کامیابی پر مؤلف کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو نصرتِ میں مصروف رکھے۔

مجاہد لکھنؤ بابت ماہ ستمبر اکتوبر سنہ ۱۹۴۵ء

البلاغ المبین :۔ جو قوم کے مایۂ ناز قلمی مجاہد عالی جناب گرامی القاب نواب آغا محمد سلطان مرزا صاحب کی تصنیف ہے۔ قوم میں جتنی اہمیت کی نظر سے دیکھی گئی وہ محتاج بیان نہیں کتاب مذکور کی پہلی جلد پر مجاہد کی کسی گذشتہ اشاعت میں تبصرہ کیا جاچکا ہے۔ ناممکن سا معلوم ہوتا تھا کہ اس کتاب کی دوسری جلد اسی شان وشوکت کے ساتھ دو چار سال سے پہلے قوم کے سامنے پیش کی جاسکے گی ہمیں حیرت ہے کہ عام طریقہ پر جس چیز کو ناممکن کے قریب سمجھا جارہا تھا۔ وہ بہت ہی جلد نگاہوں کے سامنے آگئی۔ کتاب البلاغ المبین حصہ دوم جس پر ہم اس وقت تبصرہ کر رہے ہیں صوری ومعنوی دونوں لحاظ سے بہترین کتاب ہے اس میں پیغمبر اسلام کے قائم کردہ نظام کو درہم وبرہم کرنے کے لئے مخالفین نے جو کارروائیاں کیں ان کا تفصیلی طور پر جائزہ لیتے ہوئے اُن حالات کی نقاب کشائی کی گئی ہے جو حضرت علیؑ کے خلاف سیاسی فضا پیدا کرنے میں معین ومددگار رہوئے اور جن کی وجہ سے خلافت اپنے اصلی مرکز

دین وسیاسیت کا اجتماع نہیں ہوسکتا" صفحہ ۳۵ ۔
فلاسفران فرنگ کا یہ کلیہ کہ مذہب وحکومت کا اجتماع دونوں کی کمزوری کا باعث ہوتا ہے لہٰذا ناموزوں ہے محض ایک سیاسی پروپاگنڈا ہے اور جس طرح دیگر پروپاگنڈاؤں کی غرض وغایت کسی خاص کمزوری کا چھپانا ہوتا ہے اسی طرح اس پروپاگنڈا کا مدعا مذہب عیسائیت کے ایک نقص کو چھپانا تھا ۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ دین عیسوی کے واضعان نے اس کو حکومت کے لئے وضع ہی نہیں کیا لہٰذا اس مذہب میں حکومت کرنے کی اہلیت ہی نہیں ۔ مذہب عیسوی نے تو صاف طور سے اپنے معتقدین کو حکم دے دیا کہ

RENDER UNTO COESAR THINGS THAT BELONG TO CIESAR

سیزر اس زمانہ میں روم کے کافر بادشاہ کو کہتے تھے ۔ مطلب اس فقرے کا یہ ہے کہ امور سیاسیہ میں اپنے کافر بادشاہ کی اطاعت کرو یعنی مذہب کا تعلق حکومت سے نہیں ہے ۔ حکومت کے امور میں مداخلت نہ کرو ۔ اپنے مذہب کے اس نقص کو نہ دیکھتے ہوئے یورپ نے اپنے مذہب کے ہاتھ میں کچھ عرصہ تک حکومت دے بھی دی لیکن یہ تجربہ ناکامیاب ثابت ہوا انہوں نے اپنی اس ناکامیابی کی وجوہ پر تو غور نہ کیا ۔ بلکہ اس ناکامیابی کی بناء پر یہ کلیہ قائم کر دیا کہ مذہب وسیاست کا اجتماع مُضر ہے خرابی پر خرابی یہ ہوئی کہ عیسائیت سے پہلے جو یورپ میں مذہب رائج تھا وہ اس سے زیادہ ناقص و نامکمل تھا ۔ نیچر پرستی یا بُت پرستی میں اتنی ہمہ گیری کہاں کہ وہ سیاست وحکومت میں دخل دے سکے اُس مذہب کی ساری کائنات چند خداؤں کی ایک فہرست اور کچھ مندروں کے سوا اور کچھ نہ تھا ۔ اس کا واحد مقصد صرف یہ تھا کہ انسان کسی طرح قدرت یا نیچر کی اُن طاقتوں سے جو اُسے عظیم الشان نظر آتی تھیں محفوظ رہ سکے لہٰذا نیچر کے ہر ایک ضرر رساں عمل اور قدرت کے ہر ایک ہیبت ناک منظر کو خدا تصور کر کے اس کی پرستش کرنی اس دین کا منتہائے نظر تھا بجلی کی کڑک و چمک کا ایک خدا تھا سمندر کا ایک خدا تھا ۔ ہوا کا خدا ۔ بارش کا خدا بیماریوں کا خدا ۔ غرضیکہ عابدوں سے زیادہ معبودوں کی تعداد تھی ایسے مذہب کے تخیل میں تہذیب اخلاق وتربیت جذبات کے لئے کوئی جگہ نہ تھی پھر حکومت کی اصلاح کا خیال کیونکر ہوسکتا ۔ محدود دفع الوقتی کا مذہب رکھنے والی سلطنتوں میں تو مذہب وحکومت علیحدہ ہونا ہی تھا ۔ یورپ کی عظیم الشان سلطنتیں اور اُن کے عروج کے زمانے اس حالت میں گزر گئے یہ وہ سرزمین اور یہ وہ فضا تھی جس میں عیسائیت نے نشوونما پائی ۔ اس مذہب نے پہلے مذاہب کی جگہ لے کر اُن کو بے دخل تو کر دیا لیکن چونکہ خود محدود تھا اور اپنی تہذیب واپنا علیحدہ تمدن لے کر نہیں آیا تھا ۔ لہٰذا سیاسی ومعاشرتی و تمدنی اصول سب یونانی و رومانوی تہذیبوں اور تمدنوں سے اخذ کئے ۔ بلکہ یوں کہو کہ اُن کو بہت کم چھیڑا ۔ اُن کو اسی طرح رہنے دیا اور وہ خود ہی اُن سے متاثر ہو گیا یہ امر واقعہ اپنے ثبوت کے لئے کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ یورپ کی موجودہ یعنی عیسوی تہذیب کا ماخذ و منبع نہ ہی پچھلی یونانی ورومانوی تہذیبیں اور تمدن ہیں

سے ہٹ کر قیصریت کا نمونہ بنی اُن ریشہ دوانیوں کی بھی سیر حاصل تشریحات پیش کی گئی ہیں جن کو سقیفہ میں مخالف جماعت کی جانب سے استعمال کیا گیا۔ اور جس کے نتیجہ میں اسلام کے پُرمغز احکام کے صحیح رُخ مسخ ہو کر رہ گئے حکومتِ سقیفہ نے جو کھلی ہوئی لغزشیں کیں یا کارروائی سقیفہ کی وجہ سے ملّت اسلامیہ کو جو صدمہ پہنچا جتنا اس موضوع کے متعلق اس کتاب میں لکھا گیا ہے اُتنا جامع مواد کسی دوسری کتاب میں نظر نہیں آتا مطالب کے ساتھ ساتھ عنوان تعبیر کی ادبی چاشنیوں نے اس میں اور بھی حُسن بالائے حُسن پیدا کر دیا ہے۔ حضرت عمر کی سیاست یا بالفاظ دیگر مکارانہ سازباز کے اصلی مقاصد اجتماع سقیفہ بنی ساعدہ پر پُرانی سازشوں کی اثراندازی حضرت علیؑ کی مظلومیت اور علمیت کا خلیفہ ثانی کی جانب سے اعتراف واقعہ قرطاس اور اُس کے سلسلے میں پیغمبر کی مخالفت عائشہ و حفصہ کے متعلق قرآن کی ضیافتیں روایت بخاری کی رجالی حیثیت مالک ابن نویرہ کا قتل اور سپہ سالار اسلام خالد ابن ولید کی سیاہ کاریاں جمع قرآن تحریف قرآن جیسے مباحث کی محققانہ چھان بین احادیث صحیح و موضوعہ کے پرکھنے کے علمی طریقے اہلسنت کے حدیث ساز طبقہ کی حضرت علیؑ کے خلاف سرگرمیاں اور اُن کی موضوع و منگھڑت حدیثوں کی جانچ عمری فتوحات کا اسلام پر بُرا اثر بانیٔ اسلام کے غزوات اور خلیفہ ثانی کی ملک گیریوں کا باہمی فرق متعہ کی حلت پر عقلی و نقلی دونوں حیثیتوں سے سیر حاصل بحث خلیفہ ثانی کی مداخلت فی الدین وغیرہ وغیرہ۔ جیسے بے شمار مباحث پر اس کتاب میں جو تحقیقات کے دریا بہائے گئے ہیں اُن کو دیکھ کر روح ایمان تازہ ہو جاتی ہے۔ علمی و تحقیقاتی محاسن کے گلہائے رنگا رنگ کو اس گلدستہ میں جس طریقہ سے آراستہ کیا گیا ہے اُس کی ذوق سخن سنج تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ الغرض اُردو زبان میں تائید و نصرت مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری میں ایسی عمدہ کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ عام طریقہ پر مخالفین کی جانب سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ خلافت کی جو ترتیب سقیفہ میں وقوع پذیر ہوئی حضرت علیؑ اس سے مطمئن تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کے خلاف کوئی احتجاجی اقدام نہیں کیا اس غلط خیال کو تحقیقی حیثیت سے اس کتاب میں بہترین نقلی شواہد کی روشنی میں رد کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی بہت ہی عمدہ ہے کاغذ سفید اور چمکدار ہے۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب کا ہر مستطیع و غیر مستطیع شیعہ کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔

البرہان لُدھیانہ بابت ماہ نومبر ۱۹۴۵ء

مسئلہ خلافت پر سشن جج کا فیصلہ

کتاب مستطاب البلاغ المبین در اثبات خلافت بلافصل امیرالمومنین مصنفہ

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی ریٹائرڈ سشن جج کی لاجواب و بے نظیر تصنیف کے متعلق گذشتہ اشاعت میں البرہان ایک مختصر اشارہ کر چکا ہے کہ یہ کتاب جج صاحب موصوف کی ساری عمر کا ریاض ہے۔ ساری عمر میں یہ ایک ہی کتاب تصنیف فرمائی اور وہ اپنی شان میں ایک ہی ہے اور واقعاً تالیف کیا تصنیف ہے کیوں کہ اس میں ہر عنوان و موضوع پر پورا ریسرچ موجود ہے۔ حصہ اوّل میں حکومت سقیفائی کے عقیدہ عدم استخلاف کی رکاکت پر مکمل بحث ہے اور اس کے مفصل ابطال کے ساتھ یہ کہ آیا رسول اللہ نے امر خلافت کو اُمت کے فیصلے پر چھوڑ دیا تھا؟ کیا یہ تقرر فریضۂ رسالت نہ تھا؟ یا عمداً رسول اللہ نے اس فریضہ کی ادائیگی سے انحراف کیا؟ استخلاف کے صحیح شواہد۔ حسبنا کتاب اللہ کی حقیقت حضرت ابوبکر کے مرض الموت رسولؐ میں جماعت کرانے کا افسانہ۔ شواہد استخلاف علوی۔ افعال و اقوال رسول کی قرآن کریم سے مطابقت۔ آلِ رسول۔ عترت رسولؐ اہل بیتؑ رسولؐ اور ذوالقربائے رسولؐ کی تحقیق۔ رسولؐ کی طرف سے تقرر خلیفہ منصوص کا اعلان۔ سوانح علیؑ و اصحاب اور ثبوت افضلیت علی بر اصحاب پر سیر حاصل بحث اور ہر امر پر شواہد طرفین سُننے کے بعد منصفانہ فیصلہ حصہ دوم میں حضرت علیؑ کو خلافت منصوصہ سے محروم کرنے کی جماعت سقیفائی کی طرف سے تدابیر اور آلِ محمد کے مٹانے اور حکومت اسلامی کو ان سے نکالنے میں حضرت عمر کی بائیس سیاسی تدابیر اور یہ کہ انہی تدابیر سیاسی کی وجہ سے وہ دنیا میں بڑے سیاستدان مشہور ہوئے حضرت علیؑ کے اپنے حق پر دائمی احتجاجات۔ سقیفہ کانگریس یا اولڈ مسلم لیگ کی حضرت علیؑ اور آلِ علیؑ کے خلاف پالیسی۔ سیاست علوی اور حفاظت و حمایت دین محمدیؐ علیؑ اور اولادِ علیؑ کا مسلمانوں کے ساتھ طرز عمل اور ممدوح رواداری وغیرہ وغیرہ کل مضامین و عنوانات مناظرہ کو اس کتاب میں مکمل کر دیا گیا ہے ہماری فرصت اور کتاب کی عظیم ضخامت نے اس کو بالاستیعاب دیکھنے کی اجازت نہیں دی لیکن بعنوائے ؎

"دانۂ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو" آسے ہے جزیں نظر کل کا تماشہ ہم کو"

اس خرمن تحقیق سے چند دانے اور دریائے مباحث و مناظرہ سے چند قطرے دیکھ کر ہم بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ علم مناظرہ کی گویا مکمل انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اور اس موضوع پر طالب تحقیق کے لئے بس اس کا مطالعہ راہ حق دکھانے اور علیؑ کو خلیفہ بلا فصل منوانے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ اس کتاب میں علیؑ کی خلافت بلا فصل پر ۲۵۰ کتب سے استشہاد کیا گیا ہے جن کے ۸۸ فی صدی مصنف اکابر اہل سنت ہیں اور ہم جج صاحب کو ان کی کامیابی پر مبارک باد دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ایں کار از تو آیدہ مرداں چنیں کنند فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

نورِ مراد آباد بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء

کتاب مستطاب البلاغ المبین پر ایک نظر

اس وقت ہماری نظر کے سامنے "البلاغ المبین" جلد اول کا حصہ دوم ہے۔ جو انتہائی دماغی کاوش اور حیرت انگیز تحقیق کا نتیجہ ہے۔ عالی جناب سلطان المحققین رئیس المورخین خاں صاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ بی ڈسٹرکٹ و سیشن جج پنجاب ریٹائرڈ دہلی کا ۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ‌ ‌ ‌ کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

دفتر نور میں یہ کتاب ریویو کی غرض سے آئی ہے اور یہ اہم خدمات مجھ جیسے عدیم الفرصت انسان کی سپرد ہوئی ہے۔ پہلے تو یہ کتاب کی ضخامت کو دیکھ کر میں گھبرا گیا اور اس غور و فکر میں چند منٹ بسر ہوئے کہ ایک ایسی کتاب کو جو تقریباً ایک ہزار صفحہ کی ضخیم ہے۔ میں از اول تا آخر اطمینان قلب اور سکون دماغ کے ساتھ دیکھ بھی سکوں گا یا نہیں۔ لیکن اپنی فرصت کے پہلے ہی موقعہ پر جب میں نے کتاب دیکھنی شروع کی تو اس کے مطالعہ میں کچھ ایسی غیر معمولی لذت مجھے محسوس ہوئی کہ اب مجھے سب سے زیادہ دلچسپ اور سب سے زیادہ مفید و ضروری کام اس صحیفہ شریفہ کا من اولہ الی آخرہ پڑھ لینا نظر آیا۔ دوران مطالعہ میں مصنف مدظلہ کی بے نظیر تحقیق اور سحر انگیز طرز نگارش نے جو اثر میرے دل و دماغ پر ڈالا اس کے بیان کرنے سے میری زبان قلم قاصر ہے۔ بخدا میں تنقید لکھنے بیٹھ تو گیا ہوں۔ مگر میرا دل اس خیال سے لرز رہا ہے کہ میں اس خدمت عظمیٰ کو صحیح معنی میں انجام دے بھی سکوں گا یا نہیں۔ نور کے صفحات میں ضرور گنجائش نکال سکتا ہوں مگر اس کی تعریف و توصیف کے لئے اپنی قوت انشاء پردازی کو بے حد کمزور پا رہا ہوں کہاں سے وہ الفاظ لاؤں کہ مصنف دام فضلہ کی محنت و کاوش اور انتہائی جگر کاوی کی تھوڑی سی داد دے سکوں۔ میں بہت سی کتابوں کا خود بھی مصنف ہوں۔ بے شمار کتابوں پر ریویو بھی لکھ چکا ہوں۔ تیس برس کا پرانا مشاق قلم بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ تاریخ اسلام کے اکثر واقعات بھی بطور نقش خفی یا جلی دماغ میں محفوظ بھی ہیں لیکن پھر بھی میں اس فریضہ کی انجام دہی میں اپنے قصور کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور جناب مصنف کی خدمت میں اپنی کوتاہی تحریر اور نقصان تنقید پر معذرت خواہ ہوں۔

ع چہ کند بینوا ہمیں دارد

در حقیقت امر یہ ہے کہ مبحث خلافت و امامت پر بے شمار کتابیں اب تک نظر

سے گذر چلیں لیکن بخدا ایسی عدیم المثال کتاب آج تک نظر حقیر سے نہیں گزری خداوند عالم جناب جج صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے وُہ کام کیا ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی ؎

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

قوم شیعہ کو فخر کرنا چاہیئے کہ ایسے ایسے روشن دماغ بالغ نظر اور عظیم المرتبت محقق اس کے اندر موجود ہیں و کفیٰ ھذا لك فخرا۔ میں بے خوف تردید عرض کرتا ہوں کہ نہ صرف اُردو زبان میں بلکہ فارسی و عربی میں بھی اب تک اس مکمل تحقیق کے ساتھ جہاں تک مجھے علم ہے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔ میرا یہ خیال غالباً غلط نہ ہو کہ مصنف مدظلہٗ کو اس معاملہ میں امام عصر عجل اللہ فرجہ کی تائید حاصل ہے بغیر ایسے زبردست پشت پناہ کے یہ کام اس خوش اسلوبی سے انجام پذیر ہو نہیں سکتا تھا۔ مصنف علام اب تک اس سلسلہ میں دو کتابوں میں تقریباً دو ہزار صفحات تحریر فرما چکے ہیں، لیکن ہنوز کتاب مذکور نا تمام ہے خدا جانے اس خزانۂ عامرہ میں سے ابھی کتنے جواہرات نکلنے اور باقی ہیں۔

زیر نظر کتاب کا آغاز "انتزاع خلافت کی تدابیر" سے ہوتا ہے اس سلسلہ میں کارپردازان خلافت کی عیارانہ پالیسی کی نقاب کشائی جس صورت سے کی گئی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ یہ اسلوب بیان بالکل اچھوتا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنف علام نے اس نازک موقع کو نہایت صبر و ضبط کے ساتھ لکھا ہے۔ اور جذبۂ ایمانی کی تیوری پر بل نہیں آنے دیا۔ اسی سے دست و گریبان حضرت عمر کی پیچیدہ سیاست کا ایک نہایت طویل بیان ہے۔ اس سلسلہ میں واقعات کا وہ ہجوم ہے کہ دماغ کو ان کا تحفظ دشوار ہے میں نے تو کسی مصنف کے قلم میں یہ زور نہیں دیکھا کہ اس موضوع پر اتنی مدلل اور مطول بحث لکھ گیا ہو۔ نقلی اور عقلی دونوں طرح کے دلائل سے یہ بیان از ابتدا تا انتہا آراستہ ہے۔ بیان کیا ہے ایک فولادی قلعہ ہے جس کو مخالف کی زبردست سے زبردست طاقت ایک پر مگس کی برابر نہیں ہٹا سکتی۔ ظلم ہو گا۔ اگر میں مصنف علام کو اس کی داد نہ دوں کہ مقدمات کی ترتیب دینے کے بعد انہوں نے قوت استنباط سے کام لے کر جو نتائج برآمد کئے ہیں۔ وہ خاص انہی کا حصہ ہے ایک خوبی اثبات مدعا اور طرز نگارش میں یہ ہے کہ ناظرین کتاب کو ایک منٹ کے لئے بھی اپنے بیان سے بددل نہیں ہونے دیتے ان کو اکثر جگہ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں بہت سے ایسے سنسان اور بھیانک وادیوں سے بھی گذرنا پڑا ہے جہاں انسانی تخیل گھبرا کر کبھی دوسری راہ لگ جاتا ہے۔ لیکن مصنف کی قابلیت کا کمال دیکھو کہ ایسے وحشت خیز خارزاروں میں اس نے اپنی انشا پردازی کے دامن سے وہ خوشنما پھول بکھیر دیئے ہیں جو نظروں کو اپنی طرف کھینچنے اور دل و دماغ کو جذب کرنے میں داہی کرتے

ہیں جو مقناطیس سوئی کے ساتھ کرتا ہے۔ حضرت عمر کی باتوں کی قلعی بہت سے لوگوں نے کھولی ہے۔ لیکن۔ ع

این جہاں را آسمانِ دیگر است

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد حضرت عمر کی سیاست کا پیکر اس حد تک عریاں ہو جاتا ہے کہ نام کو ایک ہلکا سا تار بھی اس کی ستر پوشی کو باقی نہیں رہتا۔ حضرت عمر کیسے انسان تھے۔ اور انہوں نے اہلبیت کے روحانی اقتدار کو کم کرنا نہیں بلکہ صفحۂ روزگار سے بالکلیہ مٹانے میں کیا کیا تدابیر اختیار کیں ان سب کا پوست کندہ بیان اس کتاب میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ان کے الفاظ کے ظاہری اور باطنی دونوں رُخ دکھا کر مصنف نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ کالا ناگ کینچلی میں بظاہر خوشنما معلوم ہوتا ہے مگر اس کے سر میں زہر کی وہ پوٹلی ہے جس کے دو قطرے انسان کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہیں اسی کتاب کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ حضرت عمر کیسے غیر معمولی دل و دماغ کے مالک تھے اور بساط سیاست پر ان کی شاطرانہ چالیں کس قیامت کی ہوتی تھیں۔

چونکہ مصنف علام جج رہ چکے ہیں اور بے شمار مقدمات دیوانی و فوجداری کے فیصل کرنے کا موقع ان کو ملتا رہا ہے اس لئے وہ ہر ہر موقع پر اپنی اس خداداد فیصلہ کن قوت سے کام لے کر ہر مقدمہ کا فیصلہ ایسا مدلل و موجہ سناتے ہیں کہ مخالف کو دُنیا کی کسی عدالت میں اپیل کا موقع باقی نہیں رہتا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے مضر نتائج کا بیان اس کتاب میں خاص طور سے قابل دید ہے۔ ع

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو

"قابضان خلافت کے خلاف علیؑ کا احتجاج" یہ بیان جس زور اور قوت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کس کے قلم میں جان ہے کہ اس کی داد دے سکے۔ اللہ ہی اس کی جزا دینے والا ہے۔ شوریٰ کمیٹی کی پول جس لطف کے ساتھ کھولی گئی ہے۔ مصنف علام کا حصہ ہے۔ غرض کہاں تک بیان کروں کہ اس کتاب میں کیا کیا ہے۔ یہ نور کا محترم نمبر ہے اس میں بہت زیادہ گنجائش نہیں نکال سکتا کہ اپنی تفصیلی رائے پیش کروں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے ع سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے۔ کہاں سے شہید انسانیت کا مصنف دنیوی جاہ و جلال کا پرستار اور بین الاقوامی پالیسی کا دیوانہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھے۔ کہ تحقیقی کتابیں اس طرح لکھی جاتی ہیں اور مذہب کی بے لاگ خدمت یوں کی جاتی ہے ایسے مصنف ہوتے ہیں جن پر قوم پروانہ وار نثار ہوتی ہے عبرت کا مقام ہے ایک انگریزی دان جج تو ایسی کتاب لکھے اور مدعی اجتہاد شہید انسانیت جیسی کتاب لکھے شرم شرم شرم۔

خلیلیؔ قطائع الفیافی إلی المصطفی کتایلی داد باب الوصول تلائل

آخر میں اس دعا پر اپنی اس مختصر سی تنقید کو ختم کرتا ہوں۔ الٰہ العالمین! جس شوق و

ذوق اور قلبی انہماک کے ساتھ اس کتاب کے مصنف نے تیرے پیاروں کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور جس عقیدت مندی کے ساتھ اپنے مذہب کی بے لاگ اور انمول خدمت کی ہے۔ واسطہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا اس کا بہترین صلہ دنیا و آخرت میں دونوں جگہ مصنف کو عطا فرما۔ تیری سرکار عادل ہے۔ کوئی خدمت تیری سرکار میں بے اجر نہیں رہتی۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ۔ الہ العالمین مصنف کے صاحبزادے کی اس علالت کو جلد از جلد دور فرما جس کی وجہ سے وہ لیل و نہار پریشان خاطر رہتے ہیں۔ صدقہ بیمار کربلا کا ان کو شفائے عاجل مرحمت فرما اور جملہ مقاصد دینی و دنیوی بر لا۔ آمین ثم آمین۔

راقم اثم احقر الزمن۔ سید ظفر حسن" ادیب عالم
سرپرست رسالہ "نور"

مجاہد لکھنؤ محرم نمبر ۱۳۶۴ ہجری

البلاغ المبین :۔ تاریخ کے ہر دور میں شیعوں کی علمی خدمتیں زمانے سے خراج تحسین لیتی رہی ہیں۔ شیعہ ارباب قلم نے جس ماحول میں اپنی خدمات کے جوہر پیش کیے ہیں ان کا تصور کرنے کے بعد ہر منصف مزاج انسان ان کی کاوشوں کی قدر کرنے پر مجبور ہے۔ حکومت کی طاقتیں سیم و زر کے سیلاب کی صورت میں اغیار کے کاشانوں کا رخ کیے ہوئے تھیں۔ ان کے ارباب تصنیف و تالیف کی ہمت افزائیاں کی جاتی تھیں اور کسی جماعت کے مصنفین کے قلم و زبان پر پہرا تھا تو وہ یہی بدنصیب شیعوں کی جماعت تھی۔ مگر ماحول کی نامساعدت کے باوجود آج انکی خدمتیں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مصنفات کی صورت میں موجود ہیں لیکن ان کا زیادہ حصہ عربی زبان سے متعلق ہے۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کی ناآشنائے عربیت دنیا ان کے فوائد سے بہرہ اندوز ہونے سے قاصر ہے اور موضوعات کی طرح سے علم کلام کے متعلق شیعہ مصنفین کے بسیط مصنفات ہزاروں کی تعداد میں علمی کتب خانوں کی زیب و زینت بنے ہوئے ہیں لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ان کا زیادہ تر حصہ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے عربی نہ جاننے والے افراد کو ان حقائق سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیتا۔ خدا جزائے خیر دے شیعہ قوم کی قابل فخر ہستی عالی جناب خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ و سشن جج دام اقبالہ کو کہ موصوف نے علم کلام کے متعلق ایک عرصہ کی محنت شاقہ کے بعد وہ کتاب مرتب فرما دی جو کلامی تصنیفات میں بے مثال حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں ان تمام موضوعات کو انتہائی تحقیق کے ساتھ حل کیا گیا ہے۔ جو اسلامی دنیا میں اب تک ما بہ النزاع چلے آ رہے ہیں۔ سب

سے پہلے "نظامِ جدید اور مسلمان" کے عنوان سے ایک تحقیقی مضمون درج کیا گیا ہے۔ جس کے محاسن احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ پھر اس چیز پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ کہ کیا پیغمبرؐ اسلام نے اپنے بعد کے لئے کسی کو واقعاً خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا۔ اور نہایت ہی ٹھوس طریقہ پر ان دلائل کے چیتھڑے اڑائے گئے ہیں جو اس سلسلہ میں مخالفین کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں اور زبردست دلیلوں سے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا دماغ استخلاف کی اہمیت کو سیاسی حیثیت سے عام پبلک کی بہ نسبت زیادہ محسوس کر رہا تھا۔ اور وہ پنچایت قہر و غلبہ اجماع ان میں سے کسی چیز کو بھی خلافت کے سلسلہ میں کافی خیال نہیں فرما رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز مفکر کا جو افادہ نقل کیا گیا ہے وہ خاص طریقہ پر دیکھنے کے قابل ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت علیؑ کے استخلاف پر افعالِ رسولؐ کی وہ محکم گواہیاں پیش کی گئی ہیں جس کو دیکھ کر فاضل مؤلف کی جلالت قدر کا پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے۔ عقد مواخات واقعہ سدّ ابواب شب ہجرت۔ کسر اصنام تبلیغ سورۂ برائت مباہلہ، واقعہ جیش اُسامہ جیسے اہم ترین اسلامی واقعات کو مستند کتابوں سے تحقیق کر کے درج کتاب کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ تمام چیزیں حضرت علیؑ کے استحقاق خلافت کے شاہد قوی ہیں۔ اور ان کی موجودگی آنحضرتؐ کے علاوہ کسی دوسرے مرکز کی طرف رُخ نہیں کر سکتی۔ قضیۂ قرطاس۔ حدیث ولایت۔ حدیث خطاب۔ حدیث نور۔ حدیث طیر، حدیث رایت، حدیث تشبیہ، حدیث مدینۃ العلم کے متعلق ایسی ایسی تحقیقات سپرد قلم کی ہیں کہ جن سے مخالفین کے عقائد کا قطعی طور پر استیصال ہو جاتا ہے۔ اسلامی غزوات میں سے خیبر خندق، حنین وغیرہ کے تفصیلی واقعات کو نہایت متقن طریقہ سے پیش کیا گیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ کتاب کا حجم تقریباً نو سو صفحے کا ہے۔ لیکن استدلال میں کسی مقام پر کمزوری محسوس نہیں ہوتی۔ تمام حوالے صفحہ و سطر کے ساتھ نقل کئے گئے ہیں اور مجروح الرواۃ یا ضعیف الاسناد روایتوں کو جگہ نہیں دی گئی ہے۔ خداوند عالم مصنف موصوف کو جزائے خیر دے اور مومنین کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس جلیل القدر تصنیف سے مستفید ہونے کی توفیق کرامت فرمائے۔

شیعہ لاہور محرم نمبر ۱۳۶۴ ہجری

البلاغ المبین ۱۔ مصنفہ خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی ڈسٹرکٹ سیشن جج ریٹائرڈ نکلسن روڈ دہلی۔

اس کتاب میں مصنف مذکور نے خلافتِ بلافصل حضرت علی علیہ السلام کو کتب معتبر

اہلسنت سے نہایت استدلال کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اور اس امر پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم نے اپنا جانشین مقرر کیا یا نہیں نیز پیغمبر اسلام کا جانشین مقرر کرنا یعنی تعیین خلافت رسول کا فرض تھا۔ یا اُمت کا۔ حکومت الٰہیہ کے خلاف جو انقلاب ہوا۔ اُس کی وجوہات کیا تھیں۔ غرض تاریخ اسلام کے اہم واقعات کو جو شیعہ سُنی کے درمیان باعث نزاع ہیں۔ نہایت خوبی اور محنت سے ان کو حاصل کیا گیا ہے اس موضوع پر اس تفصیل سے اس سے قبل شاید ہی کوئی کتاب شائع ہوئی ہو مصنف مذکور نے تقریباً ۲۵۰ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے استدلال کیا ہے۔ ہم حضرات اہلسنت سے ملتمس ہیں کہ وہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس کے مطالعہ سے ان کی معلومات میں اضافہ ہو۔

رضاکار لاہور ۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء
البلاغ المبین کتاب دوم

ہم اپنی کسی سابقہ اشاعت میں کتاب مذکور سے ناظرین "رضاکار" کو روشناس کرا چکے ہیں۔ اُسی وقت سے ہمارا یہ بھی مستحکم ارادہ تھا کہ کتاب مذکور پر ایک مفصل اور مبسوط ریویو شائع کریں۔ مگر یہ ارادہ جامۂ عمل نہ پہن سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کتاب مذکورہ نہایت ٹھوس علمی حقائق کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ اور ایسی مکمل تصنیف پر ریویو لکھنا صرف علمائے علّام کا حصّہ ہے ہم اپنے کو ہرگز اس کا اہل نہیں سمجھتے۔ کہ ایسی جامع تصنیف پر کوئی تنقید یا ریویو لکھیں۔ ہم تو اس کتاب کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام کا وہ مہتم بالشان مسئلہ جو مسئلہ خلافت کے نام سے مشہور ہے اور جس کی گتھی آج تک نہ سلجھنے کی وجہ سے روز اوّل سے آج تک اسلام گوناگوں پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا رہا ہے۔ اس کتاب میں اس خوبی اور صفائی سے مدلّل و مبرہن کر کے واضح کیا گیا ہے۔ کہ اس کے بعد اب اس موضوع پر یہ کتاب آخری ہو گئی ہے۔ ہر مسلمان کے دل میں بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر اسلام جیسے مکمل مذہب نے اور بانیٔ اسلام جیسے مبلغ اعظم نے اس عظیم امر کو جس سے ملت اسلامیہ افتراق کا شکار ہو گئی کیوں حل نہیں کیا۔ اور اگر خدا اور رسولؐ اس تصفیہ کو ہمیشہ کے لئے حل فرما چکے ہیں تو پھر بعد میں کون ایسی ہستی تھی جس نے خدائی فیصلہ کو کالعدم کر دیا۔ ارشاد رسولؐ کی عظمت کو گھٹا دیا۔ اور یہ سب کچھ کرنے میں کن وقتی اور سیاسی چالوں سے کامیابی حاصل ہو گئی۔ اس سوال کا صحیح جواب جب نہیں ملتا تو بہت سے حضرات تو خود اسلام سے ہی بدظن ہو جاتے ہیں۔ اور سب سے سادہ لوح

جب رُوم نے یونان کو فتح کیا تو صورت حالات یہ پیدا ہوئی کہ اس نے اُنکے جسم کو فتح کر لیا لیکن دماغ کو فتح نہ کر سکا اور رومن تہذیب بالکل یونانی تہذیب سے مغلوب ہو کر اس میں مدغم ہو گئی رُوم کے شاہنشاہ کانسٹینٹائن نے عیسائی مذہب تو قبول کر لیا لیکن تہذیب اور تمدن اپنا وہی رومانی بلکہ یوں کہو کہ یونانی رکھا چونکہ عیسائیت خود اپنی کوئی تہذیب پیش نہیں کر سکتی تھی۔ لہٰذا اس نے بھی وہی تمدن اختیار کر لیا جب ازمنہ وسطےٰ کی تاریکی کو علم کی کرنوں نے دُور کرنا شروع کیا تب بھی وہ علم یونان و روم کے ہی کافر حکماء کا تھا ان سب اُمور کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے سیاسی و معاشرتی و تمدنی اصُول وہی ہیں جو رومانوی اور یونانی تہذیب و تمدن کے تھے ان کی زبانوں میں اُن کے الفاظ ہیں۔ ان کے دماغوں میں اُن کے خیالات ہیں۔ ان کے دلوں میں اُن کے جذبات و تاثرات ہیں۔ یورپ کی موجودہ تہذیب کی عمارت بالکل یونانی و رومانی تہذیبوں کی بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے ظاہر ہے کہ فلاسفرانِ یورپ کا یہ کلیہ کہ حکومت و مذہب کو علیحدہ رہنا چاہیئے دراصل رومانوی اور یونانی حکماء کا قائم کیا ہوا اصُول ہے یورپ کو اس کلیہ کے قبول کرنے میں آسانی اس وجہ سے ہوئی کہ عیسائیت کے اصُول حکمرانی کے لئے موزوں نہ تھے اور اس کے واضعان نے اس کو حکومت کے لئے وضع نہیں کیا تھا۔

اگرچہ دینِ عیسوی نے بادشاہت پر حکومت کرنے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا لیکن اُس کے پیران و مقلدین کی عقلِ سلیم سے یہ باہر تھا کہ الہامی دین بھی سمجھا جائے خدا کی طرف سے اس کے اصول و قواعد مقرر ہو کر آئیں اور پھر بھی وہ کسی دنیاوی بادشاہ کا محکوم ہو۔ جب عیسائیت کے رہنما یعنی پاپائے اعظم نے اُس منطق پر غور کیا اور دُنیا کی وحشت اور بربریت پر نظر ڈالی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ جب تک مظہرِ طاقتِ جسمانیہ یعنی بادشاہت عظمت و جلالت روحانیہ یعنی مذہب کے ماتحت نہیں رہے گی اس وقت تک دنیا کی تمدنی و معاشرتی و سیاسی اصلاح ناممکن ہے لہٰذا ایک ایسا نظام قائم کیا گیا کہ جس میں اسوۂ عیسوی کا بھی شائبہ باقی رہے اور یہ مشکل بھی حل ہو جائے پوپ نے خود براہ راست تو حکومت اپنے ہاتھ میں نہ لی لیکن یہ اصُول قائم کیا کہ اصلی بادشاہت محض خدا اور اس کے نائب و خلیفہ یعنی پیغمبر کے لئے ہے اور پیغمبر کے بعد اس کے نائب پاپائے اعظم کا یہ حق ہے اور اس اصُول کی بناء پر ایک عیسائی ملک کے بادشاہ کو ماننا پڑا کہ اس کو جو یہ بادشاہت و سلطنت ملی ہے وہ خدا کے نائب خلیفہ پاپائے اعظم کی طرف سے ملی ہوئی ہے کوئی بادشاہ اپنے ملک میں حکومت نہیں کر سکتا تھا جب تک پوپ اس کو تاج نہ بخشدے۔ اس رسم تاجپوشی کے لئے عظیم الشان مجلس شوکت و جلالت قائم کی جاتی تھی اور اکثر بادشاہ خود روم جا کر پوپ سے اپنا تاج حاصل کرتے تھے اس رسم کو کورونیشن کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں آج کے دن تک برطانیہ اعظم کا اُسقفِ اعظم خود اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے سر پر تاج رکھتا ہے اور بادشاہ کو مذہبِ عیسوی کا محافظ کہتے ہیں اُس زمانہ میں یہ اصُول اور یہ رسم اپنی پُوری طاقت رکھتے تھے جس بادشاہ سے پوپ ناراض ہو جاتا تھا اس کے کورونیشن سے انکار کر دیتا تھا اور پھر بادشاہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا ہم ایک

انکار بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اردو زبان میں ابھی تک کوئی ایسی کتاب نظر حقیر سے نہیں گذری جس نے اس منصفانہ طور سے ظالموں کے ظلم کو عریاں کیا ہو۔"

عالیجناب قدوۃ الفقہاء والمفسرین حامی الملت والدین زین المجتہدین حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ رضوی گوپالپوری صاحب تفسیر انوار القرآن

جناب فخامت مآب آغا محمد سلطان مرزا صاحب دام علاہ کی تحریر متین مسمی بہ۔۔۔
البلاغ المبین کی پہلی جلد میں نے مختلف مقامات سے پڑھی ہے اور دوسری جلد کو مسلسل پڑھتا ہوا صفحہ ۱۶۰ تک پہنچا ہوں۔ یہ کتاب اپنی نفاست اور اپنے مصنف کے فضل و کمال کی آپ معرّف ہے۔ کسی دوسرے معرّف کی محتاج نہیں "مشک آں ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"۔ اس کے مضامین صاف بتا رہے ہیں کہ یہ ایک فاضل خبیر اور ناقد بصیر کی بلند فکروں کی آورد اور ایک منشی خوش تحریر کے قلم کی سنجیدہ روانیوں اور ایک صحیح فیصلہ کن جج کے عالی دماغ کا نتیجہ ہے۔ الفاظ اس کے شیریں اور تعبیریں خوشگوار ہیں۔ عبارت سلیس اور عام فہم ہے۔ ادائے مطلب کا ڈھنگ اچھا ہے۔ بیان سلسل اور دلچسپ ہے اس میں باریک اور لطیف نکتوں کا سمندر موج مار رہا ہے۔ اس کے حقائق وہ جواہر پُر انوار ہیں۔ جن کی قیمتوں کا اندازہ ان کے حقیقی خریدار کے سواء دنیا کا کوئی جوہری لگا نہیں سکتا۔ اس کے نکات وہ لآلی آبدار ہیں جن کا بدلا سوا اس ملک الملوک کے جس کا خزانہ بے پایاں ہے دنیا کا کوئی بادشاہ دے نہیں سکتا، کیونکہ وہ کلام ملک علام کے آیات بینات ہیں اور احادیث حضرت سرورِ کائنات۔ اور حاکم مطلق اور مسلم عند الکل یعنی عقل سلیم کے قطعی فیصلے ہیں اور افہام زمانۂ حال کے مطابق عرفی "ٹھوس دلیلیں"۔ خلاصہ یہ کہ یہ کتاب فرمائش حضرت سرورِ عالم کلم الناس علی قدر عقولہم کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے مسئلہ خلافت بلا فصل مولانا امیر المومنین علیہ السلام کو مفسروں کو آیات کلام مقدس سے اور محدثوں کو فرمائشات حضرت سرورِ کائنات سے اور حکیموں کو عقلی یقینی دلیلوں سے اور زمانۂ حال کے عرفی عقل والوں کو ان کے روزمرہ کے محاورات اور تشفی بخش عرفی باتوں سے نہایت خوشش اسلوبی

سے سمجھا رہی ہے۔ یہ کتاب اپنے جلیل القدر مصنف کی چند باتوں پر بہترین شاہد ہے ۱
وسعت معلومات ۲ آیات واحادیث وتاریخی واقعات سے غامض اور دقیق نکتے پیدا
کرنے اور نتائج نکالنے میں کامل مہارت جو ایک پختہ کار اور ماہر فن کا حصہ ہے ۳
باوجود طول تقریر کے سلسلۂ بیان کو سمیٹے رہنا اور پراگندہ نہ ہونے دینا جو ایک کہنہ مشق
منشی اور مقرر کا خاص اور بہترین وصف ہے۔ میں نے اس فن کی بہت سی اردو کتابیں
ہر طبقہ کے مصنفوں کی لکھی ہوئی پڑھی ہیں لیکن کتاب البلاغ المبین اپنی مجموعی حالت
سے مجھے سب سے بہتر بلکہ بہت بہتر معلوم ہو رہی ہے۔ کلام پروردگار والذین
جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا من جاھدوا کی ظاہری تفسیر سیفی جہاد سے
کی گئی ہے اور باطنی تفسیر قلمی جہاد سے اور فینا کی تفسیر فی حق اہل بیت ہے۔ پس
اس بنا پر اس آیت مبارکہ کا حاصل معنی یہ ہوگا کہ چونکہ اس کتاب کے فاضل مصنف
نے حق حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت کرنے میں قلمی جہاد کیا ہے۔
جو سیفی جہاد سے حسب فرمائش حضرت امام جعفر صادقؑ لاکھ درجہ افضل ہے۔
اس لئے خداوند موفق ومعین حقیقی نے اس حق کو ثابت کرنے والی دلیلوں کی نقلی
(قرآن وحدیث سے) عقلی۔ عرفی۔ کل راہیں سمیٹ کر ہتھیلی کی لکیر دل کی طرح ان کے
پیش نظر کر دی ہیں۔ اس امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ یہ کتاب اثبات وحفظ حقوق
امام برحق میں جلیل القدر مصنف کا قلمی جہاد ہے جو بہت سے گمراہوں کو راہ راست پر
لائے گا۔ اور بہت سے اندھوں کو بینا کرے گا، اور بہتیرے سست عقیدہ والوں
کے عقائد کو ٹھوس بنائے گا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے۔ کہ اصول دین فروع دین
سے افضل ہے کیونکہ بغیر اعتقاد اصول دین کے فروع دین پر عمل کرنا کوئی فائدہ نہ دے
گا۔ اور اصول دین کے معتقد بداعمالیوں کی نجات اگرچہ سزائے بداعمالی کے بعد ہی سہی
یقینی امر ہے اور جس طرح اصول دین فروع دین سے افضل ہے۔ اسی طرح صرف اصول
دین کا معلم صرف فروع دین کے معلم سے افضل ہے اور دونوں کا معلم ان دونوں کے
معلموں سے افضل ہے؛ اور مسائل اصول دین میں سے غیر مسلمانوں کے مقابل میں جس
قدر مسئلہ واحدانیت اور رسالت اہمیت رکھتا ہے سقیفی مسلمانوں کے مقابل میں مسئلہ
خلافت بلافصل اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ غیر مسلمان قرآنی اسلام اور
قرآنی مسلمانوں کے ویسے دشمن نہیں ہیں جیسے سقیفی مسلمان اور ان کی دشمنی روز روشن
کی طرح واضح ہے۔ اسی وجہ سے خداوند حکیم اور حضرت رسول کریمؐ اور حضرات
آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس مسئلہ کو سمجھانے اور صاف کرنے میں کوشش
بلیغ اور اہتمام خاص کیا ہے اور اپنے شیعوں میں سے صاحبان علم ومعرفت کو

ان مسلمان صورت دشمنوں سے مقابلہ اور ان کو مجوج کرنے ۔ اور اپنے ضعیف الاعتقاد شیعوں کی تلقین اور تقویت عقیدہ کرنے کی ہدایت اور تاکید اکید کی ہے"۔ اور متعدد حدیثوں اور آئمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عمل درآمد سے صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ صرف فروع دین کے احکام بیان کرنے والوں کو بساط اعزاز و اکرام پر وہ جگہ نہیں دی گئی جو مسئلہ امامت میں مناظرہ اور ان کے دشمنوں سے مقابلہ کرنیوالوں کو دی گئی ہے"۔ ملاحظہ ہو کہ ۱؎ حضرت امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے شیعوں کے علماء ابلیس اور اُس کے پیرو نواصب کی سرحد پر جمع ہوئے ہیں اور ہمارے ضعیف الاعتقاد شیعوں پر چھاپہ مارنے سے اُن کو روکتے ہیں۔ پس ہمارے شیعوں میں سے جو شخص ایسا کرے اُس کا یہ فعل روم اور ترک اور خزر سے ایک ایک لاکھ مرتبہ جہاد کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ لوگ ہمارے دوستوں کے دین سے خطروں کو دفع کر رہے ہیں اور وہ (سیفی جہاد کرنے والے) اُن کے بدنوں سے۔ ۲؎ حضرت امام محمد تقیؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایتام آل محمدؐ (شیعے) جو اپنے امام سے دُور پڑ گئے ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے (اپنے مذہبیات میں) سرگرداں ہیں اور شیاطین اور نواصب کے ہاتھوں میں (قیدیوں کی طرح) گرفتار ہیں جو شخص ان کو ان کے ہاتھوں سے نجات دے اور اپنے پروردگار اور آئمہ اطہار کی تعلیم کردہ دلیلوں سے اُن کو ان شیاطین اور نواصب کے وسوسوں سے نکالے اُس کو خدا کے نزدیک دوسرے بندوں پر جو فضیلت ہے وہ اُس فضیلت سے بہت زیادہ ہے جو آسمان کو زمین پر، اور عرش کو کرسی پر اور حجب کو آسمانوں پر اور چاند کو دھندلے ستاروں پر ہے"۔ ۳؎ حضرت امام قائمؑ علیہ السلام نے اسی کی بدولت مولانا مفید علیہ الرحمہ کو متعدد خطوط تحریر فرمائے اُن میں سے ایک میں تحریر فرمایا کہ مذہب حق کی نصرت اور ہم اہلبیتؑ کی مدد میں مناظرہ کرنے کی وجہ سے مجھے اجازت دی گئی ہے کہ خط و کتابت سے تمہیں سرفراز کروں۔ دشمنانِ خدا جو دینِ خدا سے نکل گئے ہیں اُن سے مقابلہ کرنے میں تم ثابت قدم رہو۔ دین کی نصرت کرنے والوں کو ان خطوں میں سے بعض میں اپنا ناصر تحریر فرمایا ہے اور کسی میں دینِ برحق کا ناصر اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے والا۔ اور کسی میں دشمنوں کے مقابل میں اپنی راہ میں جہاد کرنے والا۔ یہ بات معمولی نہیں ہے۔ ۱؎ ہمارے مولا اور آقا حضرت امام صادقؑ بڈھوں کے مجمع میں ایک نوجوان بچے ہشام بن حکم کی عزت افزائی اور دل بڑھانے کے لیے اُس مناظرہ کو جو انہوں نے عمرو بن عبید بصری فقیہ بصرہ سے کیا تھا خود اُن کی زبان سے سننا چاہتے ہیں اور خوش خوش فرما رہے ہیں کہ ہاں ہشام اپنے مناظرہ کا واقعہ تو بیان کرو، ہشام عرض کرتے ہیں مولا آپ کے سامنے زبان نہیں کھلتی، فرماتے ہیں کہ میرے حکم کی تعمیل کرو ۲؎ اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ایک شخص کو جو بظاہر اصحاب خاص

سے نہ تھا کسی ناصبی سے مناظرہ کرنے کی وجہ سے بنو ہاشم اور اصحاب خاص پر فضیلت دی اور اُن کی موجودگی میں اس مناظر کو اپنے مسند پر بٹھایا جو بنو ہاشم کو ناگوار ہوا اور حضرت پر اعتراض کیا اور آپ نے اُن کا جواب دے کر اُن کو مجوج اور ساکت کر دیا ع۳ اسی مناظرہ کی وجہ سے حضرت امام آخر الزماں علیہ السّلام نے شیخ مفید علیہ الرحمہ کو بحکم خدا خط و کتابت سے سرفراز کیا اور اُن کے انتقال کے بعد اُن کا مرثیہ نظم واضح ہو کہ آیت مذکورۂ بالا میں لفظ الذین (جو لوگ) واقع ہے اور اس کے بعد کی دونوں حدیثوں میں لفظ مَنْ (جو شخص) جو ہر شخص کو شامل ہے خواہ وہ کسی غیر مادری زبان کا تعلیم یافتہ ہو یا مطلق تعلیم یافتہ نہ ہو۔ اور لفظ عالم سے مقصود وہ شخص ہے جو مذہبی معلومات رکھتا ہو اگرچہ اپنی مادری زبان کی کتابوں سے علم حاصل کیا ہو، خاص کر کے درس نظامی کا فارغ التحصیل مقصود نہیں ہے اور نہ اصحاب سرور عالم اور آئمہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسّلام میں کوئی شخص اس طرح کا تھا، اس لئے میری رائے میں البلاغ المبین کے فاضل مصنّف اُن لوگوں میں بے شبہ داخل ہیں جن کی فضیلت ان آیتوں اور حدیثوں میں بیان کی گئی ہے اور جن سے قلمی اور لسانی جہاد کی خواہش اور اُمید اور تاکید کی گئی ہے جزاء اللہ عنا خیر الجزاء۔

والسّلام احقر سید راحت حسین رضوی گوپالپوری

۲۰ر ماہ رمضان ۱۳۶۴ھ از گوپالپور

دوسری تقریظ

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ المختار و آلہ الاطہار آج ۸ر شوال کو میں نے ۲۸ر دن میں کتاب البلاغ المبین حصہ اوّل کتاب دوم کو جو مجھے پہلے ملی شروع سے آخر تک پڑھ کر ختم کیا تقریباً اس کا آٹھواں حصہ پڑھنے کے بعد میں نے ایک تقریظ لکھ کر اس کے مصنّف جلیل دام علاہ کی خدمت میں بھیج دی اُس میں علم کلام کی اردو کتابوں پر اس کو ترجیح دی ہے۔ اس کو ختم کر لینے کے بعد اب اُس تقریظ کے مضمون میں کچھ اضافہ کی ضرورت سمجھتا ہوں کیونکہ صاحبان حقوق کے حقوق کو ظاہر کر دینا عین انصاف ہے۔ علم کلام کی اردو۔ فارسی۔ عربی کتابیں جس قدر مل سکیں میں نے پڑھیں۔ اب اپنی آخری رائے ظاہر کرنے میں حصہ اوّل کی پہلی کتاب کو پڑھ لینے کا انتظار کرنا ضروری نہیں سمجھتا کیوں کہ صاحبانِ بصیرت غلّہ کے ڈھیر سے ایک مٹھی اُٹھا کر صرف ظاہری دانوں کو دیکھ کر پورے ڈھیر کی نوعیت بتا دیتے ہیں۔ میں نے تو نصف ڈھیر یعنی دو جلدوں میں سے ایک بوری دیکھ لی ہے اور سطحی نگاہ

سے نہیں بلکہ دانہ دانہ (جملہ جملہ) کرکے غور سے دیکھا ہے۔ اب دیکھ لینے کے بعد اس امر کو صاف کہہ دینے میں تامل کرنا خلاف حق سمجھتا ہوں کہ البلاغ المبین موجودہ زمانہ کے خیالات کے مطابق اپنے اسلوب تحریر اور کثرت طرق احتجاج اور کثرت نکات و دقائق کی جامعیت مختصر یہ کہ اپنی مجموعی حالت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اردو۔ فارسی۔ عربی کسی زبان میں کوئی کتاب ان خصوصیتوں کی جامع میری نگاہ سے نہیں گذری اور یہ کتاب اس امر کا پتہ بھی اچھی طرح دے رہی ہے کہ اس کے جلیل القدر مصنف باوجود اعلیٰ انگریزی دان اور اعلیٰ عہدہ دار ہونے کے مذہب میں ڈوبے ہوئے ہیں عقائد ان کے صحیح اور ٹھوس ہیں۔ تجربہ بتارہا ہے کہ ان کے والد ماجد رضوان اللہ علیہ ان کے بہترین مربی اور کامل مذہبی بزرگ تھے جنہوں نے خدمت دین وقوم کے لئے اپنا بہترین یادگار ان جیسا باقیات الصالحات دنیا میں چھوڑا خداوند عالم اُن مرحوم کو بحق محمدؐ و آلہ الطاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کے فرزند صالح خادم دین خدا و ناصر حضرت رسول خدا و حضرات آئمہ ہدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو عمر طبعی عطا فرمائے اور توفیق خدمت دین کو ان کا بہترین رفیق قرار دے اور تمام مکارہ دنیا و آثار انظار حاسدین و مکائد اعداء دین سے محفوظ اور اپنی حمایت و حراست میں رکھے بحق نبیہ و آلہ الطاہرین۔

راحت حسین رضوی گوپالپوری۔ ۸ رشوال ۱۳۶۴ھ

ناشر ناموس ہدایت وکاسر ناقوس غوایت محقق غوامض شرعیہ ومدقق حکماتِ فلسفہ قاطع اعناق الملاحدین وراغم اناف المبتدعین مولانا مولوی سیّد محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ

مسئلہ خلافت پر سشن جج کا فیصلہ:۔ کتاب مستطاب البلاغ المبین در اثبات خلافت بلافصل امیرالمومنین مصنفہ خاں صاحب آغا محمدؐ سلطان مرزا صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ریٹائرڈ سشن جج کی لاجواب و بے نظیر تصنیف کے متعلق گذشتہ اشاعت میں البرہان ایک مختصر اشارہ کرچکا ہے کہ یہ کتاب جج صاحب موصوف کی ساری عمر کا ریاض ہے۔ ساری عمر میں یہ ایک ہی تصنیف فرمائی اور وہ اپنی شان

کی ایک ہی ہے اور واقعتاً تالیف نہیں تصنیف ہے۔ کیونکہ اس میں ہر عنوان و موضوع پر پورا ریسرچ موجود ہے حصہ اول میں حکومت سقیفائی کے عقیدہ عدم استخلاف کی رکاکت پر مکمل بحث ہے اور اس کے مقتل البطال کے ساتھ یہ کہ آیا رسول اللہ نے امر خلافت کو اُمت کے فیصلہ پر چھوڑ دیا تھا؟ کیا یہ تقرر فریضہ رسالت نہ تھا؟ یا عمداً اس فریضہ کی ادائیگی سے انحراف کیا؟ استخلاف کے صحیح شواہد۔ حسبنا کتاب اللہ کی حقیقت حضرت ابوبکرؓ کے مرض الموت میں جماعت کرانے کا افسانہ۔ شواہد استخلاف علوی۔ افعال و اقوال رسولؐ کی قرآن کریم سے مطابقت آل رسولؐ۔ عترت رسولؐ۔ اہل بیت رسولؐ اور ذوالقربائے رسولؐ کی تحقیق۔ رسولؐ کی طرف سے تقرر خلیفہ منصوص کا اعلان۔ سوانح علیؑ و اصحاب اور ثبوت افضلیت علیؑ بر اصحاب پر سیر حاصل بحث اور ہر امر پر شواہد طرفین پیش کرنے کے بعد منصفانہ فیصلہ حصہ دوم میں حضرت علیؑ کو خلافت منصوصہ سے محروم کرنے کی جماعت سقیفائی کی طرف سے تدابیر اور آل محمدؐ کے مٹانے اور حکومت اسلامی کو ان سے نکالنے میں حضرت عمر کی بائیس سیاسی تدابیر اور یہ کہ انہی تدابیر سیاسی کی وجہ سے وہ دنیا میں بڑے سیاست دان مشہور ہوئے۔ حضرت علیؑ کے اپنے حق پر دائمی احتجاجات۔ سقیفہ کانگرس یا اولڈ مسلم لیگ کی حضرت علیؑ اور آل علیؑ کے خلاف پالیسی۔

سیاست علوی اور حفاظت و حمایت دین محمدیؐ علیؑ اور اولاد علیؑ کا مسلمانوں کے ساتھ طرز عمل اور ممدوح رواداری۔ وغیرہ وغیرہ کل مضامین و عنوانات مناظرہ کو اس کتاب میں مکمل کر دیا گیا ہے ہماری فرصت اور کتاب کی عظیم ضخامت نے اس کو بالاستیعاب دیکھنے کی تو اجازت نہیں دی لیکن بفحوائے۔

دانۂ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہے جزو میں نظر کل کا تماشہ ہم کو

اس خرمن تحقیق سے چند دانے اور دریائے مباحث سے چند قطرے دیکھ کر ہم بس یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ علم مناظرہ کی گویا مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے اور اس موضوع پر طالب تحقیق کے لئے بس اس کا مطالعہ راہ حق دکھانے اور علیؑ کو خلیفہ بلا فصل منوانے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔ کہ اس کتاب میں علیؑ کی خلافت بلافصل پر ۲۵۰ کتب سے استشہاد کیا گیا ہے جن کے ۸۸ فیصدی مصنف اکابر اہل سنت ہیں اور ہم جج صاحب کو ان کی کامیابی پر مبارک باد دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ تمّ الجزء الاخیر لجزاء۔

عالیجناب قبلہ وکعبہ خطیب اعظم ہندوستان جناب مولانا مولوی سیّد محمد صاحب دہلوی صدر محکمہ تفسیر قرآن ریاست رامپور

حیدر حامی ملت جعفری محافظ شریعت حیدری المجاہد فی سبیل اللہ حضرت آغا محمد سلطان مرزا صاحب سشن جج سے خوب واقف ہے، یہ اُس خانوادہ سے ہیں جہاں دین و دیانت نے چھاؤنی چھا رکھی ہے۔ اور قدرت حضرت آغا صاحب کے ہاتھوں سے وہ کام لے رہی ہے۔ جو زمانۂ غیبت میں خاصان خدا کا حصّہ ہے۔

میں نے البلاغ المبین کے سنگ بنیاد سے لے کر تکمیل کے کل حالات کو بنظر غائر دیکھا ہے۔ حضرت آغا صاحب نے جس جانکاہی سے اس کتاب کے لئے کتب اخبار و احادیث و سیرو تاریخ کو جمع کیا ہے اور جس جس طرح پُرانے کتب خانوں اور تاجران کتب وغیرہ کو بے اندازہ روپیہ دیا ہے وہ صرف اُسی مصنف کا حصّہ ہے۔ جو یہ قسم کھا چکا ہو کہ میں بغیر آنکھوں سے دیکھے کوئی حوالہ نہیں لکھوں گا۔

دن کو کچہری، شب کو یہ جہاد قلم، بہترین زمانہ تعطیل میں تلاش کتب، اور پھر تحقیق میں کدو کاوش یہ صرف حضرت مؤلف کا حصّہ ہے، البلاغ المبین۔ اہل علم وبصیرت کے لئے تحقیق ونظر کا وہ سدا بہار چمن ہے جس کو کبھی خزاں نہیں، اور تدقیق کے وہ گرانمایہ موتی ہیں جن کی آبداری لازوال ہے، فضائل ومناقب اہل بیت اور اُن کے مخالفین کے مثالب کا وہ انمول ذخیرہ ہے جو آج تک اس طرح یکجا جمع نہیں ہوا تھا۔

اس کے علاوہ حسن بیان، اخذ نتائج، دقت نظر، زمانہ حاضرہ کا طرز استدلال سونے پر سہاگہ ہے۔ غیبت حضرت امام عصرؑ میں بھی جہاد ہر شیعہ پر واجب ہے، جس کو بھی خدا توفیق دے وہ اس جہاد میں شریک ہو۔ اسی کا کامیاب فاتح اور مقتول شہید ہے۔

افسوس کہ موجودہ زمانہ کی سوسائٹی پرستی اور تقلید یورپ نے، افسانہ خوانی افسانہ نویسی برہنہ شاعری اور غیر مہذب لٹریچر کا دلدادہ تو نوجوانوں کو بنا دیا ہے۔ لیکن مذہب ومذہبیات سے بھی بیگانہ کر دیا ہے، کبھی ہمارے ہاں کا بچہ بچہ مناظر اور ہمارا معمولی علم رکھنے والا بھی دوسرے مذہب کے علماء پر بھاری تھا، اس لئے کہ بچہ بچہ کو حمایت مذہب کا شوق تھا وہ دوسروں سے بھی سُنتے تھے اور خود بھی دیکھتے تھے، یہی دن رات کا مشغلہ تھا اس لئے مذہب بھی ترقی پر تھا۔ اب کچھ تو فیشن پرستی کی رو میں بہہ گئے، کچھ سوسائٹی کے بہانہ بیگانہ ہو گئے

کچھ شکار رواداری بن گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بچے تو بچے بڑے بڑے کورے رہ گئے جو شغل ہمارا مخصوص حصہ تھا، آج اُس سے قادیانی بہترین کام لے رہے ہیں۔ اب اُن کا ہر متنفس مناظر ہے اور ہمارے ہاں جو صاحبان نظر ہو سکتے تھے وہ آج صفر ہیں۔

خداوند کریم حضرت آغا صاحب مدظلہ کو جزائے خیر دے کہ بھولا ہوا سبق پھر یاد دلا رہے ہیں۔ اور حمایت اہلبیت میں وہ جواہر لٹا رہے ہیں جو آویزۂ گوش صاحبان بن رہے ہیں ہر محب اہلبیت کا فرض ہے کہ وہ اس کتاب کو ضرور مطالعہ میں رکھے اور اس کی اشاعت اپنا فرضِ اولین قرار دے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

خادم دروازۂ اہلبیت
السید محمد۔ دہلوی

عالیجناب حامی دین متین مفتی فقہ مبین جناب مولانا مولوی سیّد صغیر حسن صاحب مدظلہ العالی پیش نماز جمعہ وجماعت شیعہ مسجد جامع دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً ومصلیاً

مومنین کی خدمت عالیات میں بعد سلام مسنون عرض ہے کہ احقر العباد کو مضمون نظام جدید اور مسلمانان جو نظامی پریس لکھنؤ میں طبع ہوا ہے دیکھ کر یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ تاریخی شان پر مسئلہ خلافت کو ایسی صفائی اور استدلالات دحوالاجات واسناد اور عنوانات پسندیدہ اور الفاظ جدیدہ کے ساتھ بیان کرنا جس کے بعد متعصب ناظر کو بھی سوائے سکوت یا اختیار حق کے اور کوئی راستہ نہ مل سکے میرے مہربان زبدۃ الاولیاء سلالۃ الاتقیاء نخبۃ الناظرین عمدۃ الماہرین ظہیر السلطان عالی جناب معلی القاب آغا محمد سلطان مرزا صاحب دام اقبالہ ہی کا حصہ اردو نے خاص میں شاید کہا جائے اس کے بعد البلاغ المبین کے حصہ اول کتاب اول و حصہ اول کتاب دوم کے بعض بعض مقامات تفصیلی دیکھنے سے تو دل باغ باغ ہو گیا۔ اور سمجھ لیا کہ مؤلف موصوف الصدر نے اپنے دماغ خاص سے وہ کام لیا ہے جس کی اس زمانہ میں ضرورت خاص تھی اور محقق ناظر کے لئے اصل مسئلہ پر کوئی پہلو ضلالت کا

اشتباہ کا نہیں چھوڑا اور حق کو ایسا روشن کر دیا کہ ناظرِ مصنف بہت جلد مطمئن ہو سکتا ہے، اور الفاظ عنوان حسن ادا جو مؤلف نے اختیار فرمائے ہیں اس زمانہ میں حسن یوسف کی طرح بظاہر کہے جا سکتے ہیں اور مسئلہ خلافت کے مضمون کی تہ تک پہنچنے کی خوبی کا باطنی حسن قابل صد آفرین و تحسین ہے یہ سب توفیق الٰہی کا خاص اثر ہو سکتا ہے۔ جب ہی تو مخالف کو بولنے کا موقع انسانیت میں رہ کر مشکل ہی سے مل سکتا ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں ایسی تالیف کی قدر اُنہیں حضرات کے ہاتھ میں ہے جو اُس کو ہاتھوں ہاتھ لے کر اپنے گھر اور خاندان کی ہدایت و زینت اور سچّے اسلام کی عزّت اور دینی خلافت کی تقویت بڑھائیں اور ہاتھ نہ بڑھانے میں بعض صاحبان مال کے لئے تو تقصیر منصور ہوگی کیونکہ مسئلہ امامت کے لئے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ط۔ حدیثِ نبوی بلا اختلاف مسلم ہے۔ والسلام خیر ختام

حررہ السید صغیر حسن غفر اللہ لہ ولا بویہ بعلمہ

عالیجناب مولانا مولوی سید اظہر حسن صاحب زیدی مدظلہ العالی

الحمد بر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد پس پردۂ تقدیر بدل

. . . . . . مجھے اس کتاب (البلاغ المبین) نے حد سے زیادہ محظوظ کیا۔ طبیعت بشاشش ہوگئی میری رائے میں عبقات الانوار کے بعد ہندوستان میں ایسی جامع کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ منقولات کے اس عظیم الشان ذخیرہ میں معقولات کی چاشنی سونے پر سہاگہ۔ لکھنے کا طریقہ نہایت معتدل اور سریع الفہم، واقعات کی ترتیب بے نظیر اخذ نتائج لاجواب بات بات پر مُنہ سے پھول جھڑتے ہیں اور ایک ایک لفظ سے مؤدت آلِ محمد جھلکتی ہے۔ خداوند عالم اس سعی جمیل کو مشکور فرمائے اور آپ کو آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے صاحبزادہ سلمہ کو شفاء کاملہ و صحتِ عاجلہ عطا فرمائے۔

محقق بے بدل عالم باعمل جناب مولوی سیّد شفیق حسن صاحب نقوی امروہوی

البلاغ المبین:۔ ہمارے قابلِ فخر محقق عالی جناب خان صاحب علامہ محمد سلطان مرزا

بالقابہ ایم ۔ لسے ایل ۔ ایل ۔ بی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ وسیشن جج رئیس دہلی کا وہ گراں قدر شاہکار جس کی حقیقی تعریف و توصیف کا حق ادا کرنا اور خصوصاً ایسے زمانہ میں آسان نہیں جب کہ مدح و ثنا کے ضروری الفاظ رسمی و مصنوعی ستائشوں میں روزانہ مستقل ہو کر بے ذوق و بے اثر ہو چکے ہیں۔ لیکن مؤلف محتشم الیہ کی مساعی جمیلہ ایسی نہیں ہیں۔ کہ اُن پر سکوت و کوتہ قلمی کا ظلم کیا جاتے لہٰذا میں اس امر کے اظہار کو فریضہ سمجھتا ہوں کہ ایسی نادر الوجود شے کا اس عہد میں ہاتھ آنا ہماری خوش قسمتی ہے۔ اس تالیف میں جج صاحب ممدوح نے اپنے فرض منصبی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یعنی غایت احتیاط اور کمال دیانت سے اندرون اسلام کے نزاعی امور کو کثیر التعداد اور مفصل حوالوں سے سپرد قلم و قرطاس فرمایا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان اصولی مباحث کی حقیقت کو واضح اور دقت کو حل کر دیا ہے۔ کہ جن پر غور و تدبر کرنے سے صحیح العقل و انصاف پسند دل و دماغ صراط مستقیم سے محروم نہیں رہ سکتے۔ میں ارباب جستجو کو مبارک باد دیتا ہوں کہ ان کے لئے مسبب الاسباب نے اک ایسا خزانہ مرتب کرا دیا ہے جس میں تفریق بین الاسلام کا قلع و قمع کرنے کے جملہ نوادر و لوازم حسن و قابلیت سے جمع کر دیئے گئے ہیں ناظرین اس کی تصدیق کریں گے کہ البلاغ المبین ارباب فکر و نظر و اصحاب تحقیق و تجسس کو حضرت محسن الملۃ علامہ فہامہ حکیم سید علی اظہر طاب ثراہ دعالم متبحر سید المناظرین مولانا السید علی الحائری قدس اللہ روحہ کی یاد تازہ کرا دی گئی۔ کاش کہ آج سواد اعظم کے مشہور محقق علامہ شبلی نعمانی اور محسن الملک نواب مہدی علی خاں بالقابہ رونق فزاء بزم عالم ہوتے اور ملاحظہ فرماتے کہ یک طرفہ جذبات سے آزاد ہو کر اس طرح تنازعات کی حیثیت و حقیقت منظر عام پر لائی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں اور بآواز بلند کہتا ہوں کہ اگر البلاغ المبین حضرت خلافت مآب عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش ہوتی اور سیاست عمریہ کا باب حضرت ثانی جلد دوم میں ملاحظہ فرماتے تو بمقتضائے عدل فاروقی کماحقہ داد دربار خلافت سے جناب مؤلف کو عطا فرماتے۔ یہ ضرور کہ محقق علامہ نے جو سیاست علویہ پیش کی ہے لاریب وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے لیکن تشیع کو یہ ماننا پڑے گا کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی سیاست قرآن و حدیث یا وحی و الہام میں محدود ہو کر رہ گئی ہے اور حضرت ابن خطاب نے ہر قسم کی پالیسی و ڈپلومیسی کو اپنی سیاست میں مدنظر و ملحوظ خاطر رکھا ہے کہ جس سے بہ نسبت اہل مشرق کے آج اہل مغرب مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں۔

دعا ہے کہ جناب باری مؤلف علامہ کو اپنے ظل رحمت میں مشغول تحقیق و مشغوف تالیف رکھے۔ اور ہمارے جوانوں اور بچوں کو اس مجموعہ کے مطالعہ کی توفیق کرامت فرمائے تاکہ وہ

قصہ سناتے ہیں پوپ گریگری ہفتم نے چرچ میں چند اصلاحات نافذ کیں رومن سلطنت کے شہنشاہ اور جرمن
کے بادشاہ ہنری چہارم نے ان اصلاحات کی مخالفت کی۔ پوپ نے اس کو مذہب سے خارج کر دیا۔ یہ
۱۰۷۶ء کا واقعہ ہے اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہنری کے ملک کی رعایا نے اس کو بادشاہ تسلیم کرنے سے
انکار کر دیا اور بغاوتیں شروع ہو گئیں آخر کار شہنشاہ اعظم تنگ آگیا اور پوپ سے معافی چاہی۔ خود
پا پیادہ کوہ ایلپس کی گھاٹیوں کے اندر جہاں پوپ کا ان ایام میں قیام تھا گیا۔ تین دن تک اندر آنے
کی اجازت نہ ملی صحن محل میں تین شب و روز برف کے اندر بوری و راکھ سے ڈھکا ہوا کھڑا رہا۔ بوری
و راکھ میں لپٹنا معافی مانگنے کی علامت تھی۔ آخر تین دن کے بعد اندر آنے کی اجازت ملی اور معاف
کیا گیا۔ (۱۰۷۷ء) اس میں کچھ نہیں کہ پوپ کا یہ عروج چند دن ہی رہا۔ اور پھر بادشاہ و پوپ میں ایک
ایسی کشمکش شروع ہو گئی جس نے آخر کار پوپ کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ اس ناکامیابی کو دیکھ کر حکمائے یورپ
نے کلیہ قائم کیا کہ حکومت و مذہب ایک آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ محض ایک
پروپاگنڈا کی حیثیت سے شروع کیا گیا تھا۔ تاکہ اس تجربے کی ناکامیابی کے اصل وجوہ و علل پر پردہ
پڑ جائے اس غلط کلیہ کے اجزاء اور اس کی ناکامیابی کے اسباب یہ تھے:۔

(۱) یونانی و رومانوی حکماء نے تو اس کلیہ کو اس وجہ سے قائم کیا کہ اُن کے مذہب میں یہ اہلیت
ہی نہ تھی کہ حکومت کو اپنے عاطفت میں لے۔

(۲) یورپ کی تہذیب چونکہ رومانوی و یونانی تہذیب کے اصولوں پر مبنی ہے لہذا اس نے
یہ کلیہ قبول کر لیا۔

(۳) اس کی ناکامیابی کی وجہ اول تو یہ تھی کہ دراصل یورپ میں اس کلیہ کا تجربہ ہی نہیں ہوا دراصل وہاں
ایک شخص کے ہاتھ میں حکومت و مذہب کا اجتماع کبھی نہیں ہوا بادشاہ علیحدہ تھا اور پوپ علیحدہ اور
یہ دو عملی ہی زیادہ تر اس ناکامیابی کا باعث ہوئی۔ یہ تو دراصل دو بادشاہ ایک اقلیم میں حکومت کرنا
چاہتے تھے جو ناممکن تھا۔

(۴) مذہب عیسوی میں حکومت کے اصول موجود نہ تھے پاپائے اعظم نے وہی اصول اختیار کئے
جو عموماً اُس زمانہ کے بادشاہوں کے تھے یعنی سازش۔ زہر اور تلوار۔ اور ان تینوں ترکیبوں کا آخر کار
ناکامیاب ہونا لازمی ہے۔

(۵) قومیت اور وطنیت کا غلط تخیل بھی جس نے مذہب کا ایک رقیب و مدمقابل پیدا کر دیا
پوپ کے اقتدار کے لئے ایک تیشہ کاری تھا۔

مذہب و سیاست کو علیحدہ کر کے یورپ والے کچھ فلاح کو نہیں پہنچے۔ اس کا جو نتیجہ ہوا وہ
اُن کے لئے بہت بُرا تھا۔ مذہب اور مذہبی اصول کو بادشاہ و سیاسیات کے تابع کرنا ہی مذہب کے
دعوؤں اور اس ہمہ گیری کے خلاف تھا۔ یورپ کی مادیت اس غلطی کا براہ راست نتیجہ ہے۔ مذہب کی جگہ
وطنیت اور قومیت نے لے لی۔ مذہب تو ایک تھا قومیں کئی ہو گئیں اور پھر جو باہمی جنگ ہوئی اور

حقائق اسلامی و دقائق ایمانی سے بمذاق حال واقف و آگاہ ہو جائیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہمارے اسلامی کتب خانے اس گوہر شب چراغ سے روشن و منوّر ہوں تاکہ بہ سہولت استفادہ واستفاضہ کا موقع برادران ایمانی کو مل سکے۔

فقیر نے صداقت و خلوص کے ساتھ جو داد اس جانفشانی و وسیع النظری۔ تحقیق و تدقیق اور توضیح و تشریح کی مؤلف علامہ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اس کے متعلق یہ اعتراف حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ البلاغ المبین حقیر کی قدر و داد سے بہت بلند ہے اور کوئی شک نہیں کہ علامہ مرزا ہمارے عہد کے سلطان المحققین ہیں خدا مت برکاتہ وزادت توفیقاتہ وہ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ ط

الفقیر المذنب سید شفیق حسن نقوی واسلی

امروہوی ۱۵ ر شوال المکرم ۱۳۶۴ھ ہجری

داعی ملّت جعفری، راہ نمائی ہر کافر و غوی تا صراط سوی سید نجم الحسن کراروی مُبلّغ مدرستہ الواعظین لکھنؤ حال مقیم پشاور

نظامی جنتری لکھنؤ میں آپ کے چند مضامین دیکھنے کے بعد میں آپ کے زور قلم، سُوجھ بوُجھ۔ اور قوتِ فیصلہ کا معترف ہو چکا تھا، کہ البلاغ المبین کے بعض صفحات پر نظر پڑی، دلی جذبات نے مجبور کیا کہ کسی تحریک کے بغیر میں آپ کو چند سطریں لکھ دوں۔

خدا کی قسم قوم شیعہ کو آپ جیسے وسیع النظر اور رفیع الفکر حضرات پر ناز کرنا چاہیئے۔ میری نظر سے کوئی کتاب اتنی اہم جو انتہائی بلند نظری کی دعوت دیتی ہو۔ اُردو زبان میں نہیں گذری قرآن و حدیث، تفسیر و تاریخ وغیرہ کی روشنی میں جو فیصلہ فرمایا ہے۔ وہ دیدۂ دل کو منوّر کئے بغیر نہیں رہتا، محال ہے کہ کوئی اس بات کو بنظرِ غائر دیکھے اور اپنے باطل مذہب کو لات مار کر مذہب شیعہ اختیار نہ کر لے اور اگر مذہب میں آچکا ہو تو مستحکم اور ثابت قدم نہ ہو جائے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ کہ میں، ایک نہایت ہی اہم امر میں مشورہ کے لئے مدرستہ الواعظین لکھنؤ بلا گیا، وہاں پہنچ کر میں نے ایک پنڈت جی کو عمارت مدرستہ الواعظین میں دیکھا۔ اُس سے تبادلۂ خیالات کرنے کا موقع ملا۔ میں نے اُس کو بلند نظر پایا۔ چاروں وید اور تمام شاستر اُس کی نوک زبان پر ہیں قادیانی مذہب سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔

اس سے دوران گفتگو میں یہ معلوم ہوا کہ اُس نے مذہب شیعہ اگرچہ مدرستہ الواعظین کے فیوض و برکات سے قبول کیا لیکن عقیدہ میں باوجودیکہ کثیر کتابیں دیکھ چکا تھا استحکام نہ پیدا ہوا، صرف ایک کتاب البلاغ المبین ایسی ہے جس نے رگ وپے میں ایمان کا نور اور شیعیت کی روح دوڑا دی، اب یہ ناممکن ہے کہ جادۂ شیعیت سے قدم ڈگ سکیں۔

میرے محترم مؤلف، میں پُر زور الفاظ میں کہتا ہوں کہ آج تک اتنی مکمل کتاب کم از کم اُردو زبان میں لکھی ہی نہیں گئی، یہ کتاب گنجینۂ معلومات ہونے کے علاوہ قلم کی سنجیدگی روانی الفاظ کی شیرینی، تعبیر دل کی خوشگواری اور نتائج کی برآمدگی میں اپنی آپ نظیر ہے۔

خداوند عالم آپ کو صحیح وسالم وتندرست رکھے کہ آپ کی روشِ قلم سے ایسے ایسے معجزات رونما ہوتے رہیں دنیا فائدہ اُٹھاتی رہے۔ اور مذہب تقویت پاتا رہے۔

امیدہے کہ میری چند سطریں قبول فرمائی جائیں گی جو بالکل خلوص اور صحیح جذبات پر مبنی ہیں۔

فقط والسلام

سید نجم الحسن کراروی، مبلغ مدرستہ الواعظین لکھنؤ

مقیم پشاور محلہ ناظر ظاہر وردی ۵ ۱۱/۴۷ ۱۹ ء

عالیجناب پروفیسر مرزا محمد سعید صاحب حنفی پراونشل ایجوکیشنل سروس ریٹائرڈ

جناب کی کتاب کے تین سو صفحات میں پڑھ چکا ہوں اور مجھے تعجب ہوتا ہے کہ ان روایات واخبار کی موجودگی میں جو جناب نے فراہم کئے ہیں کوئی ذی علم آدمی سُنی عقیدہ پر کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ بہرحال مجھ پر تو یہ اثر ہوا کہ تاریخ اسلام کے متعلق بعض نظریات وعقائد جو میں نے برسوں کے مطالعہ کے بعد قائم کیے تھے شک وشبہ میں پڑ گئے۔

عالیجناب ڈاکٹر سید منظور حسن صاحب جعفری شفا منزل بھرت پور

پچھلی مرتبہ میں جب دہلی گیا تھا البلاغ المبین کی دوسری جلدیں مطبع یوسفی سے خرید لایا تھا۔ شروع سے آخر تک دونوں جلدیں میں نے دیکھیں تعریفیں اور کمنٹس تو اس کتاب پر بہت لکھی جاچکی ہوں گی اور صاحبان علم وقلم نے اس کو کیا کچھ نہ سراہا ہو گا کہ جس کے سامنے میری تحریر اور توصیف کی کچھ حقیقت نہیں ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جتنا کچھ اس

کے متعلق لکھا جاوے کم ہی ہو گا۔ اور اسی بنا پر میری بھی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ کم از کم ایک دو فقرے میں بھی آپ کو ہی لکھ بھیجوں اور وہ یہ کہ جس خوبی اور تجسس سے آپ نے حضرت عمرؓ کے دماغ کا تجزیہ کیا ہے غالباً اب تک کسی صاحب قلم نے ایسا نہیں کیا۔ اور حضرت عمرؓ کی سائیکالوجی کی تشریح اور اس کا اپنا لے سنس جسقدر آپ کے قلم سے منظر عام پر آیا ہے اسقدر اسقدر ابھی تک کسی تحریر و تقریر سے واضح نہیں ہوا حقیقت ہے کہ گذشتہ تیرہ صدی میں اب تک حضرت عمرؓ کو اس قدر کوئی نہ سمجھا اور نہ سمجھ سکا اور ان کی پالیسی کو اس قدر طشت از بام کوئی نہ کر سکا کہ جس قدر آپ نے البلاغ المبین میں کر دیا ہے۔ واللہ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت عمرؓ زندہ ہوتے تو آپ کا قلم ضرور چوم لیتے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

فقط والسلام آپ کا

ڈاکٹر سید منظور حسن جعفری

حامل علوم معقول و منقول جناب مولانا سیّد علی حیدر صاحب مصنف سوانح حضرت عمرؓ

آپ کی کتاب البلاغ المبین فرصت کے اوقات میں دیکھتا رہتا ہوں۔ آپ کی وسعت اطلاع شوق کتب بینی، جذبۂ حمایت دین، فرض شناسی اور جہاد بالقلم کے اشتغال نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔ اس زمانہ میں آپ ایسے ہمدردان دین و ملت و حامیان علم و ایمان ہماری ملت کے لئے باعث ہزار شکر بلکہ موجب فخر و مباہات ہیں۔ زمانہ مذہب کے خلاف بہت زور لگا رہا ہے۔ آپ ایسے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے وجود سے اس فرقہ میں انشاءاللہ کافی قدرت باقی رہے گی۔

قاضی مقبول حسین صاحب جرنلسٹ۔ بدایوں

البلاغ المبین قابل متقن اور فاضل تاریخدان مصنّف نے اسلامی متنازعہ فیہ مسائل پر ایک مورخ کی حیثیت سے، ڈھائی سو سے زائد مستند کتابوں صحیح بخاری وغیرہ کی امداد سے یہ کتاب ہمارے سامنے پیش فرمائی ہے ممدوح کی اس سخت محنت اور جانفشانی کی قدر ہر مسلمان کو خواہ وہ کسی عقیدہ کا ہو ضرور کرنا چاہیئے کیونکہ ہم سب کا واحد مقصد فرقۂ ناجیہ کی تلاش ہی ہونا چاہیئے۔ مروجہ طرز سے مناظرے باہمی کشیدگیوں کو بڑھاتے اور فرقۂ ناجیہ کی تلاش کے مقصد کو بالکل فوت کرتے ہیں ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیئے کہ اسلام ایک اور محض ایک عقیدہ ہو سکتا ہے۔ تہتر عقیدے نہیں ہو سکتا۔ کہنے کو ہر فرقہ اپنے ناجی بتاتا ہے۔ مگر یہ ہو تو

نہیں ہو سکتا کہ سب کے سب ناجی ہوں۔ ناجی تو ایک ہی ہے جو حضور سرورِ عالمؐ نے پیش فرمایا ہے۔ جو آج بھی ہے اور جو قیامت تک رہے گا۔ جس قدر جلد اس کو تلاش کیا جائے اتنا ہی زیادہ ہمارا فائدہ ہے۔ جتنی دیر اس کی تلاش میں لگائی جائے گی اتنا ہی ہم کو نقصان دنیا اور آخرت میں ہر جگہ۔ کاش ہم سب تعصب اور تنفر کی عینکیں اُتار کر اللہ کے واسطے اپنی آخرت کے واسطے نیک نیتی کے ساتھ اُس کو تلاش کریں۔

سب سے بڑی خوبی اس کتاب میں یہ ہے کہ (جہاں جہاں میں نے اس کو دیکھا ہے) فاضل مصنف نے گو اپنا عقیدہ پیش نظر رکھا ہو، ایسا طرز اختیار نہیں فرمایا جس سے تعصب یا تنفر کی جھلک نظر آتی ہو یا جو کسی کو تلاشِ حق میں ناگوار گذرے۔ اور میں اس طرز مصنف پر جو اس سے پیشتر کسی عقیدہ والے مصنف کی تصنیف میں میں نے آج تک نہیں دیکھا، اس مسلمان مصنف کو خصوصیت کے ساتھ مبارکباد پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

میں ۱۹۲۰ء سے مسلسل سیاسیات ملک کے ساتھ ساتھ مسئلہ اتحاد المسلمین پر مضامین لکھ رہا ہوں۔ اور اکثر اس سلسلہ میں خصوصی رسالے بھی پیش کئے ہیں جن پر ملک کے اہل درد مسلمانوں نے بہترین خیالات کا اظہار فرمایا ہے اسی جذبہ اور درد کے ساتھ کتاب مذکور الصدر پر اظہار خیال کر رہا ہوں اور علماء اسلام سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرماکر اس کتاب کو خالی الذہن ہو کر بغور ملاحظہ فرمائیں اور اسی انداز میں اپنے اپنے بیش بہا خیالات کا اظہار فرماکر اپنی کوششوں سے فرقۂ ناجیہ تلاش کر لیں۔ اسلام بہتّر فرقوں یا چوہتّر مصلّوں میں تقسیم کر ڈالنے کے لئے اللہ پاک نے تعلیم نہیں فرمایا ہے۔ ایسا کرنا اور اس کو روا رکھنا ایسی بدترین بدعت ہے جو جہنم میں لے جائے بغیر کسی طرح نہ چھوڑے گی۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ اس کے ذمہ دار زیادہ تر کون حضرات ہوں گے۔

مجھ کو ہمیشہ یہ صدمہ رہا ہے کہ علماءِ اسلام اس فرقۂ ناجیہ کی تلاش سے غافل ہی ہیں۔ بلکہ وہ اس طرف توجہ نہیں فرماتے کہ ہمارے کیرکٹر کفار سے بھی بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں ہمارے بچے لہو و لعب اور آوارہ گردیوں میں منہمک رہتے ہیں ہمارے بڑے اسلام سے ناواقف ہیں۔ کاش وہ اپنے فرائضِ اولین کو سمجھ لیں۔ بعض حضرات جو سیاسیات میں خصوصیت سے حصہ لیتے ہیں وہ بھی تو غور فرمائیں کہ موجودہ سیاسیات انگریزوں اور ہندوؤں کے ڈپلومیسی سے جو اسلام میں ناروا ہیں ملوث ہیں اگر سیاسیات ہی سے ان حضرات کو دلچسپی ہے تو بھی ضرورت ہے کہ اول فرقہ ناجیہ تلاش کریں پھر اس کی رہبری میں دنیا کو آلام و مصائب سے نجات دلادیں موجودہ سیاسی رنگوں سے دنیا تو دنیا کسی ایک قوم یا گروہ کو بھی حقیقی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

عالیجناب سید سردار مہدی الرضوی شیعہ کالج لکھنؤ

......اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اس جامعیت کی کتاب مذہب شیعہ کی اب تک شائع نہیں ہوئی۔ ہر موضوع مدلّل مخالفین کی کتابوں سے اخذ کرکے لکھا ہے اور اپنی بے پناہ رائے سے چار چاند لگا دیئے ہیں۔

عالیجناب سید محمد حسین صاحب جعفری (بی اے آکسن) ریٹائرڈ ناظم تعلیمات سرکار عالی حیدر آباد دکن مؤلف سیرۃ جناب زینب و مترجم بحار الانوار

......میں نے آپ کی کتاب البلاغ المبین میرے ایک عزیز کے پاس دیکھی اس کتاب کی تالیف پر خدائے قادر آپ کو یقیناً اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ انشاءاللہ آپ کی کتاب مجھ جیسے جہلاء کے لئے معلومات کا معدن ہے۔ اس قسم کی تصانیف کی خصوصاً اردو میں بے حد ضرورت ہے اور اس کمی کو جناب نے نہایت عالمانہ اور محققانہ طریقہ سے پورا فرما دیا۔

عالیجناب سُلطان التجار عالم باوقار محمد جعفر دیوجی ازمومباسہ افریقہ

یہ اُن کے انگریزی خط کے اقتباسات کا اُردو میں ترجمہ ہے۔

......آپ کی نہایت اعلیٰ کتاب البلاغ المبین نے مجھے مجبور کیا کہ میں یہ چند سطریں آپ کو لکھوں......میں نے البلاغ المبین کتاب اول کو پُورا اور نہایت دلچسپی سے پڑھا مجھے الفاظ نہیں ملتے جن کے ذریعہ سے میں اس مقدس کتاب کی تعریف کروں۔ میرے پاس بہت سی تاریخ اور مناظرہ کی کتابیں ہیں لیکن مجھے

آپ کی البلاغ المبین ان سب میں مکمل معلوم ہوئی اگر کتاب دوم بھی طبع ہو گئی تو میں بغیر مبالغہ کے کہتا ہوں کہ آپ کی البلاغ المبین اردو میں چھوٹی عبقات الانوار ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو بہت سال زندہ سلامت رکھے تاکہ آپ مذہب و قوم کی خدمت کرتے رہے ہیں خداوند تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ آپ کے ہموم و غموم کو دور کر کے اس دنیا میں خوش و خرم رکھے اور آخرت میں بھی شاد رکھے اور ہم سب عاشقانِ اہلبیت کبھی اپنے اماموں میں سے جدا نہ ہوں اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب ہو۔ آمین۔

ایس ایم حسین بخاری۔ میدان جنگ جنوبی مشرقی ایشیا

شکر الحمد للہ کہ آپ کے اسم شریف سے آگاہ ہوا ..... خدا کرے کہ دنیا کے کونے کونے میں آپ کی شہرت اور اس شوق ایمانی کی روشنی ہو جاوے۔ اب بھی انشاءاللہ اتنی ہے کہ برما میں بھی آپ کی اس فرمانبرداری کا نام درخشاں ہو گیا ہے قبلہ بزرگوار یہ بھی قوم کی فرمانبرداری ہے کہ محنت و جانفشانی کے ساتھ ایسی چیزیں تیار کرتے ہیں۔

عالیجناب سید صفدر حسین صاحب حوالدار کلرک میدان جنگ جنوبی مشرقی ایشیا

البلاغ المبین منگوائی اور مطالعہ کی۔ قبلہ کی گرامی قدر کلام کی قدر شیعیان ہند کہاں تک کریں۔ اس عقیدت کے ہار کو صرف آقائی نجف ہی جانتے ہیں جن کے قدموں میں آپ نے ڈالا ہے۔ انسانی حیثیت سے اس کلام کی تعریف میں میرے پاس الفاظ نہیں اور قبلہ نے آئندہ آنے والی نسل سادات و شیعیان علی و ہند کے واسطے وہ مرحلہ طے کیا ہے کہ جس کے بعد اب کسی کتاب کی سوائے کلام الٰہی کے ضرورت نہیں۔

عالیجناب سید ابن حسن صاحب بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر حسین گنج ہائی اسکول حسین گنج (سارن)

...... خدا گواہ ہے البلاغ المبین قوم کے لئے نازش کا سرمایہ، ایک غیر فانی نعمت، لذیذ خاکہ، خوان ادب کا ایک لطیف ترین طعمۂ شیریں اور لقمۂ جاں بخش ہے

توشۂ آخرت۔ نورِ ایمانی، بلکہ مجسم ایمان ہے۔ آخر میں یہ کہوں گا کہ تبلیغ کا بہترین آرگن ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ صحیفہ آپ کی کہنہ مشقی اور عمیق مطالعہ کا آئینہ ہے۔ قوم آپ پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ ہو۔

عالیجناب سید طاہر حسین صاحب پریزیڈنٹ شیعہ ینگ مین ایسوسی ایشن فاضلکا پنجاب

جناب کی مؤلفہ کتاب موسومہ البلاغ المبین کتاب اوّل مطالعہ سے گذری آپ نے یہ کتاب لکھ کر شیعی دنیا پر خصوصاً اور عام مسلمانوں پر عموماً ایک احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء میرے خیال میں اس کتاب کے مطالعے کے بعد کوئی منصف مزاج سوائے مذہب حقہ جعفریہ کے اور کسی بھی مذہب میں نہیں رہ سکتا۔ اقل ترین یہ کہ کسی خاص موانع کے باعث وہ شیعہ مذہب علانیہ قبول نہیں بھی کرے گا تو سنی بھی نہیں رہے گا۔ بہرکیف موجودہ وقت میں اپنی آپ مثال ہے:

امامیہ کتب خانہ لاہور کے چند انمول موتی

روح القرآن

مؤلفہ:۔ حجۃ الاسلام الحاج علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی۔

یہ وُہ کتاب لاجواب ہے جسکی مثال پاکستان میں نہیں ہے۔ اس موضوع پر شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق آج تک یہاں نہیں لکھی گئی۔ کتاب "روح القرآن" بھی اپنے وجود و ظہور میں منفرد ہے۔ اس کتاب میں قرآن مجید سے متعلق ہر قسم کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ اسمیں قرآن مجید کے معنی بتائے گئے ہیں۔ اسکے نزول سے بحث کی گئی ہے۔ اسکے معجزہ ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تحریف قرآن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اور اس کے متعلق شیعہ نقطۂ نظر کو واضح کیا گیا ہے۔ اسکے کثیر موضوعات میں دو امور پر بحث نے اسے لاجواب بنا دیا ہے۔ (۱) یہ کہ ۳۱۳ آیات قرآنی کی نشاندہی اس مقصد سے متعلق کی ہے۔ کہ یہ آیات آل محمدؐ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ اور اس کا ثبوت کتب اہلسنت سے پیش کیا ہے۔ اس سے بے شبہ ذاکرین و واعظین کو بڑی سہولت مل جاتی ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے واعظ اور ذاکر اس کتاب کو اپنے پاس رکھتے ہیں (۲) اس کے آخری باب میں تقریباً تین سو اُن شیعہ علماء کے اسماء لکھے ہیں۔ جنہوں نے قرآنی خدمات انجام دی ہیں۔ یہ کتاب پہلے ایک مقدمہ کی شکل میں تھی۔ اب اسے مصنف نے مکمل کتاب بنا دیا ہے۔ آفسٹ طباعت۔ حجم ۴۰۰ صفحات۔ رنگین کور۔ سائز ۲۳×۱۸/۸ ہدیہ مناسب۔

حقائق الوسائط (جلد اول)

مصنفہ:۔ علامہ محمد بشیر صاحب قبلہ انصاری فاتح ٹیکسلا۔

یہ کتاب مدت سے ختم تھی اور مومنین کے بیحد اصرار پر اسکو شائع کیا گیا ہے اس ایڈیشن میں علامہ صاحب نے کافی اضافہ بھی کر دیا ہے۔ اب یہ ایڈیشن پہلے سے بھی ہر لحاظ سے بہتر اور جامع ہے۔ سائز ۶½×۱۰ حجم ۴۴۰ صفحات۔ لکھائی بہترین۔ آفسٹ چھپائی۔ سفید کاغذ مجلد۔ ہدیہ مناسب۔

بہتّر تارے یعنی سوانح حیات شہدائے کربلا

مؤلفہ:۔ حجۃ الاسلام الحاج علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی۔

اس اہم کتاب میں حضرات شہدائے کربلا علیہم السلام کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس موضوع پر اردو میں آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ نیز دیگر اٹھارہ بنی ہاشم علیہم السلام اور بہتّر اصحاب حسینی کے حالات لکھ کر بڑی دینی خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں ایک ایسی فہرست دے دی ہے جو شہدائے کرام کے اسماء پر مشتمل ہے۔ جن کے تذکرے متفقہ طور پر عام کتب میں نہیں ہیں۔ لیکن مختلف کتابوں میں ملتے ہیں۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ حجم ۱۲۸ صفحات سفید کاغذ۔ آفسٹ چھپائی۔ سرورق رنگین۔ ہدیہ مناسب۔

زاد العقبیٰ اُردو ترجمہ مودۃ القربیٰ

مصنفہ حضرت سید علی ہمدانی۔

جن کی اعلیٰ تصانیف میں سے کتاب "مودۃ القربیٰ" آسمان شہرت کا آفتاب مانی جاچکی ہے۔ چونکہ یہ کتاب مستطاب عربی ہونے کی وجہ سے اُردو دُنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس لیئے اس کا اُردو ترجمہ مع اصل عبارت مودۃ القربیٰ کے بار دوم میں مؤلف ممدوح کی سوانح عمری پر کافی روشنی ڈال کر طبع ہوا ہے۔ آفسٹ چھپائی کتابت و کاغذ عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

جواہر البیان ترجمہ اللوالو والمرجان

امام حسینؑ پر رونے اور رُلانے کا ثواب۔ مجلس امام مظلوم کے شرائط اخلاص وعبادت کے معنی۔ مجلس کو پُر خلوص پڑھنے سے رکاوٹیں۔ ایک مشہور واعظ کا واقعہ۔ سچائی اور راست گوئی کی مفصل تفصیل اور احکام۔ جھوٹ اور اسکے اقسام اور اس کے مضرات۔ تقیہ اور جھوٹ اور توریہ میں فرق۔ مجلس کو سرمایہ تجارت نہ بنایا جائیے۔ ان اُمور پر مشتمل کتاب اللوالو والمرجان۔ مؤلفہ: علامہ مرزا حسین نوری کا ترجمہ اُردو جواہر البیان۔ سفید کاغذ۔ ہدیہ مناسب۔

فلسفۂ شہادت

مصنفہ: جناب سید سجاد حسین صاحب۔

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سید الشہداءؑ نے کیوں شہادت اختیار کی۔ اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس کے عوام و انصار نے کیا کیا کام کیئے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ہدیہ مناسب۔

تنویرِ کعبہ

مصنفہ شاعر آل یمبر جناب سید علی اطہر صاحب نقوی مرغوب

اس میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا مشرح بیان۔ حج کے اعمال کی مسلسل توضیح۔ اسمیں شہزادہ علی اکبرؑ کا پُر خلوص مرثیہ اس طرح ضم کیا گیا ہے۔ جو اس کتاب کی رُوح کی حیثیت رکھتا ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ ٹائیٹل رنگین۔ ہدیہ مناسب۔

آفتابِ شہادت حصہ اول و دوم

تالیف:۔ علامہ جزائری مدظلہٗ۔

اس کتاب میں واقعات کربلا بالکل اچھوتے انداز میں درج ہیں۔ جس کا ایک ایک لفظ وُہ ہے۔ کہ آپ دل پکڑ کر رہ جائیں گے۔ امام حسینؑ کی شہادت عظمیٰ کے متعلق تمام گندہ ذہنوں کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ بیشمار منبری گوشے اور پاکیزہ نکات کتاب کی ہر سطر ندرت لطافت متانت اور پر شکوہ عبارت کا آئینہ دار ہے۔ اس کتاب کے متعلق رہبر قوم حضرت خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب قبلہ دہلوی کا ارشاد ہے۔ ان تمام کتب میں "آفتاب شہادت" شاہکار ہے۔ جس متانت اور ٹھنڈے دل سے جوابات دیئے ہیں۔ وہ قابلِ ہزار ستائش ہے۔ ہدیہ مناسب۔

ہوتی رہتی ہے وہ یورپ اور تمام دنیا کے لئے خطرناک ہے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم اس ہی قومیت کے بخار کا نتیجہ تھی اور موجودہ محاربہ عظمیٰ جس کی مثال دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس ہی اصول کا نتیجہ ہے۔ چونکہ یورپ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہ کر سکا کہ اس کی حکومت مذہب کے زریں اصولوں کے مطابق ہوتی۔ لہٰذا اس نے اپنی ناکامیابی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ پروپاگنڈا جاری کر دیا کہ حکومت و مذہب کا اجتماع مضر اور ناممکن ہے لیکن اسلام کا مقصد اور اس کا طرۂ امتیاز ہی یہ تھا کہ اس مشکل مسئلہ کے حل کو عملی جامہ پہنا کر دکھائے صاحبانِ غور و فکر اس بات کو اچھی طرح جانتے اور مانتے ہیں چنانچہ جناب ایس۔ خدا بخش متوطن بانکے پور جو جماعت اہل حکومت کے نہایت نامور مورخ ہیں اپنی کتاب politics in Islam کے ص ۱۴۵ پر لکھتے ہیں:

اسلام نے اس مشکل مسئلہ کو حل کر دیا۔

Mohammed not only founded a new religion but established a new policy. By converting his countrymen to the faith in one God, he destroyed the old constitution of his native town and in place of the old aristocratic tribal constitution, which meant conduct of public affairs by the ruling families, set up an out and out theoretic constitution at the head of which he stood as the representative of God on earth.

Even before his death almost the whole of Arabia--Arabia, which had never bent its neck to a prince or ruler--lay, all of a sudden, at his feet, as a national unit paying homage to the will of an absolute master, and yet (as we shal learn in the sequel), though repressed by religion and turned for a time, into other channels, the old tribal and clannish spirit never actually and completely perished among them. In fact the subsequent history of the Arabs is the history of the collision and conflict of this very spirit which entirely swayed the Arab mind.

ترجمہ:۔ حضرت محمد صلعم نے صرف ایک جدید مذہب ہی نہیں قائم کیا تھا بلکہ ایک جدید سیاست وطرزِ حکومت بھی قائم کی تھی اپنے ہم وطنوں کو خدائے واحد کے اعتقاد کی طرف لا کر انہوں نے اپنے شہر کی پرانی

ں علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب کا نہایت سلیس عام فہم اردو ترجمہ

حیات القلوب جلد دوم

بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری

حسب ... کے فضائل۔ آنحضرتؐ کے جمادات و نباتات ... و سماوی سے متعلق بے شمار معجزات۔ نسیم ... مباہلہ سے قبل علمائے نصاریٰ کا آنحضرتؐ کی رسالت پر مناظرہ بسنح ... مقام غدیر میں حضرت علی مرتضیٰ کی ولیعہدی آں حضرتؐ کا مفصل خطبہ مختصر یہ کہ ابتدائے خلقت نور سے آنحضرتؐ کی ولادت تا وفات کے تمام صحیح واقعات اور آپ کے اصحاب خاص جناب سلمان مقداد و ابوذر و عمار یاسر رضوان اللہ علیہم کے ایمان افروز حالات بالتفصیل درج ہیں۔ ایسی جامع کتاب کہ اس کے بعد آنحضرتؐ کے حالات میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی ترجمہ نہایت سلیس۔ عبارت عام فہم جس کو عورتیں بچے سب ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اتنی ضخیم کتاب کی اس قدر کم قیمت اس لئے رکھی گئی ہے کہ عام مومنین بآسانی خرید کر مستفید ہوسکیں۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ سائز ۲۶×۲۰/۸ حجم ۱۰۴۰ صفحات۔

قیمت قسم اول سفید کاغذ مجلد ... روپے۔ قسم دوم اخباری کاغذ مجلد ... روپے۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ موچی دروازہ حلقہ ۲ لاہور ۸

حکومت کا خاتمہ کر دیا اور پرانی قبیلوں کی سرداری کی جگہ جو امیر خاندانوں کی حکومت کے مرادف تھی انہوں نے حکومت الٰہیہ قائم کی جس کے سردار وہ خود تھے کیونکہ وہ زمین پر خلیفہ و نائب خداوند تعالیٰ تھے آپ کی رحلت سے قبل ہی تمام عرب۔ وہ عرب جس نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی تھی آپ کے قدموں پر آگرا اور اس نے آپ کو اپنا خود مختار حاکم اور والی تسلیم کر لیا....... اگرچہ تھوڑے عرصے کے لیے جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ قبیلوں کی پرانی عادتیں مذہب سے دب گئی تھیں لیکن وہ عادتیں کبھی مکمل طور سے عربوں میں سے معدوم نہیں ہوئیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عربوں کی آئندہ کی تاریخ بھی قبیلوں کی آپس کے رشک و حسد کی تاریخ ہے۔ جو ہمیشہ عربوں کے دماغ پر مسلط رہی۔

آگے چل کر ص ۱۵۱ پر ایس خدابخش صاحب تحریر کرتے ہیں :-

The most striking feature in the character of the Arabs in their nervous excitability; and the Arab character, accordingly may be divided into two classes. In one, the wild, unrestrained beduin disposition shows itself. Its characteristics are greed, foundness for plunder, exceeding sensuality and an unrefined pride. In the more enlightened natures where these wild impulses were suppressed or controlled by a more highly developed sense of morality, one finds a deed pervading melancholy, insensibly passing into religious fervour and ecstasy..........we notice the two aspects of the Arab character in the companions of the Prophet. The majority of the companions fall under the first heading; gold and property were all in all to them. The most distinguished companions of the Prophet, especially those nominated by Omar to the council of regency, acquired immense wealth. Zubair left behind property worth fifty million dirhams. Abdur-Rehman ibn Auf owned, when he died, one thousand camels and so much in cash that every one of his four widows (another report three) after the deduction of the share of the children obtained eighty to hundred thousand dirhams. Saad ibn Waqqas had a beautiful palace in the neighbourhood of Medina where he lived in comfort and peace.

Talha left behind on his death twenty lacs of dirhams and two lacs of dinars in cash.

His capital and landed properties were valued at 30 Million dirhams.

عربوں کی فطرت

ترجمہ :- عربوں کی فطرت کی سب سے نمایاں علامت ان کا بہت جلد واقعات سے اثر پذیر ہو جانا ہے اور اس وجہ سے عربوں کی فطرت دو قسموں میں تقسیم ہو سکتی ہے اول قسم تو یہ ہے کہ جس میں آزاد جنگلی بدوی خصلت نمایاں ہے اُس کی خصوصیات حرص و طمع و غارتگری عیش پسندی و نخوت و غرور ہیں۔ دوسری قسم مہذب و علم والے لوگوں کی ہے جن میں ان خواہشات و جذبات کو فرائض شناسی نے قابو میں کیا ہوا تھا۔ ان لوگوں میں گہری غم آلود متانت تھی جو آخر کار مذہبی جوش میں تبدیل ہو گئی۔ ...... جناب رسولِ خدا کے صحابہ میں دونوں قسم کے لوگ تھے اور ان میں یہ دونوں قسم کی حالتیں پائی جاتی تھیں۔ آپ کے صحابہ کی اکثریت قسم اوّل کے لوگوں کی تھی اُن کے لئے مال و جائداد ہی سب کچھ تھا جناب رسولِ خدا کے نہایت مشہور صحابہ نے خصوصاً انہوں نے جن کو حضرت عمرؓ نے ممبران شوریٰ مقرر کیا تھا بہت زیادہ دولت جمع کر لی تھی۔ زبیر نے اپنی وفات پر پانچ کروڑ درہم کی جائداد چھوڑی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنی وفات پر ایک ہزار اونٹ اور اتنا رقبہ چھوڑا کہ ان کی چاروں اور بقولے تینوں بیوگان میں سے ہر ایک نے اولاد کا حصہ نکالنے کے بعد اسی سو ہزار درہم تک پایا۔ سعد ابن ابی وقاص نے مدینہ کے نزدیک ایک عالی شان محل بنایا تھا جس میں وہ عیش و آرام کے ساتھ رہتے تھے طلحہ نے اپنی وفات پر بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار چھوڑے انکی دولت و جائداد کی کل قیمت تین کروڑ درہم تھی۔

امور ثابت شدہ

ان اقتباسات سے بہت سے امور ثابت ہوتے ہیں۔ ہم صرف ان میں سے چند کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کراتے ہیں :-

۱۔ آنحضرتؐ نے ایک نیا طرزِ حکومت و تمدن قائم کیا۔ پُرانی حکومت جیسی بھی تھی اُس کو قطعی طور سے نیست و نابود کر دیا۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ آنحضرتؐ نے پُرانی شیخانی طرزِ حکومت سے نمونہ لیا اور اس کی تقلید میں جمہوریت قائم کی۔

۲۔ آنحضرتؐ نے حکومت الٰہیہ قائم کی۔ جس کے سردار آپ خود تھے اور آپ مطلق العنان تھے۔

۳۔ باوجود اسلام کے اُن لوگوں میں سے پُرانی عادت و رسم و رواج زائل نہیں ہوئے بلکہ وہ اسی طرح قائم رہے۔

۴۔ آنحضرتؐ کے صحابہ دو قسم کے تھے اُن میں اکثریت تو اُن لوگوں کی تھی جن میں حرص و طمع و غارتگری بیجا غرور اور نفس پرستی تھی۔ اقلیت اُن لوگوں کی تھی جو صاحبِ علم و اخلاق تھے مقدم الذکر اکثریت

کے لئے تو جو کچھ تھا بس دنیا کا مال ہی تھا۔

۵۔ لوگوں میں اثر و رسوخ رکھنے والے صحابۂ رسول وہ تھے جنہوں نے بہت زیادہ مال و دولت جمع کر لیا تھا اور جو اس اکثریت میں سے تھے جن میں طمع و حرص و غارتگری و نفس پرستی تھی۔

۶۔ ان ہی میں سے زبیر و طلحہ و عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے جنہوں نے بے شمار دولت جمع کرلی تھی۔

۷۔ حضرت عمر کے دوست اور معتمد علیہ وہی تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کی وفات اور حضرت عمر کی رحلت کے درمیانی وقت میں اتنا کثیر مال جمع کر لیا تھا۔

۸۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے بلاذری کی اس تحریر کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے کسطرح اور کن لوگوں کو اپنی اور اپنے دوست کی حکومت مستحکم کرنے کے لئے جاگیریں تقسیم کی تھیں۔

۹۔ اب تو ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کیوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر ممبران شوریٰ نے حضرت علیؑ سے اقرار لینا چاہا کہ وہ سنتِ رسولؐ و سنتِ شیخین دونوں کی پیروی کریں، سنتِ رسولؐ تو محض زینت کے لئے کہا گیا تھا۔ مدعا سنتِ شیخین سے تھا اور کیوں جب حضرت علیؑ نے محض سنتِ رسولؐ پر چلنے کا وعدہ کیا تو ان بزرگوں نے آپ سے اعراض کیا۔ سنتِ شیخین پر خلیفہ کو چلانا ضرور تھا تاکہ جس ذریعہ سے دولت جمع ہوئی تھی وہ بند نہ ہو جائے۔

شوریٰ میں خلیفہ کو سنتِ شیخین پر عمل کرانے کی اصرار کی غرض و غایت

اب اس بحث کو زیادہ طول دینا بے سود ہے۔ اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت میں حکومتِ الٰہیہ شامل تھی اور وہ آپ کی نبوت کا جزو اعظم تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حکومت و سیاست کا اجتماع شخص واحد میں اصلی مقصد اسلام ہے اور یہ نظریہ کہ مذہب و سیاست کا ایک جگہ اجتماع مضر ہے جہالت کا نظریہ ہے یورپ نے اپنی ناکامیابی کی وجوہات پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کو مشتہر کیا ہے آنحضرتؐ کی نبوت کا مقصد دنیا میں حکومتِ الٰہیہ کا قائم کرنا تھا۔

اسلام میں جمہوریت نہیں ہے۔

یورپ کی تعلیم کا ایک اور مضر اثر مسلمانوں میں پھیل رہا ہے اور چونکہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی ظاہری نمائش کی حمایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے یہ لوگ اس کے دلدادہ نظر آتے ہیں اب یہ کہا جانے لگا ہے کہ اسلام جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے جو کہ محض غلط ہے امر واقعہ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ والے اسلام کی تو ہمیں خبر نہیں جو اسلام قرآن شریف میں ہے اور جس کی تعلیم جناب رسولِ خدا نے دی وہ تو جمہوریت و وطنیت کے بالکل خلاف ہے۔ وطنیت بھی جمہوریت کا ایک جزو ہے اب تو تمام مفکرین اسلام کا اس پر اجتماع ہو چکا ہے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں چنانچہ حکیم الامت حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو — کہ از مغزِ دو صد خر فکر انسانے نمی آید

اقبال اور جمہوریت کی خرابیاں

جمہوریت کا اول و آخرین اصول یہ ہے کہ اکثریت کی رائے نص قطعی ہوتی ہے ان کے نزدیک دو سو احمق ایک سو ننانوے عقلمندوں سے بہتر ہوتے ہیں اور ان پر حکومت کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

اگر ایک شخص اکیلا ڈاکہ ڈالے تو مجرم اور گردن زدنی اگر ایک جماعت (یعنی قوم) اپنی کثرت رائے سے ڈاکہ ڈالے (کمزور قوم کو دبالے) تو عین حق دس احمق نو عقلمندوں کو بیوقوف بنا سکتے ہیں کیا معاذاللہ اسلام بھی یہی احمق پروری ہے یا قرآن شریف کی بھی یہی رائے ہے ہم آپ کو بادشاہت و جمہوریت کا فرق بتاتے ہیں بادشاہت میں صرف ایک آدمی حکومت کرتا ہے جمہوریت میں دو صد آدمی مل کر حکومت کرتے ہیں۔ بادشاہ اگر رعایا کے درمیان انصاف کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن اگر جمہوریت میں یہ حکمرانوں کی جماعت انصاف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی کیونکہ اُن کو رائے دہندگان کا خوف ہوتا ہے جن کی رایوں سے اُن کو حکومت ملتی ہے۔ رائے دہندگان چونکہ اپنی پارٹی یا جماعت کو حکمران پاتے ہیں لہٰذا اس طاقت کے زعم میں دوسروں پر زیادتی و ظلم کرنا اپنا جائز حق سمجھتے ہیں بلکہ یہ اُن کی رائے کی قیمت ہوتی ہے بادشاہ اگر ظلم کرے گا تو کہاں تک ظلم کرے گا صرف ایک آدمی کی خواہشات کی حد تک ظلم ہوگا۔ اپنے خاندان والوں سے تو بادشاہ اکثر کتر ایا ہی کرتے ہیں۔ اور ان کو اختیار نہیں دینا چاہیئے جمہوریت کے حکمران اگر ظلم کرنے پر آئیں تو کئی درجن خاندانوں اور اُن کے لواحقین و دوستوں اور رشتہ داروں کی خواہشات کی لاانتہا حدود تک ظلم ہوگا۔ بادشاہ اگر فضول خرچ ہے تو ایک آدمی کے اُوپر جہاں تک خرچ ہو سکے گا کرے گا۔ یہ درجن کے درجن حکمران کئی درجن گنا خرچ زیادہ کریں گے اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ صرف پانچ یا تین سال تک یہ حکمرانی ہے تو پھر دونوں ہاتھوں سے جھولیاں بھرتے ہیں۔ بادشاہ کا خاندان بہت پرانا شرافت کا مجسمہ ہوتا ہے۔ نسلاً بعد نسلٍ بادشاہت کرتے کرتے دل فیاض اور خیالات وسیع ہو جاتے ہیں چشم سیر ہوتی ہے حوصلہ عالی ہوتا ہے۔ رشک و حسد و تنگ خیالی کا اثر تک نہیں ہوتا۔ دوسروں کو فیض پہنچانا اس کی فطرت کا خاصہ ہوتا ہے۔ سخاوت کا سمندر جب جوش مارتا ہے تو سارے ملک کے کونہ کونہ میں اس کی لہریں پہنچتی ہیں۔ جمہوریت کے درجنوں حکمران عوام الناس کی رایوں سے مٹی کے ڈھیر پر سے اُٹھا کر تخت پر بٹھائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کسی کے باپ دادا لوہار ہوتے ہیں کوئی جولاہوں کے خاندانوں میں سے ہوتا ہے کسی کے یہاں جوتے بنتے آئے ہیں۔ یہ لوگ حکمرانی کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔ باپ نہ ماری پیدڑی اور بیٹا تیر انداز۔ وہ اپنے پیشے اور خاندان کے تنگ خیالات۔ رشک و حسد۔ رقابت۔ تھڑدلاپن لے کر آتے ہیں یہ کیا جانیں کہ دُوسرے کو فیض پہنچانا کس کو کہتے ہیں سخاوت کس شے کا نام ہے دریادلی کیا ہوتی ہے شاہانہ بے نیازی کس کو کہتے ہیں یہ تو کسی کے ساتھ نیکی بھی کریں گے تو اُس کے عوض پر پہلے نظر ڈال لیں گے کہ اس کو جو ہم نے یہ فائدہ پہنچایا ہے وہ اس کے عوض میں ہمیں کیا دے گا۔ ہم اس عقل کی اعجوبیت پر حیران ہیں گھوڑوں بیلوں، کتوں، گدھوں، کبوتروں، مرغوں کی نسلوں کو تو بہت اہمیت دی جاتی ہے اُن کے ماں باپ کا ایک طویل شجرہ ہر وقت تیار رہتا ہے تاکہ خریداروں کے سامنے پیش کیا جاسکے جو جانور کئی پشتوں سے نجیب الطرفین ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ قیمتی سمجھے جاتے ہیں لیکن جب اپنے حکمرانوں کے انتخاب کا وقت آتا ہے تو پہلی نسل کو بھی نہیں دیکھتے وہاں تو

جس کی ہتھیلی میں زیادہ روپیہ ہوتا ہے یا جس کی زبان میں زیادہ روانی ہوتی ہے وہی بازی لے جاتا ہے یہ ہے وہ جمہوریت جس کو آپ قرآن شریف سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

طلوع اسلام ایک عمدہ رسالہ تھا جو دہلی سے نکلا کرتا تھا۔ مسلمانوں کے لئے سیاسی تدابیر و تجاویز اس پرچہ میں اکثر ہوا کرتی تھیں اُس کے دسمبر ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں اسلام اور جمہوریت کے عنوان سے ایک مضمون ہے۔ مضمون نگار جمہوریت کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :۔

"ہم چیلنج دیتے ہیں قومیت پرست علماء کے پورے گروہ کو یہ کتاب وسُنّت آثار سے کوئی ایک ایسی سند پیش کریں جس کی رُو سے اسلام اپنے متبعین کے لئے اس قسم کے نظام حکومت کے ماتحت زندگی بسر کرنے کا نام آزادی قرار دیتا ہو۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کی بصیرت و فراست کو کیا ہو گیا۔ اُن کے نزدیک کوئی شخص اکیلا ڈاکہ ڈالے تو مجرم ہے انسانیت کا دشمن ہے لیکن اگر ڈاکوؤں کی جماعت مل کر کثرت رائے سے ڈاکہ ڈالیں تو یہ ڈاکہ (نعوذ باللہ) عین اسلام کے مطابق ہے۔ اس لئے یہ ڈاکہ جمہوری نظام حکومت کے ماتحت واقع ہوا ہے اُن کا خیال ہے کہ اگر دو آدمیوں کے مقابلہ میں ایک آدمی دو اور دو پانچ کہے تو یہ غلط ہوگا لیکن اگر پانچ آدمی یہی کہہ دیں تو پھر یہ بالکل صحیح ہو جائے گا اس لئے کہ اب اسے جمہوریت کی سند حاصل ہو جائے گی اگر کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہی سند کافی ہے کہ اکثریت اس کے حق میں ہے تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خود خدا ماننے والوں کے مسلک کی تردید کیوں کرتے ہیں حالانکہ وہ اکثریت میں ہیں دُور کیوں جایئے خود ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ہندو اکثریت میں، اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حق وہی ہے جسے اکثریت کی حمایت حاصل ہے تو پھر ہندوؤں کو حق پر ماننا پڑے گا۔ ممکن ہے آپ کہہ دیں کہ یہ تو مذہب کے معاملات ہیں نظام حکومت سے انہیں کیا واسطہ۔ لیکن سوال یہاں مذہب اور حکومت کے شعبوں کا نہیں بلکہ اس بنیاد کا ہے جس پر جمہوری نظام کا نظریہ قائم ہے اور وہ بنیاد یہ ہے کہ اکثریت اقلیت کے مقابلہ میں برسرحق ہوتی ہے یہ بنیاد ہی غلط ہے اور جب بنیاد ہی غلط ہے تو جس قدر عمارت اس پر تعمیر ہوگی سب غلط ہوگی خواہ اس میں حکومت کا کمرہ الگ ہو اور مذہب کا الگ"۔

پھر اس کے بعد کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"اسلام میں حکومت کا اختیار نہ اکثریت کو حاصل ہے نہ ایک فرد کو۔ وہاں حکومت کا اختیار انسانوں سے بلند و بالا ایک ذات کو حاصل ہے جسے خدا کہتے ہیں ان الحکم للہ (حکومت کا اختیار صرف خدا کو حاصل ہے) اسلام کا بنیادی اصول حکومت ہے۔ خدا کے سوا کسی اور میں حکومت کے اختیار کا عقیدہ اس کے نزدیک شرک ہے . . . حکومت قوانین کے ذریعہ قائم ہوتی ہے۔ اور ان قوانین کے اصول وضوابط اللہ تعالیٰ

نے خود مرتب فرما کر اپنی زندہ جاوید کتاب میں محفوظ کر دیئے ہیں۔ اس لئے تمام امور
کے فیصلے اس ضابطۂ خداوندی کے ماتحت ہوں گے جو ایسا نہ کرے گا وہ حکومت الٰہی
کا انکار کرنے والا ہوگا۔"

دیکھیے! یہ صاحب کتنا حق کے نزدیک آگئے ہیں جمہوریت اسلام کے اصُول کے خلاف ہے
احمقوں کا بنایا ہوا طرزِ حکومت احمقانہ اصُول پر مبنی اس جمہوریت کو سلطنتِ الٰہیہ سے کیا سروکار جس میں
حکومت صرف خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اتنا تو کہہ دیا۔ لیکن پورا حق ہوتا اگر یہ بھی کہہ دیتے کہ خدا خود تو
حکومت کرنے نہیں آتا اصولاً تو ساری دنیا کا وہی حاکم ہے کافروں کے ملک کا بھی اور مسلمانوں کے
ملک کا بھی لیکن مسلمانوں کی سلطنتِ الٰہیہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کے حاکم کو خداوند تعالیٰ نے
خود مقرر کر دیا ہے اور اپنے نبی کی معرفت اُمت کو شناخت کرادی ہے اُس الٰہی حکام کے سلسلہ کے
اول حضرت علیؑ ہیں لیکن اتنا کہنے سے اُن کے پرانے عقیدے نے ان کو باز رکھا۔ فوراً حضرت عمر
کا تاریخی فقرہ حسبنا کتاب اللہ یاد آگیا ساتھ ہی سقیفہ بنی ساعدہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے
پھر گیا بس پھر کیا تھا سیدھے راستے سے اُٹھ گئے اور کہنے لگے کہ اسلام میں نہ جمہوریت ہے اور
نہ بادشاہت۔ آگے چل کر کہتے ہیں کہ دونوں اچھائیاں اسلام کے نظامِ حکومت میں ہیں۔ حاکم کو اکثریت
مقرر کرتی ہے۔ حاکم مجلس شوریٰ مقرر کرتا ہے اس سے صلاح مشورہ کرتا ہے لیکن اکثریت کے فیصلہ کا
پابند نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اُمت کا متفقہ فیصلہ کہ مانعین زکوٰۃ سے جنگ نہ کی جائے
نہ مانا۔ وغیرہ وغیرہ یہ ہیں "ایک مسلمان" کے افکار پریشان۔ آپ نے دیکھا جب انسان صراطِ مستقیم
کو چھوڑ دیتا ہے تو کس طرح بھٹکتا پھرتا ہے وہ ہی اکثریت جس کی برائیاں کر رہے تھے حاکم مقرر
کرنے کے لئے آموجود ہوئی اکثریت نے حاکم مقرر کیا تو گویا ایک ہزار گدھے نو سو ننانوے آدمیوں
سے بڑھ گئے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حاکم کے لئے اسلام میں ضروری ہے کہ مجلس شوریٰ مقرر کرے لیکن
وہ اکثریت کے فیصلے کے پابند نہیں۔ یہ کیا بات ہوئی اور کیسی جمہوریت۔ مجلس شوریٰ تو بڑے
سے بڑا جابر حاکم بھی مقرر کر لیتا ہے۔ مشیر و صلاح کار جس طرح حضرت ابوبکرؓ کے تھے اسی طرح
چنگیز خاں کے بھی تھے۔ تیمور کے بھی تھے۔ نپولین کے بھی اور ہٹلر کے بھی۔ کوئی حاکم یا آمر یا ڈکٹیٹر
ایسا نہیں جو اپنے گرد صلاح و مشورہ کے لئے اپنے ہمخیال لوگوں کا حلقہ نہ رکھتا ہو دوسرا سوال یہ
پیدا ہوتا ہے کہ اس مجلس شوریٰ کے لئے انتخاب ہوگا یا حاکم خود مقرر کرے گا اگر انتخاب ہوا تو وہ ہی
اکثریت کی لعنت۔ اگر حاکم نے خود مقرر کر لیا تو وہ ہی ڈکٹیٹر کی سی خود سری۔ پھر فرماتے ہیں کہ یورپ کی
جمہوریت میں اکثریت کو قانون و ضوابط بنانے پڑتے ہیں۔ یہاں وہ قواعد و ضوابط خداوند تعالیٰ کی طرف
سے بنا دیئے گئے ہیں۔ اور یہی مطلب ہے خداوند تعالیٰ کے حاکم ہونے کا۔ کیسی بہکی ہوئی بحث ہے
کہیں مجلس قانون ساز بھی حاکم ہوا کرتی ہے حاکم تو وہ ہوتا ہے جو اس قانون کا نفاذ کرے۔ اصلی
حکومت تو نفاذ میں ہے نہ کہ محض قانون کے بنانے میں۔ خداوند تعالیٰ کو اپنی حکومت دی حاکم مطلق

کے درجہ سے گرا کر قانون ساز کے درجے پر لے آئیے۔ قانون کیسا ہی اچھا ہو اگر اس کو جاری کرنے والا اچھا نہیں ہے اور ظلم کرتا ہے تو پھر قانون کی خاموش عمدگی کیا فائدہ دے گی اور یہی تو اسلام کا رونا ہے کہ قرآن کی مقرر کردہ طرز معاشرت پر کوئی عمل نہیں کر رہا۔ اسلام میں جو تفرقے پیدا ہوئے ہیں اور فساد اٹھے ہیں وہ بھی تو صرف ایک کتاب قانون و ضوابط کی موجودگی میں ہوئے ہیں۔

بہت طویل بحث کی جا سکتی ہے اور بہت سی وجوہات دی جا سکتی ہیں اس امر کے ثبوت میں کہ اسلام میں جمہوریت اور انتخابی حکومت نہیں ہے اور نہ یہ طرز حکومت اسلام جیسے ہمہ گیر مذہب کے لئے موزوں ہے انتخابی حکومت اور جمہوریت کی بناء اکثریت پر ہوتی ہے اور قرآن شریف کا مطالعہ ہر ایک اپنے اور غیر کو قائل کر دے گا کہ اس میں اکثریت کی مذمت ہی کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکثریت ہمیشہ غلطی پر ہوتی ہے بلکہ دنیا اور انسان کے ماحول کا مطالعہ بتا رہا ہے کہ اچھے لوگ، اچھی شئے یہاں کم پائی جاتی ہے، کثرت ناکارہ اور جاہل لوگوں کی ہوتی ہے۔ عالم خدا رسیدہ، نیک بندے کم ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے :-

قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ (پارہ ۲۲۔ سورۃ السبا۔ ع ۱)

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ (پارہ ۲۳۔ سورہ ص ع ۲)

توجمہ :۔ اُن کی اکثریت اپنے میں سے بعض کے اوپر ظلم و زیادتی کرتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے اور عمل نیک کیے اور وہ بہت کم ہیں۔

قرآن شریف میں تو جمہور و عوام الناس کی کہیں تعریف ہی نہیں ہے، بلکہ صاف صاف بیان کیا ہے کہ دنیا میں کثرت اُن لوگوں کی ہے جو ظالم و جاہل ہیں ناشکرے ہیں کیا سلطنت الٰہیہ میں خداوند تعالیٰ حاکم و بادشاہ مقرر کرنا ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑے گا۔

ایک اور امر قابل غور ہے حضرت عمر کی رائے میں نبوت و حکومت علیحدہ علیحدہ عہدے تھے اور علماء اہلسنت و جماعت کی رائے میں اسلام جمہوری حکومت کی تعلیم دیتا ہے نتیجہ نکلا کہ جناب رسول خدا نے جو بطور بادشاہ کے خود حکومت اپنے ہاتھ میں رکھی وہ اصول و مبانیٔ اسلام کے خلاف تھا اور اگر یہ دونوں رائیں درست ہیں تو حضرت عمر و دیگر صحابہ نے کیوں نہ جناب رسول خدا کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور کیوں نہ جمہوریت کے اصول رائج کرائے آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد لوگوں سے کہنا کہ آؤ چلیں خلیفہ منتخب کریں جمہوریت کے اصول کی بناء پر نہ تھا بلکہ حاکم سابق کے مقرر کردہ جانشین کو نظر انداز کرنے کے لئے صرف یہی ایک طریقہ ہو سکتا تھا۔

ہندوستان میں انتخابی حکومت کی خرابیاں اس قدر ظاہر ہو گئی ہیں اور عملی طور سے تمام لوگوں نے اس طرح ان کا تجربہ کر لیا ہے کہ کسی ایسی کتاب میں جو ہندوستان میں شائع ہو۔ انتخابی حکومت کی خرابیوں کو گنوانا محض فعل عبث ہے، رعایا کے ہر فرد بشر نے تجربہ ذاتی سے معلوم کر لیا ہے کہ جس

تختۂ زمین اور جس قوم پر خداوند تعالیٰ اپنا شدید ترین عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو صرف اتنا کافی ہے کہ اس ملک میں انتخابی حکومت قائم کرادے۔ پھر سارے عذاب خود بخود آجائیں گے، جمہوریت کامل جس میں تمام لوگوں کی اپنی حکومت اپنے مفاد کے لیئے ہو، نہ پہلے کبھی دنیا میں ہوئی نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگی۔

انسائیکلو پیڈیا یا برٹینکا میں اس مضمون پر رائے ظاہر کی گئی ہے کہ جمہوریت اگر کبھی تھی تو یونان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تھی اس کے بعد پھر کبھی نہیں ہوئی لیکن مسٹر کلارک نے اپنی کتاب موسومہ Democracy in the Dock. میں اس کا بھی فیصلہ قطعی کر دیا ہے وہ کہتے ہیں:۔

It follows that as the slave population in Athens, for example--was as great or greater than that of freemen, and as women took no part in the assemblies, there has never beena perfect democracy according to modern political ideas, in the history of the world, nor in there any likelihood of one in future. (Clark, Democracy in the Dock p.10)

یعنی اس زمانہ میں بھی ایتھنز میں مثلاً غلام اور عورتوں کی تعداد آزاد لوگوں سے زیادہ تھی اور آزاد لوگوں کی رایوں پر جمہوریت کا قیام تھا۔ عورتیں اس میں حصہ نہیں لیتی تھیں۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ دنیا میں کامل جمہوریت نہ کبھی ہوئی اور نہ آئندہ اس کے ہونے کا امکان ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اسلام کی حکومتِ الٰہیہ میں جمہوریت و انتخابی حکومت نہیں ہے اسی طرح ڈکٹیٹر شپ اور فاسزم کے لیئے اس میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ڈکٹیٹر شپ اور فاسزم مندرجہ ذیل اصول پر مبنی ہیں:۔

۱۔ ہر ایک شخص ڈکٹیٹر ہو سکتا ہے کسی شرط و قاعدہ کی ضرورت نہیں۔
۲۔ ڈکٹیٹر ہر ایک حکم دے سکتا ہے کسی قاعدہ اور قانون کا پابند نہیں۔
۳۔ اگر قواعد و قانون اس کی مرضی و خواہشات کے خلاف ہیں تو وہ ان کو تبدیل یا منسوخ کر سکتا ہے۔
۴۔ کوئی شخص اس کے احکام کی خلاف ورزی کسی بناء پر نہیں کر سکتا اور نہ اس میں نکتہ چینی کر سکتا ہے۔
۵۔ یہ سوال کہ احکام ظالمانہ و سفیہانہ ہیں، ڈکٹیٹر شپ کی گورنمنٹ میں اُٹھایا ہی نہیں جا سکتا۔

جمہوریت کے حکام کی طرح ڈکٹیٹر بھی اکثر نیچے کے طبقہ کا آدمی ہوتا ہے وہ ہی تنگ خیالی، کم مائیگی، رشک و حسد اور بھڑ دلا پن اس میں بھی ہوتا ہے۔ شاہانہ وسعت نظر و بلند خیالی، سخاوت و فیاضی کے جوہر اس میں بھی مفقود ہوتے ہیں، نسلوں کی شاہانہ تربیت و تعلیم سے وہ بھی عاری ہوتا ہے ان سب برائیوں کے ساتھ اس کے احکام کی سختی ڈکٹیٹر شپ کو جمہوریت سے بھی زیادہ مضر اور خوفناک

بنا دیتی ہے۔

قرآن شریف صاف صاف کہہ رہا ہے کہ اسلام کی حکومت الٰہیہ میں نہ جمہوریت ہے اور نہ انتخاب اور نہ ڈکیٹر شپ، ملاحظہ ہو:۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ پ۲۲ سورۃ الاحزاب ع ۵

جماعت اسلامیہ میں سے کسی مرد یا عورت کو یہ حق نہیں کہ جب خدا و رسولؐ کچھ حکم دیدیں تو پھر ان کے لئے اس میں کچھ اختیار باقی رہے اور جو کوئی خدا و رسولؐ کی نافرمانی کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسولؐ اور صاحبان امر کی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(پ ۵۔ سورۃ النساء ع ۹)

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تم کو حاکم نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کرلیں تب تک یہ مومن نہ ہونگے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

(پ ۲۱۔ سورۃ الاحزاب ع ۱)

نبی مومنین کی جانوں کا والی ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوتے ہیں:۔

۱۔ جناب رسولؐ خدا کی نبوت میں حکومت الٰہیہ شامل ہے۔

۲۔ اس حکومت میں جمہوریت یا انتخاب حکمران نہیں ہے۔

۳۔ اوّل کی دو آیتیں ملاحظہ ہوں۔ خدا کی اطاعت و رسول و اولی الامر کی اطاعت کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ خدا کی اطاعت کا مطلب ہے قوانین و ضوابط مذہب اسلام کی پابندی نتیجہ نکلا کہ رسول و اولی الامر کے احکام و افعال و اقوال مطابق قوانین و ضوابط مذہب ہوں گے یعنی وہ بھی پابند ہوں گے کہ ان قوانین کے مطابق عمل کریں رسول بھی خداوند تعالیٰ کی اطاعت کے لئے اسی طرح مامور ہے کہ جس طرح اُمت اسلام میں ظلم و زنا و جور و تعدی و قتل ناحق سب ممنوع ہیں لہٰذا حکومت الٰہیہ کے سردار کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ ان اُمور کا مرتکب ہو۔ پس یہی بات فرق پیدا کرتی ہے۔ ڈکیٹر اور اسلامی حکومت الٰہیہ کے سردار میں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اسلام میں ڈکیٹر شپ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جناب رسولؐ خدا کا طرز عمل بھی یہی بتا رہا ہے کہ وہ نہ جمہوریت چاہتے ہیں اور نہ ڈکیٹر شپ اور انتخابی حکومت تو بالکل ہی ناموزوں ہے۔ اسلام کا سردار اعلیٰ تو ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے اور جو طریقۂ حکومت اختیار کیا جاتا ہے وہ بھی ہر حالت میں قابل عمل ہی سمجھ کر اختیار کیا جاتا ہے اُمت محمدؐ یہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے سائبیریا کے برفستانوں میں۔ افریقہ کے ریگستانوں میں، چین کے میدانوں میں، ہمالیہ

کے پہاڑوں میں، ہندوستان کے بیابانوں میں۔ یورپ کے آرامگاہوں میں۔ غرض دُنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان موجود ہیں ان میں ایک حاکم اعلیٰ کا انتخاب کرنا ناممکن ہے طریقۂ انتخاب ہی پیر لٹرا اپیال ہو جائیں گی اور اگر یہ سمجھو کہ ہر ایک ملک کا علیحدہ حاکم اسلام ہو گا تو پھر مرکزیت کہاں رہی اور سب سے بڑی خرابی جو ہوگی وہ یہ ہوگی کہ وطنیت کا قدم درمیان میں آجائے گا اور وطنیت کا تخیل اسلام کے لئے سمِ قاتل ہے جیسا کہ علامہ اقبال نے بار بار اعلان کیا ہے۔

جمہوریت کا پہلا اور خاص اُصول یہ ہے کہ اکثریت اور فقط اکثریت کا حکم غالب رہے گا۔ یہ اصُول اس سختی کے ساتھ عمل میں لایا جاتا ہے کہ مثلاً اگر پانچ ہزار رائیں ایک طرف اور چار ہزار نو سو ننانوے رائیں دوسری طرف ہیں تو بس پانچ ہزار رائوں والی پارٹی کو حق حاصل ہو گیا کہ دوسری پارٹی کو اپنا محکوم بنالے اور باوجود اس کے مساوات کا دعویٰ بھی ہے ع

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

وہ دین جس کے اکیلے نبی کو کُفر کی اکثریت سے لڑنا پڑا۔ جس کے پیرو بہت زمانے تک نہایت قلیل و غریب تھے جس کو دنیا میں کبھی اکثریت حاصل ہی نہیں ہوئی۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں اور ان کے بعد مدت تک تو قطعاً یہ اکثریت حاصل نہیں ہوئی۔ وہ دین کسطرح جمہوریت کے اس بنیادی اصُول کو تسلیم کر لیگا۔ یہ ہی نہیں بلکہ بہت سے ایسے اصُول جمہوریت و ڈکٹیٹر شپ میں ہیں جو دین و فقۂ اسلام کیخلاف ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ڈکٹیٹر شپ بھی پہلے اس اکثریت ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے ڈکٹیٹر شپ و بادشاہت میں فرق یہ ہے کہ بادشاہت خاندانی حقوق کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور ڈکٹیٹر کو اکثریت کے ذریعہ سے حکومت ملتی ہے اور پھر وہ ڈکٹیٹر بن جاتا ہے وہ دین جس میں اکثریت منافقین کی تھی اور جسکے مسلمان بھی اکثر ایسے تھے جو کبھی صلح حدیبیہ کیوجہ سے نبوت ہی میں شک کرنے لگتے تھے کبھی کسی ظاہری شکست کو دیکھ کر دل چھوڑ دیتے تھے وہ دین کیونکر جمہوریت کی تعلیم دے سکتا ہے اگر رایوں پر انحصار ہوتا تو اسلام مسخ ہو جاتا کبھی ایسی اکثریت برسر اقتدار آتی جسکی رائے میں نماز و قرآن اپنی زبان میں ہونے چاہیئں کبھی ایسی اکثریت ہوتی جو یہ کہتی کہ پانچ نمازیں ایک دن میں بہت زیادہ ہیں، زمانہ حال کے لئے موزوں نہیں۔ علاوہ اس کے یہ اُٹھک بیٹھک اور اوندھا ہو جانا تو قرآن شریف میں کہیں نہیں۔ موجودہ تہذیب کے خلاف ہے ہم تو بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ لیا کریں گے کبھی ایسی اکثریت کا دور دورہ ہوتا جو یہ کہتی کہ حج اس وقت کے لئے تھا کہ جب مسلمان عرب کے نزدیک رہتے تھے اب حج بند ہونا چاہیئے کیونکہ انگلستان و امریکہ، آسٹریلیا و جاپان سے آنے میں دقت ہوتی ہے چونکہ قانوناً اکثریت کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخالف پارٹی کی رائے کو نہ چلنے دے۔ اسلام عجیب طرح سے مسخ ہو کر رہ جاتا۔ اسلام جس کے نام سے اطاعت ٹپکتی جس کے ایک حکم کے خلاف کوئی چون و چرا نہیں کرسکتا۔ اسلام جس میں قیاس منع ہے وہ کب جمہوریت کے اصول کی تاب لاسکتا ہے۔ اسلام تو اکثریت کی مذمت کرتا ہے۔ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ پارہ ۸ سورۃ الانعام ع ۱۴۔

"اے رسول اگر تم اکثریت کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں خدا کی راہ سے گمراہ کر دیں گے وہ لوگ تو اپنے ظن کی پیروی کرتے ہیں اور وہ تو فقط ٹپے ٹوئیاں مارتے ہیں"۔

آنحضرت ؐ کے بعد بھی کسی خلیفہ نے جمہوریت کے اصول پر عمل نہیں کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمہوریت کی جھلک تک نہ تھی۔ وہ تو محض ایک ترکیب تھی کہ خاندان نبوت میں سے کس طرح حکومت نکالی جائے۔ جمہوریت کا شائبہ تک نہ تھا۔ اس کو تفصیل سے ہم اس کتاب کے حصہ دوم میں بیان کریں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خود حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ شوریٰ ایک دوسری تجویز تھی کہ کسی طرح حضرت علیؑ کے پاس حکومت نہ جائے۔ اس میں بھی جمہوریت کی جھلک نہ تھی۔ خود حاکم نے ممبران شوریٰ مقرر کئے تھے رعایا کی رائے کو کسی طرح سے اس میں دخل نہ تھا۔ ہاں حضرت علیؑ کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ ان کی حکومت ظاہری پر اہل مدینہ کا اجماع ہوگیا تھا۔ بلکہ باہر سے جو لوگ آئے تھے وہ بھی متفق تھے لیکن یہ واقعات کا نتیجہ تھا رعایا کے حق کا اقبال نہ تھا سب سے زیادہ غور طلب یہ بات ہے کہ جب حضرت ابوبکر کا وقت رحلت نزدیک آیا تو لوگوں نے اُن سے استدعا کی کہ آپ ہمارے اوپر حاکم مقرر کر دیں۔ حضرت عمر کو جب ضرب کاری لگی تو لوگوں نے کہا کہ اُمت محمدیہ کا حاکم مقرر کرتے جاؤ۔ حضرت عائشہ نے بھی یہی استدعا حضرت عمر سے کی۔ رعایا نے یہ نہ کہا کہ حاکم مقرر کرنا ہمارا حق ہے۔ ہم خود مقرر کرلیں گے اگر یہ حق اُمت کا ہوتا تو اُمت کے لوگ ضرور کہتے اور مرنے والے خلیفہ سے استدعا نہ کرتے کہ ہمارے اوپر حاکم مقرر کرتے جاؤ۔ اُمت کا یہ طرز عمل ہی ثبوت کافی ہے اس دعوے کا کہ حاکم و بادشاہ مقرر کرنا اُمت کا حق نہ تھا۔

اس سوال کی بحث میں کہ حکومت الٰہیہ کے حاکم مقرر کرنا کس کا فرض یا حق ہے رسولؐ یا اُمت کا یہ غور کرنا لازم ہوگا کہ اس ولایت امور مسلمین کے لئے کس قسم کے حکام کی ضرورت ہے اور یہ دیکھنے کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس حکومت کے دعوے کیا ہیں اس حکومت کی نوعیت اور اسکے دعووں کا انحصار اُس مذہب کی نوعیت اور اس کے دعووں کے اوپر ہے کہ جس مذہب کے ماتحت وہ قائم ہوئی ہے بلکہ جس مذہب کا وہ ایک جزو ہے لہٰذا سب سے پہلے ہم اسلام کے دعووں پر نظر ڈالتے ہیں۔ دو آیتیں ملاحظہ ہوں

(۱) فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔ پارہ ۲۱ سورۃ الروم ع ۴۔

(۲) الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ (پارہ ۶ سورۃ المائدہ ع ۱)

اس دین حنیف کی پیروی و متابعت کرتے ہو۔ یہ وُہ دین ہے جو خداوند تعالیٰ کی فطرت کاملہ کا نتیجہ ہے وہ فطرت جس فطرت پر خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے (ایک خاص دن کی طرف اشارہ کرکے فرماتا ہے) کہ آج کے دن میں نے (یعنی خداوند تعالیٰ نے) اس دین کو تمہارے لئے مکمل کیا۔ اور اس تکمیل کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے اپنی نعمت تمہارے اوپر کامل کی۔